

بیادگار

حضرت تاج العلماء سراج العرفا سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ
حضرت سید العلماء سراج الاولیا سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ
حضرت احسن العلماء سراج الاصفیا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ

مجلس مشاورت

شفیق ملت حضرت سید حسین میاں زیدی قادری برکاتی
امین ملت حضرت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی
شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

مجلس ادارت

جناب سید محمد افضل قادری برکاتی
جناب سید محمد امان میاں قادری برکاتی
جناب ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی قادری برکاتی

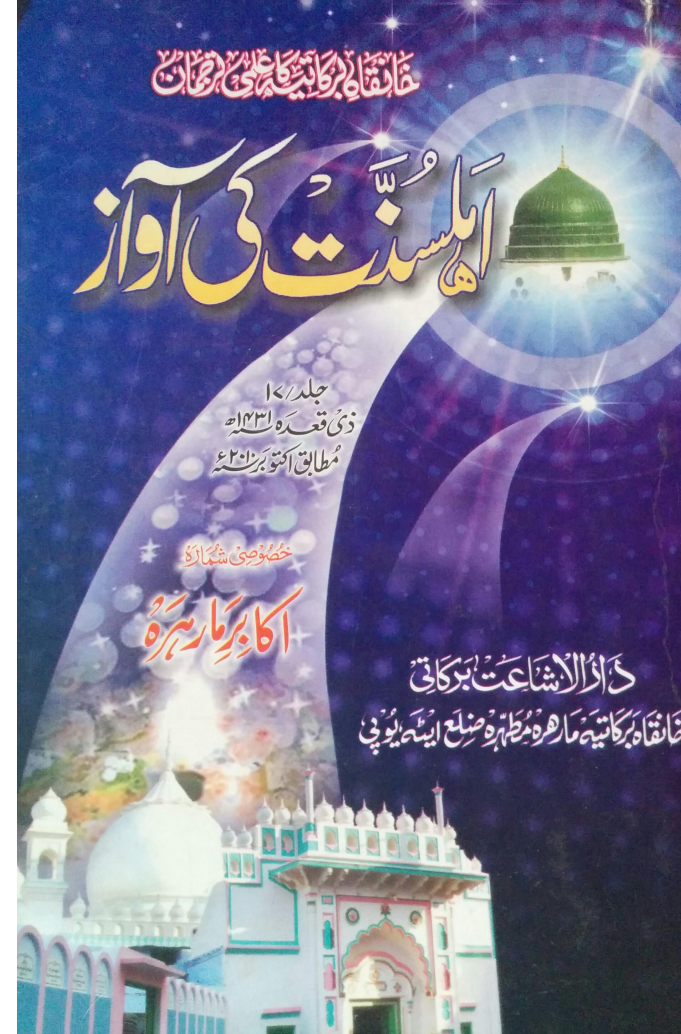
مدیر اعلیٰ

سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری

مدیر معاون

ڈاکٹر ساحل شہسرامی (علیگ)

طالع و ناشر : سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری، نائب سجادہ نشین، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف
منتظم : محمد اکبر قادری برکاتی، قادری مسجد، بلاک نمبر ۱، کبیر کالونی، علی گڑھ
کمپیوٹر کمپوزنگ : مشکوٰۃ کمپیوٹرز، نزد سلیمان ہال، علی گڑھ، فون: 9897674550
مطبع : مکتبہ جام نور، میاں محل، جامع مسجد، دہلی



خانقاہ برکاتیہ، بڑی سرکار، مارہرہ شریف
ضلع ایٹہ، اتر پردیش

فہرست مضامین

- ۱- ادارہ (۱) سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری
۲- ادارہ (۲) ساحل شہسرامی (علیگ)

کاروان خاندان برکات - مدینہ طیبہ سے دہلی تک

مارہرہ مطہرہ - جلوہ گاہِ سادات زیدی

سلطان العاشقین صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ
قادری عشقی مارہروی قدس سرہ

بلگرام شریف - گہوارہ اکابر مارہرہ مطہرہ

اسد العارفین سید شاہ محمد حمزہ عینی مارہروی قدس سرہ

مظہر غوث اعظم ابوالفضل شمس الدین سید شاہ آل احمد
اچھے میاں قادری برکاتی مارہروی قدس سرہ

گوشہ نعت و مناقب

احوال و کوائف خانقاہ برکاتیہ

- ۶۷- عرس قاسمی برکاتی ۲۰۰۹ء کی
سہ روزہ تقریبات
- ۶۸- سالانہ فاتحہ حضور احسن العلماء قدس سرہ
محمد اکبر قادری برکاتی
- ۶۹- حضرت امین ملت کے تبلیغی اسفار
محمد اکبر قادری برکاتی
- ۷۰- کوائف جامعہ البرکات
احمد مجتبیٰ صدیقی



اداریہ (۱)

سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری

اہل سنت کی آواز کا خصوصی شمارہ اکابر مارہرہ کا دوسرا حصہ پیش خدمت ہے۔ پہلے حصے میں مختصر تاریخ سادات مارہرہ و بلگرام اور حضرت صاحب البرکات سے لے کر حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ تک بزرگان مارہرہ کی حیات و خدمات کو پیش کرنے کی سعادت حاصل کی گئی۔ موجودہ شمارے میں خاتم الاکابر ہند حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ سے لے کر حضور احسن العلماء قدس سرہ تک حالات مشائخ مارہرہ پیش کر رہے ہیں۔ اسے حسن اتفاق سمجھئے کہ اس خصوصی شمارے کو بھی دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے اور جہاں تک جن بزرگوں تک منقسم کیا گیا ہے حقیقت میں خانقاہ برکاتیہ بھی اپنی رسم و روایات مشائخ اور سجادگان کے طریقہ بود و باش طرز تبلیغ اور ارشادات کے حوالے سے منفرد اور کہیں کہیں منقسم نظر آتی ہے۔ یعنی حضرت نوری میاں کے زمانے سے خانقاہ دوسرے دور میں قدم رکھتی ہے اور یہ انفرادیت اور تغیر اس قدیم روش سے ہٹ کر نہیں، بلکہ جدید دور کے تقاضوں کے پیش نظر تبلیغ اسلام اور تصوف کے لئے ایجاد کیا ہوا ایک طریقہ کار ہے۔

حضور صاحب البرکات سے لے کر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ تک ہمارے مشائخ استقلال کے ساتھ اپنے سجادے پر متمکن رہے۔ حضور صاحب البرکات نے چونتیس سال تک سجادہ برکاتیہ سے نقل و حرکت نہ فرمائی یہ حضرات اکابر اپنے گھر سے روز ملبوسات بزرگان زیب تن کر کے سجادہ پر وارد و اشغال، و وعظ و ارشاد، حاجت روائی خلق کرنے کے لئے تشریف لے جاتے اور جب سجادہ حویلی سجادگی سے باہر آتے تب خدام اسم ذات کا نعرہ بلند کرتے اس طرح ہمارے بزرگوں نے اپنے آستانے کو مرجع خلائق بنایا، مخلوق خدا کی عین شریعت کے مطابق تربیت کی، سلوک کی منزلیں طے کرائیں انسان دوستی اور خدمت خلق کا درس دیا، کبھی حکومت و ثروت سے مرعوب نہیں ہوئے، فقر کو اپنا نصب العین بنایا، توکل کو زیور بنایا، اور یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں برکاتی آستانہ عوام الناس کا مرکز توجہ رہا آج بھی اس روایت کا عکس اعراس کے موقع پر خرقة پوشی کی

شب دیکھنے کو ملتا ہے۔

حضرت صاحب نے حضور نوری میاں کو خانقاہ شریف سے باہر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی تو ایک نئے دور کی شروعات ہوئی تبلیغ اور تربیت خدمت خلق کا دائرہ وسیع ہوا۔ حضور میاں صاحب قبلہ کے زمانے میں خانقاہ شہرت کے بام عروج پر تھی بزرگان مارہرہ کی روحانیت اور سرکار نوری میاں کی شخصیت کی کشش کے نہ صرف عوام بلکہ جید علما کرام و مشائخ عظام کو بھی اپنی طرف متاثر کیا۔ حضور اچھے میاں کے بعد مریدین و متوسلین کی تعداد میں اضافہ حضرت نوری میاں کے دور میں ہوا۔ سرکار نور نے سراج العوارف فی الوصایا و المعارف تصنیف فرما کے نہ صرف دنیا کے تصوف و سلوک کو ایک باقاعدہ نصاب عطا فرمایا بلکہ زمانے کو یہ ذہن دیا کہ مارہرہ والے صرف چلے اور تعویذ کی بنیاد پر خانقاہ قائم نہیں کئے ہوئے ہیں بلکہ علم شریعت و طریقت میں درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہیں۔ خانقاہ برکاتیہ میں حضرت صاحب کے دور تک وعظ و ارشاد اور اسی دور میں صاحبزادگان کو باہر تعلیم دینے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اکثر صاحبزادگان بدایوں شریف تشریف لے گئے۔ اور انہوں نے مدرسہ قادریہ میں تعلیم حاصل کی۔ ہماری خانقاہ میں باقاعدہ منبر سے تقریر وعظ کا رواج نہ تھا۔ ہمارے بزرگ مجمع عام میں بیٹھ کر نصح عطا فرماتے تھے۔ دین سمجھاتے شریعت بتاتے میرے پردادا نبیرہ خاتم الاکابر حضرت سید شاہ حسین حیدر حسینی میاں نے منبر سے وعظ کا سلسلہ شروع کیا۔

ہماری خانقاہ میں ایک دور ایسا بھی گذرا کہ جسے جمود کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ جس کا سبب کہیں نہ کہیں علم سے دوری تھا۔ کبھی کبھی خانقاہی روایات کے برعکس معاملات بھی دیکھنے کو آئے۔ لیکن مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ نے ایک مرتبہ پھر استقامت و استقلال کے ساتھ خانقاہ شریف کو اپنی فکر اور تدبر کی روشنی سے جگمگایا۔ خاندانی روایات میں چار چاند لگائے۔ اپنے گھر سے لے کر احباب و متوسلین تک حصول علم دین کی ترغیب دی۔ حضرت حاجی میاں صاحب کے دور کو ہم خانقاہ برکاتیہ کا نفاذ ثانیہ بھی تصور کر سکتے ہیں۔ انہوں نے طریقت کو شریعت سے الگ نہیں ہونے دیا بلکہ طریقت اور معرفت شریعت مطہرہ کا لازمی جزء مانتے ہوئے اپنے احباب و متوسلین کو تہذیب فی الدین کا درس دیا۔ دینی کتب کے مطالعہ کو بے حد ضروری تصور فرماتے ہوئے حضرت

نے نہ صرف اپنوں کی بلکہ اغیار کی بھی کتب کو جمع فرمایا اور مذہب، مسلک اور عقائد کے متعلق اسلامی کتب کا ایک بڑا ذخیرہ جمع فرمایا۔ آج بھی برکاتی کتب خانہ الحمد للہ ایک امتیازی شان کا حامل ہے۔ حضرت اسماعیل حسن صاحب نے خانقاہ برکاتیہ سے دین اسلام مذہب و مسلک کی تبلیغ تو یقینی طور پر کی ہی، لیکن اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے اور ان کے صاحبزادے مدوح اعلیٰ حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ نے خانقاہ شریف کے قومی و ملی سیاست میں اپنے موقف کو واضح کیا اپنے نظریہ سے لوگوں کو نہ صرف واقف کرایا بلکہ لوگوں کو صحیح سیاسی راہ اپنانے کے لئے آمادہ کیا۔

حضرت تاج العلماء نے مسلک لیگ کی تشکیل اور خلافت مومنٹ پر اپنے موقف کی زوردار تبلیغ کی اور باقاعدہ تنظیم قائم کر کے ان تمام معاملات پر اپنی خانقاہ کے موقف کی ترجمانی فرمائی۔ ہزاروں خطوط لکھ کر تقسیم ہند کی مخالفت کی اور لوگوں کو ملک چھوڑنے سے باز رہنے پر آمادہ کیا۔ حضرت تاج العلماء نے دینی معاملات میں کوئی سمجھوتہ نہیں کیا۔ خانقاہ شریف کے معمولات کو صاف ستھرے اصولوں پر قائم کیا۔ دنیا سے دور نہیں رہے لیکن دنیاوی معاملات کو دین پر غالب نہ آنے دیا۔ حضرت تاج العلماء نے مذہبی صحافت کو بھی تبلیغ اسلام اور خانقاہ کے پیغام کو عام کرنے کا موثر ذریعہ تصور کیا اور حضرات سیدین معاونت میں اہل سنت کی آواز کے نام سے مجلہ کی اشاعت شروع کی۔ اہل سنت کی آواز اس دور میں خانقاہ کی قومی، ملی، سیاسی، روحانی اور علمی عظمتوں کا نقیب بن کر ابھرا۔ حضرت تاج العلماء کے بعد ان کے دونوں ہم شیر زادے خالص ان کے تربیت یافتہ تھے انہوں نے مارہرہ شریف کے پلیٹ فارم سے عالم اسلام اور سنیت کی بے مثال خدمات انجام دیں۔

سیدین مارہرہ یعنی حضرت سید العلماء اور حضرت احسن العلماء قدس سرہم نے ملت اسلامیہ کو شریعت و طریقت کے رموز سے آشنا قیادت و رفاقت بھی عطا فرمائی ساتھ ہی بہترین خانقاہی و روحانی نظام کی داغ بیل ڈالی۔ حضرت سید العلماء نے سنی جمیعت العلماء کے قیام کو عمل میں لا کر سواد اعظم کو ایک متحرک، متحد اور فعال قیادت عطا کی۔ ان کے بعد ایک قائد ایک جماعت اور موقف ہمارے اور ہماری جماعت کے لئے محض ایک خواب کی طرح ہے۔ خدا وہ دن جلد لائے کہ جب ہم سب اہل سنت اور ہمارے دینی رہنما و علما ایک جھنڈے کے نیچے خود کو متحد اور متحرک کر سکیں۔ آمین

حضرت احسن العلماء نے خانقاہ کو سنبھالا اپنے بزرگوں کی روایات میں چار چاند لگاتے ہوئے سلسلہ برکاتیہ کے فروغ کے لئے سعی جمیل فرمائی۔ حضرت نے خالص خانقاہی نظام کو رائج کیا اور اپنے مریدین و متوسلین کی حاجت روائی ایسے ہی فرمائی جیسا انہیں اپنے اسلاف سے حصے میں ملا تھا۔ حضرت احسن العلماء تہذیب فی الدین کے ساتھ ساتھ اپنے مسلک اور مشرب میں تہذیب کے ساتھ رہنے کی تعلیم اپنے احباب کو دی۔ انہوں نے الحمد للہ خانقاہیت کو درگاہیت سے ہمیشہ دور رکھا۔ اپنے خانقاہی نظام کو بازاریت اور کاروباریت سے بار رکھنے کے لئے ایک دیر پا اور موثر طریقہ ایجاد کیا۔ انہوں نے اپنی اولادوں یعنی ہم بھائیوں کو دنیاوی تعلیم فراہم کرانے کے ساتھ ساتھ علم دین اور مذہبی اقدار سے بھی وابستہ رکھا۔

آج جو بھی خدمات ٹوٹی پھوٹی ہم اہل خاندان انجام دے رہے ہیں یہ ان کی دی ہوئی نصیحت و تعلیم کا نتیجہ ہے۔ ہماری یہ ہمیشہ کوشش رہتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کے قریب ہوں۔ علما کی توقیر کریں اور کروائیں ہم سے جو بن پڑے وہ کریں ورنہ کم از کم خوش دلی سے ملیں ضرورتاً کہ سامنے والے کی دلجوئی ہو۔ ”آدھی روٹی کھاؤ بچوں کو پڑھاؤ“ کا نعرہ صرف لگانے کے لئے خانقاہ کی طرف سے نہ دیا گیا بلکہ ہم کوشش بھی کرتے ہیں کہ ہماری قوم کے بچے پڑھیں لکھیں اور حلال رزق کھائیں۔ ہمارا سیاسی شعور بھی بیدار رہے بلکہ صاف ستھری سیاست کے منظر نامے پر ہماری نظر بھی رہے۔ مذہب و مسلک کے معاملات میں کوئی سمجھوتہ نہ کل یہاں ہوا تھا نہ مستقبل میں ہوگا، ہم اپنی چادر اور پاؤں دونوں نظر میں رکھتے ہیں اتنا ہی کام اور ذمہ داری لیتے ہیں جس کو نبھاسکیں۔ آپ دعا کریں کہ آپ کی برکاتی خانقاہ اپنی تمام تر قدیم و جدید روایات کے ساتھ پورے دینی اور روحانی تشخص کے ساتھ عوام الناس کے لئے راہ ہدایت کا ذریعہ بنے۔

مبارک بادیاں و خوشخبریاں:

اداریہ کے دوسرے حصہ میں راقم کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی کہ کچھ کوائف بیان کئے جائیں، ہمیں بے حد خوشی ہے کہ اس سال پھر جارج ٹاؤن یونیورسٹی نے دنیا کے پانچ سو بااثر لوگوں کی فہرست میں جانشین مفتی اعظم تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خان کا نام ۲۶ ویں نمبر پر رکھا ہے ہم اس اعزاز کو اپنا ذاتی فخر اور انبساط تصور کرتے ہیں۔ تاج

الشریعہ اعلیٰ حضرت و مفتی اعظم قدس سرہما کی یادگار ہیں اور خانوادہ رضویہ کا وقار بھی۔ پچھلے سال اسی کتاب میں برادر محترم حضرت امین ملت کا نام ۴۴ ویں پائندان پر شامل تھا۔ اس سلسلے کی ایک رپورٹ بھی آپ حضرات ملاحظہ فرمائیں گے۔ میں اپنے دونوں بزرگوں کی خدمت میں مبارک بادیاں پیش کرتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ دونوں محافظین مسلک اعلیٰ حضرت کو زندہ، تندرست و سلامت رکھے۔

برادر محترم سید محمد افضل میاں قادری برکاتی جو فی الحال گوالیار میں آئی۔ جی۔ پولیس کے منصب پر فائز ہیں۔ انہیں اس سال صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے ان کے ۱۸ سالہ محکمہ پولیس میں ایمان داری، دیانت داری اور وفاداری کے ساتھ ملک کی فلاح و بقا کے لئے اپنی بے داغ موثر خدمات انجام دینے کے اعتراف میں یوم آزادی کے موقع پر صدر جمہوریہ میڈل سے نوازا گیا۔ برادر محترم افضل میاں اپنے تمام تر منصبی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ خانقاہ اور وابستگان خانقاہ کے معاملات میں بھرپور دلچسپی لیتے ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان کو صحت و سلامتی کے ساتھ مزید ترقیاں عطا فرمائے۔ آمین

میرے عزیز بھتیجے یعنی حضرت امین میاں کے صاحبزادہ اکبر سید محمد امان سلمہ عالم اسلام کی مایہ ناز درسگاہ الجامعہ الاشرفیہ مبارک پور میں درس نظامی کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے اس سال اشرفیہ میں داخل ہوئے۔ اس سے قبل امان میاں نے جامعہ ازہر سے تین مہینے کا عربی ادب کا ابتدائی کورس کیا، اللہ تعالیٰ ان کو حصول علم دین مبارک کرے، وہ پڑھ لکھ کر اپنے اسلاف کے زریں کردار کی عکاسی کریں۔ آپ حضرات امان میاں کے لئے روز دعا کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ ان کے سینے کو علم دین سے بھر دے۔ اور ان سے اس خانقاہ کی عظمت میں چارچاند لگے۔ آمین

جامعہ البرکات:

عزیزم احمد میاں اپنے مستقل کالم کوائف جامعہ البرکات کے ذریعہ کافی اطلاع فراہم کراہی دیتے ہیں لیکن پھر بھی یہ بتانا ضروری ہے کہ البرکات ہم نے جس مقصد کے لئے قائم کیا ہے اس کی تکمیل کے آثار ہم کو کچھ نہ کچھ نظر آنے لگے ہیں۔ سبھی ادارے اپنے تعلیمی معیار، طلبہ کی تعداد اور ان میں اسلامی ذہن بیدار کرنے کے حوالے سے بڑے اطمینان بخش نچ پر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ لڑکیوں کا کالج پایہ تکمیل تک پہنچا،

نومبر کے مہینے سے بچیاں اپنے ذاتی ماحول میں کسب علم کر سکیں گی۔ ایم۔ بے۔ اے۔ کی سیٹوں میں اضافہ ہوا جو ادارے کی کامیابی کی عکاسی کرتا ہے۔ اس ادارے کو عنقریب حکومت ہند کی طرف سے اقلیتی کردار عطا ہوگا جس کی قانونی سعی تقریباً مکمل ہو چکی ہے۔ مستقبل میں بی۔ بی۔ اے۔ اور بی۔ سی۔ اے۔ کا اپنا الگ کورس نئی عمارت میں کھولنے کا منصوبہ تیار ہو چکا ہے اللہ کامیابی عطا فرمائے۔

البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر کے نصاب کا تعین بھی لگ بھگ ہو چکا ہے، اگلے سال سے ہمارے علمائے کرام اس میں داخلہ پاسکیں گے۔ ہاسٹل میں بچوں کی تعداد پچھلے برسوں کے مقابلے دو گنی ہو چکی ہے۔ ہاسٹل کے طلبا کا سالانہ رزلٹ سو فی صد آ رہا ہے۔ اسلامی تعلیم اور تربیت مستقل طور پر ان کو فراہم کی جا رہی ہے جس کے نتائج ان کے بہترین کردار کی شکل میں ابھر کر سامنے آ رہے ہیں۔ ہم سب مل کر باہمی تعاون سے اسے مزید فیض رساں بنانے کی سعی کریں، اس کی ترقی کے لئے دعا گو رہیں۔ انشاء اللہ البرکات ملت اسلامیہ کا مستقبل میں فخر ثابت ہوگا ایسی ہماری امید بھی ہے اور کوشش بھی۔

مارہرہ پبلک اسکول:

راقم کی زیر نگرانی مارہرہ پبلک اسکول بھی الحمد للہ تعلیم کے میدان میں تسلی بخش نتیجے فراہم کر رہا ہے، اس اسکول کے قیام کا مقصد بھی قصبہ مارہرہ کے بچوں کو اعلیٰ تعلیم سے روشناس کرانا ہے۔ اور ہم بڑی حد تک اپنے مقصد میں کامیاب بھی ہیں۔ اس اسکول کے تعلیمی معیار اور فیس کے معقول ہونے کے سبب نہ صرف مارہرہ بلکہ آس پاس کے علاقوں کے بچے بھی بذریعہ بس تعلیم حاصل کرنے آتے ہیں۔ ہمارے اسٹاف کی اکثریت علی گڑھ کی ہے جن کو علی گڑھ سے روزانہ اسکول پہنچانے کے لئے بس کا انتظام ہے۔ مجھے یہ بتاتے ہوئے بڑی مسرت ہو رہی ہے کہ اس سال ہمارے اسکول کوسی۔ بی۔ ایس۔ سی۔ بورڈ سے دسویں تک اسکول چلانے کی منظوری حاصل ہوئی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اگلے سال ہمارے طلبا دسویں کلاس کے بورڈ امتحان میں شرکت کریں گے، رب کریم امتیازی کامیابی عطا فرمائے۔ اس وقت اسکول میں بچوں کی تعداد سات سو سے زائد ہے۔ حسب توفیق تمام جدید سہولتیں اسکول کو مہیا ہیں، کھیل کود کے لئے بچوں کو وسائل کی کوئی کمی نہیں ہے۔ مارہرہ

پبلک اسکول کے طلباء بے حد ذہین اور کھیل کود کے ساتھ ساتھ ادبی و ثقافتی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ اور انعامات حاصل کر کے مرکز توجہ ہی رہتے ہیں۔ اسکول میں تعمیراتی سلسلہ مستقل جاری ہے۔

مارہرہ پبلک اسکول میں اسلامی سمر کلاسیز کا انعقاد:

گذشتہ سال کی ”فکرو تدبیر کانفرنس“ میں طے کیا گیا تھا کہ اسکول طلباء کے لئے سمر کلاسیز منعقد کئے جائیں گے۔ برادر معظم حضرت شرف ملت کے زیر ہدایت فقیر کے زیر نگرانی یہ کورس طلبہ و طالبات دونوں کے واسطے منعقد کیا گیا جس میں کثیر تعداد میں مارہرہ و قرب و جوار کے اسکولی طلبہ نے ذوق و شوق سے حصہ لیا، تقریباً ایک مہینے تک نصاب کے مطابق طلبہ و طالبات کو اسلام و مسائل شرعیہ کی تعلیم فراہم کرائی گئی اور اس کے بعد ان بچوں کا امتحان منعقد کیا گیا۔ امتیازی نمبر لانے والے طلبہ کو پہلے، دوسرے اور تیسرے مقام حاصل کرنے والے کو بالترتیب ۵۰۰، ۳۰۰ اور ۲۰۰ روپیہ نقد حوصلہ افزائی کے لیے نذر کئے گئے، ساتھ ہی بڑی تعداد میں تحیقی انعامات کی شکل میں واٹر کولر، فوڈ سیٹ وغیرہ دیئے گئے۔ تقسیم انعامات طلبہ و طالبات میں الگ الگ کئے گئے، یہ انعامات راقم الحروف کے ساتھ ساتھ شہر کے معززین کے ہاتھوں دلوائے گئے۔

آئندہ سال ارادہ کہ اس سے بھی زیادہ وسیع پیمانے پر ان کلاسیز کا انعقاد کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ دین و تبلیغ کی اشاعت میں مزید سے مزید ترقی و توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مارہرہ ایجوکیشنل سوسائٹی کی رفاہی و فلاحی سرگرمیاں:

مارہرہ ایجوکیشنل سوسائٹی تعلیم کے ساتھ ساتھ فلاحی کاموں میں بھی ملوث رہنے کی کوشش کرتی ہے۔ برسات کی کثرت کی وجہ سے پورا صوبہ باڑھ کی زد میں رہا ہمارے علاقے میں صورت حال بے حد خراب تھی۔ خانقاہ برکاتیہ مارہرہ ایجوکیشنل سوسائٹی کے زیر اہتمام راحت کا سامان تقسیم کیا گیا اور یہ کوشش رہی کہ سامان سے لوگوں کو واقعی راحت کا احساس ہو بھی، حال میں مارہرہ میں وبائی موسمی بخار کو دیکھتے ہوئے نگر پالیکا میں ایک بڑا کیمپ لگایا گیا جس میں تقریباً دو ہزار لوگوں کا چیک اپ کیا گیا، اس کیمپ میں بھی دامے درمے قدمے سختے جو بن پڑا ہم نے کرنے کی کوشش کی۔ اللہ قبول فرمائے۔ مارہرہ

ایجوکیشنل سوسائٹی نے صوبہ کے مقامی بیمار لوگوں کو آس پاس اسپتال میں لے جانے کے لئے ایک ایسولینس کا بھی انتظام کر رکھا ہے جس سے مارہرہ والوں کو کافی سکون ملا ہے۔ ہم سے جو کچھ ہو سکتا ہے کوشش کرنے میں پیچھے نہیں رہتے ہیں اور نیک نیت کے سبب اللہ رب العزت اسباب بھی فراہم کرتا ہے اور معاون احباب بھی۔ خدا ہمیں مزید ترقی و توفیق دے۔

فکرو تدبیر کانفرنس:

فکرو تدبیر کانفرنس عرس قاسمی میں ایک خوشگوار اضافے کی شکل میں منعقد کی گئی جو اب ضرورت بنتی جا رہی ہے۔ جب تک ہماری قوم کے باصلاحیت، مخلص اور سنجیدہ افراد ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر فکر نہیں کریں گے تب تک ملت کے مسائل کی پیچیدگیاں کم نہ ہوں گی۔ جب فکر سنجیدہ ہوتی ہے تب تدبیر کرنے میں آسانیاں بھی ہوتی ہیں اور کامیابی بھی ملتی ہے۔ پچھلے دونوں کانفرنسوں میں جن حساس معاملوں پر غور و فکر کی گئی اور جو تجاویز منظر عام پر آئیں ان پر کام ہوا، کتنا ہوا؟ اور کیا کیا ہوا؟ اس کی رپورٹ فکرو تدبیر کانفرنس میں پیش کی جائے گی۔ مختصر یہ کہوں گا کہ اس کانفرنس کے ذریعہ ہمیں سالانہ فکر تو جا گی۔ جب مدرسہ بورڈ کا معاملہ ہوا تب ہماری جماعت کا موقف مع تجاویز کے حکومت تک پہنچایا گیا۔ حضرت امین میاں صاحب کی سرپرستی اور قیادت میں علمائے کرام، مشائخ اور مفتیان عظام کا وفد مرکزی کابینہ کے وزیر برائے انسانی وسائل کیل سبل سے ملنے گیا اور ان کو تصحیح شدہ تجاویز سپرد کی۔ مختلف جگہوں پر اسکولی طلباء کے لئے سمر کلاسیز لگائے گئے جس میں ان کو باقاعدہ ایک اسلامک معلوماتی مواد کے ذریعہ تعلیم دی گئی پھر اس کے امتحانات منعقد کئے گئے۔

جامعہ نوریہ میں ہمارے مفتی حنیف خاں صاحب قادری برکاتی نے بہت منظم طریقے سے یہ پروگرام منعقد کیا۔ ہزاروں طلباء اس میں شریک رہے۔ برادر معظم حضرت شرف ملت نے تقسیم انعامات کے جلسے میں شرکت فرمائی اور بڑی خوشی اور اطمینان کا اظہار بھی فرمایا۔ اس سال کا موضوع بھی موجودہ حالات کے تناظر میں بے حد مقبول اور فکرو تدبیر کرنے کا ہے۔ یہ المیہ ہے کہ سواد اعظم ہوتے ہوئے بھی ہمارا کوئی ملی اور سیاسی موقف نہیں اور اس سے زیادہ افسوس کی بات ہے کہ ہمارا موقف کوئی جاننا بھی نہیں چاہتا، ان شاء اللہ اس کانفرنس میں ہماری جماعت کے باوقار اور ذمہ دار افراد قومی دلی مسائل میں ہماری

نمائندگی کی ضرورت اور طریقہ کار کے سوال پر غور و فکر کر کے کچھ ایسے نتائج برآمد کریں گے جن کو عمل میں لا کر حکومت کے ایوانوں میں اہل سنت والجماعت کے وجود کا بھرپور احساس کرانے کی کوشش کی جائے گی۔

وفیات

پروفیسر مختار الدین آرزو صاحب:

حضرت ملک العلماء علیہ الرحمہ کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین آرزو صاحب داغ مفارقت دے گئے۔ آرزو صاحب سے ہمارے برادران معظم کے بڑے عمیق تعلقات تھے۔ وہ ہمارے بھائیوں سے نسبت کے احترام کے سبب بیحد محبت و خلوص سے پیش آتے تھے۔ پروفیسر آرزو صاحب عربی ادب کے مایہ ناز اساتذہ میں تھے، اس کے علاوہ وہ صدر شعبہ اور ڈین آف فیکلٹی بھی رہے۔ اسلامیات پر بھی گہری نظر تھی۔ ان کا ذاتی کتب خانہ امتیازی شان کا حامل ہے۔ علمائے کرام کا بے حد احترام کرتے۔ ہماری جماعت کے کوئی بھی عالم اگر رضویات کے سلسلے میں کوئی معلومات حاصل کرنے تشریف لاتے تو آرزو صاحب نہ صرف خندہ پیشانی سے ملتے بلکہ معاون اور مددگار بھی ثابت ہوتے۔ آرزو صاحب کی حضرت امین میاں صاحب سے جب بھی ملاقات ہوتی تو عقیدت اور محبت کا اظہار فرماتے اور یہ محبت اور عقیدت اتنی مستحکم تھی کہ انہوں نے آخری وقت میں ایک خط حضرت امین ملت کے نام لکھا جو ان کے وصال کے بعد ان کے صاحبزادے پروفیسر طارق مختار صاحب نے دیکھا۔ آرزو صاحب نے اس خط میں خواہش ظاہر کی کہ آپ میری نماز جنازہ اپنے عقائد کے مطابق پڑھائیں۔ لہذا حضرت امین میاں صاحب نے ان کی نماز جنازہ بھی پڑھائی اور یونیورسٹی قبرستان میں فاتحہ خوانی کر کے دعائے مغفرت بھی فرمائی۔



منشی پھول خاں صاحب:

ہمارے خانوادے کے ایک عاشق صادق حضور تاج العلماء کے مرید حضور احسن العلماء کے خلیفہ منشی پھول خاں صاحب گلولوی نے ۱۵ اکتوبر ۲۰۱۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔ منشی پھول خاں صاحب ہم سب بڑے چاہنے والوں میں تھے۔ سلسلہ برکاتہ کی ترویج و اشاعت میں انہوں نے اپنے علاقے اور آس پاس کے علاقوں میں کلیدی کردار ادا کیا۔

اعراس کے دوران بعد نماز فجر حلقہ ذکر کی محفل ان کے سپرد تھی جسے وہ بہت ذمہ داری کے ساتھ منعقد کرواتے تھے۔ میرے والد ماجد علیہ الرحمہ ان کو ان کی بے لوث خدمات کی وجہ سے بہت چاہتے تھے۔ اور وہ بھی حضرت سے کمال درجے تک عقیدت و الفت رکھتے تھے۔ منشی پھول خاں صاحب نے اپنے علاقے میں سنیت و برکاتیت کو بہت مضبوط کیا۔

ان کی کمی ہمیشہ محسوس کی جائے گی۔ برادر محترم امین ملت ان کی رحلت کی خبر سن کر گلولی تشریف لے گئے۔ اور نماز جنازہ پڑھائی منشی صاحب کے جنازے میں ہزاروں ہزار سنی مسلمانوں نے شرکت کی۔

منشی پھول خاں صاحب میں ایک بہت بڑی خصوصیت تھی کہ وہ بہت حق پسند اور حق گو تھے اور اسی حق گوئی نے ان کو مقبول عام بنایا۔ رب العزت ان کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔



مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی علیہ الرحمہ:

ہماری جماعت کے ایک بہت مقتدر عالم دین و مفتی حضرت علامہ عبدالرحیم بستوی صاحب کا بھی اسی سال وصال ہوا۔ مفتی صاحب قبلہ بہت سنجیدہ، متین و ذہین شخصیت کے حامل تھے۔ وہ ان لوگوں میں سے تھے جو خاموشی کے ساتھ بڑے بڑے کارنامے انجام دیتے ہیں۔ مفتی صاحب کی بچپن سے تعلیم و تربیت بریلی شریف میں ہوئی۔ آپ نے ابتدا میں منظر اسلام سے فیض حاصل کیا۔ ایک بڑا عرصہ حضرت علامہ غلام جیلانی میرٹھی کی خدمت میں رہ کر کسب علم میں گزارا اور پھر واپس بریلی آ کر منظر اسلام میں بحیثیت مدرس خدمت انجام دینے لگے۔ تادم حیات منظر اسلام اور رضوی دارالافتاء سے وابستہ رہ کر دین و مذہب اور مسلک اعلیٰ حضرت کی خدمات انجام دیں۔ آپ کو حضور مفتی اعظم ہند سے شرف تلمذ و خلافت حاصل تھا، حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی قدس سرہ سے بھی تعلیم حاصل کی تھی۔

اللہ تعالیٰ مفتی صاحب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کے اہل و عیال کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین



حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر علوی قلندری کا کوری قدس سرہ:

خانقاہ کاظمیہ قلندریہ کا کوری شریف کے صاحب سجادہ اور ہم سب سے بے حد محبت کرنے والے برادر محترم ڈاکٹر مسعود انور علوی کا کوری صدر شعبہ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے والد ماجد حضرت حافظ شاہ مجتبیٰ حیدر علوی قلندری کا کوری بھی اس سال دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ حضرت والا علوم عقلیہ و نقلیہ میں کمال رکھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔



حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ کو خراج تحسین

جانشین مفتی اعظم ہند، تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری دامت برکاتہم العالیہ، کی بلند پایہ شخصیت برصغیر ہند و پاک ہی نہیں، بلکہ دنیا کے بیشتر ممالک میں مشہور ہے۔ خانوادہ اعلیٰ حضرت کے چشم و چراغ اور ہندوستان کے سنی مسلمانوں کے مرکز عقیدت حضرت ازہری میاں صاحب قبلہ کی گونا گوں دینی، ملی اور علمی خدمات کا اعتراف اہل زمانہ کرتا ہے۔

حال ہی میں رائل اسلامی اسٹریٹجک اسٹڈیز عمان کی غیر سرکاری خود مختار تحقیقی ادارے کی دوسری سالانہ رپورٹ کے مطابق پوری دنیا میں سب سے عظیم پچاس بااثر شخصیتوں میں حضرت ازہری میاں کو ۲۶ ویں مقام پر رکھا گیا ہے۔

ہندوستان کے قاضی القضاۃ تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان صاحب ازہری میاں کو اس اعزاز پر اور ہندوستان کے بریلوی حنفی صوفی تحریک کے قائد کے طور پر منتخب ہونے پر ہم خادمان صاحب البرکات و جملہ وابستگان دامن صاحب البرکات تہہ دل سے خراج عقیدت پیش کرتے ہیں اور بارگاہ رب العزت میں ان کی طویل عمر و اچھی صحت کے لئے دعا گو ہیں۔ آمین

آپ سب چاہنے والے افراد کی خدمت میں چند معروضات پیش کئے ہم اہل خاندان کوئی بھی کام تنہا کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے، ہمارے ہر معاملے میں دانستہ یا غیر

دانستہ طور ہمارے احباب اور چاہنے والوں کی دعائیں اور تعاون شامل رہتا ہے۔ حضور صاحب سجادہ امین ملت کو اور ہم سب بھائیوں کو جتنا چاہتے یہ ہم بخوبی جانتے ہیں اور ہم سب بھائی بالخصوص حضور امین ملت بھی آپ سب کے لئے شب و روز دعائیں فرماتے ہیں۔ آپ سب سے گزارش ہے کہ آپ ان کے لئے اور سب اہل خاندان کے لئے دعائیں کریں۔ خانقاہ برکاتیہ کے عروج اور سلسلے کے فیضان میں برکت اور البرکات کی کامیابی کی دعائیں کریں۔ میں ان گذارشات و معروضات کے ساتھ آپ سب سے رخصت ہوتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ رب العزت اس برکاتی آستانہ کی بہاروں کو صبح قیامت تک دائم و قائم فرمائے اور حضور صاحب سجادہ کا سایہ صحت و عافیت کے ساتھ برکاتیوں کے سروں پر قائم رکھے۔ اس رسالے کی ترتیب و تدوین میں حصہ لینے والوں اور مددگاروں کا شکریہ کیا ادا کروں جو ان کی محبتوں کے آگے کوتاہ نظر آتا ہے۔ رب العزت ان تمام قلم کاروں، مجلس ادارت اور رسالے کے کام کو بذریعہ کمپیوٹر صفحہ قرطاس پر لانے والوں کو دارین کی نعمتوں سے نوازے۔ انشاء اللہ ان کو انعام حضور صاحب البرکات کے تصرف سے ملے گا۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

دعا کا طالب

سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری

نائب سجادہ نشین آستانہ عالیہ برکاتیہ، مارہرہ مطہرہ

ڈاکٹر ساحل شہسرامی (علیگ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حسب تذکرہ، اکابر مارہرہ کے ذکر جمیل پر مشتمل سالانہ اہل سنت کی آواز کا دوسرا حصہ پیش خدمت ہے۔ پہلے حصہ میں حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ مرشد برحق اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ تک کے مشائخ مارہرہ کے حالات پر مشتمل تھا۔ یہ شمارہ سرکار نور سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ سے لے کر حضرت احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی قدس سرہ کے احوال و آثار کا احاطہ کرتا ہے۔ گذشتہ شمارے میں بھی کوشش رہی کہ صاحب گوشہ کے قلمی تبرکات بھی درج کتاب کئے جائیں لیکن عہد کی دوری اور مآخذ تک رسائی نہ ہونے کے سبب تفصیلی نمونے نہ پیش کئے جاسکے۔ اس شمارے میں وہ کوشش بہت حد تک کامیاب ہے۔ صاحب گوشہ کے نظم و نثر کے وہی نمونے درج کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو دور حاضر میں بھی ملت اسلامیہ کے لئے مفید ہوں۔ ان آثار اکابر سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ان کی نگاہیں کتنی دور تھیں، دل امت مسلمہ کے تعلق سے کس قدر درد مند تھا اور جذبے کیسے صالح اور بے لوث تھے۔ آج تو ایسے جذبات کی جھلک بھی کم نظر آتی ہے۔



متاخرین مشائخ میں سرکار نور اپنی روحانی توانائی اور حضرت تاج العلماء اپنی علمی خدمات میں بے حد ممتاز نظر آتے ہیں۔ سرکار نور، خاندان برکات کے اقطاب میں چھٹے قطب ہیں جن کی بشارت سیدنا بعلی شاہ قلندر پانی پتی قدس سرہ نے دی ہے میں نے حضرت امین ملت دام ظلہ سے بارہا سنا کہ سرکار نور کے بعد ویسا مجاہدہ خاندان میں کسی نے نہ کیا۔ آپ نے صلوٰۃ معکوس بھی پڑھی ہے جو کنوئیں میں سر کے بل لٹک پڑھی جاتی ہے۔ سرکار نور کے دم قدم سے سلسلہ برکات کی بھی منفرد المثال اشاعت ہوئی۔ آپ کے خلفاء میں صرف سرکار مفتی اعظم قطب عالم شاہ مصطفیٰ رضا قادری نوری قدس سرہ کے وابستگان کی تعداد کروڑوں ہے۔

حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ نے خاندانی

اقدار کو خوب سنبھالا دیا۔ میں حضرت کی ہمہ جہت خدمات سے بہت متاثر ہوں جن کا اجمالی خاکہ آپ کے گوشے میں پیش کر دیا گیا ہے۔ دینی، علمی، سیاسی، جماعتی سطح سے آپ نے بہت خاموشی کے ساتھ نمایاں خدمات انجام دیں۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ آپ کے زبردست مداح تھے اور آپ کو خاص القاب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ خاندانی افراد کی منج نبوی پر خاص تربیت فرمائی۔ حضرت سید العلماء اور حضرت احسن العلماء قدس سرہ آپ ہی کے فیضان تربیت کا شمر تھے جن کے دینی، علمی اور روحانی انوار نے ایک عالم میں اجالا کر ڈالا۔ حضرت احسن العلماء سے اخیر وقت میں حضرت امین ملت نے دریافت فرمایا کہ پاپا! افراد خاندان میں آپ کو سب سے زیادہ کون یاد آتا ہے؟ تو احسن العلماء قدس سرہ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا: اہل خاندان تاج العلماء کو بہا کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ آپ نے تنظیمی سطح پر بزم برکاتی قائم کی، کتابوں کی اشاعت کے لئے دارالاشاعت برکاتی قائم کیا اور اپنے جد کریم کا قائم کردہ پریس مطبع صبح صادق سینٹاپور سے مارہرہ مطہرہ لائے، تعلیمی نظم کے لئے متعدد مدرسے قائم کئے۔ مناظراتی سطح پر آریوں، لیگیوں، گاندھیوں اور یوہندیوں کا ردِ بلوغ فرمایا، تصنیفی سطح پر بیالیس سے زائد کتابیں یادگار چھوڑیں جن میں سے بعض ابھی مخطوطے کی صورت میں ہیں۔ دینی تصلب ایسا تھا کہ آج تک جو حضرات آپ کے براہ راست مرید ہیں وہ بھی اپنے مرشد کی اقتدا میں بدمذہبوں سے پوری شدت کے ساتھ دو رونفور رہتے ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ سے والہانہ عقیدت و محبت کے رشتے تھے۔ غرض ایسی جامع کمالات، گلشن محاسن، خاندانی روایات کا مکمل تحفظ فرمانے والی شخصیت خاندان برکات کے متاخرین میں نظر نہیں آتی۔ آپ نے اپنے قلم کی توانائی سے جو خاندانی روایات اور حالات محفوظ کر دیئے ہیں، اگر انہیں تحریر نہ کیا گیا ہوتا تو روایات و حالات اور معمولات خاندانی کا بہت سا حصہ زمانے کی تہوں میں دب چکا ہوتا۔ رب تبارک و تعالیٰ آپ کی قبر اطہر کو رحمت و نور کا آشیانہ رکھے اور غفران و کرم کی خصوصی نوازشات جاری رہیں۔ آمین بحاجہ النبی الامین علیہ اکرم الصلوٰۃ و افضل التسلیم



چشم و چراغ خاندان برکات امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام رضا قادری برکاتی قدس سرہ [۱۲۷۲ھ-۱۳۴۰ھ] غفوان شہر میں ۵ جمادی الآخرۃ ۱۲۹۴ھ کو اپنے والد

ماجد استاذ المحققین علامہ نقی علی خاں قدس سرہ کے ہمراہ خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں داخل ہوئے، ساتھ ہی جملہ سلاسل خاندانی کی اسی وقت اجازت و خلافت بھی مرحمت فرمائی اور یہ تمنغہ امتیاز بھی کہ کل جب محشر میں رب تبارک و تعالیٰ دریافت فرمائے گا کہ اے آل رسول! میرے لئے کیا لائے ہو تو احمد رضا کو پیش کردوں گا پھر توجہ نشینی ڈالی، حجرے سے جب باہر تشریف لائے تو داڑھی کی سفیدی اور سیاہی سے امتیاز کیا جاسکا کہ یہ حضرت خاتم الاکابر ہیں اور یہ اعلیٰ حضرت۔ اتنے سارے روحانی انعامات اور مرشد گرامی کی ایسی شفقت نے آپ کو اسی وقت رشک خلایق بنادیا تھا۔ آپ کے مرشد برحق حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کا وصال ۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ میں ہو گیا یوں آپ کو مرشد گرامی کی خدمت میں رہ کو باطنی تربیت لینے کا بہت کم بہت موقع ہاتھ آیا۔ اس کے بعد ایک ڈیڑھ سال کے وقفے سے سرکار نور سجادہ نشینی ہوئے، کانپور میں سجادہ نشین کے سلسلے میں ایک تہنیتی جلسہ تھا جس میں اعلیٰ حضرت نے یہ مشہور تہنیتی قصیدہ پیش کیا

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین

سدرہ سے پوچھو رفعت بام ابوالحسین

اعلیٰ حضرت عالم کیف میں نظم پڑھتے پڑھتے سرکار نور کے قدموں پہ گر پڑے۔ سرکار نور نے فوراً سنبھال دیا اور اٹھ کر سینے سے لگالیا پھر سرکار نور نے بھی اپنی خلافتوں سے نوازہ اور مکمل طور سے اس چشم و چراغ خاندان برکات کی باطنی تربیت فرمائی اور علم جفر کی بھی تعلیم دی۔ ۲۲ محرم ۱۳۲۰ھ کو اپنی مسلسل علالت کے پیش نظر سرکار نے ایک مکتوب تحریر فرمایا جس میں آپ نے اعلیٰ حضرت کو اپنا لقب ”چشم و چراغ خاندان برکات“ عطا فرمایا۔ ۱۱ رجب ۱۳۲۲ھ کو سرکار نور کا وصال ہو گیا۔ اعلیٰ حضرت نے مشائخ مارہرہ میں دو بزرگوں کی سب سے زیادہ منقبت تحریر فرمائی ہے۔

۱- شمس مارہرہ ابوالفضل شمس الدین سید آل احمد اچھے میاں قدس سرہ۔

۲- سرکار نور سراج السالکین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ۔

مرشد گرامی حضرت خاتم الاکابر اور مرشد تربیت سرکار نور کے بعد مارہرہ مطہرہ کے دو بزرگوں سے براہ راست اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے رابطے رہے:

۱- بقیۃ السلف حضرت الحاج سیدنا شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن قادری برکاتی معروف بہ شاہ جی میاں قدس سرہ [۱۲۷۳ھ-۱۳۴۷ھ] جن کی یاد میں عرس قاسمی شریف منایا جاتا ہے۔

۲- تاج العلماء شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری قدس سرہ [۱۳۰۹ھ-۱۳۷۵ھ] صاحبزادہ خور و حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ

ان دونوں نے بزرگوں دین و سنت کے ہر محاذ پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی پوری حمایت کی اور مکمل ساتھ دیا۔ مفادات طیبہ، حیات اعلیٰ حضرت، تصانیف تاج العلماء اور اس کے شمارے کے مشمولات میں اس پشت پناہی کی سند اور تائیدات دیکھی جاسکتی ہیں۔ تحریک خلافت و ترک موالات کے فتنے میں مارہرہ مطہرہ کے اساطین اعلیٰ حضرت کے موقف کے حامی تھے۔ گاندھوی اور لیگی فتنوں کا مارہرہ اور بریلی نے ایک آواز ہو کر جم کر تعاقب کیا۔ مسائل دینیہ اور عقائد کے باب میں اعلیٰ حضرت پر مکمل اعتماد تھا۔ فتاویٰ رضویہ میں متعدد فتوے اساطین مارہرہ کے سوالات کے جواب میں ہیں۔ شجرہ برکاتیہ میں پہلے کسی اور صاحب کا نظم کردہ شجرہ چھپتا تھا۔ اعلیٰ حضرت کی وابستگی کے بعد اسی وقت سے اعلیٰ حضرت کا نظم فرمودہ مشہور عالم شجرہ ”یا الہی رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے“ شائع ہوتا ہے اور مریدین و متوسلین اسی کا ورد کرتے ہیں۔ حسام الحرمین کی اشاعت کے بعد اس کی تائید ہر برکاتی مرید کے لئے لازم ٹھہری۔ جس نے اس میں تذبذب سے کام لیا، اس سے اساطین خاندان نے یکسر تعلق ختم کر لیا، چاہے اس سے رشتہ کتنا ہی قدیم کیوں نہ ہو۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی اصطلاح کو بھرپور تقویت بھی اسی خاندان ذیشان نے عطا کی۔ حضرت سید العلماء کا مشہور عالم شعر ہے

یا الہی! مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

حضرت احسن العلماء اس جہان رنگ و بو سے جاتے جاتے اپنے صاحبزادگان اور متوسلین کو اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری کے دامن کرم سے وابستہ رہنے کی تاکید و وصیت فرما گئے۔ الحمد للہ! آج بھی ذمہ داران خاندان اپنے وابستگان کو مسلک اعلیٰ حضرت پر ڈٹے رہنے کی اولین تاکید فرماتے ہیں۔ یہ رب تبارک و تعالیٰ کا امام اہل سنت چشم و چراغ خاندان برکات اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ پر خصوصی فضل و احسان ہے۔



گذشتہ شمارے کی طرح اس شمارے میں بھی چھ خصوصی گوشے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ پہلے گوشے میں مولانا نفیس احمد مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ نے سرکار نور کی حیات و خدمات پر مفصل روشنی ڈالی ہے۔ اس سے پہلے ۲۰۰۳ء میں اہل سنت کی آواز کا پورا شمارہ ”قصیدہ نور کا“ کے عنوان سے سرکار نور کی بارگاہ میں عقیدتوں کا خراج پیش کر چکا ہے۔

دوسرا گوشہ صاحب عرس قاسمی سیدنا الحاج ابوالقاسم سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی/ حاجی میاں قدس سرہ کے احوال و کوائف پر مشتمل ہے۔ ماخذ دسترس میں نہ ہونے کی وجہ سے یہ گوشہ کچھ تشہ سا لگتا ہے۔ اس سے پہلے حضرت شرف ملت کے ارشاد کے مطابق احقر نے صاحب عرس قاسمی کے نام سے ۶۴ صفحے کا ایک تعارفی کتابچہ تحریر کیا تھا جو عرس قاسمی شریف ۲۰۰۵ء میں چھپ کر تقسیم ہوا۔ حضرت شرف ملت دامت برکاتہم القدسیہ نے کسی ملاقات میں ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت تاج العلما نے حضرت شاہ قاسم کی حیات و خدمات پر بہت تفصیل سے لکھا ہے جو ابھی مخطوطے کی صورت میں ہے۔ خدائے کریم وہ دن جلد لائے کہ ہم خواجہ تاجان قادریت اس کی زیارت سے شاد کام ہوں۔

تیسرا گوشہ حضرت شاہ قاسم اس گوشے کے آغاز میں شاہ قاسم کے دو مضمون شامل کئے گئے ہیں جو بہت مفید ہیں۔ اخیر میں حضرت کے بڑے صاحبزادے سید غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہ کے حالات زندگی اور شرف ملت کی ہدایت پر آغاز حضرت کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق قدس سرہ کے کوائف کا اضافہ کیا گیا ہے۔ یہ دونوں تحریریں حضرت تاج العلما قدس سرہ کے رشحات قلم سے ہیں کے چھوٹے صاحبزادے اور جانشین حضرت تاج العلما سراج العرفا مورخ خاندان برکات سید شاہ اولاد رسول میاں قادری برکاتی قدس سرہ کی حیات و خدمات پر مشتمل ہے جو قدرے مبسوط اور جامع ہے ڈاکٹر شجاع الدین فاروقی علیگ مدظلہ کے قلم سے نکلا ہوا سو سے زائد صفحات پر مشتمل یہ مضمون حضرات اکابر خاندان کا بھی اجمالی تعارف پیش کرتا ہے جو گذشتہ شمارے میں قدرے تفصیل سے پیش ہو چکا ہے پھر بھی اسے من و عن اس لئے رہنے دیا گیا ہے کہ جن کے سامنے پہلا شمارہ نہیں ہے، وہ اس مضمون سے اپنے معلومات کی کڑیاں جوڑ سکتے ہیں۔ شمارے میں دوسرا مضمون حضرت شرف ملت کا ہے جو تاج العلما کے دو نایاب قطعات کے تعارف پر مشتمل

ہے۔ حسن ادا اور دلنشینی اسلوب تو حضرت اشرف میاں کا خلاصہ ہے، اس لئے یہ منفرد طرز کا مضمون قارئین کے ذوق کو بہت کچھ دے جائے گا۔ تیسرا مضمون حضرت تاج العلما کے دست گرفتہ ڈاکٹر علیم الدین قادری برکاتی صاحب کا ہے جو ان کے مشاہدات کا خاصہ اور بہت معلوماتی ہے۔ زبان یہ گو قدیم اثرات حاوی ہیں لیکن اس کے مندرجات سے خود میری معلومات میں اضافہ ہوا جب کہ دس سال سے خاندان برکات کا مطالعہ میرا مشغلہ ہے اور مختلف جہات سے تین ہزار سے زائد صفحات احقر اس خاندان ذیشان کے اکابر کی حیات و خدمات پر سپرد قلم کرنے کی سعادت حاصل کر چکا ہے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اس گوشے کے آغاز میں حضرت تاج العلما کی مشہور مسدس نظم ”شوکت اسلام“ بھی درج ہے جو دو سو پچاس بند پر مشتمل ہے۔ یہ نظم آج بھی اتنی مفید ہے جتنی کہ پہلے تھی بلکہ آج آزادی کے اس دور میں اس کی افادیت اور بڑھ گئی ہے۔ خدا کرے کہ عبرت پذیر دل اس سے نصیحت حاصل کریں اور اپنے دین و آخرت کی اصلاح کا سامان کریں آمین۔

چوتھا گوشہ حضرت احسن العلما قدس سرہ کے والد حضرت شاہ آل عبا قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی حیات مبارکہ اور ادبی خدمات پر مشتمل ہے جسے شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے نامور استاذ ڈاکٹر قمر الہدی فریدی مدظلہ نے اپنے ادیبانہ اور زرنگار قلم سے تحریر فرمایا۔ حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمہ بہت نامور براڈ کاسٹر، ادیب، نقاد، اور ڈرامہ نگار تھے۔ آپ کی تین کتابیں: ۱۔ بے پر کی ۲۔ اپنی موج میں، ۳۔ میرا فرمایا ہوا، اردو ادب کا شاہکار ہیں۔ عرصے تک آل انڈیا ریڈیو دہلی کی اردو سروس سے وابستہ رہے پھر حیدر آباد تشریف لے گئے۔ عمر خاصی طویل پائی۔ میں اہل سنت کی آواز کے خواجہ غریب نواز نمبر ۲۰۰۸ کی تیاری کے سلسلے میں خواجہ حسن نظامی ثانی دہلی کی خدمت میں حاضر ہوا شاید یہ فیضان محبوب الہی تھا کہ خواجہ صاحب بہت شفقت سے پیش آئے، جب کہ ان دنوں ان کی تین بائی پاس سرجری ہوئی تھی اور کسی کو تھوڑا سا وقت بھی بمشکل دے پاتے تھے۔ میں ان کی خدمت میں دو گھنٹہ حاضر رہا، مارہرہ کا ذکر چل پڑا تو حضرت سید آل عبا علیہ الرحمہ کا ذکر جمیل دیر تک فرماتے رہے۔ فرمایا: وہ میرے بڑے اچھے دوستوں میں ہوتے تھے۔ شکار ہم دونوں کا مشترک شوق تھا۔ ان کے ساتھ زندگی کے بہت سے دن گزرے۔ ان کا ادبی ذوق اپنی مثال آپ تھا۔ میں نے عرض کی: الحمد للہ! حضرت آل عبا کے ادبی ذوق کے

وارث و جانشین آج بھی اس خاندان ذیشان میں موجود ہیں۔ میرے محسن و کرم فرما حضرت سید محمد اشرف I.R.S اردو فکشن کے بین الاقوامی شہرت یافتہ ادیب ہیں جنہیں ان کے افسانوی مجموعے ”باد صبا کا انتظار“ پر ۲۰۰۲ء میں ساہتیہ اکاڈمی ایوارڈ مل چکا ہے۔ تو خواجہ حسن نظامی ثانی صاحب نے برجستہ فرمایا: ایں ہمہ خانہ آفتاب است۔

حضرت سید آل عبا مشہور ادیب رشید احمد صدیقی کے بہت قریبی دوستوں میں تھے۔ رشید صاحب نے ہی آپ کو ”حضرت آوارہ“ کا لقب دیا تھا جو آپ کے نام سے زیادہ شہرت رکھتا ہے۔

پانچواں گوشہ حضرت سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی صدر آل انڈیا سنی جمعیت العلماء کے احوال و کوائف پر مشتمل ہے۔ حضرت سید العلماء کثیر الجہات شخصیت کا نام ہے۔ مزاج بہت نفیس، ذوق بہت شستہ اور متین تھا۔ آپ کی حیات و خدمات کے تعارف پر مشتمل بہت مفصل اور شاندار مضمون استاذ گرامی حضرت علامہ مفتی نظام الدین رضوی دامت برکاتہم القدسیہ نے تحریر فرمایا ہے۔ گوشے کے آغاز میں حضرت سید العلماء کا خطبہ صدارت کا پور درج ہے جو زبان و بیان کی شستگی اور برجستگی، جذب دروں اور ملی ہمدردی کا بہترین عکاس ہے۔

چھٹا گوشہ حضرت احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن قدس سرہ کے احوال و کوائف پر مشتمل ہے۔ اس سے پہلے ماہنامہ اشرفیہ کا سیدین نمبر، اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء اور حضرت اشرف میاں دام ظلہ کی کتاب یاد حسن، حضرت احسن العلماء کا مفصل تعارف پیش کر چکے ہیں۔ یہ عنوان ماہنامہ اشرفیہ کے ایڈیٹر مولانا مبارک حسین مصباحی کو دیا گیا تھا لیکن وہ بعض ناگزیر وجوہات کی بنا پر مقالہ تحریر نہ کر سکے، اس لئے حضرت اشرف میاں دامت برکاتہم القدسیہ کی کتاب ”یاد حسن“ کی تلخیص قند مکرر کی صورت میں پیش خدمت ہے۔ یہ کتاب ۲۰۰۳ء میں دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ مطہرہ سے شائع ہوئی پھر برکاتی فاؤنڈیشن کراچی نے خاصی تعداد میں شائع کر کے اسے شائقین میں تقسیم کیا۔ سوانحی کتابوں کے محدود مطالعے کی روشنی میں عرض کرتا ہوں کہ ایسی جامع تجزیاتی، منفرد ترتیب اور اسلوب والی کتاب میری نگاہ سے نہیں گذری۔ گوشے کے آغاز میں حضرت احسن العلماء کے نثری اور شعری آثار بھی درج ہیں۔

یہ شمارہ تیاری کے مرحلے میں چل رہا تھا کہ خلیفہ اعلیٰ حضرت، ملک العلماء شاہ محمد

ظفر الدین قادری علیہ الرحمہ کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین احمد راہی ملک بقا ہوئے۔ آپ اردو اور عربی زبان کے نامور ادیب، محقق تھے جن کی عالمی سطح پر عملی شناخت تھی۔ ان سے کئی طور سے فنی تعلق تھا۔ خلیفہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے صاحبزادے تھے، خود بھی اعلیٰ حضرت کے مرید تھے، ہمارے سپروائزر محترمی ڈاکٹر طارق مختار صاحب کے والد ماجد تھے، میرے دیرینہ کرم فرما تھے، اہل سنت کے ممتاز فرد تھے۔ ان تمام روابط کے پیش نظر حضرت امین ملت نے حکم فرمایا کہ تم پروفیسر صاحب کی حیات و خدمات پر ایک تعارفی مضمون لکھ دو یہ حضرت کا حکم تھی تھا اور میرا حق بھی، اس طور سے ایک گوشے کا اور اضافہ ہو گیا۔ اس گوشے میں وہ انٹرویو بھی شامل ہے جو ۲۲ مئی ۲۰۱۰ء کو پروفیسر صاحب سے ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی صاحب نے لیا تھا۔ یہ ان کی آخری علمی یادگار ہے۔ کوائف خانقاہ اور اعراس طیبہ کی اجمالی روداد اور حضرت امین ملت کے اسفار کی رپورٹ حسب سابق شامل ہے۔

۲۰۰۶ء سے ۲۰۱۰ء تک کا ادارتی سفر بہت سعادت مآب، خوشگوار اور میری دنیا اور آخرت کے لئے مفید رہا۔ اسے میں اپنی خوش نصیبی سمجھتا ہوں کہ میری ادارت میں نکلنے والا سب سے پہلا شمارہ مصطفیٰ جان رحمت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات برکات سے منسوب تھا جو اپنی کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ پھر سرکار غوث اعظم [۲۰۰۷ء] سرکار خواجہ غریب نواز [۲۰۰۸ء] اکابر مارہرہ مطہرہ [۲۰۰۹ء-۲۰۱۰ء] رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسی نفوس قدسیہ کی علمی خدمت کی سعادت میسر آئی۔ ہر شمارہ دستاویزی سمجھا گیا اور قدر کے ہاتھوں لیا گیا، فالحمہم اللہ علی ذلک

ع شکر کہ جتازہ بہ منزل رسید



اس شمارے کی تیاری میں اہل سنت کے نامور اصحاب فکر و قلم کا تعاون حاصل رہا۔ جن کے آثار علمیہ زینت صفحات ہیں ادارہ ان سبھی حضرات کا تہہ دل سے ممنون ہے۔ ان کے علاوہ مولانا نعمان ازہری صاحب مشکوٰۃ کمپیوٹرس کے جملہ اراکین کے تعاون کا بھی بہت بہت شکریہ۔

طالب دُعا
ماہر



سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ

وَمَا لِي مِنْ سَبِيلٍ إِلَى الْفَلَاحِ
لِعَفْوِ الْحَرَمِ بِأَرْبِ النَّجَاحِ
إِمَامًا كَافِيًا لَا صَبْرَ فِيهِ
وَحَطَاءٍ مُهْلِكٍ لَا خَيْرَ فِيهِ
سُجُودًا دَائِمًا لَا فَكَّ فِيهِ
يَقِينًا خَالِصًا لَا شَكَّ فِيهِ
دَلِيلًا وَاضِحًا لَا غَيْبَ فِيهِ
دَوَامًا سَرْمَدًا لَا رَيْنَ فِيهِ
فَأَوْهَ يَوْمٍ يُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِي
بِإِقْرَارِ الْخَطَايَا لِلْخَلَاصِ
أَيَغْلِبُنِي إِثْمٌ وَأَنْتَ رَحِيمِي
إِذَا جِئْتُ بِأَبِ الْفَيْضِ بَابَ كَرِيمِ
صَلْتُ عَلَى الْأَفْلَاحِ صِرْتُ أَرْضِيًا
جَالْتُ إِلَى الْعِمْرَانِ صِرْتُ يَوَادِيًا
فَضْلًا بِأَنْ يُلْقَاكَ فِي الْغَدِ رَاضِيًا
وَمَنْ يَرْجُوكَ لَا يَخْشَى الْهَلَاكَ
وَإِنْ تَشْرُكَ فَمَنْ يَدْعُوا سِوَاكَ
جَدِيرٌ بِالْعِقَابِ وَقَدْ رَجَاكَ
وَإِنْ تَأْخُذْ فَمَنْ يُنْجِي سِوَاكَ
يُضَارِفُ إِذْ تَرَاهُ وَلَا يَرَاكَ
وَإِنْ تَطْرَحْ فَمَنْ يَعْفُوا سِوَاكَ
حَرِيٌّ بِالْعِقَابِ فَقَدْ عَصَاكَ
وَإِنْ تَغْضَبْ فَمَنْ يَرْضَى سِوَاكَ
شَكَا إِثْمَالَهُ فِي الْقَلْبِ شَاكَ
وَإِنْ تُبْكِي فَمَنْ يُشْكِي سِوَاكَ

إِلَهِي لَسْتُ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاحِ
فَارْجُو الرَّحْمَ مِنْ لُطْفٍ خَفِي
إِلَهِي اتَّبِعْنِي فِي كُلِّ آتٍ
إِلَهِي نَجِّنِي مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ
إِلَهِي اتَّبِعْنِي فِي كُلِّ لَيْلٍ
وَأَبْدِلْنِي بِأَوْهَامِ الظُّنُونِ
إِلَهِي ذَلَّنِي فِي كُلِّ خَيْرٍ
إِلَهِي اعْطِ لِلنُّورِ نُورُ
إِلَهِي كُنْتُ مِنْ أَهْلِ الْمَعَاصِي
وَأَرْجُوا الْعَفْوَ مِنْ بَرِّ رُؤْفٍ
أَيْلَحِقْنِي كَرُبٌ وَأَنْتَ حَكِيمِي
رَحُوتُ عَطَاءً مِنْ نَوَالِكَ سَرْمَدًا
صَلْتُ عَلَى نَوَائِبٍ لَوْ أَنَّهَا
جَالْتُ إِلَى نَوَازِلٍ لَوْ أَنَّهَا
فَارْحَمْ عَبِيدَكَ يَا رَحِيمٌ وَجُدْ لَهُ
إِلَهِي إِثْمٌ يَرْجُو جَمَاكَ
فَإِنْ صَدَقْتَ مَا يَرْجُو فِذَاكَ
إِلَهِي طَالِمَا عَبْدٌ عَصَاكَ
فَإِنْ تَغْفِرْ فَمَا هُوَ مِنْكَ بِدَعَا
إِلَهِي قَارَبَ الْعَبْدُ الْهَلَاكَ
فَإِنْ تَصَفَّحْ فَأَنْتَ بِهِ رُؤْفُ
أَتَاكَ أَتَاكَ يَا رَبِّي أَتَاكَ
فَإِنْ تَرْفُقْ فَأَنْتَ وَلِيُّ ذَاكَ
إِلَهِي أَجِبْ عُبِيدَكَ إِذْ دَعَاكَ
فَإِنْ تُشْكِي فَأَنْتَ بِهِ جَدِيرٌ



سرکارِ نور سراج السالکین سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ

ترجمہ: فاترہ سلمان

اے پروردگار، میں اہل صلاح میں سے نہیں
اور میرے لیے فلاح کی کوئی سبیل نہیں
میں تیرے لطف خفی سے رحم کا خواہستگار ہوں
اے کامرانیاں عطا کرنے والے میرے جرم بخش دے

♦♦♦

یا الہی مجھے ہر گھڑی ایسی امان عطا فرما جس میں کوئی ضرر نہ ہو
یا الہی مجھے ہلاکت کی طرف لے جانے والے ہر گناہ اور خطا سے بچالے

♦♦♦

یا الہی مجھے ہر شب دائمی سجدوں کی توفیق عطا فرما
اور میرے وہم و گمان کو شک سے عاری خالص یقین میں بدل دے

♦♦♦

یا الہی ہر امر خیر میں میری قطعی رہنمائی فرما
یا الہی نوری کو بے داغ دائمی نور عطا فرما

♦♦♦

یا الہی میں معصیت میں تھا
مجھ پر رحم فرما اور روز قیامت مجھے اپنی امان عطا فرما
میں خدائے رؤف سے اپنی خطاؤں کا اقرار کرتے ہوئے غفوکا خواہستگار ہوں
مجھ پر کوئی آفت نہیں آسکتی کیونکہ تو حکمت والا ہے

♦♦♦

اور مجھ سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہو سکتا کیونکہ میں تیرے باب فیض و کرم پر حاضر ہوں
تیری ابدی جود و عطا کا آرزو مند ہوں
میرے اوپر ایسی پریشانیاں آئیں
کہ اگر وہ افلاک پر نازل ہوتیں تو وہ زمین بن جاتے
اور میرے اوپر اتنی پریشانیاں آئیں
کہ اگر وہ کسی آبادی پر آتیں تو وہ ویران ہو جاتی

♦♦♦

اے رحمن و رحیم اپنی مہربانیوں اور فضل سے اس بندے پر اس طرح رحم فرما
کہ جب وہ تجھ سے ملے تو اُسے تیری رضا حاصل ہو

♦♦♦

یا الہی میں معصیت میں ہوں اور تیری رحمت کا طلب گار ہوں
اور جو تیری رحمت کا طالب ہوتا ہے اُسے ہلاکت کا خوف نہیں ہوتا

♦♦♦

اے واحد و یکتا سچ یہ ہے کہ اگر میں تجھے چھوڑتا
تو مجھے چھوڑ کر اور کس کو پکارتا

♦♦♦

یا الہی تیرے گنہگار بندے سزا کے مستحق ہیں
لیکن اگر تو ان کی مغفرت فرما دے
تو یہ تیری شان کے خلاف نہیں
اور اگر تو مواخذہ فرمائے

♦♦♦

تو تیرے سوائے کوئی بچانے والا نہیں

♦♦♦

یا الہی تیرا بندہ ہلاکت کے قریب ہے
تو اُسے دیکھ رہا ہے جبکہ وہ تجھے نہیں دیکھ رہا

♦♦♦

یا الہی تو رؤف و رحیم ہے، تو معاف کرنے والا ہے
اور اگر تو ہلاکت میں ڈال دے تو تیرے سوا کون بچانے والا

♦♦♦

یا الہی یہ گنہگار، سزا کا مستحق، تیرے حضور حاضر ہے
تو اُس کا ولی ہے، اُس پر مہربانی اور رحم فرما
اور اگر تو غضب فرمائے تو تیرے سوا کون ہے جو اپنے بندوں پر بخشش فرمائے

♦♦♦

یا الہی اپنے اس بند کی دعا سن جب وہ تجھ کو پکارے،
اپنے گناہوں کا اقرار کرے
تو ہی فریاد رس ہے، تیرے سوا کہاں جائیں



سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ

شاہ عالم بمن ناکس و ناداں مددے
رحم فرما بمن زار و پریشان مددے
منج فیض و کرم فیض رسان عالم
درد و عالم بکسے غیر ندارم کارے
دورم از منزل مقصود نمی یابم راہ
من ناچیز سراسیمہ پریشان عالم
من سیہ کارم و حیرت زدہ کار خودم
شرمسارم ز تہ کاری خود در ظلمت
قبلہ و کعبہ و سلطان دو عالم ہستی
انتظارِ نظرِ تست من نوری را
اعتمادِ کرم تست من نوری را

زمینت عرش بریں سید ذیشان مددے
غوثِ اعظم شہ دیں افسر شاہاں مددے
نظرِ مہر بمن مرشد دوراں مددے
لطف فرما بمن خوار و پریشان مددے
جلوہ فرما بمن اے خضر بیاباں مددے
خضر دریائے کرم سوئے غریباں مددے
والی ملک جناں مہر درخشاں مددے
ماہ تاباں مددے مہر درخشاں مددے
رحم کن بہر خدا خاصہ رحمٰن مددے
شاہ عالم مددے حاکم دوراں مددے
ای خدا جوئے خدا بین و خدا داں مددے

ترجمہ: مولانا جمیل احمد نوری (علی گڑھ)

اے دونوں جہاں کے بادشاہ مجھ ناکس اور ناداں کی مدد فرمائیے
اے عرش بریں کی زمینت اے سردار ذی شان مدد فرمائیے
مجھ زار و پریشان پر رحم فرمائیے مدد فرمائیے
یا غوثِ اعظم یا شاہِ دین یا شاہِ شاہان مدد فرمائیے
آپ سرچشمہ فیض و کرم اور عالم کے فیض رساں ہیں

مجھ پر نظرِ کرم ہو، مرشد دوراں مدد فرمائیے
دونوں جہاں میں کسی غیر سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے
مجھ خوار و پریشان پر مہربانی ہو، مدد فرمائیے
میں منزل مقصود سے دور ہوں اور راہ نہیں پا رہا ہوں
جلوہ فرمائیے، اے خضر بیابان میری مدد فرمائیے
میں ناچیز حیران اور پریشان حال ہوں
خضر دریائے کرم اس غریب الوطن کی مدد فرمائیے
میں سیہ کار ہوں اور اپنے کام پر حیرت زدہ ہوں
اے والی ملک جتاں اے مہر درخشاں، مدد فرمائیے
میں اپنی تباہ کاری سے ظلمت میں شرمسار ہوں
اے ماہ تاباں مدد فرمائیے، اے مہر درخشاں مدد فرمائیے
آپ دونوں عالم کے قبلہ و کعبہ اور سلطان ہیں
اے خاصہ رحمٰن خدا کے لئے مدد فرمائیے
مجھ نوری کو (آپ کی) نظرِ کرم کا انتظار ہے
اے شاہ عالم مدد فرمائیے اے حاکم دوراں مدد فرمائیے
مجھ نوری کو آپ کے کرم پر اعتماد ہے
اے خدا جو، اے خدا بین، اے خدا داں مدد فرمائیے

♦♦♦

جہان نور حیات و خدمات

سراج العارفین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی قدس سرہ

نفیس احمد مصباحی، جامعہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ، یو. پی.

صوبہ اتر پردیش کے ضلع ایٹھ کے مغربی حصہ میں مارہرہ نام کی ایک بستی ہے، جسے اہل دل اور ارباب عقیدت مارہرہ شریف، مارہرہ مطہرہ اور مارہرہ مقدسہ کے نام سے یاد کرتے ہیں، یہاں خاص شاہ راہ کے قریب جانب شمال وہ عظیم الشان برکاتی درگاہ اور خانقاہ ہے جو ایک زمانہ سے عوام و خواص کا مرکز عقیدت رہی ہے، جہاں نام ور علما و مشائخ نے اپنی جبین عقیدت جھکائی ہے اور وہاں کی بارش نور میں نہا کر ان کے بے چین دلوں نے تسکین پائی ہے۔ یہ پورے برصغیر میں سلسلہ قادریہ کی سب سے عظیم خانقاہ ہے، جس کی روحانی عظمتوں کو دیکھ کر امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پکاراٹھے:

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے مری سرکاروں کے

یہ عظیم درگاہ، درگاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے مشہور و معروف ہے۔ اس درگاہ کے باکمال علما و مشائخ نے دینی و ملی، علمی اور روحانی خدمات کے وہ تابندہ نقوش چھوڑے ہیں جو آج تک اپنی تابانیوں سے اہل علم و معرفت کی نگاہوں کو خیرہ کر رہے ہیں، مشائخ برکاتیہ کے سلسلہ الذہب کی ایک نہایت روشن اور تابندہ نورانی کڑی وہ ذات گرامی ہے جسے چشم و چراغ خاندان برکات، نور العارفین، سید المشائخ، نور دیدہ آل رسول حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری (قدس سرہ) کہا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں انھیں کے احوال و کوائف اور حیات و خدمات کا بیان مقصود ہے۔



سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ

جہان و جان ہیں قربان محمد جہان جان ہے ہر آن محمد
ہمارے واسطے ہے نعمت خلد کہ ہم ہیں زلہ خواران محمد
محمد خاص بندہ ہے خدا کا خدا کے بعد ہے شان محمد
محمد شافع روز جزا ہے یہی کہتا ہے قرآن محمد
محمد زیر فرمان خدا ہے خدائی زیر فرمان محمد
نہ کیونکر نار دوزخ سے ہوں آزاد کہ ہم سب ہیں غلامان محمد
ملائک پر نہ کیوں کر ہو بزرگی کہ ہے جبریل دربان محمد
تمنا باغ جنت کی یہی ہے کہ ہو وقف غلامان محمد
محمد کی صفت قرآن میں الٰہی سمجھ لو اس سے تم شان محمد
خدا نے نور سے اپنے بنایا یہیں سے جان لو شان محمد
ثنائے پاک نورسی کس طرح ہو کہاں ہم اور کہاں شان محمد

ولادت طیبہ:

سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان کی ولادت ۱۹ شوال المکرم ۱۲۵۵ھ مطابق ۲۶ دسمبر ۱۸۳۹ء کو پنج شنبہ کے دن مارہرہ شریف میں خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ عنہ کے فرزند والا تبار حضرت سید شاہ ظہور حسن قدس سرہ کے گھر ہوئی۔ (۱) حضرت کی والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ، حضرت سید شاہ دل دار حیدر کی صاحب زادی اور حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی نواسی تھیں۔ (۲)

نام اور لقب:

حضرت کا نام نامی اسم گرامی سید شاہ ابوالحسین احمد نوری اور لقب ”میاں صاحب“ حضرت کے دادا جان اور پیر و مرشد خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کا مرحمت فرمایا ہوا تھا اور آپ کا تاریخی نام ”مظہر علی“ تھا۔ (۳)

نسب نامہ (پدری):

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب ابن (۱) سید شاہ ظہور حسن بڑ کے ابن (۲) سید شاہ آل رسول بن (۳) سید شاہ آل برکات ستھرے میاں ابن (۴) سید شاہ حمزہ ابن (۵) سید شاہ آل محمد ابن (۶) سید شاہ برکت اللہ عشقی صاحب سلسلہ برکات تہ ابن (۷) سید شاہ اولیس ابن (۸) سید شاہ عبد الجلیل ابن (۹) سید میر عبد الواحد بلگرامی، صاحب سبع سنابل ابن (۱۰) سید شاہ ابراہیم ابن (۱۱) سید شاہ محمد قطب الدین ابن (۱۲) سید شاہ محمد ماہر و ابن (۱۳) سید شاہ بڑھ ابن (۱۴) سید شاہ کمال الدین ابن (۱۵) سید شاہ قاسم ابن (۱۶) سید شاہ حسن ابن (۱۷) سید شاہ نصیر ابن (۱۸) سید شاہ حسین ابن (۱۹) سید شاہ عمر ابن (۲۰) سید شاہ محمد صغریٰ، جد اعلیٰ قبائل سادات بلگرام ابن (۲۱) سید شاہ علی ابن (۲۲) سید شاہ حسین ابن (۲۳) سید ابوالفرح ثانی ابن (۲۴) سید شاہ ابوفراس ابن (۲۵) سید ابوالفرح واسطی، جد اعلیٰ جماعت سادات زیدیہ بلگرام و بارہا وغیرہما ابن (۲۶) سید داؤد ابن (۲۷) سید حسین ابن (۲۸) سید یحییٰ ابن (۲۹) حضرت سید زید سوم ابن (۳۰) حضرت سید عمر ابن (۳۱) حضرت سید زید دوم ابن (۳۲) حضرت سید علی عراقی ابن (۳۳) حضرت سید حسین ابن (۳۴) حضرت سید علی ابن (۳۵) حضرت سید محمد ابن (۳۶) حضرت

سید عیسیٰ ملقب بہ موم الاشبال ابن (۳۷) حضرت سید زید شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ابن (۳۸) امام ہمام سید السادات زین العابدین الملقب بہ سجاد ابن (۳۹) سید الشہد امام حسین ابن (۴۰) حضرت امیر المومنین حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم اجمعین زوج (۴۱) سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت (۴۲) حضرت سید الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ و بارک وسلم۔ (۴)

خاندانی حالات:

حضرت امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما (۳۸ھ-۱۲ محرم ۹۴ھ) کے فرزند حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ تابعی مدنی ہیں۔ ۷۵ھ میں ولادت ہوئی۔ جب بنی امیہ کا ظلم و ستم اور فسق و فجور حد سے آگے بڑھا تو حضرت زید نے ہشام بن عبدالملک مروانی کے خلاف کوفہ میں علم جہاد بلند کیا۔ پھر اس کے عامل یوسف بن عمر ثقفی کی اجازت سے مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ لیکن دوبارہ بہت سے اہل کوفہ اپنی نصرت و وفا کا یقین دلا کر حضرت کو باصرہ کو کوفہ لے گئے۔ وہاں پہنچنے پر پندرہ ہزار کوفیوں کی جمیعت ان کے ہمراہ ہو گئی مگر بعد میں ساتھ چھوڑنے کی یہ تدبیر نکالی کہ حضرت سے کہا: آپ اب وکبر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تبرا کریں۔ حضرت نے فرمایا: ہم اس سے براءت ظاہر کرتے ہیں جو حضرات شیخین پر تبرا کرے۔ کوفیوں نے کہا: ”اذن نرفضک“ تب ہم آپ کو چھوڑتے ہیں۔ فرمایا: دور ہو جاؤ، تم رافضی ہو۔ اسی وقت سے اس لقب کی ابتدا ہوئی۔ اب حضرت کے ساتھ بہت مختصر سی جماعت رہ گئی جو ظالم وقت کے مقابلے کے لیے کافی نہ تھی۔ ایک وقت آیا کہ ظالموں نے حضرت کو سخت اذیتوں کے ساتھ شہید کیا۔ یہ ۱۲۱ھ کا واقعہ ہے۔ پھر بد بختوں نے قبر شریف سے حضرت کی نعش مبارک نکال کر اسے سولی دی اور ان مظالم و شقاوت کا مظاہرہ کیا جن کا تصور بھی ایک مسلمان کو لرزہ بر اندام کر دینے کے لیے کافی ہے۔

مدینہ منورہ سے واسطہ تک:

ان کے فرزند حضرت عیسیٰ (ابتدائی نام: عسارہ بن زید) جن کا لقب موم الاشبال (شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والے) تھا۔ حکومت کی چیرہ دستیوں سے محفوظ رہنے کی خاطر

زیادہ تر واسطہ وغیرہ کے جنگلوں میں رہتے۔ منصور عباسی برابر آپ کی تلاش کراتا رہا لیکن ناکام ہوا، کوفہ کے اندر ۱۶۶ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ ایک قول یہ ہے کہ والد گرامی حضرت زید کی شہادت (۱۲۱ھ) کے وقت آپ کی عمر ایک برس تھی۔ مگر چوں کہ آپ اپنے والد ماجد سے روایت حدیث کرتے ہیں اس لیے یہ قول صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ تحقیق یہ ہے کہ ۱۰۶ھ کے اواخر یا ۱۰۷ھ کے اوائل میں آپ کی ولادت ہوئی۔

آپ کے اخلاف کرام حکومتوں کے ظلم و تعدی سے پریشان ہو کر اپنے عزیز آبائی وطن مدینہ منورہ و مکہ معظمہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ حضرت مہتمم الاشبال کے پرپوتے حضرت علی عراقی نے عراق کے مشہور شہر واسطہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔

پھر ان کی نسل میں سید ابوالفرح واسطی کو واسطہ بھی چھوڑنا پڑا۔ جس کا سبب صرف یہ ہوا کہ فرماں رواے واسطہ کو کسی خلاف شرع امر سے روکا اور وہ باز بھی آگیا۔ مگر کم بخت مصاحبین کے اکسانے پر بعد میں حضرت کو اپنی قلم رو سے باہر ہونے کا حکم دے دیا۔ حضرت اپنے بیٹوں، پوتوں، لڑکیوں، نواسے، نواسیوں، دامادوں غرض پورے کنبہ قبیلہ کو لے کر سلطان محمود غزنوی کے عہد سلطنت میں غزنی پہنچے۔ وہاں حضرت کی ولایت کا امتحان لینے اور ان سے روشناس ہونے کے بعد لوگوں نے بڑا اعزاز و اکرام کیا اور نیاز مندانہ پیش آئے۔

پھر حضرت وہاں سے ہندوستان تشریف لائے۔ جب آپ سرہند کے قریب پہنچے اور حاکم سرہند کو اطلاع ملی تو حاضر خدمت ہو کر اعزاز و اکرام کے ساتھ لے گیا اور کئی مواضع بطور جاگیر دیے۔ ایک عرصہ تک ان مقامات میں حضرت اپنے اہل خانہ کے ساتھ مقیم رہے۔ بعد میں حاکم واسطہ اپنے فعل پر پشیمان ہوا اور معافی مانگ کر حضرت کو پھر واسطہ بلا لیا۔ وہیں حضرت کی وفات ہوئی۔ مگر سید معز الدین کے سوا باقی اہل قبیلہ ہندوستان ہی میں رہ گئے۔ جن کی اولاد قنوج، سندیلہ، بلگرام، بارہا، مارہرہ وغیرہ مقامات میں آج بھی موجود ہے۔

واسطہ سے بلگرام تک:

سید ابوالفرح قدس سرہ کے پرپوتے سید ابوالفرح ثانی کے فرزند سید حسین رحمۃ اللہ

تعالیٰ علیہ نے بلگرام کا قصد کیا اور موضع ”پینوئی“ میں خیمہ زن ہوئے۔ تسخیر بلگرام کے اسباب اسی وقت پیدا ہو چکے تھے۔ تھوڑی معرکہ آرائی بھی ہوئی لیکن اس کام کی تکمیل آپ کے پوتے سید محمد صغریٰ بن سید علی کے ہاتھوں ہوئی۔ ان کا اصل نام سید محمد ہے اور صاحب الدعویٰ الصغریٰ لقب تھا۔ کثرت استعمال سے جزء اول حذف ہو کر صرف جزء آخر ”صغریٰ“ زبان عوام پر باقی رہ گیا اور نام کے ساتھ بولا جانے لگا۔

سید محمد صغریٰ حضرت خواجہ بختیار کاکی قدس سرہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ سلطان بنس الدین التمش کی رفاقت و ملازمت کے پردے میں اپنی باطنی کمالات نگاہ عوام سے مخفی رکھتے۔ انھوں نے ۶۱۴ھ میں بلگرام فتح کیا اور علامہ میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ تک خاندان برکاتی کے اجداد کرام وہیں سکونت پذیر رہے۔

بلگرام سے مارہرہ تک:

سب سے پہلے سید شاہ عبد الجلیل ابن سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہا باشارہ غیبی و رضائے نبوی مارہرہ تشریف لائے۔ بہت سے اہل خاندان اور سادات زید یہ بلگرام ہی میں مقیم رہے۔ حضرت شاہ عبد الجلیل قدس سرہ بتاریخ ۲۰/رجب ۹۷۲ھ بروز پنج شنبہ اول وقت ظہر بلگرام میں رونق افزائے فرش گیتی ہوئے اور بعد نماز فجر بروز دوشنبہ بتاریخ ۸/صفر ۱۰۷۵ھ مارہرہ شریف میں محبوب حقیقی سے جا ملے۔ وہیں اپنی خانقاہ کے صحن میں مدفون ہوئے۔ (۵)

حضرت سید شاہ عبد الجلیل بلگرامی کے چار صاحب زادے سید ابوالفتح، سید شاہ اولیس، سید محمد، سید ابوالخیر اور دو صاحب زادیاں تولد ہوئیں۔ صاحب زادہ خورد حضرت سید محمد اولیس قدس سرہ کو بیعت و خلافت اپنے والد ماجد سے تھی اور آپ ہی وہ صاحب زادہ ہیں کہ جن کی اولاد مارہرہ شریف میں ہے۔ حضرت سید شاہ محمد اولیس کے تین صاحب زادے حضرت سلطان العاشقین سید شاہ برکت اللہ، حضرت سید شاہ عظمت اللہ، حضرت سید شاہ رحمت اللہ اور دو صاحب زادیاں تھیں۔

حضرت سید شاہ برکت اللہ عشقی و پیہی رحمۃ اللہ علیہ ہی امام سلسلہ برکات تہ ہیں۔ حضور صاحب البرکات قدس سرہ نے اپنے والد معظم اور دیگر بزرگان خاندان کے سایہ عاطفت میں پرورش پائی۔ والد ماجد قدس سرہ کے علاوہ دیگر بزرگوں سے اجازت و خلافت حاصل کی۔ آپ

کے اوپر سرکارِ غوثیت کے عشق کا غلبہ تھا۔ اور اسی کے زیر اثر حضور صاحب البرکات قدس سرہ، سرکارِ کالپی حضرت سید شاہ میر فضل اللہ کالپوی قدس سرہ العزیز کے پاس حاضر ہوئے۔ (۶)

سرکارِ کالپوی نے حضور صاحب البرکات کو گلے لگاتے ہوئے ارشاد فرمایا: ”درار بہ دریا پیوست“ اور تمام سلاسل عالیہ قادریہ کی خلافت اور اجازت سے سرفراز فرمایا اور یہیں سے اس خانوادہ عالی شان میں سلسلہ قادریہ جدیدہ کا اجراء عمل میں آیا۔ حضور صاحب البرکات کے دو صاحب زادے ہوئے۔ سرکارِ کلاں حضرت سید شاہ آل محمد۔ سرکارِ خور حضرت سید شاہ نجات اللہ قدس سرہما۔ سرکارِ کلاں حضرت سید شاہ آل محمد ہی کی نسبت سے یہ خانقاہ شریف بڑی سرکار سے منسوب کی جاتی ہے۔ حضرت سید شاہ آل محمد کے دو صاحب زادے اور ایک صاحب زادی ہوئیں۔ بڑے صاحب زادے اسد العارفین حضرت سید شاہ حمزہ اور چھوٹے صاحب زادے برکات ثانی سید شاہ محمد حقانی، صاحب تصانیف کثیرہ قدس سرہما۔ حضرت سید شاہ حقانی کا عقد نہیں ہوا تھا۔ ان کا انتقال مارہرہ شریف میں ہوا۔ ابدی آرام گاہ درگاہ برکاتیہ میں ہے۔ مزارِ اقدس سید شاہ آل محمد قدس سرہ کے سرہانے کے دالان میں ہے۔

حضرت سید شاہ حمزہ کے تین صاحب زادے ہوئے۔ حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں، حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں، حضرت سید شاہ آل حسین۔ سچے میاں۔

حضور آل احمد اچھے میاں کے ایک صاحب زادے ہوئے جو صغریٰ میں وصال فرما گئے۔ آپ نے اپنی حیات میں اپنے برادرِ اوسط حضرت آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین تجویز فرمایا۔ حضور اچھے میاں کے بعد آپ کے برادرِ خور حضرت سید آل برکات ستھرے میاں، صاحب سجادہ ہوئے۔ آپ کے عقد اول سے ایک صاحب زادے سید آل امام جٹا میاں ہوئے اور عقد ثانی سے حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ، حضرت سید شاہ اولادِ رسول قدس سرہ، حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ ہوئے۔

والد ماجد قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ تینوں بھائی اپنے والد کے بدرجہ مساوی جانشین و سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت سید شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے دو صاحب زادے حضرت سید شاہ ظہور حسن عرف بڑے میاں، حضرت شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں ہوئے۔ حضرت سید ظہور حسن قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے حضرت سید شاہ ابو الحسین احمد نوری میاں قدس سرہ اور حضرت سید ظہور حسین کے صاحب زادے حضرت سید

شاہ مہدی حسن ہوئے۔ حضرت سید شاہ مہدی حسن نے اپنا جانشین سید العلماء حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں کو مقرر فرمایا۔

حضرت شاہ اولادِ رسول کے چار صاحب زادے ہوئے۔ حضرت سید شاہ محمد صادق، حضرت سید شاہ محمد باقر، حضرت سید شاہ محمد جعفر، حضرت سید شاہ محمد عسکری۔

حضرت سید شاہ محمد صادق کے بڑے صاحب زادے مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے وصال کے بعد تاج دارِ مسند غوثیہ برکاتیہ ہوئے۔ حضرت سید اسماعیل حسن قدس سرہ کے دو صاحب زادے حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم اور تاج العلماء حضرت سید شاہ اولادِ رسول محمد میاں قدس سرہما ہوئے۔

حضرت سید شاہ اسماعیل حسن نے اپنی حیات ظاہری میں اپنے حقیقی نواسے احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین مقرر فرمادیا۔ حضرت شاہ جی میاں کے وصال کے بعد ان کے صاحب زادے حضرت تاج العلماء قدس سرہ گدی نشین ہوئے اور انھوں نے بھی اپنی حیات ظاہری میں حضرت احسن العلماء کو اپنا اور اپنے والد ماجد کا جانشین مقرر کرتے ہوئے مسند سجادگی پر بٹھایا۔ حضرت تاج العلماء کے بعد حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ صاحب سجادہ آستانہ عالیہ برکاتیہ ہوئے۔ اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب سجادہ آستانہ برکاتیہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کا سایہ ہم سب پر دراز فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۷)

شجرہ نسب مادری:

خاتم اکابر ہند سید شاہ ابو الحسین احمد نوری ابن ۱- سیدہ اکرام فاطمہ دختر ۲- سید شاہ ولد دار حیدر ابن ۳- سید منتجب حسین ابن ۴- سید ناظم علی ابن ۵- سید حیات النبی ناتو میاں ابن ۶- سید حسین ابن ۷- سید ابو القاسم ابن ۸- سید جان محمد ابن ۹- سید حاتم ابن ۱۰- سید بدر الدین عرف بدلے ابن ۱۱- سید ابراہیم ابن ۱۲- سید پیارے ابن ۱۳- سید حسن ابن ۱۴- سید محمود عرف مدھن ابن ۱۵- سید بڑے ابن ۱۶- سید جمال الدین ابن ۱۷- سید ابراہیم ابن ۱۸- سید ناصر ابن ۱۹- سید مسعود ابن ۲۰-

سید سالار ابن ۲۱- سید محمد صغریٰ جد اعلیٰ جماعت سادات واسطی بلگرام۔ (۸)

والدہ ماجدہ:

سرکار نور کی والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ، سید دلدار حیدر ابن سید منتجب حسین کی صاحب زادی تھی۔ سید دلدار حیدر علیہ الرحمہ حضرت کے والد ماجد سید شاہ ظہور حسن علیہ الرحمہ کے حقیقی ماموں تھے۔ اس طرح آپ کی والدہ ماجدہ، والد ماجد کی ماموں زاد بہن تھی۔ سیدہ اکرام فاطمہ سے سرکار نور میاں علیہ الرحمہ کے علاوہ ایک صاحب زادی سیدہ کلثوم فاطمہ پیدا ہوئی، جن کا عقد نکاح سید شاہ نور المصطفیٰ ابن حضرت سید غلام محی الدین امیر عالم سے ہوا۔ (۹)

والدہ ماجدہ سیدہ اکرام فاطمہ نے اسی وقت رحلت فرمائی جب کہ سرکار نور کی عمر ڈھائی برس کی تھی۔ (۱۰)

والد ماجد:

سرکار نور قدس سرہ کے والد ماجد حضرت سید شاہ ظہور حسن علیہ الرحمہ والرضوان خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے تھے۔ آپ کی ولادت باسعادت مارہرہ شریف میں ۱۲۲۹ھ ہوئی۔ آپ نے اپنے جد کریم حضرت سید شاہ آل برکات سترے میاں قدس سرہ العزیز اور والد ماجد حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کے زیر سایہ پرورش پائی اور تمام ظاہری و باطنی تعلیم، خاندانی علوم اور سلوک کی تکمیل اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے سایہ عاطفت میں فرمائی۔ بیعت و خلافت اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے حاصل فرمائی۔ حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ نے بہ کمال محبت اپنے صاحب زادے کو مزید تعلیم کے لیے بدایوں بھیجے کا فیصلہ فرمایا اس وقت مدرسہ قادریہ، مدرسہ محمدیہ کہلاتا تھا اور حضور اچھے میاں علیہ الرحمہ والرضوان کے محبوب خلیفہ حضرت شاہ عین الحق عبد المجید قادری عثمانی آل احمدی حیات ظاہری کے ساتھ بدایوں میں جلوہ افروز تھے اور آپ حضور خاتم الاکابر سے بے حد محبت فرمایا کرتے تھے محبت کی انتہا یہ تھی کہ حضرت قدس سرہ نے اپنے دونوں صاحب زادگان سید شاہ ظہور حسن اور سید شاہ ظہور حسین

علیہما الرحمہ کو نہ صرف بدایوں حضرت شاہ عین الحق رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بھیجا بلکہ مذکورہ دونوں صاحب زادگان کو حضرت مولانا سے خلافت بھی دلوائی۔ (۱۱)

حضرت سید شاہ ظہور حسن رحمۃ اللہ علیہ کی بدایوں آمد اور ان کے استقبال نیز اکابر خانوادہ قادریہ بدایوں کی خاندانی نیاز مندی کو بیان کرتے ہوئے مولانا قاضی غلام شہر قادری بدایونی تذکرہ نوری میں رقم طراز ہیں:

”حضرت کی آمد پر حضرت مولانا شاہ عبد المجید قدس سرہ نے بیرون شہر شہزادہ کا استقبال کیا اور ایک خاص جماعت کے ساتھ حضرت کو مدرسہ میں لا کر مقیم کیا۔ حضور صاحب زادے نے فرمایا کہ میں اپنے خاندان کے مرید و خلیفہ کے یہاں بحیثیت پیر زادہ نہیں آیا ہوں، غرض یہ ہے کہ آپ اس نعمت سے جو آپ نے میرے جد امجد قدس سرہ سے پائی ہے کچھ مرحمت فرمادیں۔ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ آپ تشریف رکھیں۔ یہاں جو کچھ ہے وہ سب آپ کا ہے۔ شب کو بعد نماز عشا حضرت صاحب زادہ حجرہ میں مشغول اشغال ہوئے اور دروازہ بند فرما دیا۔ حضرت مولانا رات بھر حجرہ کے دروازے پر تشریف فرما رہے۔ علی الصباح جس وقت آپ نے حجرہ کا دروازہ کھولا تو دیکھا کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ در حجرہ پر بادب تشریف رکھتے ہیں۔ صاحب زادہ نے فرمایا کہ اس تکلیف کی کیا ضرورت تھی تب مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ صاحب زادہ! مجھ کو حضرت پیر و مرشد قدس سرہ سے یہی نعمت ملی ہے اور یہی تعلیم ہوئی ہے اور اس کے بعد اجازت عام حاضری“۔ (۱۲)

حضرت سید شاہ ظہور حسن قدس سرہ کا عقد سید شاہ منتجب حسین کے صاحب زادہ سید دلدار حیدر کی صاحب زادی سیدہ اکرام فاطمہ سے ہوا۔ (۱۳)

حضرت سید شاہ ظہور حسن قدس سرہ کا دوسرا عقد سید سرفراز علی مودودی سہوانی کی صاحب زادی فاطمہ بیگم سے ہوا۔ سید سرفراز علی راجہ بڑودہ کے بلند مرتبہ سرداروں میں سے تھے۔ ان سے دو صاحب زادیاں پیاری بیگم اور رمضان بیگم تولد ہوئیں۔ (۱۴)

حضرت سید شاہ ظہور حسن قدس سرہ کا ایک اہم واقعہ اہل خاندان میں زبان زد ہے۔ یہ واقعہ حضرت شرف ملت مدظلہ نے اپنی پھوپھی حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا سے بارہا سنا اور ”داستان نوری“ میں اسے درج کرتے وقت پھر تصدیق کی۔

”حضرت سید شاہ ظہور حسن بڑودہ جانے کے ارادے سے مارہرہ شریف سے

نکلے۔ راستے میں ایک جگہ انگریز حکام گھڑ دوڑ کا اہتمام کر رہے تھے۔ حضرت والا درجستہ نے فرمایا کہ میرا ٹو بھی حصہ لے گا۔ ان لوگوں نے ٹو کا مذاق اڑایا لیکن دوڑ میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ حضرت والا درجستہ نے درود شریف پڑھ کر ٹو کو جلیبی اور گھاس کے تھکے کھلائے اور دوڑ میں حصہ لیا۔ دیکھنے والوں کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں جب انھوں نے دیکھا کہ حضرت کا ٹو دوڑ میں اول آیا ہے۔“

بڑودہ پہنچے تو آپ نے وہاں کے افراد کو یہ واقعہ سنایا، انھیں یقین نہیں آیا تب حضرت نے فرمایا کہ یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔ بفضلہ تعالیٰ ہمارے اطراف میں تو ایسے ایسے گھوڑے ہیں جو دیوار پھلانگ جاتے ہیں۔ ہمارے گھر تو ایسی تلوار ہے جو لمبائی میں دوہری ہو کر حلقے کا روپ لے لیتی ہے اور یہ کہ ہمارے عم محترم کے پاس جو جو تیاں ہیں وہ چاندی کی ہیں۔ لوگوں نے ہنس کر بے یقینی کا اظہار کیا۔ حضرت نے فوراً مارہرہ شریف کا قصد کیا۔ اپنے چھوٹے عم محترم حضرت سید شاہ غلام محی الدین احمدی قدس سرہ سے ان کی جو تیاں لیں اور منجملہ عم محترم حضرت سید شاہ اولاد رسول احمدی قدس سرہ کے گھر سے مومی تلوار لی اور اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل رسول احمدی کے ایک معتقد کا سگج چھاؤنی کے سردار جیمس گارڈنر سے جا کر وہ سرکش گھوڑا مانگا جو کسی کو ہاتھ بھی نہیں لگانے دیتا تھا۔ گارڈنر نے کہا کہ آپ کے والد ماجد مجھ سے بہت ناراض ہوں گے۔ حضرت ظہور حسن نے فرمایا کہ میں آپ کی اور اپنی طرف سے معافی مانگ لوں گا۔ غرض یہ کہ حضرت اس گھوڑے کے پاس پہنچے۔ اس نے بہت سرکشی دکھائی۔ تب حضرت سید شاہ ظہور حسن نے اس کی دنبال پکڑ کر گردن پر ایک گھونسہ مارا اور اس کے کان میں کہا: ”میں علی کی اولاد ہوں، سرکشی نہ کر۔“

اس گھوڑے، تلوار اور نعلین کو لے کر حضرت بڑودہ پہنچے۔ وہاں کی عوام و خواص کو جمع کیا۔ تلوار کو دہرا کر کے دکھایا، جو تیاں کو جلا کر چاندی نکال کر تلوائی، تقریباً پانچ بھر چاندی نکلی گھوڑا دوڑا کر دیوار پر سے چھلانگ لگوائی۔ گھوڑا دیوار پھلانگ گیا لیکن اسی جگہ دم دے دیا۔ اس گھوڑے کی قبر آج بھی اس نواح میں موجود ہے۔ (۱۵)

سید ظہور حسن ۲۶ جمادی الاولیٰ ۱۲۶۶ھ کو دھاری، کاٹھیاواڑ میں انتقال ہوا، اور وہیں مدفون ہوئے۔ (۱۶)

عم محترم ”سید شاہ ظہور حسین“ علیہ الرحمہ:

سرکارِ نور قدس سرہ کے عم محترم حضرت سید شاہ ظہور حسین عرف چٹو میاں علیہ الرحمۃ، خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے چھوٹے صاحب زادے تھے، آپ کی ولادت ۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ کو اپنے والد ماجد سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا، اور والد ماجد نے آپ کو مولانا شاہ عین الحق عبد المجید عثمانی بدایونی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی اجازت و خلافت دلوائی تھی جو آپ کے عم مکرم حضرت سید شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے میاں قدس سرہ کے محبوب ترین خلیفہ تھے۔ (۱۷)

مولانا محمد یعقوب ضیا قادری بدایونی ”اکمل التاریخ“ جلد اول میں خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے سند خلافت و اجازت حاصل ہونے کا واقعہ کچھ اس طرح لکھتے ہیں:

”حضرت (سید شاہ ظہور حسین علیہ الرحمہ) خود فرماتے تھے کہ ہمارے والد ماجد نے ایک روز نصف شب کو، کہ بہت ابر و باراں تھا مجھے یاد کیا اور ارشاد فرمایا کہ میاں مولوی (شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی) صاحب ہمارے گھر سے سب کچھ لے گئے، ہمارا دل تھا کہ وہ تشریف لے آتے تو تم کو ان سے اجازت دلواتے، میں نے عرض کی کہ حضور! اس وقت مولوی صاحب کہاں؟ اتنی گفتگو کے بعد میں مکان چلا آیا، تھوڑی دیر نہ گزری تھی کہ پھر یاد فرمایا کہ میاں، مولوی صاحب تشریف لے آئے، اس کے بعد حضرت باہر تشریف لائے، میں بھی خدمت میں تھا، دیکھا کہ حضرت مولوی (شاہ عین الحق عبد المجید بدایونی) صاحب درگاہ معلیٰ میں موجود ہیں، کچھ دیر حضرت مولانا سے اس بارے میں بات چیت ہوئی، اس کے بعد میری بیاض پر حضرت قدس سرہ المجید نے سند خلافت و اجازت تحریر فرما دی اور مجھے اجازت فرمائی کہ ہمیشہ کار بر آری خدام میں مصروف رہیے۔“ (۱۸)

آپ کے دو عقد حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ کی دو صاحب زادیوں ”اولادِ فاطمہ“ اور ”خاتونِ فاطمہ“ سے ہوئے۔ پہلی بیوی سے ایک صاحب زادے ”سید شاہ ابو الحسن علی خرقانی“ ملقب بہ ”میر صاحب“ اور ایک صاحب زادی ”رقیہ بیگم“ پیدا ہوئیں جن کا عقد حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب سے ہوا۔ یہ ۱۷ جمادی الآخرہ

لَا تَوْمُوا قُرَيْشًا وَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تَعْلَمُوا قُرَيْشًا وَتَعْلَمُوا مِنْهَا. فَإِنَّ أَمَانَةَ الْأَمِينِ مِنْ قُرَيْشٍ تَعْدِلُ أَمَانَةَ أَمِينِينَ. (حدیث نبوی، ابن عساکر بروایت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) ترجمہ: قریش کو اپنا تابع نہ بناؤ، ان کی اتباع کرو، قریش پر دعویٰ استادی نہ رکھو اور ان کی شاگردی کرو کہ قریش میں ایک امین کی امانت دو امینوں کے برابر ہے۔

قاضی القضاۃ مولانا شہاب الدین دولت آبادی قدس سرہ رسالہ ”مناقب السادات“ میں فرماتے ہیں:

”ہر کہ پیش شاگرد پدر خود خواند شاگرد نباشد اور انشاید کہ بنظر استادی نگرہ، از آں کہ نعمتے کہ اور از پدرش رسیدہ بود ہماں نعمت بہ پسرش رسانیدہ امین و مبلغ باشندہ ولی نعمت۔“
”فَهِمَ مَنْ فَهِمَ وَجَهِلَ مَنْ جَهِلَ“

(ترجمہ: جو اپنے باپ کے شاگرد سے پڑھے شاگرد نہ ہوگا، پڑھانے والا اپنے کو استاد نہ سمجھے اور اسے نظر استادی سے نہ دیکھے کیوں کہ جو نعمت اس کے والد سے ملی تھی وہی اس کے فرزند کو پہنچا کر وہ امین و مبلغ ہوا، محسن و آقاے نعمت نہ ہوا۔ جس نے سمجھا، سمجھا، جو نادان بنا، نادان رہا۔)

لیکن یہ شرافت نفس اور علو ہمت کی بات ہے کہ حضرت نوری میاں نے کسی سے اگر کچھ بھی سیکھ لیا تو کوئی جانتا ہو یا نہ جانتا ہوا سے اپنے اساتذہ میں ذکر فرمایا۔ ان کی نظر میں یہ ارشادات تھے:

(۱) مَنْ عَلَّمَنِي خَرَفًا فَقَدْ صَبَّرَنِي لَهُ عَبْدًا، إِنْ شَاءَ بَاعَ وَإِنْ شَاءَ اعْتَقَ.
(مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ۔ طبرانی شریف)
ترجمہ: جس نے مجھے ایک حرف پڑھا دیا، بہ تحقیق اس نے مجھے اپنا بندہ و غلام بنا لیا۔ اگر چاہے فروخت کرے اور اگر چاہے آزاد کرے۔

(۲) مَنْ عَلَّمَ عَبْدًا آيَةً مِنْ كِتَابِ اللَّهِ هُوَ مَوْلَاهُ. (حدیث نبوی، طبرانی شریف)
ترجمہ: جس نے کسی بندے کو کتاب اللہ کی کوئی آیت سکھادی تو وہ اس کا آقا ہو گیا۔
(۳) تَعَلَّمُوا الْعِلْمَ وَتَعَلَّمُوا لِلْعِلْمِ السَّكِينَةَ وَالْوَقَارَ وَتَوَاضَعُوا لِمَنْ تَعَلَّمُونَ مِنْهُ. (حدیث نبوی، طبرانی وابن عدی)

ترجمہ: علم حاصل کرو اور علم کے لیے سکون و وقار سیکھو اور جس سے علم حاصل کرو اس

۱۲۸۶ھ کو مارہرہ مطہرہ میں لا ولد فوت ہوئیں۔

چھٹو میاں (سید شاہ ظہور حسین) قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے سید شاہ ابو الحسن علی خرقانی میر صاحب کی ولادت ۱۲۵۹ھ کو ہوئی، میر صاحب کو اپنے جد امجد (سید شاہ آل رسول احمدی علیہ الرحمۃ والرضوان) سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا، اور والد ماجد چھٹو میاں نے اپنی زندگی ہی میں خرقہ پہنا کر اپنا جانشین قرار دے دیا تھا۔ سید ابو الحسن میر صاحب کا انتقال ۱۳۱۱ھ چہار شنبہ کے دن ہوا، اور والد ان پائیں روضہ حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ میں مدفون ہوئے۔ زوجہ اولیٰ (سیدہ اولاد فاطمہ) کی وفات کے بعد سید شاہ ظہور حسین چھٹو میاں کا دوسرا عقد ان کی بہن سیدہ خاتون فاطمہ سے ہوا، ان سے ایک صاحب زادے ”سید مہدی حسن“ پیدا ہوئے، ان کی ولادت جمادی الاولیٰ ۱۲۸۷ھ میں ہوئی۔ سید مہدی حسن صاحب اپنے والد ماجد کے انتقال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔

سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں علیہ الرحمہ اپنے والد ماجد خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے، اور ۱۲۷۱ھ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو یک شنبہ کے دن مارہرہ شریف میں رحلت فرمائی اور والد ان پائیں گنبد درگاہ حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ میں مدفون ہوئے۔ (۱۹)

تعلیم:

سب سے پہلے حضرت خاتم الاکابر علامہ شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے حسب قاعدہ سورہ اقرآء شریف کی چند آیتیں پڑھائیں۔ سینہ مبارک سے لگایا، رب یتسر و تتم بالخیر، کے ساتھ خاص دعائیں دیں۔ پھر درگاہ شریف کے مدرسہ فارسی میں داخل کر دیا۔ حضرت نوری میاں نے ”الصلوۃ البھیة علی اساتذتی و اساتذۃ اجدادی“ میں اپنے جن اساتذہ کرام کے اسمائے گرامی تحریر فرمائے ہیں ان میں سے اکثر حضرات کے متعلق یہ سراغ نہیں ملتا کہ حضرت نے ان سے کیا پڑھا۔ قیاس یہ ہے کہ وہ حضرات چوں کہ درگاہ معلیٰ کے مدرسہ میں رہتے تھے اس لیے باضابطہ نہ سہی اتفاقاً ہی کچھ اخذ و تعلم کا موقع آیا ہوگا۔ ان بزرگوں کے طرز عمل سے یہ کبھی ظاہر نہ ہوا کہ استاد ہیں بلکہ سرکار نور سے ہمیشہ خادمانہ و مودبانہ ہی ملتے دیکھے گئے۔ یہ حضرات ان ارشادات کو پیش نظر رکھتے تھے۔

حضرت نوری میاں نے فہرست اساتذہ میں ان کا نام درج نہیں کیا ہے۔ غالباً بطور درس ان سے کچھ نہیں پڑھا تھا لیکن برابر انھیں ”استاذی“ کہا کرتے جس کا سبب یہ رہا ہوگا کہ حسب ہدایت حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ، حضرت نوری میاں مسائل دینیہ میں علامہ سے مشورہ کرتے اور ان کے مشورہ و معاینہ کے بغیر اپنی تصانیف شائع کرنے کی اجازت نہ دیتے۔ اسی استفادہ کو شاگردی سے تعبیر کیا اور علامہ کو ہمیشہ ”استاذی“ کہہ کر پکارا۔ علامہ رد وہابیہ و تفضیلیہ میں یکتاے زمانہ تھے۔ امام احمد رضا نے قصیدہ مدحیہ ”چراغ الیس“ میں آپ کی محبت کو ”علامت سنیت“ قرار دیا ہے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے آپ سے بڑے اچھے تعلقات تھے۔ اکثر مسائل و معاملات دینیہ میں باہم مشورہ بھی ہوا کرتا تھا۔ بتاریخ ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ بمقام ہدایوں شریف انتقال فرمایا۔ (۲۱)

اساتذہ علوم باطنی:

حضرت نوری میاں کو علم باطن میں اپنے جد امجد سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے باقاعدہ تعلیم حاصل ہے مگر علم ظاہر کی طرح علم باطن میں بھی جن بزرگوں سے حضرت نوری میاں نے کسی مسئلہ یا درود دعا میں کوئی استفادہ کیا اور کوئی فیض پایا، ان کے اسما ذکر فرمائے۔ چند نام تہرکاً یہاں بھی لکھے جاتے ہیں:

(۱) حضرت سید غلام محی الدین قدس سرہ، حضرت نوری میاں کے چھوٹے دادا ہیں۔ ان سے اجازت اور ادواشغال اور اکثر خاندانی چیزیں حاصل ہوئیں۔ فن تفسیر بھی اولاً آپ ہی سے سیکھا۔

(۲) حضرت شاہ شمس الحق عرف تنکا شاہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ان سے بعض اعمال و اشغال ملے۔

(۳) مفتی سید عین الحسن بلگرامی قدس سرہ۔ نہایت مرتاض اور صاحب کشف بزرگ تھے۔ درگاہ شریف کے مدرسہ حقائق میں تصوف و حقائق کے معلم اور حضرت نوری میاں کے استاذ تھے۔

(۴) مولانا احمد حسن مراد آبادی علیہ الرحمہ۔ حضرت نوری میاں نے آپ سے علم تصوف کے بعض فوائد حاصل کیے اور ۶ شعبان ۱۲۸۵ھ کو سند مسلسل بالاولیت بھی حاصل

کے سامنے تواضع و عاجزی اختیار کرو۔

(۴) مَا كَتَبْتُ عَنْ أَحَدٍ حَدِيثًا إِلَّا كُنْتُ لَهُ عَبْدًا مَا أَحْيَى (محدث جلیل حضرت شعبہ بن حجاج، مقاصد حسنہ لئلام السخاوی)

ترجمہ: میں نے جس سے ایک حدیث بھی لکھی تادم زیست اس کا بندہ و غلام ہو گیا۔ مگر اب تو وہ زمانہ ہے کہ بعض حضرات شرف استادی پر فخر کرتے نہیں تھکتے اور بعض حضرات باضابطہ اخذ و تعلم اور ممنون تربیت ہونے کے باوجود بھی اپنے واقعی استاذہ کو استاذ بتاتے ہوئے کسر شان محسوس کرتے ہیں۔ باقی آداب استادی و شاگردی کا لحاظ تو دور کی بات ہے۔ (۲۰)

اساتذہ علوم ظاہری:

حضرت نوری میاں نے اپنے اساتذہ کی ایک طویل فہرست تحریر فرمائی ہے۔ یہاں چند اسمائے گرامی درج کیے جاتے ہیں:

(۱) میاں جی رحمت اللہ علیہ الرحمہ۔ غالباً یہ حضرت کے پہلے استاذ ہیں۔

(۲) مولانا محمد سعید عثمانی ہدایونی مدرس اول مدرسہ عربیہ درگاہ معلیٰ۔

حضرت نے آپ سے ابتدائی رسائل صرف و نحو پڑھے۔ ۲۴ ربیع الآخر ۱۲۷۷ھ کو ہدایوں میں وصال ہوا۔

(۳) میاں جی جمال روشن صاحب۔

(۴) حافظ قاری محمد فیاض رام پوری۔

حضرت کے معلم قرآن کریم ہیں۔ مدرسہ قرآنیہ درگاہ معلیٰ میں ایک عرصہ تک صدر نشین رہے۔ رام پور میں انتقال فرمایا۔

(۵) مولوی فضل اللہ صاحب جالیسری مدرس مدرسہ عربیہ درگاہ معلیٰ۔ بمابہ ذوالحجہ ۱۲۸۳ھ جالیسری میں انتقال ہوا۔

(۷) مولوی محمد تراب علی امر دہوی، مدرس مدرسہ حدیث شریف درگاہ معلیٰ برکاتیہ۔

(۸) مولوی محمد حسین شاہ ولاتی مدرس مدرسہ مذکورہ بالا حضرت نے ان سے حدیث پڑھا۔

(۹) مولوی محمد حسین بخاری کشمیری، مدرس مدرسہ عربیہ درگاہ معلیٰ برکاتیہ۔

(۱۰) تاج الفحول محب رسول علامہ شاہ عبدالقادر ہدایونی علیہ الرحمہ۔

کی۔ ۱۶ صفر ۱۲۸۸ھ یک شنبہ کے دن اشراق کے وقت وصال ہوا۔

(۵) حضرت حافظ شاہ علی حسین مراد آبادی علیہ الرحمہ۔ انھیں خاندان برکاتی سے خلافت و اجازت حاصل تھی۔ آپ سے حضرت نوری میاں کو اجازت حرز یمانی و سلسلہ قادریہ منوریہ اور سند تسبیح حاصل ہے۔ مراد آباد میں انتقال فرمایا اور محلہ کٹکھڑ میں دفن ہوئے۔ (۲۲)

پرورش اور تربیت:

سرکار نوری کی والدہ ماجدہ کی رحلت کے بعد آپ کی پرورش و تعلیم و تربیت کی تمام تر ذمہ داری آپ کی دادی جان بڑی بی بی صاحبہ اہلیہ حضور خاتم الاکابر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ادا فرمائی اور اس طرح سرکار نور قدس سرہ نے اپنے جد کریم قدس سرہ کی آغوش عاطفت میں پرورش پائی اور کامل اکتالیس برس، بارگاہ آل رسول کی صحبت و خدمت سے استفادہ فرمایا اور ریاضت و مجاہدہ کی دشوار گزار منزلیں طے کیں۔ سرکار نوری کی ریاضت کا یہ حال تھا کہ ابھی عمر شریف سات برس سے زیادہ نہ تھی کہ حضرت خاتم اکابر کے حکم کے مطابق آپ صوم و خلوت و ذکر و اشغال میں مصروف رہتے۔ اٹھارہ سال تک ذکر جلالی و جمالی و خلوت میں رہے اور سلوک باقاعدہ ختم فرما کر فنا معنوی سے بقائے حقیقی تک فائز ہوئے۔

سرکار نور قدس سرہ کی تعلیم و تربیت اور ان کے دادا اور مرشد، شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کی اپنے لاڈلے پوتے کے اوپر خاص توجہ کو لے کر سرکار نور کے محبوب خلیفہ مولانا قاضی غلام شہر بدایونی رقم طراز ہیں:

”ہمارے حضور میاں قدس سرہ تنہا وہ نور عین ہیں جن کی تربیت اور پرورش میں آپ کے دادا اور دادی میں باوجود کمال محبت اختلاف ہو جاتا۔ چھوٹی سی عمر میں آپ کی تربیت، ریاضت و مجاہدہ کی کثرت دیکھ کر آپ کی دادی صاحبہ فرماتیں ”کیا اس بچہ کو بھی اپنی طرح فقیر کر دو گے؟“ حضور خاتم اکابر جواباً فرماتے ”ہاں! فقیر کر دوں گا! اور ایسا فقیر ہوگا کہ بڑے بڑے بادشاہ اور امرا اس کے آگے سر جھکا دیں گے“ حضرت بی بی صاحبہ تربیت شاہانہ کی کوشش فرماتیں اور حضور حضرت صاحب قدس سرہ تربیت عالمانہ و درویشانہ چاہتے تھے“ اور یہی وجہ ہے کہ حضرت میاں صاحب قدس سرہ کو اپنے دادا و مرشد شاہ آل رسول سے وہ قرب خاص حاصل رہا جو خاندان برکاتیہ کے شاید ہی کسی فرزند کو رہا ہو، کہ اس ذات نوری

کی شخصیت کی تکمیل اور تربیت کا تمام بار خود حضرت صاحب قدس سرہ نے اپنے سر لیا۔ کوئی لمحہ ایسا نہ گزرتا تھا جس میں وہ اپنے لخت جگر کو اپنے پیش نظر نہ رکھتے ہوں۔ وقت عبادت ہو تو پیش نظر، درگاہ معلیٰ میں حاضری ہو رہی ہے تو دادا کے ساتھ آرام کر رہے ہیں تو دادا کے حضور، غرض کہ حضرت صاحب قدس سرہ نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے لاڈلے پوتے کو تمام علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم دے کر جملہ رموز و اسرار خاندانی سے سرفراز فرما کر اپنا اور اپنے اسلاف کرام قدست اسرار ہم کا سچا جانشین اور خانوادہ برکاتیہ کی تمام دنیوی اور روحانی نعمتوں کا وارث بنادیا۔ (۲۳)

سلوک کی تکمیل:

حضور نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ کے لیے سلوک کی پہلی منزل تو وہی تھی کہ جب حضرت والا کم عمری میں اپنے جد مکرم سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کی آغوش عاطفت میں تشریف لائے اور انھوں نے آپ کی کفالت کا ذمہ لیا۔ وہ سینہ تو حضرت شاہ آل رسول احمدی کی نگاہ کرامت سے تصوف و سلوک کا گنجینہ بن چکا تھا، لیکن حضرت دادا جان نے سلوک کی تعلیم و تربیت کا آغاز سرکار نوری میاں کے والد ماجد حضرت سید شاہ ظہور حسن کے انتقال کے بعد کر لیا اس وقت سرکار نور قدس سرہ کی عمر شریف صرف گیارہ سال تھی۔

اس چھوٹی سی عمر میں سرکار نور قدس سرہ کو ان کے جد امجد خاتم الاکابر قدس سرہ نے تمام مجاہدات سلوک اور ریاضات طریقت اور خاص خاص ادعیہ خاندانی ادا کرادیے۔ ان تمام علوم کی تکمیل کے بعد سرکار نور قدس سرہ نے اپنے چھوٹے دادا حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ سے بھی باطنی فیض اور فن تکسیر حاصل کیا۔ غرض کہ بہت ہی کم عمر میں سرکار نوری میاں قدس سرہ کی ذات پاک اپنے دادا مرشد کی توجہ اور اپنے اکابرین قدست اسرار ہم کے فیوض باطنی کے طفیل مجموعہ کمالات بن چکی تھی۔ ان کو ان کے مرشد نے ایسا بنادیا تھا جس کو دیکھ کر بڑے بڑے عابد و زاہدان گشت بہ دندان ہو جائیں۔ عبادت و ریاضت، صوم و صلوة و شب بے داری، تہجد و تلاوت، ذکر و شغل کا یہ عالم تھا کہ اکثر آپ کی دادی جان (حضور شاہ آل رسول قدس سرہ کی زوجہ محترمہ) رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا گھبرا جاتیں، اپنے لخت جگر کو اس پابندی سے کچھ رعایت دلانا چاہتیں مگر ایسے وقت آپ کے جد امجد کا

ارشاد گرامی ہوتا ”کہ آپ کی پیار و محبت کے واسطے دوسرے صاحب زادگان کو دے دیا ہے یہ کچھ اور ہیں اور ان کو کچھ اور ہونا ہے اور یہ کہہ کر جدا مجد قدس سرہ انکشاف فرماتے! یہ مارہرہ مطہرہ کے ان اقطاب میں سے ہیں جن کی بشارت حضرت بوعلی شاہ قلندر پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت بدیع الدین قطب مدار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے دی ہے۔ (۲۴)

حضرت نوری میاں قدس سرہ نے راہ سلوک میں اپنے دادا جان و مرشد گرامی شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے حکم کے مطابق سخت مجاہدہ اور ریاضتیں فرمائیں۔ اپنے اوقات منضبط فرمائے اور ۹ برس کی عمر شریف سے اس کے پابند رہے۔ آپ نے اپنی کتاب ”سراج العوارف“ میں وہ چیزیں بیان فرمائی ہیں جو اہل سلوک کے لیے نہایت مفید اور کارآمد ہیں، آپ خود بھی ان پر عامل رہے اور راہ سلوک کے مسافروں کو ان پر چلنے کی تاکید و تلقین فرماتے رہے۔ تفصیل کے خواہاں افراد کو اصل کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کتاب کا اردو ترجمہ امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے قلم سے چھپ کر عام ہو چکا ہے۔

بیعت و خلافت:

سلاسلہ خاندان برکات نور العارفین حضور سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بیعت و خلافت اپنے جد کریم حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے حاصل تھی۔ جس وقت سرکار نور قدس سرہ کو ان کے جدا مجد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیعت و خلافت کی نعمت عظمیٰ سے نوازا اس وقت حضرت میاں صاحب قدس سرہ کی عمر شریف صرف بارہ برس کی تھی۔ اپنی بیعت و خلافت کا تفصیلی بیان خود حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے سراج العوارف میں تحریر فرمایا۔ فرماتے ہیں:

”ربیع الاول شریف ۱۲۶۷ھ کی سترہویں رات کو مرشد اعلیٰ سیدنا آل احمد عرف اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ سے فارغ ہو کر میرے دادا اور مرشد سیدنا شاہ آل رسول احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھے ساتھ لے کر سجادہ کے مقام پر آئے، میری عمر اس وقت بارہ برس کی تھی، سجادہ شریف پر تشریف لا کر مجھے مسند طریقت پر چارزانو بیٹھنے کا حکم دیا چنانچہ میں بیٹھ گیا۔ حضرت نے خود دوزانو بیٹھ کر ایک روپیہ بطور نذر پیش کی اور فرمایا

مبارک ہو“۔ (۲۵)

حضرت میاں صاحب قبلہ کا سجادہ طریقت پر جلوس کروا کر نذر پیش کر دینا حضور خاتم الاکابر کا کوئی معمولی عمل نہ تھا بلکہ بیعت و خلافت سے نوازنے کے ساتھ ساتھ اپنے نور نظر کو اپنا جانشین اور مسند غوثیہ برکاتیہ کا تاج دار مقرر کر دینے کا بھی اعلان تھا۔ لیکن سرکار نور قدس سرہ کی باقاعدہ سجادہ نشینی کا اعلان حضرت خاتم اکابر ہند سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے عرس شریف کے موقع پر ذی الحجہ ۱۲۹۷ھ کو جمع عام میں کیا گیا یعنی لاکھوں برکاتیوں کا مرکز عقیدت، خانوادہ برکاتیہ کی روحانی وراثتوں کا وارث، آل رسولی غلاموں کے قلب و جگر کو اپنی تجلی نور سے روشن کرتا ہوا سجادہ غوثیہ برکاتیہ پر جلوہ افروز ہوا۔ الحمد للہ! وہ کیسا روح کو تازگی دینے والا منظر ہوگا کہ جب صاحب البرکات کی نوری و برکاتی مسند اس احمد نوری کے وجود سے مزید جگمگا اٹھی ہوگی جس کو امام اہل سنت نے ”ماہ پارہ ہے احمد نوری“ کہہ کر پکارا۔ حضور سرکار نور قدس سرہ کی اس تقریب سجادگی کے موقع پر وہ دو عبقری شخصیتیں بھی موجود تھیں جن کی یادوں اور کارناموں کو آج تک سواد اعظم فراموش نہیں کر پایا ہے۔

۱۔ حضور تاج الفحول محب رسول مولانا شاہ عبدالقادر قادری برکاتی بدایونی

۲۔ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خاں قادری برکاتی آل رسولی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ (۲۶)

حضور خاتم الاکابر قدس سرہ العزیز نے حضرت میاں صاحب قبلہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو تحریری سند خلافت حضور سرور کونین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جشن ولادت کے موقع پر مرحمت فرمائی، جس کی نقل درج ذیل ہے۔

نقل سند خلافت و اجازت:

اللہ ولا سواہ ، بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والصلوة والسلام على سيد المرسلين محمد وآله اجمعين. اما بعد! ميگويد فقير حقير آل رسول احمدی کہ چوں تو رديده و سرور سيدنہ قُرْۃ عيني و فؤاد قلبي سيد ابوالحسن احمد نوری ملقب بہ میاں صاحب طول عمرہ و زید قدرہ را اجازت سلاسل خمسہ قادریہ چشتیہ و نقش بندہ و سہروردیہ و مداریہ قدیمیہ و جدیدہ و قادریہ رزاقیہ و علویہ منامیہ و ہم اجازت

برکات سترے صاحب قدس سرہ نے اپنے تینوں صاحب زادگان حضرت سید شاہ آل رسول، حضرت سید شاہ اولاد رسول، حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدست اسرارہم کو تمام سلاسل کی اجازتیں یہ درجہ مساوی عطا فرما کر مذکورہ تینوں صاحب زادگان کو سجادہ برکاتیہ آل احمدیہ کا وارث و جانشین مقرر فرمایا۔

مندرجہ ذیل سلاسل کی جو تفصیل بیان ہو رہی ہے وہ سارے سلاسل حضور نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے دادا اور مرشد سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ سے حاصل ہوئے۔ یہ وہ سلاسل ہیں جو وقتاً فوقتاً سرکار مارہرہ میں پہنچے اور (وہاں سے) جاری ہو کر ایک جہاں کو فیوض و برکات سے مالا مال کر دیا۔ حضور سیدنا صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ مارہروی قدس سرہ کے عہد کرامت مہد سے (یہ) خاندان قادری ہو گیا، بیش تر اسی سلسلہ میں مرید کیے جاتے ہیں، اور (اسی وقت سے) تمام روش خاندان قادری ہو گئی۔ حضرت سیدنا شاہ عبدالجلیل مارہروی قدس سرہ سے تمام حضرات قطب و صاحبان خدمت ہوتے آئے، طالبان سلسلہ چشتیہ بہشتیہ کو سلسلہ قدیم آبائی میں، اور قادریہ کو ”جدیدہ“ میں بیعت فرماتے۔ اذکار و اشغال و مراقبات تمام خانوادوں کے معمول تھے۔“ (۲۸)

اب ذیل میں حضرت شرف ملت مدظلہ العالی کے مقالہ ”داستان نور“ کے حوالے سے اس خانوادے کے تمام سلاسل قدیمہ و جدیدہ کی نقل و نذر قارئین ہے۔

شجرہ قادریہ قدیمہ:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسنین احمد نوری	مارہرہ	مارہرہ	۱۱ رجب ۱۳۲۲ھ
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی	مارہرہ	مارہرہ	۱۸ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں	مارہرہ	مارہرہ	۱۷ ربیع الاول ۱۳۳۵ھ
حضرت سید شاہ حمزہ عرف بڑے میاں	مارہرہ	مارہرہ	۱۴ محرم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید شاہ آل محمد	بلگرام	مارہرہ	۱۶ رمضان ۱۱۶۲ھ
حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ	بلگرام	مارہرہ	۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ

جملہ اذکار و اشغال و اوراد معمولہ خاندان برکاتی بہ بیچ کہ فقیر از جناب غمی و مرشدی و مولائی حضرت سید شاہ ابوالفضل آل احمد اچھے صاحب انار اللہ تعالیٰ برہانہ، و ہم از جناب ابی و قبلہ گاہی حضرت سید آل برکات عرف سترے صاحب نور اللہ مرقدہ اجازت رسیدہ است دادم و مجاز و ماذون گردانیدم ہر کسے کہ ارادہ بیعت نماید و مرید شود و اوراد داخل سلسلہ عالیہ نمایند و مرید کنند و موافق استعداد از ذکر و شغل و ور د خاندانی مامور سازند۔ واللہ المستعان و علیہ التکلیف۔ تحریر الاستقامۃ علی جادۃ اکابر تلک الطریقۃ واللہ المستعان و علیہ التکلیف۔ تاریخ دوازدهم ربیع الاول ۱۲۶۷ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، آل رسول“ (۲۷)

اس تحریری خلافت نامہ کے ساتھ ہی ان تمام سلاسل طریقت کا بیان بھی نذر قارئین ہے تاکہ یہ حقیقت اجاگر ہو جائے کہ خانوادہ برکات ہندوستان میں وہ منفرد اور ممتاز خاندان ہے کہ اس کے شجرہ نسب اور شجرہ طریقت دونوں میں کہیں بھی کوئی کمی یا جھول نہیں ہے، اس کی ہر کڑی اپنے اوپر والی کڑی سے پورے طور پر متصل اور پیوست ہے، اس کی ہر کڑی سونے کی اور اس کے تمام جوڑ بھی سونے کے ہیں۔ اسی لیے اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ نے اس سلسلہ کو ”سلسلہ الذهب“ فرمایا۔ اور اسی سلسلہ سے اپنا روحانی رشتہ بھی جوڑا، اور پوری زندگی اس تعلق روحانی پر فخر کرتے رہے۔ مشائخ برکاتیہ کا دو طرح کے سلاسل طریقت سے روحانی رشتہ ہے اور ان میں اپنے اکابر سے خلافت و اجازت حاصل ہے: (۱) قدیمہ (۲) جدیدہ

حضرت شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی مدظلہ فرماتے ہیں:

”جو سلاسل، قدیمہ اور آبائی سے موسوم ہیں وہ سیدنا محمد اکملین حضرت سید شاہ میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی سے اس خانوادہ عالی شان کو پہنچے، اور وہ سلاسل جو اصطلاح میں ”جدیدہ“ سے موسوم ہیں وہ حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی قدس سرہ العزیز سے بذریعہ حضرت شاہ فضل اللہ کاپلوی اس خانوادہ کو حاصل ہیں۔ حضور صاحب البرکات سے یہ سلاسل ان کے صاحب زادہ سرکارِ کلاں سید شاہ آل محمد نے پائے اور ان سے ان کے صاحب زادہ حضرت سید شاہ حمزہ کو مرحمت ہوئے، اور انھوں نے تمامی سلاسل میں اپنے نورِ نظر، قبلہ جسم و جان حضرت شمس الدین ابوالفضل آل احمد اچھے میاں کو مجاز و ماذون فرمایا، اور ان کے بعد حضور اچھے میاں کے برادر اصغر حضرت سید شاہ آل

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء ۵۸ خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

۲۸/ربیع الاول			حضرت خواجہ داؤد طائفی رحمۃ اللہ علیہ
۳/ربیع الآخر			حضرت خواجہ حبیب محمّی رحمۃ اللہ علیہ
کیم رجب			حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
۲۱/رمضان ۱۴۰۰ھ	نخف	مکہ	حضرت مولیٰ المسلمین امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ورضی اللہ عنہ

شجرہ چشتیہ قدیمہ:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/رجب ۱۳۲۴ھ
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد عرف ایچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۷/ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۴/محرّم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۶/رمضان ۱۱۶۲ھ
حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۰/محرّم ۱۱۴۲ھ
حضرت سید شاہ اولیس رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	بلگرام	۲۰/رجب ۱۰۵۷ھ
حضرت سید شاہ عبد الجلیل رحمۃ اللہ علیہ	سانڈی	مارہرہ	۷/صفر ۱۰۵۷ھ
حضرت سید میر عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ	باڑی	بلگرام	۳/رمضان ۱۰۱۷ھ
حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ	سکندر آباد		شعبان
حضرت سید شاہ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ	صفی پور		
حضرت شیخ سعد بدین	خیر آباد		
حضرت مخدوم شاہ محمد مینا رحمۃ اللہ علیہ	لکھنؤ		۲۳/صفر ۸۴۰ھ

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء ۵۷ خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

بلگرام	بلگرام	۲۰/رجب ۱۰۹۷ھ	حضرت سید شاہ اولیس
سانڈی	مارہرہ	۸/صفر ۱۰۵۷ھ	حضرت سید شاہ عبد الجلیل
باڑی	بلگرام	۳/رمضان ۱۰۱۷ھ	حضرت سید میر عبد الواحد
اودہ	سکندر آباد	شعبان ۹۷۶ھ	حضرت سید شاہ حسین
مین پور		۷/محرّم ۹۴۵ھ	حضرت مخدوم سید شاہ صفی الدین
اناؤ	خیر آباد	۱۵/ربیع الاول ۹۳۲ھ	حضرت شیخ سعد بدین
لکھنؤ	لکھنؤ	۲۳/صفر ۸۴۰ھ	حضرت شیخ محمد مینا
جھگوان		۱۶/شوال ۸۴۷ھ	حضرت شیخ سارنگ
اوچ		۱۶/جمادی الآخرہ ۷۷۷ھ	حضرت سید راجو قبال
اوچ		۱۰/ذی الحجہ ۷۸۸ھ	حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں
			حضرت شیخ نور الدین علی بن عبد اللہ الطّوّا ش
			حضرت شیخ مجذوب صالح بریدی
			حضرت شیخ کمال الدین کوفی
			حضرت شیخ سعد الدین ابن الفتوح البغدادی
گیلان	بغداد	۹/ربیع الآخرہ ۵۶۱ھ	حضرت غوث اعظم سید شیخ عبدالقادر محمّی الدین
			حضرت شیخ احمد اسوددینوری رحمۃ اللہ علیہ
دینور		۱۴/محرّم ۲۹۹ھ	حضرت شیخ ممشا وعلودینوری رحمۃ اللہ علیہ
			حضرت شیخ ابوالعباس نہاوندی رحمۃ اللہ علیہ
		۳۳۱ھ	حضرت شیخ ابو عبد اللہ خفیف رحمۃ اللہ علیہ
		۲۷/رجب ۲۹۷ھ	حضرت خواجہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ
بغداد		۳/رمضان ۲۵۰ھ	حضرت خواجہ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ
بغداد		۲/محرّم ۲۰۰ھ	حضرت شیخ معروف کرنی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ حذیفہ عرشی رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ	۴/شوال ۲۷۲ھ
حضرت خواجہ ابراہیم ابن ادہم رحمۃ اللہ علیہ	ملک شام	۲۶/جمادی الاولیٰ ۱۶۲ھ
حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ	مکہ	۳/ربیع الاول ۱۸۷ھ
حضرت خواجہ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ	۲۷/صفر ۷۷۷ھ
حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ	یکم رجب ۱۱۰ھ
حضرت مولیٰ المسلمین امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	مکہ	۲۱/رمضان ۴۰ھ
حضور سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	مکہ	۱۲/ربیع الاول شریف ۱۱ھ

شجرہ سہروردیہ قدیمہ:

اسمائ مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/رجب ۱۳۲۴ھ
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۷/ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۴/محرم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۶/رمضان ۱۱۶۴ھ
حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۰/محرم ۱۱۴۲ھ
حضرت سید شاہ اولیس رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	بلگرام	۲۰/رجب ۱۰۹۷ھ
حضرت سید شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہ	ساٹھی	مارہرہ	۸/صفر ۱۰۵۷ھ
حضرت سید میر عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ	باڑی	بلگرام	۳/رمضان ۱۰۱۷ھ
حضرت سید شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ	سکندر آباد		۱۹/شعبان ۹۷۲ھ
حضرت سید شاہ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ	صفی پور		۱۸/محرم ۹۴۵ھ

حضرت شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ	سارنگ مُجھگو ان	۱۶/شوال ۸۴۷ھ
حضرت سید راجو قتال رحمۃ اللہ علیہ	اونچ	۱۶/جمادی الآخرہ ۷۷۷ھ
حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	اونچ	۱۰/ذی الحجہ ۷۵۷ھ
حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ	اودہ قدہ علاقہ دہلی	۱۸/رمضان ۷۸۸ھ
حضرت خواجہ سید نظام الدین محبوب الہی رحمۃ اللہ علیہ	بدایوں دہلی	۱۷/ربیع الآخر ۷۷۵ھ
حضرت مخدوم شیخ فرید الدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ	پاک پٹن	۵/محرم ۶۶۴ھ
حضرت خواجہ سید قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ	اوش کہنہ	۱۴/ربیع الاول ۶۲۳ھ
حضرت خواجہ معین الدین حسن بجزی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ	بجستان اجمیر	۶/رجب ۶۳۲ھ
حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ	ہاران	۵/شوال ۶۲۳ھ
حضرت خواجہ حاجی شریف زندی رحمۃ اللہ علیہ	زندانہ	۱۰/رجب ۶۰۲ھ
حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ	چشت	یکم رجب ۵۲۷ھ
حضرت خواجہ محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ	چشت	۳/رجب ۴۵۵ھ
حضرت خواجہ ناصر الدین ابویوسف رحمۃ اللہ علیہ	چشت	یکم رجب ۴۲۱ھ
حضرت خواجہ احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ	چشت	یکم جمادی الآخرہ ۳۵۵ھ
حضرت خواجہ ابواسحاق شامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ	مکہ	۱۴/ربیع الآخرہ ۳۴۰ھ
حضرت خواجہ ممشاد علودینوری رحمۃ اللہ علیہ	دینور	۱۴/محرم ۲۹۹ھ
حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ	۷/شوال ۲۸۷ھ

حضرت شیخ سعد بدھن رحمۃ اللہ علیہ	خیر آباد	۱۵ ربیع الاول ۹۲۳ھ
حضرت شیخ محمد مینا رحمۃ اللہ علیہ	لکھنؤ	۲۳ صفر ۸۴۰ھ
حضرت شیخ سارنگ رحمۃ اللہ علیہ	مجلوگان	۱۶ شوال ۸۴۷ھ
حضرت سید راہ جو قال رحمۃ اللہ علیہ	اونچ	۱۶ جمادی الآخرہ ۸۴۷ھ
حضرت سید جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	اونچ	۱۰ ذی الحجہ ۷۷۷ھ
حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ	ملتان	۳۰ ذی الحجہ
حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ		یکم محرم
حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ		
حضرت شیخ ممشاد علودینوری رحمۃ اللہ علیہ	دینور	۴ محرم ۲۹۹ھ
حضرت خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ		۲۷ رجب
حضرت خواجہ سہری رحمۃ اللہ علیہ	بغداد	۳ رمضان ۲۵۰ھ
حضرت خواجہ معروف رحمۃ اللہ علیہ	بغداد	۲ محرم ۲۰۰ھ
حضرت خواجہ داود رحمۃ اللہ علیہ		۲۸ ربیع الاول
حضرت خواجہ حبیب عجمی رحمۃ اللہ علیہ		۳ ربیع الآخر
حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ		یکم رجب
حضرت مولیٰ المسلمین امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	مکہ	۲۱ رمضان ۴۰ھ

حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم	مکہ	مدینہ	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ
---	-----	-------	-------------------

یہ وہ سلاسل ہیں جو بذریعہ حضرت سید شاہ عبدالجلیل و سید مصطفیٰ و سید مر بی حضور میر عبدالواحد قدس اسرار ہم سے حضور سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کو پہنچے۔

بعدہ سلاسل جدیدہ بواسطہ حضرت سید شاہ لطف اللہ بلگرامی قدس سرہ و حضور سید مر بی رحمۃ اللہ علیہ خلفائے میر سید احمد کاپوی قدس سرہ و حضور سید شاہ فضل اللہ کاپوی قدس سرہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ کو پہنچے آخر الذکور مذکور ہیں۔

قادر یہ جدیدہ بطور نزول:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم	مکہ	مدینہ	۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ
حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	مکہ	نجف	۲۱ رمضان ۴۰ھ
سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ	مدینہ	کربلا	۱۰ محرم ۶۰ھ
سید الساجدین امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ	مدینہ	مدینہ	۹۴ھ
سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	مدینہ	مدینہ	۱۱۴ھ
سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	مدینہ	مدینہ	۱۲۰ھ
سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	مدینہ	بغداد	
سیدنا امام موسیٰ رضا رضی اللہ عنہ		مشہد	۲۰۵ھ
حضرت شیخ معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ		بغداد شریف	۴ محرم ۲۰۰ھ
حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ		بغداد شریف	۳ رمضان ۲۵۰ھ
حضرت سید الطائیفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ		بغداد شریف	۲۷ رجب ۲۹۷ھ
حضرت ابو بکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ		بغداد شریف	۲۷ ذی الحجہ ۳۳ھ

حضرت نظام الدین قاری عرف مخدوم شاہ بھکاری رحمۃ اللہ علیہ			قصبہ کاکوری	۹/ رذی قعدہ ۹۸۱ھ
حضرت قاضی ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ			نیوتی	۲۳/ رجب ۹۸۹ھ
حضرت شیخ جمال اولیا رحمۃ اللہ علیہ			فتح پور	سلخ رمضان ۱۰۳۷ھ
حضرت سید محمد کاپوی رحمۃ اللہ علیہ	جالندر		کاپی	۲۶/ شعبان ۱۰۷۱ھ
حضرت سید احمد کاپوی رحمۃ اللہ علیہ	کلاپی		کاپی	۱۹/ صفر ۱۰۸۲ھ
حضرت سید شاہ فضل اللہ کاپوی رحمۃ اللہ علیہ	کاپی		کاپی	۱۴/ رذی قعدہ ۱۱۱۱ھ
حضرت سید شاہ برکت اللہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام		مارہرہ	۱۰/ محرم ۱۱۴۲ھ
حضرت سید آل محمد مارہروی رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام		مارہرہ	۱۶/ رمضان ۱۱۶۴ھ
حضرت سید شاہ حمزہ مارہروی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ		مارہرہ	۱۴/ محرم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید شمس الدین ابوالفضل آل احمد مارہروی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ		مارہرہ	۱۷/ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ		مارہرہ	۱۸/ رذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری عرف میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ		مارہرہ	۱۱/ رجب ۱۳۲۴ھ

☆☆☆

شجرہ چشتیہ جدیدہ بطور عروج:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/ رجب ۱۳۲۴ھ
حضرت سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ رذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۷/ ربیع الآخر ۱۲۳۵ھ

حضرت شیخ عبد الواحد بن شیخ عبد العزیز تمیمی رحمۃ اللہ علیہ			بغداد شریف	۲۶/ جمادی الاولیٰ ۴۲۵ھ
حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ				۳/ شعبان ۴۴۵ھ
حضرت سید ابوالحسن علی بن سید یوسف القرشی الہنکاری رحمۃ اللہ علیہ				یکم محرم ۴۸۶ھ
حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر مخزومی رحمۃ اللہ علیہ				۷/ شعبان ۵۲۳ھ
حضرت غوث الثقلین مولانا ابومحمی الدین عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ علیہ	جیلان		بغداد	۹/ ربیع الآخر ۵۶۱ھ
حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		بغداد شریف	۶/ شوال ۶۲۳ھ
حضرت سید ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		بغداد شریف	۲۷/ رجب ۶۳۲ھ
حضرت سید محی الدین ابی نصر رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		بغداد شریف	۲۳/ ربیع الاول ۶۵۶ھ
حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		بغداد شریف	۲۳/ شوال ۷۳۹ھ
حضرت سید موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		بغداد شریف	۱۳/ رجب ۷۶۳ھ
حضرت سید حسن	بغداد		بغداد شریف	۲۶/ صفر ۷۸۱ھ
حضرت سید احمد جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		بغداد شریف	۱۹/ محرم ۸۵۳ھ
حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ		دولت آباد، دکن		۱۱/ رذی الحجہ ۹۲۱ھ
حضرت سید ابراہیم ابرچی رحمۃ اللہ علیہ		دہلی		۵/ ربیع الآخر ۹۵۳ھ

۱۵ شوال	مکہ		حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳ رجب	مکہ		حضرت خواجہ حاجی شریف زبیدی رحمۃ اللہ علیہ
یکم رجب			حضرت خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ
یکم جمادی الاخری			حضرت خواجہ ناصر الدین ابو یوسف بن محمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
یکم جمادی الاخری			حضرت خواجہ ابو محمد بن ابی احمد چشتی رحمۃ اللہ علیہ
یکم جمادی الاخری			حضرت خواجہ ابو احمد ابدال چشتی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲ ربیع الآخر			حضرت خواجہ ابواسحاق شامی رحمۃ اللہ علیہ
۱۴ محرم ۲۹۹ھ			حضرت خواجہ ممشا دعلودی بنوری رحمۃ اللہ علیہ
۷ شوال			حضرت خواجہ ہبیرہ بصری رحمۃ اللہ علیہ
۴ شوال			حضرت خواجہ حذیفہ مرثی رحمۃ اللہ علیہ
۲۶ جمادی الاولی			حضرت سلطان ابراہیم ابن ادہم بلخی رحمۃ اللہ علیہ
۷ محرم			حضرت خواجہ فضیل ابن عیاض رحمۃ اللہ علیہ
۲۷ صفر			حضرت خواجہ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ
۱۴ محرم			حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ
۲۱ رمضان	نجف	مکہ	حضرت مولیٰ المسلمین امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ
۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ	مدینہ	مکہ	حضور سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

☆☆☆

شجرہ سہروردیہ جدیدہ:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
--------------	------	------	------------

۱۴ محرم ۱۱۹۸ھ	مارہرہ	مارہرہ	حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۶ رمضان ۱۱۶۴ھ	مارہرہ	بلگرام	حضرت سید شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۰ محرم ۱۱۴۲ھ	مارہرہ	بلگرام	حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۲ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ	کاپلی	کاپلی	حضرت سید شاہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۹ صفر ۱۰۸۲ھ	کاپلی	کاپلی	حضرت میر سید احمد رحمۃ اللہ علیہ
۲۶ شعبان ۱۰۷۱ھ	کاپلی	جالندر	حضرت میر سید محمد رحمۃ اللہ علیہ
سلخ رمضان ۱۰۴۷ھ	کوڑا		حضرت شیخ جمال الاولیاء رحمۃ اللہ علیہ
			حضرت سید جمال رحمۃ اللہ علیہ
۷ صفر			حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ
			حضرت شیخ سالار بڑا رحمۃ اللہ علیہ
۲۶ رمضان	جون پور		حضرت شیخ بہاء الدین جون پوری رحمۃ اللہ علیہ
۱۴ ربیع الآخر			حضرت شیخ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ
۲۸ جمادی الآخر	بدایوں		حضرت شیخ فتح اللہ بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
			حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ
۲۱ رمضان	دہلی کہنہ	اودہ	حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ
۱۷ ربیع الثانی	دہلی	بدایوں	حضرت محبوب الہی خواجہ سید نظام الدین بدایونی رحمۃ اللہ علیہ
۵ محرم	پاک پٹن	بدایوں	حضرت شیخ فرید الدین اجوہنی شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ
۱۳ ربیع الاول	دہلی		حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی رحمۃ اللہ علیہ
۶ رجب	اجیر شریف		حضرت خواجہ خواجگان ولی الہند خواجہ معین الدین رحمۃ اللہ علیہ

حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/رجب ۱۳۲۴ھ
حضرت سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۷/ربیع الاول ۱۳۳۵ھ
حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۴/محرم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۶/رمضان ۱۱۶۴ھ
حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۰/محرم ۱۱۴۲ھ
حضرت سید شاہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کاپلی	کاپلی	۱۴/ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ
حضرت میر سید احمد رحمۃ اللہ علیہ	کاپلی	کاپلی	۱۹/صفر ۱۰۸۴ھ
حضرت میر سید محمد رحمۃ اللہ علیہ	جالندر	کاپلی	۲۶/شعبان ۱۰۷۱ھ
حضرت شیخ اولیاء رحمۃ اللہ علیہ	کوڑا	سلخ	۱۰/رمضان ۱۰۴۷ھ
حضرت شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ ادھن رحمۃ اللہ علیہ			۲/ذی الحجہ ۹۷۷ھ
حضرت شیخ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ			۱۱/ذی الحجہ
حضرت شیخ علاء الدین رحمۃ اللہ علیہ			۲۵/رجب
حضرت سید صدر الدین راجو قال رحمۃ اللہ علیہ	اونچ		۱۶/جمادی الآخر ۸۴۷ھ
حضرت سید مخدوم جہانیاں جلال الدین رحمۃ اللہ علیہ	اونچ		۱۰/ذی الحجہ ۷۸۵ھ
حضرت شیخ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ			۸/ذی الحجہ
حضرت شیخ صدر الدین رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ بہاء الدین زکریا رحمۃ اللہ علیہ	ملتان		۷/صفر ۷۶۶ھ
حضرت شیخ اشیرخ شیخ شہاب الدین رحمۃ اللہ علیہ			کیم محرم
حضرت شیخ نجیب الدین رحمۃ اللہ علیہ			

حضرت شیخ وجیہ الدین رحمۃ اللہ علیہ			۲۹/صفر
حضرت شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ احمد رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ مشاد علودینوری رحمۃ اللہ علیہ	دینوری		۱۴/محرم ۲۹۹ھ
حضرت خواجہ جنید رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		۲۷/رجب ۲۹۷ھ
حضرت خواجہ سرّی رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		۳/رمضان ۲۵۰ھ
حضرت خواجہ معروف رحمۃ اللہ علیہ	بغداد		۲/محرم ۲۰۰ھ
حضرت خواجہ داود رحمۃ اللہ علیہ			۲۸/ربیع الاول
حضرت خواجہ حبیب رحمۃ اللہ علیہ			۳/ربیع الآخر
حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ	بصرہ		۱۴/محرم
حضرت مولیٰ المسلمین سیدنا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	مکہ	نجف	۱۹/رمضان
حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و	مکہ	مدینہ	۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ



شجرہ نقش بندیہ جدیدہ ابوالعلائیہ:

(اس شجرہ مبارکہ کی دو شاخیں ہیں۔ ایک نقش بندیہ علویہ جو متن میں مذکور ہے۔ اور دوسری شاخ نقش بندیہ صدیقیہ اور وہ یوں ہے۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ علیہ السلام تک بدستور۔ امام کو خلافت ہے اپنے جد مادری قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ عنہم سے اور سیدنا قاسم کو خلافت ہے حضرت خادم النبی سیدی سلمان فارسی سے اور یہ خلیفہ ہیں خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا وجدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے۔ ۲۳/جمادی الثانی روز دو شنبہ ۱۳ھ بہ مدینہ منورہ رحلت فرمود۔ مولدش مکہ عمر شریفش شصت و سہ سال۔)

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/ رجب ۱۳۲۴ھ
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۷/ ربیع الآخر ۱۲۳۵ھ
حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۴/ محرم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۶/ رمضان ۱۱۶۲ھ
حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۰/ محرم ۱۱۴۲ھ
حضرت سید شاہ فضل اللہ رحمۃ اللہ علیہ	کاپلی	کاپلی	۱۴/ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ
حضرت میر سید احمد رحمۃ اللہ علیہ	کاپلی	کاپلی	۱۹/ صفر ۱۰۸۲ھ
حضرت میر سید محمد رحمۃ اللہ علیہ	جالندر	کاپلی	۲۶/ شعبان ۱۰۷۱ھ
حضرت میر ابو العلا اکبر آبادی رحمۃ اللہ علیہ		اکبر آباد	۹/ صفر
حضرت سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت خواجہ محمد یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت خواجہ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ			۲۹/ ربیع الاول
حضرت خواجہ یعقوب چرخنی رحمۃ اللہ علیہ			۵/ صفر
حضرت خواجہ بہاء الدین نقش بند رحمۃ اللہ علیہ			۴/ ربیع الاول
حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ			۱۵/ جمادی الاخریٰ
حضرت خواجہ بابا ساسی رحمۃ اللہ علیہ			۱۰/ جمادی الاخریٰ
حضرت خواجہ علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ			۲۷/ رمضان
حضرت خواجہ محمود الخیر غنوی رحمۃ اللہ علیہ			۷/ ربیع الاول
حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ			یکم شوال

حضرت خواجہ عبدالحق غجدانی رحمۃ اللہ علیہ			۱۲/ ربیع الاول
حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ			۲۷/ رجب
حضرت شیخ ابوعلی فاری طوسی رحمۃ اللہ علیہ			۴/ ربیع الاول
حضرت شیخ ابوالقاسم کرگانی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ			۱۵/ رمضان
حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ			۱۴/ شعبان
حضرت امام سیدنا جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ	مدینہ	مدینہ	۱۴۰ھ
حضرت سیدنا امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ	مدینہ	مدینہ	۱۱۴ھ
حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ	مدینہ	مدینہ	۹۲ھ
حضرت سیدنا امام حسین شہید رضی اللہ عنہ	مدینہ	کربلا	۱۰/ محرم ۶۰ھ
حضرت امیر المومنین سیدنا مولانا علی کرم اللہ	مکہ	نجف	۱۹/ رمضان
تعالیٰ وجہہ			
حضور سید المرسلین رحمۃ للعالمین محمد رسول اللہ	مکہ	مدینہ	۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم			

☆☆☆

شجرہ مدار یہ جدیدہ:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/ رجب ۱۳۲۴ھ
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۷/ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۴/ محرم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید شاہ آل محمد رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۶/ رمضان ۱۱۶۲ھ

شجرہ قادریہ رزاقیہ حمزویہ:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/ رجب ۱۳۲۲ھ
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت سید شاہ آل احمد اچھے رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۷/ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ
حضرت سید شاہ حمزہ رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۲/ محرم ۱۱۹۸ھ
حضرت سید اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ			۱۲/ ذی الحجہ
حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ		بانسہ	۵/ شوال
حضرت سید شاہ عبدالصمد خدا نما احمد آبادی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید شاہ ہدایت اللہ خدا نما رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید شاہ حسین خدا نما رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید شاہ امان اللہ امانی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید شاہ ابراہیم فرید پھکری رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید شاہ ابراہیم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت میران سید بخش پھکری رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید شاہ جلال قادری رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت میران سید محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید شاہ بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ ابوالعباس رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید حسن رحمۃ اللہ علیہ			۱۹/ محرم
حضرت شیخ موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ			۲۳/ شوال

حضرت سید شاہ برکت اللہ رحمۃ اللہ علیہ	بلگرام	مارہرہ	۱۰/ محرم ۱۱۴۲ھ
حضرت سید شاہ فضل اللہ کاپوی رحمۃ اللہ علیہ	کاپی	کاپی	۱۴/ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ
حضرت میر سید احمد کاپوی رحمۃ اللہ علیہ	کاپی	کاپی	۱۹/ صفر ۱۰۸۴ھ
حضرت میر سید محمد کاپوی رحمۃ اللہ علیہ	جالندر	کاپی	۲۶/ شعبان ۱۰۷۱ھ
حضرت شیخ جمال اولیا رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ قیام الدین رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید جلال عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید مبارک رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید اجل رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شاہ بدیع الدین قطب مدار رحمۃ اللہ علیہ			۱۸/ جمادی الاولیٰ
حضرت شیخ عبداللہ شامی رحمۃ اللہ علیہ			۵/ رجب
حضرت شیخ عبدالاول رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ امین الدین رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت امیر المومنین سیدنا مولانا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	مکہ	نجف	۱۹/ رمضان
حضور سید المرسلین محبوب رب العالمین محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مکہ	مدینہ	۱۲/ ربیع الاول ۱۱ھ

یہ وہ سلاسل ہیں جو حضرات کاپی سے پہنچے بعدہ ایک سلسلہ قادریہ رزاقیہ حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ العزیز لائے۔

☆☆☆

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء ۷۴ خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

پھر یہ تمام سلاسل مرقومہ بالا حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کو دو واسطوں سے ملے، ایک بذریعہ حضور شمس الدین ابو الفضل سید آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ، دوسرے بہ اجازت حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد کے، پھر شجرہ قادریہ رزاقیہ دوسرے واسطہ سے حضور خاتم الاکابر قدس سرہ لائے۔

شجرہ قادریہ رزاقیہ نوریہ:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/رجب ۱۳۲۲ھ
حضرت سید شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۸/ذی الحجہ ۱۲۹۶ھ
حضرت مولانا محمد نور الحق صاحب عرف ملا نور لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت مولانا محمد انوار الحق المشہور بہ ملا انوار لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شاہ احمد عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ			۱۵/جمادی الثانی
حضرت شاہ عبد الرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ			۵/شوال

بعدہ شجرہ قادریہ منوریہ امامیہ شجرۃ الذهب حضور مرشدی و مولدی سید شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ سے آیا۔ ایک نام اس شجرہ طیبہ کا شجرہ معمریہ بھی ہے۔

☆☆☆

شجرہ قادریہ منوریہ:

اسمائے مبارک	مولد	مدفن	تاریخ وفات
حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ	مارہرہ	مارہرہ	۱۱/رجب ۱۳۲۲ھ
حضرت حافظ شاہ علی حسین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ			

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء ۷۳ خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

حضرت سید علی رحمۃ اللہ علیہ			۲۳/شوال
حضرت میر سید احمد رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت میر سید محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت سید ابوصالح رحمۃ اللہ علیہ			۲۷/رجب
حضرت سید عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ			۶/شوال ۵۹۵ھ
حضرت غوث الثقلین سید ابومحمّد الدین عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	گیلان	بغداد	۹/ربیع الثانی
حضرت شیخ ابوالخیر ابوسعید مخزومی رحمۃ اللہ علیہ			۷/شعبان
حضرت شیخ ابوالحسن علی ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ			کیم محرم ۸۶ھ
حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ			۳/شعبان ۴۴ھ
حضرت شیخ عبدالواحد یمنی رحمۃ اللہ علیہ			۲۸/جمادی الآخر ۴۳۵ھ
حضرت شیخ عبدالعزیز تیمی رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شیخ عبداللہ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ			۲۷/ذی الحجہ ۳۳۴ھ
حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ		بغداد	۲۶/رمضان ۲۹ھ
حضرت شیخ سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ			۳/رمضان ۲۵۳ھ
حضرت شیخ معروف کرنی رحمۃ اللہ علیہ		بغداد	۸/محرم
حضرت شیخ داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ			۲۸/ربیع الاول
حضرت شیخ حبیب محبی رحمۃ اللہ علیہ			۳/ربیع الثانی
حضرت شیخ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ		بصرہ	۱۴/محرم
حضرت مولیٰ المسلمین امیر المومنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ورضی اللہ عنہ	مکہ	نجف	۱۹/رمضان ۴۰ھ
حضور سید المرسلین خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	مکہ	مدینہ	۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ

حضرت امیر المومنین مولیٰ المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ	مکہ	نجف	۲۱/رمضان ۱۲۰ھ
حضور سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وبارک وسلم	مکہ	مدینہ	۱۲/ربیع الاول ۱۱ھ

ان تمام سلاسل کے ساتھ ساتھ سرکارِ نورِ قدس سرہ کو جملہ اعمال و اوراد و اذکار و اشغال و مصافات و احادیث کریمہ، قرآن عظیم و دلائل الخیرات و حصن حصین و تسبیح کی اجازت و دیگر ادعیہ خاندانِ عالی شانِ برکاتیہ سے حضور پر نور شاہ آل رسول قدس سرہ نے مجاز و ماذون فرمایا، مثلاً سیف الرحمن، یہ دعا حضور میر عبد الواحد بلگرامی کے عہد مبارک سے ہے۔ حضور صاحب البرکات کو اس کی اجازت ان کے پیر و مرشد سیدنا شاہ میر فضل اللہ کالپوی قدس سرہ سے حاصل تھی۔ حضرت میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو اس کی اجازت حضور خاتم الاکابر کے علاوہ اپنے چھوٹے دادا حضور سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ و سید شاہ علی حسین مراد آبادی سے بھی حاصل تھی۔ دعائے شیخ۔ یہ دعا حضور اسد العارفین سید شاہ حمزہ قدس سرہ کو حضرت بدیع الدین قطب مدار قدس سرہ نے زیارت و دیدار سے مشرف فرماتے ہوئے عطا فرمائی۔ دعائے حزب البحر۔ حضور صاحب البرکات قدس سرہ اور حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ کے ذریعہ اس خانوادہ میں پہنچی۔ صلوة اویسیہ۔ حضور سیدنا شاہ صاحب البرکات قدس سرہ کے عہد سے اس خاندان میں موجود ہے، اس کی بھی اجازت حضور نوری میاں صاحب قبلہ کو تھی۔

چہل اسماء حضرت غوث گوالیاری رحمۃ اللہ علیہ سے حضور سیدنا شاہ آل محمد قدس سرہ کو اور ان سے خانوادہ برکاتیہ کو پہنچی۔ حضرت نوری میاں صاحب کا شمار اس دعا کے بڑے عاملوں میں ہوتا ہے۔ (۲۹)

فتانی الشیخ کی منزل میں:

حضرت نوری میاں قدس سرہ فنانی الشیخ کی منزل پر فائز تھے، آپ شیخ کی اتباع اور اس کی فنائیت کو طریقت کی روح سمجھتے تھے، اور اسے ”تمام مجاہدوں سے بڑھا ہوا“ قرار دیتے تھے، سراج العوارف کے تیسرے لمحہ کے اٹھارہویں نور میں فرماتے ہیں:

حضرت شاہ غلام حسین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ			۲۲/محرم
حضرت شاہ دریا خان رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شاہ عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت شاہ منور الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ			۶/جمادی الثانی
حضرت شاہ دولہ رحمۃ اللہ علیہ			
حضرت غوث الاعظم قطب الاکرم ابو محمد محی الدین عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ	گیلان	بغداد	۹/ربیع الثانی
حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ			۷/شعبان
حضرت شیخ ابوالحسن ہنکاری رحمۃ اللہ علیہ			کیم محرم
حضرت شیخ ابوالفرح طرطوسی رحمۃ اللہ علیہ			۳/رجب
حضرت شیخ عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ			۲۶/جمادی الاخریٰ
حضرت شیخ ابوبکر شبلی رحمۃ اللہ علیہ			۲۷/ذی الحجہ
حضرت شیخ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ			۲۷/رجب
حضرت امام حسن عسکری رضی اللہ عنہ	مدینہ		۸/ربیع الاول ۲۶۰ھ
حضرت سیدنا امام علی نقی رضی اللہ عنہ	مدینہ		سرخ جمادی الاولیٰ ۲۵۲ھ
حضرت سیدنا امام محمد تقی رضی اللہ عنہ	مدینہ	بغداد	۶/ذی الحجہ ۲۲۰ھ
حضرت سیدنا امام رضا رضی اللہ عنہ	مدینہ	مشہد	بست و کیم رمضان ۲۰۵ھ
حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ	مدینہ	بغداد	۶/رجب
حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ	مدینہ	مدینہ	۱۵/رجب
حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ	مدینہ	مدینہ	۷/ذی الحجہ
حضرت سیدنا امام علی زین العابدین رضی اللہ عنہ	مدینہ	مدینہ	۱۸/محرم
حضرت سیدنا امام حسین شہید رضی اللہ عنہ	مدینہ	کربلا	۱۰/محرم ۶۱ھ

”اس راہ کی جزا و تمام مجاہدوں سے بڑھ کر برزخ شیخ ہے، لہذا اس راہ کے مسافر کو یہ بات سمجھ کر اس کی طرف توجہ دینا چاہیے، برزخ یہ ہے کہ کسی جگہ تنہا بیٹھ کر آنکھیں بند کر کے شیخ کا تصور ذہن میں جمائے گویا میں شیخ کے آمنے سامنے بیٹھا ہوں اور میں نے اپنا دل مرشد کے دل کے نیچے ملا دیا ہے اور فیض کے چشمے سے وہ فیوض جو پیران سلسلہ کی ارواح کے وسیلے سے میرے مرشد کے دل میں سماتے ہیں اس سے نورانی فوارہ یا سورج کی کرن یا صبح کی ٹھنڈی ہوا یا بارش کے قطروں کی شکل میں ظاہر ہو کر میرے دل میں اترتے ہیں اور ان فیوض کی برکت سے میرا دل مرشد کے دل کی صفت اختیار کر لے گا اور بلند درجات کی طرف ترقی کرے گا، اپنے مرشد کو ہر آن، ہر وقت اپنی ہر حالت سے آگاہ اور خبردار جانے“۔ (۳۰)

سرکار نور قدس سرہ نے جواب شیخ کا تحریر فرمایا اس کو اپنی زندگی میں عملی طور پر بھی پیش نظر رکھا۔ ہر دم، ہر پل شیخ کی اتباع، شیخ کی خوش نودی، جو لینا اپنے شیخ سے لینا، جو کہنا شیخ سے کہنا۔ حضور میاں صاحب قدس سرہ اپنے دادا مرشد شاہ آل رسول کے عاشق صادق تھے۔ محبت کا یہ عالم تھا کہ اپنے شیخ کے خدام کو خود سے پہلے کھانا کھلواتے اور بڑی لطف و شفقت سے پیش آتے۔ سرکار خاتم الاکابر کے مریدین سے بڑی مہربانی فرماتے اور ان کی بڑی رعایت فرماتے۔ (۳۱)

حضرت مولانا غلام شبر نوری فرماتے ہیں:

”جس شخص، جس شہر، جس چیز کو حضور شیخ سے نسبت تھی وہ بھی آپ کو محبوب تھی یہاں تک کہ خدام حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ نہایت عزت و احترام کے ساتھ حضور کے ساتھ رہتے، سفر میں بھی ان کو جہانہ فرماتے کہ شاید صاحب زادے ان سے کام لیں اور ان کو تکلیف ہو۔ ان کے تمام کاموں اور ضرورتوں میں سے ان کی معاونت فرماتے، ان کی خدمت صرف یہی تھی کہ وہ استراحت کے وقت حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کا ذکر کریں، سوائے ان حضرات کے جو حضور سید شاہ ابوالفضل شمس الدین آل احمد اچھے میاں قدس سرہ یا حضور خاتم الاکابر قدس سرہ سے فیضیاب تھے، کسی بزرگ سے استفادہ کی اجازت نہ دیتے۔ (۳۲)

سرکار نور کا عشق غوثیت مآب:

شہنشاہ بغداد سیدنا شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے سرکار نور کو حد درجہ عشق تھا۔ اپنے سارے معاملات کو سرکار قادریت کے سپرد فرما دیتے۔ ہم نوریوں کو سرکار غوث اعظم کی محبت اور ان سے عقیدت رکھنے کی تاکید فرماتے ہوئے سرکار نور ارشاد فرماتے ہیں کہ ”طریقت میں حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تعلق رکھیں۔ حضرت پیر دستگیر کی غلامی ہرگز ہرگز نہ چھوڑیں“۔

سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ سے اپنے خاندان کی موروثی نسبت کا حوالہ دیتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ ”سات پشت سے خاندان برکاتیہ مارہرہ یہ خالص غلام خاندان غوثیہ سے نسبت رکھتا ہے اور ہم غوث اعظم کے موروثی غلام و نمک پروردہ ہیں۔ حضور غوثیت مآب کو جملہ اولیاء اللہ کا سرگروہ جانیں، جیسے انبیاء میں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان ہے، ویسے ہی اولیاء میں غوث اعظم کی شان جانیں اور یہ اعتقاد رکھیں کہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جملہ اولیاء کرام خواہ حضرت سے پہلے کے ہوں خواہ بعد کے زمانے کے، حاضر ہو یا غائب سب سے زیادہ فضیلت رکھتے ہیں۔ غوث اعظم کا ارشاد ہے کہ میرا قدم اللہ کے ہر ولی کی گردن پر اور یہ کلمات حضرت نے بحکم الہی بحالت ہوش ارشاد فرمائے۔ ہمارے شیخ (حضور غوث اعظم) کا یہ مقولہ ہم تک جمہور اولیاء اللہ کی تصانیف سے پہنچا ہے۔ خصوصاً خواجہ بزرگ سلطان الہند خواجہ معین الدین حسن چشتی سجزی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو بالاتفاق سارے اولیاء ہند سے زیادہ برتر و بزرگی والے ہیں اور فضیلت میں ممتاز ہیں، تو اسی وقت خواجہ بزرگ پر ایک کیفیت طاری ہوئی اور اسی حال میں ارشاد فرمایا حضرت کا قدم میرے سر آنکھوں پر اور مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک تمام اولیاء اللہ نے اس مقولہ کو قبول کیا اور غوث پاک کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے اطاعت کی اور گردنیں جھکا دیں اور اس قول کے خلاف نہیں گئے۔ اپنے ہر معاملے میں سرکار غوث پاک کو اپنا حاجت روا تصور فرماتے اور مریدوں سے بھی تاکید ہوتی کہ سرکار غوث کے دامن سے بھر پور وابستگی ہو اور اسی لیے اپنے مرید و خلیفہ مولانا قاضی غلام شبر بدایونی قدس سرہ کو اپنے نوازش نامہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

”پریشان نہ ہونا سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی۔ شیخ کا دامن ہمارے ہاتھ میں ہے اور شیخ کا ہاتھ حضور غوثیت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں ہے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ انجام بخیر ہے۔ یہ چند روزہ تکالیف ہیں۔

اس کے بعد حضور اچھے میاں صاحب قدس سرہ کا یہ شعر تحریر فرمایا:

غلام غوث اعظم بے کس و مضطر نمی ماند
اگر ماند شبے ماند دیگر نمی ماند (۳۳)

معمولاتِ نوری:

سید العارفین سرکارِ نوری میاں قدس سرہ بچپن سے ہی کچھ خاص معمولات کے پابند تھے، اور آپ نے اوقات کو ان کے لیے بانٹ رکھا تھا، جو وقت جس کام کے لیے خاص تھا اس میں وہی کام کرتے، اس کے سوا دوسرا کام نہ کرتے، یہ سب آپ کے مرشد گرامی اور جدِ کریم خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کی نگاہِ خاص اور فیضانِ تربیت کا کرشمہ تھا، ان کی خاص توجہ نے آپ کو نو برس کی عمر ہی میں اوقات اور معمولات کا حد درجہ پابند بنا دیا تھا۔ اور اس کے بعد جوں جوں آپ کا شعور و عرفان ترقی کرتا گیا اوقات کی تحدید و انضباط اور اذکار و اشغال اور معمولات کی پابندی میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ اس خصوص میں آپ اپنے جدِ کریم امام سلسلہ برکاتیہ سید شاہ برکت اللہ قادری مارہروی علیہ الرحمۃ والرضوان کا پرتو تھے، اور بقول شرفِ ملت حضرت سید محمد اشرف مارہروی مدظلہ آپ ”اپنے دادا پیر حضور شمس الملتہ والدین اچھے صاحب قدس سرہ کی تصنیف لطیف ”آداب السالکین“ کے ایسے عالم و عامل کہ نہ صرف خود سلوک کی منزلیں اس کی روشنی میں طے کرتے، بلکہ سالکوں کو اس کا مطالعہ کرنے کی ہدایت بھی کرتے“۔ (۳۴)

سرکارِ نوری میاں قدس سرہ کے مرید و خلیفہ حضرت مولانا قاضی غلام شیر نوری علیہ الرحمہ نے آپ کی تقسیم اوقات اور پابندی معمولات کا بہت شاندار نقشہ کھینچا ہے، وہ رقم طراز ہیں:

”ہمارے حضور (سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری) قدس سرہ کی عادت کریمہ تھی کہ طہارت فرما کر نماز تہجد ادا فرماتے، اور اوراد و اشغال معمولہ خاندان میں مشغول ہو جاتے، نماز صبح کے واسطے وضو فرما کر سننِ مصلے پر پڑھ کر بحالتِ صحت مسجد میں تشریف لے جاتے اگر کوئی شخص جو قرآن کریم باقاعدہ پڑھتا ہو اور کم از کم مسائل طہارت و نماز و جماعت جانتا ہو حاضر پاتے اقتدا فرماتے ورنہ خود نماز پڑھاتے بعد نماز ابتداء ذکر بہ جہر و آخر عہد

میں بہ اخفا فرماتے پھر بعد دعا و وظائف معمولہ پڑھ کر صلوٰۃ اشراق و چاشت سے فارغ ہو کر کچھ سبک (ہلکا سا) ناشتہ نوش فرماتے اب خدام حاضر ہوتے اور ضروری معروضات پیش کرتے نقوش و ادعیہ مرحمت ہوتے بعض خدام کو اس دن کے لیے ہدایات ضروریہ ملتی ہیں، کسی کتاب سلوک و فقہ و سیر کا مطالعہ بھی ہو رہا ہے حاضرین سے فواید ضروریہ بھی بیان ہوتے جاتے ہیں اگر کسی جگہ تشریف لے جانا یا کھانا منظور فرمایا ہو قریب زوال تشریف لے جا کر با وضو کھانا تناول فرماتے بیشتر حاضرین شریک ہوتے کسی کو کوئی خاص شے مرحمت ہوتی بعض مریضوں کو کسی کھانے میں سے کچھ تناول فرما کر مرحمت ہوتا فارغ ہو کر پان نوش فرماتے اور فوراً پان تھوک کر غرارہ اور کلی سے منہ صاف فرماتے۔ اب عام جماعت رخصت ہوتی اور خواص حاضر رہتے وہ اپنے اپنے معروضات پیش کرتے سب کے جواب مرحمت ہوتے کبھی کوئی کتاب ملاحظہ ہوتی اور کبھی حسبِ روش حضور اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ صاحب قدس سرہ کتاب سرہانے رکھ کر آرام فرماتے اب صرف ایک دو خدام خاص حاضر رہتے موسم گرما میں پنکھا جھلتے ورنہ باہتنگی پاؤں دابے ایک گھنٹہ جاڑے میں اور قدرے زیادہ گرمی میں آرام فرما کر اٹھ بیٹھتے اور طہارت فرما کر نماز ظہر بہ جماعت ادا فرماتے بعد نماز قرآن کریم کی منزل قرأت فرماتے پھر دلائل الخیرات، حصن حصین اور بعض ادعیہ پڑھ کر دربار عام ہوتا اور خدام حاضر ہو کر معروضات پیش کرتے ڈاک کے خطوط کے جواب بھی بیشتر اسی وقت ارقام فرماتے اور حاجت روائی مخلوق خدا میں بہ کمال فرحت گویا کہ یہ خاص ذاتی کام ہے مصروف ہو جاتے، کچھ تحریر ہو رہا ہے اور معروضات بھی سن رہے ہیں حاضرین سے نہایت دلچسپ مفید باتیں بھی ہوتی جاتی ہیں جو نہ خشک و عظم و نصیحت ہیں کہ جن سے عامیوں کو وحشت ہو نہ دنیا کی فضول حکایتیں ہیں ہر بات میں ایک نصیحت اور ہر قصہ میں ایک عمدہ نتیجہ ہر نقل میں ایک لطیفہ اور نکتہ ہوتا ہر جملہ میں ایک ہدایت اور ہر بیان میں ایک کرامت ہوتی بعض کے متعلق پردہ میں کچھ ارشاد ہو رہا ہے اور بعضوں کو خاص ہدایات مل رہی ہیں۔ سب لطف بیان و حسن مضمون سے فیض یاب اور خاموش سراپا گوش جو اصل راز سے مطلع نہیں ہیں ان کو بھی ایک حظ خاص اور فواید مختلفہ سے محروم نہیں ہیں۔ یہاں تک کہ تازہ وضو سے نماز عصر ادا فرماتے اور کچھ اوراد معمولہ پڑھ کر بیشتر اس وقت میں سکوت فرماتے نماز مغرب تازہ وضو سے پڑھ کر کچھ اوراد مخصوصہ پڑھتے خواص حاضر ہوتے

اور پھر وہی دریائے رحمت و کرم کی طغیانی ہوتی بہت قلیل کھانا نوش فرما کر نماز عشا ادا فرماتے بعد نماز اخس الخواص کچھ واردات عرض کرتے بعض ہدایات پاتے اور رخصت ہوتے جاتے یہاں تک کہ مجمع برخواست ہو جاتا اور خدام خاص سے ذکر حضور خاتم الاکابر قدس سرہ سنتے ہوئے استراحت فرماتے یہ وہ معمولات ہیں جن کو ہزاروں خدام نے سالہا سال حضور اقدس قدس سرہ کے التزام سے معمور دیکھا ہے۔ آخر عہد میں بہ سبب شدت مرض وضعف و نقاہت موسم سرما میں صبح و شام تیمم فرماتے اور نماز مکان قیام پر پڑھتے لیکن اکثر بہ جماعت ادا فرماتے بقیہ عادات کریمہ میں کچھ تفاوت نہ تھا مختصر یہ کہ تمام اوقات حضور آداب طریقہ قادریہ سے معمور تھے اور یہ انتہائے مقام فنا فی الغوث ہے۔“

”حضور اقدس قدس سرہ کبھی اپنے مجاہدات کا ذکر نہ فرماتے لیکن اس طرح کہ ایک درویش نے فلاں شغل کیا اور اس کا یہ ثمرہ ہوا۔ گاہے حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کے بیان تربیت میں ارشاد ہوتا کہ حضور نے اس طریقہ سے اصلاح فرمائی اور نتیجہ یہ ہوا۔ ظاہر آخرتہ درویشی پر قبائے علم ملے تھے لیکن علمائے ظاہر میں یہ بات کہاں، نہ کسی کو اس کے افعال و وضع پر ملامت ہے نہ کسی کی خاطر سے بیان احکام شرعیہ میں مداخلت ہے نہ سختی سے نصیحت، نہ کسی کا پاس و جاہت، ہر بات میں ایک مشفقانہ انداز سے تقریر ترغیب و تنہید اور احکام شرعیہ کے فضائل و حقائق ان کے بجالانے کی تاکید بعض حضرات اکابر کے ان کے متعلق قصص و حکایات اپنے آبائے کرام کے ارشادات و معمولات کا بیان ہوتا خدام سنتے اور متاثر ہوتے۔“ (۳۵)

آپ کی عبادت و ریاضت، مجاہدہ و تکمیل سلوک اور معمولات کے احوال آپ کی مشہور زمانہ تصنیف ”سراج العوارف“ میں خود آپ کی زبانی بھی دست یاب ہیں، جن کے درج ہونے کا مقصد بھی یقیناً یہی ہوگا کہ تشنگان شریعت و معرفت اس بحر ناپیدا کنار سے اپنی تربیت و اصلاح مجاہدہ و ریاضت کے لیے گوہر نایاب نکالیں گے۔ سرکار نور ”سراج العوارف“ میں فرماتے ہیں:

”اس فقیر کو صفائی قلب اور تزکیہ اور اسمائی اور صفاتی تجلیوں کے حاصل کرنے کے لیے بعض اسموں اور دعاؤں کی دعوت کا کافی اتفاق ہوا میں نے بیس سال کی عمر میں تنہائی اختیار کی اور تیس سال تک اکثر خلوت ہی میں روزہ دار رہا۔ میں نے کبھی لمبی مدت کے لیے

روزے نہیں چھوڑے اور اس دوران میں نے دو تین بار بلکہ اس سے زیادہ دعوت اسما اور حسب ذیل دعائیں ورد میں رکھیں۔ (۱) حزب البحر۔ (۲) سورہ واقعہ۔ (۳) سورہ منزل۔ (۴) اسماء اصحاب کھف۔ (۵) آیت: اللہ لطیف بعبادہ۔ (۶) دعوت چہل اسماء بطور خمسہ خاندان کی مختصر ترکیب کے مطابق۔ (۷) اسم بدوح سادہ۔ (۸) اسم بدوح باموکل۔ (۹) آیہ کریمہ۔ (۱۰) اسم انہ ولی الالہیۃ۔ (۱۱) اسم یا بدیع العجاہب۔ (۱۲) اسم یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیعہ اللہ۔ (۱۳) عمل شجرہ زر۔ (۱۴) عمل دعائے حیدری۔ ان اسماء اور دعاؤں کو میں سالہا سال بار بار عامل کی شرطوں کی ادائیگی اور زکات کے لیے معمول بنایا اور ان کی روحانیت اور تجلیات سے فیض پایا اور جلالی و جمالی غذاؤں اور مکروہات کو ترک کیا۔“ (۳۶)

حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے نہ صرف اس کی تاکید دوسروں کو فرمائی بلکہ نو برس کی عمر سے خود اس کے پابند رہے اس سلسلہ میں سراج العوارف میں ارشاد فرماتے ہیں:

”رات دن کے اوقات اس طرح مقرر کریں کہ جب رات کا کچھ حصہ باقی رہ جائے تو اٹھ بٹھیں اور بات کیے بغیر فوراً کلمہ طیبہ پڑھیں اس لیے کہ مسلمان کا دل سونے سے اٹھنے کے بعد تمام نفسانی اور شیطانی باتوں سے پاک ہوتا ہے تو جب کلمہ کا ذکر اس پر نقش کیا جائے گا تو یہ نقش جم جائے گا ورنہ کچھ ہی دیر میں یہی خطرے دوبارہ دل میں داخل ہو جائیں گے اور کلمہ کی تاثیر برباد ہوگی اور اس میں کلمہ کا نقش نہ ٹھہرے گا۔ لہذا کلمہ طیبہ پڑھ کر بستر سے اٹھنا چاہیے تاکہ سالک کا دل یاد الہی سے روشن رہے۔ پھر اس کے بعد طہارت استنجا اور وضو سے فارغ ہو کر نماز تہجد ادا کرے یہ چھ سلام سے بارہ بارہ رکعتیں ہیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھیں اور اس کے بعد مرشد کی تعلیم کے مطابق ذکر و شغل اور مراقبہ میں مشغول ہو جائیں یہاں تک کہ صبح صادق ظاہر ہو جائے اب پھر دوبارہ طہارت وغیرہ کر کے فجر کی نماز باجماعت مسجد میں ادا کر کے بات نہ کرے اور اپنے باطن کی طرف متوجہ ہو جائے یہاں تک کہ سورج ایک نیزہ بلند ہو جائے اب نماز اشراق ادا کرے یہ چار رکعتیں دو سلام سے ہیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار پڑھے اس کے بعد اپنے خاندان کے زبانی معمولات اور وظائف اپنی قیام گاہ پر پڑھے جب چوتھائی دن کا کچھ حصہ گزر جائے اس وقت نماز چاشت ادا کرے یہ چار رکعت دو سلام سے ہیں اور ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اخلاص تین تین بار

پڑھے پھر درگاہ معلیٰ میں حاضر ہو کر وہاں کچھ وظیفہ پڑھے اور اس کا ثواب بزرگوں کی روحوں کو نذر کرے اور اس کے بعد دوسرے کاموں مثلاً پڑھنا، پڑھانا، محنت مزدوری، نوکری جو بطور حلال ہو، ان کی طرف متوجہ ہو اور جب دوپہر ہو جائے تو کھاپی کر سو جائے تاکہ شب بیداری کی تھکن دور ہو جائے اس کے بعد قیلولہ سے اٹھ کر طہارت اور وضو وغیرہ کر کے نماز ظہر باجماعت ادا کرے اور اب قرآن عظیم کی تلاوت کم از کم سوا پارہ کریں اور دلائل الخیرات اور حصن حصین پڑھیں اور اب کچھ دیر کے لیے دینی علوم حدیث و تفسیر کے پڑھنے پڑھانے کی طرف توجہ دے۔ دنیاوی کام باقی ہو تو اس سے نیٹ کر عصر کے وقت عصر کی نماز باجماعت پڑھ کر خاموش رہیں تاکہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت بیدار مغزی سے گزرے کہ عاشقوں کی عید یہی ہے اور اس عرصے میں باطن کی طرف توجہ کرے قلب کی طرف توجہ کرے یہاں تک کہ آفتاب میں زردی آجائے اور غروب کے قریب ہو اس وقت اس دن کے غروب ہو جانے پر حسرت کرے اور کہے کہ پورا دن گزر گیا اور میں نے اللہ عزوجل کی کوئی بندگی نہیں کی اور کیفیت طاری ہو تو روئے اور کوشش کرے کہ رونا بناوٹی نہ ہو، دکھاوانہ ہو۔ اس کے بعد نماز مغرب باجماعت ادا کر کے نماز ادا بین چھ رکعت تین سلام سے پڑھے۔ ہر رکعت میں الحمد شریف کے بعد تین تین بار سورہ اخلاص اپنے مرشدان طریقت کی روحوں کو ہدیہ ثواب کی نیت سے ادا کرے اور اس کے بعد اپنے گھر آ کر اہل و عیال کے ساتھ گزر بسر کرے یہی عادت ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ اب اگر وہ طالب علم ہے تو اپنی کتابوں کا مطالعہ کرے۔ اس کے بعد نماز عشا باجماعت ادا کر کے گزارے کے قابل کھائے پئے اور با وضو کلمہ اور درود شریف پڑھتے ہوئے سو جائے اور جب سوتے سے اٹھے تو اسی طرح عمل کرے اور باطن کی صفائی کے لیے ہمیشہ ان اوقات کا پابند رہے۔ یہ فقیر اپنے مرشد کے حکم سے نو سال کی عمر سے کامل دس برس تک ان اوقات کا پابند رہا ہے۔ (۳۷)

☆ نماز ظہر کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرے اور حصن حصین، حزب البحر اور دلائل الخیرات کی منزل ضرور ادا کرے۔ ہمارے بزرگوں کی ان اوقات میں یہی عادت تھی۔ قرآن عظیم کی تلاوت کا کم از کم درجہ سوا پارہ ہے اور حدیث و تفسیر وغیرہ کی کتابوں کی درس و تدریس بھی اسی وقت یعنی بعد ظہر ہمارا معمول ہے اس کی عادت ڈالے۔ (۳۸)

☆ اپنے خاندان کے تمام شجروں کی فاتحہ خوانی خصوصاً وہ شجرہ جس میں مرید ہے اس کی عادت ڈالے کہ اول گیارہ بار درود غوثیہ ”اللہم صلی علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم وآلہ وسلم“ پھر ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، آیت الکرسی اور سورہ اخلاص تین یا سات بار مع بسم اللہ اور پھر یہی درود غوثیہ تین یا سات بار پڑھ کر اس قرأت کا ثواب نام بنام اپنے سلسلے کے مرشدوں کو ہدیہ کرے اس کے بعد اگر اپنا پیر زندہ ہو تو اس کی سلامتی کی دعا کرے ورنہ فاتحہ میں اس کا نام بھی شامل کر لے اور ان اولیائے کرام کے وسیلے سے اپنے حق میں دعائے خیر مانگے۔ یہ فاتحہ فجر کے بعد یا مغرب کے بعد نماز ادا بین کا ثواب ملا کر ضرور پڑھتا رہے۔ (۳۹)

☆ اشراق کے بعد ایک وقت حویلی سجادگی میں دعائے حرز یمانی ایک بار دعائے حزب البحر اور چہل اسماء بطور خمسہ کو بھی اپنے اوپر لازم جانیں اور درگاہ شریف میں بزرگوں کی ارواح طیبہ کو ایصال ثواب کے لیے بیخ سورہ اور ۹۹ اسمائے حسنیٰ اور تراویح آیت الحروف تجنی معہ موکلات پڑھیں اور چہل اسماء کا درگاہ شریف میں پڑھنا بہت اچھا ہے اور درود غوثیہ کلام اور درود مستغاث بھی پڑھیں۔ (۴۰)

یہاں میں خاندان برکاتیہ کے بعض مخصوص اوراد و اشغال اور تسبیحات اس خاندان کے متوسلین کے لیے لکھتا ہوں ان پر عمل کرنا چاہیے کہ ان میں محنت کم اور فائدہ زیادہ ہے۔ ان میں سے ایک بیخ گنج صغیر ہے۔ نماز فجر کے بعد یا عزیز یا اللہ۔ نماز ظہر کے بعد یا کریم یا اللہ نماز عصر کے بعد یا جبار یا اللہ نماز مغرب کے بعد یا ستار یا اللہ اور نماز عشا کے بعد یا غفار یا اللہ ہر ایک سو مرتبہ۔

دوسرا بیخ گنج کبیر ہے۔ بعد نماز فجر ”یا حی یا قیوم لا الہ الا انت سبحانک اِنی کنت من الظالمین“ ایک سو گیارہ بار اول آخر درود شریف تین تین بار۔ اس کے بعد آیت کریمہ ”فاستجبنا لہ ونجیناہ من الغم وکذلک ننجزی المؤمنین۔“ گیارہ بار پڑھیں۔ بعد ظہر ”یا حی یا قیوم برحمتک استغیث“ ایک سو گیارہ بار، اول آخر درود شریف تین تین بار۔ بعد عصر ”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ ایک سو گیارہ بار، اول آخر درود شریف تین تین بار۔ بعد مغرب ”رب انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین“ ایک سو گیارہ بار، اول آخر درود شریف تین تین بار۔ بعد عشا ”وافوض امری الی اللہ اِنَّ اللہ

بصیر بالعباد“ ایک سو گیارہ بار، درود شریف اول آخر تین بار۔

(تیرہ اور اد میں سے دس کا ذکر ہو چکا) اب ہم باقی تین کا ذکر کرتے ہیں، پہلا ”فسہل یا الہی کل صعب بحرمة سید الابرار سہل“ ایک سو گیارہ مرتبہ، اول آخر درود شریف تین تین بار۔ دوسرا ”اللہ صمدی من عندک مددی و علیک معتمدی“ دس بار اور ”ناو علی“ ایک سو دس بار، اول آخر درود شریف تین تین بار۔ اسی طرح ”یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ“ ایک سو گیارہ بار، اول آخر درود شریف تین تین بار اور تیسرا درود غوثیہ ہے ”اللہم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم وآلہ وسلم“ تین بار اور اسی وقت اسی طرح یہی درود شریف مع درود اویسیہ ساٹھ بار پڑھیں۔ درود اویسیہ یہ ہے: ”اللہم صل علی سیدنا محمد بعدد ما عندک من العدد فی کل لمحۃ من الأزل إلى الأبد وآلہ وسلم“۔

چوتھے ان میں سے اشغال خمسہ (پانچ اشغال) ہیں اور وہ پانچ پنج گانہ نمازوں کے بعد ہیں اور یہ سب ایسی سانس میں ہو کہ زبان کو اس کی خبر نہ ہو (یعنی صرف سانس سے ادا کیا جائے زبان شامل نہ ہو) یہ سب گیارہ مرتبہ کہا جائے۔ ان کے بعد سلام ہو، درمیان میں کوئی کلام نہ کیا جائے۔ پھر جب تم فارغ ہو تو کھڑے ہو جاؤ۔ فجر کے بعد تم ہیلہ شانی کا نصف حصہ زور سے ادا کرو (یعنی لا الہ الا اللہ اس قدر بلند آواز سے کہو کہ قریب والے کو سنائی دے سکے)۔ قلب بیلغری سے ام الممدوری تک تم اپنے سر کو اٹھائے ہوئے ہو اور تم مثبت حصہ (الا اللہ) کو سانس نکالتے ہوئے پہلے کے برعکس اپنے سر کو جھکاتے ہوئے ہلکی سی ضرب لگاؤ، فجر کی نماز کے بعد، ظہر کی نماز کے بعد صرف اس کے مثبت حصہ (الا اللہ) کو اسی طرح تقسیم کرتے ہوئے۔ اول لام معرفہ ہے اور دوسرا لام اصل کلمے کے لام سے آخر تک اس کو ساکن کرتے ہوئے اور پیش کو ظاہر کرتے ہوئے پڑھو۔ اور بعد نماز عصر صرف مقدس علم (اللہ) اسی طرح تقسیم کرتے ہوئے معروف حالت میں اور معروف مذکورہ بالا طریقے میں یعنی ساکن کرتے ہوئے۔ بعد نماز مغرب اسی طرح مگر پیش کو ظاہر کرتے ہوئے۔ بعد نماز عشا، فجر کی طرح ضمیر کو اسم ظاہر کی جگہ رکھتے ہوئے اور واؤ پر وقف کرتے ہوئے۔

ہر فرض نماز کے بعد شجرہ چشتیہ کی رعایت سے گیارہ گیارہ بار نفی و اثبات دوضربی کی ضربیں زور سے لگانی چاہئیں اس طرح کہ لا الہ ناف سے بہ آواز بلند اٹھائے اور دماغ تک

لے جائے وہاں سے الا اللہ دوسرے سانس میں نیچے لاتے ہوئے بلند آواز اور پوری طاقت سے دل پر ضرب لگائے اس کے بعد دعا کرے۔ بزرگان مارہرہ کا ان سب پر عمل ہے۔ (۴۱)

شریعت کی پاس داری:

نور العارفین حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ والرضوان احکام شریعت کا حد درجہ پاس و لحاظ رکھتے تھے، اگر کسی سے شریعت مطہرہ کے خلاف کوئی کام دیکھتے تو بڑی دانش مندی اور حکمت عملی سے اس کی اصلاح فرماتے، آپ نے اپنی تصنیف لطیف ”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ میں جگہ جگہ اپنی مریدین، متوسلین، اہل تعلق اور وابستگان سلسلہ کو حکم شریعت کا التزام کرنے کی تلقین فرمائی ہے، اور انھیں شرعی احکام کے مطابق زندگی گزارنے کی نصیحت کی ہے، اس تعلق سے جاہل متصوفین کی بھی خوب خبر لی ہے، بعض متصوفین اپنے آپ کو شرعی پابندیوں سے بالاتر سمجھتے ہیں اور جب ان سے شریعت کی پاس داری کرنے کے لیے کہا جاتا ہے تو بڑی بے باکی سے کہہ دیتے ہیں کہ ہم اہل طریقت ہیں، ہمیں شریعت سے کیا کام؟ شریعت پر عمل کرنا تو عام مسلمانوں اور مولویوں کا کام ہے۔ حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان ایسے ناعاقبت اندیش جاہل متصوفین کی تردید کرتے ہوئے اور شریعت کی قرار واقعی حیثیت بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) بعض جاہل صوفی بننے والے کہتے ہیں کہ شریعت کا راستہ الگ ہے اور طریقت کا راستہ الگ، تو ہم صوفیوں کو شریعت سے کیا کام؟ اے بے وقوف! سنو اور ہوش میں آؤ، میں تمہاری ہدایت کے لیے کہتا ہوں، اللہ تم پر رحم کرے، اور تمہاری ہدایت کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دو مقام کے حامل تھے۔ اللہ تعالیٰ جل جلالہ کی بارگاہ سے بھٹکے ہوؤں کی ہدایت، اور ناقصوں کو مکمل کرنے کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے، اور دونوں باتوں کا حق بہترین طریقے سے ادا کیا۔ ایک احکام نبوت کی ہدایت اور دوسرے تکمیل ولایت، احکام نبوت تو ظاہر ہیں، اور تکمیل ولایت سے مراد خلق کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ کرنا، اور مخلوق کو خالق سے قریب لے جانا۔ لہذا آپ پہلے اسلام کی تعلیم دیتے تھے اور احکام شریعت پر استقامت بخشتے تھے پھر درجہ ولایت پر پہنچاتے تھے۔ اس کے خلاف کبھی عمل میں نہیں آیا یعنی بغیر مسلمان کیے یا احکام شریعت سے دور رکھ کر آپ نے کسی کو درجہ

کے لیے مسجدوں کی حاضری اختیار کریں۔ خصوصاً والدین اور مرشد اور علوم دین کے اساتذہ اور ان کی اولاد کا نہایت ادب کریں۔

دوسرے یہ کہ قول و فعل میں شریعت محمدیہ کے پے روی اور طریقت کے احکام پر قائم رہنے کے بعد ایسے پیر کے ہاتھ پر مرید ہوں جس میں یہ تین شرطیں دیکھ لیں۔ پہلی: یہ کہ وہ مسلمان اور سنی مذہب کا پے روی ہو۔ دوسری یہ کہ شریعت کا پابند ہو۔ تیسری: یہ کہ اس کا مسلک صحیح ہو، یعنی اہل سنت و جماعت کا مذہب رکھتا ہو، شریعت کا پابند ہو، اور طریقت میں کسی صحیح السلسلہ پیر کا مرید اور خلیفہ ہو۔ (۴۳)

(۳) بعض جاہل فقیر اپنے آپ کو شریعت کے خلاف رکھتے ہیں، مثلاً داڑھی منڈانا یا کتروانا، بھنگ اور شراب پینا، ریشمی کپڑے پہننا، فحش اور بے ہودہ باتیں زبان سے ادا کرنا اور بھی بہت سی خلاف شرع باتیں کرنا۔ اگر ایسے لوگوں کو نصیحت کی جائے تو کہتے ہیں ہم تو ”فرقہ ملامتیہ“ سے ہیں۔ تم خوب سمجھ لو کہ یہ بڑے گمراہ ہیں۔ یہ ملامتیوں کا طریقہ نہیں ہے۔ ملامتی تو وہ ہوتے ہیں جو شریعت کے مستحبات میں سے کسی مستحب کو بھی نہیں چھوڑتے لیکن بارگاہ الہی میں جو قرب انھیں حاصل ہے اسے مخلوق سے چھپاتے ہیں۔ وہ شریعت کے خلاف نہیں جاتے اور ملامتیہ ہونے کا دعویٰ کر کے سرکش نہیں بن جاتے، ایسے ملامتیہ تو باطل پرست ہوتے ہیں، حق پرستی سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ ایسے لوگوں کی وضع اور طریقے سے دور رہنا چاہیے۔ یہاں مجھے ایک حکایت یاد آئی جس سے بات خوب واضح ہو جائے گی۔ پہلے زمانہ میں شوہر اور بیوی تھے شوہر ملامتی فرقے سے تعلق رکھتا تھا یعنی اس راہ کی ریاضتیں اور مجاہدے ظاہر نہ کرتا بلکہ مخلوق سے پوشیدہ رکھتا، اس کی بیوی ہمیشہ غصہ کرتی کہ میں تجھے کبھی حق کی طرف متوجہ نہیں دیکھتی۔ وہ کہتا کہ کیا کروں مخلوق میں ایک میں ہی برا ہوں اللہ مجھے بخشے۔ ایک رات اس کی بیوی سوتے سے اٹھی اور کیا دیکھتی ہے کہ شوہر حق کی طرف متوجہ ہے اور ذکر میں ڈوبا ہوا ہے، وہ بہت خوش ہوئی اور صبح اپنے شوہر سے بولی کہ خدا کا شکر ہے کہ آج رات گتھی سلجھ گئی کہ تم اپنی ریاضت کو چھپاتے ہو۔ اس نے کہا تجھے کیسے معلوم ہوا؟ بیوی نے جواب دیا کہ کچھیل رات میں نے دیکھا کہ تم یا دالہی میں مصروف ہو اور تمہیں کسی بات کی خبر نہ تھی شوہر نے تین بار پوچھا کہ کیا تو سچ کہتی ہے واقعی تو نے دیکھا۔ بیوی نے کہا خدا کی قسم میں نے تجھے دیکھا۔ شوہر نے یہ سنا اور انتہائی شرمندگی سے اپنی جان

ولایت سے سرفراز نہیں فرمایا۔ خدا کی قسم کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ یہ ہو سکتا تھا۔ جو حق کے طالب ہیں وہ احکام الہی سے بچ نہیں سکتے۔ کان کھول کر سنو کہ شریعت درخت ہے اور طریقت اس کا پھل، پھل بغیر درخت کے نہیں پیدا ہو سکتا۔ بہت سے درخت ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں پھل نہیں آتا۔ جان لو کہ جب تک تم درخت کی پرورش نہ کرو گے پھل نہیں پاؤ گے۔ یہی حال انسان کا ہے کہ وہ دو حالتوں سے خالی نہیں، مومن یا کافر، پھر مومن کی دو قسمیں ہیں: نیکو کار یا بدکار۔ نیکو کار کی دو قسمیں ہیں: عالم یا جاہل، پھر عالم دو قسم کے ہیں: عالم احکام نبوت یا عالم احکام ولایت، پھر ولایت کی دو صورتیں ہیں عام یا خاص، عام: ”اللہ ولی الذین امنوا“ سے مستنبط ہوتا ہے یعنی ہر مومن خدا کا ولی ہے، اور خاص سے مراد ہے فنا فی اللہ باقی باللہ یعنی بندہ سے تمام موجودات کا شعور اٹھ جائے اور ذات باری تعالیٰ میں کھو جائے۔ یہ ولایت خاصہ ہے کہ سالکوں کو مجاہدے اور باطنی ریاضت کی برکت سے صرف اللہ کی رحمت سے نصیب ہوتی ہے، اور ولایت عامہ تو صرف اسلام لانے سے بمقابلہ کافر حاصل ہو جاتی ہے۔ مومن کافر کے مقابلے میں ولی ہے۔ اور نیکو کار بدکار کے مقابلہ میں ولی ہے، اور عالم جاہل کے مقابلے میں ولی ہے۔ ان باتوں سے معلوم ہو گیا کہ ولایت خاصہ بغیر اسلام اور بلا قبول احکام نہیں پائی جاسکتی۔ ہاں اسلام بغیر ولایت خاصہ پایا جاتا ہے، جو مسلمان ولی نہ ہو اس کی مثال درخت کی طرح ہے اور عارف مسلمان کی مثال پھل دار درخت کی طرح ہے، ہر مسلمان کے لیے ولی اور عارف ہونا ضروری نہیں ہے بہت اسے ایسے مسلمان ہیں جو عارف نہیں ہیں مگر عارف ہونے کے لیے اسلام اور شریعت کی پیروی لازم ہے۔ (۴۲)

(۲) وصیت اول: یہ کہ ایمان و اسلام کے قبول کے بعد اہل سنت و جماعت کے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں اور مسلک حنفی و مشرب قادری پر اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ و پیراستہ رکھیں۔ یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت علیا کے موافق رکھیں اور شریعت میں امام اعظم ابوحنیفہ کو فی کے اور طریقت میں حضرت غوث اعظم جیلی (جیلانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے متبع رہیں۔

اور اسلام کے سب احکام کی پیروی اور فرماں برداری اپنے اوپر لازم پکڑیں اور علمائے دین اور فقراء مخلصین کا ادب کرنے کی کوشش کریں، اور جماعت کے ساتھ نماز

اکابر قدست اسرار ہم کہاں ہیں جو طالب کو ایک نظر میں ظاہر و باطن کی نعمتیں بخش دیں اور تکمیل کلی کر دیں۔

☆ سادات کرام کی تعظیم و خدمت، علما کا احترام، فقرا سے (حسن) سلوک، اہل حاجت کی حاجت برآری، یتیموں پر شفقت، مفلسوں پر عطا، غربا کی پاس داری، یہ سب اسی شجرہ عالیہ کی شاخیں تھیں۔ مذہباً حنفی متصلاً مشرباً غیور قادری تھے۔ اکابر ظاہر و باطن کو بکمال ادب یاد فرماتے اور ظاہر شریعت پر استقامت کو لازمی ارشاد فرماتے۔ حضور شیخ فرید الدین گنج شکر قدس سرہ الانوار کا قول نقل فرماتے کہ: عارف ذلت سے گر کر طریقت میں اور ذلت طریقت سے گر کر شریعت میں آجاتا ہے، جو شریعت سے گرے گا اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ یہ بالکل درست اور سچا ارشاد ہے تو اسی انتہائے کمال شریعت اور شریعت کو طریقت کہتے ہیں۔

اور فرماتے ہیں:

یہ بات غلط ہے کہ طریقت، شریعت سے جدا یا اس کے خلاف ہے۔ اہل شریعت کا وصول (پہنچنا) اگرچہ دیر میں ہوتا ہے لیکن یہ شاہراہ نہایت صاف سیدھی اور خطرات سے محفوظ ہے اور یہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی راہ ہے۔ راہ طریقت نہایت پیچ دار اور مشکل، ہزاروں خطرات پر شامل ہے، اس میں بے دنگیری مرشد کامل، راہ یابی دشوار ہے اور یہ حضور مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کا طریقہ ہے۔ اس میں بہرہبری مرشد کامل اور اتباع سالک (کامل) پیر کی راہ نمائی اور سالک راہ کی پیروی) سے وصول (پہنچنا) جلد ہوتا ہے۔

معاملات میں حضور اقدس (نوری میاں) قدس سرہ کا اتباع شریعت کہیں دیکھا ہی نہیں۔ (۴۵)

بہر حال سرکار نور کی حیات طیبہ کے ہر گوشے میں شرعی احکام کا التزام اور ان کا پاس و لحاظ پورے طور پر روشن اور تابندہ نظر آتا ہے، بلکہ اس کے بھی نمونے ملتے ہیں کہ اگر کسی سے حکم شرع کی خلاف ورزی سرزد ہوئی تو آپ نے بڑی حکمت عملی اور تدبیر سے اس کی اصلاح فرمائی اور اس کی حیثیت عرفی سے مرعوب نہ ہوئے، لیکن امکانی حد تک اس کی حیثیت عرفی کا لحاظ ضرور رکھا۔

حضرت مولانا قاضی غلام شہر قادری برکاتی نوری اپنی کتاب ”تذکرہ نوری“ میں

خدا کو سونپ دی۔ ایسے لوگوں کو ملا متی کہنا درست ہے۔ بدنہبوں اور خلاف شرع چلنے والوں کو ملا متی کہنا بالکل غلط ہے۔ (۴۴)

سرکار نور کے خلیفہ، مرید خاص اور آپ کی بارگاہ کے حاضر باش حضرت مولانا قاضی غلام شہر قادری برکاتی بدایونی آپ کے اس وصف خاص کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”پوری کوشش سے التزام ظاہر شریعت کا ظہور جس طرح ہمارے آقا (نوری میاں) قدس سرہ میں تھا اس وقت کے اکثر مشائخ اس سے محروم ہیں۔“

☆ عبادت و آداب میں مستحبات تک کبھی حضور سے ترک نہ ہوتے۔

☆ بدعات و شبہات و رسوم مروجہ مشائخ عصر سے احتراز (اجتناب) قطعی فرماتے۔

☆ وقت بیعت کبھی مریدہ (مرید ہونے والی عورت) کا ہاتھ نہ چھوتے، روبرو (سامنے) آنے کی اجازت نہ دیتے۔

☆ آیات اسماء لکھ کر چراغ میں جلانے کی اجازت نہ ملتی۔ فلیتہ میں عبارت نہ ہوتی صرف اعداد تحریر فرماتے کہ احراق حروف (حروف کو جلانا) ممنوع ہے۔ سوائے چند ادعیہ سریانیہ کے جن کے معانی معلوم ہیں اور ان ادعیہ سے جن کے معانی معلوم نہ ہوں ممانعت فرماتے۔

☆ بعض نقوش جو مشائخ حال نے خون سے لکھنا تجویز کیے ہیں ان کو مشک و زعفران کے سوا کبھی خون سے نہ لکھنے دیتے۔

☆ وہ اعمال (عملیات) جو مضرت مخالف (دشمن کو نقصان پہنچانے) کے واسطے ہیں اس طور پر مرجعت فرماتے کہ اولاً کسی عالم متدین سے استفتا کرو کہ فلاں سبب سے وہ شخص کسی سزا کا مستحق ہے یا نہیں؟ اگر ہے بقدر اسی سزا کے اس کو مضرت جو حقیقتاً دفع مضرت ہے پہنچا سکتے ہو پھر بھی بہتر یہی ہے کہ ظالم کے ظلم پر صبر کرو۔ خدا تعالیٰ کہ تہا رہے، تمہارے ساتھ ہوگا، اور ظالم سے انتقام لے گا۔ کسی خسیس متاع دنیوی کے نقصان میں صبر ہی درکار ہے، البتہ ہتک حرمت شریعت (شریعت کی آبرو خطرے میں پڑنے) کے وقت حسب ضرورت انتظام ضروری ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

”فقراء خدام مخلوق و بندہ خالق حقیقی ہیں، یہ ایذا رساں نہیں ہوتے۔“

☆ جو خدام علم ظاہر سے آراستہ نہ ہوتے ان کو ترغیب دیتے (حصول علم کی) بے علم دین سیکھے اس راہ طریقت کو جاننا، اس پر سلوک (چلنا) سخت دشوار ہے۔ اب وہ حضرات

لکھتے ہیں:

”حضور اقدس (حضرت نوری میاں) کی علاقائی ہم شیرہ نواب سید نور الدین حسین خاں صاحب رئیس اعظم بڑودہ کی زوجہ تھیں۔ نواب صاحب مرحوم کا تمام خاندان حضرت شاہ نظام الدین فخری دہلوی قدس سرہ کا مرید تھا۔ ایک بار حضرت شاہ صاحب مرحوم ایسے موقع پر بڑودہ پہنچے کہ ہمارے حضور اقدس قدس سرہ تشریف فرما تھے۔ شاہ صاحب حسب دستور محل سرائے کے زنانے میں تشریف لے گئے اور سب بیگمات نذریں لے کے حاضر ہوئیں۔ حضور اقدس قدس سرہ سے آپ کی ہم شیرہ صاحبہ نے دریافت کیا کہ میں بھی جا کر نذر دکھاؤں؟ حضور اقدس نے ارشاد فرمایا کہ تم ہرگز نہ جاؤ، ہم ذمہ دار ہیں، شاہ صاحب خفانہ ہوں گے۔

تھوڑی دیر میں حضور اقدس (حضرت نوری میاں) قدس سرہ حضرت شاہ صاحب سے ملے اور اثنائے تقریر میں فرمایا نواب سید نور الدین حسین خاں صاحب کی بی بی میری بہن ہیں۔ وہ خود نذر دکھانے سے معذور ہیں، میں نذر لایا ہوں۔ شاہ صاحب قدس سرہ نے اوّل حال قرابت مفصل پوچھا پھر بکمال معذرت فرمایا کہ میں خود اس رسم لغو سے بے زار ہوں۔ کیا کروں یہ لوگ نہیں مانتے۔ میں آپ کے خاندان عالی شان اور اس کے اتباع شریعت سے خوب واقف ہوں۔ زہار بیگم صاحبہ مکرمہ اقدس ان لوگوں کی نہ کریں میں ان کی نذر بخیاں احترام و عزت آپ کے خاندان عالی شان کے ہمیشہ کو معاف کرتا ہوں اور آئندہ کبھی محل سرائے میں بغیر اطلاع و پردہ کرائے نہ جاؤں گا۔“ (۴۶)

قربان جائیے سرکار نور کے احترام شریعت، دینی حمیت اور بصیرت پر کہ بڑے نفیس اور لطیف پرائے میں آپ نے شاہ صاحب دہلوی کی اصلاح فرمادی اور ہمیشہ کے لیے اس خلاف شرع رسم کو بند کرادیا، اور اپنے پاکیزہ خانوادے کے آداب اور احترام شریعت کی داد بھی اُن سے لے لی۔

دامن پہ کوئی دھبا، نہ خنجر پہ کوئی داغ
تم قتل کرو ہو کہ کرامات کرو ہو

دین میں استقامت اور پختگی:

دین پر استقامت اور ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندے کا وہ محبوب وصف

ہے جس کے باعث وہ اس بندے کی نصرت و حمایت کے لیے آسمان سے رحمت کے فرشتے اتارتا ہے جو بندہ کو نازک اور دشوار حالات کا مقابلہ کرنے کا حوصلہ بخشتے ہیں، دل سے خوف و دہشت دور کر کے اسے سکون و طمانیت سے ہم کنار کرتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ.

سراج السالکین امام المتصلین سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ اپنے ایمان و عقیدہ اور مسلک و مشرب پر پوری زندگی نہایت سختی سے قائم رہے، نازک سے نازک حالات میں بھی آپ کے پائے استقامت میں ذرا بھی لغزش نہ ہوئی، مصائب و شدائد کی تیز و تند آندھیوں میں بھی آپ نے اپنے دین و عقیدہ اور مذہب و مسلک کے بارے میں کوئی سمجھوتا نہیں کیا، بد مذہبوں اور بد عقیدہ لوگوں سے ہمیشہ اپنے آپ کو دور اور نفور رکھا اور اپنے مریدین اور اہل تعلق کو بھی ہمیشہ اسی کی تعلیم دیتے رہے، اپنی تصنیف لطیف ”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ لمعۃ اولیٰ فرماتے ہیں:

”اپنے سچے دین پر اتنے سخت اور مضبوط ہوں کہ دوسرے متعصب جانیں، اس لیے کہ دین حق میں مضبوطی پسندیدہ بات ہے اور دین باطل پر مضبوطی حماقت اور بری چیز ہے۔“ (۴۷)

لمعۃ اولیٰ کی ابتدا ہی میں وابستگان سلسلہ کو نصیحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اول یہ ہے کہ ایمان اور اسلام کے قبول کے بعد اہل سنت و جماعت کے مذہب پر مضبوطی سے قائم رہیں، مسلک حنفیہ اور مشرب قادریہ پر اپنے ظاہر اور باطن کو آراستہ و پیارا ستہ رکھیں یعنی ظاہر کو شریعت غرا اور باطن کو طریقت علما کے موافق رکھیں۔“ (۴۸)

سرکار نور قدس سرہ عقیدہ و ایمان کو دین کی اصل اور جڑ قرار دیتے اور بد عقیدگی کو منزل مقصود تک رسائی میں سب سے بڑی رکاوٹ تصور فرماتے۔ سراج العوارف کے لمعۃ ثانیہ کا آغاز کچھ اس طرح کرتے ہیں:

”اے عزیز! اللہ تعالیٰ تیری اصلاح فرمائے، اچھی طرح سمجھ لو کہ عقیدہ کی درستگی ہر کام کی جڑ ہے۔ عقیدہ کی خرابی خداے جبار کے غضب کا سبب ہے اور دوزخ میں جانے کا

کرام کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور یہ وہابی رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس بلکہ خداے عزوجل کی بارگاہ میں گستاخیاں اور بے ادبیاں کرتے ہیں چنانچہ خداے تعالیٰ سے جھوٹ بولنے کا امکان اور علم و صدق وغیرہ صفات الہیہ کو اختیاری مانتے ہیں۔ اللہ کی پناہ اس فرقہ سے۔ اس فرقہ کی آخری کوشش کا نتیجہ فرقہ نیچریہ ہے۔ ابلیس کی بد معاش ماں نے ایک بیٹی پیدا کی۔ جب تک وہ کم عمر رہتی ہے اسے وہابی کہا جاتا ہے اور جب بالغ ہوتی اور الحاد کا خون اس کی رگوں میں جوش مارتا ہے اور وہ اپنے شوہر کفر کا منہ دیکھتی ہے تو نیچریت کہی جاتی ہے۔ ان دونوں فرقوں سے بہت دور رہنا ضروری ہے کہ کالے سانپ اور راستہ بھٹکانے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کی صحبت سے اپنی امان میں رکھے۔ آمین۔ (۵۱)

تصرفات و کرامات:

اہل اللہ اور مقربان بارگاہ الہی عام حالات میں اپنے تصرفات و کرامات کو ظاہر نہیں فرماتے لیکن جب ان کا اظہار ناگزیر ہو جاتا ہے تو بہ قدر ضرورت ان سے تصرفات کا ظہور ہوتا ہے، حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان بھی انھیں اولیاء اللہ اور مقربان بارگاہ میں سے تھے، جن سے بہ وقت ضرورت روحانی تصرفات اور کرامات کا ظہور ہوا ہے، ذیل میں اس تعلق سے چند واقعات حاضر خدمت ہیں:

(۱) ڈاکٹر محمد ناصر خاں مارہروی کسی موضع میں بسلسلہ علاج تشریف لے گئے تھے۔ ایک شخص نے ان کے یہاں حاضر ہو کر کہا: قریب ہی ایک موضع میں ایک مریض کی حالت سخت خراب ہے آپ چل کر دیکھ لیں، معقول فیس بھی پیش کی۔ ڈاکٹر صاحب اس کے ہمراہ روانہ ہو گئے۔ چند کوس چلنے کے بعد کنارہ دریا پر واقع ایک وحشت ناک جنگل میں پہنچے، شخص مذکور نے یہاں تھم کر آواز دی اور فوراً دو شخص لاٹھیاں لیے ہوئے آ گئے۔ تینوں بد معاشوں نے چاہا کہ ڈاکٹر صاحب کا سامان و نقد چھین لیں اور قتل کر کے دریا میں ڈال دیں۔ ڈاکٹر صاحب کو سخت خوف لاحق ہوا، قریب الموت ہو گئے۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ کو دل میں یاد کر کے استغاثہ کیا کہ اللہ مدد فرمائیے۔ اس خیال کے ساتھ ہی دیکھا کہ ایک جانب سے حضرت تشریف لائے اور اشارہ فرمایا: کھبر او نہیں ہم آ گئے۔ حضرت کے آنے

راستہ ہے، اللہ پناہ دے کہ وہ عزت و مغفرت والا ہے۔ خراب عقیدہ رکھنے والا کتنی ہی عبادت کیوں نہ کرے، منزل کو نہ پہنچ سکے گا، اور وہ اس شخص کی طرح ہے کہ جو کعبہ کا ارادہ کرے اور پیٹھ کعبہ کی طرف کرے، کہ جتنا بھاگے گا کعبہ سے دور ہی ہوتا جائے گا۔ اس لیے ضرورت ہے کہ سب سے پہلے انسان اپنے تمام عقیدے مذہب اہل سنت کے مطابق درست کرے، اور سچا سنی بن جائے، پھر اس کے بعد باطن کی طرف توجہ دے کہ اس راہ میں قدم ڈالے، کیوں کہ خداے تعالیٰ تک رسائی اہل سنت کے عقائد اختیار کیے بغیر ممکن ہی نہیں۔ اس فقیر (ابوالحسن احمد نوری) نے اس سلسلے میں ایک مختصر رسالہ رکھا ہے جو فائدہ پہنچانے کے اعتبار سے مکمل ہے، اس رسالہ کا نام ”العسل المصفی فی عقائد ارباب سنة المصطفیٰ“ ہے۔ (۴۹)

سرکار نور قدس سرہ نے بد مذہبوں بد عقیدہ لوگوں سے ہمیشہ دوری رکھی، اور اپنے مریدین اور متوسلین کو اسی طرح ان سے دور و نفور رہنے کی تعلیم بھی دی۔ بد مذہبوں سے شادی بیاہ کرنے سے سختی کے ساتھ منع فرمایا، اور اسے دنیا اور آخرت دونوں میں گھاٹے کا سودہ بتایا۔ آپ ”سراج العوارف“، ”لمعۃ پنجم“ کے بتیسویں نور میں لکھتے ہیں:

”بدعتیوں اور گمراہوں سے رشتہ نہ کریں، کیوں کہ ان کی صحبت میں کھلا ہوا نقصان ہے جو آنے والی نسل میں اثر کرے گا، چنانچہ بارہا تجربے میں آچکا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی صورتوں میں نکاح کے صحیح ہونے میں خلل اور فساد ہوتا ہے، اور بہت سے مواقع پر تو نکاح مردود و باطل ہے، جیسے خارجی، رافضی، وہابی اور نیچری وغیرہ، بلکہ شیعہ اور تفسیلیوں سے بھی نکاح بہتر نہیں ہے کہ تفسیل رض میں ہے اور رض کفر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔ اگر اس نصیحت پر عمل نہ کرو گے تو دنیا میں بھی خرابی ہوگی اور بہ روز حشر بھی خداے قہار کے سخت عذاب اور حساب میں گرفتار ہو گئے۔“ (۵۰)

اس زمانہ ۱۲۲۹ھ میں ہندوستان میں ایک گمراہ فرقہ پیدا ہوا، جس کی شروعات بدعت اور ایک دوسرے کو لڑانے سے ہوتی ہے اور اس کا انجام الحاد و زندقہ ہے۔ عرب میں اسے وہابی کہتے ہیں، جو ابن عبد الوہاب نجدی سے منسوب ہے۔ یہ ایک شیطان تھا جو عرب شریف میں پیدا ہوا تھا۔ ہرگز ہرگز اس گمراہ فرقہ سے میل جول نہ رکھیں اور اس مکار گروہ کی پہچان کے لیے بس یہی کافی ہے جو ہم کہتے ہیں کہ یہ فرقہ رافضیوں کا بچا ہے۔ رافضی صحابہ

سے وہ تینوں دفع ہو گئے۔ اب ڈاکٹر پریشان تھے کہ اس اندھیری رات میں کہاں جاؤں۔ ارشاد ہوا ہمارے ساتھ چلے آؤ۔ تھوڑی دیر میں اسی آبادی میں پہنچ گئے جہاں سے وہ بد معاش لے گیا تھا۔ آبادی کے قریب پہنچ کر حضرت نے فرمایا کہ تم آبادی میں چلو، اور خود علاحدہ ہو گئے۔ انھوں نے خیال کیا شاید رفع حاجت کے لیے ٹھہرے ہیں۔ راستے بھر ہیبت واقعہ کے سبب سے حضرت سے کچھ پوچھنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ گاؤں میں پہنچ کر شدید بخار اور غشی میں مبتلا رہے۔ دوسرے دن وہاں سے روانہ ہو کر اپنے گھر مارہرہ شریف پہنچے۔ معلوم ہوا کہ آج صبح سے کئی بار حضرت کے خادم آ کر دریافت کر گئے ہیں کہ ڈاکٹر آئے یا نہیں۔ یہ بھی حکم ہے کہ آنے کے بعد فوراً خدمت اقدس میں حاضر ہوں۔ حسب حکم حاضر خدمت ہوئے اور قدم پوس ہو کر سامنے کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے فرمایا: یہ بات قابل تذکرہ نہیں۔ عرض کیا اگر یہ قصہ اپنے دوستوں سے نہ کہوں گا، مر جاؤں گا۔ فرمایا اچھا جب ہم مارہرہ سے چلے جائیں مختصراً کہنا یہ تمہارا حسن اعتقاد اور حضرات پیران سلسلہ کا کرم تھا۔ (۵۲)

(۲) ایک بار شاہ جہاں پور سرکار نور قدس سرہ کی تشریف ارزانی ہوئی۔ ایک خادم کے مکان پر دعوت تھی۔ قریب ہی قاضی محمود رضا شیعہ کا مکان تھا۔ یہ صاحب شاہ جہاں پور میں وکالت کرتے تھے۔ حضرت کی دعوت کا حال معلوم کر کے مشائخ پر طعن کیا اور ان کے تصرفات سے منکر ہوئے۔ یہ بات حضرت تک پہنچی تو وکیل مذکور بلا کر ارشاد فرمایا۔ ہر چند کہ ہم میں کوئی قابلیت نہیں لیکن بزرگ خاندان سے منتسب ہیں۔ کہو کیا چاہتے ہو؟ انھوں نے قلت آمدنی اور کثرت خرچ کا حال ذکر کر کے خرچ نہ چلنے کی شکایت کی۔ فرمایا: اچھا یہ نقش کھدوا لو۔ یہ چراغ اس ترتیب سے جلاؤ، پڑھو۔ تعمیل حکم پر ان کی آمدنی بڑے بڑے وکلا سے بڑھ گئی اور فارغ البال ہو گئے۔

کچھ دنوں بعد مطمئن ہو کر وظیفہ چھوڑ دیا اور چراغ باندھ کر اندرونی دالان کے اندر لمبے طاق پر رکھ دیا۔ ایک دن علی الصباح ایک کو آیا اور دالان میں جا کر چراغ اٹھا لے گیا۔ ان کے کام کا وہی پہلا سا حال ہو گیا۔ کچھ عرصہ بعد حضرت پھر شاہ جہاں پور میں جلوہ افروز ہوئے تو وکیل مذکور حاضر ہو کر بکمال تواضع اس نقش کے طالب ہوئے۔ حضرت نے فرمایا الحمد للہ! تم نے اکابر مارہرہ کا تصرف دیکھ لیا، لیکن تم نااہل ثابت ہوئے اس لیے ہم بھی معذور ہیں۔ (۵۳)

(۳) خانوادہ برکاتیہ کے دیرینہ خادم سید سردار خان صاحب کے یہاں بمبئی میں ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء میں حضرت نوری میاں قیام پذیر تھے سید صاحب نے عرض کیا۔ بزرگان مارہرہ کے تصرفات میں نے بہت سنے ہیں۔ لیکن آنکھوں سے بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ حضور نظام بادشاہ دکن (میر محبوب علی خاں متونی: ۱۹۱۱ء) میرے والد مرحوم اور مجھ سے ناراض ہیں۔ آپ سے میری استدعا ہے کہ وہ بمبئی تشریف لائیں میرے مکان پر ٹھہریں، میری خطا معاف کریں۔ حضرت نے فرمایا ہم نے کب آپ سے کہا ہے کہ ہم کچھ کر سکتے ہیں، ہم کو یہ دعویٰ ہی نہیں۔ سید صاحب مصر ہوئے تو فرمایا کہ ممکن ہے کہ وہ بمبئی تشریف لائیں۔ اس میں کوئی تعجب بھی نہیں کیوں کہ اکثر وہ سیر و سفر کیا کرتے ہیں۔ یہ بھی بعید نہیں کہ آپ کے مکان پر ٹھہریں۔ آخر آپ بھی معزز، متوسل سلطنت ہیں۔ کچھ انتظار کیجیے لیکن ضرور ہے کہ اگر نظام تشریف لائے اور آپ کے حسب مراد نتیجہ نکلا تو ہمارے ایک خادم کی سفارش کر دیجیے گا۔

چند روز بعد سید صاحب کے نام بادشاہ دکن کا تار آیا کہ معلوم ہوا کہ ہندوستان کے کوئی بزرگ تمہارے مکان پر تشریف فرما ہیں۔ تم انھیں لے کر فوراً حیدر آباد پہنچو۔ سید صاحب نے تار حضرت کی خدمت میں پیش کیا، ارشاد فرمایا جواب دے دو، فقیر کو حیدر آباد حاضری کی کوئی ضرورت درپیش نہیں۔ جلد وطن واپسی کا قصد ہے۔ یہ جواب دکن پہنچا تو دوسرا تار آیا کہ ہم خود بمبئی آتے ہیں، حضرت کو مقیم رکھو۔ نظام فوراً اسپیشل ٹرین سے بمبئی کے لیے روانہ ہو گئے۔ جب سید صاحب کو اطلاع روانگی کا تار ملا تو پورے مطمئن ہو گئے اور حضرت سے کیے ہوئے وعدے پر غور کرنے لگے۔ آخر یہ قصد کیا کہ حضرت کو کیا خبر ہوگی؟ عرض کر دوں گا کہ میں نے کہہ دیا۔ دوسرے دن تار پہنچا کہ حضور نظام بمبئی کے لیے روانہ ہوئے تھے لیکن فلاں اسٹیشن سے اسپیشل ٹرین حیدر آباد کو واپس ہو گیا۔ یہ معلوم کر کے سید صاحب بہت مایوس ہوئے اور حاضر ہو کر عرض کیا۔ حضرت نوری میاں علیہ الرحمہ نے ارشاد فرمایا: سید صاحب! فقیر کو آپ کی معاونت درکار نہیں۔ لیکن حال معلوم ہو گیا۔ خیر چندے اور انتظار کیجیے۔ نظام ضرور تشریف لائیں گے۔

کچھ وقفے سے نظام تشریف لائے اور سید صاحب کے اسی مسافر خانہ میں ٹھہرے جس میں سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ ٹھہرے تھے۔ دوسرے دن بادشاہ نے ایک صاحب کے

ذریعہ خدمت اقدس میں استدعا بھیجی کہ سلام کو حاضر ہونا چاہتا ہوں، تخلیہ کی ضرورت ہے۔ حضرت نے جواب دیا: فقیر ہر وقت تخلیہ میں ہے۔ میرے یہاں حاجب دربان نہیں۔ نہ کسی آنے والے کے لیے کوئی روک ٹوک ہے۔ ہر شخص کو اجازت ہے جس وقت چاہیں تشریف لائیں۔ نظام آئے بکمال ادب ملے اور چارپائی پر حضرت کے بائیں بیٹھے۔ حضرت نے کرسی طلب فرمائی اور یہ کہہ کر اس پر باصرار بٹھایا کہ آپ سلطان اسلام ہیں، ہر مسلمان کو آپ کی عزت کرنا ضروری ہے۔ مزاج پرسی وغیرہ کرنے کے بعد نظام نے عرض کیا۔ میں حضور کو حیدر آباد چلنے کی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔ فرمایا مجھ کو وطن میں کچھ ضرورتیں ہیں۔ اس وقت معذور ہوں، فرمائیں اس تکلیف سفر کی وجہ اور فقیر سے غرض کیا ہے؟

نظام نے عرض کیا: معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خانوادہ برکاتیہ میں دعاے سیف الرحمن ہے اور حضور اس کے حاکم ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اجازت دعا مرحمت ہو۔ فرمایا: یہ سچ ہے کہ میرے گھر میں دعا ہے۔ نیز مجھ کو اپنے اکابر سے اجازت ہے اور میں پڑھتا ہوں۔ لیکن یہ چیز فقرا کے کام کی ہے، بادشاہوں کے لائق نہیں۔ دعا ترک خلاق چاہتی ہے اور آپ کے دامن دولت سے ایک عالم وابستہ ہے، تاہم مجھ کو دعا کی اجازت دینے میں عذر نہیں۔ اگر صرف اجازت قراءت درکار ہے، میں اجازت دیتا ہوں، آپ پڑھیے۔ اگر باقاعدہ اجازت عمل مطلوب ہو، آپ کو تکلیف ہوگی۔ اس دعا کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ طالب اجازت دینے والے کے پس پشت کھڑا رہے، یہاں تک کہ اجازت دینے والا قراءت دعا کے بعد وہ نسخہ طالب کو عطا فرمائے۔ یہ سن کر حضرت نظام فوراً حضرت کے پس پشت کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے وظائف میں سے دعاے سیف الرحمن نکال کر قراءت فرمائی۔ درمیان قراءت بادشاہ کو ریشہ پیدا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بیٹھ گئے، پھر باادب کھڑے ہو گئے۔ حضرت نے دعا ختم کر کے حسب قاعدہ خرچہ کے ساتھ حضور نظام کو مرحمت فرمائی۔

بادشاہ نے آداب عرض کر کے شکر یہ ادا کیا اور ایک بڑی شان دار نذر پیش کی حضرت نے ارشاد فرمایا میرے آبا و اجداد قدس اسرار ہم مریدوں سے نذر لیتے تھے اور میں بھی لیتا ہوں۔ لیکن آپ مرید نہیں، اور آپ نے مجھ سے دعائے یمانی (اسی دعا کا ایک نام یہ بھی ہے) کی اجازت لی ہے۔ فقیر دعا کو فروخت نہیں کرتا۔ اب یہ قیمت دعا ہو جاتی

ہے، اگر طلب دعا سے پہلے فقیر کو کچھ مرحمت ہوتا عذر نہ ہوتا کہ شاہان اسلام فقر پر مہربانیاں کرتے اور ان کے مصارف کی کفالت کرتے رہے ہیں، لیکن میں اس شاہانہ عطیہ کے قابل نہیں ہوں اور نہ اس کی ضرورت ہے۔ البتہ فاتحہ اکابر شرط اجازت ہے، اپنے خادم سے اشارہ فرمایا، شیرنی حاضر ہو گئی، حضرت نے فاتحہ کی اور اس میں ایک حصہ سلطان کو مرحمت فرمایا۔ حضور نظام نے بکمال ادب و اخلاص حصہ لیا اور اسی وقت تناول فرمایا جو قطعاً دستور سلطنت کے خلاف تھا۔ (۵۴)

(۴) حکیم اشفاق حسین، ساکن بریلی روایت کرتے ہیں کہ میں مارہرہ شریف خدمت حضور اقدس حضرت نوری میاں قدس سرہ میں حاضر ہوا شب کا وقت تھا حضرت نے فرمایا کہ حکیم صاحب! آم کھانے کو دل چاہتا ہے کہیں سے لاؤ۔ میں نے عرض کیا: رات کے دس بج گئے ہیں، موسم بھی ختم ہو گیا، اب آم کہاں مل سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا تلاش کرو کسی جگہ مل جائیں گے، کچھ پیسے مرحمت فرمائے، میں صرف تعمیل حکم کی غرض سے اٹھا، مجھ کو یقین تھا کہ آم مارہرہ میں نہیں ہے، جن جگہوں پر خیال تھا ان سب دکانوں اور گھروں پر گیا اور آم تلاش کیے۔ جب کہیں پتہ نہ لگا حیران سرک پر کھڑا ہو گیا کہ حضرت کو کیا جواب دوں؟ اسی حال میں ایک گاڑی آئی ہوئی معلوم ہوئی جو کاس گنج کی جانب سے آرہی تھی، میں نے پوچھا گاڑی میں کیا ہے؟ اور کہاں لے جاؤ گے؟ جواب ملا: اس میں آم ہیں دور سے لائے ہیں، کل بازار میں بیچیں گے، میں نے فوراً آٹھ آنے کے آم خرید لیے اور لے کر حاضر ہوا۔ حضور نے کچھ تناول اور کچھ تقسیم فرمائے، میں علی الصباح بازار میں اس خیال سے پہنچا کہ تھوڑے آم اور خرید کر حضور میں حاضر کر دوں۔ تمام بازار تلاش کیا ہر شخص سے پوچھا کہ شب جو گاڑی آموں کی آئی تھی وہ کہاں ہے؟ کسی نے دیکھنے کا بھی اقبال نہ کیا۔

(۵) ۱۳۰۵ھ میں حضور اقدس سرکار نوری میاں قدس سرہ غریب خانے پر رونق افروز ہیں۔ ایک مارگیر چند سانپ لے کر حاضر ہوا اور حضور کے روپوش کیے۔ ایک لوٹا میں ایک علاحدہ بند تھا، اس کو نہ کھولا۔ فرمایا: اس لوٹے میں کیا ہے؟ اس نے عرض کیا: کہ بڑا زبردست سانپ ہے جو ابھی بنایا نہیں گیا ہے۔ حکم ہوا اسے بھی کھولو۔ مارگیر نے چند بار عذر کیا، آخر مجبوراً بہت ڈرتے ہوئے لوٹا کا منہ کھول دیا اور فوراً علاحدہ ہو گیا۔ سانپ نکلا اور مارگیر کی طرف تیزی سے بڑھا۔ حضرت اقدس کے دست مبارک میں چھڑی تھی، وہ اس

کے لگا دی اور فرمایا: واقعی اچھا سانپ ہے، چھڑی کامس ہونا تھا کہ اس کی سب تیزی جاتی رہی اور مثل بے جان ہو گیا۔ حضور اقدس سانپ کو چھڑی سے جس جانب چاہتے لوٹا دیتے ہیں اور وہ مثل مردہ کے پڑا ہوا ہے۔ مار گرنے عرض کیا یہ حضور کا تصرف ہے ورنہ اس مجمع میں سے کوئی نہ بچتا۔ (۵۵)

(۶) اس خادم (غلام شبر نوری) کا وقت اخیر ہے اور حضور اقدس قدس سرہ اس عالم سے پردہ فرما چکے ہیں، چالیس برس بعد ایک راز کا اظہار ہوتا ہے۔ حضرت والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کو ایک جایداد ظاہر اہل صلہ خیر خواہی اور حقیقتاً عوض معافیات، گورنمنٹ سے عطا ہوئی تھی جس پر اس خادم کا خاندان قابض تھا۔ بعض واقعات ایسے پیش آئے کہ جایداد زیر بار قرضہ ہو گئی۔ خادم نے خلوت میں اس کے متعلق عرض کیا۔ ارشاد فرمایا کہ یہ جایداد باقی نہ رہے گی، کوشش بے سود ہے۔ اس حکم قطعی کے بعد حسب عادت بطور ستر حال تاویلات فرمائیں اور بطور تسلی تدابیر مرحمت ہوں، لیکن اس خادم کو قطعی یقین ہو گیا اور باوجود کوشش ظاہری پھر کبھی اس کے متعلق حضور میں کچھ عرض نہیں کیا۔ اگر کبھی خود حضور اقدس قدس سرہ نے حالات دریافت فرمائے، تنہائی میں عرض کر دیا کہ خادم حکم والا سن چکا ہے اور بہ کمال استقلال منتظر وقت ہے۔ بہ کمال فرحت فرمایا یہ خیال نہ کرنا کہ تیری راحت و تکلیف اس جایداد پر منحصر ہے۔ مسبب الاسباب اور سامان پیدا فرما دے گا اور تمہارا وقت بلا تکلف آرام سے بسر ہوگا، جو غرض جایداد سے ہے وہ ہمیشہ پوری ہوگی، زندگی آسائش سے گزرے گی۔ حسب ارشاد حضور اقدس قدس سرہ وہ جایداد سب تلف ہو گئی اور خدا کا شکر ہے کہ باوجود افزونی اخراجات و اہل و عیال براحت و آرام بسر ہو رہی ہے، کبھی کسی ضروری چیز کی تکلیف نہیں ہوتی، یہ ضرور ہے کہ جایداد اور روپیہ پاس نہیں، لیکن حضور اقدس قدس سرہ کی برکت حکم سے کبھی کوئی ضرورت بند نہیں رہتی، جس وقت جس قدر کی ضرورت پیش آ جاتی ہے، اس کے اسباب غیب سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ واللہ علی ذلک۔ (۵۶)

(۷) حضور نوری میاں قدس سرہ رونق افروز موضع جھنڈولی ضلع بلند شہر ہیں، خدام کے مجمع میں یہ خادم (غلام شبر نوری) بھی حاضر ہے۔ وقت بعد مغرب ہے، حضور دعائے سیف الرحمن قراءت فرما رہے ہیں۔ اس خادم کو خیال ہوا کہ کاش خدام دعا کو میں دیکھتا۔ فوراً حضرت اقدس نے دستک دی۔ مکان کی جنوبی دیوار اس ناچیز کی نظر سے غائب ہو گئی اور وہ

سامان جو پشت مکان پر ایک رعایا کا تھا صاف نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر میں اس صحن میں اور وسعت ہوئی، اور ایک بڑا میدان سرسبز و شاداب پیش نظر ہو گیا۔ اس میں ایک انبوہ کثیر نہایت شان دار لوگوں کا نظر آیا۔ اکثر ان میں ہاتھیوں اور گھوڑوں پر مسلح سوار تھے، نہایت عمدہ، شاہانہ لباس، اور بہت صیقل اسلحہ تھے، لیکن یہ ساری جماعت برقعہ پوش تھی، خادم کو چہرہ کسی کا نظر نہیں آیا۔ تخمیناً ۱۰۰ ارمنٹ تک خادم اس مجمع کو بغور دیکھتا رہا، اور سخت متعجب تھا۔ اسی اثنا میں حضور نے دوسری دستک دی، وہ سامان نظر سے مخفی ہو گیا۔ وہی مقام اور وہی جلسہ قائم تھا، حاضرین میں سے کوئی خبردار نہ تھا۔ حضور اقدس قدس سرہ نے اس عاجز پر ایک نگاہ متبسمانہ ڈالی اور خاموش ہو گئے۔

(۸) حضور سرکار نوری میاں اس فقیر (غلام شبر نوری) کے غریب خانہ پر رونق افروز ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ عمل شجرہ زر کی زکات دینی و دنیوی دونوں کاموں کو مفید ہے۔ خادم نے عرض کیا، سنا ہے خدام عمل، عامل کو ڈراتے ہیں اور اگر عامل ڈر گیا تو سخت پریشانیوں رو بکا رہوتی ہیں، اور اپنے ایک عزیز بھائی کا قصہ عرض کیا، ارشاد فرمایا: اکثر یہ خطرات دو صورتوں میں پیدا ہوتے ہیں، اولاً: صاحب اجازت کا حکم عمل نہ ہونا، یا عامل کا اس کی غیبت (عدم موجودگی) میں عمل شروع کرنا اور ترکیب عمل میں نقص و غلطی واقع ہو جانا، ثانیاً: عمل کو محض بہ طلب مفاد دنیا پڑھنا، جس سے خدام کو خیال تکلیف پیدا ہو جاتا ہے اور وہ موقع دیکھ کر عمل کو خراب کر دیتے ہیں، جو لوگ صرف دینی غرض سے پڑھتے ہیں ان کو عمل خراب کرنے کے بجائے مدد و اصلاح دیتے ہیں اور انس کرتے ہیں۔ ہمارے خاندان میں کبھی یہ عمل بغرض حصول دنیا نہیں پڑھا جاتا۔ آج وقت قراءت عمل حاضر رہنا۔ جس وقت حضور اقدس نے عمل کو شروع فرمایا، یہ خادم کمرہ کے دروازے پر حاضر رہا۔ عمل فرما کر حضور اقدس نے دستک دی اور ایک جماعت نہایت شان و شوکت والی نہایت عمدہ لباس سے حضور کے روبرو حاضر ہو گئی، یہ فقیر نکشتم خود دیکھ رہا ہے۔ حضور اقدس قدس سرہ نے اس جماعت کو خطاب کر کے فرمایا کہ آج آپ صاحبوں کو ایک خاص وجہ سے تکلیف دی گئی ہے، وہ یہ کہ ہم چالیس برس سے آپ صاحبوں سے ملاقات کر رہے ہیں، کیا کبھی کوئی خدمت ذاتی ہم نے آپ صاحبوں سے چاہی ہے۔ سب نے دست بستہ نفی میں جواب دیا اور عرض کیا، ہم محکوم ہیں، جو حکم ہو فوراً تعمیل کی جائے۔ حضور نے فرمایا کہ آج میں اپنے ایک خادم کو جو دروازہ پر حاضر

ہے اجازتِ خاص اس عمل کی دوں گا، اور آپ صاحبوں سے درخواست ہے کہ یہ شخص جب عمل شروع کرے آپ اس کی معاونت کریں اور فوراً آثارِ عمل کھل جائیں، اگر احیاناً کوئی بے قاعدگی بھی ہو جائے، ہماری خاطر سے درگزر کی جائے۔ سب نے نہایت خوشی سے تسلیم کیا۔ حضور نے اجازتِ رخصت دی اور وہ مجمعِ غائب ہو گیا۔ اب اس خادم کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا کہ اب کیا عذر ہے؟ اور وہ چراغِ زریں اپنا پڑھا ہوا مرحمت فرمایا۔ الحمد للہ علی ذلک۔

(۹) مفتی مولوی محمد حسن خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ عثمانی بریلوی جو موروثی خادم خانوادہٴ برکات تھے اور حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کے مرید باخلاص تھے، مارہرہ شریف حاضر ہوئے، اور حضور اقدس سے عرض کیا کہ مفتی مولوی ابوالحسن صاحب مرحوم میرے والد ماجد کو حضور اقدس اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چہل اسماء کے کسی اسم کے موکل سے ایک مہرہ طلب فرما کر مرحمت فرمادیا تھا، جس سے بہت سے مشکل کام بے آسانی طے ہو گئے، وہ کسی بے احتیاطی کی وجہ سے گم ہو گیا، میں مفتی ابوالحسن مرحوم کا اور آپ حضور اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین ہیں، وہ مہرہ مجھ کو منگا دیجیے اور اس پر سخت اصرار کیا، حضور نوری میاں قدس سرہ نے اولاً عذر فرمایا کہ قیاس آپ کا ٹھیک نہیں، بھلا ہم کو حضرت جدی سید شاہ آل احمد صاحب قدس سرہ کی حکومت سے کیا نسبت ہے؟ لیکن مفتی صاحب نہ مانے اور حضور اقدس نے وقتِ قراءت چہل اسماءِ خدامِ عمل سے دریافت فرمایا کہ مہرہ کون لایا تھا اور کیوں واپس لے لیا؟ حالات معلوم فرما کر مہرہ طلب فرمایا اور مفتی صاحب کو دے دیا۔ اس مہرہ کے عجب خواص تھے، چہل اسماء جو مخصوص خدام کو عنایت ہوتے تھے، ان میں یہ اسرار بھی درج ہوتے۔

(۱۰) ایک بار حضور نوری میاں قدس سرہ قصبہ سوروں ضلع ایٹہ میں رونق افروز ہیں اور ایک معتقد کے مکان پر قیام ہے، صاحب خانہ کا بچہ جو صغیر سن اور ذہین و شوخ تھا اس موقع پر حاضر ہے، کچھ ذکرِ حکومتِ حضرات اکابر مارہرہ قدس سرہ است اسرار ہم آ گیا، اس بچہ نے گستاخانہ عرض کیا: حضور والا آدمی پر حکومت ممکن ہے کہ ذی عقل ہے، لیکن حیوانات پر ممکن نہیں، یہ مکان کی کھونٹیوں پر چڑیاں بیٹھی ہیں اگر حضور کے بلانے پر آجائیں تو ہم کو یقین ہو، حضور نے مسکرا کر ارشاد فرمایا، تمہارا دل ان چڑیوں کے پکڑنے کو ہوتا ہوگا، میاں یہ تو ہماری پروردہ ہیں، دیکھو ہم بلائیں گے فوراً آجائیں گی، تم سے ڈرتی ہیں، پکڑ لو گے، مار ڈالو گے۔ یہ فرما

کر دست شریف اس جانب جدھر چڑیاں بیٹھی تھیں دراز فرمادیا، فوراً اڑ کر حضور کے دست شریف پر نہایت سکون و اطمینان سے آ بیٹھی آپ نے فرمایا، اڑ جاؤ، لڑکا آتا ہے پکڑ لے گا، اڑ گئی، دوبارہ بلایا، پھر فوراً آئی اور حکم پاتے ہی اڑ گئی۔

(۱۱) سرکار نوری میاں علیہ الرحمہ کی حقیقی بھانجی حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے عقد میں تھیں۔ ان کے یہاں ولادت ہونے والی تھی۔ وہ تکلیف سے پریشان تھیں، حضرت نوری میاں قدس سرہ تشریف لائے اور ”تحفہ قلندری“ یعنی سیح غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک منکا نکال کر ان کے گلے میں ڈال دیا اور فرمایا کہ پریشان کیوں ہوتی ہو، تمہاری جو اولاد پیدا ہوگی اس کے سبب دین کا بہت کام ہوگا اور وہ بیٹھا مجھ جیسا ہوگا۔ یہ خوش خبری تھی سراج العرفا تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ کی پیدائش کی۔ بزرگ اہل خاندان بتاتے ہیں کہ حضرت محمد میاں صاحب قدس سرہ کی شکل و صورت حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ سے بے حد مشابہ تھی۔ علم دین اور استقامت فی الدین کے لیے بھی حضرت محمد میاں صاحب قدس سرہ نے جو کام کیے، وہ دنیا سے سنیت پر پوشیدہ نہیں ہیں۔ خاندانِ برکات میں شاید ہی کسی بزرگ نے ان سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہوں۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ کا عطا کردہ منکا حضرت حاجی میاں قدس سرہ، حضرت تاج العلماء قدس سرہ سے ہوتا ہوا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان تک آیا اور اب ان کے جانشین امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی کی تحویل میں ہے۔ (۵۷)

اہل سلوک کے لیے تعلیماتِ نوری:

نور العارفین سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری قدس سرہ اپنے اسلاف کے سچے جانشین اور اربابِ ارادت کے لیے صحیح معنوں میں مرشد تھے، آپ نہ صرف بزرگوں کے اذکار و اعمال کے حامل تھے بلکہ دل کی گہرائیوں سے اس بات کے خواہاں تھے کہ آپ کے اہل تعلق اور وابستگانِ سلسلہ بھی ان اور اذکار اور معمولات کے پابند ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندے اور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وفا دار امتی بن کر دنیا و آخرت کی سعادتوں اور کامرانیوں سے بہرہ مند ہوں۔ اسی لیے آپ نے قرآن و حدیث اور ارشاداتِ مشائخ کی روشنی میں اہل سلوک کے لیے تعلیمات و ارشادات کا خزانہ تحریری شکل

کام میاں رومی ہے) کے اعتبار سے زیادتی کسی کام میں درست نہیں، مگر ذکر الہی میں اس کی اجازت اور چھوٹ ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ ذکر الہی کی کثرت کرو یہاں تک کہ لوگ کہیں کہ یہ مجنوں ہے۔ یہ روایت ”معجم الطبرانی الكبير“ اور ”ابن السنی“ کی کتاب ”عمل الیوم واللیلہ“ میں حضرت معاذ بن جبل سے مروی ہے۔ (۶۰)

● ریاکاری عبادت کے لیے زہر قاتل:

عبادت میں دکھاوانہ کرو، اس لیے کہ دکھاوے سے عمل برباد ہو جاتے ہیں، کسی کے دیکھنے نہ دیکھنے کی طرف توجہ ہی نہ دو۔ عبادت خدا کے لیے ہی کرو، یہی بارگاہِ خداوندی میں قابل قبول ہے۔ نفی عبادتیں سب کے سامنے نہ کرو بلکہ چھپ کر کرو۔

● راہِ سلوک کی سات غلطیاں:

اہل سلوک کے لیے راہِ سلوک میں سات قسم کی غلطیاں ہو سکتی ہیں، پہلی: اعراض، یعنی طالب کی مطلوب سے بے توجہی، دوسری: حجاب، یعنی طالب و مطلوب کے درمیان ایک پردہ سا آجائے اور طالب مطلوب کو نہ دیکھے، تیسری: تقاض، یعنی طالب و مطلوب کے درمیان جدائی، چوتھی: سلب، یعنی طالب کو مطلوب سے جو نسبت حاصل تھی اس میں کمی ہو جائے، پانچویں: سلب قدیم، یعنی نسبت سلب ہوئے عرصہ گزر چکا اور اب بھی گزر رہا ہے، چھٹی: تسلی، یعنی مطلوب کو طالب کی طلب کی کوئی پرواہ نہیں اور اس سے کوئی رشتہ نہ رہا، طلب کرے یا نہ کرے، ساتویں: عداوت، یعنی طالب و مطلوب میں دشمنی پیدا ہو گئی اور مطلوب، طالب کی طلب کو برا جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس غضب اور محرومی سے پناہ۔ اس عداوت کا کوئی علاج نہیں، بلکہ ایمان کے سلب ہونے کا ڈر ہے۔ اور اگر اس کا علاج نہ کیا جائے تو ہوتے ہوتے آخر میں یہی نوبت آتی ہے، تو ضروری ہے کہ پہلی بھول پر ہی ہوشیار ہو جائے تاکہ بعد والی غلطیاں نہ ہوں ورنہ دین و دنیا کا نقصان ہے۔ اللہ ہماری حفاظت کر، اللہ ہمیں محفوظ رکھ، الہی ہمیں اپنی حفاظت میں لے۔

● اہل کشف کے لیے کشف کا پوشیدہ رکھنا لازم ہے:

آنے والے حالات کا اگر کشف ہو جائے تو جب تک وہ واقعہ نہ ہو جائے، ان پر نہ تو خود اعتبار کرے، نہ مخلوق کو بتائے، کیوں کہ واقعہ نہ ہونے کی صورت میں جھوٹا مشہور ہو

میں یادگار چھوڑا۔ ذیل میں آپ کی کتاب ”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ سے کچھ منتخب نصیحتیں اور ہدایتیں ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں:

● راہِ سلوک میں کامیابی کے لیے رسالہ ”عمل معمول“ پر عمل ضروری:

اللہ تمہیں دونوں جہان میں بھلائی کی توفیق دے، یاد رکھو کہ جب کوئی سچا سالک راہِ سلوک کے بیابان میں اپنا قدم رکھتا ہے اور وصالِ الہی حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے حضرت میر سید محمد کالپوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے رسالہ مبارکہ ”عمل معمول“ پر عمل کرنا چاہیے، یہ رسالہ نوسکھوں کے لیے بہت فائدہ مند اور کافی ہے۔ (۵۸)

● اربابِ سلوک کے لیے شبانہ روز کے معمولات:

فرض نمازوں کی پابندی اور باجماعت ادائیگی کے بعد ایسی روش اختیار کریں کہ تہجد کی عادت پڑ جائے اور یہ راہِ سلوک کی اہم چیز ہے اور اس وقت سے طلوع آفتاب تک نمازِ اشراق ادا کرنے کے بعد کچھ اذکار سے ادا کرتے رہیں یہاں تک کہ چار گھڑی دن چڑھ آئے۔ اب نمازِ چاشت ادا کر کے روزی حاصل کرنے کی طرف توجہ کریں، یہاں تک کہ دو پہر ہو جائے۔ اب کچھ کھاپی کر تھوڑی دیر قیلولہ کریں۔ قیلولہ کے بعد ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر پھر کچھ قرآن کریم اور درود شریف پڑھیں اور پھر گزارے کے قابل کمانے کی فکر کریں۔ یہاں تک کہ عصر کا وقت آجائے، اور عصر کی نماز ادا کریں، پھر باطنی سبق کی طرف توجہ کریں، یہاں تک کہ مغرب کا وقت آجائے۔ نمازِ مغرب کے بعد نمازِ اوایین پڑھیں، اور اپنے اہل و عیال کی طرف متوجہ ہوں، یہاں تک کہ عشا کا وقت آجائے تو عشا کی نماز پڑھ کر کچھ کھانا کھا کر باوجود درود پڑھتے ہوئے سو جائیں۔ اگر نمازِ تہجد نہ پڑھ سکتے ہوں تو صبح جلدی اٹھیں اور جو اوراد میں نے لکھے ہیں انہیں پورا کریں۔ اس زمانے میں یہی کافی ہے، البتہ ہمارے مرشد نے فرمایا ہے کہ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت ذرا مشکل ہوتا ہے اسے نباہنے میں حد بھر کوشش کریں۔ (۵۹)

● ذکرِ الہی خوب کرو:

ذکرِ الہی اتنا کرو کہ دوسرے تمہیں مجنوں کہیں اگرچہ ”خَیْرُ الْأُمُور أَوْسَطُهَا“ (بہترین

ہے، ایک تو یہ کہ معاذ اللہ ایمان ہی سلب ہو جائے اور دوسری یہ کہ دنیا کے خیال اور محبت میں مرجائے یعنی آخری وقت میں دنیا کے مال و متاع، بیوی بچوں اور دوستوں کی محبت کا خیال ہو اور یہی دنیا ہے۔ یہ بھی خاتمہ کی برائیوں سے ہے اور اس صورت میں آدمی گنہگار مہرہ ہے اور اس خیال کی وجہ سے وہ کچھ سختی اٹھاتا ہے اور پھر نجات پاتا ہے۔ خدا کے خاص بندے اس برے انجام سے ڈرتے ہیں تو تم کیا چیز ہو کہ بے فکر پڑے ہو۔ یا اللہ ہمیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا غوثِ اعظم کے طفیل دونوں برائیوں سے محفوظ رکھ۔ (۶۱)

● اللہ تعالیٰ تک رسائی کے راستے بے شمار ہیں:

رب عز و جل تک رسائی نہ خاص ذکر و شغل سے ہے، نہ اس کا راستہ ذکر و شغل پر منحصر ہے۔ اللہ تک رسائی کی بہت سی راہیں ہیں تو جس راہ سے خدا تک رسائی ہو جائے، اور اس سے اطمینان ہو جائے وہی تیرے لیے ذکر اور شغل ہے، اسی کو اللہ تک رسائی کا راستہ سمجھو اور اسی پر عمل کرو، صوفیائے کرام فرماتے ہیں کہ خدا تک رسائی کے راستے مخلوق کی سانسوں کے برابر ہیں (یعنی بے شمار ہیں) اگر کسی شخص کو یہ راستہ دینی کتابوں کے مطالعہ سے حاصل ہوا اور اسے اطمینان نصیب ہو تو اس شخص کے لیے یہی راستہ ذکر و شغل ہے اور اگر کسی کو نیک بندوں کی صحبت سے نصیب ہو جائے تو یہی صحبت اس کے لیے ذکر اور شغل ہے۔ چنانچہ علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ذکر کی فضیلت صرف تسبیح و تہلیل میں منحصر نہیں ہے، بلکہ کسی کام میں رب عز و جل کی اطاعت کرنے والا ذکر ہے۔ میں نے یہ بات اپنے شیخ رضی اللہ عنہ کی تعلیم سے لکھی اور اس ولی (شاہ آل رسول) نے ارشاد فرمایا۔ (۶۲)

● دن کے کچھ معمولات:

نمازِ ظہر کے بعد قرآن شریف کی تلاوت کرے اور حصن حصین، حزب البحر اور دلائل الخیرات کی منزل ضرور ادا کرے، ہمارے بزرگوں کی ان اوقات میں یہی عادت تھی۔ قرآن شریف کی تلاوت کا کم از کم درجہ سوا پارہ ہے اور حدیث و تفسیر وغیرہ کی درس و تدریس بھی اسی وقت یعنی بعدِ ظہر ہمارا معمول ہے۔ اس کی عادت ڈالے۔

جائے گا، اس لیے کہ شانِ خداوندی ایک ہی عنوان پر نہیں ہے بلکہ ”کل یوم ہو فی شان“ (وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے) تو جس وقت تجھے وہ بات کشف سے معلوم ہوئی، ہو سکتا ہے وہی صحیح اور درست ہو اور اب شانِ پروردگار لطف سے قہر کی طرف یا قہر سے لطف کی طرف آگئی اور تیرے علم کے خلاف ظاہر ہوا تو تو اس کے اظہار کی وجہ سے نادم اور شرمندہ ہوگا اور جھوٹا قرار پائے گا اور چھوٹے بڑے تجھ پر ہنسیں گے، یہ نصیحت حضور غوثِ اعظم کی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

● اتنا کھاؤ کہ عبادت کر سکو:

اتنا کھاؤ کہ زندہ رہ کر عبادت کر سکو، اتنا نہ کھاؤ کہ بیمار ہو جاؤ۔ ایک قابلِ حکیم کسی شہر میں ایک سال رہا، اس دوران وہاں کوئی بیمار نہ ہوا۔ لاچار حکیم وطن واپس آگیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ کیوں لوٹ آئے؟ جواب دیا کہ میں نے وہاں قیام کرنے کی ضرورت نہ سمجھی۔ اس لیے کہ وہاں کے آدمی خوب بھوک کا لحاظ کرتے ہیں۔ یعنی جب بھوک غالب آتی ہے، کھانا کھا لیتے ہیں اور تھوڑی سی بھوک باقی رہتی ہے تو ہاتھ سمیٹ لیتے ہیں، اس لیے وہ بیمار نہیں ہوتے۔ بعض تاریخ داں یہ واقعہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس کا بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ روم کے کسی بادشاہ نے اس حکیم حاذق کو صحابہ کرام کے علاج معالجہ کے لیے بطور نذرانہ روانہ کیا تھا، یہ حکیم تقریباً ایک سال مقیم رہا لیکن وہاں کوئی بیمار ہی نہیں ہوا تو یہ واپس روم چلا گیا اور صحابہ کرام کی یہ حالت اور عادت بادشاہ کو بتائی۔ تمام حاضرین دربار کو حیرت ہوئی اور سب نے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کیا۔

● ہمیشہ با وضو رہنے کی کوشش کرو:

ہمیشہ با وضو ہوتا کہ تمہاری روزی میں برکت ہو اور اگر ہیبتگی نہ کر سکو تو اکثر اوقات با وضو رہو اور اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو کم از کم پانچوں وقت تازہ وضو کرو اور اگر کسی بیماری کی وجہ سے یہ بھی نہ کر سکو تو اپنی طاقت اور کوشش بھر ضرور اس پر عمل کرو تا کہ رزق میں برکت اور ترقی کا باعث ہو۔

● سوئے خاتمہ سے ڈرتے رہو:-

اس بات سے ہمیشہ ڈرتے رہو کہ خاتمہ برانہ ہو۔ خاتمہ کی برائی دو طرح کی ہوتی

وظیفوں کی وجہ سے قلبی شغل میں کوئی حرج واقع نہ ہو، اس وقت ۱۲۶۷ھ کے آخر یا ۱۲۶۸ھ کے شروع میں یہ دعا تعلیم فرمائی۔ (۶۵)

رحلت:

سرکار نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے ۱۱/رجب المرجب ۱۳۲۲ھ کو شنبہ کے دن مارہرہ شریف میں رحلت فرمائی، اور وہیں دالانِ پائیں گنبد حضرت صاحب البرکات سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان درگاہِ معلیٰ خانقاہ برکاتیہ میں مدفون ہوئے، جہاں آپ کا مزار مبارک مربع خاص و عام ہے، وہاں حاضر ہو کر اہل عقیدت اور وابستگانِ سلسلہ فیضان و کرم کی بارش میں نہاتے اور اپنی دعاؤں کی قبولیت کا سامان کرتے ہیں۔

انتقال سے پہلے آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا تھا اور ضعف و نقاہت میں غیر معمولی اضافہ ہو گیا تھا، مگر اس نازک گھڑی میں بھی آپ کو وابستگانِ سلسلہ اور اہل تعلق کا پورا خیال تھا۔

آپ کے مرید و خلیفہ خاص حضرت مولانا قاضی غلام شبر نوری نے تذکرہ نوری میں رحلت اور اس سے پہلے کے حالات لکھے ہیں۔ اس کا خلاصہ یہ ہے:

”سالِ رحلت میں نہایت ضعف و اشتدادِ مرض میں بدایوں رونق افزہ ہوئے اور بکمالِ خادم نوازی خاص مریدوں کو طلب فرما کر ان کے چھوٹے چھوٹے بچوں کو داخلِ سلسلہ فرمایا اور صاف الفاظ میں خبرِ رحلت کا اظہار فرمایا۔ خدام کو ہر قسم نقوش و ادعیہ مرحمت فرما کر بدایوں سے مارہرہ کا قصد فرمایا۔ مارہرہ شریف میں کچھ روز قیام فرما کر سکندر راؤ کا قصد فرمایا۔ چند روز قیام ہوا تھا کہ مرض کا سخت دورہ ہوا اور حضورِ اقدس پر غشی طاری ہو گئی، صرف ہونٹوں کی حرکت معلوم ہوتی تھی، جس سے پتہ چلتا تھا کہ روح مبارک جسم میں ہے اور ذکر فرما رہے ہیں۔ پاکی سے مارہرہ مطہرہ پہنچے اور حویلی میں پہنچ کر بعد چند ساعت انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ۱۱/رجب المرجب ۱۳۲۲ھ تھا کہ آفتاب کمالات غروب ہو گیا۔ درگاہِ معلیٰ کے برآمدے جنوبی میں دفن ہوئے۔“

حضرت میاں صاحب کے وصال شریف کے وقت آپ کے پاس صرف چند پیسے تھے، لاکھوں مخلوق کی حاجت روائی کرنے والے اس شہنشاہ کے ورثہ میں چند وظائف کی

● شجرہ خوانی اور فاتحہ خوانی کی عادت ڈالیں:

اپنے خاندان کے تمام شجروں کی فاتحہ خوانی خصوصاً وہ شجرہ جس میں مرید ہے اس کی عادت ڈالے کہ اول گیارہ بار درودِ غوثیہ اللہم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم و آلہ وسلم، پھر ایک ایک مرتبہ سورہ فاتحہ، آیہ اکرسی اور سورہ اخلاص تین یا سات بار مع بسم اللہ اور پھر یہی درودِ غوثیہ تین یا سات بار پڑھ کر اس قراءت کا ثواب نام بنام اپنے سلسلے کے مرشدوں کو ہدیہ کرے، اس کے بعد اگر اپنا پیر زندہ ہو تو اس کی سلامتی کی دعا کرے، ورنہ فاتحہ میں اس کا نام بھی شامل کر لے اور ان اولیاء کرام کے وسیلے سے اپنے حق میں دعائے خیر مانگے۔ یہ فاتحہ فجر کے بعد یا مغرب کے بعد نمازِ اذان کا ثواب ملا کر ضرور پڑھتا رہے۔ (۶۳)

● ہر فرض نماز کے بعد شجرہ چشتیہ کی رعایت سے گیارہ گیارہ بار نفی و اثبات دو ضربی کی ضربیں زور سے لگانی چاہئیں، اس طرح کہ ”لا الہ“ ناف سے بہ آواز بلند اٹھائے اور دماغ تک لے جائے، وہاں سے ”الا اللہ“ دوسری سانس میں نیچے لاتے ہوئے بلند آواز اور پوری طاقت سے دل پر ضرب لگائے، اس کے بعد دعا کرے۔ بزرگانِ مارہرہ کا ان سب پر عمل تھا۔

● اشراق کے بعد ایک وقت حویلی سجادگی میں دعائے حرزِ یمانی ایک بار، دعائے حزب البحر اور چہل اسماءہ طورخمہ کو بھی اپنے اوپر لازم جانیں، اور درگاہ شریف میں بزرگوں کی ارواح طیبہ کو ایصالِ ثواب کے لیے بیچ سورہ اور ۹۹ اسمائے حسنی اور تراویح آیت الحروف تجنی مع موکلات پڑھیں اور چہل اسماء کا درگاہ شریف میں پڑھنا بہت اچھا ہے اور درودِ غوثیہ کلاں اور درودِ مستغاث بھی پڑھیں۔ (۶۴)

● راہِ سلوک میں دل کو مستقیم رکھنے کا وظیفہ:

راہِ سلوک میں اپنے دل کو مستقیم رکھنے کے لیے ہر فرض کے بعد گیارہ مرتبہ پڑھے ”یا اللہ، یا رحمن یا رحیم، دلِ ما را کن مستقیم، بحق ایاک نعبد و ایاک نستعین“ یہ حضرت مرشد کی خاص عنایت تھی کہ نصف النہار کے وقت حویلی سجادگی میں قیلولہ کے لیے تشریف رکھتے تھے، میں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا عمل ارشاد فرمائیے کہ زبانی

ازواج و اولاد:

سرکار نور قدس سرہ کا پہلا عقد نکاح ان کے عم مکرم سید شاہ ظہور حسین عرف چھٹو میاں علیہ الرحمہ کی صاحب زادی رقیہ بیگم سے ہوا، پھر مارہرہ شریف ہی میں ۱۷ جمادی الآخرہ ۱۲۸۶ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔

اور دوسرا عقد ان کی چھوٹی پھوپھی کی لڑکی اور حضور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول کی حقیقی نواسی الطاف فاطمہ بنت سید محمد حیدر سے ۱۲۸۷ھ میں ہوا۔ ان سے ۱۲۸۸ھ میں ایک صاحب زادے سید محمد الدین جیلانی پیدا ہوئے۔ لیکن ایک سال، سات ماہ کی عمر ہی میں، بمقام مارہرہ مطہرہ ان کا انتقال ہو گیا۔

حضرت سید شاہ آل رسول حسنین میاں نظمی مارہروی مدظلہ فرماتے ہیں:

”بعض خدام کی دعا پر ”کہ اللہ تعالیٰ ہم کو وارثِ سجادہ عطا فرمائے“، ارشاد فرمایا کہ ”خانوادہ برکاتیہ میں اکثر بعد سجادہ نشینی اولاد نہیں ہوتی، اگر اتفاقیہ ہو تو زندہ نہیں رہتی، اور یہ سنتِ اضطرابی ہے، دعا کرو کہ خداے تعالیٰ فیضانِ خاندانِ برکاتیہ قائم رکھے اور وارث فیوضِ روحانی ہوتے رہیں، ہمارے بہت بیٹے ہیں۔“ (۶۸)

سرکار نور قدس سرہ کے جب کوئی صلیبی اولاد باقی نہ رہی تو آپ نے اپنا جانشین اپنے عم زاد بھائی کے صاحب زادے سید علی حسن عرف اقبال کو مقرر کیا، لیکن ان کا انتقال بھی سرکار نور میاں علیہ الرحمہ کی زندگی ہی میں ہو گیا۔ (۶۹)

مریدین اور خلفائے کرام:

سراج السالکین حضرت نور میاں قدس سرہ کی ذاتِ بابرکت میں برکاتیت کی وہ کشش تھی کہ جو بھی ایک بار آپ کے جلوہ زیبا کا دیدار کر لیتا وہ آپ کی غلامی کا پٹا اپنے گلے میں ڈالے بغیر نہ رہ پاتا۔ سرکار نور کے دستِ نوری پر لاکھوں افراد نے اپنی جان و مال کا سودا کر کے سرکارِ غوثِ اعظم کے دفتر میں اپنا نام لکھایا، تاحیات آپ کا حلقہٴ ارادت وسیع سے وسیع تر ہوتا رہا، خلقِ خدا آپ کی طرف رجوع کرتی رہی، اور احمد نوری کے فیضِ نور سے حصہ وافر پاتی رہی۔

کتب، ایک قلم دان، ایک لوٹا، ایک مصلیٰ، ایک بستر تھا۔ یہی ہے درویشی کی اعلیٰ ترین مثال جو اتباعِ سنت، ایثار و سخاوت، کے ساتھ حضور نوری میاں صاحب نے پیش فرمائی۔ حضور میاں صاحب قدس سرہ کے وصال شریف کی نسبت سے قطعہٴ تاریخ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے برادرِ خورداستانِ زمیں مولانا حسن رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ نے فارسی میں رقم فرمایا جس کو پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ قطعہٴ تاریخ آپ کے مجموعہٴ کلام ”شمر فصاحت“ میں شامل ہے۔

قطعہٴ تاریخ فارسی:

مرشدِ ما شیخِ اقطابِ زمانہ بو الحسین کاشفِ استارِ پنہاں، واقفِ اسرارِ غیب آنکہ ہر دمِ لطفِ فیض، برغلاماں بے غرض آنکہ مہرِ کشتِ دینِ سنیاں را ابرِ جود آنکہ کرد از قلمِ موعرّصہٴ جانہا تار جو وادِ حاجت رواے مستمداں بے سوال ملتِ بیضا منور کرد و جانِ تازہ داد نورِ چشم، مصطفیٰ، چشم و چراغِ مرتضیٰ رفت زینِ دارِ فنا، واحسرتا، واحسرتا شد جہاں بے نور، بے نور و چناں بے نور شد اے حسنِ گفتیم، صوری، معنوی تاریخِ نقل

نور آگس، نور افزا، نور رب، نوری لقب منزلِ انوارِ سبحاں، مہبطِ افضالِ رب آنکہ پیہم فیضِ لطفش برگدایاں بے سبب آنکہ قہرش زشت اہلِ زلیخ را برقِ غضب آنکہ کرد از لمعہٴ روکشورِ دلہا حلب لطفِ او مشکلِ کشاے درد مندوں بے طلب سطوتِ موسیٰ بدستِ رحمتِ عیسیٰ بلب شمعِ ایوانِ ہدیٰ، مہرِ عجم، ماہِ عرب آں شہِ والا حسب، عالی گہر، بالا نسب شبِ چوں بخت تیرہ بختاں روز روشن ہم چو جب بست و چار سیزدہ صد، دورہٴ ماہِ رجب

۱۳۲۲ھ

دیگر:

چوں بہ گلِ گشتِ خلد رفت ز دہر سنِ نقلش حسن بہ گوشِ رسید

سیدی بو الحسین احمد نور
نور اللہ سرہ المستور

۱۳۲۲ھ

آپ کے مرید و خلیفہ اور خادم خاص حضرت مولانا قاضی غلام شہر نوری بدایونی لکھتے ہیں: ”(حضرت نوری میاں قدس سرہ نے) کشف حقیقت اختلاف میں ارشاد فرمایا: اس بارے میں مشائخ قدس سرہ ہم کے دو طریق ہیں، بعض حضرات جب تک سالک کا سلوک باضابطہ ختم نہ ہو اور اس کو پوری قابلیت و استعداد حاصل نہ ہو، اجازت و خلافت مرحمت نہیں فرماتے، حضور پر نور جدنا سید شاہ برکت اللہ ابوالبرکات قدس سرہ سے حضور پر نور سیدنا اسد العارفین سید شاہ حمزہ قدس سرہ تک یہی دستور رہا۔ لیکن یہ حضرات حکماء روحانین و مجتہدین ہیں، مقلد نہیں، حضور پر نور شمس الدین ابوالفضل سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے اس اصول کو توڑ دیا اور بعض ان حضرات کو بھی جن کی تکمیل ہنوز باقاعدہ نہیں ہوئی تھی خلافت مرحمت فرمادی اور ان کی تکمیل بعد اجازت و خلافت ہوئی۔

حضور جدنا و مرشدنا سیدنا شاہ سید آل برکات ستھرے صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سوائے صاحب زادوں اور ایک حافظ نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ قطب گویا رکے کسی کو اجازت و خلافت مرحمت نہ فرمائی، حضور جدی و مرشدی سیدی سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے بھی طریقہ اپنے مرشد اور عم حقیقی حضور اچھے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جاری کیا، بعض سالکوں کو جو باقاعدہ سلوک طے کر رہے تھے جب تک ان کا سلوک ختم نہیں ہوا اجازت نہیں دی، بعض مریدین کو بغیر سلوک طے کیے ہی اجازت مرحمت فرمائی، ان میں اکثر وہ خادم زاد تھے جن کے آبا خلفا تھے، انھوں نے پیاس ادب اپنی اولاد کو بھی خود اجازت نہ دی تھی، حضور نے اس خیال سے کہ برکت اجازت سلسلہ جو اس گھر میں تھی، قائم رہے، اجازت مرحمت فرمادی۔

ہمارے وقت میں کوئی طالب سلوک ہی نہیں، کیا کریں، اگر قابلیت دیکھتے ہیں سلسلہ ہاتھ سے جاتا ہے۔ اس اجازت میں دو فائدے ہیں، اکثر ناقابل اجازت اس شرم سے کہ وہ ایک خاندان عالی کے مجاز اور اس کے خلیفہ ہیں عبادات پر راغب اور بہت سے محرمات و ممنوعات سے محفوظ ہو جاتے ہیں، اور بعض قصد کرتے ہیں کہ نسبت طریقہ بھی حاصل ہو جائے اگر کچھ بھی حاصل نہ کر سکے تو یہ بھی ایک فائدہ کہ اجازت باقاعدہ اور سلسلہ اسناد درست رکھتے ہیں، ہاتھ سے نہیں جاتا، یہ مجاز ناقابل بھی جس کو اجازت دیں گے بسبب برکت صحت سلسلہ اسناد فائدہ ضرور ہوگا، اس راہ میں صحت سلسلہ اسناد کی نہایت

آپ کے حلقہ ارادت میں حضرات بدایوں کی بہت بڑی تعداد شامل تھی، اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا قیام بدایوں شریف بہت رہتا تھا، اہل بدایوں کو آپ سے اور آپ کو اہل بدایوں سے خصوصی رغبت تھی، اور وہ اس لیے بھی کہ سرکارِ نور کے جدِ اعلیٰ حضرت شمس الدین ابوالفضل آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے اس شہر کے بارے میں ارشاد فرمایا تھا کہ ”بدایوں تو ہماری جاگیر ہے، جو سرکارِ غوثیت سے ہم کو عطا ہوئی ہے“۔ (۷۰)

سرکارِ نوری میاں قدس سرہ کے سارے خلفا اپنے اپنے دور میں امتیازی حیثیت کے حامل، ماہرین شریعت، کاملین طریقت تھے، اور کیوں نہ ہوتے انھوں نے صحبت نوری سے جو حصہ پایا تھا مارہرہ شریف میں حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ عشقی مارہروی قدس سرہ سے حضرت اسد العارفین سیدنا شاہ حمزہ مارہروی قدس سرہ تک خلافت و اجازت دینے سے پہلے مرید کو باقاعدہ سلوک کی تکمیل کروائی جاتی اور جب طالب سلوک کی تکمیل کر لیتا اور اس میں وہ اہلیت و قابلیت دیکھ لی جاتی جو خانوادہ برکاتیہ کے حسب شان ہے تو اس کو خلافت و اجازت سے سرفراز کیا جاتا تھا۔ لیکن اس کے بعد دنیا کے حالات کافی بدل چکے تھے، زندگی کے ہر شعبہ کی طرح روحانیت کے شعبہ میں بھی زوال و انحطاط آگیا، مطلوبہ اہلیت اور قابلیت رکھنے والے افراد عقلاً ہو گئے، یا خال خال نظر آنے لگے، ایسے نازک اور انحطاط پذیر حالات میں خلافت و اجازت کے سابقہ معیار کو باقی رکھنا اور پوری پابندی کے ساتھ کامل طور پر برتنا بہت مشکل ہو گیا۔ اس لیے حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس سرہ نے حالاتِ زمانہ کے پیش نظر خلافت و اجازت عطا کرنے میں بہت کچھ توسع سے کام لیا، اور بہت سے ایسے اشخاص کو بھی اپنی خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا جن کی تربیت سلوک ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی اور جو قدیم آبائی معیار خلافت پر پورے نہیں اترتے تھے، ہاں عمومی طور پر اس میں اس بات کا ضرور خیال رکھا کہ ان کے آبا و اجداد خانوادہ برکاتیہ کے خلفا اور اجازت یافتہ ہوں، تاکہ اجازت سلسلہ کی برکت ان کے شامل حال رہے، اور ان کے حالات میں بگاڑ کے بجائے سدھار ہو۔

حضرت نور العارفین سیدی ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ نے بھی خلافت و اجازت عطا کرنے میں اپنے جدِ کریم حضور اچھے میاں قدس سرہ کے اس چلک دار اور توسع آمیز طریقے کو اپنایا، اور آپ کی ذاتِ کریم سے سلسلہ برکاتیہ کا خوب خوب فروغ ہوا۔

ضرورت ہے۔“ (۷۱)

حضرت نوری میاں کے خلفا میں اہل خاندان کے علاوہ دیگر بیرونی حضرات مریدین بھی اکثریت سے شامل ہیں اور وہ اس لیے کہ حضرت نوری میاں کے دادا اور مرشد گرامی خاتم الاکابر شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ نے مارہرہ شریف کے ناگزیر حالات کی وجہ سے آپ کو سفر کرنے کا حکم فرمایا۔ حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ وطن سے باہر رہ کر طالبان معرفت کو راہ ہدایت دکھائی، حالاں کہ تاریخ بتاتی ہے کہ خانوادہ برکاتیہ کے مشائخ نے بہت کم اپنے سجادہ سے نقل و حرکت فرمائی ہے۔ بلکہ خانقاہ میں قیام کو ترجیح دی ہے، مگر حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ کو ان کے دادا مرشد نے قیام پر سفر کو ترجیح دینے کا اختیار عطا فرمایا اور حکم رخصت دیا اس پورے پس منظر کو خود حضور نوری میاں صاحب نے اپنی تصنیف لطیف میں رقم فرمایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

”اگر مخلوق کی ہدایت اور ان کی بھلائی سفر میں ہو تو سفر، وطن کے قیام سے بہتر ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو تو وطن میں رہنا سفر سے بہتر ہے اور اگر قیام کرنے اور سفر کرنے دونوں میں مخلوق کی ہدایت برابر ہو تو بھی قیام کرنا سفر سے بہتر ہے۔ اس لیے کہ سفر کے مقابلے قیام کرنے میں سکون ہوتا ہے۔ اسی لیے میرے مرشد و آقا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے مجھے میری مرضی کا اختیار دیا تھا اور فرمایا تھا کہ میں تمہیں وطن میں قیام کرنے پر مجبور نہیں کرتا اور نہ اس معاملے میں تمہیں کسی پریشانی میں چھوڑتا ہوں۔ بلکہ تمہارے کام پر تمہیں اختیار دیتا ہوں۔ اس لیے کہ میں تمہارے قربت داروں کا حال خوب جانتا ہوں، ان میں کچھ تمہارے دشمن ہیں اور کچھ تم سے کینہ رکھتے ہیں۔ کسی کا حال ظاہر ہے اور کسی کا چھپا ہوا ہے۔ ہاں! ایک چھوٹی سی جماعت تمہارے موافق ہے۔ ان کے علاوہ جو ہیں تو ان کی حالت یہ ہے کہ اگر تم وطن سے باہر ہو تو تم سے دشمنی رکھیں اور وطن میں رہو تو تمہیں تکلیف پہنچائیں، اور تمہیں تمہارے شہر میں نہ رہنے دیں۔ اس حالت میں میں تمہیں وطن میں رہنے پر مجبور نہیں کرتا، بلکہ تمہیں اقامت اور ترک اقامت کا اختیار دیتا ہوں۔“ (۷۲)

یہ حکم سن کر حضرت نوری میاں صاحب نے مخلوق کی ہدایت و فائدے کے واسطے سفر شروع کیا اور لاکھوں تشنگان معرفت کو شریعت و معرفت اور ہدایت کے جام پلائے۔

خلفا کی قسمیں:

حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ کے خلفا کئی طرح کے ہیں:

(۱) خلفائے سابقین، جن کا تذکرہ خود حضرت نوری میاں صاحب نے بیاض اسرار میں کیا ہے۔

(۲) صاحب زادگان خانوادہ برکاتیہ: ان حضرات میں سے بیش تر کو اگرچہ آخر زمانے میں اجازت و خلافت عطا کی گئی، لیکن یہ بہر حال لائق صد تکریم و تعظیم ہیں، کہ شاہ زادے اور خاص گھر والے ہیں۔

(۳) عام خلفا: ان میں بعض حضرات بہت بلند مرتبہ اور باعظمت ہیں۔ ان کی بھی دو قسمیں ہیں: اول:- وہ حضرات جو حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ کے مرید ہیں اور آپ سے خلافت و اجازت بھی حاصل ہے۔ دوم:- وہ حضرات جو حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ کے اکابر یا کسی اور شیخ سے بیعت کا شرف رکھتے ہیں اور حضرت سے انھیں اجازت و خلافت کی دولت حاصل ہوئی۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت نور العارفین سرکار نوری میاں صاحب قدس سرہ کے خلفا کی پورے یقین کے ساتھ صحیح تعداد دست یاب نہیں، حضرت نوری میاں صاحب کے مرید خاص اور آپ کے تذکرہ نگار مولانا غلام شہر نوری بدایونی نے بھی اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

”فقیر حقیر نے دریافت میں کوشش کی، لیکن افسوس کہ حضور اقدس قدس سرہ کی تحریر کردہ کوئی فہرست نہ ملی، جہاں تک خود فقیر کو علم ہے، یا اپنے معتمد دوستوں سے سنا ہے درج نام کروں گا۔“ (۷۳)

ذیل میں آپ کے خلفائے کرام اور اجازت یافتہ حضرات کے نام اجمالی تعارف کے ساتھ درج ہیں، اور جن لوگوں کا کوئی تعارف دست یاب نہیں ہو سکا ان کے صرف نام درج کرنے پر اکتفا کیا ہے۔ خلفائے کرام کی فہرست سازی اور تعارف میں ”تذکرہ نوری“ مولفہ: حضرت مولانا قاضی غلام شہر صدیقی بدایونی اور ”داستان نور“ مولفہ: شرف ملت سید محمد اشرف قادری مارہروی سے مدد لی گئی ہے، لیکن بعض خلفائے

کرام کا تعارف دوسرے مآخذ سے بھی پیش کیا گیا ہے اور ان مآخذ کی وہیں پر نشان دہی کر دی گئی ہے۔

(۱) مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ:

آپ حضرت سید محمد صادق قدس سرہ کے صاحب زادہ ہیں۔ بیعت و خلافت حضرت سید غلام محی الدین امیر عالم رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ اس کے علاوہ اپنے والد ماجد قدس سرہ و حضرت سید شاہ ظہور حسن چٹھو میاں صاحب و تاج النحل محبت رسول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی آپ کو خلافت و اجازت ہے۔ مولانا غلام شہر صاحب تذکرہ نوری میں رقم طراز ہیں:

”حضرت شاہ جی میاں صاحب کو حضور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی سے بھی اجازت و خلافت ہے“۔ حضرت شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت میاں صاحب قدس سرہ سے بھی خلافت و اجازت حاصل تھی۔

آپ کے بارے میں صاحب تذکرہ نوری فرماتے ہیں:

”حضور صاحب زادہ حاجی سید شاہ اسماعیل حسن صاحب زید مجد ہم اپنے اکابر سے مناسبت صوری رکھتے ہیں اور فضائل خاندانی کو جمع کرنا چاہتے ہیں۔ سرکارِ کلاں کے اکثر تبرکات آپ کے پاس موجود ہیں اور خاندان کی ہر مخصوص چیز آپ کو بہت عزیز اور آپ اس کے محافظ ہیں“۔

آپ خانوادہ برکاتیہ کے ان بزرگوں میں ہیں جن کی مسلسل کاوشوں سے خانوادہ کی علمی روایات اور اس کی عظمتوں میں چار چاند لگے۔ تاج العلما حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب نے تاریخ خاندان برکات میں آپ کے بارے میں جو تحریر فرمایا ہے اس کا مضمون یہ ہے:

”حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول قدس سرہ کے آخر عمر شریف میں خانہ نشین ہو جانے کے بعد سے ہمارے خاندان پر تاریکی و جہالت کا آغاز ہو گیا۔ جس کے مصائب و اثرات سے بچنے کے لحاظ سے حضرت خاتم الاکابر نے حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری

میاں قدس سرہ کو خاندان کے قدیمی دائمی طور طریقہ کے خلاف مارہرہ شریف سے باہر رہنے کی اجازت دے دی۔ جس سے یہ صورت پیدا ہوئی کہ تاریکی و جہالت کا آغاز ہونے لگا۔ ایسے میں حضرت قبلہ اسماعیل حسن صاحب نے اپنے اعزہ واقارب کو قولا و عملا تحصیل علم دین و تعمیل احکام شرع متین کی ترغیب دی۔ خود اپنے دلی شوق سے علم پڑھا اور اپنے بزرگوں کے پسندیدہ طریقہ پر عمل کیا اور اپنے بھائی بندوں آل اولاد کو پڑھایا لکھایا اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلانے میں براہ راست خود جد و جہد فرمائی۔ بہتوں کو قرآن مجید حفظ کرایا۔ بہتوں کو علم دین پڑھایا اور پڑھوایا۔ اس بنا پر آپ کو اہل دیکھ کر آپ کے بزرگوں نے بہت سے تبرکات خاندانی اور نوادراشیا آپ کو خود عطا فرمائے اور دوسروں سے دلوائے۔

(۲) حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب قدس سرہ:

آپ حضرت سید شاہ ظہور حسین صاحب چٹھو میاں قدس سرہ کے صاحب زادہ اور حضرت نوری میاں صاحب کے حقیقی چچا زاد بھائی ہیں۔ بیعت و خلافت حضرت صاحب آل رسول احمدی قدس سرہ سے ہے اور حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ نے بھی آپ کو خلافت عطا فرمائی۔ حضور نوری میاں صاحب کے وصال کے بعد سجادہ نشین ہوئے۔ آپ کو حضرت نوری میاں سے والہانہ عقیدت تھی، اپنی تحریروں میں اپنا نام لکھنے کے بجائے صرف ”فقیر نوری“ یا ”گداے نوری“ درج فرماتے تھے۔

(۳) حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم صاحب قدس سرہ:

آپ حضرت شاہ اسماعیل حسن صاحب کے بڑے صاحب زادے ہیں۔ بیعت و خلافت اپنے والد ماجد قدس سرہ سے تھی۔ حضرت میاں صاحب قبلہ نے بھی خلافت و اجازت عامہ و خاصہ عطا فرمائی۔

(۴) تاج العلما سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ:

آپ حضرت شاہ جی میاں صاحب قدس سرہ کے چھوٹے خلیفہ ہیں۔ آپ کو بیعت و خلافت اپنے والد ماجد قدس سرہ سے تھی۔ اور حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ سے بھی دیگر سلاسل و جملہ اعمال و اشغال و ادعیات کی خلافت و اجازت حاصل تھی۔

(۷) حضرت سید شاہ ابن حسن صاحب قدس سرہ:

آپ حضرت سید امیر حیدر عرف گورے میاں رحمۃ اللہ علیہ، نواسہ حضور سید شاہ آل برکات قدس سرہ کے بڑے فرزند، حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور حضرت نوری میاں کے خلیفہ تھے۔ بڑے خوش اخلاق، خیر خواہ اور خلق خدا میں خاص شان رکھنے والے تھے، حضرت نوری میاں کے مخلص ارادت مند تھے، آپ کے مریدین ضلع ایٹہ علی گڑھ و بلند شہر میں کثیر تعداد میں تھے۔ آپ کے بڑے صاحب زادے سید محمد یونس حسن صاحب حضور خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے مرید اور آپ کے خلیفہ تھے۔

یکم ربیع الاول ۱۳۲۷ھ کو مارہرہ مطہرہ میں انتقال ہوا اور قصبہ کے اندر حضور سید ابوالحسن اور سیدنا شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ علیہما کے مزار کے قریب دفن ہوئے۔

(۸) حضرت سید شاہ اسحاق حسن صاحب علیہ الرحمہ:

آپ حضرت سید خورشید علی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند رشید، حضور سید شاہ آل برکات سترے میاں کے مرید اور حضرت سرکار نوری میاں کے خلیفہ ہیں۔

(۹) حضرت سید ارتضاحسین عرف پیر میاں قدس سرہ:

آپ حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم علیہ الرحمہ کے پوتے اور حضرت سید شاہ اولاد رسول کے نواسے ہیں۔ حضرت نوری میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔

(۱۰) حضرت سید محمد ایوب حسن علیہ الرحمہ:

آپ حضرت سید شاہ غلام محی الدین علیہ الرحمہ کے پر پوتے اور سید حاجی یوسف حسن کے صاحب زادہ ہیں۔ والد گرامی حضرت نوری میاں قدس سرہ کے حقیقی بھانجے تھے۔ آپ حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے مرید اور حضرت نوری میاں قدس سرہ سے اجازت و خلافت کا شرف رکھتے ہیں۔

(۵) حضرت سید شاہ حامد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ کے مرید، ان کے حقیقی بھائی سید شاہ اولاد رسول کے پوتے اور حضرت سید شاہ محمد باقر مارہروی کے صاحب زادے اور خلیفہ و جانشین ہیں۔ آپ کو حضرت نوری میاں صاحب سے بھی اجازت و خلافت حاصل ہے۔ آپ کے پاس حضور نوری میاں قدس سرہ کی تین سندیں تھیں۔

(۱) سند اجازت جو آگرہ میں ۱۷ ارشوال المکرم ۱۳۱۰ھ کو حاصل ہوئی۔

(۲) سند اجازت حدیث اس سند میں ان کے ساتھ حضرت سید مسعود حسن بھی

شامل ہیں۔ یہ سند اجیر شریف میں ۱۰ رجب ۱۳۱۳ھ کو حاصل ہوئی۔

(۳) خصوصی سند جس میں خاص طور پر شرط کو سا قظر فرمایا ہے یہ ۱۳۲۳ھ کو عنایت ہوئی۔

حضرت نوری میاں قدس سرہ سے سب سے تعلق رکھنے کے باوجود والہانہ عقیدت رکھتے تھے اور ان کی جگہ درگاہ معلیٰ برکات تہ کے ممبر تھے۔

(۶) حضرت سید شاہ ظہور حیدر صاحب قدس سرہ:

آپ حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے حقیقی نواسے، مرید اور حضرت نوری میاں قدس سرہ کے پھوپھی زاد بھائی اور خلیفہ تھے۔ انھیں ۱۰ رجب ۱۳۱۳ھ کو بہ مقام اجیر شریف بہ روز جمعہ خلافت و اجازت مرحمت ہوئی۔ آپ کسب طریقت، اور اوراد و اشغال خاندانی کے پابند، خاندانی اسرار و رموز سے واقف، جامع کمالات، متوکل، اور خلوت پسند بزرگ تھے۔ خاص خدام کے سوا، آپ کے حالات بہت کم لوگ جانتے تھے۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ کے وصال کے بعد آپ نے سفر اور ملاقات سب کچھ ترک کر دیا تھا اور خانہ نشین ہو گئے تھے۔ شب بیدار، تہجد گزار اور کامل و مکمل بزرگ تھے۔ قابلیت و استعداد کے باوجود نہ آپ نے کسی کو مرید کیا اور نہ کسی کو اجازت و خلافت دی یہاں تک کہ اپنے صاحب زادگان کو بھی اجازت نہیں دی تھی۔ ۱۸ شعبان ۱۳۳۲ھ کو پنج شنبہ کے دن مارہرہ شریف میں انتقال فرمایا اور درگاہ برکات تہ کے شمال مغربی گوشے میں دفن ہوئے۔

(۱۱) حضرت سید اقبال حسن علیہ الرحمہ:

آپ حضرت سید ابوالحسن عرف میر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہیں۔ اور حضرت نوری میاں قدس سرہ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت کو تمام اہل قرابت میں ان سے ایک خاص انس اور لگاؤ تھا۔

(۱۲) حضرت سید افضل حسین رحمۃ اللہ علیہ:

آپ حضرت سید امیر حیدر عرف گورے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند اور حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کے مرید ہیں۔ حضرت سرکار نوری میاں قدس سرہ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔

(۱۳) حضرت سید آل حسن علیہ الرحمہ:

آپ حضرت سید سرور علی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند، حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کے مرید اور حضرت سرکار نوری میاں کے خلیفہ ہیں۔

(۱۴) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ:

آپ کو حضرت خاتم الاکابر قدس سرہ سے بیعت کا شرف حاصل تھا۔ آپ خانوادہ برکاتیہ کے بڑے چہیتے خلفائے ہیں۔ بیعت و خلافت کے بعد حضرت خاتم الاکابر نے آپ کے تعلق سے فرمایا ”کل قیامت کے روز رب تبارک و تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول دنیا سے کیا لائے ہو تو مولوی احمد رضا کو پیش کر دوں گا“۔ آپ نے سنت و شریعت کی احیا کے لیے بے مثل و بے نظیر کام کیا، ساری زندگی عشق رسول مقبول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت میں گزاری۔ ۵۰ء سے زائد علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ مختلف علوم و فنون پر سیکڑوں کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دولت سے مالا مال فرمایا اور اپنے پیر خانہ سے وہ محبت عطا فرمائی کہ جس کی نظیر اس زمانہ میں مشکل سے ملتی ہے۔ نعت کے میدان میں آپ نے بڑے بڑوں سے اپنے فن کا لوہا منوایا۔ آپ کا دیوان ”حدائق بخشش“ آج بھی عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب و روح کو منور کر رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو جتنی محبت اپنے پیرومرشد سے تھی، اتنی ہی عقیدت و محبت اپنے پیرزادہ حضرت سرکار نور قدس سرہ سے تھی۔ اعلیٰ حضرت، حضور میاں صاحب قدس سرہ کی تعظیم و عقیدت پیر کی طرح فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت نوری میاں کی شان میں دو قصیدے لکھے ہیں، جن کے کچھ منتخب اشعار یہ ہیں۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین
وارستہ پائے بستہ دام ابو الحسین
خط سیہ میں نور الہی کی تاشیں
ساقی سنا دے شیشہ بغداد کی ٹپک
سرخستہ مہرومہ ہیں پر اب تک نہیں کھلا
ذرہ کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی
آؤ تھیں ہلال سپہر شرف دکھائیں
گردن جھکائیں بہر سلام ابو الحسین

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری

اے بندہ جدود کرام ابو الحسین

=====

ماہ سیما ہے احمد نوری
نور والا ہے احمد نوری
برکاتی جہاں جمی ہو برات
شمس دیں کی شعاعوں کا تیرے
رشد و ارشاد کا ترے سر پر
قادریت ہے چشتیت سے بہم
تیری رحمت پہ تیری نعمت پہ
جس کا میں خانہ زاد اس کا تو
خاندانی کرم، قدیمی جود
میرے حق میں مخالفوں کی نہ سن
اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے

مہر جلوہ ہے احمد نوری
نور والا ہے احمد نوری
اس میں دولہا ہے احمد نوری
سر پہ سہرا ہے احمد نوری
آج طرہ ہے احمد نوری
نگ دو پلکا ہے احمد نوری
میرا دعویٰ ہے احمد نوری
پیارا بیٹا ہے احمد نوری
تیرا حصہ ہے احمد نوری
حق یہ میرا ہے احمد نوری
پار بیڑا ہے احمد نوری

ہیں رضا کیوں ملول ہوتے ہو

ہاں تمہارا ہے احمد نوری

سرکار نور بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے اور یہ اسی محبت کا حصہ تھا جو حضرت نوری میاں قدس سرہ نے آپ کو ”چشم و چراغ خاندانِ برکات“ کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا اور اس سلسلے میں سرکار میاں صاحب نے امام اہل سنت کو درج ذیل کرم نامہ ارسال فرمایا:

چشم و چراغ خاندانِ برکات یہ مارہرہ مولانا احمد رضا خاں صاحب دام
عمرہم و علمہم از ابوالحسنین بعد دعائے فقیر و مقبولیت محرری القاب سطر بالا۔

واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دیا تھا، باوجودے کہ میں لائق اس کے نہ تھا، تحریر فرمایا کرتے تھے، چوں کہ اب میں بظاہر اسباب، انواع، انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں، ع:

اگر ماند شبے ماند، شب دیگر نمی ماند

اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کر گئے تو اب سوائے آپ کے حامی کا اس خاندانِ عالی شان کا خلفا میں کوئی نہ رہا۔ لہذا میں نے یہ خطاب آپ کو بہ ایمائے غیبی پہنچا دیا۔ بطوع و رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا اور میں نے بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ بہ رغبت قلب یہ خطاب آپ کو بہ کیا اور بخش دیا، یہی خط اس کی سند میں باضابطہ ہے، فقط ابوالحسنین۔ از مارہرہ“

اس خطاب کے ساتھ ساتھ حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے امام اہل سنت کو خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔ آپ کو خلافت و اجازت حضور میاں صاحب نے باقاعدہ سلوک کی تکمیل کے بعد عطا فرمائی۔

(۱۵) تاج الفحول محبت رسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی علیہ الرحمہ:

آپ حضرت شاہ فضل رسول بدایونی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ حضور میاں

صاحب قبلہ قدس سرہ آپ کی تعظیم استاذ جیسی کیا کرتے تھے۔ حضرت تاج الفحول سے بعض اصحاب و صاحب زادگان خانوادہ برکات یہ کو شرف تلمذ حاصل ہے۔ سید آل امام جماعیوں کے پوتے، حضرت ابراہیم میاں کو حضرت تاج الفحول سے بیعت و خلافت بھی ہے۔

حضرت نوری میاں رحمۃ اللہ علیہ، حضرت تاج الفحول سے علمی معاملات میں برابر تبادلہ خیال کرتے اور اپنی کوئی تصنیف ان کو دکھائے بغیر نہ چھپواتے۔ اسی پر اعتماد علمی تعلق کی بنیاد پر آپ حضرت تاج الفحول کو ”استاذی“ لکھا کرتے تھے۔ آپ کے خاص مرید و خلیفہ اور تذکرہ نگار مولانا غلام شبیر نوری بدایونی لکھتے ہیں:

حضور اقدس سرکار نوری میاں قدس سرہ نہ کبھی متعلما نہ شرف افزائے مدرسہ قادریہ ہوئے نہ کبھی مولانا مرحوم مدرسہ برکات یہ (مارہرہ مطہرہ) میں مدرس ہوئے، پھر یہ معلوم نہیں کہ حضرت اقدس مولانا مرحوم کو ”حضرت استاذی“ کس طرح فرماتے تھے۔ غایت تحقیق و تلاش سے یہ معلوم ہوا کہ اکثر مسائل فقہ و کلام میں حسب ہدایت حضور خاتم الاکابر قدس سرہ، حضور اقدس نوری میاں، مولانا مرحوم سے مشورہ فرماتے اور اپنی تصانیف کو بغیر مشورہ و معاینہ حضور مولانا اجازت طبع نہ دیتے۔ غالباً اسی افادہ کو شاگردی سے تعبیر فرمایا۔

یا چوں کہ مولوی فضل اللہ صاحب جالیسری رحمۃ اللہ علیہ سے آپ نے پڑھا تھا اور وہ حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، لہذا حضور اقدس مولانا کو استاذی فرماتے اور استاذانہ ادب کرتے۔ مولانا مرحوم بھی آپ کا ادب مثل مرشد فرماتے۔ الحق کہ دونوں حضرات میں عجب محبت و خصوصیت تھی، کوئی کام دینی و دنیوی مولانا مرحوم بغیر مشورہ حضور اقدس قدس سرہ کے نہ فرماتے۔

آپ اپنے زمانے میں اہل سنت و جماعت کے عظیم مقتدا و پیشوا کی حیثیت سے مشہور تھے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے آپ کی شان میں ایک طویل قصیدہ بہ نام ”چراغ النس“ تحریر فرمایا ہے، جس سے حضرت تاج الفحول سے ان کی محبت و عقیدت اور گہرے مراسم کا بھرپور اظہار ہوتا ہے۔ کچھ منتخب اشعار درج ذیل ہیں۔

اے امام ہدیٰ محبت رسول
زبدۃ الاتقیاء محبت رسول
آج قائم ہے دم قدم سے ترے
ٹھیک معیارِ سنیت ہے آج
ہم بنیانِ نجد کا طرہ
تو کلامِ خدا کا حافظ ہے
تیری نعمت کا شکر کیا کیجیے
اور تو اور شیخ تجھ سے ملا
اس کے در تک رسائی تجھ سے ہوئی
تجھ پہ فضلِ رسول کا سایہ
مجھ پہ سایہ ترا محبت رسول
خلد میں زیرِ ظلِ غوثِ کریم
رہیں یک جا رضا، محبت رسول

حضرت نوری میاں قدس سرہ نے آپ کو عمل ”سیف الرحمن“ کی خاص عاملانہ اجازت عطا فرمائی تھی۔

(۱۶) حضرت مولانا قاضی مبشر الاسلام عباسی بدایونی علیہ الرحمہ:

آپ کا بدایوں کے عباسی خاندان سے تعلق ہے۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ کا اکثر قیام بدایوں خانوادہ شیوخ صدیقی کے علاوہ خاندان عباسی میں رہا ہے۔ آپ حضرت نوری میاں کے مرید و خلیفہ اور محبتِ مخلص ہیں۔ مرشدِ گرامی کی خاص توجہ سے اپنے دادا، حضرت قاضی شمس الاسلام کی جگہ ریاست رام پور کے قاضی مقرر ہوئے۔

(۱۷) مولانا حکیم عبدالقیوم شہید قادری بدایونی قدس سرہ:

آپ مولانا حکیم مرید جیلانی کے صاحب زادے، مولانا محی الدین قادری بدایونی کے پوتے اور سیف اللہ المسلمول مولانا شاہ فضل رسول بدایونی قدس سرہ کے پر پوتے ہیں۔ آپ کو حضور نوری میاں قدس سرہ سے بیعت اور خلافت و اجازت کا شرف حاصل تھا۔ آپ

کی ولادت ماہ شوال المکرم ۱۲۸۳ھ کو بدایوں کے مشہور عثمانی خانوادہ میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم مدرسہ قادریہ بدایوں کے مختلف اساتذہ سے حاصل کی، اس کے بعد حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی سے جملہ علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی۔ پھر مولانا سراج الحق قادری عثمانی اور حاذق الملک ابوسعید حکیم عبدالمجید خاں دہلوی کی صحبت میں رہ کر علم طب میں کمال حاصل کیا۔ فراغت کے بعد درس و تدریس اور مریضوں کے علاج کو اپنا مشغلہ بنایا۔ علم دین کی ترویج و اشاعت کے لیے آپ نے جامع مسجد شمس بدایوں میں حضرت تاج الفحول کی سرپرستی میں ۱۱ صفر ۱۳۱۷ھ کو مدرسہ شمسیہ کے نام سے ایک عظیم درس گاہ قائم کی۔ مدرسہ کے قیام کے اگلے ہی سال آپ کی وفات ہو گئی۔ واقعہ یوں ہوا کہ آپ مدرسہ اہل سنت پٹنہ کے سالانہ جلسہ میں شریک ہونے کے لیے حضرت تاج الفحول کے ہم راہ پٹنہ تشریف لے جا رہے تھے۔ فجر کے وضو کے لیے ریل سے اترے، اسی درمیان ریل گاڑی چل دی۔ آپ نے دوڑ کر ریل میں سوار ہونا چاہا، پیر پھسلا اور آپ پلیٹ فارم سے نیچے گر گئے۔ گاڑی روک کر آپ کو اٹھایا گیا۔ پٹنہ پہنچ کر علاج شروع ہوا۔ وقت مقررہ آچکا تھا، ۱۴ رجب ۱۳۱۸ھ کو آپ نے پٹنہ ہی میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ وہیں تجہیز و تکفین کے بعد حضرت مولانا سید امین الدین فردوسی، صاحبِ سجادہ بہار شریف نے نماز جنازہ پڑھائی، پھر آپ کا جسدِ خاکی ریل کے ذریعہ بدایوں لایا گیا اور درگاہ قادری میں اپنے جدِ محترم علامہ شاہ فضل رسول عثمانی بدایونی کی پائنتی سپرد خاک کیے گئے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری نے آپ کے مرثیہ میں قصیدہ بردہ کی زمین میں عربی زبان میں دس اشعار کہے، جس کے ابتدائی اشعار یہ ہیں۔

ابکی و امزج دمعاً ساجماً بدم
وما بکائی لجیران بذی سلم
ولا لریح ات من صوب کاظمۃ
ولا لبرق بدافی الداج من اضم (۴۷)

(۱۸) حضرت مولانا محمد جمیل الدین خطیب عباسی بدایونی قدس سرہ:

آپ ۲ محرم ۱۲۸۲ھ کو مدرسہ قادریہ بدایوں میں حضرت سرکار نوری میاں قدس سرہ

(۲۱) حضرت مولانا محمد عطاء اللہ خان رام پوری قدس سرہ:

آپ حضرت نوری میاں قدس سرہ کے عزیز ترین خلیفہ ہیں، حضرت کی زیر نگرانی باقاعدہ سلوک کی تربیت پائی، حضرت نوری میاں آپ پر خاص نظر عنایت فرماتے تھے۔ روش طریقت سے پورے طور پر آگاہ اور صاحب استقامت ہیں۔ حضرت مولانا غلام شہر نوری بدایونی فرماتے ہیں:

”یہی وہ ایک فرد ہیں کہ جن کی زیارت سے حضور اقدس قدس سرہ یاد آ جاتے ہیں۔ فقیر عاجز کے خاص کرم فرما اور واجب التعظیم ہیں، مخدوم ہیں، آپ کو ۱۳۱۰ھ میں خلافت و اجازت عطا ہوئی ہے۔“

(۲۲) حضرت مولانا محمد جعفر خاں بدایونی قدس سرہ:

آپ کا لقب عارف شاہ ہے، ذی قعدہ ۱۲۸۲ھ میں حضرت نوری میاں قدس سرہ سے بیعت ہوئے۔ آپ قدیم ارادت مندوں میں سے تھے۔ شادی سے پہلے اکثر سفر و حضر میں حضرت کے ہم راہ رہتے، شادی کے بعد ان کی ظاہری و باطنی کفالت حضرت ہی فرماتے تھے، ان کو حضرت کی بارگاہ میں عرض حاجات و اہل حاجات کے لیے خاص اجازت حاصل تھی۔

رجب ۱۲۹۷ھ میں اجازت سلاسل خمسہ مرحمت ہوئی اور خلیفہ ہوئے۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ، اکثر اہل بدایوں کو تعویذ و دعا آپ ہی سے مانگنے کا حکم دیتے، یہ چراغ و نقوش و انگشتیاں کندہ کرتے تھے۔ حضرت کا آپ پر خاص کرم تھا۔ آپ کو کچھ تبرکات اکابر اور بہت سے مجموعہ ادعیہ و نقوش و اعمال مرحمت ہوئے تھے۔ بدایوں اور نواح بدایوں میں بہت سے لوگ آپ کے مرید تھے۔ ۱۳۳۲ھ میں بدایوں میں انتقال ہوا۔

(۲۳) مولانا محمد طاہر الدین صدیقی فرشوری بدایونی قدس سرہ:

آپ حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ، حضرت مولانا محمد ذکر اللہ شاہ معروف بہ خواجہ ذکر اللہ کے بھتیجے تھے۔ اور حضرت خاتم الاکابر سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے مرید اور حضرت نوری میاں قدس سرہ کے خلیفہ تھے۔ الہ آباد میں آپ کا انتقال ہوا۔

سے بیعت ہوئے۔ ابتدا میں بعض اعمال خاندانی مثلاً سیف الرحمن وغیرہ کی زکوٰۃ بھی دی، ایک عرصہ تک اکثر اورد و وظائف خاندانی کی پابندی کرتے رہے۔ حضرت نوری میاں قدس سرہ کی عنایتوں سے جامع ستی بدایوں کی خطابت و امامت کا منصب پایا۔ آپ کو ۱۲۸۵ھ جمادی الآخرہ بروز پنج شنبہ ۱۲۸۵ھ خلافت اور حرز یمانی کی خاص اجازت عطا ہوئی۔

(۱۹) حضرت مولانا غلام حسنین صدیقی بدایونی قدس سرہ:

آپ کا تعلق خانودہ شیوخ صدیقی سے تھا۔ خانودہ مارہرہ سے اس خاندان کو بڑی عقیدت و محبت رہی اور کئی پشتوں سے اس خانوادے کے افراد داخل سلسلہ برکات تھے۔ حضرت میاں صاحب نے آپ کو ”مجمع البحرین“ کا خطاب عطا فرمایا۔ آپ حضرت میاں صاحب کے محبوب خلفائے سے تھے۔ اکثر سفر و حضر میں حضرت کے ساتھ رہتے تھے۔

(۲۰) حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری بریلوی قدس سرہ:

آپ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی کے چھوٹے صاحب زادے ہیں۔ آپ کو حضور میاں صاحب نے بچپن ہی میں خانودہ برکات تہ کی برکاتی دولت سے مالا مال فرمایا۔ اس سلسلہ میں ان کی بیعت و خلافت کا یہ تاریخی واقعہ بھی قابل مطالعہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مارہرہ شریف میں مقیم تھے۔ ایک روز بعد نماز حضور میاں صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا۔

”مولانا! آپ کے گھر ایک بچے کی ولادت ہوئی ہے۔ یہ نو مولود

بچہ بہت مبارک ہے، ہم اس کا نام ”آل رحمن ابوالبرکات محمدی الدین

جیلانی“ تجویز کرتے ہیں اور انشاء اللہ جلد ہی اس بچے کو دیکھنے آئیں گے۔“

جب حضرت مفتی اعظم چھ مہینے کے ہوئے تب حضور نوری میاں بریلی شریف تشریف لے گئے اور حضور مفتی اعظم کو بڑی شفقت سے گود میں لیا اور اپنی انگلیوں سے اپنا لعاب دہن منہ میں دے کر اپنا مرید فرمایا اور خلافت و دیگر اجازت خاندان سے سرفراز فرمایا اور نہ جانے کیا کیا عطا فرمایا، یہ تو حضور نوری میاں نے جانا ہوگا، یا لینے والے کو معلوم ہوگا۔ دنیا والوں نے تو اس کا نتیجہ یہ دیکھا کہ پوری دنیا نے مولانا مصطفیٰ رضا کو مفتی اعظم مانا، لاکھوں لوگ سرکار نوری کے اس لاڈلے خلیفہ کے ہاتھوں سلسلہ برکات تہ میں داخل ہوئے۔

(۲۴) حضرت سید شاہ فخر عالم شاہ جہاں پوری قدس سرہ:

آپ اپنے والد ماجد سید شاہ نور عالم رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے اور آپ کے والد ماجد اپنے والد و مرشد سید شاہ غلام علی شاہ جہاں پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔ اور سید شاہ غلام علی کو حضور سید شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت و خلافت کا شرف حاصل تھا۔ سید شاہ فخر عالم کو ۱۲۸۵ھ میں تمام اوراد و اشغال و اعمال خاندانی کی اجازت اور سلاسلِ خمسہ میں خلافت حضرت نوری میاں قدس سرہ نے مرحمت فرمائی۔ سید صاحب بڑے ادب کے ساتھ حاضر خدمت ہوتے اور حضرت نوری میاں ان کا خاص احترام فرماتے۔ ۱۲/ صفر ۱۲۸۰ھ کو اجازتِ خاص سیف الرحمن بھی آپ کو عطا فرمائی۔ بتاریخ ۱۷/ جمادی الآخرہ ۱۳۳۲ھ بہ مقام شاہ جہاں پورا انتقال فرمایا۔ بڑے صاحبِ کامل بزرگ تھے۔

(۲۵) حضرت نواب سید یحییٰ حسن رحمۃ اللہ علیہ:

آپ قاضی القضاۃ حضرت ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہیں، جو سلسلہ عالیہ کالپوہ میں گیارہویں شیخ ہیں، آپ کے تمام خاندان کو حضرت نوری میاں سے ارادت کا تعلق تھا، اور آپ کو اجازت و خلافت بھی حاصل تھی، اپنے وطن قدیم نیوتی شریف میں مسند آراء و فقر و ریاست تھے۔

(۲۶) حضرت ملا سید احمد شاہ بن سید حسین شاہ قدس سرہ:

آپ سوات نبیر کے رہنے والے تھے۔ حضور خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے زمانہ وصال کے قریب کسی عقدہ طریقت کے حل کے لیے مارہرہ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ تقریباً ایک ہفتہ بدایوں میں حضرت نوری میاں کی خدمت میں حاضر رہے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہو کر اپنے وطن واپس ہوئے، صاحبِ نسبت اور صاحبِ کشف بزرگ تھے، اتنے بڑے سفر میں بھی ایک جانماز کے علاوہ آپ کے ساتھ کوئی اور سامان نہ تھا۔

(۲۷) حضرت مولانا حافظ شاہ محمد عمر دہلوی قدس سرہ:

آپ حضرت حافظ عبدالعزیز دہلوی علیہ الرحمہ کے مرید و خلیفہ اور صاحبِ سجادہ تھے، حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ غلام غوث رحمۃ اللہ علیہ کے، اور وہ حضرت سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے، حضرت مولانا موصوف کو حضرت نوری میاں قدس سرہ سے ایک ارادت و خصوصیت خاص اور تمام اوراد و اعمال و اشغال خاندانی اور سلاسلِ خمسہ میں خلافت حاصل تھی۔ بڑے باخلاص ارادت مند، روشن سلوک کے پابند اور عابد متوکل تھے۔

(۲۸) حضرت مولانا شاہ محمد عادل کان پوری قدس سرہ:

آپ کی ولادت قصبہ نارہ، ضلع الہ آباد میں ۱۱/ ربیع الآخر ۱۲۴۱ھ میں ہوئی۔ تاریخی نام ”غلام نعیم“ تھا۔ چھ سال کی عمر میں اپنے والد شیخ محی الدین بخش بن کریم بخش کے پاس فتح پور آئے، جہاں وہ منصف تھے اور یہاں کے علما سے کافیہ تک کتابیں پڑھیں۔ بیس سال کی عمر میں حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی (متوفی ۱۲۸۱ھ) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تعلیم مکمل کی۔ حضرت کشفی نے ۱۰/ ربیع الآخر ۱۲۷۶ھ کو تعلیم سے فراغت کے بعد سندِ فضیلت سے نوازا۔ ۱۲۸۲ھ میں علامہ سید احمد دحلان مکی نے سندِ حدیث بھیجی، جس میں آپ کو ”قدوة العلماء الاعلام“ کے لقب سے یاد کیا، جس کے آپ صحیح مصداق تھے، ۲۳/ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۲ھ میں قطب عالم حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز اخوند دہلوی (متوفی ۱۲۹۶ھ) سے دہلی میں بیعت ہوئے اور اسی مجلس میں اجازت و خلافت سے نوازے گئے۔ ۲۱/ محرم الحرام ۱۲۹۷ھ میں حضرت شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں قدس سرہ نے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ کان پور میں اپنے استاذ شاہ سلامت اللہ کشفی کی مسند پر بیٹھ کر پوری زندگی تدریس، افتاء اور خدمتِ دین میں گزاری۔ ۹/ ذی الحجہ ۱۳۲۵ھ کو اس دارفانی سے کوچ کیا۔ حضرت کشفی علیہ الرحمہ کے مزار کے پاس مدفون ہوئے۔ مشہور قاری حضرت مولانا ضیاء الدین ناروی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۹۵۸ء) کے آپ نواسے تھے۔ آپ کی تصانیف میں ”سنن زیہ الفواد عن سوء الاعتقاد“ بہت مشہور ہے۔ یہ کتاب وہابیوں کے رد میں ہے۔ (۷۵)

میاں قدس سرہ سے طالب اور خلیفہ و مجاز بیعت تھے۔

(۳۵) حضرت حافظ محمد سراج الدین بدایونی قدس سرہ:

آپ حضرت نوری میاں کے مرید اور خلیفہ تھے۔ اکبر آباد میں رہتے تھے، آپ کے مریدین مہذب اور باادب ہوتے تھے۔

(۳۶) حضرت حکیم عنایت اللہ بریلوی قدس سرہ:

آپ کو رمضان ۱۲۸۰ھ مارہرہ شریف میں خلافت و اجازت سلاسل خمسہ عطا ہوئی۔

(۳۷) حضرت مولوی سید محمد نذیر قدس سرہ:

آپ ”سید نذیر الزمان“ سے مشہور تھے، ”نوشہ نوری“ لقب تھا، کروٹی ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے، حضرت نوری میاں قدس سرہ نے ۱۳۱۹ھ میں خلافت عطا فرمائی۔

(۳۸) حضرت محمد عبدالغنی خاں قدس سرہ:

آپ کا لقب عبدالغنی شاہ ہے، غریب شاہ کے صاحب زادے اور خاتم الاکابر حضرت اچھے میاں کے مرید تھے۔ محلہ ابراہیم پور بدایوں کے رہنے والے تھے، آپ کو بارگاہ نوری سے ۱۳۱۷ھ میں خلافت عطا ہوئی۔

(۳۹) حضرت مفتی عزیز الحسن عثمانی بریلوی قدس سرہ:

آپ حضور خاتم الاکابر قدس سرہ کے مرید تھے اور حضرت نوری میاں سے خلافت پائی تھی۔

(۴۰) حضرت نواب معین الدین خاں بہادر قدس سرہ:

آپ بڑودہ کے رئیس، حضرت نوری میاں قدس سرہ کے بھانجے اور خلیفہ ہیں۔

(۴۱) حضرت سید محمد ابراہیم میاں شاہ جہاں پوری قدس سرہ۔

(۴۲) حضرت شاہ حسام الحق معروف بہ فیض محمد شاہ جہاں پوری قدس سرہ۔

(۴۳) حضرت قاضی حسن شاہ پنجابی ثم شنبہلی قدس سرہ۔

(۲۹) حضرت شاہ عبدالعزیز غازی پوری قدس سرہ:

آپ قصبہ زمانہ ضلع غازی پور کے رہنے والے تھے، اور سلسلہ عالیہ قادریہ جدیدہ میں حضور نوری میاں قدس سرہ سے طالب اور ان کے خلیفہ و مجاز بیعت تھے۔

(۳۰) حضرت مولانا سید احمد حسین پالن پوری قدس سرہ:

آپ کو حضرت نواب نور الدین حسین خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی صاحب زادی اور حضرت نوری میاں قدس سرہ کی بھانجی منسوب تھی، آپ کو بھی سلاسل خمسہ میں حضرت نوری میاں سے اجازت و خلافت تھی۔

(۳۱) حضرت مولانا سکندر شاہ خاں شاہ جہاں پوری قدس سرہ:

آپ کٹرہ کمال زی ضلع شاہ جہاں پور کے رئیس تھے، انھیں بہت تھوڑی مدت تک ہی حضرت کی بارگاہ میں حاضری دینے کا موقع ملا، لیکن حضرت میاں صاحب کی توجہ اور تربیت نے ان پر بڑا گہرا اثر ڈالا، بہ مقام کٹرہ کمال زی میں انتقال ہوا۔

(۳۲) حضرت مولانا مشتاق احمد سہارن پوری قدس سرہ:

آپ بمبئی میں اقامت رکھتے تھے، آپ کے مریدین ممبئی اور اس کے مضافات میں کثیر تعداد میں ہیں۔ ۱۳۲۲ھ میں ممبئی میں انتقال فرمایا۔

(۳۳) حضرت شیخ اشرف علی دہلوی قدس سرہ:

آپ شیخ مظفر علی دہلوی کے فرزند تھے، آپ کا مکان جامع مسجد دہلی سے بالکل قریب تھا۔ آپ کو حضرت میاں صاحب قدس سرہ سے سلاسل خمسہ میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔

(۳۴) حضرت شیخ کرامت حسین شاہ جہاں پوری قدس سرہ:

آپ شیخ امام الدین کے صاحب زادے تھے، تلمذ ضلع شاہ جہاں پور محلہ کمان گراں میں رہتے تھے، سلاسل قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و ابوالعلائیہ میں حضرت نوری

(۴۴) حضرت میاں محمد رمضان شاہ پنجابی قدس سرہ۔

(۴۵) حضرت مولوی بخاری قدس سرہ۔

(۴۶) حضرت ملا طفیل محمد قدس سرہ۔

(۴۷) حضرت حاجی سید محمد علی نقوی قبائی بدایونی قدس سرہ۔

(۴۸) ممتاز الشرح حضرت حاجی مولوی عطا محمد صدیقی بدایونی قدس سرہ۔

(۴۹) حضرت مولانا قاضی غلام شہر صدیقی نوری بدایونی قدس سرہ:

آپ ۱۲۷۵ھ کو سہارن پور (اتر پردیش) میں پیدا ہوئے، تاریخی نام ”غلام صدیق“ ہے۔ آپ کا تعلق بدایوں شریف کے خاندان شیوخ صدیقی سے ہے۔ آپ کے خاندان میں اسد العارفین حضرت سید شاہ حمزہ مارہروی قدس سرہ کے زمانے سے ہی بیعت و ارادت کا سلسلہ جاری ہے۔ مدرسہ قادریہ بدایوں میں تاج الفحول مولانا عبدالقادر عثمانی بدایونی، اور ان کے شاگرد مولانا حافظ خورشید حسن صدیقی بدایونی سے متوسطات تک تعلیم حاصل کی۔ پھر بلند شہر پنج کراچی جا پیدا کے کاموں میں مصروف ہو گئے۔ مطالعہ اور کتابت کے بہت شوقین تھے، شوق مطالعہ کا یہ عالم تھا کہ دو پہر اور رات میں جب تک کسی کتاب کا مطالعہ نہ کرتے نیند نہ آتی، اور کتابت کے اس قدر شوقین تھے کہ تقریباً ساٹھ کتابیں اپنے ہاتھ سے لکھی تھیں۔

۱۲۹۷ھ میں بدایوں شریف میں حضرت نوری میاں قدس سرہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ اس کے بعد ۱۳۰۰ھ سے لے کر ۱۳۰۵ھ تک مختلف مواقع پر مختلف اعمال و اشغال و اوراد کی اجازتیں حاصل کیں، ۱۸/۱ ذی قعدہ ۱۳۰۷ھ کو بارگاہ نوری سے اجازت عام عطا ہوئی۔

آپ حضرت میاں صاحب قدس سرہ کے مرید خاص اور ایسے خلفا میں ہیں جنہیں ”محرم اسرار مارہرہ“ کہا جاسکتا ہے، آپ کو حضرت کا بہت قرب حاصل رہا، خلوت و جلوت میں ان کے ساتھ رہے۔ خانوادہ برکاتیہ کے اکابر کے حالات میں آپ نے ”مدارج حضور“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف فرمائی جو شائع ہو چکی ہے، اور ”تذکرہ نوری“ کے نام سے اپنے پیرومرشد حضور نوری میاں قدس سرہ کے حالات پر ایک مبسوط اور معلوماتی کتاب تصنیف فرمائی۔ اس وقت میرے سامنے تذکرہ نوری کا جو نسخہ ہے، وہ جناب محمد ایوب قادری

ایم اے کی ترتیب و تقدیم و تعلیق کے ساتھ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈچکٹ روڈ، لائل پور (پاکستان) سے شائع ہوا ہے، سن اشاعت ۱۹۶۸ء ہے۔ اس کی ابتدا میں ص ۴۰ سے ص ۱۳۰ تک دس صفحات پر مشتمل ”پیش لفظ“ ہے جو صاحب زادہ الحاج محمد عبدالجبار قبائل میاں بدایونی ایم اے کراچی کا لکھا ہوا ہے، اور اس کے بعد ص ۱۴۰ سے ص ۵۱۰ تک ۳۷ صفحات کو محیط جناب محمد ایوب قادری ایم اے کا لکھا ہوا ایک مقدمہ ہے۔ ص ۵۲۰ سے ص ۲۰۷۰ تک اصل کتاب ہے، کتاب کی فوٹو کاپی خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے ولی عہد سجادہ اور خانوادہ علامہ فضل رسول و تاج الفحول علیہا الرحمۃ والرضوان کے چشم و چراغ حضرت مولانا اُسید الحق محمد عاصم قادری بدایونی ازہری کی مہربانی سے راقم سطور (نقیس احمد مصباحی) کو حاصل ہوئی، نئی کمپوزنگ، پیرابندی اور جدید طرز پر اس کتاب کو ہندوستان میں بھی منظر عام پر لانے کی ضرورت ہے۔ میں نے اس مقالہ میں ”تذکرہ نوری“ سے سب سے زیادہ مدد لی ہے۔

درج ذیل حضرات وہ ہیں جن کو تذکرہ نوری میں حضرت کے خلفا کی فہرست میں شامل نہیں کیا گیا، لیکن حضرت شرف ملت سید محمد اشرف مارہروی نے اپنے مقالہ ”داستان نور“ میں انھیں فہرست خلفا میں ذکر فرمایا ہے:

(۱) مولانا قاضی غلام قنبر بدایونی علیہ الرحمہ (برادر اکبر مولانا غلام شہر صدیقی)

(۲) حکیم سید مشتاق حسین حیدر آبادی، مرید و خلیفہ

(۳) شاہ تلقین شاہ۔ مرید و خلیفہ

(۴) شاہ امام علی شاہ۔ مرید و خلیفہ

(۵) مولانا مولوی حکیم سید محمد غوث بدایونی۔ مرید و خلیفہ

(۶) ملا ولایتی صاحب۔ مرید و خلیفہ

(۷) مولوی محمد عزیز بخش بدایونی۔ مرید و خلیفہ (۷۶)

تصنیفات و تالیفات:

حضرت نوری میاں قدس سرہ کو تصنیف و تالیف اور شہرت مصنفی سے کوئی خاص دلچسپی نہ تھی، لیکن ضرورت و ہدایت کے پیش نظر چند اہم کتابیں بھی لکھی ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- سراج العوارف فی الوصایا والمعارف:

انسان کی اسلامی زندگی کے لئے جو باتیں ضروری ہیں اس کتاب میں سرکار نور نے عجب حسن اختصار اور سلاست کے ساتھ جمع کر دیے ہیں۔ سبع سنابل شریف کے انداز میں اس میں سات لمعے (روشنیاں) ہیں۔ اور ہر لمحہ کے اندر ”نور“ کے عنوان سے کثیر فوائد درج ہیں جس کی مختصر تفصیل یہ ہے:

- ۱- پہلا لمحہ: وصیتوں کے باب میں ہے جس میں گیارہ وصیتیں ذکر ہیں۔
- ۲- دوسرا لمحہ: اہل سنت کے عقیدوں کے بیان میں ہے جس میں ۲۸ نور ہیں۔
- ۳- تیسرا لمحہ: تصوف کے سلسلے میں ہے جس میں سرسٹھ نور ہیں۔
- ۴- چوتھا لمحہ: سلوک کے بیان میں ہے جس میں باون نور ہیں۔
- ۵- پانچواں لمحہ: مسائل فقہیہ کے ذکر میں ہے جس میں انچاس نور ہیں۔
- ۶- چھٹا لمحہ: اخلاق اور نصائح کے بیان میں ہے جس میں تیس نور ہیں۔
- ۷- ساتواں لمحہ: بعض متفرق فوائد کے بیان میں ہے جس میں سات نور ہیں۔

اصل کتاب فارسی زبان میں ہے۔ جس پر سیدنا اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ کی عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں منظوم تقریظ ہے۔ عربی تقریظ کے چند اشعار یہ ہیں:

أبَا سِيدِي يَا ابْنَ غَرْ غَطَارِفٍ وَيَا أَحْمَدَ النُّورِ نَوْرَ الْأَعَارِفِ
كَلَامِكَ نَوْرُ بَهَاءِ السَّلَاسِلِ وَشَهِدَ مَصْفَى عَنِ الزَّيْغِ صَارِفِ
وَتَحْقِيقِ تَرْوِائِحِ كَشْفِ الْقُلُوبِ دَلِيلِ الْيَقِينِ سِرَاجِ الْعَوَارِفِ
وَلَا غُرُوبَ لِنَجْوَا مِنْكَ سِرَاجِ فَلَيْلِكَ نُورِي نَادِي الْمَعَارِفِ
أَرَانَا سِرَاجُكَ بِاللَّيْلِ شَمْسًا وَشَمْسُ بَلْبِلٍ عَجِيبٌ وَطَارِفِ
فَهَلْ مِثْلُهُ فِي تَلِيدٍ وَطَارِفِ وَأَيْنَ فَايِنَ تَرَاهِ الطَّوَارِفِ
استاذ حازم محمد احمد عبد الرحيم المحفوظ مرتب ”بساتين الغفران“ جو جامعہ ازہر کے فاضل استاذ ہیں انھوں نے ڈاکٹر حامد علی خاں کے مقالہ کے حوالے سے فقط یہی چھ اشعار ذکر کیے ہیں۔ حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے گیارہ عربی اشعار تقریظ میں کہے تھے جو سراج العوارف کے اس نسخہ میں مطبوع ہیں جو بدایوں پرپس سے شائع ہوا تھا، لیکن انھیں تلاش و جستجو کے باوجود یہ نسخہ دست یاب نہ ہو سکا۔

سراج العوارف کے دو اردو ترجمے ہوئے۔ پہلا ترجمہ حضرت مولانا مفتی خلیل احمد

خاں صاحب برکاتی مارہروی علیہ الرحمہ نے کیا اور دوسرا حضرت مخدوم گرامی جانشین حضرت احسن العلماء قدس سرہ ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب مدظلہ العالی نے۔ جس کی زبان پہلے سے زیادہ سلیس اور رواں ہے۔ ہندوستان میں آج کل عام طور سے پہلا ہی ترجمہ دست یاب ہے جسے مکتبہ جام نور نے ”شریعت و طریقت“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ حضرت امین ملت کا ترجمہ عرصہ ہوا مکتبہ استقامت کانپور سے شائع ہوا تھا۔ پاکستان میں اس کے متعدد ایڈیشن نکلے۔ مجمع المصباحی مبارک پور نے حال میں ایک خوب صورت جدید ایڈیشن شائع کیا ہے۔

سراج العوارف شریف میں سرکار نور قدس سرہ نے بہت مفید فوائد و نکات کی نشاندہی فرمائی ہے جو ایک مومنانہ زندگی کے لیے راہ نما اصول کہے جاسکتے ہیں اور بہت سے کارآمد نصائح کریمہ بھی اس میں مذکور ہیں۔ تفصیلی معلومات کے لیے تو اصل کا مطالعہ ہی کفایت کرے گا۔ یہاں چند نصائح طیبہ افادیت کے واسطے تحریر کیے جاتے ہیں۔ سرکار نور فرماتے ہیں:

- (۱) اپنا راز کسی سے نہ کہو۔ (۲) عالم کے فعل کو نہ دیکھو بلکہ اس کے قول پر نظر کرو، اس لیے کہ فعل صرف اپنے لیے ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ خلاف سنت بھی ہو اور قول دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔ علمائے کرام کی دیانیت داری سے اس کی توقع نہیں کہ ان کا قول خلاف سنت ہو۔ (۳) بروں اور نافرمانوں کو نصیحت کرو کہ شاید وہ توبہ کر لیں اور کسی سے ان کا عیب بیان نہ کرو کہ کہیں وہ ڈھیٹ نہ ہو جائیں۔ (۴) اپنے سے کمزوروں پر رحم کرو تا کہ اپنے سے طاقتوروں کی طرف سے تم پر رحم ہو۔ (۵) کسی کو گالی نہ دو کہ وہ بھی تمھیں گالی دے۔ گالی گلوں سے دنیا میں بربادی اور آخرت میں گناہ ہے۔ (۶) جس نے پانچ ماہ کھڑے ہو کر پہنا اور عمامہ بیٹھ کر باندھا اس کو اللہ تعالیٰ ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جو پھر ٹل نہیں سکتی۔ (۷) ادب سے رہو، بے ادبی سے بچو، اولیاء، اتقیا، اصفیا، علما، فضلا اور فقرا کے ادب و تعظیم میں کوشاں رہو۔ (۸) کسی سے منافقانہ میل جول نہ رکھو۔ منافقانہ دوستی سے کھلی دشمنی بہتر ہے۔ (۹) بزرگوں کی نصیحت سے غم گین نہ ہو اور چھوٹوں کو ادب سکھانے میں غفلت نہ برتو۔ (۱۰) کسی کی برائی کو چھپانا ثواب کا کام ہے اور خدا کے خاص بندوں کی عادت ہے۔

۲- الْعَسَلُ الْمُصَفَّى فِي عَقَائِدِ أَرْبَابِ سَنَةِ الْمُصْطَفَى:

اٹھائیس صفحات کا یہ رسالہ مبارکہ اہل سنت کے جملہ عقائد کو اختصار اور جامعیت کے ساتھ سمیٹے ہوئے ہے۔ سرکارِ نور قدس سرہ نے بڑی ہی سلیس اور آسان زبان میں اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ، اللہ تعالیٰ کی صفات، تقدیر الہی کا مسئلہ، اللہ تعالیٰ کی کتابیں، اللہ تعالیٰ کے فرشتے، اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام، ہمارے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضور کے آل و اصحاب، صحابہ کی شکر رنجیاں، تفصیل کی تفصیل، ایمان و کفر و شرک و بدعت کی بحث، قیامت و آخرت کا ذکر، متفرق مسئلے جیسے ذیلی عناوین پر اتنے مختصر اوراق میں گفتگو فرمائی ہے جو اس کی جامعیت کی جامع شہادت ہے۔ زبان ایسی رواں ہے کہ سوسال سے زائد کا عرصہ گزر نے کے بعد بھی یہ احساس نہیں ہوتا کہ اس کے مفاہیم کو لسانی قدامت متاثر کر رہی ہے۔

یہ رسالہ حضرت تاج العلماء کے زیر اہتمام دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ مطہرہ سے بھی شائع ہوا۔ پھر اس کے کثیر تعداد میں متعدد ایڈیشن مختلف جگہوں سے شائع ہوئے۔ ماسٹر عتیق احمد برکاتی کے زیر اہتمام کانپور سے بھی اس کا ایک ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ حضرت سرکارِ نور قدس سرہ آغاز رسالہ میں سبب تالیف بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”اما بعد! خدا کی طرف شکوئی کہ زمانہ وہ آیا کہ علم مدبر ہے اور جہل ظاہر سنن ضائع اور فتن شائع، سداً مخدول و فساد مقبول، اہل بدعت نے عوام میں طرح طرح جال پھیلایا ہے اور اس فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت نے حفظ و عقائد سے یک دست ہاتھ اٹھایا ہے بد مذہب اپنے اطفال کو زبان کھلتے ہی مشرب باطل کی تعلیم شروع کرتے ہیں اور اہل حق ایں و آں میں وقت گنوا کر تعلیم عقائد حصول علم پر موقوف رکھتے ہیں۔

پھر وہ کتنے ہیں جنہیں علم حاصل ہوتا ہے اور ہوا بھی تو بہت ذی علم و حکمت و فلسفہ کی آفت میں تحقیقات دینیہ کو جھگڑا تصور کرتے اور اس سے دامن برچیدہ رہتے ہیں اور جو علم سے محروم رہے ان کا تو کہنا ہی کیا۔ لوح سادہ ہیں جو چاہے نقش جمائے۔ جیسی صحبت پائی ویسے ہی ہو گئے۔ تحقیق کا شوق نہیں کہ اپنے علما سے دریافت کریں۔

فقیر ملتجی الی المولیٰ الغنی سید ابو الحسین احمد نوری ملقب بہ

میاں صاحب قادری برکاتی مارہروی اصلح اللہ له الشاهد والغائب و زہدہ فی الدنیا و رغبہ فی الرغائب، امین۔ بہ نظر خیر خواہی برادران دین چند سطر عقائد اہل سنت و جماعت میں بہ سلاست زباں و وضاحت بیان و شرح مسائل و طرح دلائل منصفہ تحریر بر جلوہ نما اور رسالہ کو بنام تاریخی ”العسل المصفی فی عقائد ارباب سنة المصطفیٰ مسمی کرتا ہے۔“

۱۲۹۸ھ میں میرٹھ سے اس کا جوائڈیشن شائع ہوا تھا اس میں سیدنا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی منظوم عربی تقریظ بھی شامل ہے جسے ”بساتین الغفران“ میں نقل کیا گیا تھا۔ فقیر افادیت کے لیے اسے یہاں نقل کرتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

يَا صَاحِبِي فَقَالَ لِمَا يَعْينُنَا
وَادِ شَمْنَا مِنْهُ نَفْحَةُ سِينَا
آنَسْتُ مِنْ مَارِهَرِه نَارًا عَلِي
طُورِ اشْنَا طُورًا بِهِ يَهْدِينَا
فَعَزَمْتُ مِمَشَايَ هَذَا أَنَّنِي
مَالِمَ أَنْلَهَا لِنِ أَذُوقَ هَدُونَا
أَمْضَى عَلَى سَنَنِ وَلَا أَصْغَى إِلَى
قَوْلِ مَنْ الْأُغْوَالِ وَالْمُرْدِينَا
سِيرَامَعَى أَوْ لَا فِلَسْتُ بِرَاجِعِ
إِنِّي لَفِي شَأْنٍ أَرَاهُ يَقِينَا
طُوبَى لِأَبْنَاءِ السَّبِيلِ إِذَا اهْتَدَوْا
وَمَشَوْا لِهَذَا النُّورِ مُنْقَادِينَا
أَكْرِمَ بِنَارِ ضَوْءِهَا يُجْلُوا الدُّجَى
مَنْ أَحْمَدَ النُّورِيَّ جَاءَ مُبِينَا
نُورُ الْهَدَى، بَحْرُ التَّقَى، بِدَرِ النُّقَى
أُضْحَى لَهُ حَفْظُ الْإِلَهِ مَعِينَا
مِنْ آلِ مَنْ رَضِيَ الْبَلَا فِي كَرْبَلَا
مِنْ أَهْلِ خَلْقِ الْحُسَيْنِ حُسِينَا
يَا قَوْمَ هَذَا الْحَقِّ هَذَا الْمُنْتَقَى
هَذَا النُّجْلَةَ أَنْ اتَّخَذْتُمْ دِينَا
عَسَلٌ مُصَفًّى بِالْيَقِينِ فَلَمْ يَذَرِ
بِذَوَاقِهِ ظَنًّا وَلَا تَحْمِينَا
تَعَسَّ لِمَنْ أَهْوَى إِلَى مَهْوَى الْهَوَى
وَرَأَى بِدِينِ السَّنَةِ الْمَفْتُونَا
لَمْ يَأْتِ مَشَى لِلصَّوَابِ بِدِيلَا
مَا كَانَ حَقًّا بِالْجِدَالِ قَمِينَا
فَعَلَيْكَ يَا هَذَا بِجَمِيعِ أَوْ قَدَا
مَصْبَاحِ دِينِ اللَّهِ فِي نَادِينَا
لَكَ أَسْوَةٌ فِيهِمْ فَلَنْدُ بِجَنَاحِهِمْ
لَا تَتَّبِعْ مَنْ غَيْرِهِمْ مَجْنُونَا
قَالَ الرِّضَا أَرْخُ رِسَالَةَ سَيِّدِي
هَذَا هُوَ الْحَقُّ الصَّرِيحُ مُبِينَا

ڈاکٹر محمد مسعود احمد مجددی مظہری نے بھی ان اشعار کو اپنی تصنیف ”حیات مولانا احمد

رضا خاں بریلوی“ میں ذکر کیا ہے۔ (۷۷)

اسی کتاب میں آگے اصل مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”صحابہ تمام امت سے افضل ہیں، اور صحابہ میں سب سے افضل، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرتبہ اور عزت میں سب سے زیادہ، اور حضرت (رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت نزدیک حضرت صدیق، پھر حضرت فاروق، پھر عثمان غنی، پھر علی مرتضیٰ ہیں، اور افضل کے یہی معنی ہیں کہ اوروں سے مرتبہ بڑا، اور خدا کے یہاں عزت و وجاہت و کرامت و ثواب میں زیادہ ہو، ہم سنی ان باتوں میں حضرت صدیق اکبر کو انبیاء و مرسلین کے بعد تمام جہان سے بڑھ کر مانتے ہیں۔“

شیعیت و تفضیلیت سے براءت کے سلسلہ میں حضرت میاں صاحب کا مندرجہ ذیل یہ اعلان بھی اسی کتاب میں موجود ہے۔

”الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين، والصلوة والسلام على رسولنا سيدنا محمد وعلى آله واصحابه اجمعين. اما بعد! فقير حقير سيدنا ابو الحسن احمد نوري المقلب به ميلا صاحب قادري نوري برکاتی بخدومت کافہ انام اہل اسلام وخصوص مریدان خاندان و مریدان ذات خاص یہ خطاب کرتا ہے کہ عقیدہ اس فقیر کا اور اسلاف فقیر کا اور اساتذہ فقیر کا وہی ہے جس کو حقیر بے سرو پا ”عسل مصفی“ اور ”دلیل الیقین“ میں ظاہر کر چکا ہے، اب جو صاحب کہ خلاف اس کے ہوں ان سے فقیر بری ہے۔ وما علینا الا البلاغ۔“ تحریر ۳ ربیع الثانی ۱۳۰۳ھ مقام گجرات بڑودہ۔“ (۷۸)

۳- دلیل الیقین من کلمات العارفین:-

اس رسالہ میں حضرات شیخین کریمین (ابوبکر و عمر) رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی دیگر تمام صحابہ پر فضیلت کلی کا اثبات اور تفضیلی لوگوں کے شبہات کے جوابات بڑی وضاحت اور صفائی کے ساتھ دیے گئے ہیں، یہ رسالہ بہت مستند اور مفید ہے، ان لوگوں کے لیے خاص طور پر چشم کشا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ تفضیل شیخین صرف فقہاء اور علمائے ظاہر کا مسلک ہے، عرفائے اہل طریقت حضرت علی مرتضیٰ کی فضیلت کے قائل ہیں، اس میں ہر طبقہ کے عرفائے طریقت اور صوفیہ کرام کے اقوال سے ثابت فرمایا گیا ہے کہ تفضیل شیخین رضی اللہ

عنہما جہور اہل سنت و جماعت کے نزدیک تسلیم شدہ مسئلہ ہے، عام اکابر عرفاء اور مشائخ مارہرہ مقدسہ کا یہی مسلک اور عقیدہ ہے۔ یہ فارسی زبان میں اپنے موضوع پر لا جواب رسالہ ہے، مطبوعہ ہے۔ (۷۹)

کتاب کے آخر میں مولانا محمد عادل کان پوری، مولانا عبدالحی فرنگی محلی اور مولانا عبد اللہ حسینی بلگرامی کی تقریظیں بھی شامل ہیں۔ (۸۰)

۴- سوال و جواب:

یہ مختصر رسالہ بھی اردو زبان میں مسئلہ تفضیل کا فیصلہ ہے، انداز بیان تحقیقی ہے، آج تک حضرات تفضیلیہ سے اس کا جواب نہ بن پڑا۔ مطبوعہ ہے۔ (۸۱)

۵- تحقیق التراویح:

یہ کتاب عربی زبان میں اسی صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، کتاب کا موضوع اس کے نام سے ظاہر ہے، اس میں بیس رکعت تراویح کا سنت مؤکدہ ہونا شرعی دلائل کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے، یہ کتاب ۲۰ رمضان ۱۴۹۰ھ کو صرف چھ دن میں پایہ تکمیل کو پہنچی اور ۲۴ ذی الحجہ ۱۴۹۱ھ/۲ فروری ۱۸۷۵ء کو مطبع غالب الاخبار معروف بہ ”صبح صادق“ محلہ ٹامسن گنج، سینٹاپور (یو. پی.) سے طبع ہوئی۔

کتاب میں ایک مقدمہ، ایک باب اور خاتمہ ہے۔

مقدمہ میں سب سے پہلے سنت اور سنت مؤکدہ کی تعریف میں مختلف فقہائے کرام اور علمائے اصول فقہ کے اقوال ذکر کیے گئے ہیں۔ اور مصنف نے صاف لفظوں میں اس بات کی صراحت کی کہ ان سب کا ماخذ علامہ ابوالحسنات محمد عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی کا رسالہ ”تحفة الاخيار في إحياء سنة سيد الابرار“ ہے، مقدمہ ص: ۳، سے ص: ۱۶ تک پھیلا ہوا ہے، اس میں سنت اور سنت مؤکدہ کی تعریفات کے ساتھ، تراویح کا بیس رکعت ہونا اور اس کا سنت مؤکدہ ہونا احادیث نبویہ کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

باب میں فقہائے متقدمین اور سلف صالحین کے اقوال سے مقدمہ میں مذکور مضامین کی تائیدات جمع کی گئی ہیں، یہ ص: ۱۶ سے ص: ۷۳ تک اٹھاون صفحات کو حاوی ہے، اس میں چھیاٹھ فصلیں ہیں، آخر میں خلاصہ بحث کے طور پر یہ عبارت درج ہے:

۶- النور والبہاء فی اسانید الحدیث وسلاسل الاولیاء:

اس رسالے میں سلاسل و اسناد حدیث صحاح و مسلسل بالاولیاء و حصن حصین و دلائل الخیرات، اسماء اربعینہ، مصنفات اربعہ، مشاہیر، مسلسل بالاضافہ و اسناد حرز یمانی و قرآن کریم و تسبیح و سلسلہ عالیہ قادریہ قدیمیہ و ایہ، و کاپوہ جیدیہ و رزاقیہ و منوریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقش بندیہ و مداریہ و علیہ جو چند طریقوں سے پہنچے ہیں، درج ہیں۔ عربی زبان میں نہایت مفید رسالہ ہے۔

۷- اشتہار نوری:

یہ ایک مختصر اور مفید رسالہ ہے، جس وقت بعض علمائے اہل سنت اہل ندوہ کی چال بازیوں سے دھوکا کھا کر شامل ندوہ ہو گئے تو ان کی تنبیہ اور ندوہ کی حقیقت بتانے کے لیے یہ رسالہ لکھا، اس میں اور بھی بہت سے بلند پایہ فوائد شامل ہیں۔ مطبوعہ ہے۔ (۸۳)

۸- عقیدہ اہل سنت نسبت محاربین جمل و صفین و نہروان:

یہ رسالہ اردو زبان میں ہے، جنگ جمل، جنگ صفین اور جنگ نہروان میں شریک ہونے والے افراد کے بارے میں عقیدہ اہل سنت کی وضاحت کی گئی ہے، نہایت مفید اور نفع بخش رسالہ ہے۔ اس کے بارے میں خود حضرت نوری میاں قدس سرہ اپنی کتاب ”سراج العوارف“ میں فرماتے ہیں:

”میں ایک روز عصر و مغرب کے درمیان پیرومرشد کی خدمت میں حاضر تھا۔ اسی زمانے میں میں نے ایک کتاب جنگ جمل و صفین و نہروان میں شریک ہونے والوں کے بارے میں اہل سنت و جماعت کے عقیدے کے متعلق لکھی تھی اور اصلاح کی نیت سے اس کی کیا اثر نظر والے (شاہ آل رسول قدس سرہ) کے سامنے حاضر کی تھی۔ فرمایا پڑھو۔ میں نے کچھ پڑھا۔ فرمایا کہ برخوردار مولوی عبدالقادر سلمہ اللہ تعالیٰ (حضور تاج الفحول بدایونی) نے اس رسالہ کا مطالعہ کیا یا نہیں؟ عرض کیا کہ میں نے یہ بحث مولوی صاحب ہی سے مستنبط کی ہے۔ فرمایا کافی ہے کہ ان کا علم حاضر ہے اور ہمیں بڑھاپے کی وجہ سے اب اس کی فرصت نہیں ہے کہ اصلاح و تصنیف کی طرف توجہ دے سکیں۔ میں نے پھر عرض کیا کہ اس مسئلہ میں

”فالحاصل أنه قد ثبت بأحسن الوجوه من تتبع أقوال الفقهاء والأصوليين في مذهب الحنفية أن التراويح مع تعدادها عشرين ركعة في جميع ليالي شهر رمضان سنة مؤكدة، والجماعة فيها سنة الكفاية، والختم فيها مرة واحدة أيضًا سنة مؤكدة“ (۸۲)

اس پوری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ مذہب حنفی کے فقہاء اور ماہرین اصول فقہ کے اقوال کی تلاش و جستجو سے یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ ماہ رمضان کی تمام راتوں میں بیس رکعت تراویح سنت مؤکدہ ہے، اسے جماعت کے ساتھ پڑھنا سنت کفایہ ہے، اور تراویح میں ایک بار ختم قرآن کرنا بھی سنت مؤکدہ ہے۔

کتاب کا خاتمہ ص: ۷۳/۷۴ سے ص: ۷۶/۷۷ تک پھیلا ہوا ہے، اس میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ تراویح کا (بلا عذر شرعی) چھوڑنا ”إساءة“ ہے۔

ص: ۷۶/۷۷ سے ص: ۸۰/۸۱ تک ”خاتمہ“ کا تکرار ہے۔ ص: ۹۰/۹۱ پر حضرت مولانا محبت احمد عثمانی بدایونی علیہ الرحمہ کی عربی زبان میں تقریظ ہے جو پورے ایک صفحہ کو حاوی ہے۔ ص: ۸۰/۸۱ پر اس دور کے تین تالیس معتبر علمائے کرام کی تصدیقات ہیں، ان میں سے کچھ مشہور و معروف اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) - تاج الفحول محبت الرسول مولانا عبد القادر عثمانی بدایونی۔ (۲) - رئیس المتکلمین مفتی محمد تقی علی خاں قادری بریلوی۔ (۳) - اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی۔ (۴) - حضرت مولانا نور احمد بدایونی۔ (۵) - ابوالاحیاء حضرت مولانا محمد نعیم فرنگی محلی۔ (۶) - حضرت مولانا محمد ہدایت علی لکھنوی ثم پبلی بھیتی۔ (۷) - حضرت مولانا شمس الاسلام۔ (۸) - حضرت مولانا عبد العزیز۔ (۹) - حضرت مولانا محمد فضل مجید فاروقی۔ (۱۰) - حضرت مولانا فضل احمد قدس سرہ اہم۔

کتاب کے آخر میں ”التذییل لتحقیق التراویح“ کے نام سے چار صفحہ کی ایک اور تحریر بھی شامل ہے جو حضرت نوری میاں قدس سرہ ہی کا نتیجہ قلم ہے

یہ کتاب اپنے موضوع پر بڑی جامع، پر مغز اور عالمانہ ہے، انداز بیان سنجیدہ، پُر وقار اور سلجھا ہوا ہے، ضرورت ہے کہ اسے تعلیق و تخریج اور ترقیم کے ساتھ نئے انداز میں ایڈٹ کر کے منظر عام پر لایا جائے۔

کچھ تو ارشاد فرمادیں تاکہ ہم اسے دین و ایمان کا محافظ بنائیں تو ارشاد فرمایا کہ ہم صحابہ کرام کا تذکرہ اچھے الفاظ میں ہی کریں گے بس یہی کافی ہے۔ لہذا ان تینوں جنگوں میں اہل سنت و جماعت کے عقیدے کا حاصل یہ ہے کہ جنگ جمل اور جنگ صفین خطائے اجتہادی کی وجہ سے ہوئیں اور اہل نہروان کی نسبت فسق کا حکم ہے یعنی نہروان میں لڑنے والے قطعاً فاسق، پاجی اور گنہگار تھے۔“ (۸۴)

۹۔ تخیل نوری:

یہ عربی، فارسی اور اردو کلام پر مشتمل ایک مختصر سا شعری مجموعہ ہے جسے تقریباً نصف صدی یا اس سے کچھ پہلے دارالاشاعت برکاتی، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ نے یتیم خانہ برقی پریس کانپور سے چھپوا کر شائع کیا تھا۔ اور پھر خانقاہ برکاتیہ کے ترجمان سال نامہ ”اہل سنت کی آواز“ ۲۰۰۳ء میں اس کی دوبارہ اشاعت ہوئی ہے۔

ابتدا میں عربی کلام ہے، اس حصہ میں ۸۱ اشعار ہیں، نعت سے آغاز ہوا ہے اور اس سلسلہ کے ۳۰ اشعار ہیں، پھر ”فسی المناجاة“ کے عنوان سے ۲۵ اشعار ہیں۔ اس کے بعد ”فسی المواعظ“ کے عنوان سے ۱۴ اشعار ہیں آخر میں ”فسی التغزل“ کے عنوان سے ۱۲ اشعار ہیں۔

شیخ سعدی علیہ الرحمہ کے مشہور و معروف اور مقبول اشعار ہیں..... ”بلغ العلی بکمالہ.....“ اسی طرز پر آپ نے بھی تین شعر کہے ہیں۔ اس کے بعد نعت شریف کے تین مزید شعر ہیں۔

مولانا جامی علیہ الرحمہ کے معروف و مقبول اشعار ہیں ”یا صاحب الجہال و یا سید البشر.....“ اس میں ابتدائی تین مصرعے عربی اور چوتھا فارسی میں ہے، حضرت نے اسی طرز اور اسی زمین میں سات بند رقم فرمائے ہیں۔ بطور نمونہ دو بند ہدیہ ناظرین ہیں:

یا منبع الکمال و یا صاحب الظفر	من فضلك الشریف لقد کرم البشر
لا تمکن النعوت کما أنت أهلها	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر
یا سامع الدعاء و یا شافع البشر	قد جاء من دعائك یسعی لك الشجر
لا تفهم الفہوم کما کان حقہ	بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اس کے بعد خلفائے اربعہ کی منقبت ہے اور اس کے آٹھ شعر ہیں، پھر دو شعر نعت کے ہیں۔

”فسی المناجاة“ کے عنوان سے مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات پیش کی گئی ہے۔

”فسی المواعظ“ میں پند و نصائح اور وعظ و نصیحت کا حق ادا کیا گیا ہے۔ آخر میں ”فسی التغزل“ کے عنوان سے بارہ اشعار ہیں۔

دوسرے حصہ میں فارسی کلام ہے جو نسبتاً زیادہ ہے اور اس کے اشعار کی تعداد ۳۸۲/ ہے۔ ابتدائی دو اشعار میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے استمداد ہے۔ تین شعروں میں اپنی سخن گوئی اور اس کے مقاصد کا اظہار ہے، پھر حمد باری تعالیٰ میں چار شعر ہیں اس کے بعد کہیں بزرگان دین سے استمداد ہے تو کہیں نعت خیر الوری صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے، کہیں حضرت غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی مدح اور ان سے استمداد ہے اور کہیں رنگ تغزل بھی ہے۔

منشوی کی طرز میں ۱۲۱ اشعار ہیں، اس میں بھی مختلف مضامین نظم ہوئے ہیں۔ آٹھ رباعیات، دس قطعات اور دس غزلیں بھی ہیں۔

تیسرا اور آخری حصہ ”کلام اردو“ ہے۔ اس میں کل ۱۷۰ اشعار ہیں۔ ابتدا آٹھ اشعار کی ایک حمد یہ غزل سے ہوئی ہے۔ اس حصہ میں تین نعتیں ہیں جن کے کل اشعار کی تعداد ۳۶/ ہے، پہلی میں ۱۱، دوسری میں پانچ، اور تیسری میں ۲۰ اشعار ہیں۔

تصوف سے متعلق مضامین پر مشتمل اشعار کی تعداد ۲۷/ ہے۔ جو پانچ غزلوں میں منقسم ہیں، تین پانچ پانچ اشعار کی ہیں اور دو چھ اشعار کی۔

رویت باری تعالیٰ اس دنیا میں محال ہے لیکن قیامت میں ہوگی البتہ نہ صرف قلب انسانی اس کی جلوہ گاہ ہے بلکہ اس کا جلوہ تو کائنات کی ہر شے میں نظر آتا ہے۔ اس مضمون کو حضرت نے اپنی حمد یہ غزل میں کیا خوب نظم کیا ہے۔

”دور آنکھوں سے ہیں اور دل میں ہے جلوہ ان کا
ساری دنیا سے نرالا ہے یہ پردہ ان کا
دل کی آنکھوں سے کرے کوئی تماشہ ان کا
نگہ دیدہ ظاہر سے ہے پردہ ان کا

ایک کہہ کر آپ نے کیا کچھ سنا اچھا ہوا
مرگِ عاشق کی خبر سن کر وہ یوں کہنے لگے
روز کے درد و مصیبت سے چھٹا اچھا ہوا
نور سے آکر ملے وہ سب مصیبت کٹ گئی
لو مبارک زخم، تیغِ ہجر کا اچھا ہوا

جوش پر چڑھ جائے گی جب ان کے جوہن کی بہار
دل سے بلبل کے اتر جائے گی گلشن کی بہار
ہم کو از خود رفتہ آئینہ کو حیراں کر دیا
رنگ کیا کیا لائی ان کے روئے روشن کی بہار
پردہ کا کل اٹھا کر چہرہ انور دکھا
دیکھنے آئے ہیں ہم بھی تیرے جوہن کی بہار
کس ادا، کس بات میں کم ہیں مرے داغِ جگر
بلبلیں دیکھا کریں اے نور گلشن کی بہار (۸۶)

۱۰- کشف القلوب:

یہ رسالہ اردو زبان میں ہے جس میں ابتدائی سلوک کے کسب کا بیان ہے۔ اس میں ذکر کردہ بعض اشغال و اوراد خاندانی بھی ہیں۔ اس رسالہ کا نام صرف ”کشف القلوب“ ہے، حضرت نوری میاں قدس سرہ کے بعض تذکرہ نگاروں نے ”لطائف طریقت کشف القلوب“ لکھا ہے جو صحیح نہیں ہے۔ دراصل اس غلطی کا سرچشمہ ”تذکرہ نوری“ میں کتابت کی غلطی ہے، کیوں کہ کاتب نے وہاں تصنیفات کے ضمن میں ”لطائف طریقت“ کو ”کشف القلوب“ کے ساتھ ملا کر لکھ دیا ہے۔ لیکن ذرا سی توجہ سے اس کا غلط ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ صاحب تذکرہ نوری نے تصنیفات نوری کی دو قسمیں کی ہیں: ایک وہ تصنیفات جو شریعت مطہرہ کی نصرت و حمایت کے لیے لکھی گئی ہیں، انہیں ”وصل اول: حمایت شریعت“ کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ جب کہ دوسری قسم کا تعلق

حشر کے غم میں مبارک ہو عدو کو ماتم
عید ہے ہم کو کہ دیکھیں گے تماشا ان کا
دیکھ ہی لیں گے کسی شکل سے مشتاق لقا
لاکھ پردوں میں رہے جلوہ زیبا ان کا
چھوڑ دو تھوڑی جگہ ہم کو بھی محشر والو!
دور سے دیکھنے آئے ہیں تماشا ان کا“
حمد باری تعالیٰ کے بعد نعت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ اس سلسلہ کے ۱۳۶ اشعار ہیں جو تین نعتوں میں منقسم ہیں۔ ”بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر“ نعت گوئی میں حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس مضمون کو پہلی نعت میں آپ نے اس طرح ادا کیا ہے۔
”محمد خاص بندہ ہے خدا کا خدا کے بعد ہے شانِ محمد“
اسی مضمون کو دوسری نعت میں اس طرح نظم کیا ہے۔

شہ کون و مکاں فخر رسولان خدا کے بعد وہ سب سے بڑا ہے
نعت کے متعدد اشعار میں نعت گوئی کا حق ادا کرنے کے بعد اس میدان میں اپنے
عجز کا اظہار بھی ضروری سمجھتے ہیں اور بجا سمجھتے ہیں کیوں کہ نعت گوئی کا حق بجز ذات باری
تعالیٰ کون ادا کر سکتا ہے؟

ثناے پاک نوری کس طرح ہو کہاں ہم اور کہاں شانِ محمد
اسی مضمون کو دوسری نعت میں اس طرح ادا کیا ہے۔
ثنا اس کی بشر سے کب ادا ہو کہ وہ محمود و مدوح خدا ہے“ (۸۵)
سترہ غزلوں میں منقسم ۹۲ اشعار غزل کے ہیں۔ اکثر اشعار میں غزل کی روایتی
مضامین کو نظم کیا گیا ہے ان میں سے کچھ اشعار پیش خدمت ہیں۔

سن کے عاشق کی خبر فرما دیا اچھا ہوا
مجھ سے تو فرمائیے کچھ اس میں کیا اچھا ہوا
آبِ خنجر شربت دیدار کے پیاسے پیئیں
دردِ فرقت کا علاج اے دل ربا اچھا ہوا
کیوں جنابِ دل، نہ کہتے تھے نہ کہیے اس سے کچھ

۱۷- صلوٰۃ صابرہ، صلوٰۃ ابی العلاء، صلوٰۃ مدارہ:

حضرت نوری میاں قدس سرہ نے انھیں ۲۰ شوال ۱۳۱۰ھ کو آگرہ میں جمع فرمایا۔ اس کے آخر میں ایک دعا ہے جس میں آپ فرماتے ہیں:

”الہی بہ برکت صلوٰۃ محمدیہ کے جس کے صیغے نانوے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ الانبیاء کے جس کے صیغے ۳۴ ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ الملائکہ کے جس کے ۴ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ امامیہ کے جس کے ۱۲ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ عشرہ مبشرہ کے جس کے ۱۰ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ مرتضویہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ غوثیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ نسب برکاتہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ نسب غوثیہ کے جس کے ۲۴ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ معینیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ واحدیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ جلیلہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ اویسیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ محمدیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ شمسہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ ثانیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ احمدیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ الائمہ کے جس کے ۴ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ سہروردیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ نقش بندیہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ مدارہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت صلوٰۃ صابرہ کے جس کے ۹۹ صیغے ہیں، الہی بہ برکت ان اٹھارہ سو ستر سٹھ صیغہ ہائے درود کے فقیر ابوالحسن اور اس کے والدین و اساتذہ و اہل قرابت و احباب و اہل بیعت و مریدین اور اس کے ہر منتسب کو دین و دنیا کی خوبیاں عنایت فرما۔“

۱۸- صلوٰۃ الاقربا:

اس میں بیش تر خاندانی بزرگوں کے اسمائے گرامی مذکور ہیں۔

طریقت و تصوف سے ہے۔ انھیں ”وصل دوم: لطائف طریقت“ کے عنوان کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس کے تحت درج کی جانے والی پہلی کتاب ”کشف القلوب“ ہے لیکن کاتب نے ”لطائف طریقت“ کو ”کشف القلوب“ سے بالکل ملا کر لکھ دیا ہے۔ دونوں قسموں کے تقابل اور کتاب کی فہرست سے میری بات کی واضح تائید ہوتی ہے۔

۱۱- الجفر:

یہ اردو زبان میں ایک مختصر رسالہ ہے جس میں جفر کا ایک خاص قاعدہ مفصلاً مذکور ہے۔

۱۲- النجوم:

یہ نہایت مختصر رسالہ ہے جس میں ایسی چیزیں ذکر کی گئی ہیں جن کا جاننا عامل و جفاکار کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے۔

۱۳- صلوٰۃ غوثیہ:

اس میں شجرہ عالیہ قادر یہ درج ہے۔ اسمائے حسنیٰ اور اسمائے حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ اس کے متعلق سرکار نوری نے ارشاد فرمایا کہ ہر مرید قادری برکاتی کے لیے ضروری ہے کہ اگر کچھ نہ کر سکے تو کم از کم یہ شجرہ ضرور پڑھے۔

۱۴- صلوٰۃ معینیہ:

اس میں شجرہ چشتیہ درود کے طور پر درج ہے۔

۱۵- مجموعہ:

اس میں اسمائے حسنیٰ درج ہیں، نیز سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، سیدنا حضرت علی، حضرات حسین کریمین اور حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہم اجمعین کے ننانوے اسمائے عالیہ کا ذکر ہے۔

۱۶- صلوٰۃ نقش بندیہ:

اس میں بھی اسمائے حسنیٰ اور اسمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت خواجہ نقش بند کے ننانوے صیغے اور اسماء مذکور ہیں۔

”حضور کا قدمیہ تھا لیکن باوجود میانیہ قد قامت ہونے کے مجمع میں حضرت ہی سب سے بلند نظر آتے، رنگ مبارک گندمی، سر شریف بڑا اور محلوک، پیشانی چوڑی، بھوئیں باریک، آنکھیں بڑی، اور روشن سپیدی اور سیاہی میں تیز سرنخی کے ڈورے پڑے ہوئے۔ دندان مبارک نہایت ہی صاف، چمک دار، مضبوط، غالباً وفات شریف تک کوئی دانت گرا نہ تھا۔ ریش مبارک نہ انبوه نہ کم، پوری بھری ہوئی، سینہ مبارک کو ڈھلکتی ہوئی، مونچھیں اس قدر قصر فرماتے گویا منڈی ہوئی ہیں، سینہ مبارک چوڑا، آخر عمر میں کمر مبارک خم ہوگئی تھی جو چلنے میں محسوس ہوتی تھی، پاؤں کی ایڑیاں چھوٹی نہایت خوب صورت رفتار۔ ہنسی صرف تبسم تک محدود تھی۔ بیشتر عمامہ رنگین، کرتا سفید نقش بندی، پاجامہ ڈھیلا، کلاہ مبارک دو پلی گوشہ کھلے ہوئے، کبھی قادری قیص اور عبا بھی زین تن فرماتے۔ جاڑوں میں استینوں کی، ناف سے نیچے مرزئی لباس تھا، ایک چھوٹا سا سفید دوپٹہ (جیسا رومال) جو شکل ”لا“ گلے میں ہوتا۔“ (۸۸)

حضرت احسن العلما کے فرزند ارجمند شرف ملت محترم سید محمد اشرف قادری برکاتی دام ظلہ لکھتے ہیں:

”حضرت سید ظہیر احمد زیدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس فقیر برکاتی سے فرمایا کہ حضرت نوری میاں قدس سرہ اپنے وقت کے حسین ترین اور جمیل ترین افراد میں سے ایک تھے۔“ (۸۹)

قاضی غلام شہر نوری علیہ الرحمہ کے تذکرہ نوری میں بیان کردہ حلیہ نوری سے صاف واضح ہے کہ حضرت نوری میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کو اپنے نانا جان سید المرسلین، محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ والا تبار سے علم و روحانیت کے ساتھ شکل و شبہات اور حلیہ نورانی بھی عطا ہوا تھا اور ظاہری شکل و شبہات میں آپ ان کے قدم بہ قدم تھے۔

اب میں مناسب سمجھتا ہوں کہ یہاں سرور کون و مکاں حضور احمد مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا وہ حلیہ شریف پیش کر دیا جائے جو آپ کے مخصوص صحابہ حضرت انس بن مالک، براء بن عازب، ہند بن ابی ہالہ، جابر بن سمرہ، جابر بن عبد اللہ، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عباس، ابو الطفیل اور مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم سے شائل ترمذی وغیرہ کتابوں میں مروی ہے، اور انھیں روایتوں کو سامنے رکھتے ہوئے مفتی عنایت

۱۹- صلوة المرضیہ لفقراء المارہرویہ:

اس میں اکثر خاندانی خلفا کے اسمائے گرامی ذکر کیے گئے ہیں۔

۲۰- اسرار اکابر برکاتیہ:

یہ حضرت نوری میاں قدس سرہ کی آخری تصنیف ہے، اس میں بے شمار عجیب و غریب نکات و اسرار مذکور ہیں۔

۲۱- مجموعہ ہائے اعمال و اشغال:

حضرت نوری میاں قدس سرہ تقریباً ہر سال چند مجموعے تحریر فرماتے اور اپنے متعلقین کو مرحمت فرماتے، کبھی تکمیل سے پہلے ہی کسی خادم کا نام معین فرمادیتے اور کبھی تکمیل کے بعد عطا کرتے۔ بعض خدام سادہ کاغذات کا مجلد مجموعہ حاضر کرتے کہ اس پر حضور کچھ ارقام فرمادیں، ان میں زیادہ تر نقوش و ادعیہ و اعمال ہیں اور فوائد و اشغال بہت کم ہیں۔ حضرت نوری میاں کے خدام میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جس کے پاس نقوش و ادعیہ کے چند اجزانہ ہوں۔ اکثر خدام کے پاس بڑے بڑے مجموعے ہیں۔ ایک بڑا مجموعہ مولانا غلام قنبر علیہ الرحمہ کے پاس تھا، جس میں متفرق اعمال و اشغال اور فوائد علم نجوم وغیرہ بہت چیزیں درج ہیں۔ اس کا ۶۰۰ رورق سے زیادہ حجم ہے۔ حضرت مولانا شاہ محمد عمر دہلوی، حضرت سید ظہور حیدر، حضرت مولانا محمد عبدالحی، نواب رستم علی خاں اکبر آبادی، سید نور الدین حسین خاں، شاہ عارف شاہ مرحوم، حافظ سراج الدین بدایونی ثم اکبر آبادی کے پاس ایک ایک مجموعہ کا تذکرہ ملتا ہے۔ حضرت مولانا غلام شہر صاحب تحریر فرماتے ہیں:

”چند بیاض ہائے نوری ہیں، جن میں مختلف نوادر جمع ہیں، ایک میں بیش تر اپنی خوابیں اور قواعد عشرہ جفر وغیرہ ہیں، ایک میں ۱۲۸۵ھ تک مریدین کی فہرست ہے۔“ (۸۸)

حلیہ مبارکہ:

سرکار نوری میاں قدس سرہ کی بارگاہ کے حاضر باش، آپ کے مرید و خلیفہ اور خادم خاص حضرت مولانا قاضی غلام شہر قادری برکاتی بدایونی علیہ الرحمہ آپ کے حلیہ مبارک کا نقشہ کھینچتے ہوئے رقم طراز ہیں:

احمد کا کوروی نے اپنی کتاب ”تواریخ حبیب اللہ“ میں بہت اچھے انداز میں اس کا نقشہ کھینچا ہے جو کچھ اختصار کے ساتھ پیش خدمت ہے:

”ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نہ بہت زیادہ لمبے تھے نہ پست قد، بلکہ یہ کہا جائے کہ آپ کا قد لمبائی سے زیادہ قریب تھا۔ آپ جس مجمع میں کھڑے ہوتے سب سے سر بلند معلوم ہوتے۔ رنگ مبارک سرخ و سفید با نمکینی۔

سر مبارک: بڑا۔ بال شریف خوب سیاہ نرم، تھوڑے مڑے ہوئے نہ بہت گھنگھرا لے تھے اور نہ بہت سیدھے۔ کبھی کندھے تک ہوتے، کبھی کان کی لوتک، آپ بالوں کے درمیان مانگ نکالا کرتے۔ **کان:** نہ بہت بڑے تھے کہ بدنما معلوم ہوں، اور نہ بہت چھوٹے۔ **پیشانی:** کشادہ کھلی ہوئی اور روشن۔ **ابرو:** باریک کمان کی طرح ملے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اور واقعتاً ملے ہوئے نہیں تھے۔ دونوں کے درمیان کچھ فرق تھا۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصے کے وقت پھول جاتی تھی۔ **آنکھیں:** بڑی بڑی سفیدی اور سرخی ملی ہوئی تھیں۔ **پتلیاں:** خوب سیاہ تھیں۔ بغیر سرمہ لگائے ایسا محسوس ہوتا کہ سر مالگا ہے۔ **پلک:** بڑی اور خوب صورت۔ **رخسار:** نرم اور پر گوشت، نہ پھولے ہوئے، نہ دبے ہوئے۔ **ناک:** بلند اور نورانی۔ **منہ:** بڑا، بہت چوڑا نہیں کہ بدنما معلوم ہو۔ **لب:** بہت خوب صورت۔ **دندان:** سفید اور چمک دار، جب آپ گفتگو فرماتے تو دانتوں سے نور نکلتا معلوم ہوتا۔ تبسم کے وقت بجلی کی طرح چمک معلوم ہوتی۔ دندان مبارک میں کشادگی تھی۔ اور آگے کے دانتوں میں کھڑکی تھی۔ **چہرہ:** نہ لمبا اور نہ ایسا کہ بدنما معلوم ہو۔ چودھویں رات کے چاند کی طرح درخشاں، بلکہ چودھویں رات کا چاند آپ کی خوب صورتی کے آگے ماند تھا۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے چاندنی رات میں رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ مبارک کو دیکھا۔ تو میں ایک مرتبہ چاند کی طرف دیکھتا اور ایک مرتبہ چہرہ اقدس کی طرف تو میں بخدا کہتا ہوں کہ آپ کا چہرہ مبارک چاند سے زیادہ خوب صورت تھا۔ **داڑھی:** بھری ہوئی گھنے بال سینے کو ڈھک لیتے۔ **گردن:** بہت خوب صورت، صراحی کی طرح اور خوب صاف و شفاف۔ **کندھا:** گوشت سے بھرا ہوا اور خوب صورت، دونوں کندھوں کے درمیان فرق تھا۔ **دست مبارک:** لمبے، ہاتھوں اور کندھوں کے جوڑے قوی اور مضبوط۔ بلکہ سارے بدن کے جوڑے ایسے ہی مضبوط تھے۔

ہتھیلی: پر گوشت، کشادہ اور بہت نرم، ریشم کی نرمی بھی اس کے سامنے ماند تھی۔ **بغلیں:** سفید تھیں۔ ان سے خوشبو پھوٹتی تھی۔ اور ان میں بال بالکل نہ تھے۔ جیسا کہ قرطبی نے ذکر کیا ہے۔ **سینہ:** چوڑا، پشت گویا چاندی کی ڈھلی ہوئی تھی۔ دست مبارک کی انگلیاں، لمبی اور خوش نما دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

ملا علی قاری نے شرح شمائل میں لکھا ہے کہ آپ کے ہاتھوں، کندھوں، سینہ اور پنڈلیوں پر بال تھے۔ اور سینے سے ناف تک بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ جو بہت خوش نما تھا اس کے علاوہ بدن پر بال نہ تھے۔ شکم مبارک ایسا صاف و شفاف اور نرم تھا کہ ایسا معلوم ہوتا کہ خوب سفید اور صاف و شفاف کاغذ کے تختے تہہ کیے ہوں۔ سینہ اور شکم مبارک برابر تھا یعنی نہ شکم، سینہ سے اونچا تھا کہ توند ہوا اور نہ نیچے دبا ہوا تھا کہ بدنما ہو۔ پنڈلیاں صاف، ہموار، گول اور ذرا باریکی لیے ہوئے تھیں۔ قدم مبارک میں کف پا پر گوشت تھے اور بیچ کا حصہ خالی تھا۔ پائے اقدس کی انگلیاں مضبوط اور خوش نما تھیں۔ انگوٹھے کے پاس کی انگلی انگوٹھے سے بڑی تھی۔ غرض کہ ہر وہ خوبی و لطافت جیسی کہ چاہیے بدن مبارک اور دیگر سارے اعضا میں موجود تھی۔ اور دنیا کے سارے حسینوں پر آپ کو ترجیح حاصل تھی۔ گویا کہ سب کا حسن آپ میں جمع کر دیا گیا تھا۔

خوبی و شکل و شمائل، حرکات و سکنات آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری (۹۰)

نوری اخلاق و آداب:

سراج السالکین حضرت نوری میاں قدس سرہ صحیح معنوں میں مرشد تھے۔ انھوں نے اپنے مریدین و مسترشدین اور اہل تعلق کے لیے ایسی کارآمد نصیحتیں تحریر فرمائی ہیں جو ان کے دین اور دنیا دونوں کے لیے نفع بخش ہیں۔ یہ وہ نوری نسخے اور ربانی اخلاق و آداب ہیں جن پر عمل کر کے دارین میں کامیابی اور سرخ روئی حاصل کی جاسکتی ہے۔ افادہ عام کے لیے یہاں درج کیا جا رہا ہے:

(۱)۔ اپنا راز کسی سے نہ کہو ”السر اذا جاوز الاثنین فشا“ یعنی راز جب دو

ہونٹوں سے تجاوز کر جاتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے راز نہیں رہتا۔

(۲)۔ عالم کے فعل کو نہ دیکھو بلکہ اس کے قول پر نظر کرو، اس لیے کہ فعل صرف

اپنے لیے ہوتا ہے، ممکن ہے کہ خلافِ سنت بھی ہو اور قولِ دوسروں کے لیے ہوتا ہے۔ علمائے کرام کی دیانت داری سے اس کی توقع نہیں ہے کہ ان کا قول خلافِ سنت ہو تو اگر فعل خلاف ہے تو اس پر عمل نہ کرو اور اگر موافق سنت ہے تو عمل کرو۔ اسی طرح قول بھی ہے، مگر قول کبھی خلاف نہیں ہوگا کہ وہ دوسروں کے لیے ہے۔

(۳) - بزرگوں کی عادت اختیار نہ کرو کہ ان کی عادتیں انھیں کی ذات کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں۔ ہاں ان جیسی عبادات اختیار کرو کہ وہ ان کے اور دوسروں کے درمیان مشترک ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ عادت کی پیروی گم راہی اور عادت کی تحقیق ہدایت ہے یعنی اس عادت کا سبب معلوم کرنا اور اس کی حقیقت کو سمجھنا عین ہدایت و ایمان ہے۔ اور بغیر اس کی کیفیت و ماہیت سمجھے تقلید و پیروی کرنا گم راہی و رسوائی ہے، لیکن عبادت کی پیروی جو مشترک ہے وہ درجوں کی ترقی کا باعث ہے۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہم الصلوٰۃ والسلام کا واقعہ اور اس پر عمل کرنا اس جگہ مناسب ہے اور مشہور و معروف ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی سورہ کہف میں وارد ہے۔

(۴) - بروں اور نافرمانوں کو نصیحت کرو کہ شاید وہ توبہ کر لیں اور کسی سے ان کا عیب بیان نہ کرو کہ کہیں وہ ڈھیٹ نہ ہو جائیں۔

(۵) - اپنے سے کم زوروں پر رحم کرو تا کہ اپنے سے طاقت وروں کی طرف سے تم پر رحم ہو۔

(۶) - کسی کو گالی نہ دو کہ وہ بھی تمھیں گالی دے، گالی گلوں سے دنیا میں بربادی اور آخرت میں گناہ ہے۔ گالی بکنے والوں کے لیے وہ ذلت و خواری ہے جو کبھی دیکھی نہ ہو اور بدگلامی سے وہ کڑوے گھونٹ اتارنے ہوں گے جو کبھی چکھے نہ ہوں۔ زبان کا نقصان صرف دنیا تک ہی محدود ہی نہیں بلکہ آخرت میں اور زیادہ درشت و دشوار ہے۔

(۷) - جو جانور تمھارے قابو میں ہیں، ہاتھی سے لے کر کبوتر تک اور گھوڑے سے لے کر کتے تک سب کے چارے اور پانی کی دیکھ بھال رکھو کہ وہ بے زبان و بے مددگار

تمھارے محتاج ہیں، تمھارا اور ان کا مالک حقیقی ایک ہی ہے۔ اس سے ڈرو کہ ان کے حال سے غفلت برتنے پر بدسلوکی کی سزا ملے گی۔ احادیث شریفہ میں اس بارے میں سخت تاکید آئی ہے۔

(۸) - جس نے پانچامہ کھڑے ہو کر پہنا اور عمامہ بیٹھ کر باندھا اس کو اللہ تعالیٰ ایسی مصیبت میں مبتلا فرمائے گا جو پھر ٹل نہیں سکتی۔

(۹) - حالتِ اعتکاف کے علاوہ مسجد میں ضرورت سے زیادہ نہ رہے، کیوں کہ زیادہ ٹھہرنے سے آدابِ مسجد کی حفاظت نہ ہو پائے گی۔ مسجد نماز کے لیے ہے گھر بنانے کے لیے نہیں، اور نماز میں بھی افضل یہ ہے کہ مسجد میں فرائض ادا کرے۔ سنتیں اور نفلیں برکت کے لیے اپنے گھر میں ادا کرے۔ معتکف کے لیے بھی واجب تر ہے کہ مسجد کے آداب کو پیش نظر رکھے۔

(۱۰) - ادب سے رہو، بے ادبی سے بچو، اولیاء، اصفیاء، التقیاء، علماء، فضلاء اور فقراء کے ادب و تعظیم میں کوشاں رہو۔ بقول مولانا روم خدا سے ہم ادب کی توفیق چاہتے ہیں، کیوں کہ بے ادب خدا کے فضل سے محروم رہتا ہے۔ بے ادب صرف اپنے آپ کو ہی برا نہیں رکھتا بلکہ دنیا بھر میں آگ لگا دیتا ہے۔ اولیاءے کرام کا انکار نہ کرو کہ خاتمہ خراب ہونے کا اندیشہ ہے۔ خداوند کریم اپنی پناہ میں رکھے۔

(۱۱) - کسی سے منافقانہ میل جول نہ رکھو، منافقانہ دوستی سے کھلی دشمنی بہتر ہے۔

(۱۲) - دوسروں کے راز کی کھوج بین نہ کرو، کسی کی بات چھپ کر نہ سنو کہ حرام و ممنوع ہے، اسی طرح کسی کا بند اور پوشیدہ خط دیکھنے اور پڑھنے کی سخت ممانعت آئی ہے اور بری عادتوں میں یہ سب سے زیادہ بری عادت ہے۔

(۱۳) - جہاں تک ممکن ہو دشمن سے بدلہ نہ لو، صبر جمیل کرو تا کہ اجر عظیم پاؤ، اگر کوئی تمھارے ساتھ دشمنی سے پیش آئے اور جبراً تمھارا حق چھینے تو پہلے عاجزی اور انکساری سے پیش آؤ اور اپنا سراسر قدموں پر رکھو اور اپنی ٹوپی اس کے پاؤں پر ڈالو تا کہ تمھارا

رب تم سے راضی ہو جائے اور تمہارا حق چھوڑ دے اور تم پر رحم کر دے تو بہتر ہے تم اپنا حق پا ہی لو گے اور اس کا ارادہ بے کار ثابت ہوگا، ورنہ بہ حالتِ مجبوری اس کے ظلم کو دفع کرنے کی کوشش کرو، لیکن اپنے کو اتنا ہی ستم میں ڈالو کہ اس کے ستم کا جواب ہو جائے۔

(۱۴) - اپنے اقربا سے صلہ رحمی کا تعلق رکھو، ان سے دشمنی سے پیش نہ آؤ، اگرچہ وہ تم کو تکلیف پہنچائیں اور تم پر ظلم کو جائز قرار دیں۔ برائی کا آسان بدلہ برائی ہوتا ہے۔ اگر تم مرد ہو تو اس کے ساتھ بھلائی کرو جو تمہارے ساتھ برائی سے پیش آئے۔ پھر اگر تم دیکھو کہ ترکِ تعلق کے بغیر کوئی چارہ ہی نہیں ہے تو پھر ترکِ تعلق کر دو، لیکن خوب صورتی کے ساتھ کرو، آیہ کریمہ ”وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا يَقُولُونَ وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيلًا“ (اور آپ صبر کیجیے اس پر جو وہ کافر بکواس کرتے ہیں اور ان کو اچھی طرح چھوڑ دیجیے)۔ اس وصیت کو خوب یاد رکھو کہ رحم کو ختم کرنے والوں پر سخت وعید آئی ہے۔

(۱۵) - اپنے چھوٹوں کے لیے یہ سوچ لیا کرو کہ چھوٹوں ہی سے خطا ہوتی ہے اور بڑوں کے ساتھ یہ معاملہ رکھو کہ بڑوں کی غلطی پکڑنا بھی غلطی ہے۔

(۱۶) - بزرگوں کی نصیحت سے غم گین نہ ہو اور چھوٹوں کو ادب سکھانے میں غفلت نہ برتو، یہ دونوں کام فائدے سے خالی نہیں ہیں۔

(۱۷) - اپنے مسلمان بھائی کی اس کے سامنے بڑائی بیان نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ نفس سرکشی کرے اور غرور، گھمنڈ اور انا نیت اس کے دل میں پیدا ہو جائے، ایسی تعریف کو حدیث شریف میں بھی منع کیا گیا ہے۔

(۱۸) - اپنے پڑوسی کے ساتھ نیکی اور خوش اخلاقی سے پیش آؤ تا کہ اللہ تعالیٰ تم سے راضی ہو۔ جہاں تک ہو سکے پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کرو، مثلاً اگر وہ تمہاری تھوڑی سی دیوار کو اپنے مصرف میں لانا چاہے اور اس میں تمہارا کوئی نقصان بھی نہ ہو اور پڑوسی کو آرام مل رہا ہو تو تم فراخ دلی سے پڑوسی کو اجازت دے دو اور اسی طرح دوسرے معاملات میں بھی کرو۔

(۱۹) - عورتوں کی رائے پر (آنکھ بند کر کے) عمل نہ کرو، کیوں کہ وہ عقل کی کچی ہوتی ہیں، مشورہ کی اہلیت نہیں رکھتیں، عورتوں کو حکومت نہ دو، یعنی والی نہ بناؤ کہ یہ ممنوع ہے۔

(۲۰) - غصہ کے وقت اپنی حفاظت کرو کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہے ورنہ تم برباد ہو جاؤ گے۔ شیطانی غصہ نفس کے ابھار سے ہوتا ہے، اور رحمانی وہ ہے کہ خدا و رسول کے حکم کے مطابق ہو، جیسے راہِ خدا میں کافروں سے جہاد اور ظالم سے مظلوم کا بدلہ لینا۔ رحمانی غصہ پسندیدہ ہے اور شیطانی قابلِ نفرت۔

(۲۱) - خدا سے ڈرو، اس کی اطاعت و فرماں برداری کرو تا کہ مخلوق تم سے ڈرے اور تمہاری باتوں کو مانے۔

(۲۲) - کسی کی برائی کو چھپانا ثواب کا کام ہے اور خدا کے خاص بندوں کی عادت ہے۔ اگر نصیحت بھی کرو تو کھلم کھلا نہ کرو، تنہائی میں کرو جیسا بزرگانِ دین کا طریقہ ہے، اس صورت میں پردہ پوشی ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شانِ ستاری کا پرتو بندہ پر پڑتا ہے جس سے مرتبہ میں بلندی حاصل ہوتی ہے۔

(۲۳) - (سوال) بہتر دوست کون ہے؟ (جواب) وہ کہ جو لوگوں کے سامنے تعریف اور موافقت کرے اور تنہائی میں خامی اور عیب ظاہر کر کے نصیحت کرے، لوگوں کے سامنے نصیحت بہت کڑوی لگتی ہے۔ (۹۱)

مصادر و مراجع:

- تذکرہ نوری، مؤلف: مولانا غلام شہر قادری نوری بدایونی، مرتب: محمد ایوب قادری ایم۔ اے، ناشر: سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ، ڈیج کوٹ روڈ، لائل پور، پاکستان، سن طباعت: ۱۹۶۸ء
- داستانِ نوری، مقالہ نگار: سید محمد اشرف قادری برکاتی، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، مدیران: سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری و سید جمال الدین احمد اسلم قادری برکاتی، طابع و ناشر: سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری، نائب سجادہ نشین، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف، ایٹھ (یو. پی.)

حوالے

- (۱) تذکرہ نوری، ص: ۵۴
- (۲) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۲۱
- (۳) مصدر سابق، ص: ۲۲
- (۴) تاریخ خاندان برکات، ص: ۷، ۸
- (۵) مفتی اعظم نمبر، ماہ نامہ استقامت ۱۴۰۳ھ، ص: ۲۲۷-۲۳۰
- (۶) تاریخ خاندان برکات، ص: ۸-۱۳، ملخصاً
- (۷) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۱۸-۲۰
- (۸) مصدر سابق، ص: ۲۲
- (۹) مصدر سابق
- (۱۰) تذکرہ نوری، ص: ۵۴
- (۱۱) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۲۳-۲۴
- (۱۲)
- (۱۳) تاریخ خاندان برکات، ص: ۳۹
- (۱۴) مصدر سابق، ص: ۴۱
- (۱۵) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۲۵، ۲۶
- (۱۶) تاریخ خاندان برکات، ص: ۴۳
- (۱۷) تاریخ خاندان برکات، ص: ۴۳
- (۱۸) حیات حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی، ص: ۱۶۰
- (۱۹) تاریخ خاندان برکات، ص: ۴۳-۴۶، ملخصاً
- (۲۰) مفتی اعظم نمبر، ماہ نامہ استقامت ۱۴۰۳ھ، ص: ۲۳۰-۲۳۲
- (۲۱) تذکرہ نوری، ص: ۱۱۰-۱۱۳ • مفتی اعظم نمبر ماہ نامہ استقامت ۱۴۰۳ھ، ص: ۲۳۲، ۲۳۳
- (۲۲) تذکرہ نوری، ص: ۱۱۴-۱۱۶ • مفتی اعظم نمبر، ماہ نامہ استقامت ۱۴۰۳ھ،

- **سراج العوارف فی الوصایا والمعارف**، مصنف: حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری، مترجم اردو: ڈاکٹر سید محمد امین قادری برکاتی، ایم. اے. پی. ایچ. ڈی. (علیگ)، ناشر: برکاتی پبلشرز، کھارادر، کراچی، پاکستان
- **تاریخ خاندان برکات**، مؤلف: تاج العلماء حضرت سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی، مرتب: احسن العلماء حضرت سید حسن میاں قادری برکاتی، ناشر: الجمع المصباحی، مبارک پور، اعظم گڑھ (یو. پی.) طبع دوم: ۲۰۰۰ء
- **حیات حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی**، تالیف: مولانا محمود احمد رفاقتی اشرفی، بزم اشرفی رفاقتی، خانقاہ رفاقتی اشرفی، اسلام آباد (بھوانی پور) مظفر پور، بہار، سن اشاعت ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء
- **مفتی اعظم نمبر**، ماہ نامہ استقامت کان پور، مقالہ نگار: علامہ محمد احمد مصباحی، رجب ۱۴۰۳ھ، مطابق مئی ۱۹۸۳ء
- **تحقیق التراویح**، تصنیف: حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری، مطبع غالب الاخبار معروف بہ ”صبح صادق“ محلہ ٹامسن گنج، سینٹاپور، سن طباعت ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ/فروری ۱۸۷۵ء
- **تخیل نوری**، اہل سنت کی آواز، ۲۰۰۳ء
- **ملت اسلامیہ کا ماضی، حال، مستقبل**، تعارف مصنف بہ قلم مولانا اسید الحق قادری ازہری، بدایونی۔ ناشر: تاج الفول اکیڈمی بدایوں، سن اشاعت ۲۰۰۸ء/۱۴۲۹ھ
- **اہل سنت کی آواز**، مدیر: سید محمد اشرف قادری برکاتی، طابع و ناشر: سید نجیب حیدر قادری برکاتی، خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ، مطہرہ، اکتوبر ۱۹۹۹ء-۱۴۲۰ھ
- **تواریخ حبیب اللہ**، تصنیف: مفتی عنایت احمد کوروی، تجدید و تسہیل: مولانا اختر حسین فیضی مصباحی، ناشر: مجلس برکات الجامعۃ الاشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ ۱۴۲۸ھ/۲۰۰۴ء
- **تذکرہ علمائے اہل سنت**
- **تذکرہ علمائے ہند**
- **نزہۃ النواطر**

- (۴۵) تذکرہ نوری، ص: ۶۱، ۶۲
- (۴۶) مصدر سابق، ص: ۸۴-۸۵
- (۴۷) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم اردو) ص: ۳۳، ۳۴، پہلا المعہ
- (۴۸) مصدر سابق، ص: ۲۷، پہلا المعہ
- (۴۹) مصدر سابق، ص: ۴۶، دوسرا المعہ
- (۵۰) مصدر سابق، ص: ۱۷۱، نور: ۳۲
- (۵۱) مصدر سابق، ص: ۵۴، ۵۵، نور: ۱۵
- (۵۲) تذکرہ نوری، ص: ۱۷۷
- (۵۳) مصدر سابق، ص: ۱۷۸، ۱۷۹
- (۵۴) مفتی اعظم نمبر، ماہ نامہ استقامت ۱۴۰۳ھ، ص: ۲۴۶
- (۵۵) تذکرہ نوری، ص: ۱۷۹، ۱۸۰
- (۵۶) مصدر سابق، ص: ۱۸۲، ۱۸۳
- (۵۷) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۹۶-۹۹
- (۵۸) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم اردو) ص: ۱۷۷، نور: ۱
- (۵۹) مصدر سابق، ص: ۱۲۳، نور: ۱
- (۶۰) مصدر سابق، نور: ۲
- (۶۱) مصدر سابق، ص: ۱۲۴-۱۲۶، نور: ۳-۸
- (۶۲) مصدر سابق، ص: ۱۲۷، نور: ۱۰
- (۶۳) مصدر سابق، ص: ۱۳۰، نور: ۱۳
- (۶۴) مصدر سابق، ص: ۱۳۲، ۱۳۳، نور: ۲۰، ۲۱
- (۶۵) مصدر سابق، ص: ۱۳۷، نور: ۲۷
- (۶۶) تذکرہ نوری، ص: ۱۸۶-۱۸۸
- (۶۷) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۵۹ • حیات حضرت شاہ آل رسول احمدی مارہروی، ص: ۱۷۷، ۱۷۸
- (۶۸) مقدمہ سراج العوارف، ص: ۱۷ • تذکرہ نوری، ص: ۷۰

- ص: ۲۳۳
- (۲۳) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۲۲-۲۳
- (۲۴) تذکرہ نوری، ص: ۵۵، ۵۶ • داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۲۷، ۲۸
- (۲۵) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم) ص: ۱۵۶
- (۲۶) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۳۱، ۳۲
- (۲۷) تذکرہ نوری، ص: ۵۷، ۵۸
- (۲۸) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۳۳، ۳۴
- (۲۹) مصدر سابق، ص: ۳۶-۵۶
- (۳۰) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم اردو) ص: ۷۵، نور: ۱۸
- (۳۱) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۹۱
- (۳۲) تذکرہ نوری، ص: ۷۵
- (۳۳) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۸۹، ۹۰
- (۳۴) مصدر سابق، ص: ۷۵
- (۳۵) تذکرہ نوری، ص: ۱۲۱-۱۲۲ • داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۷۷، ۷۸
- (۳۶) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم اردو) ص: ۱۲۰، نور: ۳۴
- (۳۷) مصدر سابق، ص: ۱۲۸-۱۳۰
- (۳۸) مصدر سابق، ص: ۱۳۰، نور: ۱۳
- (۳۹) مصدر سابق، نور: ۱۴
- (۴۰) مصدر سابق، ص: ۱۳۳، نور: ۲۱
- (۴۱) مصدر سابق، ص: ۱۳۰-۱۳۲، نور: ۱۵-۲۰
- (۴۲) مصدر سابق، ص: ۱۷۷، ۱۷۸، نور: ۱۲
- (۴۳) مصدر سابق، ص: ۲۸، ۲۷، پہلا المعہ: وصیتوں کے بیان میں
- (۴۴) مصدر سابق، ص: ۹۸، ۹۹، نور: ۴۱



مجدد دین و ملت، امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ

در منقبت سیدنا ابوالحسنین احمد نوری قدس سرہ الشریف کہ

وقت مسند نشینی حضرت ممدوح در ۱۲۹۷ھ عرض کردہ شد

برتر قیاس سے ہے مقام ابو الحسین سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابو الحسین
وارستہ پائے بستہ دام ابو الحسین آزاد نار سے ہے غلام ابو الحسین
خطِ سیہ میں نور الہی کی تابشیں کیا صبح نور بار ہے شام ابو الحسین
ساقی سنا دے شیشہ بغداد کی ٹپک مہکی ہے بوئے گل سے مدام ابو الحسین
بوئے کباب سوختہ آتی ہے مے کشو چھلکا شراب چشت سے جام ابو الحسین
گلگوں سحر کو ہے سہر سوز دل سے آنکھ سلطان سہرورد ہے نام ابو الحسین
کرسی نشیں ہے نقش مرادان کے فیض سے مولائے نقش بند ہے نام ابو الحسین
جس نخل پاک میں ہیں چھپا لیس ڈالیاں اک شاخ ان میں سے ہے بنام ابو الحسین
مستوں کو اے کریم بچائے خمار سے تا دور حشر دورہ جام ابو الحسین
ان کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا یا رب زمانہ باد بکام ابو الحسین
میلا لگا ہے شان مسیحا کی دید ہے مردے جلا رہا ہے خرام ابو الحسین
سرگشتہ مہر و مہ ہیں پر اب تک نہیں کھلا کس چرخ پر ہے ماہ تمام ابو الحسین
اتنا پتہ ملا ہے کہ یہ چرخ چنبری ہے ہفت پائے زینہ بام ابو الحسین

- (۶۹) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۵۸، ۵۷
(۷۰) مصدر سابق، ص: ۶۵
(۷۱) تذکرہ نوری، ص: ۱۵۸، ۱۵۷
(۷۲) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم اردو) ص: ۱۲۸، نور: ۱۱
(۷۳) تذکرہ نوری، ص: ۱۵۸
(۷۴) تعارف مصنف، ملت اسلامیہ کا ماضی، حال، مستقبل، ص: ۱۰-۱۸، ملخصاً
(۷۵) تذکرہ علمائے اہل سنت، ص: ۱۱۲-۱۱۳ • تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، ص: ۲۷۵
• نزہۃ الخواطر، ج: ۸، ص: ۴۶۲، ۴۶۳
(۷۶) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۷۵، ۷۴
(۷۷) اہل سنت کی آواز ۱۹۹۹ء، ص: ۱۷۹-۱۸۳
(۷۸) تذکرہ نوری، ص: ۶۹
(۷۹) مصدر سابق، ص: ۱۳۲، ۱۳۳
(۸۰) مقدمہ تذکرہ نوری، ص: ۴۴
(۸۱) تذکرہ نوری، ص: ۱۳۲
(۸۲) تحقیق التراجع، ص: ۷۳
(۸۳) تذکرہ نوری، ص: ۱۳۲
(۸۴) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم اردو) ص: ۶۰، ۵۹، نور: ۲۰
(۸۵) اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۲۸۹-۲۹۲
(۸۶) تخیل نوری، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۲۵۸-۲۶۱
(۸۷) تذکرہ نوری، ص: ۱۳۱-۱۳۱، ملخصاً
(۸۸) مصدر سابق، ص: ۱۰۹
(۸۹) داستان نور، اہل سنت کی آواز ۲۰۰۳ء، ص: ۵۷
(۹۰) توارخ حبیب اللہ، ص: ۱۴۵، ۱۴۶
(۹۱) سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (مترجم اردو) ص: ۱۸۲-۱۸۶، چھٹا لمحہ



مجددین و ملت، امام احمد رضا قادری برکاتی قدس سرہ

ماہ سیما ہے احمد نوری
نور والا ہے احمد نوری
نہ کھلا کیا ہے احمد نوری
دور پہنچا ہے احمد نوری
نور سینہ ہے احمد نوری
وصف اجلی ہے احمد نوری
عہد اوفی ہے احمد نوری
جلب تقویٰ ہے احمد نوری
نجم سے ماہ، مہ سے مہر ہوا
مہر سے ماہ، مہ سے نجم ہوا
اس کے مدرک ہیں فوق طبیعات
برکاتی جہاں جمی ہو برات
شمس دیں کی شعاعوں کا تیرے
تارا نظار رحمت سے بنا
رشد و ارشاد کا ترے سر پر
قادریت ہے چشتیت سے بہم
رفع قومہ میں وضع سجدے میں
ذکر ایسا کہ کلمہ کی انگلی
قومہ سیدھا رکوع دوہرا ہے

مہر جلوہ ہے احمد نوری
نور والا ہے احمد نوری
راز بستہ ہے احمد نوری
بہت اونچا ہے احمد نوری
طور سینا ہے احمد نوری
کشف اخفا ہے احمد نوری
شہد اصفیٰ ہے احمد نوری
سلب طغویٰ ہے احمد نوری
گھڑیوں بڑھتا ہے احمد نوری
ابھی نیچا ہے احمد نوری
علم اعلیٰ ہے احمد نوری
اس میں دولہا ہے احمد نوری
سر پہ سہرا ہے احمد نوری
تیرا جامہ ہے احمد نوری
آج طرہ ہے احمد نوری
نگ دو پکا ہے احمد نوری
لاؤ اِلَّا ہے احمد نوری
خود سراپا ہے احمد نوری
الف والا ہے احمد نوری

ذرہ کو مہر قطرہ کو دریا کرے ابھی
یکٹی کا صدقہ وارث اقبال مند پائے
انعام لیں بہار جنان تہنیت لکھیں
اللہ ہم بھی دیکھ لیں شہزادہ کی بہار
آقا سے میرے سترے میاں کا ہوا ہے نام
یارب وہ چاند جو فلک عز و جاہ پر
آؤ تمہیں ہلال سپہ شرف دکھائیں
قدرت خدا کی ہے کہ طلاطم کنناں اٹھیں
یارب ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی

ہاں طالع رضا تری اللہ رے یاوری

اے بندہ جدود کرام ابوالحسین

محض اثبات کا مقام بلند
میرا مرشد ہے مصحف ناطق
مہبط فضل شیخ تا برکات
حریم اس کے پیرو اعلیٰ پیر
اسم اسے ترا تعالیٰ پیر
آسمان سے اترتے ہیں اسماء
نام بھی نور حسن تام بھی نور
نور سرکار ذات دونہ ہے
کیجئے عکس مثل کہ ناشئہ کا
قرب اس اعلیٰ سے ہے تجھے جس کا
لا ولد رہتے ہیں تمام ابدال
پسرو نسبہ و نبیرۂ نور
اس کی سی ماں جہان میں کس کی
شکل دیکھو تو نور کی تصویر
نام پوچھو تو نور کی تنویر
انجمن ہو رہی ہے مشرق نور
بام و در کی ضیا سے روشن ہے
طالبان حریم حق کے لیے
ڈور گنڈے پہ چار عنصر کے
بند تعویذ سے کشائش نے
نقشے جمتے ہیں تیری ہمت کے
اچھے پیارے کے دل کا ٹکڑا ہے
بھولی صورت ہے نور کی مورت
گل بغداد کی مہک میں بسا
ابر برکات کی ٹپک میں دھلا

یوں دکھاتا ہے احمد نوری
نوری آیہ ہے احمد نوری
پنجسورہ ہے احمد نوری
بیت اقصیٰ ہے احمد نوری
بیت اقصیٰ ہے احمد نوری
نام کیسا ہے احمد نوری
نور دونہ ہے احمد نوری
دن سوایا ہے احمد نوری
نور انشا ہے احمد نوری
قصر او ادنیٰ ہے احمد نوری
فرد تنہا ہے احمد نوری
نور آیا ہے احمد نوری
ابن زہرا ہے احمد نوری
نوری پتلا ہے احمد نوری
نور معنی ہے احمد نوری
جلوہ فرما ہے احمد نوری
نور بالا ہے احمد نوری
راست قبلہ ہے احمد نوری
تیرا گنڈہ ہے احمد نوری
قول باندھا ہے احمد نوری
نقش پردہ ہے احمد نوری
اچھا اچھا ہے احمد نوری
پیارا پیارا ہے احمد نوری
بھینا بھینا ہے احمد نوری
اجلا اجلا ہے احمد نوری

ہے مصطفیٰ عمل لبوں سے رواں
وہ عوارف کا نور بار سراج
اس کے ارشاد ہیں دلیل یقین
اس کے لب ہیں کلید کشف قلوب
گھر بے بہائے نور و بہا
سید الانبیا رسول اللہ
مرجع الاولیا علی ولی
وہ حسینی رچی ہوئی رنگت
زینت زین عابدیں سے ترا
عم اعظم ہیں حضرت باقر
صادق رض سوز کا پر تو
شان کاظم دکھا کہ معدن حلم
اے رضا کے رضی رضا کے رضا
فیض معروف سے تیرا معروف
سر میں ساری ہے سر پاک ترے
سید الطائفہ کا طائف ہے
شبل شبلی قوم شرزا پر
عبد واحد کے بحر و حدت میں
بوالفرح کے لیے فرح دیدے
حسن بوالحسن پہ تیرا حسن
بو سعیدی سعید کتنا سعد
غوث کونین کی غلامی سے
عبد رزاق ہیں وسیلۂ رزق
نصرو بونصر اس کے نصر نصیر
تازی کوپل علی کی ڈالی ہے

میٹھا میٹھا ہے احمد نوری
جگ اجالا ہے احمد نوری
شک مٹاتا ہے احمد نوری
فتح دولہا ہے احمد نوری
تیرا شجرہ ہے احمد نوری
تیرا بابا ہے احمد نوری
تیرا دادا ہے احمد نوری
گل سے زیبا ہے احمد نوری
حسن نکھرا ہے احمد نوری
تو بھتیجا ہے احمد نوری
تجھ پہ سچا ہے احمد نوری
تیرا منشا ہے احمد نوری
تجھ سے جویا ہے احمد نوری
شہر شہرہ ہے احمد نوری
سر یہ سارا ہے احمد نوری
ہم کو کعبہ ہے احمد نوری
شیر شرزہ ہے احمد نوری
دُرّ یکتا ہے احمد نوری
غم نے گھیرا ہے احمد نوری
کیا نرالا ہے احمد نوری
تیرا تارا ہے احمد نوری
جگت آقا ہے احمد نوری
تو سہارا ہے احمد نوری
ناصر اپنا ہے احمد نوری
تیرا بالا ہے احمد نوری

شاہ موسیٰ کے گورے ہاتھوں کا
 حتیٰ احمدی حسین و حمید
 دیکھ لو جلوہ بہاؤ الدین کا
 گل خندان باغ ابراہیم
 خود بھکاری کے درکا سائل ہے
 نور قاضی ضیا کے پر تو سے
 اے جمال جمیل شان جمال
 حمد کے دونوں پاک ناموں کا
 شان انوار فضل فضل اللہ
 برکاتی چمن کا بوٹا ہے
 باغ آل محمدی ہے نہال
 رہے مزہ کا میکدہ جس کی
 آل احمد ہیں مصطفیٰ کے چاند
 خسر و اولیا ہیں آل رسول
 میرے آقا کا لاڈلا بیٹا
 شب بدعت سے کہتے ہو کافور
 سیدھا سادھا ہے لیکن الٹوں سے
 دیکھے بھالے ہیں شہر دہر کے شیخ
 خلفائے ثلاثہ کا ہے غلام
 ذائقہ ان کا تازبان ہی نہیں
 یاں نہیں کفر یہ چمر توحید
 بد مزاقوں کو تیرا شہد ہے تلخ
 جلتے ہیں تیرے گرم چرچے سے
 اے علم تعزیوں کے بحرے سے دور
 شب باطل کا اب سویرا ہے

ظلمت غم تو اور مجھ کو دبائے
 تیری رحمت پہ تیری نعمت پہ
 جس کا میں خانہ زاد اس کا تو
 میرے آقا کا تجھ پہ اور تیرا
 تیرہ بختی نے کردیا اندھیرا
 نور احمد مجھے بھی چمکادے
 لاکھ اپنا بنائیں غیر اسے
 دودھ کا دودھ پانی کا پانی
 درد کھو دے کہ خواہشوں نے بہت
 تو ہنس دے کہ نفس بد نے ستم
 خاک ہم نے اڑائی یوں ہی سہی
 خاندانی کرم قدیمی جود
 پوتڑوں کا کریم ابن کریم
 میرے حق میں مخالفوں کی نہ سن
 اتنا کہہ دے رضا ہمارا ہے
 ہیں رضا کیوں ملول ہوتے ہو
 ہاں تمہارا ہے احمد نوری



سید العلماء سراج الاولیاء، سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں قدس سرہ

ترقی پر تھا اس درجہ کمال احمد نوری
رخ پر نور میں سترے میاں کا ساقشہ تھا
نہیں ملتی زمانے میں مثال احمد نوری
جمال آل احمد تھا جمال احمد نوری
مل گرسر پہ رکھنے کو تو شاہوں سے میں بڑھ جاؤں
ہے بڑھ کرتاج شاہی سے نعال احمد نوری
بڑی سرکار تھی ان کی غنی سرکار تھی ان کی
عجب بے مثل تھا جو دونوں احمد نوری
اثر تھا حضرت مہدی پر یہ نوری دعاؤں کا
کہ چکا بدر بن کردہ ہلال احمد نوری
مقدر پر تمہیں اپنے نہ کیوں ہونا زائے سید
خدا کے فضل سے تم بھی ہو آل احمد نوری



فلک پے کبھت برس رہی ہے زمین نغے سنار ہی ہے
وہ دیکھو مشرق میں صبح پھوٹی سواری نوری کی آرہی ہے
جمال نوری جمال احمد، جمال احمد جمال رب ہے
جمال رب سے یہ نوری نسبت ہمیں بھی نوری بنارہی ہے
ادب سے اٹھ کر سلام کرنا جھکا کے سر کو کلام کرنا
کہ شان قدرت بشکل دیگر لباس نوری میں آرہی ہے
شراب وحدت بہ جام کثرت نشان مستی بہ چشم ساقی
تو جام و مینا کی کیا ضرورت نگاہ نوری پلارہی ہے
عبائے نوری قبائے نوری ردائے نوری کلاہ نوری
وہ جان نوری بہ جسم نوری جہان نوری بنارہی ہے
یہ نوری مجمع یہ نوری جگمگٹ یہ نوری حلقہ یہ نوری جلسہ
جناب نوری کی نوری ہستی فضائے نوری پہ چھارہی ہے
یہ آل نوری یہ عرس نوری یہ نوری جلسے رہیں ہمیشہ
فلک سے سید تیری دعا پر صدائے آئین آرہی ہے



استاذ زمن، مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ

شیخ زمانہ حضرت سید ابوالحسین
نور نگاہ حضرت آل رسول کے
خود عین نور، سیدی عینی کے نور عین
میرے بزرگ بھی اسی در کے غلام ہیں
ماہ بندہ قدیم و توئی، خواجہ کریم
جان ظہور اب کوئی اخفاء کا وقت ہے
اعلان مے دکھائیے وہ قادری کمال
دروازے کھول دیجئے امداد غیب کے
یاسیدی! میں کہہ کے پکاروں بلا کے وقت
داتا مرا سوال سنو، مجھ کو بھیک دو
آیا ہے دور سے یہی سنتا ہوا فقیر
مجھ سا کوئی سقیم نہ تم سا کوئی کریم
تاریخ اب وصال مقدس کی عرض کر
وہ سید والا گئے جب بزم قدس میں
جان مراد کان ہدی، شان اہتدا
اچھے میاں کے لخت جگر آنکھوں کی ضیا
عشق کے دل کے چین مرے درد کی دوا
میں بھی کمینہ بندہ اسی بارگاہ کا
پروردہ توام ہے فزائے قدرما
حائل جو پردہ بیچ میں تھا وہ بھی اٹھ گیا
اظہار کیجئے، شوکت قدرت کا برملا
کا سے لیے کھڑے ہیں بہت دیر سے گدا
تم لاتخف سناتے ہوئے آو سرورا
منگتا تمہارا تم کو تمہیں سے ہے مانگتا
باڑا بٹے گا حضرت نوری کے نور کا
میری طلب، طلب ہے، تمہاری عطا عطا
حاصل ہو پورے شعر سے خاطر کا مدعا
اچھے میاں نے اٹھ کر گلے سے لگالیا
۲۸۰ + ۸۴۴ = ۱۳۲۴ھ



علامہ قاضی غلام شہر قادری برکاتی

بطور منقبت پڑھتا ہوں شجرہ اپنے سلطان کا
ہے جان فاطمہ ابن علی آل رسول اللہ
سیادت پر تری اخلاق طیب تیرے شاہد ہیں
تجہی سے ہے جہاں میں زینت سجادہ سجاد
حضور زید کا تجھ سا شہا جب میر لشکر ہے
اسد ہے لیث ہے ضرغام ہے شیر الہی ہے
سرور جان و دل سید محمد تم کو کہتے ہیں
تمہارے جد ہفتم حضرت سید علی ثالث
محبت کی نگاہیں یوں پکارے اون کی کہتی ہیں
ترے جد نہم سید علی کو فی عراقی ہیں
تو ہی گلزار سید زید ثانی کا گل تر ہے
ترے ہیں جد اعلیٰ زید ثالث سید یحییٰ
تو ابن سید داود ہے ملک و حکومت میں
فروزاں شمع بزم سید بوالفرح اعلیٰ ہے
گل دستار سید بوفراس واسطی تو ہے
تجہی کو سید بوالفرح ثانی نے بتایا ہے
شہا سید حسین رابع و سید علی خامس

ہیں تیرے جد امجد سید صغریٰ بنی جن سے
تجہ سید عمر سید حسین آنکھوں پہ رکھتے ہیں
حسین و ابوالحسین و احسن و حسن الشمایل ہے
نہ کیوں راضی ہوں سید قاسم اپنی اچھی قسمت پر
تو ہی ہے مظہر سر کمال و فرد کامل ہے
بدہ کا تو بڑا ہے چاند سید ماہرو کا ہے
شہا تو سید ابراہیم کا مہمان اکرم ہے
تجہی کو میر سید عبد واحد پیارے لفظوں سے
حضور سید عبد الجلیل قطب مارہرہ
حضور میر اولیس بلگرامی تیرے دادا ہیں
حضور صاحب البرکات فاتح قطب مارہرہ
تو ہی تو صاحب سجادہ آل محمد ہے
مثال سید حمزہ شریعت میں طریقت میں
خلیفہ اور باطن تو ہے وارث اچھے صاحب کا
تمہیں آل رسولی اور تمہیں آل رسول اللہ
ظہور حسن ابائی کی مظہر ذات عالی ہے
تمہارے مادری جد سید دلدار حیدر ہیں
یہ تیرا شجرہ انوار ہے یا شجرہ زر ہے
معلم اور مرشد تیرے، تیرے جد اکرم تھے
شرف رکھتے ہیں تیری تربیت کا شاہ نشس الحق
حقایق کے معلم مولوی احمد حسن صوفی
پڑھایا علم منطق مولوی نور احمد نے
نہ مولانا تراب و مولوی فضل احمد نے

زمین بلگرام اک سبز تختہ باغ رضواں کا
تو نور چشم ہے سید نصیر پاک داماں کا
خلف سید حسین سادس شاہ حسیناں کا
کہ تجھ سا ان کو حق نے بخشا بیٹا عزت و شاکا
تو ہی اکمل ہے پھر تو ہی مکمل نوع انساں کا
ہے تو فرزند سید قطب دیں قطب دوراں کا
ذوی القربیٰ ہے اہل بیت ہے ہدیہ ہے حمال کا
سنابل میں بتاتے ہیں ولی ہے خاص سبحاں کا
سمجھتے لعل ہیں تجھ کو گلیم فقر و عرفاں کا
تو ہی ہے لعل ان کے جیب کا گل ان کے داماں کا
بتاتے ہیں کہ تو خاتم ہے ان کے علم و فیض کا
تو ہی تو شمع شب افروز ہے ان کے شبستاں کا
بجہ اللہ کہ تو ہے خضر راہ قرب یزداں کا
خلف طاہر میں شاہ آل برکات خدا داں کا
تمہیں ہونا خدا تم ہی سفینہ بحر عرفاں کا
سلف کا اپنے تو نعم الخلف ہے فخر اخواں کا
وہ نور العین ثانی سید صغریٰ خدا داں کا
چہل اسماء ہے یا ہے پشت نامہ میرے سلاطین کا
بظاہر کر دیا شاگرد چند اشیاخ و اعیان کا
کہ حاضر جن کی خدمت میں تھا لشکر بنی جہل کا
ہے مولانا سعید استاد صرف و نحو سلطان کا
ترا عین الحسن استاد ہے تفسیر فرقاں کا
اٹھا رکھا کوئی نکتہ کسی تحقیق و تبیاں کا

پڑھا علم حدیث آقا نے مولانا بخاری سے کلام وفقہ میں جب آپ کے استاد..... تھے ہیں استاد قراءت حافظ فیاض والا شاں جمال روشن اولاد علی اشرف علی احمد ذہانت کا تری قایل فطانت پر تری مایل ترے استاد سب اصحاب عرفان فرد کامل تھے نہ کیوں ہو بی مثال وہی مثل تو فرد ویکتا ہے ریاض علم کو اے شاہ تو فصل بہاریں ہے نقوش ہندی میں یہ خط تقدیر لکھا ہے ہے تیرے دم سے رونق مسجد و درگاہ والا میں ادب ہے شرط آئیں خانقاہ پاک کو دیکھیں نہ کیوں مشہور ہو شاہنشاہ تو قادریت میں ولی خانقاہ و مسجد و درگاہ والا ہے بھرے آثار اور انوار سے ہیں مسجد و درگاہ مگر واللہ سب آثار میں تو ہی معظم ہے سب اہل خاندان کا تو مربی تو ہی مرشد ہے حضور سید مہدی حسن ہیں لاڈلے بھائی الہی حشر تک پھولے پھلے یہ شجرہ عالی تو چشتی نقشبندی قادری ہے سہروردی ہے خلیفہ تیرے صد باور مریدان و عدد سے ہیں اجازت دے کے میر ابن حسن کو سید اتونے کیا ممتاز تو نے پھر نہ کیوں مخدوم عالم ہوں خلیفہ آپ کے ہیں پھر نہ کیوں وہ فخر عالم ہوں

جواک مشہور عالم اور محدث تھے بڑی شاں کا جناب عبد قادر تاج ہیں فرق مسلمان کا جواپنے دور میں بے مثل اک قاری تھا قرآن کا الہی خبر عبد..... ہر عالم دبستان کا یہ سب کہتے ہیں ایسا حفظ کب ہے کام انسان کا خلیفہ کچھ ترے دربار کے طالب کوئی یاں کا تفوق پر ترے اجماع ہے اعیان و اقراں کا صدف کو فقر کی ہے ذات اقدس ابرنیساں کا تصرف پوچھنا کیا تیرے کلک گوہر افشاں کا کہ تو ہی شمس پر انوار ہے اس مشرقستاں کا سیادت پر تری شاہد ہر اک دیوار و درواں کا کہ تو ہے آٹھ پشتوں سے خلیفہ شاہ جیلاں کا بڑی سرکار ہے تیری بڑا پایہ ہے ایواں کا حقیقت میں تہرک ہے ہر اک سنگ و شجریاں کا کہ ہے ذات و صفت میں تفرقہ فرق نمایاں کا ہر اک ان میں قمر ہے تیرے خورشید درخشاں کا ہر اک انداز سے ظاہر تعلق جان و جاناں کا رہے محشر کے دن سایہ فگن فرق مریداں کا خدائی میہماں تیری ہے تو مالک ہے اس خواں کا شمار ان کا کرے جو گن سکے ہر قطرہ باراں کا بنایا نجم ثاقب سے شرف وہ ماہ تاباں کا بھلا کیا پوچھنا ہے مولوی احمد رضا خاں کا نہ کھولیں آپ تو مسدود تھا یہ باب عرفاں کا

شہید و عالم وحاجی علیہ رحمۃ اللہی سکندر شاہ خاں پر جو تہماری چشم رحمت ہے توجہ سے تری یوں خان جعفر شاہ عارف ہو خلافت تجھ سے پاکر اب خلیفہ راستیں ٹھہرے لقب بخشا ہے تو نے اے خضر جو مجمع البحرین ترے خدام میں قاضی مبشر اچھا خادم ہے شہ جنات تیرے خادموں سے خوف کھاتے ہیں مجیدی و معنی قادری و فخری و رضوی کچھوچہ اور دہلی شاہ جہانپور و بریلی میں ضیاء خاندان برکت اللہ تم نے فرمایا ق پہنایا خرقہ سجادہ پہ بٹھلایا زہے قسمت یہ حسرت خادم خدام والا سب کا بلبل ہے نہیں علم و عمل یا زہد و تقویٰ کچھ نہ ہو لیکن تو ہی ہے پوچھنے والا تو ہی ہے پالنے والا خدا کے فضل سے تو ناخدا ہے میری کشتی کا اگر کچھ کام آئے تو عقیدت تجھ سے کام آئے سلامت باکرامت ذات اقدس کو خدا رکھے نہیں گر شوکت الفاظ یا رنگینی مضمون غرض تعریض ہے میری نہ ہے تنقیص غیروں کی

خلافت سے تری مجموعہ تھا فضل فراواں کا وہ فخر نوع انساں ہے نہ تنہا فخر انفاں کا کرامت سے کیا حل تو نے عقدہ قلب اعیان کا ملا کیا بدل مولانا جمیل الدین کو نقصان کا سحاب لطف سے ہوا س پہ چیننا ایک باراں کا رہے چشم کرم سے تیری وہ محمود انخواں کا کھڑے ہوتے ہیں سن کر حکم نامہ ہے بخت خاں کا نظر آیا جو در بے بہا پایا اسی کاں کا رواں ہے جا بجا چشمہ اسی دریاے عماں کا سلف سے یہ لقب مخصوص تھا خلیل قریباں کا نہ عبدالمقتدر کیوں محترم ہوا اہل ایماں کا رضا ہو فخر ہو جو پھول ہے تیرے گلستاں کا مجھے ہے دنوں عالم میں سہارا تیری داماں کا سوا تیرے نہیں ہے کوئی مولیٰ اس پریشاں کا خطر سیلاب غم کا ہے نہ کچھ فکروں کے طوفاں کا چراغ نیم روشن ہے یہی گور غریباں کا بوقت بے کسی پر ساں ہے تو حال فقیراں کا نہ ہو مطبوع خاطر یہ سنخور یا سخنداں کا تری توصیف ہے مطلب ہے تیرے منقبت خواں کا



سید محمد اکمل اجملی علیہ الرحمہ، دائرہ شاہ اجمل قدس سرہ الہ آباد

ہوا ہے زخس قلم آج میرا دامن گیر
وہی صحیفہ ناطق جو نور کا پیکر
اسی کی جس کو کہ اہل صفا امام کہیں
مماثلت میں کسے ڈھونڈوں کس سے دوں تشبیہ
برائے یافتن استعارہ و منعت
ہو کاوش ایسی جسے سن کے سر دھنیں ناقد
ہزار ہا دل عشاق کو کرے بیتاب
اسی خیال میں تھا منہمک کہ آئی صدا
ہے دیکھ روضہ انور پہ ان کے روز وصال
وہ جن کا نام چیں صبح و شام اہل ولا
جو دوستوں کے لیے رحمت خدا کی نمود
جو خاندان نبی کا دُر گرانیہ
علی کا لخت جگر فاطمہ کا شہزادہ
حسن کی جان ہو جو غوث پاک کا نائب
رگوں میں جس کے رواں خون پاک زید شہید

وہی کہ جو تھا تمنائے صاحب البرکات
پس ان کو حمزہ کی تکمیل آرزو کہیے
ابو الحسین تھے جو ورثہ دار آل رسول
نہ ان کی نظر عنایت ہوئی تو کیا ہوگا
خدائے پاک محبت دلوں میں دے ان کی
اگر ہزار ہا دفتر کروں رقم پھر بھی
خیال تنگی داماں جو آگیا مجھ کو
یہ عرض کی کہ عطا کر دیں دین کی دولت
وہی جو آل محمد کے خواب کی تعبیر
کہ جس نے دین کی تبلیغ کی بلا شمشیر
تھے سر پہ سایہ فلک جن کے چادر تطہیر
نہ ان کی نظر عنایت ہوئی تو کیا ہوگا
خدائے پاک محبت دلوں میں دے ان کی
اگر ہزار ہا دفتر کروں رقم پھر بھی
خیال تنگی داماں جو آگیا مجھ کو
یہ عرض کی کہ عطا کر دیں دین کی دولت
بچالیں حشر میں بس اس کو نار دوزخ سے
اسی خیال سے آیا ہے اکمل دلگیر



شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی

کمال احمد نوری، جمال احمد نوری
 ”نہیں ملتی زمانے میں مثال احمد نوری“
 جنون عشق تیری خیر، پھر دل ہی نہیں ملتا
 کہ جب بھی دل کو آجائے خیال احمد نوری
 بہم ہو جائیں آپس میں تو اک گلشن کی صورت ہو
 ہمارا سینہ صحرا، غزال احمد نوری
 مہ واخر بنا کر اپنی قسمت جگہ لیس گے
 ہمیں مل جائے گر خاکِ نعل احمد نوری
 سپہر معرفت پر ان کے مہر و ماہ روشن ہیں
 زمیں ہرگز نہ دیکھے گی زوال احمد نوری
 رہ عرفاں میں جب اسپ خودی دم توڑ دیتا ہے
 تو کام آتا ہے ایسے میں خیال احمد نوری
 ہمارے قلب سے لے کر ہماری قبر تک یارو
 ہمارے ساتھ رہتا ہے جمال احمد نوری
 سفید و سرخ رنگت، سرو قامت، لالہ رخسارے
 ہمارے دل میں بتا ہے جمال احمد نوری
 قیامت میں یہ کس کی قیمتی قامت کا سایہ ہے
 لبِ رحمت نے فرمایا، جمال احمد نوری
 چلے کیسی بھی اشرف غیب سے بادِ خزاں لیکن
 پھلا پھولا رہے یارب نہال احمد نوری



شرف ملت سید محمد اشرف قادری برکاتی

تحریر سے سوا ہے کلام ابوالحسین
 اے گردشِ زمانہ مجھے چھیڑنا نہیں
 صبر و رضا کا جام چھلکتا ہے آج بھی
 اُس اصل تیغِ نور کا پھر پوچھنا ہی کیا
 اب بھی مہک رہے ہیں بہشتی ہواؤں میں
 منصب تو کیا ہے اس پہ میں شاہی نثار دوں
 تاجوں سے کھیلتے ہیں فقیری بساط پر
 اپنا یہ تجربہ ہے بلا آ کے ٹل گئی
 نورِ محمدی سے ابھی تک ہے مستقل
 غیروں کے میکدوں میں تلاطم سا آ گیا
 جو بندھ گیا وہ نار سے آزاد ہو گیا
 صبحوں سے باج لیتی ہے شام ابوالحسین
 میرے قدم ہیں سوئے مقام ابوالحسین
 جامِ حسین ہی تو ہے جام ابوالحسین
 شمشیرِ برہنہ ہے نیام ابوالحسین
 جس جس جگہ رہا ہے قیام ابوالحسین
 سب جانتے ہیں میں ہوں غلام ابوالحسین
 شاہوں سے کیا دہیں گے غلام ابوالحسین
 مشکل میں جب بھی لے لیا نام ابوالحسین
 کتنے کمال کا ہے نظام ابوالحسین
 گردش میں جب بھی آ گیا جام ابوالحسین
 ہیروں کے مول بکتا ہے دام ابوالحسین



ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی

زہے عز و وقار و افتخار احمد نوری
 دیار لطف سر تا سر یار احمد نوری
 جمال شاہ برکت ہے عیاں اس روئے انور میں
 جلال شاہ حمزہ افتخار احمد نوری
 یہ گھر آل محمد کا ہے روشن آل احمد سے
 رہے قائم قیامت تک بہار احمد نوری
 شہ آل رسول احمدی کے لاڈلے تم ہو
 تبھی تو جس کو دیکھو ہے ثار احمد نوری
 کلاہ چشتیت سر پر قبا ہے قادریت کی
 عصائے برکتی ہے ذوالفقار احمد نوری
 بڑے ہی فخر سے سارے بدایونی یہ کہتے ہیں
 ہمارے احمد نوری ہمارے احمد نوری
 چلو ڈوبیں نہائیں اور اچھے ستھرے بن جائیں
 ہے بحر معرفت گرد مزار احمد نوری
 عدو کیسے مقابل احمد عاصی کے آئے گا
 کہ اس نے کھینچ رکھا ہے حصار احمد نوری



مولانا محمد قاسم حبیبی برکاتی، کانپور

سگلتے دشت میں عزم سفر ہے احمد نوری
 مسافر میں ہوں میرا راہبر ہے احمد نوری
 اجالا جس کا مہتابوں کا ماویٰ اور بلجا ہے
 صدف کے دل میں وہ روشن گہر ہے احمد نوری
 روئے قادریت سایہ زن ہے جس پہ ہر لمحہ
 جہان چشت کا وہ تاجور ہے احمد نوری
 رواں ہے میرے ہراک لفظ کے پیکر میں خوشبو سا
 دعاؤں کا مری حرف اثر ہے احمد نوری
 اترتے ہیں پرندے لمحہ لمحہ شادمانی کے
 مرے ایوان جاں میں جلوہ گر ہے احمد نوری
 مرے سر کو ملی ہے یوں کلاہ عزت و رفعت
 مرا آقا ہے میرا تاج سر ہے احمد نوری
 جسے شادابیاں حاصل ہیں آب عشق برکت سے
 اسی شاخ تمنا کا ثمر ہے احمد نوری
 ریاست احمد نوری کی میرا دل بھی لگتا ہے
 کہ لکھا ہر درو دیوار پر ہے احمد نوری
 معین دیں جنہیں کہتے جنہیں بنیاد دیں کہتے
 ہمارے ان بزرگوں کی نظر ہے احمد نوری
 مخالف ساعتوں کے وار سے ہم کو بچاتا ہے
 میان کارزار جاں سپر ہے احمد نوری
 پرند فکر ہے پرواز تیری چرخ ندرت پر
 تری پرواز کا ضامن مگر ہے احمد نوری
 یہ فیضان تجلی حضرت عاشق کا ہے قاسم
 سواد غم میں پیغام سحر ہے احمد نوری

دل کی سیر

حضرت الحاج سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن قادری برکاتی قدس سرہ



بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامد و مصلیٰ و مسلماً اللہ تعالیٰ نے اس مضغہ گوشت کو جس کا نام دل ہے، عجب وسعت دی ہے کہ جو چیز زمین و آسمان میں نہ سمائے، اس کو اس میں جگہ ملے۔ ایک جہاں کی سیر ایک طرف اور اپنے دل کی سیر کرنا ایک طرف۔ اعلیٰ علیین سے لے کر اسفل السافلین تک اس کے ایک گوشہ میں موجود، ایک ایک اس کا پیک، ایک ایک لحظہ میں عرش سے فرش تک جانے کو موجود، ابھی مشرق میں، ابھی مغرب میں، حد ہے کہ اس کی وسعت بیان جب زبان نہ کر سکی تو قلب المؤمن عرش اللہ [مومن کا دل عرش الہی ہے] پر اکتفا کی۔ کبھی یہ حضرت خود اپنی سیر آپ کرتے ہیں، کبھی کسی دوسرے کی سیر میں مشغول ہوتے ہیں۔ کبھی بزم شادی و خوشی کا سماں دکھلاتے ہیں۔ کبھی رنج و غم کا منظر پیش نظر کرتے ہیں۔ کبھی اپنے اوپر گزرے ہوئے حالات یاد دلاتے ہیں۔ کبھی آئندہ کے حالات کا نقشہ جماتے ہیں۔ کبھی وہ امور کہ جن سے فائدہ پایا ہے، یاد دلا کر خوش کرتے ہیں۔ کبھی جن سے نقصان اٹھایا ہے، ان کا خیال باندھ کر حسرت و اندوہ بڑھاتے ہیں۔ المختصر اگر انسان ان کی طرف متوجہ ہو تو اس میں سب کچھ ہے۔ اسی میں آسمان، اسی میں زمین، اسی میں خوشی، اسی میں رنج، یہ ہی استاد، یہ ہی شاگرد، یہ ہی مرشد، یہ مسترشد ہیں۔ جو انسان کہ اپنی ہمت کو جما کر انہیں کی سیر میں مشغول ہو جاتا ہے وہ انہیں میں سب کچھ پا جاتا ہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ بھی مل جاتا ہے۔ جو کچھ ان سے سیکھنا چاہو، اس کے سکھانے کو موجود، جو کچھ ان سے لینا چاہو اس کے دینے کو موجود، کوئی سائل ان کے جواب سے محروم نہیں۔ وہ کون سا لفظ ہے جس کے کچھ نہ کچھ معنی انہیں معلوم نہیں۔

صاحب عرسِ قاسمی بقیۃ السلف
الحاج سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن
شاہ جی میاں قدس سرہ

مسلمانوں کے تنزل کے اسباب

حضرت الحاج سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن قادری برکاتی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جناب مولوی محبوب عالم صاحب نے مسلمانوں کے تنزل کے اسباب معلوم کرنے کی غرض سے جو سوالات ترتیب دیئے ہیں اور عبدالبہاء صاحب کے جوابات بھی ان کے ساتھ چھپوائے ہیں، ان پر میں بھی اپنی لیاقت کے موافق خامہ فرسائی کی جرات کرتا ہوں اور نمبر وار سوالوں کے جواب دیتا ہوں۔ وہ ہوندا

بجواب سوال اول:

مسلمانوں کے تنزل کا اصلی سبب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بنائے ہوئے ترقی کے اسباب کا چھوڑ دینا ہے۔ جب تک مسلمان اپنے خالق اور اپنے رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے پابند رہے، اوج ترقی پر رہے اور جس جس قدر کی ان کی پابندی میں آتی گئی، اسی قدر تنزل ہوتا گیا۔ عقل مند سے عقل مند کے نکالے ہوئے اسباب ترقی بھی کہیں خدائے برتر کے بتائے ہوئے اسباب ترقی کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ تم میری عبادت کرو، اسی کے واسطے پیدا کئے گئے ہو اور چونکہ عالم اسباب میں ہو، لہذا بقدر ضرورت دنیا کی طرف بھی توجہ رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان پر جان و مال سے فدا رہے، ایک دوسرے کا ہر کام میں معین و مددگار رہے۔ عالم جاہل کی، امیر غریب کی مدد کرے، اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اور اپنے رسول اعظم کی زبان سے مسلمانوں کی دینی اور دنیوی ترقی کے سب اسباب اور طریقے بتا دیئے تھے کہ ان پر بے چون و چرا عمل کئے جاؤ، ان سے تجاوز نہ ہو۔ جب تک مسلمان پابند حکم الہی رہے اور ان بتائے ہوئے طریقوں پر عمل رہا، برابر روز افزو ترقی

مجھے بھی ایک روز تنہائی میں ان کے پاس رسائی ہوئی۔ خیال کیا کہ اس وقت موقع ہے، ان سے کچھ دریافت کر لوں پھر سوچا کہ کیا پوچھوں؟ خود ہی بول اٹھے کہ پیشتر اپنے ہی حالات کا سوال نہ کرو کہ کیا تھے اور اب کیا ہو اور حالات کے تغیرات کے کیا اسباب ہوئے۔ چونکہ یہ بات کارآمد معلوم ہوئی میں بھی متوجہ ہو گیا اور سننے لگا۔ کہنے لگے پچھلے برسوں کے تمام حالات کہاں تک سنو گے۔ صرف صدی گزشتہ اور حال کے حالات سنائے دیتا ہوں۔ پچھلی صدی میں جو تمہارے اجداد تھے، ان کے مراتب دینی و دنیوی کا مختصر ایہ بیان ہے۔ مراتب دینی میں تو یہاں تک رفعت حاصل کی کہ واصل الی اللہ خود ہو گئے اور اپنے مسٹر شدوں کو کرا دیا۔ دولت دینی یہ حاصل کی کہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے فیض موہبت سے وہ علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے کہ شرق سے غرب تک جن کی بارش فیض نے مخلوق خدا کو سیراب کر دیا۔ وہ کون سی ولایت تھی جہاں ان کا فیض یافتہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں تقسیم نہیں کرتا تھا۔ دنیوی عروج یہ تھا کہ شاہان زماں آرزوئے آستانہ بوسی رکھتے تھے اور ان کی خدمت میں بار نہیں ہوتا تھا۔ دنیا اپنی کائنات لے کر ان کی طرف متوجہ ہوتی تھی اور یہ اس سے اعراض کرتے تھے۔ باوجود اعراض اور عدم طلب کے دنیا نے اپنے آپ کو ان پر نثار کر رکھا تھا۔ دیہات، املاک، امکنہ، باغات، اقمشہ، وامتعہ کیا تھا جو ان کے پاس بلا طلب نہیں پہنچا تھا، جس کے گرد کارواں اب بھی باقی ہے۔ ان کی ترقیات کے اسباب ان کا علم ظاہری و باطنی، پابندی شریعت، ترک و تجرید، طاعت و عبادت، اسلامی سادگی و عدم نمائش ظاہری تھی۔ برسوں جو کی روٹی بہت قلیل مقدار سے کھا کے اپنے معبود برحق کی عبادت میں گزار دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول معظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کو سب کی محبت پر غالب رکھتے تھے۔ اپنے خدائے برحق کے فرمان کے اتباع کو اپنے اوپر لازم و فرض سمجھ کر اس کے پابند تھے۔ جب یہ اللہ تعالیٰ کے ہو گئے تو اس کی مخلوق ان کی ہو گئی تھی۔ چوں از گشتی ہمہ چیز از تو گشت، کے پورے مصداق تھے۔ جس راہ آپ چلتے تھے اسی راہ اولاد کو بھی چلاتے تھے۔ جب تک اولاد اپنے آبا کے قدم بر قدم رہی، عزت و وقعت و وقار بھی وہ قائم رہا۔ اپنی اولاد کے شاہ راہ ہدایت و تہدین پر قائم رکھنے کے واسطے تحریر و تقریراً ہر باپ اپنے بیٹے کو اسباب ترقیات کی یاد دہانی کرتا تھا۔ جب تلک وہ یاد باقی رہی، تنزل و ادبار پاس نہ آنے پایا۔

بجواب سوال چہارم:

تقدیر و توکل پر اعتقاد رکھنے سے مسلمان ہرگز ترقی دینی اور دنیوی میں کوشش کرنے سے بے فکر نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر کچھ نقصان پہونچایا ہے تو تقدیر اور توکل کے مفہوم کو غلط سمجھنے نے پہونچایا ہے۔ تقدیر اور توکل کا مفہوم یہ نہیں ہے کہ قطعاً اسباب اور تدبیر سے علیحدگی کی جائے، بلکہ یہ مفہوم ہے کہ ہر امر کے حاصل کرنے میں اسبابی جدوجہد کی جائے اور کوشش برابر کی جائے۔ اس کے ساتھ بھروسہ یہ ہی کیا جائے کہ اس ہماری جدوجہد کا نتیجہ دینے والا قادر مطلق ہے۔ مولانا روم نے حدیث مطہرہ کو جو تقدیر و تدبیر کے مفہوم سمجھانے کے متعلق ہے خوب ترجمہ کیا ہے۔

گفت پیغمبر با واز بلند بر توکل زانوائے اشتر بہ بند

بجواب سوال پنجم:

مسلمانوں میں کثرت ازدواج میں جس طرح اور جن شرائط سے اور جس حد تک جائز تھی، وہ مسلمانوں کے تنزل کا باعث نہیں ہو سکتی، بلکہ موجودہ ترقی کا باعث ہے۔ کیونکہ جب کثرت ازدواج مشروع ہوگی تو اولاد بھی زیادہ ہونے کا گمان قوی ہے اور جب اولاد زیادہ ہوگی تو مسلمانوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے اور خلاصہ یہ ہے کہ نکاح شرع مطہر نے جہاں تک جائز کہے ہیں، کئے جائیں تاکہ اولاد زیادہ پیدا ہو اور میں اپنی امت کی زیادتی کا فخر کروں۔ بعض صاحب نبی تہذیب والے آیت جواز نکاح کے الٹ پھیر کے معنی لگا کر اس سے یہ نکالتے ہیں کہ بشرائط مقررہ بھی چار نکاح ناجائز ہیں، صرف ایک نکاح جائز ہے مگر یہ ہرگز صحیح نہیں ہے۔ وہ ائمہ عظام اصحاب کرام جن کے زمانہ میں حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے، انہوں نے اس کے یہ معنی ہرگز نہیں لئے بلکہ انہوں نے یہ ہی معنی بتائے کہ چار نکاح تک بشرط عدل جائز ہیں اور اپنے عمل سے بھی اس معنی کا ہونا باور کرا دیا۔ صحابہ تابعین میں اکثر دودو تین تین چار چار بیبیوں والے تھے۔ بلکہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے بعض صحابہ کو جنہوں نے اپنے افلاس کی شکایت کی تھی، اس کے دور کرنے کی یہی تدبیر ارشاد فرمائی کہ دوسرا نکاح کرو، تیسرا کرو، چوتھا کرو، اور ایسا کرنے سے افلاس دور

کرتے رہے۔ جب سے دین کی پابندی چھوڑی، ان میں تنزل آ گیا۔ مسلمان اگر غور کریں، وہ کون سا طریقہ ترقی دینی کا ہے جو ان کو کتاب و سنت نے نہیں بتا دیا ہے اور نیز وہ کون سا طریقہ ترقی دنیوی کا ہے جو مسلمانوں کو کتاب و سنت نے نہیں بتایا۔ جب ایسی یقینی ترقی کے اسباب چھوڑ کر بہ پیروی نفس اپنے نکالے ہوئے طریقے اختیار کئے جائیں گے تو تنزل کیوں نہ ہوگا۔ اگر مسلمان ویسے ہی خدا اور رسول کے بتائے ہوئے طریقوں کے پابند ہو جائیں۔ پھر ویسی ہی ترقی جیسی کہ ان کے سلف صالحین کو حاصل تھی، انہیں حاصل ہو جائے گی۔

بجواب سوال دوم:

یقیناً محض دین اسلام کی جان و دل سے پیروی کرنے سے قدیم مسلمانوں کو ترقی حاصل ہوئی تھی، کیونکہ دین اسلام کے اصول جیسے دینی ترقی کا سبب تھے، ویسے دنیاوی ترقی کا باعث تھے۔ دین کی پابندی کے ساتھ جو دنیاوی ترقی ہوتی ہے، وہ عین دینی ترقی ہے۔ دین اسلام نے جو اصول بتائے ہیں، وہ دینی اور دنیوی ترقی کے لئے عام ہیں۔ ان کی پابندی سے دونوں طرح کی ترقی حاصل ہو جاتی ہے۔ مسلمانوں کو کب کس نے منع کیا ہے کہ تم حرفت و صنعت نہ سیکھو۔ بلکہ ان کو تاکید ہے کہ بعد عبادت اپنے معبود کی، حصول معاش کے اسباب مہیا کرنے میں کوشش کرو۔

بجواب سوال سوم:

اگر مسلمان دین کی جبل امتین [مضبوط رسی] کو پکڑیں گے تو دینی اور دنیوی ترقی کر سکیں گے۔ کیونکہ دین کی ترقی کرنے سے دنیاوی ترقی خود بخود ہو جاتی ہے۔ کیونکہ دینی ترقی کے جو اسباب ہیں، وہ دنیاوی ترقی کے بڑے معین ہیں مثلاً دروغ گوئی اور رشوت خوری کا ترک کرنا دینی ترقی کا ایک سبب ہے مگر جب یہ دونوں فعل ترک ہوں گے تو بادشاہ وقت یا حاکم کو ضرور اس امر کی طرف توجہ دلائیں گے کہ وہ ایسے لوگوں کو عہدہ ہائے جلیل القدر پر سرفراز کرے۔ اسلام چونکہ خاتم الادیان اور کافۃ الناس یعنی سب آدمیوں کے واسطے ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اس کے فروع و اصول ایسے قرار دئے ہیں جن کی پابندی سے جمیع مسلمین دینی اور دنیوی بہبودی برابر پاتے رہیں گے۔ اس میں کسی ملک یا کسی ولایت کی تخصیص نہیں ہے۔

ہو گیا۔ یہ بدیہی بات ہے کہ کثرت ازدواج سے نسل کی ترقی ضرور محتمل غالب ہوتی ہے۔ یہ اسلامی ترقی کیا کم ہے کہ اس کے افراد ہی زیادہ ہوں گے۔ اب رہا یہ کہ کثرت ازدواج تو کرے اور اس کی شرائط پر نظر نہ رکھے، بیشک باعث مضرت ہے۔ سو یہ ہر امر میں ہو سکتا ہے، مثلاً بڑے اونچے درجے پر تجارت کرو اور نفع بھی اس سے بہت سا حاصل کرو۔ مگر سب شراب خوری اور عیاشی میں اوڑا دو تو نفس تجارت کا اس میں کیا قصور ہے۔

بجواب سوال ششم:

خون کے قریبی رشتہ داروں میں شادی کرنا بلا دلت (کم عقل ہونا) اولاد کا ہرگز سبب نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا ہے تو اللہ برتر اپنے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے ذریعہ سے مشر حایا کنایۃ ہم کو مطلع فرماتا۔ حالانکہ اس کے برخلاف چچا پھوپھی اور خالہ کی اولاد سے مناکحت جائز اور تجربہ بھی اس کا شاہد ہے۔ بہت سے خاندان اس وقت عرب و عجم میں اب بھی ایسے موجود ہیں کہ جن میں مناکحت قریب ہی کے رشتہ داروں میں بہتر اور انسب سمجھی جاتی ہے اور اولاد بہت ذکی اور ذہین پیدا ہوتی ہے۔ یہ دھوکہ حکما کے اس قول سے پیدا ہوا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ مرد جس عورت کو بار بار دیکھا کرتا ہے اور ہر وقت اس سے خلا ملا رہتا ہے تو اس کی طرف رغبت کم ہو جاتی ہے اور جب رغبت کم ہوتی ہے تو ہیجان قوت بہیمیہ کم ہوتا ہے۔ کمی ہیجان باعث بلا دلت اولاد ہے۔ اسلام نے اول ہی سے اس کا بندوبست کر لیا ہے یعنی جن سے کہ مناکحت جائز ہے، ان سے خلا و ملاسا منے آنا جانا جائز ہے۔ کیا ہی رشتہ قریب ہو، بجز محارم شریعہ کے مرد کا عورت کو دیکھنا اور عورت کا مرد کو دیکھنا ممنوع ہے تو جس خیال پر حکمانے اپنا خیال جمایا تھا، وہ اسلام میں مفقود ہے۔

بجواب سوال ہفتم:

پردہ نسواں ہرگز باعث تنزل اسلام نہیں بلکہ منجملہ اسباب ترقی ہے۔ چونکہ اس سوال کے سائل بھی اپنے آپ کو مسلمان جانتے ہیں اور مجیب بھی بجز اللہ مسلمان ہے، لہذا جواب کی تائید میں اول اللہ برتر اور اس کے رسول معظم کے چند فرمان پیش کئے جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے قُلْ لِلْمُؤْمِنِينَ يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ۔ الخ وَقُلْ لِلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ الخ ان فرمانوں میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم فرمایا

ہے۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ عورتیں نامحرم مردوں کو نہ دیکھیں اور مرد نامحرم عورتوں کو نہ دیکھیں۔ خیال کیجئے جب دیکھنے کی ممانعت ہے، پھر بے پردہ سامنے آنے کا کیا موقع۔ اب اگر خالفین پردہ کی بے پردگی سے یہ مراد ہے کہ عورتیں جو مکاناتوں سے نہیں نکلتی ہیں، یہ قابل ترک ہے بلکہ عورتوں کو برقعہ پہن کر یا چادر وغیرہ سے اپنے کو چھپا کر باہر نکلنا بوقت ضرورت جائز کیا جائے۔ اگر صرف اسی قدر مراد ہے تو یہ بوقت ضرورت اور بمقام ضرورت جاری ہے یعنی وہ عورتیں کہ جو اپنی ضروریات کے لئے باہر جانے کو مجبور ہیں، وہ بذریعہ برقعہ کے قائم مقام ڈولی میں آتی جاتی رہتی ہیں۔ رہ گیا یہ کہ باہر جا کر بلا ضرورت اجنبی مردوں سے میل جول بات چیت کریں، البتہ یہ نہیں ہوتا ہے۔ کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم نامحرم مرد اور عورتوں کو ایک دوسرے کے دیکھنے کا نہیں ہے تو یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ جب ایک دوسرے کا دیکھنا ناجائز ہے تو گفتگو اور سلام و پیام چہ معنی۔

اللہ تعالیٰ کے ان فرمانوں سے جب اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان ملائے جاتے ہیں، اس وقت صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو پردہ مخصوص ہی میں رہنے کے واسطے اور غیر مردوں سے علیحدہ رہنے کے واسطے حکم دیا ہے۔ اگر بے پردگی میں اسلام کے واسطے کچھ مصالح ہوتے تو اتنا بڑا اہم مسئلہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ضرور ہم کو تعلیم فرماتا۔ حالانکہ جب ہم اپنے سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کلام پاک اس خاص مسئلہ کے واسطے دیکھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے پردہ کی تاکید اور بے پردگی کی مذمت فرمائی ہے۔ ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ فرمایا رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے: المرأة عورة فاذ خرجت استشرفها الشيطان جس کا حاصل یہ ہے کہ عورت ہمہ تن چھپانے کے لائق ہے۔ جب باہر نکلتی ہے شیطان کی نظر بہمہ وجوہ اس کے بہکانے پر ہوتی ہے۔ ایک روز حضرت ام سلمہ و حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس تشریف فرما تھیں کہ حضرت کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ ابن مکتوم جو نابینا تھے تشریف لائے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دونوں بی بی صاحبوں کو پردہ کرنے کا حکم فرمایا۔ عرض کیا یہ تو نابینا ہیں، حضور نے فرمایا کہ تم کو بینا ہو۔ لحاظ کرنے کی جگہ ہے کہ ہمارے ہادی ہم کو کیسے صاف الفاظ میں ہدایت فرماتے ہیں کہ عورتوں کو پردہ ہی

افضل و انسب ہے۔ یہاں تک کہ اپنا دکھانا درکنار مردوں کو دیکھنا بھی نہ چاہئے، یہاں تک کہ نابینا کو بھی نہ دیکھنا چاہئے۔

وائے بر حال ان مسلمانوں کے کہ عورتوں کا پردہ مانع ترقی اسلام بتاتے ہیں، عورتوں کو بلا تکلف بغیر پردہ چلنا پھرنا سیر کرنا مردوں سے ضرورت بے ضرورت مکالمہ کرنا جائز بتاتے ہیں۔ ہمارے نبی تو فرماتے ہیں کہ جب اجنبی عورت اور مرد تنہا ہوتے ہیں تو تیسرا ان کا شیطان ہوتا ہے اور ہم یہ رائے لگائیں گے کہ عورت اور مرد جہاں چاہیں بے تکلف پھریں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرمائیں کہ جو مسلمان عورت کی کسی خوبی کو ناگہانی دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی ایسی جزا میں سے ایسی عبادت کی توفیق دیتا ہے کہ جس کی وہ حلاوت پاتا ہے اور ہم اس کے خلاف یہ حکم لگاتے ہیں کہ عورتیں مردوں میں بیٹھ کر بے تکلف اپنی خوبیاں ان کو دکھائیں اور دل میں افسوس صد افسوس رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو ناظر و منظور پر اللہ تعالیٰ کا لعنت فرمانا بیان فرمائیں اور ہم اس دیدہ بازی کو سبب ترقی سمجھیں۔ آہ صد آہ! ہمارے دین اور دنیا کے ہبی خواہ دونوں جہاں کے سردار اپنی صاحبزادی حضرت بی بی فاطمہ سلام اللہ تعالیٰ علیہا وعلیہا سے سوال فرمائیں کہ عورتوں کے واسطے کیا چیز اچھی ہے۔ وہ یہ جواب میں عرض کریں کہ عورتوں کے واسطے یہ اچھا ہے کہ وہ مردوں کو اور مردان کو نہ دیکھیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان سے یہ جواب سن کر ان کو اپنی ذریت اپنا ٹکڑا فرمائیں، چپٹا کر ان کو پیار فرمائیں اور ان کا استحسان فرمائیں اور مسلمان اس اخیر زمانہ میں اس میں ترقی اسلام سمجھیں کہ عورت و مرد ایک دوسرے کے سامنے بے پردہ چلیں پھریں۔ زہے اتباع اسلام! ہمارے سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ و صحابہ وسلم باوجود ایسے علو و شان و مرتبت کے عورت اجنبیہ کو دیکھنا اس کے خاوند کی غیرت کا سبب لحاظ فرما کر نہ دیکھیں اور مسلمان غیروں کی ناموس پر نظر دوڑائیں۔ دیکھو حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جنت کی سیر کو تشریف لے جائیں۔ وہاں سیر فرماتے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قصر کی طرف گزر ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نامزد حور کو اس خیال سے کہ حضرت عمر کو غیرت آئے گی، نظر یہ فرمائیں اور یہ مسلمان کہلانے والے ایک دوسرے کی بیویوں کے دیکھنے میں ذرا تامل نہ کریں۔ صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین دیواروں کی درزیں اور جھروکے تک بند کر دیں کہ کہیں عورتیں

باہر نہ جھانکیں اور غیر مردوں پر ان کی نظریں نہ پڑیں اور آج مسلمان کہلانے والے اپنی عورتوں کو بے پردہ پھرائیں۔ حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کہ جن کی تطہیر کا قرآن پاک گواہ ہے، ان کے واسطے تو یہی حکم تھا کہ وہ پردہ میں تشریف رکھیں۔ اگر ان سے کوئی حاجت بھی طلب کی جائے تو پردہ کے باہر سے طلب کی جائے بلکہ بعد تنزل آیت حجاب یہاں تک منع تھا کہ کوئی شخص بحالت نقاب پوشی یا بے نقاب کسی طرح ان کو نہ دیکھے۔ عورتوں کے واسطے نماز گھر میں بڑھنا مسجد سے افضل ہے۔ ہمارے نبی تو فرماتے ہیں کہ عورتیں شیشیاں ہیں۔ شیشی ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جاتی ہے، اسی طرح سے عورت بھی ذرا سی تحریک سے متاثر ہو جاتی ہے۔

مخالفین پردہ اپنے اصول ایجاد کی تائید میں بے سرو پا حکایتیں یا بے سند تاریخی باتوں سے اللہ کے کلام اور اس کے رسول کے فرمان سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا بعد نزول آیت حجاب مردوں کے سامنے بیٹھ کر ان سے ہمکلام ہونے کی کون سی سند ہے؟ حضرت عائشہ صدیقہ سی مجتہدہ وہ خلاف حکم اللہ اور اس کے رسول کے کیسے عمل فرما سکتی ہیں؟ مسائل کا بتلانا یا حدیث کا روایت کرنا پردہ سے یا بوساطت دوسرے کے کب غیر ممکن وقوع ہے۔ چونکہ نئی تہذیب والے مسلمان اس وقت فقہاء کو سخت کے لقب سے ملقب کرتے ہیں، لہذا ان کے اقوال میں نے اس وقت پیش نہیں کئے۔ حالانکہ نظر غائر سے دیکھنے والے کو معلوم ہو جاتا ہے کہ ان کے جمیع اقوال کتاب اور سنت ہی سے ماخوذ ہیں اور یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اس وقت تک اللہ اور رسول کے احکام کے سچے اور صاف معنی آسانی سے مسلمانوں کو مل جاتے ہیں۔ دنیا میں جو کام کئے جاتے ہیں، ان میں کچھ نہ کچھ مصلحت ہوتی ہے۔ کوئی صاحب ذرا اپنی ہٹ اور اپنی بات کی بچ چھوڑ کر یہ تو فرمائیں کہ اس بے پردگی میں کیا کیا مصالح اور کیا کیا فائدے ہیں۔ کیا عورتیں دفتر میں نوکری کریں گی یا فوج میں بھرتی ہوں گی؟ یادوکانوں پر بیٹھ کر تجارت کریں گی؟ ان کے واسطے جو کام اللہ تعالیٰ نے موزوں کئے ہیں اور جس کے واسطے ان کو خلق کیا ہے، وہ کیا پردہ میں بیٹھ کر انجام نہیں پاسکتے؟ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو ایک کام کے واسطے بنایا ہے۔ عورتیں تدبیر منزل اور پرورش اولاد کے واسطے ہیں۔ یہ سب پردہ میں ممکن ہے۔ جس قدر تعلیم ان کے لئے ضروری ہے، وہ بھی پردہ میں ممکن ہے۔ مردوں کے ساتھ مساوات



سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن وقار مارہروی قدس سرہ

مثل مکہ شدہ مارہرہ مقام برکات

شہر تے یافت چوطیبہ زقیام برکات

درگش گشت مطاف عرفا و کملا

قدسیاں خم پئے تعظیم و سلام برکات

مرقدش ہست تجلی گہ نور یزداں

ہجومہر است منور ہمہ بام برکات

تامہ عورتوں کو دینا قانون فطرت کے بالکل خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کمال عقل و فہم مردوں کو عنایت فرمایا ہے، وہ عورتوں کو ہرگز نہیں دیا گیا۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ دو مردوں کی شہادت قاضی کے واسطے انفصال مقدمہ میں کافی ہوتی ہے اور دو لاکھ عورتوں کی غیر کافی۔ کچھ تو ایسی کمی ہے جس کو حاکم مطلق نے نظر فرما کر یہ حکم دیا ہے۔ کیا نہیں دیکھتے ہو کہ میراث میں اگر دس لڑکیاں ہوں تو اپنی مورث کا پورا ترکہ نہیں پاسکتیں، اگر ایک لڑکا ہو تو پورا ترکہ پاسکتا ہے۔ عورت کیسی ہی مسائل دینی کی واقفہ ہو مگر امامت نماز نہیں کرا سکتی۔ مرتبہ نبوت کسی عورت کو نہیں دیا گیا۔ ایسے ہی بہت سے فضائل ہیں جو مردوں کو بمقابلہ عورتوں کے زیادہ دئے گئے ہیں۔ اسی طرح سے مردوں کو چلنا پھرنا، سیاست کرنا دیا گیا اور عورتوں کو پردہ میں بیٹھنے کا حکم فرمایا گیا۔ عورتوں کے واسطے بے پردگی خود بھی مضر ہے۔ کیونکہ جب وہ بے تکلف باہر چلیں پھریں گی اور ان کو بے تکلفی سے سب مرد دیکھیں بھالیں گے۔ تو وہ عورتیں جو باعتبار صورت اور حیثیت کے کم درجہ کی ہیں وہ شوہر پانے سے محروم رہ جائیں گی، کیونکہ انسانی طبیعت کا مقتضی ہے کہ بمقابلہ اچھی چیز کے بری شے کم پسند ہوتی ہے۔ اگر مجبوراً اچھی چیز نہیں ملتی ہے اور بری ملتی ہے تو یقیناً بے قدر تو ضرور رہتی ہے۔ اسی طرح سے جب عورتیں بھی بے تکلف مردوں کو دیکھیں گی اور اپنے خاوند کو ان سے کم پائیں گی تو ضرور ان کی طبیعت کو بھی رنج پیدا ہوگا۔ پردہ کی حالت میں تو عورتوں کو شاذ و نادر ہی نا محرم مرد کے دیکھنے کی نوبت آتی ہے اور قس علیٰ ہذا۔ جو مرد تقویٰ شعار ہیں، ان کو بھی بہت ہی کم اتفاق غیر عورت کے دیکھنے کا ہوتا ہے، لہذا وہ اپنی ہی بیویوں کو غنیمت سمجھتے ہیں۔ جس شخص نے ان ممالک کی سیاحت کی ہے جہاں عورتیں بے پردہ رہتی ہیں، ان سے انصافاً دریافت کرنا چاہئے کہ وہاں ننگ و ناموس کا کیا حال ہوتا ہے اور غیرت جو اعلیٰ درجہ کی اچھی چیز اور رکن ایمان ہے، وہ کتنی باقی رہتی ہے۔ بہت افسوس مردوں کو اپنے حال پر کرنا ہوگا جب کہ اس رسم قبیح کا عورتوں کو عادی کر لیں گے۔ اس وقت بنائے کچھ نہ بنے گا۔ وہی تعلیم اور وہی تہذیب جس کی شرع شریف نے اجازت دی ہے، کیا کم ہے۔ اس کو تعلیم دے کر دیکھو کہ عورتیں تمہاری ترقی میں کیسی معین ہوتی ہیں۔ انہیں پردہ نشینوں کی اولاد میں سابق میں مسلمانوں میں کیسے کیسے لائق و فائق حضرات ہو گئے ہیں، جن کی ترقیات کے کارنامے دوست اور دشمن کو مسلم ہیں۔

شاہ قاسم کے والد ماجد

خاتم الاسلاف افتخار الاخلاف حضرت سید شاہ محمد صادق قدس سرہ

تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ

آپ بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ کے تھے۔ آپ کی ولادت ساتویں رمضان شریف ۱۲۳۸ھ بارہ سواڑتالیس ہجری کی تھی۔ تربیت و تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ بیعت و خلافت آپ کو اپنے مکرم حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ سے تھی۔ نیز اپنے عم اعظم حضرت سید شاہ آل رسول صاحب اور اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہما سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اپنے ان تینوں بزرگوں اور بزرگان خاندان برکاتیہ کے کمالات ظاہری و باطنی کے آپ وارث تھے۔

آپ کا عقد اپنے عم و مرشد حضرت سید شاہ غلام محی الدین قدس سرہ کی صاحبزادی سیکندہ بیگم صاحبہ سے ہوا جن سے آپ کے دو صاحبزادے حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسلمیل جن الملقب بہ شاہ جی اور سید شاہ ابوالکاسم محمد ادریس حسن سترے میاں اور پانچ صاحبزادیاں امداد فاطمہ حیدری بیگم و طفیل فاطمہ ابراہیم و احتشام فاطمہ سیدہ بیگم و امتہ الفاطمہ و انظار فاطمہ تھیں۔

بڑی صاحبزادی حیدری بیگم کا عقد سید شاہ نور الحسن ابن سید شاہ غلام محی الدین قدس سرہ سے ہوا۔ یہ صاحب اولاد ہیں جس کا ذکر آئے گا۔

دوسری صاحبزادی ابراہیم بیگم کا عقد سید حسین حیدر صاحب ابن سید محمد حیدر صاحب سید ولد ار حیدر صاحب نواسہ سید شاہ آل رسول صاحب سے ہوا۔ یہ صاحب اولاد تھیں جس کا ذکر آتا ہے۔ ان کا انتقال مارہرہ میں پنجشنبہ ۲۶ رجب ۱۳۴۱ھ کا دن گزر کر بعد نماز مغرب شب جمعہ ۲۷ رجب سن تیرہ سواکتالیس ہجری میں ہوا اور درگاہ شریف میں صحن پیش مکتب میاں جی صاحب میں متصل مزار حسینی بیگم مرحومہ البخانہ سید یوسف حسن صاحب مرحوم دفن ہوئیں۔

تیسری صاحبزادی سیدہ بیگم کا عقد سید شاہ ابوالحسن میر صاحب سے ہوا۔ ان کا

انتقال سینٹاپور میں تیسری رمضان شریف جمعہ ۱۳۱۷ھ تیرہ سوسترہ ہجری میں ہوا اور قبرستان عید گاہ میں دفن ہوئیں۔ ان کے ایک لڑکے شیخ محی الحسنین پیر برکات ہیں

چوتھی صاحبزادی امتہ الفاطمہ کا عقد سید شاہ ایوب حسن صاحب ابن سید شاہ یوسف حسن صاحب ابن شاہ نور المصطفیٰ صاحب سے ہوا۔ یہ صاحب اولاد ہیں جس کا ذکر آئے گا۔

پانچویں صاحبزادی انظار فاطمہ کا عقد سید حامد حسن صاحب ابن سید شاہ محمد باقر

صاحب سے ہوا تھا۔ ان کا انتقال مارہرہ میں شنبہ تیسویں ذی الحجہ ۱۳۲۱ھ تیرہ سواکیس ہجری میں ہوا اور درگاہ شریف میں دفن ہوئیں۔ ان کی اولاد کا ذکر ہو چکا ہے۔ سید ادریس حسن

صاحب کی ولادت اٹھارہ ربیع الاول ۱۲۸۳ھ بارہ سوترہ ہجری میں لکھنؤ میں ہوئی۔ بیعت و خلافت آپ کو اپنے ماموں سید شاہ نور الحسن صاحب سے تھی اور اپنے والد ماجد سے بھی

اجازت و خلافت تھی۔ آپ کا عقد ریحان فاطمہ دختر سید شاہ یوسف حسن ابن سید شاہ نور المصطفیٰ ابن سید شاہ غلام محی الدین قدس سرہما سے ہوا۔ آپ کے ایک لڑکا سید جواد حسن قمر

عالم ہے جس کی ولادت ستائیس محرم ۱۳۱۵ھ تیرہ سو پندرہ ہجری کی ہے اور جسے بیعت حضرت والد ماجد مدظلہم سے ہے۔ سید ادریس حسن صاحب کا انتقال کیشنبہ بارہ یا تیرہ ربیع آخر

شریف (باختلاف روایت) ۱۳۲۵ھ تیرہ سو پچیس ہجری میں سینٹاپور میں ہوا۔ قبرستان عید گاہ میں مائیں مزار اپنی والدہ اور نانی صاحبہ کے آپ کا مزار ہے۔

حضرت سید شاہ محمد صادق صاحب قدس سرہ کی سوانح عمری اور کارنامہ دینی و دنیوی مفصل و مشرح انشاء اللہ تعالیٰ فقیر اپنی بیاض زیر تالیف میں درج کرے گا۔ مختصر یہ کہ

آپ کے صدقات جاریہ بفضلہ تعالیٰ جا بجا جاری ہیں۔ متعدد کنوئیں آب نوشی عامہ مخلوق کے لیے بنائے بہت سے کنوئیں آب پاشی کے بنائے۔ بہت سے باغ لگائے۔ جائداد

آبادی میں بہت سی ترقیاں کیں۔ بہت جائداد خود نئی خرید فرمائی۔ بہت سے مکان سینٹاپور وغیرہ میں بنائے۔ خانقاہ مارہرہ میں مجلس اعلیٰ شان و حویلی سجادہ نشینی از سر نو بنائی۔ مسجد

خانقاہ و درگاہ معلیٰ کی بہت کچھ مرمت و تعمیر فرمائی۔ سینٹاپور میں مکانات اور کوٹھی کے علاوہ جب حضرت والد ماجد قمر آن شریف حفظہ کر چکے، اُس کے بعد حسب عرض والد ماجد سینٹاپور

میں ایسی عمدہ خوشنما مسجد شاہراہ عام پر تعمیر فرمائی جو اس وقت سینٹاپور کیا بلکہ گردونواح میں دور دور اپنی نظیر آپ ہی ہے۔ جس کی تکمیل ۱۲۹۶ھ میں ہوئی۔

صاحب عرس قاسمی سیدنا شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن قادری علیہ الرحمۃ والرضوان

پروفیسر غلام یحییٰ انجم، ہمدرد یونیورسٹی، نئی دہلی-۶

بندگان حق کی رشد و ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا۔ سلسلہ نبوت و رسالت ختم ہونے کے بعد العلماء و رثۃ الانبیاء کے مطابق علما و مشائخ نے کار نبوت کا بار اپنے کاندھوں پر اٹھایا اور پوری دنیا میں اس نبوی مشن کو فروغ دینے میں بے پایاں جدوجہد فرمائی، دنیا کا کوئی خطہ ایسا نہیں جہاں یہ اللہ کے مقرب بندے نہ پہنچے ہوں اور اسلام کی تابانی سے اس خطہ کو منور نہ فرمایا ہو، انبیاء اور وارثین انبیاء نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے ہندوستان کو بھی سرفراز فرمایا۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنا جانشین حضرت آدم علیہ السلام کو ہندوستان ہی کی سرزمین پر مبعوث فرمایا پھر زمین عرب تشریف لے گئے۔ اس طرح صحابہ تابعین اور علما و مشائخ دین سے ہمیشہ ہندوستان کی سرزمین مرکز انوار و تجلیات اور اماں جگہ ایمان و یقین بنی رہی۔

شمالی ہندوستان میں اولین مبلغ کی حیثیت سے سیدنا سالار مسعود غازی علیہ رحمۃ والرضوان (۴۲۴ھ) تشریف لائے اور باضابطہ طور پر کفار و مشرکین سے جہاد کر کے دین حق کی نشر و اشاعت فرمائی، یہاں تک کہ اپنی عزیز کا نذرانہ بھی راہ خدا میں دے دیا مگر اس مہم سے اپنے قدم کو پیچھے نہ ہٹایا، دین حق کی اشاعت کی خاطر جب ان کی آمد مشرقی یوپی میں اودھ کے علاقہ میں ہوئی تو اودھ کے راجاؤں میں کھلبلی مچ گئی اور پورے علاقہ میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی کہ:

”ملک اودھ میں ایک قوم ملچھ ترک اس حیلہ جہاد میں واسطے غارت گری ملک

حضرت تاج الفحول بدایونی قدس سرہ نے آیہ کریمہ ”یہا الذین آمنوا رکعوا واسجدوا“ میں تاریخ تعمیر فرمائی۔ یہ مسجد بھم اللہ تعالیٰ اس وقت تک خوب آبادی رہتی ہے۔ برابر روزانہ کثیر مسلمان نماز ادا کرتے رہتے ہیں۔ مولیٰ تعالیٰ ہمیشہ آباد رکھے۔ آمین ابتدائے ہوش سے آخر عمر تک پابندی اوقات و معمولات خاندانی کبھی ناخنہ نہ ہونے دی۔ اپنی اولاد اور اولاد کی اولاد اور دیگر اعزہ کو تعلیم علوم دینی دی اور دلوئی اور حافظہ قرآن مجید کرایا۔ بہت سے مراسم و امور خلاف شرع جو اہل خاندان میں رواج پا گئے تھے۔ اُن کی بیخ کنی اور احیاء سنن و ترویج احکام شریعت میں آپ کے مال و زردست و زبان، ہمت و حوصلہ نے کار ہائے نمایاں کیے۔ مطب صحیح صادق سینٹا پور میں جاری فرمایا جس نے اشاعت کتب دینیہ و فائدہ رسانی اہل سنت میں بہت کچھ خدمات انجام دیں۔ فن طب اپنے والد ماجد و عم مکرم سید شاہ آل رسول صاحب سے اور کچھ مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہما سے بھی علمائے عملاً حاصل کیا۔ اس فن میں آپ کو ید طولی تھا۔ مخلوق خدا کو اپنے علم و عمل و مال سے مدۃ العمر فائدہ پہنچایا۔ اپنے اعزہ و اقربا کے ساتھ صلہ رحم اور انتہاء درجہ ملاطفت و مسالمت کو برتاؤ مد نظر رکھا۔ اگر کسی نے اپنی ناغہی سے مخالفت بھی کی جب بھی حضرت نے درگزر فرمائی۔ باوجود قوت کبھی کسی سے انتقام لینے کی طرف متوجہ نہ ہوئے باوجود سرمائے کثیر دینی و دنیوی عجب و پندار پاس نہ آیا۔ باوجود وصول دولت و ثروت و اقتدار و کار و کالت و حکومت روزگار زاہدانہ و درویشانہ گزر فرمائی۔ امراء و حکام کی صحبت سے تنفر رہا، حالانکہ جہاں حضرت تشریف رکھے وہاں کے امراء و غرائب سب آپ کے پاس آتے رہتے اور آپ سے ملنے کو مستعجب سمجھتے۔

میں نے ثقات سے سنا ہے کہ آپ نے سینٹا پور میں تقریباً پینتالیس برس قیام فرمایا۔ مگر ایک شخص بھی یہاں نہیں ہے کہ جو آپ کا شاکی ہو بلکہ ہر شخص آپ کو اپنا مربی سمجھتا تھا۔ آپ کی جمع کی ہوئی دو بیاضیں نسخہ جات طب کی ہیں۔ شب پنجشنبہ چوبیس شوال ۱۳۲۶ھ تیرہ سو چھبیس ہجری میں آپ نے سینٹا پور میں وصال فرمایا اور وہیں اپنے باغ میں جو قینچی کے پل کے پار سڑک شاہجہانپور پر ڈیہ پر واقع ہے مدفون ہوئے۔ میرے والد ماجد نے مصرعہ تاریخ سن وصال یہ فرمایا ”باوصل خدا شاد محمد صادق“۔ حضرت کے مزار پر میرے والد ماجد نے باغ میں چاہ پختہ بنایا ہے اور ارادۂ تعمیر روضہ و حصار باغ ہے۔ اللہ تعالیٰ راست لائے۔

حضرت نے تبدیل فرما کر اس کا نام بلگرام رکھا اس وقت سے حضرت کا خاندان حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تک بلگرام میں رہا۔ (۲)

ڈسٹرکٹ گزیٹ ہر دوئی میں بلگرام کے اصل نام کے تعلق سے لکھا ہے کہ: ”کہتے ہیں کہ اس (بلگرام) کا نام سرنگرتھا جس کو رانیکوار راجہ سری رام جنہوں نے نویں یا دسویں صدی میں ”ٹھٹھراؤں“ کو مار بھگایا تھا نے آباد کیا تھا قصبہ کے جنوب میں جو ٹیلہ ہے وہ اس راجہ کا تھا۔“ (۳)

اس بستی کو بلگرام کے نام سے اس قدر شہرت ملی کہ لوگ اس بستی کا اصل نام ”سری نگر“ بھول گئے۔ آج بھی یہ بستی اس نام سے متعارف ہے۔ صاحب البرکات نے اپنے دوہے میں اس بستی کے اصل نام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ہے:

ہم باسی سری نگر کے آئے بسے سب چھور مارہرے سے نگر مومں جہاں شاہ نہیں، چور ہم پورب کے پور بیاجات نہ بوجھے کوئے جات پات سو بوجھے جوہر پورب کا ہوئے (۴)

اسی خانوادہ کے ایک عظیم ترین بزرگ حضرت سید ناشاہ عبدالجلیل علیہ الرحمۃ والرضوان عہد جہانگیری ۱۰۱۷ھ میں مارہرہ تشریف لائے۔ مارہرہ ضلع ایٹہ میں ایک قصبہ ہے جس کی بنیاد راجہ کے ایما پر اس نواح کے حکام نے رکھی۔ نام کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ مارہرہ کی بستی سروپ گنج کی نئی شکل ہے جو پہلے ذرافا صلی پر تھی جسے علاء الدین خلجی نے یہاں کے رہنوں اور ڈاکوؤں کی شرارت سے غضب ناک ہو کر نہیں نہس کر ڈالا پھر ۶۹۹ھ میں خلجی کے ضلع دار راجہ منی رام نے سروپ گنج سے ہٹ کر ایک ویرانے میں نئی آبادی کی بنیاد ڈالی۔ چونکہ اس آبادی کی بنیاد لوٹ مار اور ایک آبادی کو نہیں نہس کرنے کے بعد رکھی گئی اس لیے اس مناسبت سے نام مارہرہ تجویز ہوا یعنی بربادی کے بعد سبزہ زاری، پھر یہی نام کثرت استعمال سے مارہرہ ہو گیا۔ حروف تو وہی رہے مگر اس کے حرکات و سکنات میں تبدیلی آ گئی۔ میر عبدالجلیل کے قدموں کی برکت اور ان کے خانوادہ کے اجلہ مشائخ کرام کی عظمت و روحانیت کے باعث یہ سرزمین اسم بامسمیٰ رشتک فردوس بن گئی، اس سرزمین کی عظمت و فضیلت کے تعلق سے صاحب تذکرہ حضرت سید ناشاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن وقار مارہروی فرماتے ہیں۔

و مال اور بے دین کرنے یہاں کے آدمیوں کو آئی ہوئی ہے“ (۱)

لکھنؤ کے پورب بستی گوئدہ، بلرام پور، بہرائچ، سدرتھ نگر کے راجہ جب تک الگ الگ سید سالار سے برسر پیکار تھے، اس وقت تک وہ ان پر حاوی نہ ہو سکے لیکن جب ان راجاؤں نے متحد ہو کر یکبارگی حملہ کیا تو آپ کے لیے جان لیوا ثابت ہو، اور عین جوانی کے عالم میں آپ کی شہادت تو ضرور ہو گئی مگر شمالی ہندوستان بطور خاص اتر پردیش میں جو آپ نے اسلام کی شمع روشن کی، اس کی تابانی سے وہ علاقہ آج بھی منور ہے جس کے اعتراف میں آج بھی ہزاروں عقیدت مند روزانہ ان کی بارگاہ میں حاضری دے کر ان کی اس دینی خدمات اور عظمت جلالیت قدر کا اعتراف کرتے ہیں۔

اتر پردیش میں اشاعت اسلام کے تعلق سے جس دوسری شخصیت کا نام لیا جاسکتا ہے، وہ خانوادہ برکاتیہ مارہرہ کے مورث اعلیٰ حضرت سید محمد صغریٰ مرید و خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیاری کا کی کا نام نامی اسم گرامی آتا ہے۔ یہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے کفر و ضلالت کی اس وادی میں قدم رکھا اور اس خطہ اراضی کو اسلام کی دلکش نورانیت سے بقیع نور بنادیا۔ حضرت سید محمد صغریٰ کفر و ضلالت کی اس وادی تک کس طرح پہنچے اس کی تفصیل صاحب اصح التواریخ نے اس طرح لکھی ہے:

”آپ کے جد اعلیٰ سید اعلیٰ عراقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ترک وطن فرما کر قریہ واسطہ میں تشریف لا کر قیام پذیر ہوئے یہ قریہ عراق عجم و عراق و عرب کے درمیان واقع ہے حضرت سید اعلیٰ عراقی کے اخفاء میں سے حضرت سید ابوالفرح واسطی اپنے چار صاحبزادوں کے ساتھ سلطان محمد غزنوی کے دور میں واسطہ سے غزنی تشریف لائے ان میں سے ایک صاحبزادے سید ابوفراس ہیں جو جد سادات بلگرام کہلاتے ہیں۔ سید ابوالفرح تو کچھ عرصہ بعد ایک صاحبزادے کے ہمراہ واپس تشریف لے گئے اور بقیہ تین صاحبزادوں نے ہندوستان کا قصد فرمایا سید ابوفراس نے جاجیر میں اقامت اختیار فرمائی ان کے اخفاء میں سے حضرت سید محمد صغریٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہیں جنہوں نے سلطان شمس الدین التمش کے ایما پر راجہ بلگرام پر جو سخت کافر اور بڑا سرکش تھا جہاد کیا اور اس کے قتل کے بعد ۶۱۴ھ میں فتح پائی۔ سلطان نے بلگرام کا وسیع علاقہ حضرت کی جاگیر میں دے دیا۔ بلگرام کا اصل نام پہلے سری نگر تھا۔“

مثل مکہ شد مارہرہ مقام برکات شہر تے یافت چوں طیبہ ز قیام برکات
درگہش گشت مطاف عرفاء و کملاء قد سیان خم پئے تعظیم و سلام برکات
مرقدش ہشت تجلی گہہ نور یزداں ہچوں مہراست منور ہمہ بام برکات (۵)
صاحب تذکرہ حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن اسی خانوادہ کے وہ فرد
جلیل تھے جس نے برکاتیت کی تجدید فرمائی اور بزرگان مارہرہ کی عظمتوں کا ڈنکا برصغیر میں
بجایا اور اپنے کردار و عمل سے اس خانقاہ کی ایسی تصویر پیش کی کہ آج خانقاہوں کی دنیا میں
جس خانقاہ کا نام بڑے ادب و احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے وہ مارہرہ ہی ہے، اس موقع سے
اگر یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔

تازہ بتو اے جان تن مارہرہ خاندان و برکات و چمن مارہرہ
حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم کی ذات والاصفات کی ولادت باسعادت خاتم
الاسلاف و افتخار الاخلاف حضرت سیدنا شاہ محمد صادق قدس سرہ (م ۱۳۲۶ھ) کے گھرتیسری
محرم الحرام ۱۲۷۲ھ کو مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ سید ابوالقاسم اور شاہ جی سے شہرت ملی آپ کے
نانا سیدنا شاہ غلام محی الدین نے اسماعیل حسن نام تجویز کیا۔ سلسلہ نسب واسطہ بواسطہ حضرت
علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم تک اس طرح پہنچتا ہے:

”محمد اسماعیل حسن بن سیدنا شاہ صادق بن سیدنا شاہ اولاد رسول احمدی بن سیدنا شاہ آل
برکات ستھرے صاحب بن سیدنا شاہ حمزہ بن سیدنا شاہ آل محمد بن سیدنا شاہ برکت اللہ بن سیدنا شاہ
اولیس بن سیدنا شاہ عبد الجلیل بن سیدنا شاہ عبدالواحد بن سیدنا شاہ ابراہیم بن سیدنا شاہ محمد قطب
الدین بن سیدنا شاہ محمد ماہر و شہید بن سیدنا شاہ بڈھ سیدنا شاہ کمال الدین بن سیدنا شاہ قاسم بن
سیدنا شاہ حسن بن سیدنا شاہ نصیر الدین بن سیدنا حسین بن سیدنا عمر بن سیدنا محمد صغریٰ جد اعلیٰ قبائل
سادات بلگرام بن سیدنا علی بن سیدنا حسین بن سیدنا بولفرح ثانی بن سیدنا بولفرح بن سیدنا بولفرح
الواسطی جد اعلیٰ قبائل سادات زیدیہ بلگرام و بارہ وغیرہ ابن سیدنا داؤد بن سیدنا حسین بن سیدنا یحییٰ
بن سیدنا زید سوم بن سیدنا عمر بن سیدنا زید دوم بن سیدنا علی عراقی بن سیدنا حسین بن سیدنا علی بن سیدنا عیسیٰ
ملقب بموتم الاشبال بن سیدنا زید شہید رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بن حضرت سیدنا ساجد بن
بن امام زین العابدین ملقب بہ سجاد بن سلطان الشہداء شہید کربلا امام حسین بن حضرت امیر

المؤمنین مولیٰ المسلمین علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم زوج حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء
رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت حضور سید الانبیاء حضرت مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ (۶)
حضرت سیدنا ابوالقاسم نے شعور بیدار ہوتے ہی تعلیم کی طرف توجہ فرمائی۔ متعدد
علماء و مشائخ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ علم ظاہری اور علم باطنی دونوں میں اعلیٰ مقام
حاصل کیا۔ تاریخ خاندان برکات میں ہے:

”مولوی عبدالشکور صاحب مہامی بن شاہ عبدالغنی صاحب بن شاہ رمضان صاحب
و مولوی محمد علی صاحب لکھنوی و شیعی مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی و مولانا حضرت شاہ عبدالقادر
صاحب بدایونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مولوی فضل اللہ صاحب فرنگی محلی سے علوم درسیہ پڑھنے
اور حافظ ولی داد خاں مارہروی و حافظ قادر علی صاحب لکھنوی و حافظ عبدالکریم صاحب
ملکپوری سے قرآن شریف حفظ کیا“ (۷)

حفظ کلام اللہ کی تکمیل پر والد ماجد حضرت سیدنا شاہ محمد صادق علیہ الرحمہ کو حد درجہ
خوشی ہوئی اور اس خوشی میں حضرت کی فرمائش پر یادگار کے طور پر سیتاپور میں ایک مسجد کی تعمیر
کرائی گئی حضرت تاج العلماء تاریخ خاندان برکات میں فرماتے ہیں:

”بمجد اللہ تعالیٰ ۱۳۰۰ھ میں حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے
اور جوانی کی عمر میں خود اپنے دلی شوق سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کیا اور ۱۲۹۳ھ میں
اختتام فرمایا۔ حضرت کے چھوٹے چچا سیدنا شاہ محمد عسکری صاحب نے فقرہ ”حافظ شد“
میں اس کی تاریخ فرمائی اور حضرت کے والد ماجد قدس سرہ نے اس کی خوشی میں حضرت کی
فرمائش سے سیتاپور میں مسجد تعمیر فرمائی“ (۸)

علم ظاہری کی تکمیل کے بعد باطنی علوم کی طرف متوجہ ہوئے تو خاندانی معمولات
کی تعلیم والد ماجد کے علاوہ حضرت سیدنا شاہ آل رسول، حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین نوری
میاں اور تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل کی۔
بیعت و ارادت اور اجازت و خلافت کی دولت بے بہا نانا شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس
سرہ سے ملی، حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین نوری میاں، حضرت ظہور حسین چٹھو میاں اور والد
ماجد سیدنا شاہ محمد صادق نے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ حضرت مولانا شاہ

عبدالقادر بدایونی سے بھی آپ کو بعض اور ادوٹائف کی اجازت مخصوصہ حاصل ہوئی، مولانا محمود احمد قادری لکھتے ہیں:

”اپنے نانا شاہ غلام محی الدین سے مرید ہوئے حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر بدایونی سے کسب علم کیا اپنے والد حضرت شاہ محمد صادق صاحب اور حضرت نوری میاں سے خلافت و اجازت حاصل کی“ (۹)

اس طرح خاندانی بزرگوں سے آپ کو جملہ تیرہ سلاسل اور قرآن و احادیث سے مسلسل و مصنفات کی اجازتیں عطا ہوئیں جن کی تفصیل رسالہ مبارکہ النور والہواء لاسانید الحدیث و سلاسل الاولیاء میں دیکھی جاسکتی ہے۔

روحانیت کی تکمیل کے بعد حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم حسن شاہ جی میاں اپنے والد ماجد خاتم الاسلاف کی وفات کے چالیس دن بعد مسند برکاتیہ پر رونق افروز ہو کر سجادہ ہوئے حضرت تاج العلماء کے بقول:

”بعد وصال حضرت جدی کے چہلم کے روز حسب دستور قدیم خاندان حضرت والد ماجد قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم العالیہ زینت افزائے سجادہ غوثیہ برکاتیہ احمدیہ کے فیوض و برکات حضرت سے بفضلہ تعالیٰ جاری ہیں اور حضرت اپنے اسلاف کرام کی یادگار ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر قائم و دائم رکھے آمین“ (۱۰)

خانقاہ برکاتیہ میں جب رسم سجادگی کی تقریب منائی جاتی ہے تو وہ منظر بڑا دیدنی ہوتا ہے۔ ہر طرف انوار و تجلیات کی برسات ہوتی ہے عمائدین و مشائخ کا بڑا جھگھا ہوتا ہے۔ کچھ اسی طرح کاسماں آپ کی رسم سجادگی کے موقع پر بھی تھا۔ آپ کے صاحبزادے رسم سجادگی کی تقریب کی منظر کشی کرتے ہوئے فرماتے:

”ہمارے یہاں رسم سجادگی اسی طرح چلی آتی ہے۔ سجادہ نشین متوفی کے انتقال کے بعد اس کے چہلم کے دن کنبہ و برادری و شہر اطراف کے اعزہ و اقارب و عمائد و متوسلین عوام و خواص جمع ہوتے ہیں اور اس کے بیٹے یا اس کی عدم موجودگی میں بھائی وغیرہ وارث شرعی جو (جو اس شخص سے بیعت و اجازت سجادہ نشینی بھی رکھتا ہو جس کی جگہ وہ سجادہ نشین ہونا چاہتا ہے) بزرگان خاندان و عمائد و اکابر متوسلین تبرکات خاندانی مثل خرقہ و عمامہ و سیلی و تسبیح

وغیرہ (جو ہر ایک گھر میں اپنے اپنے بزرگوں کے علیحدہ علیحدہ بھی ہم لوگوں کے پاس ہیں اور بعض مشترک ہیں) ہمراہ لے کر درگاہ شریف لے جاتے ہیں اور وہاں جس بزرگ کا وہ قائم مقام ہونا چاہتا ہے اس کے مزار یا حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے مزار پر تبرکات و لباس رکھ کر بزرگان سلسلہ سے توسل و استعانت کر کے فاتحہ پڑھ کر پھر ان تبرکات سے اس شخص کو آراستہ کر کے سامنے فقراء و خدام اللہ پکارتے ہوئے مجمع کے ساتھ واپس لاتے اور مکان سجادہ نشینی میں جو اپنے اپنے ساتھ الگ ہیں مسند سجادہ نشینی پر اجلاس کراتے اور اس کے بعد حاضرین نذر پیش کرتے ہیں اور معتقدین بیعت کرتے ہیں اور رسم سجادہ نشینی تمام ہو جاتی ہے۔ (۱۱)

جس وقت حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں مسند سجادگی پر رونق افروز ہوئے اس وقت آپ کو تیرہ سلاسل کی اجازت حاصل تھی لیکن سلسلہ قادریہ سے آپ کو خاندانی روایت کے مطابق بڑا گہرا لگاؤ تھا، اس لیے آپ نے اسی سلسلہ کو فروغ بخشا، اسی کے فیوض و برکات سے مریدین و متوسلین کو مالامال کیا اور رات دن اسی سلسلے کی اشاعت کی جدوجہد فرمائی، بے شمار علما و مشائخ کو اسی سلسلے میں مرید کیا اور خلافت کی دولت سے بے بہا سرفراز فرمایا، چونکہ آپ کے قول و فعل اور کردار و عمل میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار برکتیں ودیعت فرمائی تھیں، اس لیے خلقت آپ کی طرف والہانہ طور پر متوجہ ہوتی، دیکھنے والوں کو کہنا ہے کہ آپ کی نظر کرم پڑتے ہی نہ جانے کتنے لوگوں کی دنیا بدل گئی، نہ جانے کتنے ویران دل آباد ہو گئے اور نہ جانے کتنے کفر و شرک سے آلود دلوں میں ایمان کا اجالا پھیل گیا۔ کتنے گمراہوں کو آپ کی ذات سے راہ ہدایت نصیب ہوئی۔ الغرض آپ کی ذات بڑی بافیض تھی لیکن سب سے بڑی خوبی آپ میں یہ تھی کہ آپ احیائے سنیت اور تصلب فی الدین کے معاملے میں آپ اپنے اسلاف کے سچے جانشین تھے۔ تذکرہ علمائے اہل سنت میں ہے:

”(آپ) تصلب فی الدین میں بزرگان مارہرہ کے قدم بہ قدم تھے“۔ (۱۲)

مشائخ مارہرہ کا تصلب فی الدین کس طرح تھا، اس کی تائید درج ذیل عبارت سے حاصل کی جاسکتی ہے حضور تاج العلماء فرماتے ہیں!

”ہمارے اسلاف کرام اور ان کے اخلاف فحام سب بحمدہ تعالیٰ ہمیشہ سے دین

اسلام و مذہب مہذب اہل سنت و جماعت سے آراستہ و پیراستہ چلے آتے تھے اور خوب اپنے اس دین متین اور مذہب مہذب میں تعصب و تصلب کو مقبول و محمود جانتے اور مانتے اور بتاتے رہتے تھے۔“ (۱۳)

تصلب فی الدین جو اس خانقاہ کا طرہ امتیاز رہا ہے اس کی نظیر خانقاہ حشمۃ پبلی بھیت کے علاوہ اور کہیں مشکل سے ہی ملے گی ان حضرات نے بلا خوف لومۃ لائم ہر دور میں احقاق حق اور ابطال باطل کا اہم فریضہ انجام دیا یہی وجہ ہے کہ یہ خانقاہ ہر دور میں مسلمانان اہل سنت کے لیے مرکز توجہ رہی یہ مشائخ خود بھی متصل فی الدین تھے اور اپنے متعلقین و متوسلین کو بھی اسی پر عمل پیرا رہنے کی ان لفظوں میں تلقین فرماتے:

”مذہب اہل سنت و جماعت پر ایسے جمے ہوئے رہیں کہ دوسرے متعصب جانیں اور شریعت مطہرہ کو اپنا دستور العمل بنائیں، مذہب اہل سنت کے پھیلانے اور بدعت کو مٹانے اور بددینوں بے دینوں کے رو کو اپنا مقصود ٹھہرائیں، خصوصاً وہابیہ، دیوبندیہ، نجدیہ کاروسب شریروں سے زاید گندے اور اسلام کو نقصان پہنچانے اور جڑ کو کھودنے میں بدترین کفار ہیں، اہل سنت کے جتنے مخالف مثلاً وہابی راضی، ندوی، نیچری، چکڑالوی، غیر مقلد، قادیانی اور گاندھوی وغیرہ ہیں، ان سب کو اپنا دشمن جانیں ان کی بات نہ سنیں، ان کے پاس نہ بیٹھیں، ان کی کوئی تحریر نہ دیکھیں، دین و ایمان سب سے زیادہ عزیز چیز ہیں، ان کی محافظت میں حد سے زیادہ کوشش فرض ہے۔“ (۱۴)

تصلب فی الدین جو مشائخ مارہرہ کا وطیرہ رہا، اس کی پاسداری حضرت سیدنا ابوالقاسم زندگی بھر کرتے رہے، جادہ حق سے ذرہ برابر کبھی انحراف نہیں کیا۔ اصولوں کے پکے تھے، اپنا ہو بیگانہ غلط باتوں پر ہر ایک کی سرزنش فرماتے، دوست ہو دشمن جس میں مذہبی اعتبار سے پلپلا پن دیکھتے اس سے دوری اختیار فرماتے اور بسا اوقات مناسب انداز سے ٹوک بھی دیتے۔ چنانچہ التوائے حج کی تردید میں محکمہ مذہبی امور کے صدر الصدور حیدر آباد کے ایک نواب صاحب جو مشائخ مارہرہ کے معتقدین میں سے تھے، کافتویٰ جب روزنامہ صحیفہ حیدر آباد دکن میں شائع ہوا اور وہ فتویٰ آپ کی نظر سے گذرنا تو چراغ پا ہو گئے اور فوراً ہی اپنے فرزند حضرت تاج العلماء مولانا اولاد رسول کو اس کا جواب لکھنے کا حکم صادر فرمایا۔ اتفاقاً

وہی نواب صاحب جب ایک مرتبہ ۲۵ شعبان ۱۳۳۶ھ کو بغرض حصول فیوض و برکات خانقاہ مارہرہ تشریف لائے اور آپ سے ملاقات کی تو آپ نے آغاز گفتگو ہی میں ان سے فرمایا:

”نواب صاحب بزرگوں سے ہم تک جو قریبی مراسم چلے آ رہے ہیں اس کے لحاظ سے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کو کچھ نصیحت کر دوں۔

اگر پیغم کہ نابینا و چاہ است اگر خاموش بہ نشیم گناہ است اس کے بعد آپ نے فرمایا:

نواب صاحب آپ کے محکمہ مذہبی امور ریاست دکن کی جانب سے جو نجدیوں کی حمایت اور اہل سنت کے فتویٰ التوائے حج کی مخالفت میں جو فتویٰ شائع ہوا ہے، یہ اسلام اور مسلمانوں کی خیر طلبی و نیک خواہی کی بھی خلاف ورزی ہے اور اسلامی ریاست دکن کے حق نمک خواری کی بھی خلاف ورزی ہے۔ نواب صاحب اپنے ریزہ خواروں میں خلاف توقع اپنی تنقید سن کر سراسیمہ ہو گئے اور بولے حضرت التوائے حج کافتویٰ اس سے پہلے تو کبھی نہیں دیا گیا۔ اس پر حضرت نے فوراً فتح القدیر اور فتاویٰ قاضی خاں منگا کر دکھائے جن میں قرامطہ ملاعنہ کے عہد میں امام ابوالقاسم صفانی اور امام ابوبکر اسکاف نے ۳۳۶ھ اور امام ابوبکر حصاص نے بغداد میں اور علامہ دمیری نے خوارزم میں اور امام ابوالفضل کرمانی نے خراسان میں اور امام عبداللہ حجتی اور امام ابن شجاع وغیرہ ہم ائمہ معتدین نے اپنے اپنے عہد میں ظالموں کے تسلط اور غلبہ سے راستوں کا امن جاتے رہنے اور خطرات بڑھ جانے کے پیش نظر التوائے حج کے فتوے صادر فرمائے۔

نواب صاحب اپنے خلاف فتاوائے اسلام کی تفصیلات سن کر حواس باختہ ہو گئے اور کچھ دیر غور و فکر کے بعد بولے حضرت علما و ائمہ سے التوائے حج کے فتوے تو دے مگر عملاً و واقعاً کبھی حج ملتی نہیں رکھا گیا۔ اس کے بعد حضرت نے ارشاد فرمایا:

نواب صاحب میں نے آپ کو عالم دین تو کبھی نہیں جانا۔ ہاں ادب و تارتخ دانی میں آپ کی شہرت سنتا تھا اور اس لحاظ سے آپ کی گفتگو بڑی حیرت انگیز ہے اور پھر حضرت نے شیخ الاسلام علامہ سید احمد زینی و حلان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تصنیف تاریخ مکہ موسوم

به خلاصة الكلام في امراء البلد الاسلام منكا كركهائي“ (۱۵)

اذان ثانی کے مسئلہ میں جب علمائے بدایوں اور علمائے بریلی دو خانوں میں بٹ گئے تو اس موقع سے بھی حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن قادری نے بڑا موثر کردار ادا کیا اور اس تعلق سے جن کے فتاوے قرآن و احادیث سے زیادہ قریب تھے ان کی حمایت فرمائی اس سلسلے میں آپ نے اپنی قربت و قرابت کو درمیان میں حائل نہیں ہونے دیا۔ علمائے بدایوں اذان ثانی مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کہنے کے قائل تھے جب کہ علمائے بریلی کا موقف دیگر اذانوں کی طرح اس کا بھی خارج مسجد کا تھا۔

اذان ثانی کے تعلق سے جو فتویٰ امام اہل سنت نے صادر فرمایا تھا اس فتویٰ کی حضرت سیدنا ابوالقاسم شاہ اسماعیل حسن قادری نے نہ صرف حمایت کی بلکہ اس کا نفاذ بھی فتویٰ ملتے ہی اپنی مسجد خانقاہ برکاتیہ سرکار کلاں و خورد دونوں مساجد میں کروایا اور پھر علمائے بدایوں اور اعلیٰ حضرت کے درمیان صلح و مصالحت میں لگ گئے مگر مشکل یہ تھی کہ علمائے بدایوں اس جدوجہد حضرت شاہ ابوالقاسم کو اعلیٰ حضرت کا طرف دار سمجھتے تھے جب انہیں علمائے بدایوں کے تعلق سے ان کے اس نظریہ کا احساس ہوا تو ابوالقاسم شاہ جی میاں نے فرمایا:

”جناب خود سمجھ لیں کہ مراسم محبت و مروت اور تعلیم و قدامت رشتہ تو سل جو فقیر کو حضرات اکابر مدرسہ قادریہ کے ساتھ ہے اس کا عشر عشر مولوی احمد رضا خاں صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ معاملات دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا خاں صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے ساتھ ہیں مگر یہ معاملہ دینی ہے اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے معاملہ میں حق پر ہوگا تو ہم کیا بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے“ (۱۶)

حضرت سیدنا شاہ اسماعیل حسن نقاہ میں گوشہ نشینی کی زندگی گزارنے کے ساتھ ساتھ ملکی حالات پر بھی کڑی نگاہ رکھتے تھے۔ ملک میں ہونے والی سیاسی اتھل پتھل پر آپ کی گرفت بڑی مضبوط تھی تحریک خلافت ہو یا تحریک موالات، تحریک تقسیم ہند ہو یا تحریک قیام پاکستان، ہر معاملہ میں مشائخ مارہرہ کا موقف وہی تھا جو ان کے اکابر علماء و مشائخ کا رہا ہے۔ جب کہ ملت کے بعض علماء کا موقف بالکل علمائے حق کے برخلاف تھا۔ تحریک خلافت جو خالص مسلمانوں کا معاملہ تھا، اس میں مسٹر گاندھی کو نہ جانے کیوں بڑی اہمیت حاصل

تھی، گاندھی جی کے خطبے پڑھے گئے۔ انہیں مذکورہ مدبر کہا گیا، ظفر الملک نے کہا کہ اگر نبوت ختم نہ ہوتی تو مسٹر گاندھی نبی ہوتے، مولوی عبدالباری فرنگی نعلی نے کہا کہ میں نے ان کو اپنا رہنما تسلیم کر لیا ہے، جو وہ کہتے ہیں وہی میں کرتا ہوں۔ گاندھی کے تعلق سے اس قسم کا بیانات صادر کرنے سے ہماری ملت کے بعض علمائیں تھکتے۔ حالانکہ اس خلافت کا مقصد نہ تو ترکوں کی حمایت و اعانت تھی اور نہ مسلمانوں کی زیوں حالی کے تذکر کی کوشش۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ لوگ نہ صرف ہندوؤں سے موالات بلکہ ان کی غلامی کا پٹہ اپنے گلے میں ڈالے ہوئے تھے۔ علمائے اہل سنت کو سرے سے ہی یہ بات ناپسند تھی چنانچہ انہوں نے خلافت کمیٹی کی نازیبا حرکتوں کا سخت نوٹس لیا۔ مولانا احمد رضا خاں نے ان کے موقف کی بڑی سخت مخالفت کی دورانہدیش علمائے اس موقف کو سراہا۔ مولانا کوثر نیازی سابق حکومت پاکستان فرماتے ہیں:

”تحریک ترک موالات، تحریک خلافت اور ایک اور بحث ہندوستان دارالاسلام ہے یا دارالحرب ان سارے موضوعات پر جو امام احمد رضا کا نقطہ نظر تھا ہر چند کی اس پر گرداڑائی جارہی ہے لیکن علمی سیاست کے تقاضوں سے جس قدر ہم آہنگ اور دینی اقدار کی ترجمانی سے جس قدر نزدیک اور حقیقت پر مبنی ان کا موقف ہے کسی اور کا نہیں، تحریک ترک موالات میں ہم آہنگ اور دینی اقدار کی ترجمانی سے جس قدر نزدیک اور حقیقت پر مبنی ان کا موقف ہے کسی اور کا نہیں، تحریک ترک موالات میں جب قائدین کانگریس نے یہ صدادی کہ انگریز سے ہر قسم کا تعلق ختم کیا جائے تو انہوں نے کہا کہ صرف انگریز سے ہی کیوں ہندو سے کیوں نہیں؟ ہر مشرک اور تمام کافر کے بارے میں ترک موالات کا وہی حکم ہے جو انگریز کے بارے میں ہے پھر ہندو کے ساتھ مل کر انگریز کے خلاف یہ تحریک چلانا گاندھی کی آندھی میں گرفتار ہونے کے مترادف تھا۔ اعلیٰ حضرت (امام احمد رضا) نے جو اس سلسلہ میں سیاسی بصیرت کا مظاہرہ کیا ہے، وہ حقیقتاً مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے عین مطابق تھا۔“ (۱۷)

مولانا ابوالکلام آزاد ہندو مسلم اتحاد اور گاندھی نظریہ کی اشاعت میں پیش پیش تھے۔ ان کے نظریہ کی امام اہل سنت سنت نے اس طرح عکاسی فرمائی:

دانی کہ چہ گفت ابوالکلام آزاد آزاد ز دین و شرع و اسلام و رشاد
بستودہ صفات و پاک ذاتش گفتہ در خطبہ جمعہ حمد گاندھی بنہاد
دانی چہ شد ابوالکلام معلم گفتا من بہر ہندوم مستسلم
گر بر ہندو گزندے آید ز افغان بریک ہندو فدا کنم مسلم
دانی چہ گفت ابوالکلام رخ زرد عیسیٰ نہ نبی بود نہ شرع آورد (۱۸)

جماعت رضائے مصطفیٰ جو علمائے اہل سنت کی ایک باوقار اور سنجیدہ تنظیم تھی، اس کے پلیٹ فارم سے ابوالکلام آزاد اور ان ہم نواؤں کے واسطے تمام حجت نامہ پیش کیا گیا جس کا جواب ان لوگوں سے نہ بن پڑا پھر اس تعلق سے انصار الاسلام بریلی کے زیر اہتمام ایک سہ روزہ کانفرنس منعقد کی گئی جس کا دعوت نامہ حضرت سیدنا ابوالقاسم شاہ اسماعیل کو بھی دیا گیا اور اس میں شرکت کی پرزور انداز میں تاکید بھی کی گئی۔ ناسازگی طبع کے باعث آپ اس اجلاس میں شرکت تو نہ کر سکے مگر بھرپور انداز میں اس کی تائید فرمائی اور اس کا تعلق سے ایک خط اعلیٰ حضرت کے نام ۱۲ شعبان المکرم ۱۳۳۹ھ کو ارسال فرمایا جس میں بعد آداب و القاب آپ نے لکھا:

”کرامت نامہ جناب کا شرف صدور لایا تھا۔ میں نے اس کے ورود سے قبل ارادہ مصمم شرکت جلسہ انجمن انصار الاسلام کر لیا تھا مگر تین چار روز سے میری کمر میں درد ایسا ہو گیا ہے کہ نماز بھی بے شکل ادا کرتا ہوں اور شب سے تحریک نزلہ ہے اور بخار آ گیا ہے جس کے سبب سفر سے معذور ہو گیا ہوں مگر دل و جان سے شریک اس انجمن مقدسہ کا ہوں اور اس کی اعانت مالی و جانی کرنے کو موجود ہوں۔ اس کے مقاصد حمایت سلطنت اسلام و حفاظت مقامات مقدسہ و اعانت مظلومین محفوظی و پابندی عقائد و حکام شریعت غرائے محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کرنے کو بہت مستحسن جانتا ہوں اور اجتناب و احتراز از اتحاد محبت و وداد مخالفین دین مبتدعین و کفار و مشرکین کا لازم و ضروری جانتا ہوں جیسا کہ یہی طریقہ مرضیہ ہمارے اجداد کرام حضرت سیدنا مرشد نامیر عبد الواحد صاحب بلگرامی اور حضرت جدی مرشدنا سید شاہ حمزہ صاحب و حضرت جدی شمس الدین ابوالفضل حضرت آل احمد اچھے میاں صاحب و حضرت جدی و مرشدی حضرت سید شاہ آل رسول صاحب و حضرت انہی

المعظم سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہم کا رہا ہے میرا یہ عریضہ جلسہ انجمن میں پڑھ کر سنا دیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ متوسلان خاندان برکاتی احمدی جن کا طرز عمل ہمارے اجداد کا بر قدس سرہم کے اس طریقہ مرضیہ کے خلاف ہو، ان سے ہم کو کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ان کو ہم سے تعلق ہے۔“ (۱۹)

تحریک پاکستان کے تعلق سے مشائخ مارہرہ کا موقف دور اندیشانہ تھا۔ اگرچہ اس موقع سے علمائے اہل سنت و دودھڑوں میں تقسیم ہو گئے تھے۔ مشائخ مارہرہ ان کے ساتھ تھے جو مطالبہ پاکستان کو درست قرار دیتے تھے لیکن تقسیم ہند کی مخالفت کرتے تھے۔ ایسے لوگوں کی قیادت شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خاں کے ہاتھوں تھی، اس تعلق سے ایک فتویٰ مارہرہ مطہرہ کے صاحب سجادہ مولانا سید اولاد رسول و علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے۔ مارہرہ وہ مرکز عقیدت ہے کہ وہاں سے اٹھنے والی ہر آواز سنی مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن بن جاتی ہے، انہوں نے ہمیشہ وہاں کے فیصلے کو بسر و چشم قبول کیا ہے۔ جب آپ سے محمد عمر خاں قادری رضوی لکھنؤی نے مسلم لیگ اور اس کے بانی محمد علی جناح کی پالیسیوں کے تعلق سے استفتا کیا تو اس کا بڑا مبسوط اور مدلل جواب آپ نے تحریر فرمایا جولائی ۱۹۳۹ء میں ”مسلم لیگ کسی زریں بنیخہ دری“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ استفتا اور اس کے جواب کا تفصیلی مطالعہ ۳۲ رتی رسالے میں کیا جاسکتا ہے۔ البتہ سائل کے سوال نمبر ۵ کے تحت جو جواب آپ نے دیا، اسے موقع محل کی مناسبت سے یہاں درج کیا جا رہا ہے:

”مسلم لیگ ہر مسلمان کو اپنے جھنڈے کے نیچے ہندو مسلم اتحاد کے لے لاتی ہے اور ساتھ ہی اس ناپاک و نامراد منجر بہ کفر و ضلالت والحاق و اتحاد کی خباثت و ہلاکت بھی قرآنی آیات اور مشاہدات و آیات سے روشن کر دی جس سے ثابت ہو گیا کہ زید وغیرہ کا قول باطل اور جو شخص مسلم لیگ کے اس اسلام کش اتحادی جھنڈے کے نیچے آجائے، وہ جنتی نہیں بلکہ دوزخ کے عذاب الیم کی طرف جائے گا۔

لیگ بد مذہبوں بد دینوں کی ایک معجون مرکب جماعت ہے۔ خود اس کا صدر ایک رافضی بد دین ہے اور اس کے ارباب حل و عقد کرتا دھرتا اگر بالفرض خالصتاً نہیں تو بھی غالب اکثریت کے اعتبار سے یقیناً قطعاً مغرب زدہ تعلیم یافتگان جدید بے قیاد آزاد نیچا اور

وہابیہ اور رفاض وغیرہم مرتدین و مبتدعین ہی نہیں اور اس کے عام ارکان میں بھی بکثرت بد مذہب اور بد دین بھرے ہوئے ہیں۔ علاوہ بریں دواہم ترین مقاصد جن کے لیے اس کی تباہی ہوئی یعنی وہی آزادی اور اتحادی دونوں کی شرعی نقطہ نظر اور احکام کی رو سے سخت اشد شاعت و بطلالت اور ان کا منافی منافی احکام ایمان و قرآن ہونا اور منجر باشند و ضلال و موجب سخت وبال و نکال ہونا واضح کر چکے اور یہ مقاصد وہ ہیں جن کا تحریری اقرار کیے بغیر کوئی شخص لیگ کا رکن اور ممبر نہیں ہو سکتا“ (۲۰)

حضور تاج العلماء کتاب و سنت کی روشنی میں مسلم لیگ کی اعانت جن اصولوں کی بنیاد پر ناجائز و حرام قرار دیتے تھے، انہیں اصولوں کی بنیاد پر دوسرے اکابر علمائے اہل سنت مسلم لیگ سے اظہار تنفر فرماتے تھے۔ مسلم لیگ میں چونکہ قادیانی، رافضی، دیوبندی، نیچری سب شامل تھے اور علمائے اہل سنت کے نزدیک سب ہی کافر مرتد ہیں مگر بقول حافظ ملت: ”مسلم لیگ ان سب کفار مرتدین کو مسلمان بتا کر ان سے اتحاد و داد و الفت و محبت ہی کی تعلیم دیتی ہے“ (۲۱)

یہ بات مسلم لیگ کے دستور اساسی میں ہے اور مسلم لیگ اپنے دستور اساسی سے کس طرح انحراف کر سکتی ہے۔ اسی لیے تو برکاتی مفتی حضرت علامہ شریف الحق امجدی نے لکھا ہے:

”مسلمانان ہند خواہ وہ قادیانی ہوں یا وہابی یا نیچری، ان سے باہمی نیز دیگر ممالک کے مسلمانوں کے ساتھ رشتہ اخوت قائم کرنا صرف یہی نہیں بلکہ ان تمام مریدین کے عقائد کفر کو ترقی دینا، ان کی حفاظت کرنا لیگ کا بنیادی نصب العین ہے جیسا کہ اس کے دستور اساسی میں تصریح ہے۔ ہندوستانی مسلمانوں کے سیاسی اور مذہبی حقوق اور مفاد کی ترقی اور حفاظت کرنا“۔ (۲۲)

ہندو مسلم اتحاد کا نعرہ ایسا زہر تھا جس نے کئی مسلمانوں کو اپنی چپیٹ میں لے لیا۔ جن لوگوں نے حصول اقتدار کے لیے یہ نعرہ دیا۔ ان میں گاندھی جی پیش پیش تھے۔ ان کے دل میں مسلمانوں کے تئیں کیا جذبات تھے۔ اس کا اظہار ظفر الاسلام کے مصنف نے ان لفظوں میں کیا ہے:

”گاندھی درحقیقت پردے ہی پردے میں اسلام اور مسلمانوں کا سخت دشمن اور اپنی قوم کا خالص بھی خواہ ہے اور وہ مسلمانوں کا پکا بدخواہ دشمن ہوا۔ قرآن نے صاف صاف سنا دیا ”مشرک تمہارے بدخواہ ہیں۔ ان کے مونہوں سے بہت کچھ عداوت ظاہر ہو چکی ہے اور جو عداوت ان کے سینوں میں دبی ہے۔ وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی ہے۔ ہم نے کھلی ہوئی نشانیاں تم کو بتادیں اگر تم عقل رکھتے ہو اور فرمان الہی ہرگز ہرگز غلط نہیں ہو سکتا“ (۲۳)

حضور سیدنا شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ کی مصروفیات چار گوشہ تھی۔ وہ ایک بڑی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے ہی ساتھ ہی ان کی نظر ملکی مسائل پر بھی تھی۔ رشد و ہدایت اور بیعت و ارشاد اور خانقاہی انتظام و انصرام کا معاملہ اس کے علاوہ تھا لیکن اس گونا گوں مصروفیات کے باوجود انہوں نے پرورش لوح و قلم کی طرف بھی توجہ فرمائی۔ آپ نے اپنے مریدین کی تربیت کتابوں کے علاوہ خطوط لکھ کر بھی کی۔ ان کے خطوط کو اردو ادب کا بہترین شہ پارہ کہا جاسکتا ہے۔ آپ کی قلمی مصروفیات کے تعلق سے آپ کے تاج العلماء فرماتے ہیں:

حضرت قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم القدسیہ اپنے معمولات کثیرہ دینیہ و دنیاویہ شانہ روز مساعی سے تالیف و تصنیف کی فرصت بہت ہی کم پائی اور بوقت فرصت جو یہ شغل فرمایا بھی تو متعدد مبسوط تصنیف دوسروں کو دے دیں جن میں بعض ان کے نام سے شائع بھی ہو چکی ہیں اور اس لیے ان کے نام بتانے کی ضرورت نہیں ان کے علاوہ اور بعض تصانیف بھی ہیں جن میں بعض ابھی غیر مرتب ہیں جیسے ”مجموعہ شجرہائے خاندان“ منظوم جس میں حضرت نے تمام شجرہائے طریقت قدیم و جدید کو جو خانودہ عالیہ برکاتہ میں ہیں۔ فارسی زبان میں نظم فرمایا ہے نیز حضرت نے کبھی کبھی نعت و منقبت میں کچھ فرمائی اور بعض اعزہ کی توارخ و ولادت و وفات بھی نظم فرمائی ہیں۔ بہر حال جو کتابیں آپ کے نوک قلم سے منظر عام پر اور آپ کے نام سے شائع ہوئیں ان کی تفصیل ذیل میں دی جا رہی ہے:

- ۱- مجموعہ شجرہ خاندان (منظوم)
- ۲- مجموعہ مسائل شرعیہ (اشارہ بالسبابہ، وحی میں داخل شیطان کا رد، تلفظ نیت، معنی بدعت کی تحقیق، اور مسئلہ سماع جیسے دس رسائل ہیں)

- ۳- رسائل رد القضا من الدعا فی اعمال دفع الوباء
- ۴- مجموعہ نعت و منقبت اور بعض اعزہ کی منظوم توارخ و ولادت و وفات
- ۵- مفاوضات طیبہ (مکتوبات)
- ۶- گلدستہ چمنستان سنیت
- ۷- کرامات ستھرے میاں

جن تصانیف کا سطور بالا میں ذکر ہوا، ان میں کچھ مطبوعہ اور کچھ غیر مطبوعہ ہیں۔ آپ کی جتنی تحریریں نظر سے گزری ہیں، ان سے آپ کی فکری جولانیت، جذبہ حق پسندی، علمی تجربہ کا پتا چلتا ہے۔ ان تحریروں کی روشنی میں بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر آپ کو زمانہ نے فرصت دی ہوتی اور تصنیف و تالیف کی طرف ادنیٰ توجہ ہی فرمائی ہوتی تو ہم سنیوں کا خزانہ آپ کے قلمی سرمایہ سے پر ہوتا۔ خانقاہی مصروفیات سے جو بھی وقت بچتا، اسے آپ مطالعہ کتب میں صرف فرماتے۔ یہی وجہ تھی آپ میں علمی استحضار اور حاضر جوابی کا مادہ بہت تھا۔ جب بھی سنیت کے خلاف کسی کا کوئی مضمون شائع ہوتا تو آپ اس کا سخت نوٹس لیتے اور بغیر کسی تاخیر کے اس کا جواب اسی رسالہ میں شائع کراتے جس میں وہ قابل اعتراض مضمون شائع ہوا ہوتا۔ آپ کے اس طرح کے مقالات پیسہ نامی اخبار لاہور سے شائع ہوتے تھے۔ آپ کے ان مقالات ایک مجموعہ آپ کے فرزند حضور تاج العلماء نے ”گلدستہ چمنستان سنیت“ کے نام سے مرتب فرمایا ہے۔ ان مضامین کی ترتیب کے تعلق سے جو مرتب کو دشواریاں لاحق ہوئی ہیں، ان کا ذکر کرتے ہوئے مرتب کتاب حضور تاج العلماء فرماتے ہیں:

”ان میں سے بعض مضامین کسی قدر بغیر کسی کمی و بیشی کے ساتھ بعض اخباروں میں فقیر کے نام سے شائع شدہ اس وقت بھی فقیر کے پیش نظر ہیں جن کی تاریخ اشاعت و نام اخبار شائع کنندگان کا حوالہ ان کے حاشیے پر دے دیا ہے اور بعض مضامین کے متعلق فقیر کو یہ پتا اس وقت نہ ملا کہ اب سے پہلے کبھی شائع ہوئے یا نہیں اور ان کے ساتھ ان کی کوئی تاریخ بھی لکھی ہوئی نہ ملی۔ لہذا فقیر نے تاریخ تحریر کے لحاظ سے جمع و ترتیب میں تقدیم و تاخیر کا چندان لحاظ نہیں رکھا ہے۔ ان میں بعض مضامین کے عناوین خود حضرت کے قائم فرمائے ہوئے ہیں اور بعض کے بمناسبت مضمون فقیر نے قائم کر دیے ہیں۔ جملہ مضامین

جو اس مجموعہ میں مندرج ہیں فقیر کے ظن غالب میں کوئی بھی ۱۳۳۱ھ کے بعد کا تحریر فرمودہ نہیں۔“ (۲۴)

میں یہاں صرف ایک مختصر مضمون پیش کرتا ہوں جس سے آپ کی ہمدردی اسلام اور نثری طرز تحریر کا اندازہ ہو سکے گا۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

مسلمانوں کی افسوسناک حالت:

متبعان شریعت غرائے محمدیہ اور پیروان ملت بیضائے مصطفویہ کو زمانہ حال میں کیسی مشکلات ہانکے کا سامنا ہے کہ الامان الامان ایک طرف سے وہ دزدلعین یعنی شیطان رجیم دنیا کو زیب و زینت کے ساتھ ان کے سامنے پیش کر رہا ہے اور طرح طرح کے لباس پہنا کر اس کے حسن نمائشی کو جلوہ دے رہا ہے۔ دوسری طرف سے وہ شیاطین انسی یعنی فرق ضالہ کے سرگروہ پیش رو جو اس دزد رجیم کے وکیل و قائم مقام ہیں، اوہ اس کی تائید میں سرگرم ہیں علوم دین جوان دزدان لعین کی مکاری و فریب کے پردے کھول دینے والے تھے، وہ ان کے گندم نمائی و جو فروشی سے بیکدر ہو کر روز بروز مفقود ہو رہے ہیں اور ظاہر اگر مسلمان ایسے ہی ان کے فریبوں کے شیدار ہے تو بہت جلد مفقود ہو جائیں گے۔ اس وقت اس دزد رجیم کو خوب موقع اپنی دست برد کا ملے گا اور مسلمانوں کے پاس معیار اپنے ہادی و مضل کے پہچاننے کا نہ رہے گا۔ کس قدر افسوس ہے کہ اس وقت ہندوستان میں کوئی ایک بھی فارغ البال سنی دینی مدرسہ علوم دین کی تعلیم کا نہیں ہے کہ جہاں علوم حقہ تعلیم کیا جاویں کہ جن سے اسلام نے ترقی پائی تھی اور جن کی بدولت آج تک اسلام کا نام اور وجود باقی ہے اور جو مسلمانوں کی ترقی کا باعث ہوئے تھے اور جن کی کمی سے مسلمان اس وقت تنزل کی حالت میں دیکھے جاتے ہیں۔ مسلمان ایسی خواب غفلت میں پڑے ہیں کہ اپنی ترقی کے اسباب کے گم ہو جانے کی کچھ پروا نہیں کرتے۔ فریب دہی دزد رجیم سے تنزل کے اسباب سے ترقی کی تلاش کرتے ہیں۔ اگر علوم سیکھتے ہیں تو وہ ہی کہ جن سے دین برباد، دنیا خراب ہو اور فنون سیکھتے ہیں تو وہ ہی کہ جو باعث وبال و نکال ہوں۔ افسوس! تصوف چھوڑا جائے، سائنس پر توجہ کی جائے، طبیعت موثرہ مانی جائے۔ موثر حقیقی سے منہ موڑا جائے۔ قرآن مجید میں اور حدیث شریف میں واسطے تطابق تاریخ انگریز کے اپنی من گڑھت تاویل کی

جائیں۔ معجزات انبیاء علیہم السلام خلاف قیاس بتائے جائیں، ملائکہ کے وجود میں تاویل، جنات کے وجود کا انکار کیا جائے۔ جنت و دوزخ جھوٹے ڈھکوسلے ٹھہرائے جائیں، قیامت کا آنا افسانہ خواب سمجھا جائے اور حساب و کتاب و میزان صراط بچوں کے ڈرانے کے لئے موبہوم خیالات، انا للہ وانا الیہ راجعون اور پھر غضب یہ کہ یہ سب اور ایسا ہی اور بہت کچھ بلکہ اور اس سے بڑھ کر بھی خود مدعیان اسلام اور دعویٰ داران رہنمائے عوام کے ہاتھوں اسلام کے نام سے ہو۔ اگر ہمارے اس بیان میں کسی کو ذرا بھی شبہ ہو تو وہ علی گڑھ محمدن کالج اور اس کے تعلیمات فنون کا حال و مقال دیکھ سن لے اور خود سرسید کی تصانیف نام نہاد و تفسیر القرآن وغیرہ پر ایک نظر ڈال لے۔“ (۲۵)

حضرت کے مکتوب کی بھی اہمیت بھی مسلم ہے۔ وہ تمام مکتوب کسی خاص مقصد کے تحت کسی خاص شخص کے پاس لکھے گئے ہیں لیکن ان کی افادیت عام ہے۔ وہ تمام مکاتیب معلومات افزا اور تاریخ حقائق و معارف کا گنجینہ ہیں، وہ مختصر ہونے کے باوجود بھی انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں پر محیط ہے۔ ان مکاتیب کا مرتب کرتے وقت مرتب کو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اس کے تعلق سے تاج العلماء فرماتے ہیں:

”ہر مکتوب کے اوپر جو اس کے نمبر شمار نام و مقام مکتوب الیہ اور تحریر یا روانگی کی تاریخ خود حضرت کے روزنامے وغیرہ سے معلوم ہوئے مشتمل ہے فقیر نے قائم کیا اور بعد کو خود اصل مکتوب تمام و کمال یا اس کا ملخص و محصل خود حضرت ہی کی اصل عبارت و الفاظ میں درج کیا ہے اور بعض مکاتیب کے ختم پر اور بعض کے اندر بین القوسین ان سے متعلق بعض فوائد اور ضروری تشریحات کا بھی جو اکثر خود حضرت قدس سرہ کے روزنامے سے ماخوذ ہیں اضافہ کر دیا اس سلسلے میں جا بجا مکتوب الیہم کے بعض تحریرات کا مضامین کے خلاصے میں حضرت کے مفاوضات عالیہ کی وضاحت کے لیے دئے ہیں، نیز جن صاحبان کو حضرت نے کوئی نصیحت دین فرمائی اس کی تعمیل اور قبول پر مشتمل ان کی تحریر یا اس کا خلاصہ مل گیا ہے تو اس کا حوالہ بھی اس لیے دے دیا ہے کہ دیندار مسلمان ان کے اس اخلاص اور حق پسندی پر تحسین آفریں کہیں اور خود بھی اس طریقہ مرضیہ پر چلیں“ (۲۶)

ان مکاتیب کا مطالعہ اس مقالہ کے تمام قارئین کے لیے مفید ہوگا لیکن اگر کسی کی

رسائی ان مکتوبات تک نہ ہو سکے تو اس کی اہمیت کا اندازہ پروفیسر جمال الدین اسلم کی اس تحریر سے لگا سکتے ہیں:

”مفاوضات طیبہ کا مطالعہ کریں گے تو قادری برکاتی مشائخ کے عقائد کا سراغ ملے گا، ان کا تعلق فی الدین، دنیا اور دنیا داروں سے ان کی علیحدگی، بددینوں اور ان سے رغبت رکھنے والوں سے ان کی دوری سے واضح اشارے ملیں گے۔ اس کے علاوہ تاریخ کے طالب علم کی حیثیت سے میں مفاوضات طیبہ کو ایک اہم تاریخی دستاویز سمجھتا ہوں۔ اس کے مطالعہ سے ایک شیخ طریقت عالی مرتبت کے اپنے مریدین و متوسلین کے ساتھ دیرینہ تعلقات کی داستان نظروں کے سامنے آ جاتی ہے پیری و مریدی کیا ہے، مفاوضات طیبہ اس موضوع پر ایک نادر علمی تحفہ ہے۔“ (۲۷)

مکتوب ۱۷:

(تاج العلماء) محمد میاں کے نام دوم شعبان ۱۳۳۴ھ کو لکھنؤ ارسال فرمایا:

اب تم آ جاؤ۔ بریلی میں اتر لو۔ وہاں میں (حضرت مولانا) مولوی احمد رضا خاں صاحب سے بھی مل لو گے۔ وہ آج کل منحصر میں ہیں۔ ان پر کیا حملہ ہے، دین پر حملہ ہے۔

مکتوب ۱۸:

حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ کے نام ایام مقدمہ بدایوں متعلقہ مسئلہ اذان جمعہ میں بریلی فرمایا:

فخر الافاضل صدر الاماثل افضل العلماء اجل الفضلا دامت برکات افاد اہم علینا۔ پس از تسلیم مالوف بالوف تعظیم ملتس ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر عافیت مزاج مبارک کا مستعدی کا فقیر کو اس حملہ نامرضیہ کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے، نہایت رنج ہے۔ افسوس صد افسوس! ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبدالقادر صاحب قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاؤ دیکھے ہیں۔ یا اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دین داروں کو روجی صدمہ اور بد مذہبوں کو موقع شامت اور خوشی کا موقع مل گیا ہے۔ اگرچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا کچھ نہیں، مگر معاندین اور مخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل

گیا۔ فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس منحصر سے باحسن وجوہ آپ کو طمانیت حاصل ہو اور آپ کے دست و قلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہونچتی رہے۔

مکتوب ۱۹:

نواب سید سردار علی خاں صاحب سردار نواز جنگ بہادر کے نام ۲۴ ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ کو لنگور ریاست حیدر آباد ارسال فرمایا:

سید صاحب جمیل المناقب رفیع المناصب اوصلہ اللہ تعالیٰ الیٰ مایتمناہ۔ پس از سلام مسنون و دعا ہائے ترقیات اقبال و عمر و دولت مشغون واضح رائے گرامی ہو بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر و عافیت آپ کی مع متعلقین مطلوب۔ آپ کا عنایت نامہ پہونچا۔ مندرجہ سے مطلع ہوا۔ جس مشرب کے ہم نقال ہیں، اس میں کسی سے رنج رکھنا کب جائز ہے؟ اگر کسی نے کچھ خلاف بھی کیا تو اگر ہم اس کے مستحق تھے تو اس کی کیا بے جا بیت ہے اور اگر ہم مستحق نہ تھے تو اللہ تعالیٰ جو چاہے گا اس کا بدلہ کرے گا۔ بہر حال میں ناخوش نہ تھا۔ امیروں کا قاعدہ ہے کہ کبھی خوش کبھی ناخوش۔ یہ معمولی بات ہے مگر اس وقت آپ کی اس تحریر سے البتہ رنج ہوا کہ آپ نے بلا سمجھے اور بلا عمیق نظر ڈالے ایک رائے خلاف قائم کر لی۔ یہ تو آپ خوب جانتے ہیں کہ جو نسبت آپ کو مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے دو پشت سے ہے وہی نسبت جناب مولانا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو محمد میاں سلمہ سے پانچ پشت سے ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ رہے گی۔ آپ نے مسائل فقہیہ فرعیہ میں جو اختلاف ہوتا ہے، اس سے کوئی ذاتی مخالفت اور پرانے تعلقات کو سوبان روح ہونا کیسے مان لیا؟ اگر آپ کا یہ مستخرج مان لیا جائے تو صحابہ سے لے کر آج تک کوئی آپ میں ایک دوسرے کو سوبان روح پہونچانے اور ذاتی مخالفت ہونے سے نہیں بچتا۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے تلامذہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سیکڑوں مسائل فرعیہ میں اختلاف رائے ہے، کیا وہ حضرات آپس میں خدا نخواستہ ایک دوسرے کے ذاتی مخالف اور عداوت تھے؟ سب سے بڑھ کر یہ دیکھیے کہ میرے اور آپ کے اور جناب مولانا صاحب کے آقائے معظم و شگبار عظیم حضرت غوث الثقلین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہزاروں حضور کے غلام جان نثار اور میں مولانا صاحب اور ہمارے اجداد قدس سرہ ہم مسائل فقہیہ میں دوسرے

مذاہب کے پابند اور مقلدین ہیں۔ ہمارے حضور (غوث پاک) حنبلی تھے اور ہم سب حضور (غوث پاک) کی اولاد میں ہیں اور خفی ہیں۔ تو کیا آپ کو ذاتی مخالفت ہے اور حضرت کو سوبان روح پہونچاتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ محمد میاں سلمہ کا رسالہ (بحث الاذان) صرف ایک مسئلہ فرعیہ کے انکشاف میں ہے جو ان کے تتبع کتب احادیث شریفہ وفقہ مدنیہ اور اقوال محدثین وفقہائے کرام سے منکشف ہوا، وہ انہوں نے قلم بند کر کے طبع کرا کر سے اول مولانا صاحب کی خدمت میں بھیجا۔ یہ معلوم نہ تھا کہ صاحبان مدرسہ اب مسائل فقہیہ فرعیہ میں بھی اپنی خلاف رائے والے کو (ذاتی) مخالف اور عداوت سمجھیں گے۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تو بفضلہ تعالیٰ عالم و کامل تھے۔ انہوں نے تو زیادہ سے زیادہ یہ سمجھا ہوگا کہ اس مسئلہ میں آپس میں رائے کا خلاف ہے مگر مولوی محبت احمد اور ان کے صاحبزادے وغیرہم نے اس کو مخالفت ذاتی پر مبنی کیا۔ اگر یہ ہی مخالفت ذاتی مخالفت ہے تو اول حضرت سیف اللہ المسلول مولانا فضل رسول صاحب قدس سرہ اور تاج الفحول مولانا عبدالقادر صاحب قدس سرہ میں باپ بیٹوں استاد شاگرد پیر و مرید میں بدرجہ اولیٰ ہے۔ مولوی حضرت فضل رسول صاحب قدس سرہ یزید پلید پر لعنت کرتے تھے اور مجوزین لعن میں تھے اور ہمارے حضرت استاذ سائتین میں سے تھے لعن نہیں کرتے تھے، حالانکہ حضرت استاذی قدس سرہ نے بارہا مجھ سے ارشاد فرمایا کہ حضرت والد ماجد مجھ کو اس مسئلہ کے بارے میں اکثر ارشاد فرماتے تھے مگر میرے ذہن میں نہیں آتا تھا، یہاں تک کہ حضرت کو تیزی آجاتی تھی، اس سے بڑھ کر اور یہ ہے کہ میرے حضرات قدس سرہ ہم نے مجوزین لعن تھے تو اگر یہ ذاتی مخالفت تھی تو حضرت استاذی قدس سرہ ہرگز گوارا نہ فرماتے۔ کفر ابوطالب میں مولوی احمد رضا خاں صاحب کا ایک رسالہ ہے اور اس میں کفر ثابت کیا ہے۔ حضرت استاذی قدس سرہ نے اس کی تصدیق فرمائی ہے۔ میرے بزرگ اسرار ہم اس مسئلہ میں ساکت تھے۔ جیسے شیخ محدث دہلوی ساکت ہیں۔ اگر یہ ذاتی مخالفت ہے تو میرے سب بزرگوں سے ذاتی مخالفت قائم ہوتی ہے جو کسی طرح سے قابل قبول نہیں ہے۔ اس مسئلہ کفر ابوطالب کا جب میں نے اول اول رسالہ دیکھا میں اتفاق سے اس وقت بدایوں تھا میں وہ رسالہ لیے ہوئے حضرت استاذی قدس سرہ کی خدمت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ نے بھی اس کی تصدیق فرمائی ہے؟ فرمایا کہ میری رائے میں رائج قول یہی ہے اگرچہ اہل بیت ایمان کی

طرف گئے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ جب اہل بیت ایسا فرماتے ہیں تو پھر یہ رائج کیوں ہے؟ فرمایا کہ اہل بیت سے مراد سادات زید یہ (جو روافض کا ایک فرقہ ہے) ہیں۔ مگر حضرت استاذی قدس سرہ نے کوئی رنج اپنے اور میرے خلاف پر ظاہر نہ فرمایا۔ اگر مسائل اختلافیہ دیکھے جائیں تو قریب دو ٹکٹ ہوں گے مگر خدا نخواستہ وہ اختلاف ایک دوسرے کے عناد پر مبنی نہیں ہے۔ خود ایک اہم رکن اسلام نماز ہے۔ دیکھئے کہ اس کے متعلقات میں کس قدر اختلاف ہیں۔ کوئی رفع یدین کرتا ہے۔ کوئی نہیں کرتا کوئی فاتحہ خلف الامام پڑھتا ہے کوئی منع کرتا ہے قس علیٰ ہذا مگر ایک دوسرے سے عداوت یا ذاتی مخالفت نہیں ہے۔ یہ مشتہ نمونہ از خروار ہے، کہاں تک شمار کراؤں۔

اب تھوڑا سا حال محمد میاں سلمہ کے رسالہ شایع کرنے کی ضرورت کا تحریر کرتا ہوں۔ دبدبہ سکندری راپور میں یہ مسئلہ طبع ہو کر مارہرہ پہنچا مہدی حسن نے اول دیکھا نماز جمعہ کے وقت دکھا کر کہا گیا کہ مسئلہ بہت مدلل معلوم ہوتا ہے، ہم اپنی مسجد میں اس عمل کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے بھی دیکھا واقعی استناد کے ساتھ تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر کہا کہ میں اس کے بارے میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جب کتابیں دیکھ لوں گا کہوں گا، مگر میں بادی (آغاز کرنے والا) اس وقت نہیں ہو سکتا۔ اگر آپ لوگ شروع کراتے ہیں تو میں مانع بھی نہیں ہوں۔ بہر حال اس جمعہ کو اذان فصیل مسجد پر ہوئی۔ اس کے بعد میں نے اور محمد میاں سلمہ نے گھر پر آ کر جہاں تک اپنا علم اور فہم تھا، اس حد تک اس مسئلہ کی تنقید کی۔ بالکل صحیح معلوم ہوا۔ اس کے بعد سے برابر مسجد خانقاہ برکاتیہ میں سرکار کلاں و خورد میں اذان جمعہ بیرون مسجد ہونے لگی۔ اس کے بعد وہابیان، بریلی اور کانپور وغیرہ کے اور بعض راپوریوں کے رسائل وغیرہ اس فتوے کے خلاف میں آئے مگر بالکل نامضبوط باتوں سے بھرے ہوئے اصلاً کوئی مضبوط استناد ان میں نہ تھا۔ ان کے دیکھنے سے زیادہ تو وثوق فتوائے اذان بیرون مسجد پر ہوا۔ بہر حال ہماری مسجد میں اذان باہری ہوتی رہی، یہاں تک کہ عرس شریف اشخی الاعظم حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری قدس سرہ کا وقت آیا اور اس میں بغرض شرکت مولانا عبدالمقتدر صاحب معہ اپنے اعزہ مولوی عبدالقدیر صاحب و مولوی عبدالماجد اور محبت احمد صاحب اور ان کے صاحبزادے وغیرہ صاحبان متوسلان مدرسہ عالیہ قادر یہ آئے اور مولانا مولوی احمد رضا خاں صاحب بھی آئے۔ مولانا عبدالمقتدر صاحب معہ اپنے بعض

ہمراہیوں کے فقیر کے تکیہ پر مقیم ہوئے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب مہدی حسن کے مکان پر مقیم ہوئے۔ ایام قیام میں ایک روز مولوی محبت احمد نے تذکرہ اس مسئلہ کا چھیڑا۔ جناب مولانا صاحب بھی تشریف فرما ہیں، میں نے فہم ناقص کے موافق جواب دئے برخوردار محمد میاں سلمہ بھی آگیا، اس نے بھی جواب دئے۔ ہمارے جواب لا جواب دیکھ کر مولوی محبت احمد نے اپنی تقریر کا رخ بدل کر ایسے کلام کئے جس سے معلوم ہوا کہ وہ ہمیں کچھ بیجا ذاتی طرفدار مولوی احمد رضا خاں صاحب کا جانتے ہیں۔ اس پر میں نے کہا کہ آپ خوب سمجھ لیں کہ مراسم محبت و مروت اور تعلیم و قدامت رشتہ تو تسلیم جو فقیر کو حضرات اکابر مدرسہ قادر یہ کے ساتھ ہے اس کا عشر عشر مولوی احمد رضا خاں صاحب سے نہیں اور نہ ہو سکتا ہے بلکہ معاملات دنیاوی میں تو مولوی احمد رضا احمد رضا خاں صاحب ہمارے اعزہ مخالفین کے ساتھ ہیں۔ مگر یہ معاملہ دینی ہے اگر ہمارا جانی دشمن بھی دین کے امر میں حق پر ہوگا تو ہم کیا بلکہ سب سچے مسلمان اس کے ساتھ ہوں گے۔ بفضلہ تعالیٰ یہاں اس وقت سب پڑھے لکھے ہوئے صاحبوں کا مجمع ہے۔ ہمیں اقوال مفسرین و محدثین و فقہاء سے اس مسئلہ کو اپنا سمجھا دیجئے، ہم پھر مسجد کے اندر اذان دلوانے لگیں گے اور بہتر تو یہ ہے کہ اس وقت آپ دونوں طرف کے صاحب یہاں تشریف فرما ہیں اور اپنے آپ کو اس آستانہ کا خادم و متوسل سمجھتے ہیں اور ہم سب آپ دونوں کو اپنے خاندان کا رکن رکین سمجھتے ہیں۔ دونوں طرف والے بالمواجہہ بیٹھ کر اس مسئلہ کو صاف کر لیں مگر محبت احمد صاحب اور ان کے صاحبزادہ وغیرہ ہم نے اس میں طرح طرح کی گریز انہ گفتگو کر کے مولانا صاحب کو اس پر نہ آنے دیا۔ میں نے مولانا صاحب سے کہا کہ آپ ان سے اگر بالمواجہہ کلام فرمانا نہیں چاہتے تو اپنا مسئلہ آپ ہم ہی کو سمجھا دیں، اس کے مستند دلائل بتا دیں تو ہم جا کر مولانا احمد رضا خاں صاحب سے کہیں کہ اس کا کیا جواب ہے؟ اگر وہ جواب نہ دے سکیں تو ان سے کہیں کہ آپ اپنی رائے کو واپس لینے کا اظہار کیجئے اور اگر وہ جواب مدلل دیں تو آپ سے عرض کریں آپ مان لیں۔ اس پر بھی لوگوں نے مولانا صاحب نے فرمایا کہ اس سے کچھ فائدہ نہ ہوگا تکدر بڑھے گا۔ میں نے کہا کہ اس سے ضرور اس قدر فائدہ ہوگا کہ اگر وہ خواہ مخواہ آپ کے دلائل نہ مانیں گے تو لوگوں پر ظاہر ہو جائے گا کہ وہ برخلاف انصاف ہیں اور کم از کم فائدہ یہ ہوگا کہ ہم لوگ تو مسئلہ کی حقانیت سمجھ جائیں گے مگر مولانا صاحب نے کچھ

توجہ نہ کی۔ اس مسئلہ کا ذکر ہی چھوڑ کر اور باتیں ہونے لگیں۔ اس کے بعد مولانا صاحب کئی روز یہاں تشریف رکھتے رہے مگر تصفیہ پر آمادہ نہ ہوئے۔ یہاں سے تشریف لے جانے پر چند روز کے بعد ایک فتویٰ مولوی ابراہیم کی جانب سے شائع ہوا، جس کے مصدقین میں مولانا صاحب بھی تھے اس میں یہ لکھا تھا کہ صاحبزادگان مارہرہ کے کہنے کے بموجب تحریر ہوا۔ اس فتوے میں بھی بالکل دلائل مضبوط نہ تھے۔ وہی تھے جو وہابیان، بریلی وغیرہ یا مخالفان رامپور رامپور وغیرہ نے لکھے تھے اور جن کا رد اہل تحقیق نے بہت واضح اور لائحہ کر دیا تھا مگر اس فتویٰ کا جواب نہ مولوی احمد رضا خاں صاحب نے لکھا اور نہ ہم لوگوں نے کچھ عرض کیا، کہ ہم نے جو عرض کیا تھا وہ کب مانا گیا، ہم نے فتویٰ تحریر کرنے کو کب کہا تھا اور فتویٰ بھی ایسا کہ جو ہمارے مدرسہ عالیہ کی شان علمی کی بالکل لائق نہیں ہے۔ اس خاموشی پر لحاظ نہ کر کے پھر دوسرا اشتہار صاحبان مدرسہ نے لکھا تیسرا دیکھو یا مگر ہم لوگوں کے اس سے کوئی غرض نہیں ہوئی۔ احمد رضا خاں صاحب کی طرف سے تیسرے رد کے بعد رد و جواب ہوا جو مارہرہ میں حضرت بھائی صاحب قدس سرہ کے عرس ۱۳۳۳ھ میں شائع ہوا۔ مولانا صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس عرس میں نہ تھے۔ ہم لوگوں نے اس سے کوئی حصہ نہیں لیا کہ دونوں صاحب جانیں اور سمجھیں۔ مولوی احمد رضا خاں صاحب والے اس اشتہار کا جواب مولوی عبدالماجد صاحب نے عرس ہی میں قلمی عبد واحد کے نام سے لکھا، جس کو غلام شبر صاحب فقیر کے پاس لائے۔ میں نے اسے دیکھا اور غلام شبر سے کہا کہ اس میں جواب تو کسی مسئلہ کا ہے نہیں صرف مولوی احمد رضا خاں صاحب کو سبب و شتم ہے۔ میری رائے میں اس کا اس قدر جلد اور بے سوچے شائع کرنا نہیں چاہئے بلکہ بجائے اس کے یہ ہونا چاہئے کہ آپس میں جو ذاتی کوئی رنج ہو وہ صاف کر لیا جائے اور مسئلہ کو بھی بلا نفسانیت کے بعد دیگرے صاف کر لیں تو بہت اچھا ہے۔ غلام شبر صاحب نے بھی میری اس رائے کی پسندیدگی ظاہر کی اور کہا کہ اچھا ابھی شائع نہ ہوگا۔ میں نے یہ بھی کہا کہ اگر شائع بھی ہو تو اس میں یہ فقرہ نہ ہو کہ جس کا مفہوم اور محصل یہ ہے کہ صاحبزادوں میں سے جو اس مسئلہ میں اس پر ہیں کہ اذان مسجد سے باہر ہو وہ فریب اور چکر میں ہیں۔ کیونکہ جب یہ ہوگا تو ہمیں بھی ضرور لکھنا ہوگا کہ ہم فریب اور چکر میں نہیں بلکہ تحقیقات علماے سلف اور تحقیقین مذہب کے اتباع سے یہ مسئلہ اسی طرح سے حق معلوم ہوتا ہے۔ غلام شبر صاحب وعدہ عدم اشاعت

کر کے چلے گئے مگر بعد کو معلوم ہوا کہ وہ اشتہار قلمی لکھوا کر شائع کر دیا گیا اور ایک درگاہ معلیٰ کے بڑے دروازہ خانقاہ پر لگوادیا گیا۔ اس اشتہار کو جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ جو چوٹ اپنے مخدوم زادوں پر کی گئی تھی، وہ بدستور ہے۔ عبدالماجد صاحب تو ملے نہیں، کیونکہ وہ بخلاف اپنے بزرگوں کے طریقے کے صاحبان سرکار خود سے مراسم بہت زیادہ رکھتے ہیں اور انہیں سے ان کو دلچسپی ہے مگر جو صاحب ملے ان سے کہا گیا کہ عبدالماجد صاحب نے بیکار ہم فقیروں کو بھی اپنے خلاف کچھ خلاف لکھنے پر مجبور کیا اور باجوہ منع کرنے کے ہم پر چوٹ کی کہ جس سے عوام کی نظر میں ہمارا فریب اور چکر میں پھنسا ہونا ظاہر ہوتا ہے۔ لہذا وہ دلائل کہ جن سے ہم اس مسئلہ کو حق جانتے ہیں، لکھ کر پیش کرنا پڑیں گے۔ یہ سبب محمد میاں کے رسالہ لکھنے کا ہوا اور ہنوز محمد میاں سلمہ اللہ تعالیٰ نے رسالہ مکمل نہیں لکھ لیا تھا کہ بدایوں اپنے خسر کے طلبیدہ گئے۔ مولانا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ وہاں بھی اس کا ذکر آیا۔ محمد میاں سلمہ نے بمواجہہ مولانا صاحب و مولوی عبدالقدیر صاحب و دیگر صاحبان مدرسہ کہا کہ آپ سب صاحب اس مسئلہ کو مجھے سمجھا دیں، جو حق ہوگا وہ بلا نفسانیت مان لوں گا مگر کسی صاحب نے کچھ مسکن جواب نہ دیا اور واقعی یہ ہے کہ یہ مسئلہ از روئے تحقیق بھی یہی ہے کہ اذان خارج مسجد ہو۔ اگر اس وقت حضرت تاج الفحول قدس سرہ اس وقت پردہ فرمائے ہوئے ہماری ظاہری نظروں سے نہ ہوتے تو اس مسئلہ کو اور زیادہ قوی دلیلوں سے ثابت فر دیتے کہ اذان مسجد کے باہر ہی چاہئے۔ محمد میاں سلمہ نے بعد واپسی بدایوں رسالہ کی تکمیل کی اور طبع کرا کر مولانا صاحب کی خدمت میں جو اپنی تحقیقات تھی بھیج دی۔ اس رسالہ کا نام بحث الاذان ہے۔ اگر آپ کے پاس ہو تو اس کے دیکھئے کہ اول سے آخر تک جناب مولانا صاحب کی کہیں خدانخواستہ توہین یا اہانت ہے؟ بلکہ مولانا صاحب سے تو رد میں خطاب بھی نہیں، عبد الواحد وغیرہ سے بکمال تہذیب ان کے استدلال کے ضعیف اور اپنے دلائل کی قوت بیان کی ہے۔ یہ رسالہ مولانا صاحب کی خدمت میں تین چار ماہ قبل از وصال پہنچایا گیا تھا۔ مولانا صاحب نے اس کو دیکھا مگر کسی طرح کا اپنا تذکرہ و ملال ہم پر ظاہر نہیں کیا، یہاں تک کہ مولانا صاحب کا انتقال ہوا، جس کے بعد مولوی عبدالماجد صاحب نے چند اور صاحبوں کی کوشش مجموعی کے ساتھ کا جواب تصنیف فرمایا جو ایک ابھی کے طالب علم عبد الواحد کے نام سے چھپا اور اس میں کلمات خلاف تہذیب اور شان اپنے

پیرزادوں کے تحریر فرمائے ہمیں اس کا گلہ نہیں۔ ہاں ان کا یہ رسالہ اگر ان کے والد ماجد شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے لے کر ان کے جد الاجداد حضرت مولانا مولوی عبدالمجید صاحب قدس اسرار دیکھتے اور حیات ظاہری میں دنیا میں تشریف فرما ہوتے تو عبدالمجید صاحب کو معلوم ہوتا کہ وہ حضرات مدرسہ کے لڑکوں کے نام سے اپنے پیرزادوں کے ایسا سب و شتم کرنے سے راضی ہیں یا ناراض اور اب بھی جس کی چشم بینا ہے وہ رضا مندی اور ناراضی ان حضرات کی معلوم کر سکتا ہے۔ آپ بحث الاذان اور اس کا یہ جواب مباحث الاذان دونوں دیکھئے اور اگر پاس نہ ہوں تو مجھ سے منگوا کر دیکھئے تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ محمد میاں سلمہ نے صرف ایک فرعی مسئلہ میں دلائل اپنے مضبوط پا کر اس مسئلہ کو غیر مضبوط سمجھنے والوں اور اسے فریب و چکر میں پھنسا ہوا بنانے والوں کو نہایت تہذیب سے سمجھایا ہے۔

اب رہا مولانا صاحب کے پر سے میں نہ جانا، حال اس کا یہ ہے کہ بعد وصال حضرت استاذی مولانا صاحب کا یہ برتاؤ رہا کہ جب کبھی ادھر ہی سے کوئی دعائنامہ بھیجا گیا تو اس کا جواب کبھی دیا اور بارہا ندارد۔ مولانا صاحب کی علالت بذریعہ اخبار معلوم ہوئی، عیادت کی گئی۔ دوسرے ہفتہ میں اخبار میں مولانا صاحب کی صحت کے مولود شریف ہونے کے اور سب شکایت دفع ہو جانے کی اطلاع ہوئی جس سے بہت خوشی ہوئی اور ارادہ ہوا کہ بدایوں جا کر دیکھ آؤں مگر میری کمر میں ایسا درد شروع ہو گیا تھا کہ اٹھنا بیٹھنا مشکل تھا۔ انتظار کیا گیا کہ یہ رفع ہو لے تو جاؤں کہ تین چار روز بعد بیک ناگاہ مہدی حسن کا ایک پرچہ مجھے آیا کہ میرے نام تار آیا ہے، مولانا صاحب نے وصال فرمایا۔ میں شب کی ریل پر بدایوں جاؤں گا۔ چونکہ میرے درد میں زیادتی ہو گئی تھی، میں نے ارادہ کیا کہ میں اسی حالت میں کل دوپہر کی ریل پر جاؤں گا مگر صبح کو اور زیادتی درد میں ہو گئی۔ میں اس روز نہ جاسکا حالانکہ مجھے کسی صاحب نے اطلاع بھی نہ دی تھی اور بلا ترجیح مرجع مہدی حسن کو تار دیا، اطلاع دی مگر میں نے کو مستعد رہا۔ ہاں زیادتی درد سے مجبور رہا۔ محمد میاں سلمہ لکھنؤ تھے ورنہ وہ جاتے۔ مجھے درد سے افاقہ نہیں ہونے پایا تھا کہ مہدی حسن بدایوں سے واپس آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ مولوی عبدالمجید کہتے تھے کہ مولانا صاحب نے جو وصیت فرمائی ہے، وہ یہ ہے: عبدالمجید صاحب سے کہا ہے کہ میری بی بی جو تمہاری خالہ بھی ہیں، ان کی خدمت اور اتباع کرتے رہنا اور جو رسالہ میں نے بجواب بحث الاذان تحریر کیا ہے اور جس

کا نام مباحث الاذان ہے اس کو شائع کرنا۔ مولانا صاحب کی جب یہ وصیت سنی اور مہدی حسن نے یہ بھی بیان کیا کہ ہالی مدرسہ محمد میاں سلمہ اور فقیر سے بہت ناراض ہیں (اس سے) بدایوں جانے میں تذبذب پیدا ہو گیا۔ ارادہ کیا گیا کہ محمد میاں سلمہ دو تین روز میں آتے ہیں تو میں اور وہ خود جا کر اگر بیان مہدی حسن راست ہے تو دریافت کریں گے کہ آپ لوگوں کی ناراضگی کا سبب کیا ہے اور رسالہ میں کون سی بات قابل ناراضگی ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ جو آپ کے یہاں کے طالب علم درست یا نادرست سمجھیں، خواہ مخواہ اسی کا اتباع کیا جائے اور ان کی پیروی کی جائے؟ تو یہ ہم نہیں کر سکتے۔ امور دینی میں اتباع بجز اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمودہ کے اس کے خلاف پرخواہ پیر ہو خواہ باپ ہو خواہ بیٹا ہو کی جائز نہیں۔ ہر امر میں اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا اتباع چاہئے۔ ہاں اگر موافق فرمودہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم ﷺ ہے، خواہ کسی جانی دشمن کا ہی کیوں نہ ہو، اس پر گردن تسلیم خم ہے۔ محمد میاں سلمہ کے آنے کے انتظار میں تھا کہ عبدالمجید صاحب کا بھیجا ہوا ایک پمفلٹ جس میں دو نسخے رسالہ مباحث الاذان اور ایک فرمان میرے نام تھا، آیا۔ اس کے دیکھنے سے مہدی حسن کی اس روایت کی کہ صاحبان مدرسہ مکدر ہیں، تصدیق ہوئی مگر دوسری روایت کہ رسالہ مولانا صاحب کا لکھا ہوا ہے، اس رسالہ کے دیکھنے سے قابل باور ہونے کے نہ ہوئی کیونکہ رسالہ میں سب و شتم اور تمسخر بھرا ہوا تھا۔ جو تھوڑا بہت مسئلہ کا اپنے فہم میں رد کیا تھا وہ محض جہال کو یہ سمجھانے کے لیے کہ ہم نے بھی جواب لکھا ہے اور کچھ نہ تھا۔ اہل علم کی نظر میں ذرا بھی قابل وقعت نہ تھا۔ مولانا صاحب عالم تھے مہذب تھے حلیم تھے، بردبار تھے، وہ ہرگز ایسے نامضبوط دلائل یا ایسے بے باک کلام خصوصاً اپنے پیرزادوں کو نہ لکھتے۔ جب یہ حال دیکھا تو میں نے تعزیت نامہ مولانا شاہ عبدالقدیر صاحب کی خدمت میں بھیجا اور اس میں اپنی عدم حاضری کا عذر تحریر کر کے عرض کیا کہ محمد میاں سلمہ کے آنے کے بعد حاضر ہوں گا۔ حالانکہ اس درمیان میں جانشینی وغیرہ بھی ہوئی اور مہدی حسن وغیرہ اور شاہ میاں حتی کہ یونس حسن کو جو ہمارے خاندان کے نواسوں میں ہیں۔ خط آئے مگر مجھے اطلاع بھی نہ آئی مگر تاہم میں نے اس خیال سے کہ ابھی سب صاحبزادے ہیں اور بمقتضائے سن غصہ زیادہ ہے، اس کا کچھ خیال نہیں کیا اور اپنے اس ارادہ پر رہا کہ محمد میاں سلمہ کے آنے کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ جاؤں گا مگر محمد میاں سلمہ لکھنؤ اپنی علالت اور اعزہ کی علالت اور بعض

ضروری امور متعلقہ لکھنؤ کے سبب سے آنے کی فرصت اس شعبان تک نہ ہوئی اور میں نے اپنا تنہا جانا مناسب نہ سمجھا (اس کے بعد حضرت نے اپنے نامناسب نہ سمجھنے کی بہت مدلل اور واضح وجود تحریر فرمائیں۔ مگر فقیر جامع الکاتبین ان کی عام اشاعت مناسب نہیں جانتا ان وجوہ کے بعد حضرت نے تحریر فرمایا)

یہ مختصر جواب آپ کے دونوں اعتراضوں کا ہے۔ آپ نے بلا دیکھے رسالہ کے اور اس کے مضمون کے اور بغیر اس کے سوچے سمجھے کیوں بطور خود رائے قائم کی؟ آپ کے ان دونوں اعتراضوں سے اور مجھ کو لکھنے سے اور انہیں اعتراضوں کو اپنی خط و کتابت کا ترک کرنے کا سبب تحریر کرنے سے معلوم ہوا کہ آپ فقیر سے ناراض ہیں اور اپنی ناراضگی کے اثر سے اس کو اس کے منصبی کام سے روکنے کا قصد کیا گیا۔ آپ نہیں جانتے کہ میں جن بزرگوں کا نقل ہوں ان کا کار منصبی یہی تھا کہ شریعت غرائی محمدیہ صلوات اللہ تعالیٰ علی صاحبہا کی دونوں شاخوں ظاہری و باطنی کی حمایت کریں اور آپ کو اور اپنے متوسلین کو صراط مستقیم سے لغزش نہ کرنے دیں۔ اب آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اپنے بزرگوں کی نقل بھی چھوڑ دوں، یہ مجھ سے ممکن نہیں۔ مولانا صاحب سے ہمارا رشتہ جس واسطے اور جس سبب سے ہے، وہ اسی واسطے ہے کہ فریقین میں سے جس کو صراط مستقیم پر چلنے میں ذرا بھی لغزش معلوم ہو تو ایک دوسرے کے معین خیر و مددگار ہو اور جو اسباب لغزش ہوں، وہ واشگاف ایک دوسرے سے ظاہر کرے تو۔ اگر امرائے خوف سے ہم اس طریقے کو چھوڑ دیں تو ہمارا آپ کا رشتہ ہی نہ جاتا رہے گا۔ آپ کی اس تحریر نے نہایت رنج دیا کہ آپ نے اس امر میں حصہ لیا کہ جس کے آپ ارباب نہ تھے اور پھر وہ بھی بلا جانچے اور پرتالے۔ ہمارا اور مولانا صاحب کا رشتہ مودت و محبت بفضلہ تعالیٰ ایسا مستحکم ہے کہ جو انشاء اللہ تعالیٰ تاقیامت بلکہ جنت میں بھی قائم رہے گا اور مولانا صاحب کو جیسا ہم جانتے ہیں اور پہچانتے ہیں اور ان کا وقعت و وقار اور عظمت ہماری نظروں میں ہے، وہ دوسرا نہیں جان سکتا۔ مگر ہے اسی حد تک کہ گمان زور نہ ہو۔ ہم اور ہمارا بچہ بچہ مولانا صاحب کا ہمدرد اور بھی خواہ ہے اور مولانا صاحب کے واسطے مراتب تقرب کی روز افزوں زیادتی کا اور ان کے خاندان اور ان کے جانشینان اور قائم مقامان کے واسطے دعائے ترقی و مراتب دارین کا خواستگار ہے۔ فقیر گمان کرتا ہے شاید فقیر کو اب آپ عنایت نامہ نہ بھیجیں گے، کیونکہ برخوردار محمد میاں سلمہ نے مباحث الاذان کا جو

مصنفہ عبدالواحد طالب علم مدرسہ شمس العلوم ہے اور جس میں انہوں نے اپنے نزدیک مبحث الاذان کا جواب دیا ہے اس کا جواب تحریر کیا ہے (اس کا تاریخی نام ”بدایونی تحریر کے شافی جواب“ ہے) یہ آپ کی زیادہ خفگی کا سبب ہوگا اور نیز اس درمیان میں ایک کتاب اور مدرسہ سے بنام منشی ضیا صاحب شائع ہوئی ہے جس کا نام اکمل التاریخ ہے اور جس میں بہت سے حملے اپنے پیروکاروں پر کئے گئے ہیں مجملہ ان کے ایک وہ حملہ کیا گیا ہے۔ کہ حضرت شمس الدین ابوالفضل سیدی وجدی و مرشدی سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب قدس سرہ کے بہت پیارے چشم و چراغ و محبوب جانشین کو ان کے منصب سے علیحدہ کرنا چاہا ہے۔ جب اس کے واقعات اصلہ ظاہر کئے جائیں گے تو اس وقت بھی آپ مکدر حسب عادت اپنی ہوں گے۔ زمانہ ایک حال پر نہیں رہتا ہے جس کی بین مثال رات دن سے ظاہر ہے۔ تاج الفحول قدس سرہ تشریف فرما تھے اور حضرت کے پسندیدہ و موافق مذاق اصحاب درخور تھے۔ اب مولوی شاہ عبدالقدیر صاحب اور مولوی عبدالماجد صاحب ہیں۔ ان کے پسندیدہ اصحاب صاحب حل و عقد ہیں۔ اس وقت کا رنگ اور اس وقت کا رنگ اپنی اپنی پسند کے موافق ہے۔ اگر میرے آپ کے سلسلہ خط و کتابت جاری رہا تو عقب سے لکھوں گا کہ آپ کے اس عنایت نامہ میں دو تین مواقع طریقاً اور شرعاً محل نظر ہیں والسلام خیر ختام۔

فقیر اسماعیل حسن عفی عنہ قادری برکاتی آل احمدی

۲۲ رذی الحجہ ۱۳۳۲ھ از خانقاہ برکاتیہ مارہرہ

فقیر عرض کرتا ہے یہ تینوں صحائف شرائف ۱۷، ۱۸ اور ۱۹ اس زمانہ کے ہیں جبکہ بعض اہل بدایوں نے بہ سلسلہ مسئلہ اذان خطبہ بیرون مسجد حضرت امام اہل سنت مولوی احمد رضا خاں صاحب قدس سرہ پر ایک استغاثہ دائر کر رکھا تھا۔ ان سے حمایت سنن اور علمائے کرام اہل سنت بالخصوص حضرت فاضل بریلوی دامت برکاتہم کے ساتھ ہمارے حضرت قدس سرہ کے قلب مبارک میں احترام و محبت جو خالص ایمانی جذبات تھے، ان کا اظہار ہوتا ہے۔ نیز مکتوب ۱۸ حضرت کی اس پیشین گوئی پر بھی مشتمل ہے کہ بدایونی استغاثہ ناکام رہے گا، جو بعد کو واقع کے لحاظ سے بالکل سچی بفضلہ تعالیٰ ثابت ہوئی۔ نیز مکتوب ۱۹ کی یہ تعلیم خاص طور پر قابل لحاظ ہے کہ امر حق کی پاسداری اور اس کے اتباع میں دوسرے ذاتی میل محبت وغیرہ کے مراسم کو اگرچہ وہ کتنے ہی گہرے اور پرانے اور بہتیرے ہوں، ہرگز

ہو تو مارہرہ میں ہو“ (۲۸)

آپ کے اس خواہش کی تکمیل ہوئی اور وفات حسرت آیات کے بعد آپ کا مدفن خانقاہ مارہرہ میں مرجع انام بنا۔ اللہ تعالیٰ قبر اطہر پر اپنی رحمتوں کا سون بھادوں برسائے۔ آمین یا رب العالمین!

حواشی

- ۱- آئینہ اودھ ابو الحسن مانکپوری ص: ۳۵، کانپور، ۱۳۰۴ھ
- ۲- صح التوارخ جلد اول ص: ۹، برکاتی پبلشرز کراچی ۱۹۸۸ء
- ۳- ڈسٹرکٹ گزیٹر ہردوئی ص: ۲۶۰ بحوالہ سلطان الشہداء محمد سمیع الدین ص: ۲۰۵ علی گڑھ ۲۰۰۸ء
- ۴- صح التوارخ جلد اول ص: ۱۷
- ۵- صح التوارخ جلد اول ص: ۲۸
- ۶- صح التوارخ جلد اول ص: ۲۵
- ۷- تاریخ خاندان برکات اولاد رسول محمد میاں قادری ص: ۵۷
- ۸- تاریخ خاندان برکات ص: ۶۰
- ۹- تذکرہ علماء اہل سنت محمود احمد ص: ۲۹ کانپور ۱۳۹۱ھ
- ۱۰- تاریخ خاندان برکات ص: ۶۰
- ۱۱- تاریخ خاندان برکات ص: ۱۰۳
- ۱۲- تذکرہ علماء اہل سنت ص: ۲۹
- ۱۳- تاریخ خاندان برکات ص: ۹۹
- ۱۴- ملفوظات مشائخ مارہرہ ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی ص: ۳۱
- ۱۵- ماہنامہ اشرفیہ (سیدین نمبر) ص: ۲۸ مبارک پور اعظم گڑھ ۲۰۰۲ء

حائل نہ ہونے دینا چاہئے اور مسائل دینیہ میں اسی کا ساتھ دینا چاہیے جو حق پر ہو، اگرچہ دنیاوی امور میں وہ خود ہمارا مخالف یا مخالف کا مددگار ہو۔ نیز ۱۹ کی یہ تعلیم ان لوگوں کے لیے ہے جو کسی سلسلہ طریقت سے کسی طرح انتساب رکھتے ہوں، خواہ وہ بحیثیت پیر اور پیرزادہ ہونے کے ہو یا مرید و متوسل ہونے کے خصوصیت سے قابل لحاظ ہے کہ پیروں پیرزادوں کا فرض منصبی یہ ہے کہ شریعت غرائے محمدیہ علی صاحبہا الصلاۃ والنحیۃ کی دونوں شاخوں ظاہری اور باطنی کی حمایت کریں اور اپنے آپ کو اور اپنے متوسلین کو صراط مستقیم سے ہٹنے نہ دینے میں کوشاں رہیں۔ یہ رشتہ اسی لیے جانیں کہ ہر ایک دوسرے کے لیے شریعت غرائے محمدیہ کے ظاہر و باطن پر استقامت کا مددگار رہے اور جو اسباب اس سے لغزش کے ہوں، انہیں ایک دوسرے پر کھول کر ظاہر کرتا اور ان سے بچاتا رہے۔ خود حضرت کا اسی پر عمل تھا جس کی کثیر وقائع سے شہادت خود اسی مجموعہ مکاتیب سے بھی آپ کو ملے گی۔ تمام مشائخ کرام و مرشدان طریقت ہادیان انام کا اسوۂ حسنہ اور قولی و عملی تعلیم یہی رہی اور پیری و پیرزادگی اور مریدی و عقیدت مندی کے رشتے دنیا و آخرت میں نعمتوں اور برکتوں کے پھل دیتے ہیں تو اسی طریقہ پر چلنے میں۔

مپندار سعدی کہ راہ صفا

تواں رفت جز بر پے مصطفیٰ (۲۸)

اس طرح حضرت ابوالقاسم سید اسماعیل حسن علیہ الرحمہ نے اپنی زبان و قلم سے دین کی نشر و اشاعت اور قادریت کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کیا اور ہر اعتبار سے خانقاہ کی عظمتوں کو دوبالا کیا اور اس خانقاہ کے فیوض و برکات کو عام و تمام کرنے کی ہر ممکن جدوجہد فرمائی اور اپنی شبانہ روز مساعی سے اس کی تجدید کا اہم فریضہ انجام دیا۔

۱۳۴۷ھ میں وصال پُر ملال ہوا۔ مزار مقدس خانقاہ برکاتیہ میں مرجع خلائق ہے آپ کے دل کی یہ تمنّا تھی کہ مقامات مقدسہ کے علاوہ اگر کہیں میری قبر ہو تو وہ مارہرہ میں ہو۔ آپ کی اس تمنّا کا پتا آپ کے اس مکتوب سے چلتا ہے جسے آپ نے تاج العلماء کی خوش دامن کو ۱۰ جمادی الآخر ۱۳۳۸ھ کو لکھا تھا:

”میں مارہرہ میں پیدا ہوا، مارہرہ میں جوان ہوا، مارہرہ میں بوڑھا ہوا، مارہرہ میں ہدایت پائی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اگر خدا نخواستہ عتبات علیہ کے علاوہ کہیں مدفن

- ۱۶- شامۃ العنبر ص: ۲۱ بحوالہ سیدین نمبر ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور ص: ۱۵۲
- ۱۷- مجلہ امام احمد رضا ص: ۲۷ کراچی ۱۹۹۰ء
- ۱۸- الطاری الداری امام احمد رضا قادری جلد سوئم ص: ۹۱
- ۱۹- مفاوضات طیبہ
- (مکتوب شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن قادری) مکتوب ۵۸ دارالاشاعت برکاتی خانقاہ مارہرہ)
- ۲۰- مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری اولاد رسول ص: ۲۱، ۲۲ ایڈ ۱۹۳۹ء
- ۲۱- الارشاد عبدالعزیز مراد آبادی ص: ۵ بیت الانور گیا بہار ۱۳۶۵ھ
- ۲۲- دستور اساسی آل انڈیا مسلم لیگ (ب) الارشاد ص: ۵
- ۲۳- ظفر الاسلام جمیل الرحمان خاں ص: ۳ حسنی پریس سوداگران بریلی
- ۲۴- گلستہ چمنستان سنیت اولاد رسول ص: ۲
- ۲۵- [گلستہ چمنستان سنیت، سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن قدس سرہ ص: ۱۲-۱۴]
- ۲۶- مفاوضات طیبہ ص: ۲، ۳
- ۲۷- اہل سنت کی آواز (سالنامہ) مارہرہ، ۱۹۹۶ء
- ۲۸- مفاوضات طیبہ، مشمولہ، اہل سنت کی آواز ۱۹۹۶ء
- ۲۹- مفاوضات طیبہ مکتوب ۴۱

حالات سراپا فیوض و برکات

شاہ قاسم کے بڑے صاحبزادے سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہ

تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم علی آلہ واصحابہ
نام مبارک آپ کا غلام محی الدین عرف فقیر عالم لقب ثابت حسن تھا اور ایک دوسرا
نام غلام حمید الدین بھی تھا۔ یہ سب آپ کے حضرت والد ماجد مرشد برحق سیدنا شاہ ابوالقاسم
شاہ جی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رکھے تھے۔ ولادت شریف آپ کی چوتھی ربیع الآخر شریف
۱۳۰۲ تیرہ سودو، ہجری میں بوقت چہار شنبہ مارہرہ میں آپ کے حضرات اب وجد کریمین رضی
اللہ تعالیٰ عنہما کی تعمیر فرمائی ہوئی مجلس رائے خانقاہ برکاتی دیوان خانہ حضرت جد اعلیٰ برکات
ثانی سید شاہ حقانی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز النورانی میں ہوئی۔ بچپن میں اپنی جدہ ماجدہ اور
والد ماجدہ قدست اسرار ہما کے آغوش شفقت میں پرورش پائی اور خانقاہ برکاتی کی خادمہ
مسماۃ مخمل ایا مرحومہ نے اور مارہرہ کے شرفاء میں سے بنت الفاطمہ دختر چودھری مومن علی
خاں کمبوہ نے آپ کو کچھ دنوں دودھ پلایا۔ رسم تسمیہ خوانی حضرت سیدی جد امجد بقیۃ
الاسلاف حجۃ الاخلاف حضرت شاہ محمد صادق تاجدار مسند قادری برکاتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ
العزیز نے ادا فرمائی۔ قاعدہ بغدادی اور قرآن مجید حفظ ڈیڑھ پارہ تک حافظ عبدالحفیظ
صاحب خلف استاذی حافظ عبدالکریم صاحب ملک پوری مرحومین نے پڑھایا۔ باقی تمام
قرآن مجید برعایت قواعد تجوید استاذ محترم حافظ عبدالکریم صاحب قادری برکاتی آل رسولی
ملک پوری مرحوم و مغفور نے حفظ کرایا۔ بارہ برس کے سن میں حضرت کل قرآن مجید کے حافظ
جید دور وغیرہ سب سے فارغ ہو گئے تھے۔ رسم تسمیہ خوانی جب آپ کی عمر شریف چار برس

چار مہینہ چار دن کی ہوئی تو معمول اکابر کرام کے مطابق ادا ہوئی اور اس کے بعد جب ابتدائی قاعدہ پڑھ کر قرآن مجید پڑھنا شروع کیا تو ساتھ ہی ساتھ حفظ بھی کرتے گئے۔ آواز آپ کی قدرتی بہت ہی اعلیٰ درجہ کی اچھی تھی۔ اس پر قواعد تجوید سے پڑھنا سننے والوں پر عجب طرح کی حالت جذب و وجد پیدا کرتا تھا اور آپ بہت ہی خوش البہانی سے پوری رعایت قواعد تجوید کے ساتھ قرآن کریم پڑھتے تھے جسے آج تک آپ کے دونوں وطن مارہرہ و سینا پور کے سننے والے ذوق و شوق سے یاد کرتے ہیں۔ اور بعد حفظ کم سنی کے عالم میں ایک بار آپ نے جب لکھنؤ کی مشہور مسجد دھنیا مہری میں قرآن عظیم سنانا شروع کیا تو لکھنؤ کے دور دور محلوں سے سامعین کے ٹھٹھ لگ گئے۔ دوبار آپ نے پورے قواعد تجوید کے ساتھ بہت ترتیل سے پورا قرآن مجید ایک ایک شب میں اپنے حضرت جد امجد قدس سرہ کی تعمیر کردہ مسجد شریف صادقی واقع محلہ تاسمین گنج سینا پور میں سنایا اور بعد حفظ اکثر سالوں میں ماہ مبارک میں دو دو پارے کر کے قرآن کریم سنایا کئے۔ یاد بہت پختہ تھی اور ساتھ ہی نہایت صحت سے پڑھتے تھے۔ اس کی حاجت نہیں تھی کہ پیچھے کوئی حافظ بتانے والا موجود ہو جب ہی پڑھیں اور پنج آیت شریف میں تو قرآن کریم بہت بچپن سے ہی بڑے بڑے مجموعوں میں بے تکان پڑھا کرتے تھے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ سینا پور کے سنی اور دیندار تحصیل دار منشی ولایت احمد صاحب کا کوری مغفور کے یہاں سینا پور میں مجلس میلاد مبارک تھی اور حضرت اپنے والد ماجد مرشد برحق کی ہمراہی میں حاضر مجلس شریف تھے۔ پنج آیت شریف پڑھی جا رہی تھی۔ جب سورہ بقرہ مبارکہ کی ابتدائی آیات اور اس کے بعد جو آیات کریمہ پڑھی جاتی ہیں، ان کے پڑھنے کی نوبت آئی تو ہر چند حضرت کے والد ماجد مرشد برحق قدس سرہ نے پڑھنے کے لیے فرمایا مگر حضرت نہایت غور سے جس مکان میں مجلس مبارک ہو رہی تھی، اس کی دیوار کے اوپر دیکھتے رہے اور کچھ نہ پڑھا۔ جب بعد ختم مجلس شریف حضرت کے مرشد برحق قدس سرہ العزیز نے نہ پڑھنے اور غور سے دیوار کے اوپر دیکھتے رہنے کی وجہ پوچھی تو یہ فرمایا کہ میاں (یہی لفظ حضرت اپنے مرشد برحق والد ماجد قدس سرہ کے لیے معمول خطاب میں استعمال کیا کرتے تھے) دیوار کے اوپر تو بہت اونچائی تک بہت اچھے اچھے خوبصورت سبز پوش لوگوں کا ہجوم تھا۔ میں یہ دیکھتا رہا کہ یہ کون لوگ ہیں۔ درحقیقت وہ ارواح قدس اور ملائکہ

کرام علی سید ہم و افضلہم ثم علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے جو اس مجلس مبارک میں میلاد شریف کے ذکر خیر سننے کے لیے تشریف لاتے ہیں اور حضرت نے اپنے صفائے بصارت و بصیرت سے ان کو دیکھ لیا۔

دوران حفظ قرآن مجید ہی میں درسیات مروجہ فارسی کی تکمیل اور مشق خوشنویسی منشی فرزند حسن صاحب ساکن پالی مہتمم مطبع صبح صادق سینا پور اور ان کے بڑے بھائی منشی آل حسن صاحب پالوی سے کی۔ یہ دونوں بالخصوص منشی آل حسن صاحب اپنے وقت کے مشہور خطاط اور خوشنویسوں کے استاذ تھے۔ ہمارے حضرت نے ان کی زیر تعلیم و تربیت فارسی اور خوشنویسی نسخ و نستعلیق میں اور نیز نقش و نگار بنانے میں مہارت کامل بہم پہنچائی۔ منشی آل حسن صاحب اپنے ان شاگرد پر فخر کرتے تھے۔ اسی طرح آپ کے استاذ محترم حافظ شاہ عبدالکریم صاحب مغفور بھی آپ پر فخر رکھتے اور نقاشی کے بہت اعلیٰ نمونے بفضلہ تعالیٰ فقیر کے پاس محفوظ ہیں خصوصاً بسم اللہ شریف تحریر فرمودہ حضور سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی وصلی پر جو گل و بوئے حضرت نے بنائے اور بعض مبارک جملے لکھے ہیں، وہ نہایت ہی حسین اور دلکش ہیں۔ ختم قرآن مجید کے بعد حضرت نے حضرت مولانا و استاذ ناظر العلماء افتخار العرفا مولوی حافظ مفتی شاہ تاج الحق محبت الرسول مظہر حق عبدالقادر صاحب بدایونی قادری برکاتی مجیدی رضی اللہ عنہ سے میزان الصرف شروع فرمائی اور پھر صرف نحو عربی کی تکمیل اپنے حضرت والد ماجد مرشد برحق قدس سرہ نیز مولوی محبت احمد صاحب بدایونی سے کی اور سینا پور میں مولوی محمد فاضل صاحب کے پاس بھی حضرت کا کچھ پڑھنے کو جایا کرنا فقیر کو یاد ہے۔ اور فقہ اور منطق اور فلسفہ اور معانی و بیان و عقائد کے مختصرات اور متوسطات درسیات مروجہ مولوی حافظ حکیم محمد امیر اللہ صاحب بریلوی سے پڑھیں۔ اسی تحصیل علم دین کے دوران میں حضرت اپنے مرشد برحق حضرت شاہ ابوالقاسم قدس سرہ کے ہمراہ اپنے استاذ حافظ مولوی امیر اللہ صاحب بریلوی کے ساتھ پٹنہ میں مدرسہ اہلسنت پٹنہ کے عظیم الشان جلسہ میں جو بسلسلہ امتحان طلبہ مدرسہ رجب ۱۳۱۸ھ میں ہوا تھا اور جس میں بکثرت اکابر علمائے کرام و عوام اہل سنت نے شرکت کی اور اس میں ردند وہ مخدولہ بھی بہت زور شور سے ہوا، شامل ہوئے اور افتتاح مجلس اہلسنت کے وقت نہایت خوش الحانی سے مصری لہجہ میں کلام مجید کی آیات بھی پڑھیں جن کے استماع سے سامعین کی طبیعتیں بہت ہی مسرور

ہوئیں (دیکھو اجلاس مذکورہ کی روداد بنام دربار حق و ہدایت نمبر ۱۴ وغیرہ)

تعلیم خاندانی اپنے حضرت والد ماجد مرشد برحق بقیۃ اسلاف کرام حضرت سیدنا شاہ ابوالقاسم شاہ جی قادری برکاتی سجادہ نشین سجادہ غوثیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سرکار کلاں سے پائی اور حضرت مرشد برحق قدس سرہ کے ہی دست حق پرست پر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا لپیوہ میں شرف بیعت سے اپنے مرشد برحق کے سجادہ کرام آبائی پر جلوہ افروزی کے وقت حضرت جد امجد سیدنا شاہ محمد صادق قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کے چہلم شریف کے دن ۴ ذی الحجۃ الحرام ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۰۸ء بروز دوشنبہ بوقت عصر اپنے یہاں کی حویلی سجادگی کی قدیم خاندانی میں مشرف ہوئے اور جملہ سلاسل خاندانی قدیمہ آبائی و جدیدہ میں خلافت سے بھی ممتاز ہوئے اور جملہ اعمال و اوراد و اذکار و اشغال و مصافحات و اسناد احادیث کریمہ و قرآن عظیم وغیرہ، غرض جملہ برکات حاضرہ سلسلہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ میں بھی اپنے حضرت مرشد برحق والد ماجد قدس سرہ سے اجازت عامہ و خاصہ پائی اور آج سے پہلے بھی یہ سب برکات اپنے حضرت مرشد برحق والد ماجد قدس سرہ سے حاصل فرما چکے تھے اور آپ کے حضرت نانا صاحب قبلہ و کعبہ قدوة الواصلین سند اکاملین حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی جملہ سلاسل و جمیع اوراد و اشغال و اذکار و اسناد احادیث و قرآن مجید وغیرہ و مصافحات وغیرہا برکات مذکورہ رسالہ مبارکہ النور والنبہاء میں اپنی طرف سے حضرت کو اجازت و خلافت عطا فرماتے ہوئے اسی کتاب کے نسخے پر یہ خلافت نامہ اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا:

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لمن توحد بجلاله والصلاة والسلام لمن تفرد في محامده
وكماله وعلى آله وصحبه واولياء امته المتتادين بآدابه وخصاله اما بعد!
فقد اجزت اجازة الاذكار والاشغال ولاورا دكمانا مامور عليها من
حضرت جدی سیدنا غیاث الاصفیاء شیخی فی الطریق العالیة غوث الاولیا
سیدنا آل رسول الاحمدی نور اللہ مرقده ومن جمیع مشائخی قدست اسرار
هم قرة عینی وروح حسی السید فقیر عالم غلام محی الدین ثابت حسن
حفظه اللہ عن الحوادث والفتن واعطيته سند الخلافة واخذ البيعة من طلبه فی

جميع طرق الاتصال بسيد الانبياء والمرسلين صلى الله وسلم عليه وعليهم وآله
وصحبه ومن تبعهم الى يوم الدين۔ ياربنا تقبل واعط بركات هذه السلاسل له
بجاهه يا ارحم الراحمين۔

فقیر ابوالحسین احمد نوری عرف بمیاں صاحب۔ بخطہ ۲۵ رثوال المکرم ۱۳۱۸ھ۔
تیرہ سواٹھارہ ہجری میں آپ کا عقد حضرت سید شاہ نور احمد صاحب مغفور سجادہ نشین
سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ کی صاحبزادی سے جو آپ کی حقیقی پھوپھی کی لڑکی ہیں، ہوا۔ حضرت
نے انگریزی زبان اور انگریزی اسکول میں پڑھائی جانے والی تاریخ جغرافیہ و ریاضی و جبر
و مقابلہ وغیرہ علوم و فنون بھی دسویں درجہ تک کی پڑھائی اپنی عمر شریف کی آخری سالوں میں
سیتا پور کے گورنمنٹ ہائی اسکول میں پڑھی تھی اور کافی استعداد و مہارت حاصل فرمائی تھی،
جس پر اسکول سے بعض کتابیں بھی انعام میں ملیں تھیں جو فقیر کے پاس ہیں۔

آپ کی مبارک کتابوں میں سے اردو میں عقائد نامہ منظوم اور رسالہ مباحثہ
امامت اور ایک رسالہ مختصر بنام طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین جو تین بار چھپ چکا ہے۔ یہ
تینوں کتابیں مطبوع اور شائع اور انشاء اللہ تعالیٰ نافع ہیں۔ طرد المبتدعین کو ملاحظہ فرما کر اعلیٰ
حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فقیر کو یہ
تحریر فرمایا:

”مولوی امجد علی صاحب نے رسالہ مبارکہ طرد المبتدعین مجھے دیدیا۔ سبحانہ ماشاء
اللہ بارک فیکم وعلیکم وکم وکم“۔ فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ ۲۱ ذی الحجۃ المبارکہ ۱۳۳۷ھ

طرد المبتدعین میں اس امر کا روشن بیان ارشادات قرآن مجید و حدیث جمید و فرامین
ائمہ و اکابر اہلسنت کی سندوں سے ہے کہ بد مذہب بیدین مرتدین و مبتدعین مسلمانوں کو راہ
ہدایت دکھانے اور مسلمانوں کا واعظ بننے کے ہرگز اہل نہیں۔ ان تینوں رسائل کے علاوہ
مشہور نعت شریف یا حبیبی سیدی روحی فداک الی آخرہ پر اردو میں ایک مختصر تفسیر بھی رسالہ
مبارکہ اہلسنت کی آواز میں مطبوع ہے۔ ان کے علاوہ ایک مکتوب رد قادیانی میں، ایک مکتوب
بعض نامہربان عزیزوں کے جواب میں اور ایک مختصر تحریر ترک اسلام دھرم پال آریہ کے رد
میں، اور کئی اور تحریرات حمایت دین متین میں ہیں جو ابھی غیر مطبوع ہیں۔

حضرت سیدی و مرشدی والد ماجد قبلہ قدس سرہ العزیز نے آپ کو سیزدہ درود

شریف اور قصیدہ بردہ شریف کی دعوت بطور عاملانہ بھی دلوادی تھی۔ آپ اس قصیدے کے حافظ بھی تھے۔ جس وقت اس کی تلاوت فرماتے سامعین کے قلوب پر جواثر ہوتا اس کا بیان کرنے سے زبان قاصر ہے۔ بعد دعوت یہ اثر ہم پہنچا تھا کہ ادنیٰ سے لے کر اعلیٰ تک جس سے آپ جو کچھ فرماتے وہ سر آنکھوں سے قبول کرتا، جس محفل میں آپ تشریف لے جاتے یا جو آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا اس کی توجہ آپ کے سوا کسی دوسری طرف نہ ہوتی، کوئی کیسا ہی اجنبی ہو آپ اپنی مزاج شناسی کے ملکہ سے بہت جلد اس سے جان پہچان قائم کر کے اپنا مقصد نکال لیتے۔ مدت العمر مجموعوں اور محفلوں میں اگر ذرا بھی خلاف دین متین دیکھا سنا فوراً جواب دیا اور قائل کو ساکت کیا اور منکر کو حتی الوسع مٹایا۔ کبھی کسی کو یہ مجال نہ ہوئی کہ آپ کے سامنے ذرا بھی حقارت دین متین کی کرے۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے حاکمان وقت سے بھی اگر کوئی بات خلاف دین متین سن پاتے تو ان کے روبرو اس کا جواب دینے میں ذرا بھی نہ جھکتے تھے۔ ایک بار سینٹاپور میں آریہ نے اسلام کے خلاف بہت کچھ گستاخانہ بکواسیں بکیں۔ حضرت قبلہ و کعبہ جدا مجد قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا وصال شریف انگریزی تاریخ کے اعتبار سے ۱۸ نومبر ۱۹۰۸ء میں ہوا تھا تو حضرت نے رد آریہ کے لیے ایک اجلاس علمائے اہل سنت سینٹاپور میں ۱۸، ۱۹، ۲۰ نومبر ۱۹۱۱ء میں مقرر فرمایا۔ اور اس کی اجازت انگریز ڈپٹی کمشنر سینٹاپور سے لے کر وہیں کے سپرنٹنڈنٹ پولیس دونوں سے جو انگریز تھا، ملاقات کی۔ وہ اس وقت مقام دورہ قصبہ کمال پور متصل سینٹاپور میں ٹھہرا ہوا تھا۔ وہاں اسے ڈپٹی کمشنر سینٹاپور کا حکم منظوری اجلاس دکھایا۔ سپرنٹنڈنٹ نے بات چیت کے دوران میں آریہ کا یہ گستاخانہ مقولہ حضور اقدس سید عالم ﷺ کے غزوہ احد شریف میں دندان مبارک پر صدمہ گزرنے کے متعلق کہ معاذ اللہ پچھلے کرموں کا نتیجہ تھا، نقل کر دیا۔ حضرت نے اس پر نہایت شدت سے اس انگریز حاکم پولیس کو یہ کہہ کر روک دیا کہ اس بار تو آپ نے میری اطلاع سابق کے بغیر یہ کلمہ نقل کر دیا، مگر آئندہ ہرگز میرے سامنے اسے نقل نہ کیجئے گا۔ میں اس کی تاب نہیں لاسکتا۔ اس پر وہ انگریز اپنی غلطی کا معذرت خواہ ہوا۔

ایک دوسرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت اپنے خادم محمد شیر خان سینٹاپور کو ہمراہ لیے ان کے کاندھے پر کار تو سی دونالی بندوق رکھی ہوئی سینٹاپور میں ایک جنگل میں شکار کے لیے تشریف لیے جا رہے تھے اور دھوپ کی شدت سے چھتری لگائے ہوئے تھے۔ پیچھے سے

سینٹاپور کا انگریزی ڈپٹی کمشنر جو اپنے سامنے کسی ہندوستانی کو چھتری لگائے ہوئے دیکھ کر آگ بگولہ ہو جاتا تھا، انگریز کمشنر حلقہ سینٹاپور کے ساتھ دونوں گھوڑوں پر سوار چلے آ رہے تھے۔ جب ڈپٹی کمشنر حضرت کے قریب پہنچا تو اس نے نہایت غصہ سے پوچھا کہ تمہارے پاس اس بندوق کا لائسنس ہے۔ اس کا یہ رنگ دیکھتے ہوئے حضرت نے بندوق خادم سے خود اپنے ہاتھ میں اس طرح لے لی کہ وقت ضرورت کام دے سکے اور فوراً جواب دیا کہ اگر ہمارے پاس لائسنس نہیں ہوتا تو کیا بغیر لائسنس ہی بندوق لیے ہوتے اور اس کے ساتھ ہی ڈپٹی کمشنر جو اپنے گھوڑے کو غصہ اور رعونت سے حضرت کے منہ پر ہی چڑھائے لارہا تھا، اس کے گھوڑے کا منہ پکڑ کر قوت سے علیحدہ کرتے ہوئے انگریز سے فرمایا کہ اسے ہٹاؤ۔ اس نے حضرت کے تیور دیکھ کر کہا کہ جانتے ہو میں کون ہوں۔ حضرت نے فرمایا: ہاں جانتا ہوں چھاؤنی کے کوئی گورے ہو۔ اس نے کہا اچھا کل صاحب ضلع کے اجلاس پر آنا۔ فرمایا دیکھا جائے گا اور دوسرے دن اپنے یہاں کسی کو خبر کئے بغیر اجلاس پر چلے گئے۔ اس وقت معلوم ہوا کہ وہ سامنے بیٹھا ہوا ہے اور ڈپٹی کمشنر ہے۔ حضرت اس کی آنکھ سے آنکھ لڑائے اس کے اجلاس برخاست ہونے تک سامنے ہی بیٹھے رہے اور پھر چلے آئے۔ انگریز کو کوئی جرأت باز پرس کی نہ ہوئی۔ ایسے واقعات آج جبکہ انگریز بظاہر ہندوستان چھوڑ کر چلا گیا ہے کچھ اہم نہ معلوم ہوں گے مگر جس وقت کے ہیں اس وقت تو انگریز ڈپٹی کمشنر تو انگریز ڈپٹی کمشنر، پولیس کے معمولی لال پگڑی والے سات روپے کا کانسٹیبل کی صورت دیکھے بہتیرے بڑے بڑے سورما بننے والوں کے کلیجے دہلتے تھے۔ غرض شجاعت اور بہادری اور سخاوت اور راست گوئی اور صاف بیانی وغیرہ صفات حسنہ جو سادات کرام میں بالخصوص پائی جاتی ہیں، حضرت میں بدرجہ اتم بفضل اللہ تعالیٰ پائی جاتی تھیں۔

ذہانت اور فطانت اعلیٰ درجہ کی تھی۔ ایک بار عرس شریف حضرت سیف اللہ المسلول مولانا شاہ فضل رسول قدس سرہ کے زمانے میں حضرت تاج الفحول قدس سرہ کی حیات شریف میں حضرت اپنے مرشد برحق حضور ابوالقاسم اور استاذ محترم حافظ عبدالکریم صاحب قدس سرہم کے ساتھ بدایوں میں تھے۔ ایک مصری قاری صاحب سے حضرت تاج الفحول قدس سرہ نے حضرت کا اور حضرت کے استاذ محترم کا قرائت اور خوش الحانی سے کلام مجید پڑھنے کا تعارف کرایا اور کچھ آیات کریمہ ان کے سامنے حضرت سے تلاوت بھی

کرائیں۔ مصری صاحب نے کسی قدر تنگدلی کے ساتھ یہ کہا کہ ہاں ہندی طریقے سے پڑھتے ہیں۔ اس پر حضرت نے فوراً فرمایا کہ اب آپ کچھ مصری طریقے سے تلاوت کیجئے۔ انہوں نے چند آیات مصری لہجے میں تلاوت کیں اور فوراً ہی وہی آیات حضرت نے اسی مصری لہجے میں ان مصری صاحب سے عمدہ ترتیل و تجوید اور خوش الحانی سے پڑھ کر سنا دیں۔ اب تو وہ مصری صاحب بہت ہی خوش ہوئے اور بہت ہی آفریں کی۔

۱۳۲۹ تیرہ سو انتیس ہجری کے آخر میں صاحب ریاست خیر پور سندھ سے پہلی بار آپ سے ایک سفر کے دوران میں اتفاقاً ملاقات ہو گئی تو وہ آپ کے کمالات اور خاندانی وجاہت کے گرویدہ ہو گئے۔ انہوں نے اپنے وطن انبٹہ میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا، جس میں دینیات کے ساتھ انگریزی کی تعلیم بھی رکھی تھی تو انہوں نے یہ عرض کیا کہ میں نے مسلمانوں کی دینی و دنیوی خیر خواہی کی نظر سے ایک مدرسہ قائم کیا ہے مگر اس کا انتظام درست نہیں ہو پاتا۔ آپ اگر توجہ فرمائیں گے تو درست ہو جائے گا اور میں اس کا سارا انتظام حل و عقد و تعلیم و تعلم آپ کے سپرد کرتا ہوں۔ غرض ان کے بے حد اصرار سے آپ نے اپنے حضرت والد ماجد مرشد برحق قدس سرہ کی اجازت سے انبٹہ کا سفر فرمایا۔ اسی سفر میں ریل میں آپ عالم واقعہ میں حضور سرور عالم فخر آدم و بنی آدم سید المرسلین رحمۃ اللعالمین خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کے دیدار مبارک سے مشرف ہوئے اور بادب تمام قدم بوسی کا شرف حاصل کر کے عرض کیا کہ میں بہت گھنگار ہوں اور نگاہ کرم کا امیدوار، حضور اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہ شفقت تمام ارشاد فرمایا کہ لوگ کچھ کہا کریں مگر تم جیسے ہو، وہ ہمیں معلوم ہے اور اب تم ہمارے پاس چلے آؤ۔ ہمیں تم سے بہت سے کام لینا ہیں۔ انبٹہ پہنچ کر آپ چند ماہ مدرسہ کے انتظام و تدریس اور اس سے زائد بقدر قوت تبلیغ دین و سنت میں مصروف رہے۔ وہاں بھی حد سے زیادہ عزت سے دیکھے جانے لگے۔ چنانچہ خود اپنے والانا مے مورخہ ۲۹ محرم ۱۳۳۰ھ شنبہ میں فقیر راقم کو انبٹہ سے تحریر فرماتے ہیں کہ

”پرسوں جمعرات کو کمیٹی ہوئی تھی اور باتفاق آراء میں مدرسہ کا منتظم اعلیٰ اور ہیڈ ماسٹر قرار دیا گیا ہوں۔ کل ڈپٹی کلکٹر صاحب کا معائنہ بھی ہوا تھا۔ بہت خوش ہو گئے۔ بھگوان اللہ تعالیٰ ابھی تک اچھی طرح ہوں۔ کل ایک مسجد میں میلاد شریف ہوا اور میں بھی طلب کیا گیا، وہاں گیا۔ مولود خواں حضرات کو قیام (وقت ولادت شریفہ) میں پس و پیش ہوا۔ ایک سنسنی

سی جسم میں پیدا ہوئی۔ مجمع خوب کافی تھا۔ فوراً ان کو واسطے تعظیم کے کھڑا کر دیا اور تادیر برکت قیام تو لد شریف سے مخلصین کو مستفیض کیا۔ اللہ تعالیٰ اجر جزیل مرحمت فرماوے بحرمت سید الکونین ﷺ

اسی سفر میں آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔ وہاں سے بغرض علاج اپنے وطن مارہرہ ضلع ایٹہ میں تشریف لائے اور یہاں سے بغرض علاج لکھنؤ تشریف لیے گئے اور پانچ چھ ماہ کے قریب جھوائی ٹولہ کے مشہور حاذق طبیب حکیم عبدالحفیظ صاحب لکھنؤی کا علاج ہوتا رہا مگر طلب تو کسی اور ہی خدمت کے لیے ہو چکی تھی۔ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ انتقال سے پانچ چھ دن پہلے سے ایک چڑوٹا کوئی چیز جو بظاہر چکنی مٹی یا سیل کھری کا سا ککڑا معلوم ہوتا تھا، اپنی چونچ میں لا کر آپ کے سر ہانے منہ کے پاس رکھ جاتا اور خود اوپر چھت کے کڑے میں بیٹھ کر خوب چلاتا۔ پانچ چھ بار یہ واقعہ ہوا اور خود فقیر نے اور متعدد حاضرین نے دیکھا مگر کسی کو اس طرف خیال نہ گیا کہ شاید یہ کوئی دوا ہی ہو، لاؤ اس کو استعمال تو کرا دیکھیں، حالانکہ متعدد فرینے اس کے مجوز تھے۔ قریب وصال، بارگاہ الہی میں عرض کرائے، ان میں سے ایک حضرت کے لیے طلب شفا بھی تھی۔ بارگاہ الہی سے اور امور کا جواب آیا مگر طلب شفا کے سوال کو جواب نہ ملا۔ حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ انہیں ایام میں حضرت قدس سرہ نے لکھنؤ کے ولی صاحب خدمت کو جو مجذوبانہ وضع میں تھے، دیکھا۔ انہوں نے فرمایا: اب ٹھاٹھ اٹھاؤ۔

آخر ۲۸ ماہ رمضان مبارک ۱۳۳۰ھ تیرہ سو تیس ہجری بدھ کے دن ظہر کے اول وقت لکھنؤ محلہ کٹرہ و فابیگ مکان محمد بشیر میں آپ نے انتقال فرمایا اور انشاء اللہ العزیز جنت میں مقام اعلیٰ جو ار رحمت الہی میں پایا۔ وہاں سے آپ کا جنازہ آپ کے وطن مارہرہ ضلع ایٹہ میں لایا گیا اور یہاں درگاہ معلیٰ برکاتی میں دالان پائیں گنبد حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ اسرار ہم العزیز میں اپنے نانا صاحب قبلہ حضرت سیدنا شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کے مزار مبارک کے ملحق پس پشت حضرت کے آغوش شفقت میں آرام فرمایا۔ یہ ایک نتیجہ حضرت مدوح احمد نوری قدس سرہ کی کشش اور اس محبت کا تھا جو حضرت کو برادر صاحب معظم سے ان کے بچپن سے تھی کہ اتنی دور سے بلا کر اپنے پاس آرام سے سلایا۔ آپ کی تدفین و غسل و نماز جنازہ خود حضرت غرہ شوال مکرم تیرہ سو تیس ہجری



سیدالعلماء سید مفتی سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ

کانوں میں آرہے ہیں اذکارِ شاہ قاسم
دل میں سما رہے ہیں انوارِ شاہ قاسم
دریا دلی سے ساقی سب کو پلا رہا ہے
پی پی کے جھومتے ہیں میخوارِ شاہ قاسم
حسرت ہمارے دل کی، ارماں ہمارے دل کا
دیدارِ شاہ قاسم، دیدارِ شاہ قاسم
بغداد کا نمونہ مارہرہ بن گیا ہے
اجیر کی فضا ہے دربارِ شاہ قاسم
اے جذبہ محبت تیری ادا کے صدقے
ہر شے میں جلوہ گر ہے رخسارِ شاہ قاسم
کیسی ہی گردشیں ہوں اس آسمان کی لیکن
شاداب ہی رہے گا گلزارِ شاہ قاسم
گل چاک پیر ہن ہیں اُن کی مفارقت میں
نرگس کو دیکھتا ہوں بیارِ شاہ قاسم
آنکھوں میں یا الہی مازاغ کا ہو سرمہ
جس وقت ہو میسر دیدارِ شاہ قاسم

میں جمعہ کی صبح کو مارہرہ میں ہوئی۔ نماز جنازہ خود حضرت سیدی و مرشدی والد ماجد قدس سرہ نے پڑھائی اور قبر میں بھی اتارا۔ آپ نے کوئی اولاد صلیبی نہیں چھوڑی، نہ ہوئی۔ اگرچہ حضرت کا وصال کمسنی اور نئی جوانی میں ہو گیا، مگر اہل نظر دیکھتے ہیں کہ وہ اس وقت بھی بارگاہ رب عزت تبارک و تعالیٰ میں کیسے بڑے مرتبہ پر سرفراز ہیں اور مخلوق خدا کو کیا کیا فائدے اور کیسے کیسے برکاتی و آل احمدی فیوض بانٹ رہے ہیں۔ لینے والا چاہئے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشند خدائے بخشندہ

بریلی کے جنکشن اسٹیشن پر جنازہ حضرت کا جب پہنچا تو اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین و ملت قدس سرہ نے اپنے یہاں کے بہت سے اعیان حاضرین آستانہ رضویہ کے ساتھ تشریف لاکر حضور پر نور سیدی ابوالقاسم قدس سرہ سے تعزیت مسنونہ ادا فرمائی۔ حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ نے آیت کریمہ فاتابہم اللہ بما قالوا اجنت میں الف جنت کا وعدہ لے کر تاریخ وصال شریف پائی۔ نیز دعائے سیدنا حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جملہ اطمعہ ان یغفر لی کے لفظ ”یغفر لی“ میں بھی تاریخ وصال پائی۔ نیز خلد میں ہیں فقیر عالم“ کے دعائیہ فقرے میں بھی تاریخ وصال فرمائی اور اعلیٰ حضرت امام اہلسنت قدس سرہ نے آیت کریمہ ”فی شغل“ کے لفظ شغل میں تاریخ وصال پائی اور اسے دس اشعار کے ایک عربی قطعہ میں نظم بھی فرمادیا جو عقائد نامہ منظوم کے آخر میں مطبوع ہے۔ فقیر راقم نے یہ تذکرہ مبارکہ یہاں پر ۱۸ ذی الحجۃ الحرام ۱۴۳۰ھ میں دوشنبہ کے دن عصر کے وقت اپنے حضرت والد ماجد قدس سرہ کی حویلی سجادہ نشینی میں ختم کیا۔

فالحمد للہ واولا و اخر والصلاة والسلام علی رسول اللہ وعلی آلہ واصحابہ وکل من والاه آمین اللہم آمین برحمتک یا ارحم الراحمین۔



ڈاکٹر ایوب حسن قادری برکاتی ابوالقاسمی

مجھے دیکھو میرا مقدر تو دیکھو یہ چادر تو دیکھو مرا سر تو دیکھو
مرے سر پہ مرشد کی چادر تو دیکھو عجب اس کے جلوے ہیں بڑھ کر تو دیکھو
منور ہیں دیوار و در آج سارے ذرا گھر سے باہر نکل کر تو دیکھو
غلاموں کا میلہ ہے در پر خدارا نگاہ عنایت سے دم بھر تو دیکھو
جو آل نبی اور ابن علی ہیں ذرا اُن کی چادر کا منظر تو دیکھو
دکھائے گی جاکر وہاں خاص جلوے یہ جس در کی ہے جاکر وہ در تو دیکھو
ادھر آؤ! حلقہ جگوشو! کہاں ہو یہ آل پیبر کی چادر تو دیکھو
نہیں پھر تا اس در سے محروم کوئی یہاں آزما کر مقدر تو دیکھو
ابھی سارے اٹھ جائیں غفلت کے پردے یہ آنکھوں سے چادر لگا کر تو دیکھو
چلو! آج میخانہ قادری پر ذرا قاسمی جام پی کر تو دیکھو
مصیبت میں ایوب کس کو پکارے تمہیں بندہ پرور نظر بھر تو دیکھو

اے کاش ہو ہمیشہ پیش نظر ہمارے
رفتارِ شاہِ قاسم، گفتارِ شاہِ قاسم
ہم بھی ہوں راہِ پیا نقش قدم پہ اُن کے
اطوار ہوں ہمارے اطوارِ شاہِ قاسم
مجھ کو بھی کوئی ساغراو جام دینے والے
میں بھی ہوں ایک رعدِ میخوارِ شاہِ قاسم
سایہ رہے سروں پر قاسم کے جانشین کا
کھلتے رہیں دلوں پر اسرارِ شاہِ قاسم
بڑھنے لگی جو وقعت نظروں میں کل جہاں کی
جلنے لگے حسد سے اغیارِ شاہِ قاسم
حشمتِ علی سے قائم عزت ہے سنیوں کی
رکھتے ہیں وہ بھی لب پر اقرارِ شاہِ قاسم
ایوبِ قادری پر مرشد کی تھی عنایت
ظاہر ہیں اُن پہ اب بھی انوارِ شاہِ قاسم
سید بھی اک گدا ہے قاسم تمہارے در کا
اس کو بھی کچھ عطا ہو سر کارِ شاہِ قاسم



مفتی محمد خلیل خاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ

صبا! دھوم کیسی یہ گھر گھر مچی ہے یہ کیسی مسرت ہے کیسی خوشی ہے
یہ کس مردِ حق ہیں سے ملنے چلی ہے یہ کس کے لیے آج دولہن بنی ہے
کہ چادر بڑی کرو فر سے اٹھی ہے
کہیں رضویوں کی درافشائیاں ہیں کہیں نوریوں کی درخشائیاں ہیں
کہیں قاسمیوں کی تابانیاں ہیں غرض ہر طرف طرفہ سامانیاں ہیں
کہ عرس ابوالقاسم احمدی ہے
لگا کر حنائے گلستانِ قاسم چڑھا کر مئے جامِ عرفانِ قاسم
سنگھاتی ہوئی بوئے بستانِ قاسم دکھاتی ہوئی رنگِ دامنِ قاسم
نسیمِ سحر مست ہو کر چلی ہے
سماں کیا ہے رحمت کا آ کر تو دیکھو نگاہِ بصیرت اٹھا کر تو دیکھو
نزولِ ملائک کا منظر تو دیکھو ذرا شاہِ قاسم کی چادر تو دیکھو
جلو میں یہ کس کس کو لے کر بڑھی
کبھی شکوہِ جور و بیداد کرنا کبھی حقِ تعالیٰ سے فریاد کرنا
کبھی ذکرِ سرکارِ بغداد کرنا کبھی یا علی کہہ کے دل شاد کرنا
کبھی جوش میں نعرہ یا نبی ہے
مئے جامِ وحدت پئیں اور پلائیں محبت کے نغمے سنیں اور سنائیں
ارادت کی آنکھوں سے اس کو لگائیں چلو! کچھ عقیدت کے موتی چڑھائیں
یہ چادر نہیں حُلّہ قاسمی ہے



ڈاکٹر ایوب حسن قادری برکاتی ابوالقاسمی

ابھی تک نہ آئی لگن، پی ملن کی پیا بن پھرت ہوں بیاکلِ دتن کی
تو پھر آسرا درشنوں کا ہو کیسے سکھی جب نہ آئی ہو پاتی جن کی
پتہ ہی چلا اور نہ کچھ کھوج پایا میں پھرتی رہی بن کے باسی بن کی
نہ بھاوے پیپہا مجھے اور نہ کوئل میں متوالی اپنے پیا کے بچن کی
درس اپنا سنے ہی میں تو دکھادے میں جیوت ہوں آشامیں بس اس ملن کی
مری ناؤ اب ڈمگانے لگی ہے دہائی ہے تجھ کو پیا! نچتن کی
تلاوان ہو جب کہ پاپ اور پُن کا مجھے آس ہے ایک تیرے شرن کی
ہے ایوب کی بس یہی ایک بٹی نہ دھرتی کی چاہت ہے اُس کو نہ دھن کی

منشی شبیر علی قادری برکاتی درد مارہروی علیہ الرحمہ

کھولے ہیں سحر نے ابھی کیسوئے معنیر وہ جاگ اٹھ خواب سے شہزادہ خاور
 ہر ذرہ مجلیٰ ہے ہر اک چیز منور گل پوش بہاریں ہیں گلی کوچہ معطر
 ہے روح چمن حاجی میاں آپ کی چادر
 مچلی ہوئی تنویر ہے مشرق کی جبین پر اتری ہوئی کرنیں ہیں بتدریج زمیں پر
 انوار برستے ہیں ہر ایک خاک نشین پر چادر یہ چڑھی کون سے تربت کے مکین پر
 یا آئی ہے یہ حاجی میاں آپ کی چادر
 ہنستی ہوئی گردوں سے اتر آئیں ضیائیں بشاش نظر آتی ہیں مخمور فضائیں
 دم توڑ چکیں ہانپ کے بیباک دعائیں اے مانگنے والو! چلو مانگو تو دعائیں
 آتی ہے مرے حاجی میاں آپ کی چادر
 بے چین ستارے ہیں تو بے تاب جگر بھی شاداب نظارے ہیں تو مسرور نظر بھی
 ہے اچھے میاں آج تو وا آپ کا در بھی قسمت سے یہ موجود ہے سودائی کا سر بھی
 جس سر پہ ہے یہ حاجی میاں آپ کی چادر
 ہے جلوۂ نور سے ہر اک شخص منور اللہ رے یہ فیض در گنجینہ حیدر
 اے درد! یہی سوچتا رہتا ہوں میں اکثر یہ منظر تقدیس ہے یا طور کا منظر
 یا ہے یہ مرے حاجی میاں آپ کی چادر

زمیں پر پہنچنے لگے ماہ پارے اترنے لگے آسماں سے ستارے
 در شاہ قاسم پہ ہیں جمع سارے نقیبوں کا ہے شور غم ہوں کنارے
 کہ رحمت یہاں بوندیاں بانٹتی ہے
 کسی کی خوشامد نہ در کار ہوگی وہی چشم الطاف سرکار ہوگی
 گناہوں کی میرے خریدار ہوگی یقین ہے کہ رحمت طرفدار ہوگی
 کہ محشر میں حامی مراد شاہ جی ہے
 بہت ہو چکی شرم و غیرت کی خواری بہت لے چکے لطف باد بہاری
 بہت کر چکے جام و مینا سے یاری مسلمانو! کب تک یہ غفلت شعاری
 خدا را اٹھو! اب سحر ہو چکی ہے
 وہ کرتے ہی کیا رنج و غم کا مداوا تمہیں لیڈروں نے تو اور مار ڈالا
 نہ تہذیب یورپ نے تم کو سنوا را مرے دوستو! یہ تو سوچو خدا را
 مصیبت یہ کیوں آ کے تم پر پڑی ہے
 دکھا دو زمانے کو دینی حمیت و گرنہ ہوا خون ناموس ملت
 بڑھو آگے! زیر لوائے شریعت کھلی ہے ابھی شاہراہ حقیقت
 چلے آؤ! رحمت ابھی بٹ رہی ہے
 طواغیت کثرت کو ڈھاتی ہے چادر جماعت کے معنی بتاتی ہے چادر
 عزیزو! مسلمان بناتی ہے چادر تمہیں راہ عرفاں دکھاتی ہے چادر
 اسی راہ میں راحتِ سرمدی ہے
 خود اپنے جنوں کا نظارہ کریں گے تماشائی بن کر تماشا کریں گے
 خدا جانے کیا ہوگا، کیا کیا کریں گے خلیل ایک دن قصد پورا کریں گے
 مدینے چلیں گے، اگر زندگی ہے



مولانا علی احمد سیوانی، علی گڑھ

کس قدر تابندہ تر یہ قاسمی دربار ہے
نور و نکہت کا نگر یہ قاسمی دربار ہے
دشمنانِ دین سرکارِ دو عالم کے لئے
اے علی برق و شرر یہ قاسمی دربار ہے
نور کا انبار دیکھو قاسمی دربار میں
دل ہوا ضو بار دیکھو قاسمی دربار میں
جنت الفردوس کا لمحہ بہ لمحہ اے علی
نکہت گلزار دیکھو قاسمی دربار میں
بادۂ عرفانِ حق سے ہم سدا سرشار ہیں
ساقی رنگیں ادا قاسم میاں سرکار ہیں
خالقِ ارض و سما کے فضل سے ہر دم علی
ان کے سر پر سایہ آگنِ احمد مختار ہیں
صاحبِ البرکات کے نورِ نظر قاسم میاں
غوثِ اعظم کے بھی ہیں لختِ جگر قاسم میاں
دینِ حق کے گلستاں کا جو سدا شاداب ہے
اُس شجر کے ہیں علی شیریں ثمر قاسم میاں
میں نہ جاؤں گا کبھی اس خانہ انوار سے
میں جدا کیسے رہوں گا جنتی گلزار سے
ہر گھڑی، ہر دم رہوں میں بس اسی دربار میں
التجا کرتا ہوں میں قاسم میاں سرکار سے



سید محمد اشرف قادری برکاتی

فطرت میں ان کی چارہ گری انتہا کی ہے
تاثر ان کے کوچے میں خاکِ شفا کی ہے
دیکھو اڑا کے نکہتِ بغداد لائی ہے
کچھ آج بدلی بدلی سی صورت ہوا کی ہے
اک نور ہے مجددِ برکاتیت کا عرس
یہ روشنی تو شادیِ قاسمِ پیا کی ہے
حُبِ نبی کے ساتھ شریعت کا پاس ہے
ان مجلسوں پہ خاص یہ رحمتِ خدا کی ہے
حضرت حسن کا نام لیا، منقبت لکھی
شعروں میں میرے خوشبو اُسی خوش ادا کی ہے
یوں تین دن کے واسطے گھر چھوڑتا ہے کون
سچ پوچھے تو باتِ خلوص و وفا کی ہے
سب عالموں کے تاج جو تھے، میرے پیر تھے
مسلمک میں چاشنی اسی شیریں نوا کی ہے
سید حسن کے بعد ہیں سجادے پر امین
اور ان کے دم قدم سے ہی رونقِ فضا کی ہے
سید نجیب کتنے ہیں خوش کام و خوش مزاج
اور ہاتھ میں کشادگی شاہِ سخا کی ہے
ہر سال بڑھتا جاتا ہے اشرفِ جنون شوق
یہ جشنِ عرسِ قاسمی رحمتِ خدا کی ہے

مفید شرعی ہدایت

تاج العلماء سراج العرفاء، سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ زمانہ سنی مسلمانوں کے لیے جیسا شدید ترین مصائب و ابتلاء اور آزمائش کا ہے وہ کوئی دھکی چھپی بات نہیں۔ ساری دنیا میں عموماً مخلص سنی مسلمانوں کے لیے جان و مال و عزت و آبرو ناموس و ایمان پر جو کچھ بیت رہی ہے اور جو مزید نیتنے کے آئندہ خطرات ہیں اونکا بیان تو بہت طویل ہے مولیٰ تعالیٰ اپنی حفظ و امان میں ہم بیکسوں بے بسوں کو داریں میں رکھے۔ دور کی بات تو دور کی ہے خود اپنے وطن اس ہندوستان کی سنیوں اور دیکھئے۔ تقسیم ہند اور نام نہاد آزادی اپنے ساتھ قتل و غارت، لوٹ کھسوٹ فساد اور بد امنی ضروریات زندگی کی روز افزوں اور حد سے گزری گرائی اور نایابی وغیرہ کا جو ایک ناقتناہی سلسلہ لائی ہے اگرچہ اس کی زد عام ہے مگر مصداق مثل مشہور ”نزلہ برعضو ضعیف می ریزد“ غریب اور کمزور مسلمان اس کا خاص شکار ہیں۔ اسلام اور سنیت کے کھلے ہوئے معاندین اور نام اسلام کو پردہ بنائے دعویداران اسلام۔ اسلام قدیم اور اہل سنت کے مذہب تویم کے مخالفین کفار و مشرکین۔ مرتدین و مبتدعین نے اپنی سی چلتی گویا اس کی قسم کھا رکھی ہے کہ وہ دین اسلام قدیم اور اہل سنت کے مذہب تویم اور ان کے سچے مخلص پیروں غریب مسلمانوں اہل سنت کا اس عالم سے نام و نشان مٹا کر رہیں گے۔ طرح طرح کی چالیں اور نئی ترکیبیں ہمارے کھلے ہوئے اعدا اور ان سے زاید مدعیان اسلام دشمنان دوست نما اپنے اس ناپاک منصوبے کو بروئے کار لانے کے لیے چل رہے ہیں۔ ناواقف عوام کی ناواقفیت اور ان پر اپنی نام نہاد حمایت اسلام و مسلمین کے لمبے چوڑے مکاری اور عیاری کے نعروں اور لاکاروں کی اندھیریاں ڈال کر وہ جو درحقیقت اسلام و سنت کے پکے دشمن ہیں اس وقت مسلمانوں کے



تاج العلماء سراج العرفاء
سید شاہ اولاد رسول محمد میاں
قادری برکاتی قدس سرہ

زبردستی کے ناخدا اوان کے نمائندے اور لیڈر مفتی اور واعظ علماء اور مشائخ پیر و مرشد مقتداء و پیشوا بنے بیٹھے ہیں۔ اوان کے قبضے میں پروپیگنڈا جو آج کی دنیا میں دنیا پرستوں کی کامیابی کا بہت بڑا ہتھیار ہے اوس کے بہ کثرت کثیر ذرائع ہیں۔ اخبار اور رسالے پریس اور پلیٹ فارم مکتب اور مدرسے، انجمنیں اور جمعیتیں لیکچرار اور خطباء بکثرت کثیر ہیں۔ غرض تحریر و تقریر قول و عمل سے نشر و اشاعت کے ذرائع کثیرہ اوان کے پاس ہیں اور ستم یہ کہ ان سب کے لیے طرح طرح کی چالاکیوں اور ترکیبوں سے لیا ہوا مسلمانوں کا ہی مال انھوں نے بڑی مقدار میں صرف کیا ہے اور ان ذرائع سے وہ اسلام و سنیت ہی کے نام پر اسلام و سنت کے ذبح کردینے کی کھلی اور چھپی جتنی بھی تدبیریں اوان سے بن پڑتی ہیں وہ سب اختیار کئے ہوئے ہیں۔ مساجد کے امام مدرسوں اور مکتبوں کے مدرس، انجمنوں اور جمعیتوں کے مالکان حل و عقد اسٹیجوں اور پلیٹ فارموں کے لیکچرار اور اسپیکر یہی بے دین و بدین بنے ہوئے ہیں اور الف کے نام اٹھانے جاننے والے ناواقف عوام کو خود دین دوست کے نام پر دین و سنت سے برگشتہ کر رہے ہیں اپنی طرح طرح کی کارروائیوں سے انھیں ناواقف عوام کے ووٹ لے کر مسلمانوں کے نام نہاد نمائندے بن کر ملکی دنیاوی حکومت کے چھوٹے اور بڑے صوبائی اور مرکزی اور مقامی حکومت اداروں اسمبلیوں کونسلوں اور میونسپلٹیوں وغیرہ میں یہی مدعیان اسلام لیڈران قوم دین و مذہب سے آزاد اور بے قید موجود ہیں اور وہاں اپنی تحریک و تجویز اور جوڑ توڑ سے خالص اسلامی دینی شرعی عبادات و معاملات کے سلسلے میں ایسے قوانین پیش اور پاس کر رہے ہیں جن سے ان مدعیان اسلام دشمنان دوست نما کو غر با و ضعفاء مسلمین اور اُن کے دینی اسلامی مراسم و شعائر و احکام اور دینی اسلامی اداروں مساجد اور مشاہد درگاہوں وغیرہ پر قبضہ اور بالادستی حاصل کر کے مسلمانوں کے نکاح و طلاق و حج و زکات وغیرہ با شرعی مسائل میں اپنی من مانی کرنے کے مواقع حاصل ہوں اور جو یہ چاہیں اُسے دنیوی حکومت کے قانون کی طاقت سے غریب بے بس و بے کس مسلمانان اہل سنت پر مسلط کرا سکیں اس کی ایک بالکل تازہ مثال مسٹر کاظمی کے مرکزی پارلیمنٹ میں پیش کردہ دو نئے بل بنام اوقاف بل اور قاضی بل ہیں۔ جن کے ذریعہ سے مسلمانان اہل سنت کے اوقاف اور اوان کے نکاح و طلاق و خلع اور حج و زکات وغیرہ کے خالص شرعی عبادات اور معاملات کو بنام نہاد خیر خواہی اسلام و مسلمین جمعیت العلماء ہند

اور مدرسہ دیوبند اور مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور وغیرہ کے وہابی دیوبندی ادارات اور افراد اور دوسرے آزاد اور بے قید دین و مذہب سے ناواقف اور قولاً و عملاً اوس کے مخالف لیڈران قوم کے ہاتھوں میں دینا چاہا ہے وہ اوقاف جو اسلامی کہلاتے ہیں بیشتر مسلمانان اہل سنت ہی کے قائم کردہ ہیں۔ آج جب کہ ان لیڈران قوم مدعیان اسلام مخالفان دین و سنت کو دنیوی قانونی اقتدار کامل حاصل نہیں ہے جب تو یہ طرح طرح کی ترکیبوں اور تدبیروں سے اُن اسلامی اوقاف کو اُن کے اصل بانیوں اور واقفوں کے منشا کے خلاف اپنے ذاتی فوائد اور دین و سنت کے کھلے ہوئے مخالف کاموں میں جو ان لیڈران قوم کے نزدیک محض بہ ظلم و تحکم اسلامی قومی کام ہیں صرف کر رہے اور صرف کرنے کی راہیں نکال رہیں ہیں۔ اگر یہ نئے بل قانون بن گئے تو سمجھ لیجئے کہ ان بے دین اور بد دین آزاد لیڈران قوم کو کتنا بڑا کارگر ہتھیار اسلامی اوقاف اور مسلمانوں کے دوسرے شرعی معاملات اور دینی عبادات میں سنی و اُفقین اور بانیان اوقاف اور صحیح دینی احکام کے صریح خلاف اپنے من گھڑت مخالف اسلام و سنیت کاموں میں اوقاف کامل صرف کرنے اور مسلمانان اہل سنت غریب پر اُن کے دین و مذہب حق کے مخالف کام کرانے اور تسلط بٹھانے کا ملے گا۔ کون نہیں جانتا کہ بہت سے اسلامی اوقاف اس لیے بانیوں نے وقف کیے ہیں کہ ان سے بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعراس اور فواج اور نیاز کے مصارف ہوں اور اوان کے مزارات متبرکہ کی عمارات متعلقہ درگاہوں کے قیام و بقا کا انتظام ہو مگر دیوبندی ان سب پر کفر و شرک و بدعت کے فتوے لگاتے اور نیچری آزاد اور بے قید ان سب کو کم از کم لغو و فضول سمجھتے ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ اوقاف اسلامی کا ایک بڑا بھاری منشاء اور مصرف یہ ہے کہ سلف صالحین اور بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی اُن تعلیمات حقہ کو جو اہل سنت کا مذہب توہم ہیں جاری رکھا جائے جن میں دیوبندیت اور نیچریت غرض ہر بد مذہبی اور بے دینی کی موت ہے۔ تو وقف بل کے قانون بن جانے پر کیا دیوبندی اور آزاد اور بے قید نیچری لیڈران قوم اوقاف اسلامی پر قانونی اقتدار پالینے کے بعد بھی یہ گوار کریں گے کہ جسے وہ کفر و شرک و بدعت جانتے ہیں اور جس میں اُن کی بے دینی اور بد دینی کی موت ہے اُسے اپنا قانونی بس ہوتے ہوئے جاری رہنے دیں۔ اور کوئی علانیہ و خفیہ مزاحمت نہ کریں۔ قریب قریب یہی تبصرہ قاضی بل کے لیے سمجھئے۔ قاضی ایکٹ بن جانے

کے بعد کیا ”سہیاں بھئے کتوال اب ڈرکا ہے کا“ منظر یہ لیڈر ان قوم غریب اور بے بس اہل سنت کے لیے پیش کرتے جھجکیں گے۔ پھر ہماری شامت اعمال اسی حد تک رکی ہوئی نہیں۔ بلکہ آج کل مرکزی حکومت میں ایک اور بل پیش ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ ملک میں بسنے والے مختلف مذاہب کے افراد کو بلا قید مذہب و ملت آپس میں ایک دوسرے سے نکاح اور شادیاں کر نیکاح دیا جائے اور قانوناً اس راستہ سے مذہب کی رکاوٹ کو دور کر دیا جائے۔ حالانکہ اسلامی قانون اس بارے میں صاف ہے اور دینی قانون کے رو سے مسلمان کے لیے نکاح اور اُس کے متعلقات طلاق وغیرہ کے احکام مفصل و معین مسلمانوں کے پاس موجود ہیں اور انھیں احکام میں مذہب قطعاً اور ضروری طور پر ملحوظ ہے۔ یعنی کسی مسلمان کو اسلام یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دین و مذہب سے قطع نظر کر کے اپنا رشتہ نکاح جس سے چاہے اُس سے جوڑے اس لیے یہ اس پیش شادیوں کا بل اگرچہ اس وقت یہ بھی کہا جائے کہ یہ جبری نہیں ہے بلکہ اختیاری ہے پھر بھی اسلامی دینی احکام میں جو مسلمانوں کی عبادات سے تعلق رکھتے ہیں صریح طور پر اور کھلی ہوئی مداخلت بیجا ہے۔ اس لیے کہ اسلام تو ایسے کسی حق کو سرے سے ہی تسلیم نہیں کرتا۔ پھر اس قانون کا دائرہ اثر صرف نکاح ہی تک محدود نہیں رہتا۔ بلکہ وہ نسب، وراثت، تولیت اوقاف وغیرہ مسلمانوں کے اُن دینی احکام تک جو اون کی عبادات سے تعلق رکھتے ہیں پہنچتا ہے اس لیے کہ بروئے قانون اسلام نسب وراثت تولیت اوقاف وغیرہ میں صحت نکاح کو بہت بڑا دخل ہے اور اس طرح اس بل کے ماتحت قانونی نکاح سے پیدا شدہ اولاد مسلمانوں کے اموال اور املاک و جائداد میں اور مساجد وغیرہ اوقاف کی تولیت وغیرہ میں قانوناً حقدار ٹھہرتی ہے جس سے اُن صحیح وارثوں اور شرعی متولیوں وغیرہم کی جو بروئے شریعت اسلامی اُس جائداد اور اموال کے اصل حقدار اور صحیح حقدار ہیں کثیر حق تلفی ہونے اور اُس کے سلسلے میں مسلمانوں کے نظام معاشرت میں گھریلو چپقلشوں اور آویزشوں اور نظام اوقاف کی درہمی و برہمی کے لیے دروازہ کھلتا ہے اور مسلمانوں اور غیر مسلموں میں بھی ملکی آبادی کی موجودہ ذہنیت دیکھتے ہوئے لڑائی جھگڑوں کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔ یہ بھی ہماری شامت اعمال ہے کہ ملکی حکومت جو اپنے آپ کو سیکولر کہتی ہے ایک ایسا قانون بنانے کی ضرورت محسوس کرے جس کے نتائج اور عواقب غریب مسلمانوں اور اُن کے دینی و مذہبی معاملات و ادارات کے لیے یہ دکھائی دیتے ہیں اور طرہ یہ کہ قانون اسلام سے

اس کھلے ہوئے مخالف قانون کی پہلے ہی قدم پر پیش ہوتے ہی یہ کہہ کر تائید کرنے والے کہ ”تمام ملک کے لیے ایک ہی قانون ہونا چاہیے“ (دیکھو روزنامہ ”الجمعیۃ“ ۹ اگست ۱۹۵۳ء) ایک مسلمان نام کے دکن پارلیمنٹ مسٹر جمل حسین ہیں فانا للہ وانا الیہ اجعون۔ اس سے بھی بدتر ہماری شامت اعمال کا منظر یہ ہے کہ آبادی کی اکثریت سے تعلق رکھنے والے بعض شریر اور گستاخ دریدہ دہن بے ایمان افراد نے مسلمانوں کے لیے سخت ترین اور اشد ترین دل آزار اور تکلیف دہ اپنا ملعون شعار یہ بنا رکھا ہے کہ آئے دن اور پیہم اپنے اخباروں رسالوں۔ تحریروں تقریروں میں برسر عام اسلام اور بڑے بڑے معظمان اسلام اور خود حضور پیغمبر اسلام علیہم الصلاۃ والسلام کی مقدس اور رفیع بارگاہوں میں بدترین گستاخیاں گندہ ترین زبان درازیاں بے اصل اور بے بنیاد سخت ملعون تہمت تراشیاں نہایت بیباکی سے کرتے چھاپتے اور شائع کرتے ہیں۔ یہ ایک ناپاک سلسلہ ہے جو ختم ہونے کو نہیں آتا اور ختم ہونے کو کیونکر آئے جبکہ مسلمان غریب اور کمزور ہیں اور زور آور حکومت غافل اور بے پروا۔ اسی سلسلہ کی ایک سخت ملعون کڑی وہ ایک ہندی کے گندے چیتھڑے امرت پتریکا الہ آباد کی وہ ملعون گستاخی ہے جو اوس نے حضور اقدس سید عالم سر دار دو جہاں فخر آدم و بنی آدم سرور کائنات ارواحنا للہ الفداء و صلی اللہ تعالیٰ علیہ آلہ و اصحابہ وسلم کی شان اقدس میں چھاپی اور شائع کی جس کا تصور بھی ایک مسلمان کے لیے روح فرسا ہے اور ہم اُسے بطور نقل بھی زبان پر لانے کے لائق نہیں سمجھتے۔ آج اس سرزمین میں اسلام غریب ہے اور مسلمان بظاہر بے کس اور بے بس اور غیر سچے مسلمانوں کی فریاد سننے والا اللہ و رسول جل و علا و علیہ الصلاۃ و السلام و علی آلہ و اصحابہ کے سوا اور کوئی نہیں حکومت وقت کی غریب مسلمانوں اور اُن کے مقدس دین اسلام کے ساتھ جو روشن ہے وہ اظہر من الشمس اور پھر وہ تو بقول خود لا دینی ہے تو ہم غربائے مخلصین اہل سنت اُس سے اپنے سچے دین اسلام قدیم اور اہل سنت کے مذہب تویم کی حفاظت و پاسبانی کی توقع ہی کیوں رکھیں۔

ان حالات و واقعات کے ہوتے ہوئے ہم غرباء کا چارہ کار یہی ہے اور یہ فقیر اپنے غریب اور کمزور مخلص سنی بھائیوں سے یہی عرض کرے گا کہ خدارا اب بھی اپنے پیدا کرنے والے رب جل و علا اور اُس کے محبوب پیارے علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلاۃ و الثنا کے ظاہر و باطن قول و عمل میں سچے پکے خالص مخلص و فرمانبردار بن جائیے۔ دنیوی

ظاہری حالات کے لحاظ سے امید صحیح کسی فائدہ کی ہو تو یہ جو پیہم مظالم اغیار کی طرف سے مسلمانوں اور ان کے دین اور معظمان دین پر ہو رہے ہیں اُن کی طرف پُر امن طریقہ پر حکومت وقت کو متوجہ کرنے میں چنداں مضائقہ نہیں۔ صاف صاف اُس پر ان بے ایمانیوں گستاخیوں دل آزاریوں سے اپنی اشد ترین اذیت اور بیزاری ظاہر کر دیجئے مگر اصل کام کی بات اور یقینی تیر بہدف چارہ کار ہمارے لیے یہ ہے کہ (۱) اپنے آپ کو اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سچا پاک مطیع و فرمانبردار محبت و محبوب بندہ پہلے بنا کر اس طرح اپنی فریاد سنی جانے کے لائق اپنے آپ کو ٹھہرا کر اپنی فریاد فریادرس حقیقی رب عزت تبارک و تعالیٰ اور اُس کی عطا سے اور اُس کے حکم سے اُس کے محبوب اپنے آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم ہی کے دربار میں ہم پیش کریں۔ یاد رکھیے ہم غرباء مسلمین کی حقیقی پائدار کامل اکمل داد رسی اور اعداء و دشمنان دین کی مکمل و مستقل قطعی سرکوبی وہیں سے اور صرف وہیں سے ہوگی (۲) یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ حقیقی بھروسہ تو اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی پر رکھیے ظاہری اسبابی لحاظ سے خود اپنے قوت بازو اور قوت عمل پر بھروسہ کیجئے۔ ہر گز ہرگز کسی بیدین و بد دین فرد اور جمعیت کی طرف دست التجانہ پھیلائیے ان میں سے کسی کو بھی خواہ وہ بابیہ کی جمعیت العلماء ہو یا لیگ و کانگریس سوشلسٹ و کمیونسٹ و مہاسبھا وغیرہ اسی قماش کی دوسری جمعیتیں اور انجمنیں اور ان کے اہلکاران و کارکنان ہر گز ہر گز اپنا مخلص چارہ گرا در بے لوث ہمدرد ہر گز نہ جانیے (۳) لیڈری چالوں سے بہت ہوشیار رہئے۔ تجربہ نے خوب ظاہر کر دیا ہے کہ لیڈری چالوں میں وقتی اظہار جوش و خروش۔ شور و غوغا۔ اشتعال میسود بلکہ مضرت بہت ہوتا ہے مگر ٹھوس اور پائدار مفید نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔ بلکہ اور غریب مسلمان کمزور سے کمزور تر ہو جاتے ہیں (۴) اہل سنت باہمی اتحاد اور تنظیم کریں ایک دوسرے کے دُکھ درد رنج و راحت کے شریک حال بنیں (۵) بری رسمیں اور محرّمات اور کھیل کود لغویات میں اپنے اوقات اور اموال کو ضائع کرنے سے بچا کر اپنی معیشت اور دنیوی مالی حالت درست کریں، سینما قطعاً دیکھنا چھوڑ دیں (۶) کاہلی اور بے عملی کو چھوڑیں۔ شریعت مطہرہ کو اپنا دستور العمل زندگی ظاہری و باطنی قولی و عملی بنائیں۔ طاعت و عبادت حق کے بعد جو اوقات بچیں وہ جائز تجارت مفید زراعت کار آمد اور سود مند صنعت و حرفت غرض اُن اُمور میں صرف کریں جن سے دنیا سنبھلے اور دین کو بھی اُس سے

قوت ملے (۷) صبر و قناعت اور تقویٰ سے گزر اوقات کرنا اور انھیں سے اعداء و مخالفین کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔ (۸) بقدر ضرورت علم دین ضرور حاصل کریں تو ان شاء اللہ العزیز الکریم و بفضل رسولہ العظیم علیہ وعلی آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ و التسلیم بیڑا پار ہے اور یہی اغیار و کفار و اشرار جو آج ہماری بد عملی اور بے عملی سے ہمارے جان و مال عزت و ناموس ہی پر نہیں بلکہ ہمارے مقدس دین اسلام اور پیارے مذہب اہل سنت اور ہمارے معظمان دین علی سید ہم شتم علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مقدس بارگاہوں اور رفیع شانوں میں گستاخ خیرہ سرادر دریدہ دہن ہیں کل ہمارا لوہا مانیں گے اور ہمارے سامنے سپر انداختہ ہوں گے۔ لیڈران قوم کے خود ساختہ پروگرام تو آجکل کے مدعیان اسلام نے بہت آزمائے اور اُن کے سخت مضرت اور مہلک نتیجے بھی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ فقیر کے برادران دین و طریقت اب اس شرعی دینی اسلامی سہل و مختصر بے شور و شر دستور العمل پر بھی عمل کر دیکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس ارشاد رحمانی کے جلوے اپنی آنکھوں دیکھ لیں گے۔ کہ من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً۔ جس نے اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہنا مانا بیشک وہ عظیم کامیابی کو پہنچا۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ

۲۱ ذی قعدہ الحرام ۱۴۱۱ھ



شوکت اسلام

تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول، محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

خدا یا دوعالم کا تو ہی داور تری ذات وادصاف اللہ اکبر
دوعالم ترے نور سے ہیں منور تجھی سے جلا پاتے ہیں لعل وگوہر
ترے نور سے روشنی ہے جہاں میں
زمین وزماں کرسی ولامکاں میں
تو ہی خالق جن وانس و ملک ہے تو ہی مالک بحر و برو فلک ہے
ترے قبضہ میں از سما تا سمک ہے ترے نور سے مہرومہ میں چمک ہے
دوعالم کا خالق تو ہی ہے تو ہی ہے
خلاق کارازق تو ہی ہے تو ہی ہے
مسخر ترے حکم کے بحر و بر ہیں ثنا تیری کرتے شجر اور حجر ہیں
بھکاری ترے در کے جن و بشر ہیں ترے تابع حکم، شمس و قمر ہیں
غرض تیرے مملوک ہیں دونوں عالم
جہاں میں ہے نافذ ترا حکم محکم
صدف کو چمکتے دیئے تو نے گوہر عطا آسماں کو کئے روشن اختر
حجر میں کئے پیدا لعل منور جو زینت گلو کی ہیں اور زیب افسر
یہ سب تیری قدرت کی جلوہ گری ہے
مسلم جہاں میں تری برتری ہے

محمد سا رہبر دیا تو نے ہم کو رسولوں کا سرور دیا تو نے ہم کو
یہ قرآن اطہر دیا تو نے ہم کو یہ دین منور دیا تو نے ہم کو
لقب ہم کو بخشا ہے خیرالام کا
ادا شکر ہو تیرے کس کس کرم کا
محمد وہ سردار ہے انس و جاں کا کیا اس کو حق نے ہے مالک جہاں کا
دیا ہے اسے علم غیب و عیاں کا وہ کاشف ہے بے شبہ راز نہاں کا
ہے شافع وہی روز محشر ہمارا
دو عالم میں اپنا وہی ہے سہارا
محمد پہ حق کی بہت ہے عنایت عطا نعمتیں کیں انہیں بے نہایت
فضائل انہیں بخشے بیحد و غایت کیا ان سے روشن چراغ ہدایت
جو تھے انبیا پہلے تشریف لائے
وہ سب امتی حق نے ان کے بنائے
محمد کو دی حق نے بے مثل شوکت بیاں مجھ سے کب ہو سکے ان کی مدحت
بتاؤں میں کیونکر تمہیں ان کی رفعت دوعالم کی حق نے انہیں دی حکومت
انہیں حق نے محبوب اپنا بنایا
دوعالم میں سکھ انہیں کا چلایا
محمد ہیں زینت زمین وزماں کے محمد شرف ہیں ملک، انس و جاں کے
سب ہیں وہ ایجاد کون و مکاں کے وہ مالک ہیں حور و قصور جنان کے
انہیں حق نے بیشک پہ رتبہ دیا ہے
تمامی خلاق سے افضل کیا ہے
محمد کی سطوت دکھاؤں میں کیا کیا محمد کی رحمت جتاؤں میں کیا کیا
کرم اور عنایت گناؤں میں کیا کیا تمہیں ان کی رافت سناؤں میں کیا کیا
میں کب کرسکوں پوری تعریف ان کی
ہے قرآن میں کی حق نے توصیف ان کی
ہوں کب خوابیاں مجھ سے ترقیم ان کی کہاں ہو سکے مجھ سے تتمیم ان کی
خدا کو ہے مطلوب تکریم ان کی ہے ایمان کی جان تعظیم ان کی

رہو جان اور دل سے تم ان پر قربان
سر آنکھوں پہ رکھو محمد کا فرمان
رکھو ان کے اصحاب سے بھی محبت کرو آل سے بھی دل و جاں سے الفت
خدا نے بڑی ان کو دی ہے فضیلت نبی نے ہے فرمائی خود ان کی مدحت
وہ بیشک ہیں ہادی و رہبر ہمارے
وہ بیشک ہیں سردار و سرور ہمارے
گران کی محبت پہ راسخ رہو گے قدم بر قدم ان کے گرم چلو گے
نہ ہرگز کبھی راہ حق سے ڈگو گے نہ شیطان کا مرکب کبھی تم بنو گے
نہ شیطان کو تم پر ہو کچھ دسترس پھر
نہ ہرگز چلے اس کا کچھ تم پہ بس پھر
تمہارے یہ ہیں دین و دنیا کے ہادی انہیں نے تو شرع نبی کو جلادی
طریقت کی رونق انہیں نے بڑھادی انہیں نے تو بزم حقیقت سجاد
یہ ہیں نور ایمان کے پھیلا نے والے
مدارج پہ عرفان کے پہونچانے والے
مفسر کلام خدا کے یہی ہیں محافظ بھی دین ہدی کے یہی ہیں
قدم بر قدم مصطفیٰ کے یہی ہیں تو سل تمہاری دعا کے یہی ہیں
گران کا چلن ہو تمسک تمہارا
تو بہکانے کا ہو نہ شیطان کو یارا
ہیں توحید کے سب یہ چکانے والے رسالت کے احکام پہونچانے والے
برے اور بھلے کے ہیں سمجھانے والے تمہارے مصائب میں کام آنے والے
شفاعت تمہاری خدا سے کریں گے
وکالت کا بوجھ اپنے سر پر دھریں گے
چلو ان کے پیچھے قدم بر قدم تم رکھو ان کی تعظیم میں سر کو خم تم
تمہارے یہ مخدوم ہیں اور خدم تم انہیں کے سبب سے ہوئے باحشم تم
خدا ان سے راضی رسول ان سے خوشنود
مخالف ہے ان کا خبیث اور مردود

سنائے نبی نے انہیں حق کے فرماں گنائے نبی نے انہیں سر قرآن
سکھائے نبی نے انہیں رکن ایمان بتائے نبی نے انہیں رمز عرفان
معلم کہاں تم کو ایسا ملا ہے
کہ جس کو خدا نے سبق خود دیا ہے
رسول خدا کا تھا یہ صاف فرماں مری آل و اصحاب اور پاک قرآن
تمہاری ہدایت کے ہیں سب یہ سامان نہ چھوڑو کبھی ان کا بھولے سے داماں
کرو پیروی ان کے احکام کی تم
سند لو انہیں سے ہراک کام کی تم
یہ فرمان جب تک کہ پیش نظر تھا تو بس اپنا راہ ہدی پر گذر تھا
کسی سے نہ کچھ ہم کو خوف و خطر تھا نہ شیطان ملعون کا ہم کو ڈر تھا
نکوئی تھی دارین کی ہم کو حاصل
ہمارا ہراک شخص تھا فرد کامل
کوئی امر مشکل جو پیش ہم کو آتا حدیث اور قرآن ہمیں تھا بتاتا
صحابہ کافراں پتہ تھا چلاتا ہدایت کا رستہ ہمیں تھا دکھاتا
نہ خود رائی کو کچھ بھی ہم دخل دیتے
بتاتے جو وہ اس کو ہم مان لیتے
قواعد شریعت کے ہم کو بتاتے رموز طریقت تھے ہم کو سکھاتے
حقیقت کے جلوے ہمیں تھے دکھاتے وہ تھے ہم کو اللہ والا بناتے
مدارس، مساجد میں وہ درس دیتے
جو کچھ پوچھنا ہو تا ہم پوچھ لیتے
وہ قرآن کی تجوید ہم کو سکھاتے وہ منسوخ ناخ ہمیں تھے بتاتے
مطالب معانی ہمیں تھے گناتے غرض وہ مفسر ہمیں تھے بناتے
جو قرآن کے معنی نبی نے سکھائے
وہی بے کم و کا ست ہم بتائے

ہماری ہی سب قومیں ذمہ ادا تھیں
 ہمارے سہارے گذر اپنا کرتیں
 یکا یک زمانہ نے گردش جو کھائی اور ادبار و ذلت کی ساعت جو آئی
 تو آکر خودی دل میں ایسی سمائی کہ ہاتھوں سے کھو بیٹھے اپنی کمائی
 وہ دولت جو صد ہا برس سے تھی ہم میں
 گنوا کی خودی نے وہ اک دم کے دم میں
 خودی نے جو اپنا نقشہ جمایا معین اس نے شیطان کو اپنا بنایا
 تو دونوں نے دام مکائد بچھایا اسے پھانسا جس کو کہ خود رائے پایا
 وہ سب آچھنے جو خودی پر تھے مائل
 مگر وہ بچے جن کے تھا فضل شامل
 خودی نے یہ کانوں میں آکر پکارا کہ ہے تجربہ تم کو کافی تمہارا
 سلف کا پکڑتے ہو تم کیوں سہارا یہ تکلیف کرتے ہو تم کیوں گوارا
 تمہاری سی تحقیق ان میں کہاں تھی
 یہ تدقیق ان کی نظر سے نہاں تھی
 خودی نے سبق آکے جب یہ پڑھایا تو شیطان کے ہاتھ بھی وقت آیا
 وہ دے دھوکہ اس راہ پران کو لایا کہ رستہ بزرگوں کا ان سے چھڑایا
 حدیثوں میں دینے لگے دخل اپنا
 لگے کرنے قرآن میں تاویل بیجا
 سلف کی یہ تاکید تھی سب کو پیہم کرو نفس کو تم شریعت پہ محکم
 نہ بد مذہبوں کے بنو یار و ہمد تمہارے لئے دوستی ان کی ہے سم
 نہ کفار سے کرنا ہرگز محبت
 نہ بد مذہبوں سے کبھی کرنا الفت
 یہ شیطان جو تھا دشمن دیں ہمارا کیا نفس کو اس نے سن کر اشارہ
 کہ کب ہوگی کلفت یہ تجھ کو گوارا کہاں تجھ کو برداشت کا اس کی یارا
 بھلا تو یہ تکلیف کیونکر سہے گا
 نہ یہ بوجھ تم سے کبھی اٹھ سکے گا

سنا جو نبی سے سنایا وہ ہم کو
 سلوک اور تصوف سکھایا وہ ہم کو
 بلندی پہ پہنچا ترقی کا پایا
 جسے دیکھ کر چرخ نے رشک کھایا
 جہاں میں ہمارا نہ تھا کوئی ہمسر کسی کے طریقے نہ تھے ہم سے بہتر
 رہا فضل خالق کا جب تک کہ ہم پر مبارک یہ قول ان کا تھا ہم کو ازبر
 ہماری کبھی راہ مت چھوڑنا تم
 نہ اس رستہ سے منھ کبھی موڑنا تم
 جو اس حکم پر ہم نے ہمت جمائی جہاں میں ترقی کی نوبت بجائی
 مسلم تھی قوموں میں اپنی بڑائی یہ دیتا تھا چاروں طرف سے سنائی
 کہ امت یہ بے شبہ خیرالام ہے
 خدا کا بہت اس پہ فضل و کرم ہے
 کسی قوم کو ہم سے تھی کچھ نہ نسبت کسی کو میسر نہ تھی ایسی عزت
 نہ ایسی شجاعت، نہ ایسی فتوت نہ ایسی لیاقت، نہ ایسی مروت
 ہماری تھی دنیا و دیں تھا ہمارا
 ہمیں سے تو اقبال تھا قول ہارا
 زبان جہاں پر تھے اپنے فسانے وہ تھا کون ایسا جو ہم کو نہ جانے
 ہمارے تھے لوہے زمانہ نے مانے ہیں تاریخیں گاتی ہمارے ترانے
 سب اقوام کے ہم نے دعوے مٹائے
 بڑے اونچوں کو ہم نے نیچے دکھائے
 ہم اپنے طریقے پہ ثابت قدم تھے بزرگوں کے اپنے قدم پر قدم تھے
 کسی طرح سے ہم کسی سے نہ کم تھے سب اقوام میں سربرآوردہ ہم تھے
 نہ جب تک طریقہ بزرگوں کا چھوڑا
 نہ اقبال و دولت نے منھ ہم سے موڑا
 ہزاروں کو ہم نے لکھایا پڑھایا علوم اور فنون سب کا ماہر بنایا
 کسی پر اگر پڑ گیا اپنا سایا تو اقبال نے منھ اسے آدکھایا

ہوا پھر یہ شیطان کا حکم اول سمجھ لو کہ سب مسئلے ہیں ماؤل
موافق جو ہے نفس کے ہے وہ اکمل مخالف جو ہے نفس کے ہے وہ مہمل
ہو خوش نفس جس سے وہی دیں بنا لو
جودل چاہے ان میں گھٹالو بڑھا لو
غرض راہ پر اپنی شیطان لایا خودی نے بھی رنگ اپنا چوکھا جمایا
نہ سوچھا انہیں پھر تو اپنا پرایا پرانا وہی راگ شیطان کا گایا
کہ ہم ہیں سلف سے بہر حال بہتر
کسی امر میں ہم نہیں ان سے کمتر
ہمیں کیا ضرورت جو پاس ان کے جائیں مطالب ہمارے نہ ان سے برائیں
پرانی فشن کی تھیں سب ان کی رائیں تو کیوں آپ کو ان کا پیرو بنائیں
وہی بات اچھی ملے جس میں دولت
اگر چہ مخالف ہو اس میں شریعت
شریعت کا قانون ہے گرچہ فائق پرانے ہی تھے لوگ کچھ اس کے شائق
نہ اب وہ زمانہ، نہ اب وہ خلائق ہمیں چاہئے نیوفیشن کے لائق
پرانے طریقے کو پھر کیوں بنائیں
شریعت میں جدت نہ کیوں کر دکھائیں
یہ پٹی جو شیطان نے ان کو پڑھائی تو چربی پھر آنکھوں پہ کچھ ایسی چھائی
لگے اپنے منہ کرنے اپنی بڑائی بہت رائے اپنی پسند ان کو آئی
رہی پھر نہ پابندی قرآن کی باقی
حدیث نبی کو بھی ٹھہرائی ردی
غرض خوب شیطان نے ورغلا یا بہت راہ پر ان کو اپنی لگایا
مراتب کا فرق اس نے ان کو بھلایا غرور ان کے سر میں بہت پھر سما یا
غرض ان کو دام مکائد میں کرصید
بنایا انہیں شرع سے اس نے بے قید
خدا کا یہ فرمان برحق تھا سب کو کہ تم کافروں سے محبت نہ رکھو
مخالف کو دیں کے نہ تم دوست سمجھو بناؤ نہ تم راز دار اپنا ان کو

مگر قبضہ شیطان نے پایا یہ ان پر
بھلایا یہ فرمان حق ان کو یکسر
نہ اغیار سے پھر رہی ان کو نفرت ہوئی ان سے پیدا بہت دل میں الفت
گوارا نہ ہرگز ہوئی ان کی فرقت سوچھائی یہ شیطان نے ان کو وسعت
کہ مذہب کا پاس اپنے دل سے اٹھاؤ
جسے چاہو یار اپنا اس کو بناؤ
غرض نفس جب ہو گیا اس پہ محکم تو غیروں سے گل مل گئے ہو کے بے غم
عقائد نے پیوند کھایا جو باہم اسی سے ہوا دفتر دین برہم
رہ حق سے شیطان نے ان کو پھیرا
ضلالت کے میدان میں ان کو گھیرا
کسی کو یہودی بہت دل سے بھایا کسی نے نصاریٰ کو بھائی بنایا
مجوسی کو جاکر کسی نے لبھایا کوئی ہندوؤں کے طریقے پہ آیا
حدیث اور قرآن گئے بھول یک دم
لگے رہنے آزادی سے مل کے باہم
بہت دل میں غیروں سے الفت بڑھائی سمجھنے لگے ان کو یہ اپنا بھائی
انہیں کی سی صورت بھی سب نے بنائی غرض ان کی ہر بات خوش دل سے آئی
جو بد مذہبی پر ہوئے دل سے شیدا
تو بد مذہبوں کے ہوئے فرقے پیدا
روافض خوارج وہابی و نیچر خباثت میں جن کی لکھے جائیں دفتر
ہوئے فلسفی اور ملحد بھی اکثر ہیں شیطان سے گم رہی میں جو بڑھ کر
ہیں ان کے علاوہ بہت اور فرقے
غرض سب کے سب ہیں یہ شیطان کے چیلے
زبانی ہیں دلدادہ ایمان کے یہ بہت بنتے پیرو ہیں قرآن کے یہ
حقیقت میں بندے ہیں شیطان کے یہ ہیں بے شبہ دشمن مسلمان کے یہ
امام اپنا شیطان کو ہے بنایا
وہی کرتے ہیں یہ جو اس نے بتایا

نہ قرآن و سنت پہ ان کی نظر ہے نہ حلت نہ حرمت کی ان کو خبر ہے
 نہ خوف خدا ہے نبی سے نہ ڈر ہے شب و روز بس فکر تحصیل زر ہے
 بنے جس طرح سے کریں مال حاصل
 نہیں دیں کے طالب یہ دنیا کے سائل
 وہی بات سیکھیں ملے جس سے دولت ملے جن سے دنیا کریں ان سے خلت
 کریں کافروں سے یہ دل سے محبت اگر چہ یہ سب ہو خلاف شریعت
 جو ملتی ہے دنیا نہیں اس کی پرواہ
 خرابی پہ عقبی کی کرتے نہیں آہ
 کریں نام سے دیں کے گر کوئی جلسا تو اس کا بھی مقصود اصلی ہو دنیا
 بزرگوں پہ ہو وطن اور طعن بیجا مسلمان جو باقی ہیں ہو ان پہ ٹھٹھا
 اگر چہ ہیں اسلام کے مدعی یہ
 ہیں دراصل شیطان کے مقتدی یہ
 روافض خوارج وہابی و نیچر ہنود و نصاریٰ ہیں جلسے کے ممبر
 پڑھا جاتا جلسے میں ہے یہ ہی لکچر کہ ہو جاؤ مذہب سے آزاد یکسر
 جو ہیں قید مذہب کے پابند ان کو
 کسی طرح بہکا کر اپنا ساکر لو
 شریعت کا قانون بہت ہے پرانا تمادی ضروری ہے اس میں لگانا
 نئے لوگ ہیں اور نیا ہے زمانا ہے لازم نیا اپنا قانون بنانا
 قواعد سب آسان ایسے بناؤ
 نہ تکلیف دنیا میں جن سے ذرا ہو
 بنے مجتہد اور مجدد یہ جاہل سمجھنے لگے آپ کو سب سے عاقل
 مقلد کو کہتے ہیں یہ لوگ غافل ہے تقلید آرام میں ان کے حائل
 غرض باقی پیرو ہیں جو مصطفیٰ کے
 شب و روز ہوتے ہیں ان پر تہرے

شفاعت کا ہیں بعض انکار کرتے خوارق کرامت پہ تکرار کرتے
 ہیں شش مثل پر بعض اصرار کرتے رسول خدا کو ہیں بیزار کرتے
 مجالس کو مولد کی بدعت ہیں کہتے
 ندا اور توسل کو شہتت ہیں کہتے
 کوئی منکر معجزات نبی ہے کسی کو ولیوں سے ضد آپڑی ہے
 ہے ندوی کوئی، دیوبندی کوئی ہے کوئی قادیانی، کوئی فلسفی ہے
 قدامت کا عالم کی مظہر ہے کوئی
 قیامت کے آنے کا منکر ہے کوئی
 کوئی نیچریت پہ ہے دل سے مائل فرشتوں کو کہتا ہے وہ وہم باطل
 نہیں وہ بہشت اور دوزخ کا قائل بنا ہے وہ قبر اور برزخ سے غافل
 سمجھتا ہے دنیا کو وہ قبر و برزخ
 یہیں اپنی جنت یہیں اپنی دوزخ
 فقیہوں سے دل میں کدورت کسی کو ائمہ کی جانب سے نفرت کسی کو
 صحابہ سے دل میں عداوت کسی کو رسول خدا سے شکایت کسی کو
 مسلمان کہنے کو ہے نام ان کا
 جڑ اسلام کی کاٹنا کام ان کا
 حدیثوں کو مصنوعی کہتا ہے کوئی تو قرآن محرف بتاتا ہے کوئی
 تبرّا صحابہ پہ کرتا ہے کوئی ائمہ سے بھی بغض رکھتا ہے کوئی
 ہیں ظاہر میں بنتے بڑے متقی یہ
 پہ شیطان کے باطن میں ہیں مجرئی یہ
 کوئی رکھتا صدیق سے ہے عداوت کوئی رکھتا فاروق سے ہے خصومت
 کسی کو ہے عثمان سے سخت نفرت کسی کو ہے مولیٰ علی سے کدورت
 کوئی اہل بیت نبی کا ہے دشمن
 غرض سب کے سب ہیں یہ ایماں کے رہزن

یہ ہے گاندھویت کی اصل ابتدائی ہے اس کی اسی پر ہی ساری چنائی
 کہ سمجھیں مسلمان مشرک کو بھائی نہ اس سے رکھیں کچھ بھی ہرگز جدائی
 بہم اس سے ایسے ہوں یکجا ویکدل
 رہے درمیاں میں نہ کچھ حدفاصل
 یہ شیطان نے جب کان میں آکے پھونکا بڑھا پھر تو مشرک پرستی کا لپکا
 جتن کون سا رہ گیا پھر وہ ایسا جوان گاندھیوں نے کرنے سے چھوڑا
 مسلمان کا مشرک کو واعظ بنایا
 مساجد میں منبر پر اس کو چڑھایا
 یہ ہیں گاندھی خاص شیطان کے بندے عقائد ہیں ان کے بہت سخت گندے
 مسلمانوں پر ڈالتے ہیں یہ پھندے خلافت کا لے نام کرتے ہیں چندے
 یہ پھر ان سے کرتے ہیں جاسیر لندن
 خدا ان سے سمجھے یہ ہیں سخت پرفن
 مسلمانو، جاگو یہ لیڈر غضب ہیں نئی ان کی چالیں طریقے عجب ہیں
 انہیں اخذ زر کے بہت آتے ڈھب ہیں اسی فکر میں رہتے یہ روز و شب ہیں
 یہ سوچا ہے اب زر کشی کا طریقہ
 بناتے ہیں اب یہ امیر الشریعہ
 خلافت کا جو شور انہوں نے مچایا اگر چہ شریعت کی حد میں نہ آیا
 نہ سلطان نے کچھ فائدہ اس سے پایا مگر یاروں نے خوب روپیہ کمایا
 جو بچ پوچھو تو اس سے مطلب یہی تھا
 کہاں کی خلافت کہاں کا خلیفہ
 یہ شیطان کے بندے بے زرخیدے ہیں تعریف مشرک میں پڑھتے قصیدے
 بہت پھیر والے ہیں نکلے مکیدے ذرا غور سے سننا ان کے عقیدے
 بناتے ہیں مشرک کو خضر و مسیحا
 اور بالقوۃ اس کو نبی بھی خدا کا

حدیث اور قرآن کو یک لخت چھوڑا ائمہ کی تقلید سے منہ کو موڑا
 بزرگوں سے رشتہ مودت کا توڑا غلامی کا شیطان سے رشتہ جوڑا
 وہ جس راہ چاہے انہیں ہے چلاتا
 اشاروں پہ ہے اپنے ان کو نچاتا
 خدا کا بھی باقی نہ ان کو ادب ہے یہ اس پر بھی منہ آئیں کیسا عجب ہے
 کہیں اس کو کاذب، یہ کیسا غضب ہے جو کرتا ہے منع اس پہ شور و شغب ہے
 اور اس پر یہ دعویٰ کہ ہم مولوی ہیں
 نہیں مولوی بلکہ کافر غوی ہیں
 نبیوں کی تعظیم سے جی چرائیں ولیوں کی تکریم سے رنج کھائیں
 نہیں علم اور دیں جہالت سے رائیں ائمہ کی تقلید سے دم دبائیں
 کہے کون ان کو کہ یہ مولوی ہیں
 وہابی ہیں نجدی کے سب مقتدی ہیں
 خدا نے دیا علم غیب انبیا کو خصوصاً ہمارے نبی مصطفیٰ کو
 ہے پر اس سے انکار ان اشقیا کو نہیں مانتے یہ عطاء خدا کو
 کہیں غیب ہو بھی نبی کو تو ایسا
 کہ چوپایوں اور پاگلوں کو ہو جیسا
 نبی کے تو یہ غیب پر کڑ کڑائیں پہ شیطان کو ملنے کی نصیب دکھائیں
 یقین وسعت علم شیطان پہ لائیں نبی پر یہ شیطان کو افضل بتائیں
 ہے مرتد یہ سارا گروہ اشقیا کا
 محل ہے نہ کچھ اس میں چون و چرا کا
 غرض فتنہ ہر روز اک اٹھ رہا ہے جو پچھلا ہے اگلے سے بھی کچھ سوا ہے
 بڑا وقت اسلام پر آ پڑا ہے بہت سخت فتنہ نیا اک اٹھا ہے
 بہت اس کی ہندوستان میں ہے شورش
 ہے اسلام پر گاندھویت کی یورش

ہے مشرک سے ان کو بہت ہی محبت یہ تعظیم سے اس کو کہتے ہیں ”حضرت“
 خدا نے تو فرمائی مشرک پہ لعنت مگر یہ اسے کہتے ہیں حق کی رحمت
 جو ملعون کو حق کی رحمت بتائے
 وہ لعنت سے اس کی نہ کیوں حصہ پائے
 بہت جوش مشرک پرستی دکھا کر خدا و نبی سے نہ کچھ خوف کھا کر
 ہے اسٹیج پر کہتا اک لیڈر آکر کہ گاندھی کو حق نے ”مذکر“ بنا کر
 ہے دینی فریضہ سکھانے کو بھیجا
 ہدایت کا رستہ دکھانے کو بھیجا
 وہ مشرک جو خود راہ بھٹکا ہوا ہے اندھیری میں جوشرک کی مبتلا ہے
 ہدایت کی جوراہ سے خود جدا ہے جو پھندے میں شیطان کے خود پھنسا ہے
 یہ ہیں ایسے اندھے کو رہبر بناتے
 اُسے اپنا حامی ویاور بتاتے
 مساجد میں مشرک کا ماتم منائیں دعا مغفرت کی بھی اس کی کرائیں
 جنازہ بھی اس کا یہ پڑھنے بلائیں اٹھا اس کی ٹکٹی یہ مرگٹ کو جائیں
 ذرا دیکھنا ہیں یہ اعمال ان کے
 یہ ہیں سخت بے دیں خدا ان سے سمجھے
 کوئی اپنے ماتھے پہ قشقہ لگائے ہے ہولی دوالی بھی کوئی منائے
 کوئی رام نومی میں ناچے نچائے دسہرے میں جا کوئی راکھی بندھائے
 کوئی مندروں میں کرے جائے پوجا
 چڑھائے وہاں جا کے بت پر چڑھاوا
 یہ لیڈر بھی سوچا کرتے ہیں چالیں کہ اک مذہب ایسا نیا یہ نکالیں
 مسلمان و مشرک کو جس سے ملا دیں جو ہے باہمی فرق اس کو مٹا دیں
 ہے پریاگ و سنگم بتوں کا جو معبد
 مقدس بنائیں اسے یہ مقصد

شعار خدا کو ہیں یہ بند کرتے ہیں قربانی گاؤ سے سخت جلتے
 حرام اور مردار ہیں اس کو کہتے اور اس میں معائب بہت ہیں یہ گڑھتے
 مسلمان جو ہے گائے قربانی کرتا
 یہ تکفیر کا اس کی دیتے ہیں فتویٰ
 یہ اسٹیج پر جا کے گاتے ہیں یہ گت کہ ہیں ہندو بھائی کرو ان سے الفت
 اگر ہوگئی تم کو ان سے محبت تو بس کر لی اسلام کی تم نے خدمت
 اگر ہندوؤں کو کیا تم نے راضی
 تو سمجھو کہ راضی ہے تم سے خدا بھی
 مسلمان خلافت کی کر لیں گے خدمت ہمیں تو ہے بس ہندوؤں سے محبت
 انہیں آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے خلافت تو ہم خوب اس کی بنائیں گے درگت
 خلیفہ اگر ہندوؤں سے لڑیں گے
 تو اک ہندو کے بدلے ہم دس کٹیں گے
 بہت صاف اعلان سے ہیں یہ کہتے کہ ہم تو مقلد ہیں بس مشرکوں کے
 اور پس رو بھی کیسے کہ بس ہو کے اندھے چلیں گے اندھا دھند ہم ان کے پیچھے
 ہے قرآن و سنت میں جو عمر گذری
 کہیں بت پرستی پہ ہم نے چڑھا دی
 نبی کی تو طاعت یہ جب ہی کریں گے کہ جب ان کو معروف کا حکم دیں گے
 مگر حکم گاندھی سے جو بھی ملیں گے یہ بس سر جھکا کر انہیں مان لیں گے
 یہ ہے ان کے نزدیک مشرک کی عزت
 نبی سے بھی بڑھ کر یں اس کی طاعت
 یہ مشرک کو کیا کچھ نہیں ہیں بڑھاتے ہیں بے کارے بھی اس کی بے کے لگاتے
 یہ ہیں روح اعظم بھی اس کو بناتے کہ مہاتما ہیں یہ اس کو بتاتے
 بناتے ہیں مرتد کو یہ شیخ اسلام
 غرض ان کو اسلام سے ہے نہیں کام

وہابی جو قائل ہیں کذب خدا کے ہیں دشمن ہمارے نبی مصطفیٰ کے
 ہیں موہن فقیہوں کے اور اولیا کے صحابہ کے اور عالمان ہدیٰ کے
 یہ کہتے ہیں ہے قرب حق ان کو حاصل
 وہی تو ہیں صدق و امانت کے حامل
 غرض جتنے موجود ہیں اہل بدعت یہ ان سے کریں اتحاد اور محبت
 بہت ان سے رکھتے ہیں یہ دل میں الفت نہیں ان کو ان سے ذرا بھی عداوت
 عداوت تو ہے ان کو بس سنیوں سے
 تم اے سنیو بچنا ان پرفنوں سے
 سناؤں میں کیا کیا لیا ڈر کی حالت دکھاؤں تمہیں ان کی کیا کیا خباثت
 یہ ایجاد کرتے ہیں کیا کیا ضلالت ہے اسلام و سنت سے ان کو عداوت
 وہی اتحاد ان کی اصل آ کے ٹھہرا
 کہ اسلام کا جو ڈوباتا ہے بیڑا
 تھی ندوہ کو بھی پہلے یہ دھن سائی اسی پر تھی اس نے بھی ہمت جمائی
 کہ بد مذہبوں سے نہ رکھو جدائی جو ہو کلمہ پڑھتا اسے سمجھو بھائی
 ہوں پھر اس کے کیسے ہی گندے عقیدے
 تمہیں کیا وہ کلمہ تو پڑھتا ہے منہ سے
 مگر گاندھویوں کا اونچا ہے پارا نہیں قید اتنی بھی ان کو گوارا
 یہ کب کلمہ گوئی کا پکڑیں سہارا کھلے مشرکوں سے کریں بھائی چارا
 بہت اتحاد ان کا رکھتا ہے وسعت
 نہ ہے کلمہ گوئی کی اس میں ضرورت
 یہودی سے یہ جا کے الفت بتائیں مجوسی سے یہ جا کے خلت بڑھائیں
 نصاریٰ سے یہ جا کے سنگت منائیں یہ ان سب سے لازم موڈ بتائیں
 ہیں ہندو تو بس ان کی آنکھوں کے تارے
 بہت ان کو سکھ بھی ہیں دل سے پیارے

غرض گاندھویوں نے لالچ دلا کر بہت جا بجا جال اپنا بچھا کر
 بہت نام کے مولوی بھی ملا کر مشیخت کے بھی مدعی کچھ لبھا کر
 دی جہاں پر ڈال اک دم اندھیری
 زرو مال پر ان کے پھر جھاڑو پھیری
 زرو مال کی کرچکے جب صفائی نہ باقی رکھی گھر میں جب ایک پائی
 تو پھر جیل کی سیر ان کو دکھائی جو تھی آبرو باقی وہ بھی گنوائی
 غرض خوب ان کی بنائی حجامت
 رکھا جس پہ ہاتھ اس کی بس آئی شامت
 بدن پر جو باقی تھے دو ایک کپڑے غریب اپنی تن پوشی کرتے تھے جن سے
 نجاست غلاظت کے دے اپنے فتوے لیا ڈر نے آخر جلا وہ بھی ڈالے
 غریبوں کو تو ننگا بھوکا پھرایا
 زرو مال سے ان کے خود عیش اڑایا
 نہ بھر پائی اتنے سے بھی جب طبیعت تو ڈالی غریبوں پہ تازہ مصیبت
 یہ فتوے دیے فرض ہے یاں سے ہجرت ضروری بہت ہے یہ حکم شریعت
 مکانوں کا نام اپنے لکھوا قبلا
 غریبوں کو پھر سوئے صحرا نکالا
 غریبوں کو تو گھر سے بے گھر بنایا انہیں کوہ و صحرا میں حیراں پھرایا
 عزیزوں قریبوں سے ان کو چھڑایا مگر ایک لیڈر نہ اس ڈھب پہ آیا
 کہ کرجاتا ساتھ ان کے وہ خود بھی ہجرت
 غریبوں کا رہتا شریک مصیبت
 یہ مانا ہے لازم خلافت کی خدمت بجالائے اس کو جو رکھتا ہے وسعت
 مگر یہ تو ہم کو بتا دیجئے حضرت کہ کیا اس کی ایسی ہی ہوتی ہے صورت
 کہ خود چین سے پاؤں پھیلا کے سونا
 غریبوں کو پر دین و دنیا سے کھونا

خلافت کے جھنڈے انہوں نے گھمائے خلافت کے ڈولے انہوں نے اٹھائے
 خلافت کے تھیٹر انہوں نے دکھائے بہت نام سے اس کے چندے اُگھائے
 یہی ان کا مقصد یہی مدعا تھا
 خلافت سے ورنہ علاقہ ہی کیا تھا
 وہ گاندھی جسے رہنما تھا بنایا غلامی میں اس کی یہ ان کو سایا
 کہ اک تخت پر بیٹھ چرخہ چلایا بنا کر سوانگ اس کا دردر پھرایا
 کہا روں کے کندھوں پہ اٹھوا کے ڈولے
 یہ چرخے کی روں روں سنانے کو نکلے
 حدیثوں میں گر آئی چرخہ کی مدحت تو تسلیم ہم کو بھی ہے وہ فضیلت
 مگر دیکھئے اس طرف بھی تو حضرت کہ فرمان وارد ہے وہ کس کی نسبت
 نبی نے تو ہے عورتوں کو بتایا
 تو پھر آپ نے کیسے خرچہ چلایا
 اگر آپ رکھتے ہیں کھدر سے الفت نہیں مانچسٹر کے کپڑے سے رغبت
 نہ ہو اس میں گاندھی پرستی کی علت نہیں پھر تو ہم کو بھی ہو اس میں حجت
 ہے جب اس میں گاندھی پرستی نمایاں
 تو پھر کیسے تسلیم ہو اس کو شایاں
 سبق ان کو گاندھی نے ایسا پڑھایا کہ ان کو چلن عورتوں ہی کا بھایا
 ہنر تھا جو مردوں کا وہ سب چھڑایا شجاعت بسالت کودل سے بھلایا
 ”اہنسا“ میں اس کی پھنسنے ایسے آکر
 کہ کھانے لگے جوتے خود سر جھکا کر
 بنی گاندھیوں کی ہے جو یہ درگت ہے اہل بصیرت کو اک درس عبرت
 نہیں دین کھو کے کوئی پاتا عزت یہ درگت ہے اک اس کی تازہ شہادت
 ہوئی ان کے ہی ہاتھوں خود ان کی خواری
 ہے تقلید گاندھی سے آفت یہ ساری

عمامہ پہ ان کی طبیعت نہ آئی نہ ترکوں کی ٹوپی بھی کچھ ان کو بھائی
 یہ گاندھی پرستی نے ان کو سوجھائی کہ گاندھی کی کیپ اپنے سر پر جمائی
 تھی محبوب گاندھی پرستی جو حد بھر
 تو اس کی نمایاں علامت کی سر پر
 تھی کل تک موالات کنسل کی شرکت یہ ٹھہراتے تھے اس کو کفر و ضلالت
 لگاتے تھے اس پر یہ فتوائے حرمت مگر آج اک ساتھ پلٹی یہ رنگت
 کہ وہ کفر ہی آج ایمان ٹھہرا
 اسی پر معلق ہے عرفان ٹھہرا
 یہ ہیں اہل صدق و صفا کوستاتے بہت گالیاں ہیں یہ ان کو سناتے
 ہیں دینداری سے ان کی یہ خار کھاتے یہاں تک کہ کافر ہیں ان کو بتاتے
 مسلمان غم کھائیں اس کا نہ اصلا
 انہیں پر پلٹتا ہے خود کفر ان کا
 خلافت کے نوے ہیں یہ خوب گاتے ہیں رقت کے بھی بند ان میں ملاتے
 ہیں زر کے لئے خوب روتے رلاتے مگر ہیں اُسی منہ سے یہ بھی جتاتے
 کہ گر ہند کارخ خلیفہ کریں گے
 تو ہم لے کے تلوار اس سے لڑیں گے
 یہ بے پردہ ہیں عورتوں کو پھراتے ہیں اسٹیج پر ان کی صورت دکھاتے
 ہیں پھرواں یہ تقریریں ان سے کراتے ہیں شیریں زبانی سے ان کی لہاتے
 معائب بتاتے ہیں پردہ میں گڑھ کر
 انہیں کے ہیں پھر ان سے دلواتے لکچر
 کہاں تک میں ان کے عقیدے سناؤں کہاں تک میں ان کے مکیدے دکھاؤں
 اگر ایک دو ہوں تو تم کو گناؤں نہ جو حصر میں آئیں پھر کیا بتاؤں
 نثار اپنا گاندھی پہ کر بیٹھے ایماں
 دل و جاں سے ہیں مشرکوں پر یہ قرباں

بہت کید کے جال پھیلا رہے ہیں ہزاروں ہی مکر اپنے دکھلا رہے ہیں
یہ جہال کو خوب پھسلا رہے ہیں انہیں نام سے دیں کے بہکار ہے ہیں
نہیں ان میں باقی حیا کا پتہ ہے
نہ کچھ ڈرنی سے، نہ خوف خدا ہے
نہ کرتا حفاظت اگر فضل مولیٰ تو دیندار کھاجاتے البتہ دھوکا
مگر تھا نگہبان جو فضل اس کا تو پھر چل سکا مغویوں کا نہ شوشا
وہ چل سکتا کیسے کہ ہے حق یہ فرماں
کہ اک فرقہ امت کا ناجی رہے ہاں
وہ فرقہ ہے ناجی یہ اہل جماعت کہ جن کا ہے مسلک کتاب اور سنت
محمد کی جن پر ہے بے حد عنایت بڑی جن کی دربار حق میں ہے عزت
ہمیشہ یہ دیں پر ہی قائم رہیں گے
کسی کے نہ بہکانے سے یہ ڈریں گے
تم اے سنیو سن لویہ عرض احقر منقش کرو اس کو دل کے نگلیں پر
نہیں کوئی دارین میں تم سے بہتر ہوسب امتوں سے تم اعلیٰ و برتر
خدارا بزرگی کے ساماں نہ کھونا
شرافت کو اپنی نہ ہرگز ڈبونا
بنی نوع انساں میں تم ذی شرف ہو شرافت میں تم مشتہر ہر طرف ہو
زمانہ میں تم یادگار سلف ہو تم ان نامداروں کے صالح خلف ہو
جو محبوب و مخلص تھے اپنے خدا کے
تھے مقبول خاص احمد مصطفیٰ کے
وہی کرنا مرضی ہو جس میں خدا کی نہ چھوٹے کبھی پیروی مصطفیٰ کی
ولا دل میں رکھو تم اہل صفا کی نہ تم بھولنا راہ دین ہدیٰ کی
فریبوں میں شیطان کے ہرگز نہ آنا
نہ دھوکا تواضع کا تم اس کے کھانا

نہ بد مذہبوں سے ذرا کرنا الفت انہیں تم سے بیشک ہے جانی عداوت
نہ ہرگز کوئی سیکھنا ان کی عادت بنانا نہ ان کی سی صورت شباهت
کسی کے طریقے نہیں ایسے اچھے
طریقے ہیں اسلام کے جیسے اچھے
عقائد کی مضبوطی پیش نظر ہو نہ بد مذہبوں کا ذرا بھی اثر ہو
بہت شرک اور کفر سے دل میں ڈر ہو جو ہے سیدھا رستہ اسی پر گزر ہو
اوامر کی تعمیل تم دل سے کرنا
منابہی سے بچ کر سنبھل کر نکلتا
خدا ایک ہے اور سب سے بڑا ہے شریک اس کا کوئی نہیں دوسرا ہے
جو ارشاد اس کا ہے وہ سب بجا ہے نہ اس میں کوئی جائے چون و چرا ہے
ہے دونوں جہاں میں حکومت اسی کی
یہ سب انس و جاں ہیں رعیت اسی کی
عبادت کبھی غیر حق کی نہ کرنا کبھی بندگی کا نہ دم اس کی بھرنا
یہ ہے شرک اس میں قدم تم نہ دھرنا ہمیشہ نہ ہو تاکہ دور زخ میں پڑنا
سمجھ لو کہ ہے شرک کاروگ مہلک
یقین رکھو بخشا نہ جائے گا مشرک
نبیوں میں احمد کو افضل سمجھنا خدا کے سوا سب سے اول سمجھنا
انہیں دین و دنیا کا اکمل سمجھنا شریعت کو ان کی مکمل سمجھنا
فدا ان پہ ہر دم دل و جاں سے رہنا
کوئی بات تو ہیں کی ہرگز نہ کہنا
صحابہ، ائمہ اور ان کے توالیع یہ پیرو ہیں ان کے، رہو ان کے تابع
شریعت کے فرماں ہوئے ان سے شائع رہو ان کے احکام پر دل سے تابع
جو دشمن خلاف ان کا تم کو بتائے
تمہارے دلوں میں نہ ہرگز سمائے

شریعت وہ قانون ہے جو یہ بتائیں طریقت وہ مسلک ہے جس پر چلائیں
حقیقت کے جلوے تمہیں یہ دکھائیں یہ وہ ہیں جو تم کو خدا سے ملائیں
نہ تم چھوڑنا ان کا ہرگز متنب اسی میں سمجھنا تم اپنا ترفع
ہے دینوں میں اک دین اسلام سچا بجز اس کے سچا نہیں کوئی اصلا
نہ ارکان ایسے، نہ ایسا طریقہ خلاف اس کے جو ہے، وہ ہے سخت جھوٹا
ہیں اسلام کے خود ہی بہتر طریقے سکھائیں گے کیا غیر ہم کو سلیقے
تمہیں ہر طرح حق نے تعلیم کی ہے نبیوں نے بھی خوب تفہیم کی ہے
جگہ اس میں کچھ بھی نہ ترمیم کی ہے یہی بات تو سب نے تسلیم کی ہے
ہمارے لئے جو طریقے تھے بہتر خدا نے سکھائے وہی ہم کو یکسر
نہ دیں گے تھے احکام ایسے کسی کے نہ دنیا کے تھے کام ایسے کسی کے
نہ تھے مشہور نام ایسے کسی کے دو عالم نہ تھے رام ایسے کسی کے
کسی نے جو شہرت میں حصہ لیا ہے وہ تقلید اسلام ہی نے دیا ہے
جہاں میں کوئی نامور ہم سے کب تھا ہمارے ہی حصہ میں علم و ادب تھا
حکومت کے کرنے کا کچھ ایسا ڈھب تھا تمامی جہاں زیر حکم عرب تھا
ہمارے علوم و فنون کی تھی شہرت مسلم تھی سب کو ہماری فضیلت
جو قومیں تھیں باقی یہ تھا ان کو ارماں کہ حاصل کریں ہم سے عزت کے ساماں
ہمیں ہوش والے تھے اور سب تھے ناداں نہ تھے دیں سے واقف، نہ دنیا کے شایاں
ہمیں نے انہیں دیں سے واقف بنایا
ہمیں نے انہیں کار دنیا سکھایا

جو عزت کے موجود ہیں سب وسائل کسی کے طریقہ پہ پھر کیوں ہوں مائل
کسی سے کسی امر کے کیوں ہوں سائل کریں کس لئے اپنی توقیر زائل
سکھائیں گے کیا جو سکھائے ہوئے ہیں وہ کیا دیں گے خود ہم سے پائے ہوئے ہیں
ہیں مضبوط اسلام کے جیسے ارکان ہیں ویسے ہی احکام اسلام آساں
وہ مدحت کے لائق، یہ تحسین کے شایاں بجز فائدہ کے نہیں ان میں نقصاں
ملے ان کی پابندی سے تم کو عزت ملے ان کی تعمیل سے تم کو جنت
ہے بیشک نماز اک بڑا رکن ایماں اسی سے ہے پہچانا جاتا مسلمان
بڑھائے تمہارا یہ ایقان و عرفاں بہت اس سے خوش ہوتا ہے رب رحماں
یہ دربار خالق میں پہنچائے تم کو یہ بے شبہ جنت میں لے جائے تم کو
نمازی پہ ہے حق کی بے حد عنایت نمازی کا ممکن ہے عقبی میں جنت
نمازی کو دی ہے یہ حق نے فضیلت کہ کر کے مباحات دیتا ہے عزت
ملائک سے کرتا ہے تعریف ان کی خدا خود سناتا ہے توصیف ان کی
نبی کو نمازوں سے ہوتی تھی راحت بہت تھی نمازوں سے حضرت کو الفت
پہونچتی کسی امر سے جب کہ کلفت تو فرماتے اپنے مؤذن سے حضرت
بلال اب تو آرام کا کردے ساماں اذان صلاۃ اب تو دے ہو کے شاداں
کوئی تم پہ آئے جو رنج و مشقت نمازوں سے چاہو تم اپنی اعانت
اسی وقت جاتی رہے گی وہ کلفت بدل جائے عسرت تمہاری بعثرت
تمہیں ”واستعینوا“ خبر دے رہا ہے کسی شبہ کی اس میں باقی نہ جا ہے

سمجھ لو کہ فانی ہے دنیا کی لذت نہ باقی رہے گی یہ ثروت یہ دولت
 بناوٹ کی سب ظاہری ہے یہ زینت کرو اس پہ لعنت، رکھو اس سے نفرت
 نہ دنیا کی لذت پہ دل اپنا دینا
 عوض دیں کے دنیا کو ہرگز نہ لینا
 یہ دھوکہ کی ٹٹی فریبوں کا گھر ہے پلک مارنے میں یہ زیر و زبر ہے
 اسے اتنا جانو کہ اک رہ گزر ہے ٹھہرنا ہے تھوڑا پھر آخر سفر ہے
 نہ ہرگز ہے یہ جی لگانے کے قابل
 جو عاشق ہے اس کا وہ ہے سخت جاہل
 نہ دنیا کی دل میں بڑھاؤ محبت نہیں ہے یہ ہرگز سزاوار الفت
 نہ دھوکے میں ڈالے تمہیں اس کی لذت جہاں تک ہو ممکن کرو اس میں طاعت
 یہ دنیا اور اس کی یہ لذت ہے فانی
 جو کر لو گے طاعت رہے گی وہ باقی
 ہے طاعت میں خارج ہماری یہ دنیا نہ ہو ساتھ دیں کے کبھی بھی یہ یکجا
 نہ کچھ لذت اس کی نہ کچھ مال اس کا نہیں چاہئے اس پہ ایک دم بھروسہ
 نہ دیں کھوکھلے حاصل کرو اس کی دولت
 کہ ہے ایسی دولت وبال اور نکبت
 ہے دنیا وہی جس میں ہو حق سے غفلت اسی سے نہیں کرتے دیں دار الفت
 نہیں چاہئے تم کو کچھ اس کی چاہت اسی کی ہے فرمائی حق نے مذمت
 جو غافل کرے حق سے ہے وہ ہی دنیا
 اسی سے نہیں چاہئے دل لگانا
 ہے لازم تمہیں اپنے خالق سے ڈرنا نبی کی اطاعت دل و جاں سے کرنا
 نہ بھائی کی اپنے برائی میں پڑنا بدی بھی کرے وہ تو تم درگزر نا
 یہ تعلیم اسلام کا حاصل ہے
 وہ ناجی ہے جس کا کہ اس پر عمل ہے

نمازوں میں سستی نشان منافق جو تارک ہے ان کا وہ ہے سخت فاسق
 ہے ناشکری میں کافروں کے مطابق وہ مردود ہے طرد و نفی کے لائق
 نمازوں میں ہرگز نہ تم سستی کرنا
 سزا جس کی ہے ویل میں جا کے پڑنا
 ہے روزے کا رمضان میں رکھنا ضروری ہے اسلام سے اس کے منکر کو دوری
 ہے صائم کو خدمت میں حق کی حضوری بیاں مجھ سے کب مدح ہو اس کی پوری
 جزا روزے کی جان لو خود خدا ہے
 کیا ترک روزہ تو دوزخ میں جا ہے
 ہے حج فرض اس کو کریں سب مسلمان کہ جو رکھتے ہوں اس کے کرنے کا ساماں
 خدا کے ہوں انوار اس سے نمایاں چمک جائے حج کرنے سے نورایماں
 مسلمان ہوں مہماں، خدا میزباں ہو
 کمی کیا ہو جب خود خدا مہرباں ہو
 مدینہ وہ آرامگاہ رسالت رسول خدا کا ہے جو دار ہجرت
 قدم نبی سے ملی جس کو عزت کریں اس کی بھی جا کے حاجی زیارت
 مزار نبی پر ادب سے ہوں حاضر
 یہ ہے حج کی جاں اس سے ہوں وہ نہ قاصر
 مزار نبی کی زیارت ہے واجب بڑے عرش سے بھی ہیں جس کے مراتب
 کریں عرض تسلیم ہو کر مودب خدا سے وہ مانگیں پھر اپنے مطالب
 پیارے نبی کا وسیلہ وہ لائیں
 تو بیشک سب اپنی مرادیں وہ پائیں
 بقدر نصاب اپنا گر مال ہو جائے اور اس مال ہونے پر اک سال ہو جائے
 تو واجب زکاۃ اس پہ فی الحال ہو جائے نہ دوگر تو وہ مال جنجال ہو جائے
 یہ ہیں دین اسلام کے چار ارکان
 جو منکر ہے ان کا نہیں اس کے ایماں

کرو دل سے تعظیم تم اولیا کی سمجھ لو کہ قربت ہے ان کو خدا کی
جو توہین و تحقیر ان کی ذرا کی سمجھ لو کہ جانوں پہ اپنی جفا کی
رضا ان کی سمجھو خدا کی رضا ہے
خلاف ان کا دیکھو سراسر بلا ہے
کوئی اور تا ہوئے گر آسمان پر وہی ہو جو آجائے اس کی زباں پر
سواری وہ کرتا ہو شیر ثیاں پر خبر بھی وہ دیتا ہو رازِ نہاں پر
شریعت پہ گر مستقل ہے ولی ہے
مخالف ہے گر شرع کا تو غوی ہے
نہیں ہیں ولی وہ جو رنڈی بلائیں بزرگوں کے عرسوں میں اس کو نچائیں
وہ خود گائیں اور دوسروں کو گوائیں بغل میں ہو سارگی طبلہ بجائیں
نہیں وہ مشائخ ہیں، شیطان کے بندے
کہیں تم پہ پڑ جائیں ان کے نہ پھندے
ولایت کی پہچان نہیں پان کھانا لبوں پر نہ اپنے دھڑی کا جمانا
نہ گیسو میں کپڑوں کو اپنے رنگانا نہ قوالی کی گرم محفل سجانا
ولایت کی پہچان تو ہے عبادت
خدا و نبی کی بہت کرنا طاعت
جو ہیں دیں کے عالم وہ سب باصفا ہیں انہیں جان لو وارثِ مصطفیٰ ہیں
تمہارے یہ سب ہادی و پیشوا ہیں یہ عالم میں آئینہ حق نما ہیں
ہیں شیطان سے تم کو بچا لینے والے
یہی ہیں خدا سے ملا دینے والے
سزاوار ان کو ہے عالم پناہی ہے ان کو ملی دونوں عالم کی شاہی
بیان ان کے رتبہ کا کب ہو کمائی جہاں زیر حکم ان کے، مہتابہ ماہی
لکھیں جس سیاہی سے یہ دیں کے دفتر
فضیلت وہ پائے شہیدوں کے خوں پر

خدا کے تقرب کی راہیں دکھائیں نبی کے یہ اخلاق تم کو سکھائیں
طریقے تمدن کے ایسے بتائیں جو مشہور آفاق تم کو بنائیں
جوبات ان کی مانو تو ہودین روشن
یہ دنیا بھی ہو جائے گلخن سے گلشن
سمجھ لو یہاں پر کہ ہے کون عالم ہے عالم وہی شرع ہو جس پہ حاکم
شریعت کے احکام پر ہو جو قائم مخالف ہے گر شرع کا ہے وہ ظالم
اگر چہ وہ عالم ہو اپنے کو کہتا
نہیں ہے وہ عالم، ہے شیطان کا بندہ
ہے عالم وہی علم پر ہو جو عامل نہیں ہے جو عامل وہ ہے سخت جاہل
اگر چہ وہ منبر پہ پڑھتا ناول ہوا سچ پر کرتا گورقصِ نبل
نہ تم اس کی لسانی سے دھو کا کھانا
نہ تم رہنما اس کو اپنا بنانا
زمانہ کارنگ ایسا بگڑا ہوا ہے نئے طرز کی چل رہی اب ہوا ہے
ہراک شخص خود رائی میں مبتلا ہے نفاق و عداوت کی اٹدی گھٹا ہے
نہ ہے بھائی کو بھائی سے اب محبت
نہ ہے دوستوں میں ذرا بھی مودت
لحاظ اور ادب کا نہ ہرگز پتا ہے نہ حفظ مراتب، نہ باقی حیا ہے
پدر اور پسر میں لڑائی پیا ہے جہاں دو ہیں جھگڑا وہاں ہو رہا ہے
بڑوں میں تو شانِ بزرگی نہیں ہے
ہیں چھوٹے تو آدابِ خوردی نہیں ہے
مریدوں کو پیروں سے اپنے گلا ہے نہ استاد و شاگرد میں کچھ ولا ہے
اطاعت بزرگوں کی اب ناروا ہے کسی کا نہ کچھ باقی اب مرتبہ ہے
جو کچھ جی میں آیا وہی سب سے بہتر
کسی کا نہیں اس کے کرنے میں کچھ ڈر

جو ہے علم کرتا ہے اس کی حقارت جو ہے جہل اس کی دکھاتا ہے عزت
 جو عالم ہیں ان سے دلاتا ہے نفرت جو جاہل ہیں ان کی بڑھاتا ہے الفت
 بتاتا ہے وہ اس میں ہی سب ترقی
 کہ جس کے سبب سے ہودنیا میں بڑھتی
 نہ تم پھیر میں اس ترقی کے آنا کہے پر نہ شیطان کے تم دل لگانا
 نہ تم دین دنیا کے پیچھے گوانا نہ سچی ترقی کو اپنی مٹانا
 ہماری تو ہے وہ ہی سچی ترقی
 کہ دن دونی ہو جس میں ایمان کی بڑھتی
 ترقی کے معنی کو تم سمجھے کیا ہو ترقی ہے وہ جس سے راضی خدا ہو
 ترقی ہے وہ جس سے خوش مصطفیٰ ہو ترقی ہے وہ جس کی دیں پر بنا ہو
 تمہیں یہ ترقی جو ہو جائے حاصل
 تو پھر خود بخود تم پہ دنیا ہو مائل
 ترقی کو جو سمجھے دولت کی کثرت نہیں یہ سمجھے اس کی شایان مدحت
 سلف اپنے جن کی مسلم تھی شوکت نہ رکھتے تھے دولت سے ہرگز محبت
 قناعت پہ رہتے تھے وہ دل سے شاداں
 سمجھتے تھے دولت کے طالب کوناداں
 وہ خیر القرون قرں اول ہمارا نبی نے کیا جس کی جانب اشارہ
 ترقی کا جب تھا چمکتا ستارا مسلمانو سوچو ذرا تم خدا را
 تھی دولت ہی اسلام کی جب ترقی
 ذرا سوچنا بات ہے یہ پتہ کی
 سمجھتے تھے دنیا کو وہ ہچکارا خیال اس کا دل میں نہ کرتے تھے اصلا
 ترقی سمجھتے تھے وہ ترک اس کا نہ رکھتے تھے وہ مال کی اس کے پروا
 نہ زینت پہ اس کی وہ ہوتے تھے شیدا
 نہ چاہ اس کی کرتے تھے وہ دل میں پیدا

بڑوں سے تمسخر پہ اصرار کرنا بناوٹ کی تعظیم اظہار کرنا
 دکھاوے کے مجرے بھی سوبار کرنا بزرگی کا پر دل سے انکار کرنا
 بزرگوں کی بس رہ گئی ہے یہ عزت
 دگرگوں زمانہ کی ہے ایسی حالت
 مسلمانوں ہرگز نہ اس راہ چلنا ہے مخدوش رستہ بہت تم سنبھلنا
 طریقہ نہ ہرگز تم اپنا بدلنا کسی کے ڈگانے سے تم مت پھسلنا
 بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پہ رحمت
 نہ چھوڑو کہ ہیں باعث خیر و عزت
 ہمیشہ رہے دل میں حفظ مراتب نہ تو ہیں ہوان کی جو تھے ذی مناقب
 نہ تم سمجھو اپنے کو خود ذی مناصب خودی آئے تو دیکھو اپنے معائب
 ادب اور حیا دونوں ہیں شرط ایمان
 رہیں ان کے پابند ہر دم مسلمان
 ہے شیطان کو ہم سے قلبی عداوت عداوت کی اس کے نہیں ہے نہایت
 مکائد کے اس کے نہیں کوئی غایت دکھائے ہمیشہ وہ راہ ضلالت
 ترقی کا ظاہر میں ہے نام کرنا
 ہے اس دھوکہ میں اپنا وہ کام کرنا
 کبھی تو وہ توحید میں شک دلائے کبھی تو نبوت میں باتیں بنائے
 بزرگان دیں میں وہ نقصاں دکھائے بنے جس طرح اپنے دم میں وہ لائے
 بزرگوں کے مسلک میں دکھائے نقصاں
 اور اپنے چلن میں ترقی کے سامان
 کبھی فلسفہ میں وہ کرتا ہے شاغل کبھی نیچریت پہ کرتا ہے مائل
 کبھی حب دنیا وہ کر دل میں داخل جو ہے مطلب اس کا وہ کرتا ہے حاصل
 دکھاتا ہے بد مذہبوں میں ترقی
 بتاتا ہے اسلام میں ذل و پستی

بہت مدت ہم پر ہے ایسی بھی گزری کہ جس میں نہیں گھر میں روٹی پکتی
نبی کی جو ہیں عائشہ پاک بی بی روایت وہ کرتی ہیں یہ حالت اپنی
گذر اپنا خرمہ پہ اکثر تھا ہوتا
نہ ہوتا کبھی پاس کھانے کو اصلاً
یہ وہ گھر تھا جس سے کہ اسلام چکا یہ وہ گھر تھا اقبال کا تھا جو منشا
یہ وہ گھر تھا جو دیں کا مرکز بنا تھا ترقی کا تھا چرخ تک جس کی چرچا
تھی اس گھر پہ سوجان سے صدقے دولت
نہ گھر والے پر اس سے کرتے تھے الفت
نہ محنت سے پاتا ہے کوئی ترقی نہ قوت سے پاتا ہے کوئی ترقی
نہ دولت سے پاتا ہے کوئی ترقی نہ ثروت سے پاتا ہے کوئی ترقی
خدا کی عنایت اگر ہو نہ شامل
ترقی نہ کچھ ہو سکے ان سے حاصل
نہ دفتر کے جانے میں کچھ ہے ترقی نہ عہدہ کے پانے میں کچھ ہے ترقی
نہ ”مس“ جا کے کھانے میں کچھ ہے ترقی نہ واں جا کے گانے میں کچھ ہے ترقی
ترقی تو ہے پیروی مصطفیٰ کی
اطاعت بہت سچے دل سے خدا کی
خلاف شریعت اگر نوکری ہے نہیں وہ ترقی مصیبت بڑی ہے
نہ اس میں کسی طرح کی برتری ہے سراسر خرابی ہے اور ابتری ہے
اگر دیں کو کھو تم نے دنیا کو پایا
ترقی کا ہرگز بڑھا کچھ نہ پایا
اگر اتحاد ہندوؤں سے بڑھایا محبت کا ختم ان کی دل میں جمایا
یہود و نصاریٰ سے گر دل لگایا اور اس طرح سے مال بھی تم نے پایا
سمجھنا نہ اسلامی اس میں ترقی
سمجھنا نہ ایمانی اس میں ترقی

اگر اہل بدعت سے ملنا نہ چھوڑا محبت کا پیوند ان سے نہ توڑا
نہ ان کے طریقوں سے منہ اپنا موڑا اور ان باتوں سے روپیہ تم نے جوڑا
نہ اسلام کو اس سے کچھ ہے ترقی
ہے یہ تو نشانی خدا کے غضب کی
اگر دین کھو کر حکومت بھی پائی یہاں تک کہ اک سلطنت ہاتھ آئی
خدا کو بھلا کر بہت کی کمائی سمجھنا نہ تم اس میں اپنی بھلائی
مسلمانوں کی اس میں کب ہے ترقی
یہ بیشک ہے ان کے لئے ذل و پستی
نہ تاریخ دانی میں کچھ ہے ترقی نہ جادو بیانی میں کچھ ہے ترقی
نہ صاحبقرانی میں کچھ ہے ترقی نہ اس حکمرانی میں کچھ ہے ترقی
اگر ہاں شریعت پہ ثابت قدم ہو
تو بیشک ترقی اسے دم بدم ہو
دیئے تم نے سٹیج پر چڑھ کے لکچر قصیدے بھی تم نے پڑھے خوب فرفر
ہوئے اس سے چرچے تہلکے بھی گھر گھر بہت سے کئے اس سے جاہل مسخر
نہ اس میں بھی تم جانو اپنی ترقی
ترقی کہاں ایسی سستی ہے ملتی
نہ تم زور و قوت کو جانو ترقی نہ دنیا کی دولت کو جانو ترقی
نہ اسباب مکننت کو جانو ترقی نہ پندار و نخوت کو جانو ترقی
ترقی کے اسباب علم و ادب ہیں
عروج مناصب کے یہ ہی سبب ہیں
ہے علم و ادب سے ہی توفیر انساں نہ ہوں یہ تو حیوان و انساں ہیں یکساں
انہیں سے تو سمجھے ہیں ہم قدر ایماں انہیں سے تو حاصل ہو بے شبہ عرفاں
نہیں ہیں اگر یہ تو کچھ ہے نہ عزت
اگر چہ بہت پاس ہو مال و دولت

عروج و ترقی کے گرم ہوسائل تو علم و ادب پر رہو دل سے مائل
 کرو اس میں کوشش رہو اس میں شامل تو دارین میں تم کو نعمت ہو حاصل
 ترقی کی خواہش بغیر ان کے کرنا خیال محال اور جنوں میں ہے پڑنا
 کرو پہلے تحصیل تم علم دیں کی جلا جس سے ہو جائے دل کے نگین کی
 اسی میں ہے مضبوطی دین متین کی نصیحت یہی ہے رسول امیں کی
 وہ فقہ وحدیث اور قرآن کی تفسیر یہی علم دیں ہیں کرو ان کی توقیر
 کرو ان کی تحصیل میں صرف ہمت جب آجائیں تم کو بقدر ضرورت
 سمجھنے میں دیں کہ رہے جب نہ دقت تو دے جاتی ہے تم کو یہ اور وسعت
 علوم معانی اور باقی فنوں کو جو مشروع ہیں ان میں تم ان کو سیکھو
 تجارت کے قانون فلاح کے آئین لڑائی کی گھاتیں، شجاعت کے آئین
 تمدن کی راہیں، ریاست کے آئین عدالت کی باتیں، سیاست کے آئین
 شریعت کی حد تک تم ان سب کو سیکھو نہ سیکھو وہ جس میں کہ نقصان دیں ہو
 جو کچھ ہم کریں اس میں دیں مدعا ہو نہ پیش نظر کچھ بھی اس کے سوا ہو
 غرض اس میں خالص خدا کی رضا ہو نہ لذت کی خواہش، نہ حرص و ہوا ہو
 عبادت ہو خالص، ریا ہو نہ شامل دعا ہے کہ حاصل ہو ایمان کامل
 بیان جو ہوئے ہیں ترقی کے سامان یہ وہ ہیں کہ جن کا موید ہے قرآن
 حدیثوں میں موجود ہے ان کا بتیاں تو کیا ان سے بڑھ کر بتائے گا انساں
 وہی مصلحت ہے خدا جو بتائے ترقی وہی ہے نبی جو سکھائے
 ضروری بتانا ہے اک مسئلہ اب ضروری یہ باقی ہے اک مرحلہ اب
 کرو رات دن اس کا تم مشغلہ اب تو مضبوط دیں کا ہو بس سلسلہ اب

وہ کیا ہے بہم متفق دل سے ہونا نفاق و کدورت کا آپس سے کھونا
 محبت کا رشتہ بس ایسا ملا ہو نہ ہرگز من و تو کی پیدا صدا ہو
 دل و جاں سے اک دوسرے پر فدا ہو بہم متحد اس طرح سے ہوا ہو
 کہ راحت سے ہو ایک کی سب کو راحت ہو کلفت سے اک بھائی کی سب کو کلفت
 جو غم ہو کسی کو تو سب مل ہنسا دیں جو ہورنج تو اس کو سب مل گھٹا دیں
 گرے گر کوئی اس کو سب مل اٹھا دیں کوئی راہ گر بھولے اس کو بتا دیں
 ہوں رنج و خوشی میں بہم یار و غمخوار اعانت کے طالب کے سب ہوں مددگار
 رہیں رنج و راحت کے ہر وقت جویاں کریں جاں فدا اور رہیں دل سے قرباں
 مسلمان سے نفع پائیں مسلمان نہ اغیار پائیں جہاں تک ہو امکاں
 مگر شرع نے دی ہو جتنی اجازت ہے غیروں کے بھی واسطے اس کی رخصت
 سخاوت سے ہرگز نہ دل کو چرانا نہ امساک اور بخل کے پاس جانا
 جو تم کو ملے اس کو مل بانٹ کھانا نہ دے کر کبھی اپنا احساں جتنا
 دیا گر چھپا کر تو بیشک کرم ہے جوا ظہار چاہا تو اجر اس کا کم ہے
 کرو عفو گر کی کسی نے خطا ہو بہت تم سے راضی تمہارا خدا ہو
 خدا سے یہ مژد اس کا تم کو عطا ہو تمہاری خطا پر نہ تم کو سزا ہو
 بدی کے عوض کرنا دنیا میں نیکی یہی ہے جو انمردی پر لے سرے کی
 نشانی مسلمان کی ہے صدق گوئی نکوئی بھی انساں کی ہے صدق گوئی
 ضیا اپنے ایمان کی ہے صدق گوئی دوا قوت جاں کی ہے صدق گوئی
 نہ تم صدق گوئی سے ہرگز گذرنا نہ جھوٹ اور غیبت شعار اپنا کرنا

شکار اپنا مارا ہوا ہے کھلاتا
 نہ مارا کسی کا ہے وہ آپ کھاتا
 توکل کے معنی نہیں ہیں تکاہل نہ کوشش سے تھکنا نہ کرنا تساہل
 نہ محنت سے چھپنا نہ اس سے تغافل بتاتا ہوں میں تم کو کیا ہے توکل
 ہر اک کام میں پہلے تدبیر کرنا
 نتیجہ محول بتقدیر کرنا
 کوئی کام بے مشورہ تم نہ کرنا خودی اور خود رائی کا دم نہ بھرنا
 سمجھ سوچ کر تم قدم آگے دھرنا نہ تعجل کر کے تم آفت میں پڑنا
 پشیمانی عجلت میں ہوتی ہے آخر
 خودی قدر انساں کی کھوتی ہے آخر
 کوئی امر پیش آئے کیا ہی مشکل تمہارا شش و پنج میں جس سے ہودل
 کرو بیٹھ آپس میں شوریٰ کی محفل تو ہو جائے تم کو نجات اس سے حاصل
 جو تم مشورے سے کام اپنے کرو گے
 تو بیشک خطا سے بہت کچھ بچو گے
 کوئی رنج منہ تم کو جس دم دکھائے اگر فکر بھی تم کو کوئی ستائے
 نہ تم سے بڑے جو تمہارے ہٹائے نہ تدبیر کچھ تم سے اس کی بن آئے
 کرو صبر اس پر یہ اس کی دوا ہے
 رہو اس پہ راضی جو حق کی رضا ہے
 ہے انصاف اسلام کا خاص تمغا زمین فلک تک یہ پہونچا ہے شہرا
 ستانا کسی کا نہایت ہے بے جا کوئی اس میں اعلیٰ ہویا ہو وہ ادنیٰ
 نہ آئین تم عدل کے توڑو ہرگز
 نہ قانون انصاف تم چھوڑو ہرگز
 کرو گے اگر عدل پاؤ گے قوت تمامی جہاں پر کرو گے حکومت
 تماری بہت دور پہونچے گی شہرت کسی کو نہ ہوگی مجال خصومت
 بہت خوش رہے تم سے اپنا پرایا
 رہے چین سے بھی تمہاری رعایا

نہیں جھوٹ سے کوئی بدتر ہے عادت نہ جھوٹے سے لائق ہے کرنا محبت
 تمہارے لئے زہر ہے اس کی صحبت خدا نے ہے فرمائی جھوٹے پہ لعنت
 نہ تم جھوٹ کے پاس ہرگز پھٹکنا
 نہ جھوٹے کے بھی پاس سے تم گزرنا
 کیا ہو کسی سے اگر تم نے وعدا ضروری تمہیں اس کا کرنا ہے ایفا
 مسلمانوں کا وعدہ ہوتا ہے سچا ہمارا تو ہے خاص بیشک یہ تمغا
 کہیں یہ نہ مٹ جائے شہرت تمہاری
 نہ ہو جھوٹے وعدے کی عادت تمہاری
 کسی امر میں ہارنا تم نہ ہمت علو ہم ہے نشانی دولت
 بلندی ہمت ہے شان ریاست بلندی ہمت ہے آن امارت
 وہی ہے جری جس کی ہمت بڑی ہے
 اسے سہل ہے جو کہ مشکل کڑی ہے
 ضروری حوائج ہیں جو زندگی کے جو مظہر ہیں انساں کی در ماندگی کے
 نہ ہوں وہ تو سامان پڑ مردگی کے محرک ہیں طاعت کے اور بندگی کے
 کرو اپنے بازو کی قوت سے حاصل
 نہ ہو تم کسی سے اعانت کے سائل
 کسی بھائی کو تم سے گر کچھ ہو حاجت جہاں تک ہو ممکن کرو تم اعانت
 مسلمان بھائی کی کرنا حمایت جو ان مردوں کی ہوتی ہے یہ ہی عادت
 مگر خود مدد کا طلبگار ہونا
 ہے نام جو ان مردی اپنا ڈبونا
 کسی کی مدد پر نہ رکھو بھروسا نہ رکھو کسی سے اعانت کی پروا
 تم اپنی کمائی سے دوسب کو حصا کسی سے نہ تم ماگوں پر ایک جبا
 کرو اپنی قوت سے اپنی گذر تم
 کرو اپنی محنت سے اپنی بسر تم
 جو ہے منحتی جانو انساں یہی ہے سمجھ لو جو ان مردی کی شاں یہی ہے
 جو ہیں شیر مردان کی بھی آں یہی ہے مثل ہے کہ شیروں کی پچھاں یہی ہے

نہ بڑھ کر حریصوں سے ہے دکھ میں کوئی
نہ قانع سے بڑھ کر رہے سکھ میں کوئی
سمجھ لو طمع کو کہ اک بلا ہے وہ ہے رنج میں اس میں جو مبتلا ہے
کسی کو طمع کرنے سے کچھ ملا ہے کسی نے کبھی اس سے کچھ پالیا ہے
کسی کی بہت اچھی ہے تم کو یہ پند
طمع راسہ حرف اندو ہر سہ تہی اند
زنا ظلم چوری خیانت تکبر کبھی دل میں لانا نہ ان کا تصور
کرو تم جو پندار و نخوت تبختر تو آپس میں پیدا ہو بیشک تکرر
بہ عادات بد ہیں کرو ان سے نفرت
نہیں تو بہت ان سے پاؤ گے ذلت
موافق کسی کے جو پاؤ زما حسد تم نہ کرنا، نہ کچھ رنج کھانا
کسی کو اگر مل گیا ہو خزانہ نہ تم رشک سے دل میں کچھ کڑکڑانا
رہو اپنی تقدیر پہ دل سے شاکر
نہ تدبیر جائز سے ہرگز ہو قاصر
نہیں ہے دعا عادت اہل ایمان بہت اس سے رکھتے ہیں نفرت مسلمان
بہت ان کا مضبوط ہوتا ہے پیال و فائے عہد ان کی ہے خاص پیچاں
مسلمانوں کی اس میں شہرت بڑی ہے
سوا ان کے خوبی یہ کس کو ملی ہے
تعصب ترقی کا بیشک ہے مانع بہت اس سے نقصان ہوتے ہیں واقع
تکالیف کا ہے سراسر یہ جامع منافع بہت اس سے ہوتے ہیں ضائع
تعصب ہے کیا اس کو پہچان لو تم
سمجھ کر اسے سن لو اور جان لو تم
ہر اک رائے کو اپنی اچھا سمجھنا جو بیجا ہو اس کو بھی برجا سمجھنا
طریقے بزرگوں کے بیجا سمجھنا جو ہوں یکے ان کو بھی کچا سمجھنا
بزرگوں کی رائیں اگر چہ ہوں فائق
نہ سمجھیں انہیں ماننے کے یہ لائق

مسلمانوں سے مفتخر تھی عدالت ہمیں میں ہوئی منحصر تھی عدالت
ہمیں میں ہوئی مستقر تھی عدالت ہمیں سے ہوئی مشتہر تھی عدالت
ہمارے ہی حضرت عمر تھے خلیفہ
عدالت کا ہے جن کی عالم میں شہرا
اگر ظلم کی ہو گئی تم کو عادت سمجھ لو کہ رخصت ہوئی تم سے دولت
نہ باقی رہے گی ذرا تم میں شوکت نہ جاہ و چشم اور نہ زور و حکومت
خدا کی عنایت ہے عادل پہ ہر دم
ہے ظالم پہ لعنت کی بوچھاڑ پیہم
دیانت سے توقیر پاتا ہے انساں دیانت بھی ہے دین کی ایک پیچاں
دیانت نہیں چھوڑتے ہیں مسلمان خیانت ہے تو بین و ذلت کا ساماں
چلی آتی مشہور ہے یہ حکایت
دیانت میں راحت، خیانت میں کلفت
کسی بھائی کی پاؤ گر کوئی لغزش نہ بدنام کرنے سے دو اس کو کاہش
کرو تم نہ مطعون کرنے میں کوشش نہ طنز اور طعنوں کی ہوا س پہ یورش
خدا نے ہی خود ہے یہ تم کو سکھایا
ہے قرآن میں موجود مروت و اکراما
نہ بھڑکاؤ دل میں تم آتش غضب کی سمجھ لو یہ عادت ہے باعث تعب کی
تمہاری نہ عادت ہو شور و شغب کی یہی تو چھڑاتی ہے عادت ادب کی
رکھو مثل آئینہ کے صاف سینہ
نہ آپس میں رکھو ذرا بغض و کینہ
بہت عمدہ ہے وقت بھی ایک دولت کرو اس کی اچھی طرح سے حفاظت
ہے بے شبہ یہ قابل قدر نعمت اسی کے تحفظ سے حاصل ہو ثروت
نہ غفلت سے بیکار تم اس کو کھونا
پڑے جس کے باعث نہ پھر تم کو رونا
نہ دولت کی خواہش بہت تم بڑھانا حریصوں میں نام اپنا تم مت لکھانا
نہیں حرص سے کچھ سوا اس کے پانا کہ اک روگ خود اپنے ہاتھوں لگانا

نہ ہوگا تمہیں نفع کچھ ان سے حاصل
یہ رکھیں گے خالق سے ہاں تم کو غافل
نہ بھولے سے بھی تم کبھی سود کھانا
نہ تم اس سے دھوکے میں بڑھتی کے آتا
نہیں کچھ بجز گھاٹے کے اس سے پانا
یہاں تک کہ آخر جہنم میں جانا
حدیث اور قرآن ہے اس پہ ناطق
کہ جو سود کھائے ہے وہ سخت فاسق
نہ رشوت کا چسکا بھی منہ کو لگانا
نہ مال حرام اس طرح تم بڑھانا
نہ تم قابو پا کر کسی کو ستانا
نہیں اچھا ہے دل کسی کا دکھانا
سمجھ لو کہ دولت مبارک وہی ہے
جو جائز طریقے سے تم کو ملی ہے
کسی کی نہ ناحق کبھی جان لینا
نہ ماں باپ سے سرکشی ٹھان لینا
جو وہ حکم دیں تم کو وہ مان لینا
رضا ان کی حق کی رضا جان لینا
نہ دل ان کا ہرگز کبھی تم دکھانا
نہ ادنیٰ سی جھڑکی بھی ان کو سنانا
زن و شو بھی آپس میں رکھیں محبت
گذرنے نہ پائے دلوں میں کدورت
ہوں اک دوسرے کے شریک مصیبت
اسی طرح سے رکھیں راحت میں شرکت
اطاعت ہے شوہر کی بی بی پہ لازم
ہے شوہر کو دل جوئی کا حکم جازم
مسلمان جو ہو کوئی ہمسایا اپنا
تو تم اس سے ہرگز نہ لڑنا جھگڑنا
جہاں تک بنے اس کی ہمدردی کرنا
بدی میں کبھی اس کی ہرگز نہ پڑنا
مصیبت میں تم اس کو دینا سہارا
سمجھنا کہ ہے جیسے بھائی تمہارا
نہ جاں دینے سے دیں تم دل چرانا
نہ تم بھاگ کر جان اپنی بچانا
نہ تم پیٹھ دشمن کو ہرگز دکھانا
بڑا مرتبہ ہے شہادت کا پانا
شہیدوں کو بے شبہ ملتی ہے جنت
مگر شرط ہے یہ کہ خالص ہونیت

اگر تم کو کفار سے ہے عداوت
اگر فاسقوں سے نہیں ہے محبت
اگر گمراہوں سے ہے تم کو خصومت
ہے ملحد سے رنج اور مرتد سے نفرت
نہیں یہ تعصب، یہ کرنا بجا ہے
ہو اس میں تسامح تو بیشک خطا ہو
جوا رنڈی بازی لڑپن لواطت
یہ افعال سب ہیں سزاوار نفرت
بہت ہے برا اگر ہونشہ کی عادت
جو ہونشہ باز اس سے ہے دور رحمت
ان افعال کاسن لو شیطان ہے بانی
اسی کی یہ ہیں پیروی کی نشانی
بری صحبتوں میں کبھی تم نہ جانا
نہ تم بد معاشوں سے دل کو لگانا
مشیر و ندیم اس کو ہی تم بنانا
مقرر جس کی نیکی کا ہو اک زمانا
بری صحبتوں کا اثر بھی برا ہے
جو ہے نیک اس کا ثمر بھی بھلا ہے
نہیں مسخرہ پن کی عادت ہے اچھی
نہ بے موقع ہنسنے کی خصلت ہے اچھی
نہیں فحش بکنے کی عادت ہے اچھی
ذمائم ہیں سب، ان سے نفرت ہے اچھی
خصائل نہیں یہ شریفوں کے لائق
اراذل ہی ہوتے ہیں کچھ ان کے شائق
مجوسی کی صورت نہ داڑھی منڈانا
نہ سکھوں کے آئین پہ موچھیں رکھانا
ازار اس کی حد سے نہ آگے بڑھانا
پہن کر نہ پتلون ٹخنے چھپانا
نصاری کے سے بال رکھنا نہ سر پر
نہ کپڑے بھی ہوں ہندوؤں کے سے بر پر
زنانوں کی ایسی نہ رکھنا شباہت
مخنث کی ایسی بنانا نہ صورت
جو عورت بنے مرد یا مرد عورت
نبی نے ہے فرمائی دونوں پہ لعنت
نہ یہ کام تم کر کے ملعون بننا
نہ دین اور دنیا میں مطعون بننا
نہ تم ناچ گانے پہ دل کو لگانا
نہ سارگی طلبہ کبھی تم بجانا
نہ تم تاش و چوسر کے بھی پاس جانا
نہ وقت اپنا ان کاموں میں تم گوانا

سروکار ان سے نہ ہو ہم کو کچھ بھی
جدائی سے ان کی نہ ہو ہم کو دکھ بھی
رہیں مل کے آپس میں سنی مسلمان
حدیث اور قرآن پہ ہو ویسے ایمان
بزرگوں کا چھوٹے نہ ہاتھوں سے داماں
رہیں دونوں عالم میں ہم شاد و خنداں
سر آنکھوں پہ رکھیں ہم احمد کا ارشاد
نہ تقلید چھوٹے نہ آجائے الحاد
بزرگوں کا مسلک ہو مسلک ہمارا
کسی مبتدع کا نہ پکڑیں سہارا
نہ صحبت بھی ان کی ہمیں ہو گوارا
ہو سو جاں سے یہ حکم احمد پیارا
کہ ہیں مبتدع دو زخیوں کے کتے
تمہاری بھلائی ہے دوری میں ان سے
رہیں دین پر اپنے قائم مسلمان
ہمیشہ رہیں خرم و شاد و فرحان
سمجھ لیں کہ دنیا ہے یہ ایک زنداں
یہیں چھوٹ جائے گا سب یاں کا سامان
نہ ہو حب دنیا کبھی دل میں داخل
نہ ہم اس کی خوبی پہ ہوں ویسے مائل
ترقی ہو اسلام کی اب دوبارا
شریعت کا آئیں ہو آئیں ہمارا
تشابہ صحابہ سے ہو جائے سارا
انہیں کا تتبع ہو ہم کو پیارا
نہ غیروں کی ہم کو پسند آئے صورت
نہ ہو شکل ان کی، نہ ہو ان کی سیرت
ہمارا مخالف ہے یہ نفس پر فن
عدو ہے ہمارا یہ ہے ہم سے بدظن
مددگار اس کا ہے شیطان رہزن
ہمارے ہیں یہ دین و دنیا کے دشمن
نہ دھوکے میں ان کے پڑیں ہم خدایا
نہ پھندے میں ان کے پھنسیں ہم خدایا
بھروسا ہو رحمت پہ تیری سراسر
ہمیشہ رہے خوف اور قہر سے ڈر
نہ مرنے سے ہوں مضطرب اور مضطر
نہ شیطان کچھ پاسکے قابو ہم پر
ہو ورد زباں نزع میں یاد تیری
ترے نام پر ہو زباں بند میری

ہے یہ بھی ضروری یہاں پر بتانا
کہ تم لیڈروں کے نہ بھروں میں آنا
جو ہیں چاہتے جاں تمہاری گنونا
نہتوں کو جو چاہتے ہیں لڑانا
نہیں جس کی تم رکھتے ہو استطاعت
تو کب حکم دیتی ہے اس کا شریعت
ہے یہ خود کشی جان اس سے بچانا
نہ بھولے سے بھی پاس تم اس کے جانا
کسی کے نہ چکموں میں تم ایسے آنا
کہ بے وجہ جس سے پڑے سرکٹانا
نہیں دین میں اس کی ہرگز اجازت
کہ تم اپنی جاں کی کرو خود اضاعت
یہ ارکان دین میں نے تم کو بتائے
یہ احکام دیں میں نے تم کو سنائے
جو اخلاق اچھے تھے تم کو بتائے
خصائل جو بد تھے وہ بد کر دکھائے
جو اخلاق اچھے ہیں تم ان پہ چلنا
خصائل جو بد ہیں بہت ان سے بچنا
خدا ہم کو توفیق زائد کرے اب
کہ ہر فرد طاعت میں حاضر رہے اب
قدم بھی نہ سنت سے باہر پڑے اب
ہمیشہ شریعت کی رہ پر چلے اب
فرائض سنن اور واجب نوافل
رہیں صدق دل سے ہم ان سب پہ عامل
نہ ہو رافضیوں سے ہم کو محبت
وہابی و نیچر سے بھی ہو نہ خلت
نہ ہو گاندھویوں سے ہم کو مودت
غرض ہو کسی مبتدع سے نہ الفت
رہیں دور سب کافروں مشرکوں سے
بہت دور بھاگیں ہم ان رہزنوں سے
شریعت پہ احمد کی ثابت قدم ہوں
خدا سے نہ غافل کبھی ایک دم ہوں
بہت دونوں عالم میں ہم محترم ہوں
مدارج نہ اپنی ترقی کے کم ہوں
مراتب ہوں اپنے ہمیشہ فزوں تر
خدا سے نہ شرمندہ ہوں روز محشر
نہ بندہ ہوں سے کریں کچھ بھی یاری
یہ جانیں کہ ملنے میں ہے ان سے خواری
وہ شیطان ملعون کے ہیں خواری
ہے ان سے جدائی میں عزت ہماری



تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ

نجدیا سخت ہی ظالم ہے جماعت تیری
میں سناؤں تجھے تھوڑی سی شاعت تیری
طائف پاک کو دل کھول کے تو نے لوٹا
بے گناہوں پہ چلی تیغ شقاوت تیری
عورتیں بچے ہدف تیرے مظالم کا بنے
ٹوٹی اعیان و عمائد پہ بھی بدعت تیری
تیغ کے گھاٹ اتارے علما و شرفا
ایسی کچھ ظلم سے مخمور ہے طینت تیری
خون مسلم کو کیا ہدر، کیا مال حلال
اے شقی ہے یہی شیطانی شریعت تیری
مال مسلم سے لیا خمس بھی ظالم تو نے
کونسا دین ہے یہ، کیسی ہے سنت تیری
ساری امت تیرے مذہب میں ہے پکی مشرک
ایک توحید پہ بس رہ گئی ملت تیری
ایسی توحید سے واللہ ہے اسلام نفور
بس تجھی کو ہو مبارک یہ خباثت تیری
ابن عباس کے مرقد کو اکھاڑا تو نے
اف رے پیاک اس درجہ جسارت تیری

فلاح تجارت کی خواہش ہو پیدا
ترقی کی ہوں راہیں ہم پر ہویدا
ترے دین پر ہوں دل و جاں سے شیدا
اسی پر ہو مضبوط اپنا عقیدا
کہ گر مال و جاں صرف راہ خدا ہو
تو دنیا و دیں میں بڑا مرتبہ ہو
سب اقوام میں سربر آوردہ ہوں ہم
زمانہ کے ہاتھوں نہ آزرده ہوں ہم
کسی غم سے ہرگز نہ پشمرده ہوں ہم
نہ افکار دنیا سے افسردہ ہوں ہم
ترقی کی نوبت فلک تک بجائیں
سب اغیار اقبال سے رشک کھائیں
خدایا ہماری مرادیں بر آئیں
نہ دارین میں ہم مصیبت اٹھائیں
بہم متفق ہو کے خوشیاں منائیں
ہوں مقبول یارب ہماری دعائیں
محمد رہے سنت مصطفیٰ پر
فرشتوں کی آئیں ہو میری دعا پر
نہ مقصد ہے اس نظم سے نام پانا
نہ کچھ شاعری میں مہارت جتنا
ہے مقصود بس دیں کی خوبی بتانا
سعادت کی جو راہ ہے وہ دکھانا
مضامین اس کے شریعت میں ہیں جب
تو پھر شاعری سے نہیں مجھ کو مطلب

کب نبی زادوں کے مرقد کو بھی چھوڑا تو نے
 بے نشان کرچکی ان کو بھی قساوت تیری
 بڑھ کے طائف سے ستم مکہ میں تو نے ڈھائے
 کرتا وہ پاک حرم بھی ہے شکایت تیری
 کون سا ظلم اٹھا رکھا حرم میں تو نے
 ستم وجور کی جاتی نہیں عادت تیری
 مولد پاک نبی آہ ہو کوڑے خانہ
 اف رے ناپاک یہ شیطانی نجاست تیری
 فیر تو نے کئے مرقد میں خدیجہ کے بھی
 شیطنت سے ہے بھری کیسی یہ خصلت تیری
 آمنہ بی بی کا مرقد بھی نہ باقی رکھا
 اف رے مردود یہ پیبا کی یہ جرأت تیری
 مسجدیں ڈھائیں آثار کو بھی توڑا تو نے
 عام قبروں پہ ہوئیں خاص عنایت تیری
 تھے مزارات صحابہ وائمہ جو وہاں
 کرچکی سب کو ہی برباد جماعت تیری
 حاضری ان پر سمجھتا ہے عبادت تو غبی
 ہے عجب فہم تری، طرفہ ذہانت تیری
 ہے اسی فہم و فطانت پہ مجدد بنتا
 ہے گدھوں کو بھی شرماقت تیری
 کوئی مسلم نہیں کرتا ہے عبادت ان کی
 سخت جھوٹی ہے مسلمانوں پہ تہمت تیری

تجھ کو اللہ کے پیاروں سے ہے پکی نفرت
 شرک تجھ کو ہے سو جھاتی یہی علت تیری
 ہم تو اللہ کے پیاروں کی کریں گے تعظیم
 جو بھی کچھ چاہے سمجھ لے اسے سنگت تیری
 آگ برسائی مدینہ پہ نبی کے تو نے
 کس قدر سخت ہے ظالم یہ شرارت تیری
 کون سا ظلم مدینہ میں نہ تو نے ڈھایا
 قتل و غارت کی کہیں جاتی ہے عادت تیری
 بے نشان کر دیا افسوس حسن کا مرقد
 تیری سفاکی کی شاہد ہے یہ حالت تیری
 مرقد حمزہ و عثمان بھی مسمار کیا
 جب نہیں اس سے بھی بھرپائی طبیعت تیری
 تو کرا ڈالی بقیع ایک سرے سے برباد
 اف رے او بندہ شیطان یہ جرأت تیری
 کھود کر پھینک دیا تو نے مزار زہرا
 اف رے ملعون! نبی سے یہ عداوت تیری
 اب نظر بد ہے تری روضہ اقدس کی طرف
 آنکھیں پھوٹیں تری بہہ جائے بصارت تیری
 عرض کرتا ہے فقیر اپنے خدا سے کہ میں
 تو، ہوا خواہ ترے اور حکومت تیری

نوشت سوانح (Autobiography) کہا جاتا ہے اور یہ اول الذکر کے مقابلے میں زیادہ معتبر سمجھی جاتی ہے۔ بشرط یہ کہ اس نے اپنی ذات اور اپنے کارناموں کے متعلق مبالغے سے کام نہ لیا ہو اور دوسرے ذرائع بھی اس کی تائید کرتے ہوں۔

یہاں جو خودنوشت سوانح نگار ہے وہ صرف سوانح نگار اور مورخ ہی نہیں، متقی و پرہیزگار عالم دین اور ایک ایسے خانوادے کا فرد ہے جس کے متعلق شبہ کا شائبہ بھی نہیں ہو سکتا، جو بوجہ انکسار و تواضع اپنے حالات و کوائف اور کارناموں کو حقیر و کمتر ہی بنا کر پیش کرتا ہے۔ اس لیے میں ان کے سوانحی حالات خود انھیں کے الفاظ میں من و عن پیش کرتا ہوں اور ان میں کئی فائدے پاتا ہوں۔ ان الفاظ میں خیر و برکت وافر و کثیر ہوگی، ان کا طویل اقتباس ان کے اسلوب نگارش کا نمونہ بھی پیش کرتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ زیادہ معتبر و مستند ہے۔

”فقیر کی ولادت تینیس ۲۳/رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ میں اپنے حضرت جد امجد قدس سرہ کے دولت خانہ واقع محلہ تاسمین گنج ضلع سیتاپور میں ہوئی۔ اولاد رسول فخر العالم محمد پر عقیقہ کیا گیا بعد کو محمد کے ساتھ بوجہ مطابق نام پاک حضور صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنظر تعظیم لفظ ”میاں“ کا اضافہ ہو کر ”محمد میاں“ نام زیادہ متعارف ہوا اور فقیر بھی اپنا یہی نام اکثر استعمال کرتا ہے اور چونکہ فقیر کے برادر معظم کا نام فقیر عالم تھا۔ لہذا بعض بزرگ اس کی مطابقت وزن سے فقیر کو محمد عالم کہتے تھے۔ درسیات مروجہ مختصرہ فارسی اپنے حضرت والد ماجد دامت برکاتہم العالیہ اور نشی فرزند حسن صاحب ساکن قصبہ پالی ضلع ہردوئی اور مولوی میانجی رحمت اللہ صاحب مارہروی سے پڑھیں اور انھیں تینوں اور اپنے برادر معظم سید شاہ غلام الدین فقیر عالم مرحوم سے مشق خط کی اور درسیات مروجہ درس نظامی عربی فقہ و اصول فقہ و نحو و صرف و معانی و بیان و منطق و فلسفہ و عقائد و کلام تفسیر و حدیث وغیرہ اپنے حضرت والد ماجد قبلہ و کعبہ دامت برکاتہم العالیہ و مولوی سید حیدر شاہ صاحب پشوری و مولوی غلام رحمانی صاحب ولایتی و حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی و مولانا عبدالمقتدر صاحب بدایونی سے پڑھیں اور بعض دیگر سے بھی چند اسباق پڑھے۔ ان درسیات کا غالب حصہ مولوی حیدر شاہ صاحب پشوری سے پڑھا۔ درسیات کی آخری کتب پڑھانے کے بعد ان کا ارادہ حسب دستور زمانہ سند تکمیل دینے کا تھا مگر بعض وجوہ کی بنا پر وہ اپنے وطن گئے

تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں

قادری برکاتی قدس سرہ

ڈاکٹر محمد شجاع الدین فاروقی، حمزہ کالونی، نیوسر سیدنگر، علی گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

تاج ولایت تاج العلماء آپ کا رتبہ اونچا محکم

سرزمین مارہرہ مقدسہ کے سدا بہار گلشن برکات میں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت و خوشبودار پھول کھلتے رہے ہیں جن کی ظاہری خوبصورتی اور چمک دمک عمر کے ساتھ بظاہر ختم ہو گئی لیکن جن کے روشن کارناموں کی آب و تاب اور خوشبو گردش دوراں سے ماوری ہے۔ وقت کے ساتھ اس میں کمی نہیں آئے گی بلکہ روز افزوں اور رہتی دنیا تک قائم رہے گی۔

گلشن برکات کے ایسے ہی سدا بہار پھولوں میں سے ایک اور اس کا گل سرسبد وہ ذات گرامی ہے جسے حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ العزیز کہا جاتا ہے اور جسے اس کے شاندار علمی کارناموں کی بدولت ”تاج العلماء“ اور ”مورخ خاندان برکات“ کے خطابات سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان چند صفحات میں اسی ذات گرامی کا مختصر تعارف اور اس کے علمی کارناموں کا تذکرہ مقصود ہے۔



تعارف اور سوانح نگاری کے دو طریقے معروف ہیں۔ کوئی مصنف، مورخ اور تذکرہ نگار معتبر ذرائع سے اس شخص کے بارے میں معلومات حاصل کر کے انھیں قلم بند کرے یا خود اس شخصیت نے بقلم خود اپنے حالات زندگی تحریر کئے ہوں۔ موخر الذکر کو خود

سید محمد اشرف آپ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

”بزرگ اہل خاندان بتاتے ہیں کہ حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ کی شکل و صورت حضرت نوری میاں صاحب قدس سرہ سے بے حد مشابہ تھی۔ علم دین اور استقامت فی الدین کے لیے بھی حضرت محمد میاں قدس سرہ نے جو کام کئے وہ دنیائے سنیت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ خاندان برکات میں شاید کسی بزرگ نے ان سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہوں۔“ (اہل سنت کی آواز۔ اکتوبر ۲۰۰۳ء۔ ص: ۹۸)

”مفتی شریف الحق امجدی حضرت والد کے علم و فضل کی شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں۔“ حضرت تاج العلماء قدس سرہ بہت زبردست عالم تھے اور ایک عظیم مفتی، محدث، مفسر کثیر المطالعہ بزرگ تھے۔ حافظ قوی تھے جو کچھ پڑھتے محفوظ رکھتے۔ انتہائی ذکی، ذہین، فطین، نکتہ رس طباع تھے، جس پر ان کی تحریرات شاہد ہیں۔“ ماہ نامہ اشرفیہ، مبارک پور، سیدین نمبر ۲۰۰۲ء ص: ۳۱۵

”تاریخ خاندان برکات“ کی ترتیب ۱۳۲۹ھ میں ہوئی اس کے بعد تقریباً ۴۶ سال تک آب حیات ظاہری میں رہے۔ یہ طویل عرصہ انتہائی گونا گوں مصروفیت اور لاتنا ہی علمی، سیاسی، سماجی اور اصلاح و تربیت کی خدمات میں گزرا۔ آپ کی مصروفیت کو درج ذیل حصول میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) اصلاح و تربیت، دین کی دعوت، خلق خدا کی ہمہ جہت خدمت اور سلسلہ کی اشاعت آپ کا فرض منصبی تھی۔ آپ جس منصب پر فائز تھے اور جس عظیم خانوادے کے سجادے پر رونق افروز تھے، وہ صدیوں سے ہی یہی خدمات انجام دے رہا تھا اور خلق خدا کو گمراہی و بے دینی سے صراط مستقیم اور شریعت و طریقت کی راہوں پر گامزن کر رہا تھا۔ آپ نے بھی ان خدمات کو احسن انداز میں انجام دے کر خود کو نہ صرف اس منصب کا اہل ثابت کیا بلکہ ایک معیار قائم کیا اور ایسی خدمات انجام دیں جو یادگار بن گئیں۔

(۲) آپ نے معاصر دینی و کلامی مباحث پر نہ ہو صرف واضح موقف کا اظہار کیا بلکہ ان پر مختلف کتب و رسائل لکھ کر علمی انداز میں اظہار خیال فرمایا۔

(۳) آپ نے اہل سلسلہ اور خاندان کے حالات جمع فرما کر مستند تاریخی خدمات انجام دیں اور مورخ خاندان برکات کا لقب پایا۔

اور پھر ان سے سند تحریری کی نوبت نہ آئی۔ علم حدیث وغیرہ کی سند فقیر کو اپنے خاندانی تسلسل، اپنے حضرت والد ماجد قبلہ و حضرت نانا صاحب قبلہ سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب سے بحمدہ تعالیٰ حاصل ہے۔ قرآن مجید فقیر نے اپنے حضرت والد ماجد قبلہ اور برادر معظمہ سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم و ہمیشہ معظم اہلیہ سید مہدی حسن صاحب اور جناب استاد مکرم حافظ عبدالکریم صاحب ملک پوری مرحوم سے حفظ کیا اور حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی اور بعض دیگر سے بھی چند سبق پڑھے اور کچھ دور کیا ہے۔

اور فقیر کو اگرچہ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر اپنا استاد جانتا ہے۔ ان کی تقریرات و تحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی و عملی حاصل ہوئے اور چونکہ تقریر و تحریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری و معنوی شرعی و عرفی سے منزہ و مبرا ثابت و محقق ہوا لہذا فقیر بھی تابہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔ اللہم وفقنا لما تحب وترضی۔ آمین یا رب العالمین۔

”بیعت طریقہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اور اس سلسلہ و نیز دیگر سلاسل عالیہ نقش بند یہ ابوالعلائیہ و چشتیہ نظامیہ و سہروردیہ جدیدہ و قدیمہ میں اجازت و خلافت اور بعض دیگر سلاسل و جملہ اورداد و اذکار و اشتغال و اعمال و وظائف و احادیث شریفہ و قرآن مجید و مصافحات وغیرہ برکات کی اجازت اپنے حضرت والد ماجد قبلہ و کعبہ و دامت برکاتہم العالیہ حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن صاحب اور اپنے نانا صاحب زبدۃ الواصلین حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ سے حاصل ہے۔

فقیر کا عقد منظور فاطمہ دختر سید وجیہ الدین صاحب نقوی بریلوی سے ہوا۔ (حاشیہ میں حضرت نے اپنی منکوحہ کا پدری و مادری نسب نامہ درج کیا ہے موصوفہ دونوں طرف سے نقوی سادات کی چشم و چراغ تھیں) ایک لڑکا ہوا تھا جو جا تا رہا۔ ابھی اور کوئی اولاد نہیں۔“ (تاریخ خاندان برکات ص: ۶۵ تا ۶۸)

(نوٹ:- حضرت تازیست لا ولد ہی رہے)

ان حالات و کوائف کے بعد آپ نے اپنی تینتیس ۳۳ تصانیف کے نام درج کئے ہیں اور انھیں پر اپنے سوانحی حالات ختم کر دئے ہیں۔

سیاسی و سماجی شعور کو بیدار کیا، دشمنوں کی ریشہ دوانیوں سے آگاہ کیا اور ایک بہترین لائحہ عمل بھی پیش کیا۔ اس دور میں یہ جماعت اہل سنت کا بہترین ترجمان تھا۔

آپ کی وفات کے بعد بعض وجوہ کی بنا پر یہ رسالہ جاری نہ رہ سکا لیکن ایک عرصہ بعد ۱۹۹۳ء میں اس کا احیا ہوا۔ اب یہ کسی خاص موضوع پر سالانہ مجلہ اور درگاہ برکاتیہ کے ترجمان کی حیثیت سے برابر شائع ہو رہا ہے اور اہل محبت و عقیدت کو سامان سرور و انبساط فراہم کر رہا ہے۔ عرس قاسمی کے موقع پر اس کی اشاعت عمل میں آتی ہے۔

ہجوم افکار اور مصروفیات و خدمات میں اکثر وہ عوارض خارج ہو جاتے تھے جو آپ کو لاحق تھے۔ بہر حال اس قدر چوکھی خدمات انجام دے کر صرف چھیا سٹھ ۶۶ سال کی عمر میں آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔

۲۴ جمادی الآخر ۱۴۳۵ھ / ۷ فروری ۱۹۵۶ء بعد نماز عشاء ۸ بج کر ۴۸ منٹ پر آپ نے وصال فرمایا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ آپ کا مزار پاک بھی اسی عظیم درگاہ کے احاطے میں ہے جہاں حضرت صاحب البرکات کے ساتھ ان کے اہل خاندان اور اہل سلسلہ کے بہت سے افراد آرام فرما ہیں۔

☆ حضرت تاج العلماء کی شخصی خوبیاں ایک معتقد کے الفاظ میں:

محمد مظہر حسن برکاتی بدایونی نے ”میرا پیر خانہ“ کے عنوان سے ایک طویل مضمون لکھا تھا جسے ”اہل سنت کی آواز“، اکتوبر ۲۰۰۳ء میں بھی شائع کیا گیا ہے۔ یہ مضمون ص ۴۸۵ سے ۵۰۰ تک کے ۱۶ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں انھوں نے حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی کی شخصیت اور خوبیوں پر روشنی ڈالی ہے۔ نیز اپنے بیعت ہونے کا واقع اور آپ کے خلوص و محبت، روشن ضمیری، دور اندیشی اور کشف و کرامات کے واقعات قلم بند کئے ہیں۔ مضمون تاثراتی اور عقیدت و محبت سے عبارت ہے، اس لیے اس میں مبالغے کا ہونا تعجب انگیز نہیں ہے پھر بھی آپ کی شخصیت اور شخصی خوبیوں پر عمدہ روشنی ڈالتا ہے۔ کہتے ہیں۔

”آپ کا تقویٰ و پرہیزگاری، نفس کشی اور مروت و اخلاص کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔“

(۴) آپ کے دور کا ہندوستان انتہائی ہیجان انگیز حالات سے گزر رہا تھا۔ جدوجہد آزادی شباب پر تھی۔ اسی کے ساتھ ہندو مسلم مناقشات بھی عروج پر تھے۔ انتہا پسند ہندوؤں کی جماعتیں مسلمانوں کے درپے آزار تھیں اور انھیں ہندوستان سے خس و خاشاک کی طرح اڑا دینا چاہتی تھیں۔ مسلمانوں کا مستقبل انتہائی مخدوش نظر آتا تھا۔ اہل کفر ملت واحدہ کی طرح متحد ہو کر کام کر رہے تھے۔ جبکہ مسلمانوں کا انتشار و افتراق اپنی دیرینہ روایت کے مطابق نہ صرف برقرار تھا بلکہ روز افزوں تھا۔ کانگریس اور مسلم لیگ کی چپقلش عروج پر تھی اور دونوں حریفانہ انداز میں ایک دوسرے کے درپے آزار تھیں۔ ایسے میں انگریزوں کی چالیں اپنا کام کر رہی تھیں۔ ان حالات سے آپ قطعاً غافل نہیں رہے بلکہ دینی عملی کاموں کے ساتھ آپ نے بھرپور انداز میں نہ صرف سیاسی رہنمائی فرمائی بلکہ اس وقت کے اہم مسائل اور خطرات پر مختلف رسائل لکھ کر عوام کو ان کے مضمرات سے آگاہ کیا اور انھیں دام ہم رنگ زمین سے بچانے کی بھرپور کوشش بھی فرمائی۔ ان سب کی تفصیلات ان کی تصنیفات کے تعارف میں آرہی ہیں۔

جدید دور میں پریس اور میڈیا کی طاقت اظہر من الشمس ہے۔ اپنے عقائد و نظریات اور احساسات و تاثرات کو مطبوع شکل میں پیش کر کے لاکھوں لوگوں تک پہنچایا جاسکتا ہے۔ تقریر کے مقابلہ میں تحریر بہت دیر پا ہوتی ہے۔ اور اپنا گہرا اثر چھوڑتی ہے۔ پریس کے ذریعہ اپنے عقائد و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ہی نہیں دشمنان دین کے حربوں اور کذب و افترا کی کاٹ بھی کی جاسکتی ہے۔ پریس کی طاقت کا احساس سب سے پہلے آپ کے خانوادے میں آپ کے دادا حضرت سید شاہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کو ہوا۔ انھوں نے سینٹاپور میں اپنا ذاتی پریس ”مطبع صبح صادق“ کے نام سے لگوا دیا اور بہت مفید و کارآمد کتب شائع کیں۔ ان کے بعد پریس عدم تو جہی کا شکار رہا۔ تا نکہ حضرت تاج العلماء نے اس کی طرف خصوصی توجہ کی۔ اسے سینٹاپور سے مارہرہ منگوا دیا اور ہزار مشکلات و مسائل و مصائب کے باوجود اسے تمام اہل سنت کے لیے مفید کارآمد بنایا۔ مفید کتب و رسائل کی اشاعت کا سلسلہ شروع کیا۔ یہی نہیں بلکہ تبلیغ و اشاعت اور سلسلہ عالیہ سے روشناس کرانے کے لیے آپ نے آزادی سے چند سال قبل ”اہل سنت کی آواز“ کے نام سے ایک رسالہ بھی جاری فرمایا۔ اپنے پہلے دور میں اس نے بڑی مفید خدمت انجام دی۔ اہل سنت میں مذہبی،

حضرت والا کی زندگی میں نظم و ضبط، سفر، و حضر میں ضروری سامان ساتھ رکھنے کی عادت اور اپنا کام خود کرنے کا مادہ تھا۔ اس سلسلہ میں محمد مظہر حسن برکاتی کہتے ہیں۔

”گرمی میں ایک دستی پنکھا ہمیشہ حضرت کے ساتھ ہی رہتا تھا اور پنکھے پر ہی کیا معمول، ضرورت کی ہر چیز اپنے ساتھ ہی رکھتے تھے، کسی کو زحمت دینا گوارا نہ فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت اپنا لوٹا، جانماز، قلم، دوات اور رات کے اندھیرے میں روشنی کے لیے اپنی ذاتی لائٹن اپنے ساتھ ہی رکھا کرتے تھے..... حضرت آرام فرما رہے تھے۔ آپ کے سینے پر آپ کا دستی پنکھا رکھا ہوا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ حضرت پہ کچھ ہوا کر دوں اسی خیال سے آپ کا پنکھا اٹھالیا اور ہوا کرنی چاہی۔ حضرت نے آنکھیں کھول دیں اور مجھ سے ارشاد فرمایا: ”مظہر حسن تم نے یہ پنکھا کس کی اجازت سے اٹھایا؟“ میں نے عرض کیا: حضرت میں نے چاہا کہ آپ پر ہوا کر دوں اور آپ اس گرمی میں تھوڑا طمینان سے آرام فرمائیں۔ حضرت نے ارشاد فرمایا: ”آئندہ بغیر اجازت ایسا نہ کرنا۔ قدرت نے ہمیں بھی اپنا کام کرنے کے لیے دو ہاتھ عطا کئے ہیں۔“

صاحب مضمون نے حضرت والا کی ایک اور خوبی پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھا ہے:

”حضرت کی یہ خاص عادت تھی، نہ کسی سے برائی سنتے تھے اور نہ کسی کی برائی کرتے تھے۔ جب کوئی کسی کی برائی یا کسی کے بارے میں کوئی شکایت کرتا تھا تو حضرت ڈانٹ دیتے تھے۔“

حضرت تاج العلماء کے بارے میں ان کی حتمی رائے یہ ہے اور بڑی حد تک صحیح بھی ہے۔

”حضرت تاج العلماء رحمۃ اللہ علیہ ایک مشفق اور مہربان مرشد ہی نہیں بلکہ نیکی اور پریشانی میں کام آنے والے، مشکل میں مددگار، مایوسی اور کمپرسی کی حالت میں اپنے غلاموں کی فریادیں کرنے والے آقا بھی تھے اور آپ کی روشن ضمیری بھی سب پر عیاں تھی۔“

حضرت تاج العلماء کی تعلیم و تربیت:

احسن العلماء قدس سرہما کے الفاظ میں:

محمد اکبر قادری برکاتی کے مطابق: ”حضرت والا (احسن العلماء حضرت شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ) فرماتے تھے کہ مجھے میرے ببا حضرت (مراد حضور تاج العلماء

علیہ الرحمہ) نے ایسا گنایا ایسا کڑھا ایسا پکھایا کہ دشوار سے دشوار مراحل سے با آسانی گزر جاتا ہوں۔ انھوں نے سو باتیں بتائیں، نوے بھول گئے مگر دس پر ہی ٹھیک سے عمل ہو جائے تو پھر کسی چیز کی ضرورت نہیں۔“ (از اہلسنت کی آواز، اکتوبر ۱۹۹۷ء، ص: ۳۲۲)

دراصل حضرت احسن العلماء کی تعلیم و تربیت کے مراحل ان کے ماموں جان حضرت تاج العلماء کی رہنمائی اور نگرانی میں ہی پورے ہوئے تھے، اسی لئے حضرت احسن العلماء ان سے بہت متاثر تھے۔ آخر تک انھیں یاد کرتے رہے، ان کے خلوص و محبت کے گرویدہ رہے۔ علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی کے مطابق۔

”آپ بیعت اپنے نانا حضرت شاہ ابوالقاسم الحاج اسماعیل حسن صاحب سے تھے مگر خانقاہ برکاتیہ کے سارے علمی خزانے حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے عطا فرمائے، اپنا سجادہ نشین بنایا اور خانقاہ برکاتیہ کے جملہ اوقاف کا متولی۔“

(اہل سنت کی آواز۔ خصوصی شمارہ بیاد احسن العلماء ۱۹۹۵ء اکتوبر، ص: ۲۵)

☆ حضرت والا کی روحانی تربیت کے اثرات مفتی محمد شریف الحق امجدی کی نگاہ میں:

مفتی صاحب موصوف حضرت تاج العلماء کی روحانی تربیت کے اثرات کی شہادت دیتے ہوئے کہتے ہیں:

”میں نے حضرت تاج العلماء کے مریدین کو دیکھا، متصلب سنی اور پورے طور پر پابند شریعت حق گوئی میں دلیر..... ان کے کسی مرید کو میں نے مداہن، عقیدے میں سست نہیں پایا..... یہ سب حضرت تاج العلماء قدس سرہ کی روحانی تربیت کا اثر ہے۔“

[ماہ نامہ اشرفیہ۔ سیدین نمبر ۲۰۰۲ء۔ ص: ۳۱۴]

شجرہ نسب:

عام طور سے جس کا شجرہ لکھنا مقصود ہوتا ہے، اس سے شروع کر کے ابا عن جدید مورث اعلیٰ تک منتهی کرتے ہیں۔ اس صورت میں مورث اعلیٰ کا نام سب سے آخر میں آتا ہے۔ سادات کرام کے سلسلے میں بھی یہی ہوتا ہے کہ شجرے کو حضور سرور کائنات فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والا صفات پر منتهی کرتے ہیں اور آپ کا نام نامی اسم گرامی سب سے آخر میں لکھا جاتا ہے۔ جبکہ ہم کوئی بھی فہرست بناتے ہیں تو سب سے پہلے

- (۱۴) حضرت سید سحیٰ
 (۱۵) حضرت حسین
 (۱۶) حضرت داؤد
 (۱۷) حضرت سید ابوالفرح واسطی
 (۱۸) حضرت سید ابوفراس
 (۱۹) حضرت سید ابوالفرح ثانی
 (۲۰) حضرت سید حسین
 (۲۱) حضرت سید محمد صغریٰ، فاتح بلگرام
 (۲۲) حضرت سید عمر
 (۲۳) حضرت سید حسین
 (۲۴) حضرت سید نصیر
 (۲۵) حضرت سید حسن
 (۲۶) حضرت سید قاسم
 (۲۷) حضرت سید کمال
 (۲۸) حضرت سید شاہ بڈھ
 (۲۹) حضرت سید شاہ ماہرو
 (۳۰) حضرت سید شاہ قطب الدین
 (۳۱) حضرت سید شاہ ابراہیم
 (۳۲) حضرت سید شاہ عبدالواحد
 (۳۳) حضرت سید شاہ عبدالجلیل
 (۳۴) حضرت سید شاہ اولیس
 (۳۵) حضرت سید شاہ برکت اللہ عتیقی و پتیمی
 (۳۶) حضرت سید شاہ آل محمد
 (۳۷) حضرت سید شاہ حمزہ عینی
 (۳۸) حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں

سرکردہ شخصیت کا نام تحریر کرتے ہیں پھر درجہ بدرجہ..... شجرہ میں بہر حال یہ طریقہ اختیار نہیں کیا جاتا۔

اس سلسلہ میں میرا جذبہ یہ ہے کہ جو ذات والا صفات بنی آدم کا فخر اور مرکز ہے جس سے نسبى انتساب تو خیر بڑی چیز ہے، ہر انتساب قابل فخر سمجھا جاتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ام کلثوم بنت علی وفاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے عقد کی ایک وجہ یہی بتائی تھی کہ اس طرح میں آپ کے نسب پاک سے اور زیادہ قریب ہو جاؤں گا۔

پھر مرکز بنی آدم اور کائنات کی سب سے زیادہ سرکردہ شخصیت کے نام نامی کو ایک قاعدے کی پابندی کرتے ہوئے سب سے آخر میں لکھا جائے، یہ غایت عقیدت و محبت سے دور ہے۔ بس اس مروجہ قاعدے کو چھوڑتے ہوئے آپ کے شجرہ نسب کو برعکس طریقے سے لکھتا ہوں، شجرہ بیعت بھی اسی برعکس طریقے سے لکھا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جذبے کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور مغفرت و نجات کا ذریعہ بھی۔ آمین بجاہ سید المرسلین و امام المتقین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

- (۱) سید المرسلین خاتم النبیین فخر ابن آدم سرور کائنات فخر موجودات محمد ابن عبد اللہ ابن عبد المطلب
- (۲) سیدۃ النسا حضرت فاطمۃ الزہراء بنت محمد ابن عبد اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)
- (۳) سید الشہداء حضرت امام حسین ابن علی ابن ابی طالب ابن عبد المطلب
- (۴) حضرت امام زین العابدین سید سجاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۵) حضرت زید شہید ابن امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- (۶) حضرت سید عیسیٰ المعروف بموتم الاشبال
- (۷) حضرت سید محمد
- (۸) حضرت سید علی
- (۹) حضرت سید حسین
- (۱۰) حضرت سید علی عراقی
- (۱۱) حضرت سید زید دوم
- (۱۲) حضرت سید عمر
- (۱۳) حضرت سید زید سوم

- (۳۹) حضرت سید شاہ اولاد رسول احمدی
 (۴۰) حضرت سید شاہ محمد صادق
 (۴۱) حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن الملقب بہ شاہ جی میاں
 (۴۲) حضرت سید اولاد رسول محمد میاں الملقب بہ ”تاج العلماء“

شجرہ بیعت

- (۱) سیدنا مولانا مقتدانا خاتم الانبیاء و رسل حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 (وصال ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ)
 (۲) حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم (وصال ۲۱ رمضان المبارک ۴۰ھ)
 (۳) حضرت سیدنا امام حسین شہید معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (شہادت و وصال ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ)
 (۴) حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۸ محرم الحرام ۹۴ھ)
 (۵) حضرت سیدنا امام محمد باقر رضی اللہ عنہ (وصال ۷ ذی الحجہ ۱۱۴ھ)
 (۶) حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۵ رجب المرجب ۱۴۸ھ)
 (۷) حضرت سیدنا امام موسیٰ کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۵ رجب المرجب ۱۸۳ھ)
 (۸) حضرت سیدنا امام علی بن رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۱ رمضان المبارک ۲۰۳ھ)
 (۹) حضرت سیدنا معروف کرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲ محرم الحرام ۲۰۰ھ)
 (۱۰) حضرت شیخ سری سقطی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳ رمضان المبارک ۲۵۳ھ)
 (۱۱) حضرت شیخ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۷ رجب المرجب ۲۹۷ یا ۲۹۸ھ)
 (۱۲) حضرت شیخ ابوبکر شبلی رضی اللہ عنہ (وصال ۲۷ ذی الحجہ ۳۳۴ھ)
 (۱۳) حضرت شیخ ابوالفضل عبدالواحد اسمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶ جمادی الآخر ۴۲۵ھ)
 (۱۴) حضرت شیخ ابوالفرح الطرطوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۳ شعبان المکرم ۴۴۷ھ)
 (۱۵) حضرت شیخ ابوالحسن قریشی اھکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال یکم محرم الحرام ۴۸۶ھ)
 (۱۶) حضرت شیخ ابوسعید اخضر وی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۷ شعبان المکرم ۵۱۲ھ)

- (۱۷) حضرت شیخ عبدالقادر الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۱ ربیع الآخر ۵۶۱ھ)
 (۱۸) حضرت شیخ عبدالرزاق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۶ شوال المکرم ۶۲۳ھ)
 (۱۹) حضرت ابوصالح نصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۷ رجب المرجب ۶۳۳ھ)
 (۲۰) حضرت شیخ محی الدین ابوالنصر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۷ ربیع الاول ۶۵۶ھ)
 (۲۱) حضرت شیخ سید علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۳ شوال المکرم ۶۷۳ھ)
 (۲۲) حضرت شیخ سید موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۳ رجب المرجب ۷۶۳ھ)
 (۲۳) حضرت شیخ سید حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶ صفر المظفر ۷۸۱ھ)
 (۲۴) حضرت شیخ سید احمد الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۹ محرم الحرام ۸۵۳ھ)
 (۲۵) حضرت شیخ بہاء الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۱ ذی الحجہ ۹۲۱ھ)
 (۲۶) حضرت شیخ سید ابراہیم الایرجی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۵ ربیع الآخر ۹۵۳ھ)
 (۲۷) حضرت شیخ محمد بھکاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۹ ذی قعدہ ۹۸۱ھ)
 (۲۸) حضرت شیخ قاضی ضیاء الدین المعروف بہ شیخ جیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۱ رجب المرجب ۹۸۹ھ)
 (۲۹) حضرت شیخ جمال الاولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال یکم شوال ۱۰۴۷ھ)
 (۳۰) حضرت شیخ سید محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶ شعبان المکرم ۱۰۷۱ھ)
 (۳۱) حضرت شیخ سید احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۹ صفر المظفر ۱۰۸۴ھ)
 (۳۲) حضرت شیخ سید فضل اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۴ ذی قعدہ ۱۱۱۱ھ)
 (۳۳) حضرت شیخ شاہ برکت اللہ صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۰ محرم الحرام ۱۱۴۲ھ)
 (۳۴) حضرت سید شاہ آل احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۶ رمضان المبارک ۱۱۶۲ھ)
 (۳۵) حضرت سید شاہ حمزہ عینی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۴ محرم الحرام ۱۱۹۸ھ)
 (۳۶) حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶ رمضان المبارک ۱۲۵۱ھ)
 (۳۷) حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۷ ربیع الاول ۱۲۳۵ھ)
 (۳۸) حضرت سید شاہ محی الدین امیر عالم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۵ شعبان المکرم ۱۲۸۶ھ)
 (۳۹) حضرت سید شاہ اولاد رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۶ ربیع الآخر ۱۲۶۸ھ)

جس کے وقائع - وقائع عمری محمد کے وقائع عمری سے زیادہ مفصل اور سچے ہوں۔“
آپ پر جس قدر لکھا گیا ہے وہ دنیا کی اور کسی شخصیت کے حصے میں نہیں آیا۔ مسلمانوں نے آپ کی سیرت کی تدوین میں جس قدر کدو کاوش کی، وہ اتنی تعجب خیز نہیں ہے کیونکہ ان کے ایمان و یقین اور عقیدت و محبت کا یہی تقاضہ ہے کہ وہ اس ضمن میں جتنی کوشش کریں، کم ہی ہے۔ آپ کی خصوصیت تو یہ ہے کہ غیر مسلموں اور مستشرقین نے بھی آپ کی سیرت پر اپنا زور قلم صرف کیا ہے۔ مخالفانہ بھی اور موافقانہ بھی۔ آپ کے سیرت نگاروں میں شامل ہونا انھیں بھی قابل فخر ہوتا ہے۔

پروفیسر مارگولیتھ جیسا متعصب مورخ، جس نے ۱۹۰۵ء میں ”ہیروز آف دی نیشنز“ کے سلسلے کی کتاب ”محمد“ تصنیف کی تھی اور آپ کے ہر واقعہ کے متعلق سند بہم پہنچا کر اور توڑ مروڑ کر اس سے اپنے پسندیدہ نتائج نکالے تھے۔ اس کی کتاب سیرت کے موضوع پر انتہائی مخالفانہ اور زہریلی کتابوں میں سے ایک ہے، لیکن وہ بھی اس کے مقدمے میں اس اعتراف پر مجبور ہوا ہے:

"The biography of the prophet Mohammad from a long series. it is impossible to end but in which it would be honourable to find a place"

(پیغمبر محمد کے سوانح نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے، اس کا ختم ہونا ناممکن ہے لیکن اس میں شریک ہونا قابل فخر ہے)

پس اس سلسلہ میں شامل ہونے اور خریداران یوسف میں شامل غریب بڑھیا کی مانند چند سطریں بطور تعارف و تبرک پیش خدمت کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول عام الفیل مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۰ء بروز پیر بوقت صبح صادق حضرت آمنہ بی بی کے لطن سے ہوئی، والد محترم حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا انتقال ولادت پاک سے کچھ عرصہ پہلے ہی ہو گیا تھا۔ عرب کے دستور کے مطابق رضاعت کافر بیضہ حضرت حلیمہ سعدیہ نے انجام دیا۔ عمر شریف کے تقریباً چار سال آپ نے انھیں کی نگرانی میں گزارے۔ چھ سال کی عمر میں والدہ حضرت آمنہ کا بھی انتقال ہو گیا۔ جب آپ کی عمر شریف آٹھ سال کی ہوئی تو انتہائی محبت کرنے والے دادا عبدالمطلب بھی داغ

- (۲۰) حضرت سید شاہ آل رسول الاحمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۸ رزی الحجہ ۱۲۹۶ھ)
(۲۱) حضرت سید شاہ محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۲۴ شوال المکرم ۱۳۲۶ھ)
(۲۲) حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد النوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال ۱۱ رجب المرجب ۱۳۲۲ھ)
(۲۳) حضرت سید شاہ ابوالقاسم سید اسماعیل حسن المعروف بہ شاہ جی میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ (وصال یکم صفر المظفر ۱۳۳۷ھ)
(۲۴) حضرت سید شاہ محمد میاں اولاد رسول (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) (وصال ۲۴ جمادی الآخر ۱۳۷۵ھ)



شجرہ نسب اور شجرہ بیعت و سلسلہ طریقت کی چند اہم شخصیات:

- (۱) فخر بنی آدم، فخر بن وائس، افضل المرسلین، خاتم النبیین محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب (صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم)

اس ذات والا صفات کی حیات مبارکہ کے ہر پہلو پر صد ہا کتابیں تصنیف ہوئی ہیں۔ آپ کی سیرت و سوانح، سنن و آثار، فرامین و مغازی، احادیث پاک و اخلاق حسنہ، عائلی و معاشرتی زندگی، معاشی و سیاسی زندگی غرض مہد سے لحد تک کے حالات کا ایک ایک پہلو اور ایک ایک لمحہ ریکارڈ میں موجود ہے۔ یہاں تک کہ راویوں نے یہ تک بتایا ہے کہ اس موقع پر آپ کیسے لباس زیب تن کئے ہوئے تھے۔ چہرے کے تاثرات کیا تھے۔ آپ نے کس طرح ہاتھ اٹھا کر اشارا فرمایا تھا وغیرہ ہم۔

اہل محبت نے ان سب باتوں کی ایک ایک جزئیات کو محفوظ رکھا ہے اور آنے والی نسلوں تک پہنچایا ہے۔ اسی لئے ہمارا دعویٰ ہے کہ آپ کی سیرت و سوانح جس قدر محفوظ ہے، اولاد آدم میں سے کسی کی نہیں۔ انصاف پسند غیر مسلم مصنفین بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ جان ڈیون پورٹ نے اپنی کتاب ”اپالوجی فار محمد اینڈ قرآن“، مطبوعہ ۱۸۷۰ء کو ان الفاظ سے شروع کیا ہے:

”اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام مقشوں اور فاتحوں میں ایک بھی ایسا نہیں ہے

کے لیے آپ تنہائی کی تلاش میں مکہ سے باہر غار حرا میں وقت گزارنے لگے۔ یہاں تک کہ چالیس سال کی عمر شریف میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی اور آپ کی بعثت ظہور میں آئی۔ اس کی سب سے پہلی تصدیق کرنے والی آپ کی وفا شعار بیوی حضرت خدیجہ بنت خویلد تھیں۔ مکہ کی چند صالح روحوں نے آپ کے پیغام وحدانیت و رسالت کی تصدیق کی مگر غالب اکثریت جواب تک آپ کو صادق اور الامین مانتی تھی، آپ کی تکذیب کرنے لگی اور آپ کی جان کی دشمن ہو گئی۔ آئندہ تیرہ سال آپ نے اور آپ کے رفقاء نے اہل مکہ کے ہاتھوں سخت تکالیف اٹھائیں اور انھیں زبردست مشکلات ومصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ اس دوران حج کے موقع پر آنے والے مختلف قبائل کے لوگوں پر آپ اسلام پیش کرتے رہے۔ اس مقصد کے لیے طائف کا سفر بھی فرمایا لیکن اس وقت کے یثرب (بعد میں مدینہ الرسول) والوں نے آپ کے پیغام کو قبول کیا اور رفتہ رفتہ وہاں کی ایک بڑی تعداد نے اسلام قبول کر لیا۔ اب مکہ کے پریشان حال مسلمان ہجرت کر کے یثرب میں آباد ہونے لگے یہاں تک کہ وحی الہی نے آپ کو بھی ہجرت کر کے یثرب چلے جانے کو حکم پہنچایا۔ ادھر اہل مکہ نے متفق ہو کر آپ کے بیشتر رفقاء کے یثرب چلے جانے کے بعد آپ کے قتل کا منصوبہ تیار کر لیا (معاذ اللہ) منصوبہ یہ تھا کہ سبھی قبائل کے لوگ یک بارگی متحد و متفق ہو کر ایک ساتھ حملہ کریں۔ اس صورت میں کسی ایک پر الزام نہیں آئے گا اور ہوا ہوا کسی سے بدلہ نہ لے سکیں گے۔

ادھر بحکم الہی آپ اسی شب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ غیر معروف اور دشوار گزار راستوں سے یثرب کی طرف روانہ ہو گئے۔ کفار مکہ نے گرفتاری کی بہت کوشش کی، گرفتار کرنے والے کو گراں قدر انعام و اکرام بھی دینے کا وعدہ کیا مگر آپ بحفاظت یثرب پہنچ گئے۔

اب یثرب مدینہ الرسول ہو گیا۔ یہاں آپ نے مسجد نبوی کی بنیاد ڈالی۔ مہاجرین و انصار میں مواخات قائم کی اور یہود مدینہ سے امن و امان کے لیے معاہدے کئے۔ ادھر کفار مکہ اپنی ناکامی پر سخت بے چین تھے۔ اور کسی بھی صورت میں یہاں بھی جین سے نہیں رہنے دینا چاہتے تھے۔ نتیجہ میں بدر واحد کے معرکہ ہوئے۔ پھر انھوں نے تمام قبائل کو متحد کر کے ایسا حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا جو مدینہ کو تاخت و تاراج کر سکے۔ اسے آپ نے خندق کی حکمت عملی سے ناکام کیا۔ ادھر مخالفت شدید تھی تو ادھر مسلمانوں کی تعداد روز افزوں

مفارقت دے گئے۔ آپ کی پرورش و گرائی کی ذمہ داری چچا ابوطالب نے انجام دی۔ تیرہ سال کی عمر میں آپ نے چچا ابوطالب کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ پندرہ سال کی عمر میں آپ نے مکہ کے کچھ صالح اور شریف لوگوں کی تحریک پر ہونے والے معاہدے ”حلف فضول“ میں حصہ لیا۔ اس کا مقصد مظلوموں اور پریشان حال لوگوں کی مدد کرنا تھا۔

مکہ میں آپ نے جوانی تک کا سفر اس قدر صالحیت، دیانت داری، امانت داری اور شرافت و سچائی کے ساتھ مکمل کیا کہ اہل مکہ آپ کو ”الصادق“ اور ”الامین“ کے القاب سے مخاطب کرنے لگے۔

جوان ہو کر تجارت کو آپ نے ذریعہ معاش بنایا۔ پچیس سال کی عمر میں آپ نے مکہ کی ایک دولت مند خاتون حضرت خدیجہ الکبریٰ کے سامان تجارت کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ اس سفر میں آپ کو زبردست تجارتی کامیابی حاصل ہوئی۔ آپ کی دیانت و امانت اور سفر کے حالات اپنے آدمیوں سے سن کر حضرت خدیجہ آپ سے بے حد متاثر ہوئیں۔ انھوں نے آپ سے نکاح کی درخواست کی حالانکہ ان کی عمر اس وقت چالیس سال ہو چکی تھی، جبکہ آپ نے ابھی عمر کی صرف پچیس بہاریں ہی دیکھی تھیں۔

حضرت خدیجہ کی دولت اور وجاہت کی وجہ سے سبھی کی رائے یہ تھی کہ آپ اس رشتے کو قبول فرمائیں۔ نکاح ہوا اور حضرت خدیجہ واقعی ایک انتہائی وفا شعار اور اطاعت گزار بیوی ثابت ہوئیں۔ آپ نے اپنی تمام دولت اپنے عظیم شوہر کے قدموں میں نثار کر دی۔ آپ بھی ان سے بہت محبت فرماتے تھے۔ آپ نے ان کی موجودگی میں کسی دوسری عورت سے نکاح نہیں فرمایا۔ ان کے لطن سے آپ کے چار صاحبزادیاں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ زہرا اور دو صاحبزادے طیب و طاہر (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) پیدا ہوئے۔ صاحبزادے تو بچپن میں ہی انتقال کر گئے۔ صاحبزادیاں جوان، شادی شدہ اور صاحب اولاد بھی ہوئیں۔

جب آپ کی عمر شریف پینتیس ۳۵ سال کی ہوئی تو اہل مکہ نے بوسیدگی کی وجہ سے خانہ کعبہ کی از سر نو تعمیر کی لیکن سنگ اسود کی تنصیب کے موقع پر سخت فساد کی نوبت آ گئی۔ اس وقت آپ کے مدبرانہ فیصلے نے اہل مکہ کو زبردست خون خرابے سے محفوظ رکھا۔ اسی عمر میں آپ کی دنیا سے بے رغبتی شروع ہوئی۔ غور و فکر اور عبادت و ریاضت

تھی۔ آپ کا پیغام مقبولیت عام حاصل کر رہا تھا۔ قبائل مسلمان ہو رہے تھے اور مدینہ کی حکومت مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی، یہود و منافقین مدینہ کی مخالفت کے باوجود۔ اسی کشمکش سے گزرتے ہوئے بالآخر ۸ھ میں مکہ کو فتح کر لیا گیا اور خانہ کعبہ کو بتوں سے پاک کر کے کفار مکہ کا زور و زعم کچل دیا گیا۔ ۱۰ھ میں جب آپ نے حجۃ الوداع فرمایا تو تقریباً سو لاکھ فرزندان توحید آپ کے جلو میں تھے اور مسلمانوں کی تعداد لاکھوں میں ہو چکی تھی۔ مدینہ جزیرۃ العرب کا مرکز بن چکا تھا اور تاریخ عرب کی پہلی مضبوط و منظم حکومت قائم ہو چکی تھی۔ بعثت سے وصال تک کے تیس ۲۳ سال آپ نے انتہائی پر آشوب اور جدوجہد سے بھرپور حالات میں گزارے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ میں چند روزہ علالت کے بعد ۶۳ سال کی عمر شریف میں آپ مالک حقیقی اور رفیق الاعلیٰ کے پاس چلے گئے۔

۲- سیدۃ النساء حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا:

حضرت فاطمہ زہرا حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے چھوٹی اور سب سے چہیتی صاحبزادی تھیں۔ بعثت سے تقریباً پانچ سال پہلے آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ انتہائی عبادت گزار، متقی و پرہیزگار تھیں، آپ کے فضائل و مناقب کثیر ہیں۔ طاہرہ اور بتول آپ کے لقب ہیں۔

حضرت فاطمہ کا نکاح ۲ھ کے اواخر میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ہوا۔ ان سے آپ کے تین صاحبزادے حسن، حسین اور محسن اور تین صاحبزادیاں رقیہ، زینب، اور ام کلثوم ہوئیں، رقیہ اور محسن نے بچپن میں ہی انتقال کیا۔ باقی جوان اور صاحب اولاد ہوئے۔

چونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد زینہ بچپن میں ہی انتقال کر گئی، اس لیے آپ نے حسنین کریمین کو ہی اپنا بیٹا قرار دیا اور انھیں سے سلسلہ نسب کو جاری فرمایا۔ یہ بھی آپ ہی کی انفرادیت ہے کہ آپ کی نسل کو آپ کی نسبت سے سادات کہا جاتا ہے، جبکہ حضرت علی کی دوسری بیویوں سے جو نسل چلی وہ علوی کہلاتی ہے۔

کر بلا کے حادثہ فاجعہ میں حضرات حسنین کی سبھی اولاد حضرت امام زین العابدین کو چھوڑ کر شہید ہو گئی تھی لیکن اللہ نے انہیں کی اولاد میں اس قدر برکت عطا فرمائی کہ آج کروڑوں کی تعداد میں سادات کرام پائے جاتے ہیں۔

حضرت فاطمہ نے صرف ۲۹-۳۰ سال کی عمر میں دارفانی سے کوچ کیا۔

۳- سید الشہد امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴-۶۱ھ)

امام حسین حضرت فاطمہ کے دوسرے صاحب زادے تھے۔ کنیت ابو عبد اللہ اور دوسرا نام شبیر بھی تھا۔ شعبان ۴ھ میں آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔ دونوں بھائیوں کو آپ نے جوانان جنت کے سردار قرار دیا ہے اور ان سے محبت کو سب کے لیے لازمی بھی۔

علم و عمل، زہد و تقویٰ جو دو سخا اور شجاعت میں بھی آپ بے نظیر تھے۔ تمام انسانی خوبیوں سے مرصع تھے۔ خاندانی وجاحت کی وجہ سے تمام عرب میں نمایاں اور ممتاز تھے۔ اسی لیے یزید نے حاکم بننے ہی سب سے زیادہ آپ کی بیعت و اطاعت پر زور دیا لیکن آپ اس کے فتن و فجور کی وجہ سے ہرگز بیعت کرنے پر آمادہ نہ تھے۔ اہل کوفہ کی دعوت پر آپ اس کی حکومت کو ختم کرنے اور صحیح بنیادوں پر از سر نو خلافت قائم کرنے کے ارادہ سے کوفہ تشریف لے گئے لیکن اہل کوفہ کی بے وفائی اور اپنوں کی دغا نے آپ کو کربلا کے میدان میں یزید کی افواج سے جنگ کرنے پر مجبور کر دیا۔ آپ کے رفقا کی تعداد صرف بہتر ۲ تھی جبکہ یزیدی افواج ہزاروں کی تعداد میں تھی۔ نتیجہ میں آپ نے اپنے تمام رفقا کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا۔ ظالموں نے صرف شہید کرنے پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ سروں کو کاٹ کر لے گئے اور لاشوں کو گھوڑے دوڑا کر پامال کیا۔

بعد میں آپ کی شہادت کا زبردست رد عمل ہوا۔ اس شہادت کے عوض بہت کشت و خون ہوا۔ اس کے اثرات آج بھی پائے جاتے ہیں۔ ایک بڑا طبقہ آپ کے یوم شہادت ۱۰ محرم کو یوم غم کے طور کے پر مناتا ہے۔ آپ کی یاد میں مختلف طرح کے پروگرام کرتا اور ایصال ثواب کرتا ہے۔

۴- امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۸-۹۴ھ)

میدان کربلا میں بنو فاطمہ میں سے بچ جانے والے واحد مرد تھے جو اپنی شدید بیماری کی وجہ سے جنگ میں حصہ نہیں لے سکے تھے۔ عورتوں اور بچوں کے ساتھ گرفتار ہو کر دمشق گئے وہاں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنے کے بعد مع اہل خاندان رہا ہو کر مدینہ پہنچے۔ عالم باعمل، فقیہ عصر، متقی و پرہیزگار تھے۔ کثرت عبادت کی وجہ سے زین العابدین اور

سید سجاد کے لقب سے یاد کئے جاتے تھے۔ ذاتی اوصاف اور خاندانی نسبت کی وجہ سے انتہائی عزت و احترام حاصل تھا۔ حکومت وقت سخت نگاہ رکھتی تھی لیکن آپ نے مدت العمر حکومت اور اس کے معاملات سے خود کو دور و نفور رکھا۔ آپ کے صاحب زادے حضرت زید شہید نے جب خروج کا ارادہ کیا تو بھی آپ نے سختی سے منع فرمایا تھا اور اس کا نتیجہ بھی بتا دیا تھا جو اسی طرح ظہور میں آیا۔

آپ کے گیارہ بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ان میں سب سے بڑے امام محمد باقر آپ کے جانشین ہوئے۔

۵۔ سید الاثعین حضرت زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۷۸ھ - ۱۲۱ھ)

حضرت امام زین العابدین کے صاحب زادے اور امام باقر کے سوتیلے بھائی تھے۔ اسم مبارک زید اور کنیت ابوالحسن تھی۔ آپ کو زید الاذیاد، حلیف القرآن اور اسطوانۃ المسجد کہا جاتا تھا۔ کثرت تلاوت کی وجہ سے حلیف القرآن اور بہت زیادہ وقت مسجد میں گزارنے کے سبب (اسطوانۃ المسجد) مسجد کا ستون آپ کے لقب ہو گئے تھے۔ دیندار جواں مرد اور شجاعت و فصاحت میں بے نظیر تھے، بنی امیہ کے حکمران اپنے عراقی حاکموں کو ہدایت دیتے رہتے تھے کہ زید پر خاص نگاہ رکھو۔ ان کی زبان تلوار سے زیادہ کاٹنے والی، نیزے سے زیادہ تیز اور جادو بیان ہے۔ وہ اہل کوفہ کو ضرور اپنا ہمنوا بنا کر خروج کریں گے۔

اہل کوفہ نے آپ کے دست اقدس پر بیعت کی اور حکومت وقت کے خلاف آپ کی سربراہی میں بغاوت کا پختہ ارادہ کیا۔ ہشام بن عبد الملک کے زمانہ میں آپ نے خروج کیا۔ ابتدا میں پندرہ ہزار سے زیادہ کی جمعیت آپ کے ساتھ تھی اور کامیابی کی امید تھی لیکن اہل کوفہ کی روایتی غداری اور بے وفائی رنگ لائی۔ انھوں نے آپ کے سامنے شرط رکھی کہ آپ پہلے شیخین کرام سے بیزاری اور تبری کا اظہار کریں تب ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ آپ نے اس نامعقول شرط کو ماننے سے انکار کر دیا۔ نتیجہ میں وہ اس بہانے سے منتشر ہو گئے۔ صرف تین سو آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تین دن تک کوفہ میں جنگ جاری رہی لیکن حکومت کے لشکر جبار کے سامنے اتنی قلیل تعداد کیا مقابلہ کر سکتی تھی۔ ایک تیر آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان لگا اور دماغ تک پہنچ گیا۔ ایک پوشیدہ جگہ تیر نکالنے کی کوشش

کے دوران آپ کی روح نفیس غصری سے پرواز کر گئی۔

دشمن کے خوف سے آپ کو ایک پوشیدہ جگہ دفن کر دیا گیا لیکن دشمنوں کو آپ کی لاش کی بھی سخت تلاش تھی۔ ایک بڑے انعام کے لالچ میں ایک شخص نے اس جگہ کی نشان دہی کر دی۔ لاش نکالی گئی۔ سر کاٹ کر ہشام کے پاس دمشق بھیج دیا گیا۔ لاش کو عریاں کر کے ایک عرصہ تک سولی پر ٹانگے رکھا گیا۔ ادھر سر مبارک کی ہر جگہ تشہیر کرتے ہوئے مدینہ منورہ بھیجا گیا اور رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کے سامنے نیزے پر بلند کر کے رکھا گیا۔ ایک طویل عرصہ بعد جسم اطہر کو سولی سے اتار کر جلادیا گیا اور خاک ہوا میں اڑا دی دی گئی۔ اس طریقے کے سلوک کی اجازت اسلام تو کیا کوئی بھی نظام اخلاق اور ضابطہ ہائے انسانیت نہیں دے سکتا لیکن یہ سب کچھ اسلام کے نام نہاد نام لیواؤں نے ہی کیا۔

حضرت زید کے چار صاحبزادے۔ سید یحییٰ، سید حسین، سید محمد اور سید عیسیٰ موصوف تھے۔ آخر الذکر ہی سادات واسطی، سادات بارہا وغیرہم کے مورث اعلیٰ تھے۔

۶۔ حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ (متوفی ۶۴۵ھ)

سید علی کے بیٹے تھے۔ سید محمد نام اور لقب صاحب الدعوة الصغریٰ ہے۔ مختصر ہو کر سید محمد صغریٰ کے نام سے مشہور ہو گئے، سلطان التمش کی فوج میں شامل تھے۔ اسی کے سال ارشکر بن کر بلگرام کی فتح کا عزم کیا جہاں کاراجہ بہت سرکش اور دہلی سلطنت کا باغی تھا۔ فاتح کی حیثیت سے آپ بلگرام اور مضافات میں داخل ہوئے۔ سلطان کی طرف سے یہ علاقہ آپ کو جاگیر میں دیدیا گیا۔ آپ نے اس علاقے کا انتظام و انصرام کیا اور اسے اسلامی رنگ میں رنگنے کی کوشش کی۔ اپنے اعزاء و اقارب کے علاوہ فرشوری شیوخ اور ترکمانوں کو یہاں بسایا۔ بعد میں یہ شہر علما و فضلا اور صاحبان کمال کا مسکن و امن بنا اور اس کی خاک پاک سے بہت سے نامور علما و فضلا پیدا ہوئے۔

سید محمد صغریٰ نے یہاں اکتیس سال تک عدل و انصاف کے ساتھ حکومت کی۔ ساتھ ہی عبادت و ریاضت اور علم و فضل میں بھی خاندانی روایت کو برقرار رکھا۔ مرقد بلگرام شریف میں واقع ہے۔

۷۔ حضرت سید شاہ عبدالواحد قدس سرہ (۱۹۵ھ-۱۰۱۷ھ)

حضرت سید شاہ عبدالواحد بن سید ابراہیم علم و عمل کی اعلیٰ منزلوں پر فائز تھے۔ آپ کی علمی حیثیت و مقام کو معاصرین و متاخرین سبھی نے تسلیم کیا ہے۔ اپنے دور کے معروف و مقبول شیخ طریقت کے ساتھ صاحب تصانیف کثیرہ مصنف اور شاعر بھی تھے۔ فارسی میں شاہد ہی تخلص تھا اور کلام، طریقت و معرفت کے نکات سے لبریز ہوتا تھا۔ فارسی کے ساتھ مقامی زبان ہندی میں بھی شعر کہتے تھے لیکن اب کلام دستیاب نہیں۔ البتہ تذکروں میں منتخب کلام مل جاتا ہے۔

نثر کی طرف خاص توجہ تھی اور تصنیفی ذوق بلند پایہ تھا۔ درج ذیل کتب آپ کی تصانیف ہیں:

- | | | | |
|------|------------------------|------|------------------------|
| (۱) | شرح گلشن راز | (۲) | شرح مصطلحات دیوان حافظ |
| (۳) | شرح الکافی فی التصوف | (۴) | حقائق ہندی |
| (۵) | شرح نزہۃ الارواح | (۶) | شرح غوثیہ |
| (۷) | مکاتیب ثلاثہ | (۸) | حل شبہات |
| (۹) | شرح معصومہ چار برادر | (۱۰) | تفسیر فیض المحبت |
| (۱۱) | مجموعہ اوراد | (۱۲) | سبع سنابل شریف |
| (۱۳) | دیوان شعر | (۱۴) | ساقی نامہ |
| (۱۵) | مناظرۃ انبیا و خیر پڑہ | | |

حضرت والا کی تصانیف میں سے شرح نزہۃ الارواح کے متعلق حضرت تاج العلماء فرماتے ہیں کہ ”یہ حضرت کی تصانیف میں بہت مبسوط کتاب ہے تصوف و سلوک میں“ [ص: ۲۹۴]۔ حضرت نے اصح التواریخ میں اس کے طویل اقتباسات نقل فرمائے ہیں اور ان کی مفید تشریح و توضیح بھی کی ہے۔

”سبع سنابل“ کے متعلق فرماتے ہیں۔ ”یہ کتاب مستطاب ہدایت مآب سرتاپا انتخاب حضرت میر قدس سرہ المیر کی مشہور و مقبول ترین تصنیف ہے جس کی مقبولیت کی دلیل اور اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتی ہے کہ خود دربار رسالت سے فرمان و سند مقبولیت حاصل

کر چکی ہے۔“ (اصح التواریخ۔ ص: ۳۱۳)

حضرت والا کی یہ تصانیف شریعت و طریقت، سلوک و معرفت اور تصوف و اخلاق کے تمام موضوعات کا احاطہ کرتی ہیں۔ ان علوم کے قاموس کا درجہ رکھتی ہیں۔ انھیں گوش نصیحت نبیوش سے پڑھنے سننے والا اور عمل کرنے والا یقیناً کالین میں شامل ہو سکتا ہے۔ اسی مقبولیت کی وجہ سے یہ اور اس کے تراجم متعدد بار شائع ہو چکے ہیں۔

۳۱ مارچ ۱۰۱۷ھ میں ایک سو دو سال کی پختہ عمر میں آپ کا وصال ہوا۔ مزار مبارک بلگرام شریف میں ہے۔

۸۔ میر سید شاہ عبدالجلیل قدس سرہ (۹۷۲ھ-۱۰۵۷ھ)

حضرت سید شاہ عبدالواحد کے بڑے صاحبزادے تھے۔ اوائل عمر میں ہی جذب الہی کی کیفیت سے مغلوب ہو کر ہوش و حواس سے بیگانہ ہو چنگل جنگل گھومنے اور مالک حقیقی کو پکارتے پھرنے لگے۔ بارہ سال اسی عالم میں گزرے پھر اس بے قراری کو کچھ قرار آیا۔ رجال الغیب میں سے کسی کی تعلیم و تربیت نے اپنا رنگ دکھایا اور آپ نے آبادی کا رخ کیا۔ مارہرہ کے ایک حصہ میں مختصر سی خانقاہ بنا کر قیام اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کیا۔ آپ کو تصنیف و تالیف سے نہ دلچسپی تھی اور نہ اس کا موقع ملا۔ البتہ ”معلم الخطیب، اور ”مجموعہ اعمال“ کے نام سے دو قلمی بیاض آپ کی یادگار ہیں۔

قرار اور قیام کے بعد آپ نے تین نکاح فرمائے جن سے چار صاحبزادے۔ سید ابوالفتح، سید اویس، سید محمد اور سید ابوالخیر تھے۔ آپ نے زندگی کا آخری بڑا حصہ مارہرہ میں ہی گزرا۔ یہیں ۱۰۵۷ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا مزار مبارک درگاہ شاہ برکات کے احاطہ سے کچھ فاصلے پر ہے۔ مزار شریف ایک بڑے احاطے میں زیر آسمان ہے جس کی پشت پر مسواک کا ایک درخت سایہ کئے ہوئے ہے۔ آپ مغل دور کے عہد شاہ جہاں کے بزرگ ہیں۔ اسی کے دور حکومت میں آپ کا وصال ہوا۔

۹۔ حضرت سید شاہ اویس قدس سرہ (متوفی ۲۰ رجب المرجب ۱۰۹۷ھ)

آپ حضرت شاہ عبدالجلیل کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ تعلیم و تربیت والد ماجد سے پائی اور انھیں کے دست مبارک پر داخل سلسلہ ہوئے۔ طبیعت جذب الہی کی

طرف مائل تھی، اس لیے دنیا سے بے نیاز رہتے تھے۔ خود نمائی و خود پسندی سے کوسوں دور سر اپا انکسار و تواضع تھے۔ شجرے میں دستخط اس عبارت سے فرماتے تھے۔ ”بندۂ شرمندہ اولیں“۔ رحم و کرم کی صفت اس قدر تھی کہ سید الرحمین کے لقب سے ملقب کئے جاتے تھے۔ خدام و متوسلین کا دائرہ بہت وسیع تھا اور ان میں عمائد و شرفاء عوام و خواص سبھی شامل تھے۔ فتوحات کا سلسلہ بھی جاری تھا لیکن آپ ان کی طرف کم ہی التفات فرماتے تھے اور اس کا بڑا حصہ متوسلین پر ہی خرچ ہوتا تھا اور ادو وظائف کی ایک قلمی بیاس آپ کی یادگار ہے۔

حضرت والا کے تین صاحبزادے۔ شاہ برکت اللہ، شاہ عظمت اللہ اور شاہ رحمت اللہ کے علاوہ دو صاحبزادیاں بھی تھیں۔

۱۰۔ حضرت سید برکت اللہ صاحب البرکات قدس سرہ (۱۰۷۰ھ-۱۱۴۲ھ)

صاحب البرکات حضرت سید شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ الرضوان اس سدا بہار چمن کے وہ گل سبد اور اس قصر ذیشان کے وہ اہم ستون ہیں جن کی عظمت و رفعت بہت بلند و بالا ہے۔ آپ کے بعد سلسلہ آپ ہی سے منسوب ہو کر ”برکاتی“ کے نام سے موسوم ہو گیا۔ آپ شریعت و طریقت کے جامع علوم ظاہری و باطنی میں ماہر اور صاحب تصانیف تھے۔ شعر و سخن کا عمدہ ذوق اللہ تعالیٰ کے عطیات تھے۔ آپ کے کسب فیض کا عمدہ اور جامع تعارف خود حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے اس طرح کرایا ہے۔

”آپ بڑے صاحبزادے حضرت سید شاہ اولیں قدس سرہ کے ہیں۔ ولادت چھبیس ۲۶ جمادی الاخر ۱۰۷۰ھ ایک ہزار ستر ہجری میں ہوئی۔ بچپن کا زمانہ اپنے حضرت والد ماجد اور دیگر بزرگان خاندان کے آغوش تربیت و شفقت میں گزرا اور ابتدائے سن شعور سے آغاز سن کہولت تک حضرت سید العارفین سید شاہ لطف اللہ عرف شاہ لدہا بلگرامی قدس سرہ السامی کے فیض صحبت سے مشرف رہ کر اخذ فیوض و برکات فرمایا نیز دوسرے اکابر خاندان مثل حضرت سید مر بی بن سید عبدالنبی بن سید طیب و سید غلام مصطفیٰ بن سید فیروز سے بھی مستفیض ہوئے۔ اگرچہ حضرت کے والد ماجد نے اپنے وصال سے پہلے حضرت کو سجادہ نشینی اور اپنے خاندان کے اعمال و اشغال اور سلاسل آبائی قدیم چشتیہ و سہروردیہ قادریہ کی اجازت و خلافت عطا فرمائی تھی مگر حضرت نے اس پر اکتفا نہ فرما کر اپنے ابن عم سید مر بی بن سید عبدالنبی بن سید طیب قدس سرہ سے بیعت فرمائی اور خلافت و اجازت

سلسلہ عالیہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ بھی حاصل کی نیز حضرت سید غلام مصطفیٰ ابن سید شاہ فیروز قدس سرہما اور حضرت سید العارفین سید شاہ لدہا قدس سرہ سے بھی اجازت و خلافت و اکتساب فیض فرمایا مگر چونکہ ظرف عالی واقع ہوا تھا اور کسی طرح سے سیری نہ ہوتی تھی اور عشق نسبت قادری روز افزوں تھی، لہذا حضرت سید شاہ فضل اللہ قدس سرہ کا شہر کمال سن کر کلاپی شریف تشریف لے جا کر حضرت سے اجازت و خلافت سلاسل عالیہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ ابوالعلائیہ و مداریہ بدیعہ حاصل کی اور اس راہ کے بہت سے اسرار باطنی اخذ فرما کر فیض نسبت قادریہ عالیہ سے مالا مال ہو کر مارہرہ میں واپس آ کر مسند ارشاد کو رونق دی اور رہنمائی خلق میں مشغول ہوئے۔ ہزاروں گم گشتگان وادی ضلالت کو شاہراہ ہدایت پر پہنچایا“ (تاریخ خاندان برکات۔ ص: ۱۲-۱۳)

رفتہ رفتہ آپ کی مرجعیت میں اضافہ ہوا۔ حضرت کی شہرت دور دور تک پہنچی۔ شاہان دہلی اورنگ زیب سے محمد شاہ تک نے آپ کی خدمت میں نیاز نامے ارسال کئے۔ بہت سے امراء نامی داخل سلسلہ ہوئے۔ محمد شاہ نے ۱۱۴۱ھ میں خانقاہ کے مصارف کے لیے دو گاون عطا کئے۔

حضرت کا عقد سید مودود بلگرامی ابن سید محمد فاضل کی صاحبزادی وافیہ بی بی سے ہوا تھا۔ ان سے حضرت کے دو صاحبزادے سید شاہ آل محمد اور سید شاہ نجات اللہ کے علاوہ تین صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔

حضرت صاحب تصنیف و تالیف بھی تھے۔ متعدد کتب اور اعمال و اشغال، اور ادواذ کار کی متعدد بیاض آپ کے دست مبارک کی موجود ہیں۔ کتب میں رسالہ چہار انواع، رسالہ سوال و جواب، عوارف ہندی، مثنوی ریاض العاشقین، وصیت نامہ بیاض ظاہر، رسالہ تفسیر ہیں۔ حضرت والا کو شعر و سخن سے بھی شغف تھا۔ فارسی میں عشقی اور ہندی میں تہیٰ تخلص تھے۔ دیوان ”عشقی“ اور ”پیم پرکاش“ ان کا ثبوت ہیں۔

شب عاشورہ محرم ۱۱۴۲ھ میں حضرت والا کا وصال ہوا۔ مزار مبارک مارہرہ شریف میں زیارت گاہ عوام ہے جس پر نواب محمد خاں بنگش مظفر جنگ والی فرخ آباد نے شاندار مقبرہ تعمیر کرایا۔ اب وسیع و عریض مقبرہ میں آپ کے سلسلہ کے بہت سے افراد محو خواب ہیں۔

۱۱- حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ (۱۱۱۱ھ-۱۱۶۴ھ)

حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۸/رمضان ۱۱۱۱ھ بروز پنجشنبہ ولادت باسعادت ہوئی۔ علوم ظاہری و باطنی والد علام علیہ الرحمۃ والرضوان سے حاصل کئے۔ بیعت ہوئے اور خلافت پائی۔ منازل سلوک بھی حضرت ہی کی رہنمائی میں طے کئے تقریباً ۳۰ سال کی عمر میں صاحب سجادہ ہوئے۔ شاہ لدھا بلگرامی کی اجازت و خلافت بھی آپ کو حاصل تھی۔

عقد عم بزرگ وارسید شاہ عظمت اللہ صاحب کی صاحبزادی غنیمت فاطمہ سے ہوا۔ دو صاحبزادے: سید شاہ حمزہ اور سید شاہ حقانی کے علاوہ ایک صاحبزادی بھی تھیں۔ تصنیف و تالیف سے دور عبادت و ریاضت میں ہی اوقات گزارے۔ وصال مارہرہ شریف میں ہی ۱۶/رمضان ۱۱۶۴ھ شب دوشنبہ میں ہوا اور درگاہ شاہ برکات میں مدفون ہوئے، مزار مبارک نمایاں ہے۔

۱۲- حضرت سید شاہ حمزہ عینی (۱۱۴۱ھ-۱۱۹۸ھ)

حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۱۴/ربیع الاول ۱۱۴۱ھ میں ولادت ہوئی۔ علوم ظاہری والد ماجد کے علاوہ شمس العلماء مولوی محمد باقر سے حاصل کئے۔ فن طب حکیم عطاء اللہ صاحب سے حاصل کیا۔ مقامات سلوک والد علام کی رہنمائی میں طے کئے۔ انھیں سے بیعت تھی اور انھیں سے خلافت حاصل ہوئی۔ ۳۴ سال کی عمر میں ان کے جانشین ہوئے۔

آپ کا عقد سید محمد محسن بلگرامی عرف سید محمد روشن کی صاحبزادی دیانت فاطمہ سے ہوا تھا۔ تین صاحبزادے سید شاہ آل احمد اچھے میاں سید شاہ آل برکات سترے میاں اور سید شاہ آل حسین سچے میاں کے علاوہ ایک صاحبزادی بھی ہوئیں۔

حضرت کو تصنیف و تالیف اور شعر و سخن کا ذوق تھا یعنی تخلص فرماتے تھے۔ آپ کی تصانیف میں کاشف الاستار، فص الکلمات، مثنوی اتفاقیہ، قصیدہ گوہر بار زبان اردو اور چند بیاض اور ادواذ کار وغیرہ کی ہیں۔ حضرت کو کتب سے عشق تھا، اس لیے ایک بڑا کتب خانہ جمع فرمایا تھا۔

نواب احمد خاں والی فرخ آباد آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے بارہ مواضع آپ کے اور خانقاہ کے اخراجات کے لیے نذر کئے تھے۔ ۴۵۰/روپیہ نقد سالانہ کا ایک روزینہ (وظیفہ) بھی مقرر کیا تھا۔

آپ کا وصال ۱۴/محرم الحرام ۱۱۹۸ھ شب چہارشنبہ بوقت میان مغرب و عشا ہوا تھا۔ مزار مبارک درگاہ شاہ برکات کے شرعی دالان میں ہے۔

۱۳- حضرت سید شاہ آل برکات سترے میاں (۱۱۶۳ھ-۱۲۵۱ھ)

حضرت سید شاہ حمزہ عینی کے دوسرے صاحبزادے تھے۔ ۱۰/رجب ۱۱۶۳ھ میں ولادت ہوئی۔ تعلیم و تربیت والد محترم سے پائی۔ انھیں سے بیعت ہوئے اور خلافت و اجازت بھی اسی دربار سے حاصل ہوئی۔

آپ کے دو عقد ہوئے۔ پہلی بیوی سے ایک صاحبزادے سید آل امام جمامیاں ہوئے۔ دوسرا عقد فضل فاطمہ بنت قاضی سید شاہ غلام حسین سے ہوا۔ ان سے تین صاحبزادے سید شاہ آل رسول، سید شاہ اولاد رسول اور سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم کے علاوہ پانچ صاحبزادیاں ہوئیں۔

آپ اپنے آباء و اجداد کے فضل و کمال اور روحانی تصرفات و مقامات کے حامل تھے۔ عبادت و ریاضت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ حضرت شاہ برکت اللہ صاحب علیہ الرحمہ کے دور کی مسجد کو درمیان میں لے کر آپ نے بہت وسعت دی۔ تلاوت قرآن مجید کے بڑے شوقین تھے۔ تقریباً دس پارے روزانہ پڑھتے تھے۔ فن تکسیر و طب میں آپ کو درک تھا۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی تھی۔ شعر کہتے تھے اور آشفۃ تخلص فرماتے تھے۔ تعمیرات کا بھی بڑا ذوق تھا۔ بہت سے مکانات اور حویلیاں تعمیر کرائیں۔

۲۶/رمضان ۱۲۵۱ھ بروز شنبہ بوقت ظہر وصال ہوا اور احاطہ درگاہ میں ہی مدفون ہوئے۔

۱۴- حضرت سید شاہ اولاد رسول احمدی (۱۲۱۲ھ-۱۲۶۸ھ)

آپ حضرت شاہ آل برکات سترے میاں کے تیسرے صاحبزادے تھے۔ ولادت ۱۵ شعبان المکرم ۱۲۱۲ھ میں ہوئی۔ آپ کی پرورش آپ کے تایا سید شاہ آل احمد

اچھے میاں کی نگرانی میں ہوئی۔ انھوں نے ہی تربیت و تعلیم کا انتظام کیا۔ اپنا سایہ عاطفت دیا اور بیعت کے ساتھ مقامات سلوک طے کرا کے اجازت و خلافت سے بھی سرفراز کیا۔

آپ نے فن طب بھی حاصل کیا تھا اور اس فن میں کمال کو پہنچے تھے۔ نواب امید خاں والی ٹونک آپ کے بہت معتقد تھے۔ اکثر آپ وہیں مقیم رہے۔

عقد قدرت فاطمہ بنت سید سعادت علی بلگرامی سے ہوا تھا۔ چار صاحبزادے سید شاہ محمد صادق، شاہ محمد جعفر، شاہ محمد باقر اور شاہ محمد عسکری کے علاوہ چار صاحبزادیاں تھیں۔

آپ کو اجازت و خلافت والد ماجد سے بھی حاصل تھی۔ فن تکمیل و تسخیر روحانیت و سلب امراض میں کمال حاصل تھا۔ چند رسائل طب و حالات خاندان میں اور ایک رسالہ بیان میلاد مبارک میں تحریر فرمایا تھا۔

۲۶ ربیع الآخر ۱۲۶۸ھ بروز بدھ بین العصر و مغرب مارہرہ شریف میں وصال ہوا اور درگاہ شاہ برکات کے احاطہ میں ہی مدفون ہوئے۔ مزار مبارک وہیں موجود ہے۔

۱۵- حضرت سید محمد صادق علیہ الرحمۃ الرضوان (۱۲۶۸ھ-۱۳۲۶ھ)

حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ کے بڑے صاحب زادے تھے۔ ولادت ۷ رمضان المبارک ۱۲۶۸ھ میں ہوئی تھی۔ تعلیم و تربیت والد ماجد کے زیر سایہ ہوئی۔ بیعت و خلافت عم مکرم حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ سے حاصل ہوئی۔ حضرت سید شاہ آل رسول صاحب اور والد ماجد قدس سرہما سے بھی اجازت و خلافت حاصل تھی۔ گویا آپ تینوں بزرگوں کے چہیتے اور خاندان برکات کے بزرگوں کے کمالات ظاہری و باطنی سے آراستہ تھے۔

عقد اپنے عم و مرشد حضرت سید شاہ غلام محی الدین کی صاحب زادی سکینہ بیگم سے ہوا تھا۔ جن سے آپ کے دو صاحبزادے۔ سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن المقلب بہ شاہ جی میاں اور سید شاہ ابوالکاسم محمد ادریس حسن ستھرے میاں کے علاوہ پانچ صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔

حضرت شاہ محمد صادق کورفاہی کاموں اور تعمیر و ترقیاتی کاموں میں بڑی دلچسپی تھی۔ آپ نے متعدد مقامات پر آب رسانی اور آبپاشی کے لیے کنویں کھدوائے، بہت سے باغ لگوائے۔ آبائی جائیداد میں اضافے کئے۔ سینٹاپور اور مارہرہ شریف میں کئی مکانات اور

حویلیاں تعمیر کرائیں۔ مسجد و خانقاہ درگاہ معلی کی مرمت اور تزئین و آرائش کرائی۔ سینٹاپور میں شاہ راہ عام پر ایک شاندار مسجد کی تعمیر کرائی جو اب تک آباد و پر رونق ہے۔ ان سب کے ساتھ خاندانی معمولات اور ادوٹائف اور عبادت و ریاضت میں بھی کبھی کمی نہ آنے دی۔ اہل خاندان کو تعلیم کی طرف راغب کیا اور جو پستی و زوال نظر آنے لگا تھا، اسے ہر ممکن طریقے سے دور کرنے کی کوشش کی۔ تعلیم کی طرف رغبت اور علوم کی ترویج و اشاعت کے لیے سینٹاپور میں ایک مطبع، مطبع صبح صادق کے نام سے شروع کیا۔ جس نے اہل سنت کی کتب کی اشاعت میں نمایاں کام کیا۔

آپ کو فن طب میں بھی کمال حاصل تھا اور اس راہ سے بھی خدمت خلق انجام دیتے تھے۔ طبیعت میں صلہ رحمی اور غفور گزر کا جذبہ بہت تھا۔ کبھی کسی سے انتقام نہ لیتے تھے حسن تدبیر سے زر کثیر حاصل کیا لیکن زاہدانہ زندگی بسر کی اور غرور سے دور و نفور رہے آپ نے تقریباً ۲۵ سال کا عرصہ سینٹاپور میں گزارا لیکن کبھی کسی سے کوئی بد مزگی نہ ہوئی۔ ہر شخص آپ کا گرویدہ ہی رہا خود تصنیف و تالیف کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ دو بیاض قلمی یادگار ہیں جن میں طب کے نسخہ جات درج ہیں۔

۲۴ شوال ۱۳۲۶ھ شب پنجشنبہ میں سینٹاپور میں وصال ہوا اور وہیں مدفون ہوئے۔ با وصل خدا شاہ محمد صادق سے تاریخ وصال نکلتی ہے۔

۱۶- حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں (۱۲۷۲ھ-۱۳۲۷ھ)

حضرت سید شاہ محمد صادق علیہ الرحمۃ الرضوان کے بڑے صاحبزادے تھے۔ ۳ محرم الحرام ۱۲۷۲ھ میں ولادت با سعادت مارہرہ شریف میں ہی ہوئی۔ سید شاہ آل رسول صاحب نے نام سید ابوالقاسم اور لقب شاہ جی تجویز فرمایا۔ نانا حضرت سید شاہ غلام محی الدین صاحب نے محمد اسماعیل حسن نام رکھا۔ دونوں بزرگوں کے ناموں کو مشترک کر کے اسی پر حقیقتہ کیا گیا۔

مولوی عبد اشکور صاحب میامی، مولوی محمد علی صاحب لکھنوی، مولوی محمد حسن صاحب سنہلی اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی نیز مولوی فضل اللہ صاحب فرنگی محلی سے علوم دسیہ حاصل کئے۔ حافظ ولی داد خاں صاحب مارہروی، حافظ قادر علی لکھنوی

اور حافظ عبدالکریم صاحب کی مدد سے بڑے اور جوان ہو کر پھر ۳۰ رسال حفظ قرآن مجید کی سعادت حاصل کی۔

بیعت و خلافت و اجازت حضرت سید شاہ غلام محی الدین صاحب سے حاصل کی والد علام سید شاہ محمد صادق، حضرت سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب اور سید شاہ ظہور حسین چھو میاں صاحب نے بھی اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔

آپ کا عقد حقیقی ماموں سید شاہ نور المصطفیٰ ابن حضرت سید شاہ غلام محی الدین صاحب کی چھوٹی صاحبزادی منظور فاطمہ سے ہوا۔ ان سے دو بیٹے سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم اور حضرت سید شاہ اولاد رسول محمد میاں المعروف بہ تاج العلماء کے علاوہ چار صاحبزادیاں بھی ہوئیں۔

آپ عبادت و ریاضت اور اوراد و وظائف کے بڑے پابند رہے اور بزرگان سلف کا نمونہ بن کر رہے۔ ۱۳۰۰ھ میں زیارت حریم شریفین و حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ آپ کو ترویج علم کا بڑا شوق تھا۔ آپ کے دور میں خاندان پر جمود طاری تھا۔ علم و عمل سے اکثر افراد دور ہو گئے تھے۔ حضرت تاج العلماء فرماتے ہیں کہ اس دور میں ”ایک اجنبی ہماری روزمرہ کی معاشرت و اعمال و افعال سے ہمیں ایسے نامور اور برگزیدہ اسلاف کے اخلاف ماننے کے لیے مشکل سے تیار ہوتا تھا۔ اس دور تاریکی و جہالت میں علم و عمل کی روشنی حضرت قبلہ کی ذات گرامی نے پھیلائی۔ اپنے اعزہ و اقارب کو تولاً و عملاً تحصیل علم دین و تعمیل احکام شرع متین کی ترغیب دی۔ خود اپنے شوق دلی سے علم دین پڑھا اور اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنے میں جدوجہد خود براہ راست فرمائی نیز اپنے والد ماجد قدس سرہ کی مساعی اصلاح خاندان کے لیے قوت محرکہ کا کام دیا۔ بہتوں کو قرآن مجید حفظ کرایا۔ بہتوں کو علم دین پڑھایا اور پڑھوایا“ (تاریخ خاندان برکات، ص: ۶۱)

ترویج علم و عمل کے علاوہ آپ نے تبرکات خاندانی اور نادر اشیا کتب کی حفاظت کا خصوصی انتظام کیا۔ اسی لیے حضرت والا کو مجدد برکاتیت کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت والا ان امور میں اس قدر منہمک رہے کہ تصنیف و تالیف کی طرف باقاعدگی سے متوجہ نہ ہو سکے۔ چند کتب ترتیب دیں تو وہ دوسروں کو ہبہ کر دیں جو انھیں کے نام سے شائع ہو گئیں۔ کچھ غیر مرتب رہیں۔ اکابر کے نام آپ کے خطوط بعد میں آپ کے صاحبزادہ

بلند اقبال حضرت تاج العلماء نے مفاوضات طیبہ ۱۳۵۴ھ کے عنوان سے مرتب کر کے شائع کئے۔ گلدستہ چمنستان سنیت، کرامات ستھرے میاں قدس سرہ، ”رسالہ راد القضاء من الدعانی اعمال دفع الواہ وغیرہ بعد میں مرتب ہو کر شائع ہوئے۔

گلدستہ چمنستان سنیت:

عصری موضوعات پر حضرت شاہ جی میاں علیہ الرحمہ نے متعدد مضامین لکھے تھے اور انہیں معاصر اخبارات و رسائل میں شائع کرایا تھا۔ ان مضامین کو آپ کے بلند اقبال صاحبزادے حضرت تاج العلماء نے یکجا کر کے مذکورہ بالا نام سے اپنی ترتیب و تصحیح اور مفید حواشی کے ساتھ سید ارتضیٰ حسین قادری کے زیر اہتمام مطبع صادق سینٹاپور میں طبع کرا کے دارالاشاعت برکاتی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ سے شائع کیا تھا۔ سال اشاعت ۱۳۵۴ھ ہے، صفحات باون ہیں۔ ان مضامین کی اشاعت کے ذیل میں حضرت تاج العلماء فرماتے ہیں:

”حضرت سیدی وسندی قبلۃ الاصفیاء سند اکامیلین عمدة العارفین زبدة الواصلین وارث البرکات مجمع الحسنات حضرت سید شاہ مولانا حاجی حافظ قاری محمد اسماعیل حسن ملقب بہ شاہ جی قادری برکاتی آل احمدی رضی عنہ بالرضی السرمدی نے تبلیغ حق و ہدایت خلق کے لئے وقتاً فوقتاً متعدد مضامین تحریر فرمائے تھے۔ فقیر کا ایک عرصہ سے ارادہ تھا کہ ان سب مضامین کو ایک جگہ جمع و ترتیب دے کر عام فائدہ کیلئے شائع کر دے اسی ارادے کو بعونہ تعالیٰ و متوکلاً علیہ جل مجدہ پورا کرتے ہوئے جو مضامین اس وقت متفرق مواقع سے تلاش کرنے پر ملے، ان کو جمع و ترتیب دے کر ہدیہ ناظرین حقیقت شناس و حق بین کیا جاتا ہے۔ عنوان ان میں سے بعض مضامین کے خود حضرت قائم فرمائے ہوئے ہیں اور بعض کے بہ مناسب مضمون فقیر نے قائم کر دئے ہیں۔ جملہ مضامین جو اس مجموع میں مندرج ہیں، فقیر کے ظن غالب میں کوئی بھی ۱۳۳۱ھ کے بعد کا تحریر فرمودہ نہیں ہے۔

کتاب میں فہرست مضامین نہیں ہے لیکن ان مضامین کی تعداد پندرہ ہے۔ ان کی ترتیب حسب ذیل ہے:

- ۱- آسانی ص ۳
- ۲- مدعیان ہمدردی اسلام کی خیالی ترقی، ص ۵
- ۳- کیا محمدؐ ن کالج علی گڑھ باعث ترقی اسلام ہے، ص ۸

- ۴- پیروان سرسید و ہمدردان محمد کالج کی خدمت میں ضروری عرض، ص ۹
- ۵- مجر دعویٰ، ص ۱۰
- ۶- ازیں سوراندہ و زان سوماندہ، ص ۱۱
- ۷- مسلمانوں کی افسوس ناک حالت، ص ۱۲
- ۸- مسلمانوں کی ترقی کے اسباب کیا ہیں، ص ۱۴
- ۹- کیا علی گڑھ یونیورسٹی کا قیام سبب ترقی اسلام ہے، ص ۱۸
- ۱۰- مسلمانوں کے تنزل کے اسباب کے سوالات کے جواب، ص ۲۲
- ۱۱- اسلام کی بزبان حال مسلمانوں سے شکایت، ص ۳۲
- ۱۲- روح اسلام پر حملہ، ص ۴۲
- ۱۳- انجمن خدام کعبہ، ص ۴۶
- ۱۴- انجمن خدام کعبہ کے بابت حاجی اسماعیل خاں صاحب رئیس دتاول کے خیالات کا خلاصہ اور ان کی تنقید، ص ۴۸
- ۱۵- دل کی سیر، ص ۵۰
- ۱- مضمون آسانی میں کسی دلاور حسین کی تجاویز پر بڑے خوبصورت طنز کئے گئے ہیں۔ دلاور حسین اس دور کے ترقی پسند یا نیچری تھے۔ انہوں نے کہا تھا کہ ”قرآن مجید کے احکام دو قسم پر لئے جاویں۔ ایک قابل ترمیم اور دوسرے غیر قابل ترمیم۔ ان کے خیال میں سور مکہ غیر قابل ترمیم ہیں لیکن سورہ مدنیہ جن میں احکام و مسائل ہیں، ان میں وقت اور حالات کے مطابق ترمیم کی جاسکتی ہے اور آسانی فراہم کی جاسکتی ہے۔ اسی آسانی کو موضوع بنا کر شاہ جی میاں نے آسانیوں پر طنز کئے ہیں اور انہیں اہل سنت کے لئے ناقابل قبول قرار دیا ہے۔
- ۲- علی گڑھ تحریک کے زیر اثر ترقی پسند، اصلاح پسند یا نیچریوں کا ایک طبقہ پیدا ہو گیا تھا جو طرح طرح کی تجاویز سے مسلمانوں کو ترقی کی راہیں بتاتا تھا مثلاً انگریزی علوم زبان و ادب کا حصول ہی ترقی کا سرچشمہ ہے۔ انگریزی طرز معاشرت اور لباس و طریق زندگی کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ دین میں اصلاح کے بغیر ترقی ممکن نہیں پر دے کو ترک کے بغیر اور عورتوں کی آزاد معاشرت کے بغیر ترقی ممکن نہیں۔ سود لئے بغیر ترقی ممکن نہیں وغیرہ ہم شاہ جی میاں نے اپنے مضمون مدعیان ہمدردی اسلام کی خیالی ترقی میں ان سبھی خیالات

- کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور ان کی خامیوں کی نشان دہی کی ہے۔
- ۳- تیسرا مضمون ایک خط کی شکل میں اس دور کے مشہور اخبار پیسہ کے ایڈیٹر کو بھیجا گیا ہے اور اس خط کے ذریعہ علی گڑھ تحریک اور علی گڑھ کالج کے بنیاد گزاروں کی خدمت میں ایک تجویز پیش کی گئی ہے اور اس پر عمل آوری کو علی گڑھ کالج کے نفع یا نقصان کو سمجھنے اور پرکھنے کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ اسی لیے اس کا عنوان ”کیا محمدن کالج علی گڑھ باعث ترقی اسلام ہے؟ بہت تیکھا اور جاندار بن گیا ہے۔ مضمون مختصر و جامع ہے لیکن علی گڑھ کالج کے بنیاد گزاروں اور ان کے حامیوں کے لئے ایک چیلنج رکھتا ہے اور انہیں خاموش کر دینے والا ہے۔
- ۴- سرسید نے بہت سے مسلم عقائد و نظریات کا انکار کرتے ہوئے اپنے جدید عقائد و نظریات پیش کئے تھے۔ علمائے اسلام نے ان سختی سے رد کیا اور ان کے خلاف فتوے جاری کئے۔ سرسید نے ان سب کے جواب میں عموماً سکوت سے کام لیا اور اپنے کام میں لگے رہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ اور فتاوے وقت کے ساتھ دب جائیں گے اور ہمارے نظریات قابل قبول ہوتے جائیں گے اس خیال میں ایک حد تک صداقت تھی لیکن سرسید کے بعد ان کے پر جوش حامیوں نے ان کے خیالات یا مذہب نیچر کو دلائل و براہین کے ساتھ ثابت کرنے کی کوشش شروع کر دی۔
- شاہ صاحب موصوف نے اپنے مضمون ”پیروان سرسید و ہمدردان محمدن کالج کی خدمت میں ضروری عرض“، میں انہیں یہ مخلصانہ مشورہ دیا ہے کہ وہ سرسید کے مسلک سکوت پر قائم رہیں ورنہ بقول شاہ صاحب یاد رکھئے کہ آپ کا سرسید کی پالیسی سے یہ انحراف آپ کے مقصد کے لئے مفید ہونے کے بجائے اور سخت مضر ہوگا اور نیچریت کا سارا پول کھول کر رکھ دے گا۔ [ص ۱۰]
- ۵- مجر دعویٰ میں بھی علی گڑھ تحریک کے کارکنوں کے اس دعویٰ کو بلا دلیل قرار دیا گیا ہے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، وہ سب مسلمانوں اور اسلام کی ترقی کے لئے کر رہے ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ دعویٰ کرنے والے نہیں جانتے کہ حقیقت میں اسلام کی ترقی کن باتوں میں مضمر ہے۔ یہ لوگ چند لوگوں کے حکومتی عہدے پا جانے کو مسلمانوں کی ترقی سمجھتے ہیں۔ جب کہ اسلام کی ترقی اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے برگزیدہ رسول اور اپنے سربراہ اور سردار سید الکونین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اصحابہ وسلم کی تصدیق اور

شائع ہوئے تو حضرت شاہ جی میاں نے بھی ان سوالات کے جوابات تحریر کئے اور انہیں مسلمانوں کے تنزل کے اسباب کے سوالات کے جواب کے عنوان سے شائع کرایا۔ یہ سوالات دنیاوی ترقی کے اسباب و علل، تقدیر و توکل کا حقیقی مفہوم، کثرت ازدواج، قریبی رشتوں میں شادیاں اور پردے سے متعلق تھے۔ حضرت شاہ جی میاں نے ان سب امور پر اسلامی نقطہ نظر وضاحت سے بیان کیا ہے اور طرز جدید کے علمبرداروں کی سطحی باتوں کو بے وزن کر دیا ہے۔

۱۱۔ ”اسلام کی بزبان حال مسلمانوں سے شکایت“ یہ مضمون پیسہ اخبار لاہور میں ۲۶ رجب ۱۳۳۱ھ کو شائع ہوا۔ عنوان ہی مظہر ہے کہ اس میں مسلمانوں کی بے عملی و بد علمی کو ہدف تنقید و ملامت بنایا گیا ہے۔ اسلام کی زبان سے امر اعلیٰ صلحاء و مرشدان طریقت کی بے عملی و بے عملی کو ظاہر کیا گیا ہے اور انہیں کو مسلمانوں کے زوال و پستی کا سبب بتایا گیا ہے۔ مضمون دل سے جوابات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، اس کا مصداق ہے اسی لئے پُر اثر ہے۔

۱۲۔ لاہور کے پیسہ اخبار مورخہ ۲۹ اپریل ۱۹۲۳ء میں کسی یکتا صاحب نے اپنے مضمون میں کشف و کرامات وغیرہ پر طنز کئے تھے اور ان کا مذاق اڑایا تھا اور یہ کہا تھا کہ تمام واقعات و حوادث کا پتہ کشف سے کیوں نہیں معلوم کر لیا جاتا۔ حضرت نے اسی کے جواب میں ”روح اسلام پر حملہ“ کے عنوان سے مذکورہ اخبار مورخہ ۳ جمادی الآخر ۱۳۳۱ھ میں یہ مضمون شائع کرایا۔ اسی میں کشف، کرامت، معجزہ وغیرہ کی حقیقت اور ان کی شرعی حیثیت واضح کی گئی ہے اور ان کے انکار کے نتائج و عواقب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۳۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور علی برادران نے انجمن خدام کعبہ کی بنا ڈالی تھی۔ اس کے مقاصد میں سے ایک آپ نے اپنا تبصرہ انجمن خدام کعبہ کے عنوان سے پیسہ اخبار لاہور ۱۱ شعبان ۱۳۳۱ھ کی اشاعت میں شائع کرایا تھا اور انجمن کو مفید مشوروں سے نوازا تھا۔

۱۴۔ مذکورہ بالا انجمن کے متعلق حاجی خاں صاحب رئیس دتا ولی کے خیالات اور تنقید شائع ہوئی تھی۔ ان کی بعض باتوں کی تائید میں آپ نے خیالات ظاہر فرمائے اور انہیں شائع کرایا۔

۱۵۔ اس مجموعہ کا آخری مضمون ”دل کی سیر“ کے عنوان سے ایک انشائیہ ہے جس میں انسانی جسم میں دل کی اہمیت و وسعت کا بیان ہے۔ دل میں کیسے کیسے خیالات آتے ہیں، تصور کہاں سے کہاں لے جاتا ہے، کیسے کیسے منظر دکھا دیتا ہے، اس سب کو خوبصورت انداز

امروا ہی کی بلا چون و چرا تعمیل میں ہے۔ [ص ۱۱]

۶۔ علی گڑھ کالج کے طلبہ سے دیندار حلقہ ساس لئے ناراض تھا کہ یہ لوگ انگریزوں کی نقالی میں لگ کر اپنے دین و مذہب اور تہذیب و تمدن کو کھوالتے جا رہے ہیں اور مغرب پرست طبقہ اس لئے ناراض تھا کہ ان طلبہ میں انگریزی تعلیم کے باوجود پوری طرح انگریزی کیریئر نہیں پیدا ہو رہا ہے اور یہ انگریز کی نقل مطابق اصل نہیں بن رہے۔ ان خیالات کی نمائندگی شمس العلماء مولوی ذکاء اللہ نے اپنے ایک مضمون میں کی تھی۔ حضرت شاہ جی میاں نے اسی کا جائزہ لیتے ہوئے یہ سوال کیا ہے کہ پھر قوم کا پیسہ کیوں برباد کیا جا رہا ہے، جب کہ آپ کے مطلوبہ نتائج بھی سامنے نہیں آ رہے۔ اسی کی مناسبت سے آپ نے اپنے مضمون کو ازیں سوراندہ و زوال سوماندہ کا عنوان دیا ہے۔

۷۔ ”مسلمانوں کی افسوس ناک حالت“ کے عنوان سے آپ کا ایک مختصر مضمون ہے جس میں مسلمانوں کی دین اور اس کے احکام سے بے رغبتی، علوم دین کی طرف سے غفلت و لاپرواہی اور علی گڑھ تحریک کے اثر سے شعائر اسلامی اور عقائد و مذہب کے معرض خطر میں پڑنے پر انتہائی رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے۔

۸۔ مسلمانوں میں آپ نے اسلام کے امروا ہی کی پابندی اور حقیقی اسلام پر عمل آوری کو تمام ترقیوں کا سرچشمہ قرار دیا ہے اور تاریخ سے ثابت کیا ہے کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے جو دنیاوی ترقی کی تھی، وہ اتباع اسلام کی ہی بدولت تھی۔ آج جو لوگ یہ سمجھ رہے ہیں کہ ہم مغرب کی مکمل تقلید کر کے ان جیسے ترقی یافتہ ہو جائیں گے تو یہ ان کا محض فریب ہے۔ حقیقی ترقی حقیقی اسلام کی پیروی میں ہی مضمر ہے۔ اس مضمون میں بھی انہوں نے علی گڑھ تحریک کے علمبرداروں پر سخت تنقید کی ہے اور ان کی مغرب پرستی کی مذمت کی ہے۔

۹۔ بیسویں صدی کے اوائل میں علی گڑھ میں مسلم یونیورسٹی کے قیام پر بہت زور دیا جا رہا تھا اور اس کے فوائد بتائے جا رہے تھے۔ مخالفین اسے مضرت رسا قرار دیتے تھے۔ آپ کے ”مضمون کیا علی گڑھ یونیورسٹی کا قیام سبب ترقی اسلام ہے“، مخالفین کے نقطہ نظر کی ترجمانی کرتا ہے اور اس کے نقصانات پر روشنی ڈالتا ہے۔

۱۰۔ مولوی محبوب عالم صاحب نے مسلمانوں کے تنزل کے اسباب معلوم کرنے کی غرض سے چند سوالات مرتب کئے تھے۔ وہ سوالات عبداللہ صاحب کے جوابات کے ساتھ

میں بیان کیا گیا ہے اور آخر میں اسی دل نے انشائیہ نگار کو اس کے خاندانی حالات، عظمت و رفعت کے مناظر چشم تصور سے دکھادیئے تھے اور یہ بتا دیا تھا کہ یہ خاندان دینی عظمت پر قائم رہا تو کیوں کر اور جب تنزل آیا تو اس کے کیا اسباب ہوئے۔

غرض پندرہ مضامین اور باون صفحات پر مشتمل یہ مختصر رسالہ بقامت کہتر و بقیمت بہتر مصداق اور لائق توجہ ہے۔

یکم صفر ۱۳۷۷ھ میں بھرم ۵۷ سال مارہرہ شریف میں ہی آپ کا وصال ہوا۔ ایک عرصہ تک تاریخ وصال پر آپ کا عرس ہوتا رہا۔ چونکہ مختلف تاریخوں پر مختلف بزرگوں کے اعراس ہوتے رہتے ہیں۔ اس لیے حضرت احسن العلما علیہ الرحمۃ والرضوان نے موسم کا لحاظ اور زائرین کی سہولت کے خیال سے عرس قاسمی کو اکتوبر کے آخری عشرے یا نومبر کے پہلے ہفتہ میں مقرر فرما دیا تھا۔ عموماً آخری عشرے کے جمعہ ہفتہ اور اتوار کو اس کا انعقاد ہوتا ہے۔ اس آسانی نے عرس قاسمی کو مارہرہ شریف کا سب بڑا عرس بنا دیا ہے جس میں ہزار ہا افراد شرکت کرتے ہیں۔

۱۷۔ حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قدس سرہ (۱۳۰۲ھ-۱۳۳۰ھ)

آپ حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسمعیل حسن المقلب بہ شاہ جی میاں کے بڑے صاحب زادے اور حضرت تاج العلماء کے برادر اکبر تھے۔ ۴ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ کو مارہرہ میں ولادت ہوئی۔ غلام محی الدین یا غلام حمید الدین نام فقیر عالم عرف اور ثابت حسن لقب تھا۔ رسم تسمیہ خوانی جدا مجد حضرت سید شاہ محمد صادق کے ذریعہ ادا ہوئی تھی۔ حفظ قرآن مجید اور تجوید کی مشق بہم پہنچائی۔ بہت عمدہ حافظ اور شیریں زبان قاری تھے۔ کئی لہجوں میں قرأت کرتے تھے اور سماں باندھ دیتے تھے۔ فن خطاطی میں بھی عمدہ مشق بہم پہنچائی تھی۔ عصری علوم اور انگریزی میں بھی کافی استعداد تھی اور انعام و اکرام سے بھی نوازے گئے تھے۔ گورنمنٹ اسکول سیتاپور سے ہائی اسکول کیا تھا۔

مختلف اساتذہ اور خصوصاً والد ماجد قدس سرہ سے درسیات کی تکمیل کی۔ بیعت و خلافت بھی حضرت والد ماجد سے تھی۔ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمدی نوری میاں نے بھی جملہ سلاسل و اذکار کی خلافت عطا فرمائی تھی۔

آپ کے اندر غیر معمولی جرأت و شجاعت، حکمت و دانائی اور تصلب فی الدین تھا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیے غیر معمولی جوش و جذبہ تھا۔ آپ نے اس دور میں انگریز حکام کے مقابلے میں جس جرأت و شجاعت کا مظاہرہ کیا، وہ غیر معمولی تھا۔ اس قسم کے واقعات حضرت تاج العلما نے آپ کے حالات میں نقل کئے ہیں۔ ۱۳۲۹ھ میں ریاست خیر پور سندھ کے نواب سے ایک سفر کے دوران آپ کی ملاقات ہوئی۔ وہ آپ سے اس قدر متاثر ہوئے کہ اصرار کر کے اپنی ریاست کے مدرسہ کے انصرام و انتظام کے لیے آپ کو دعوت دی۔ آپ نے والد محترم کی اجازت سے ریاست کے صدر مقام امبہ کا سفر کیا وہاں مدرسہ کے نظم و نسق کو سنبھالا اور بیشتر افراد کو اپنا گرویدہ بنا لیا۔ یوں بھی تسخیر قلوب میں آپ کو مہارت حاصل تھی۔ چند ماہ بعد وہاں بیمار ہوئے اور وطن واپس تشریف لائے۔ تقریباً چھ ماہ لکھنؤ میں علاج ہوتا رہا مگر افاقہ نہ ہو۔ بالا آخر ۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ بروز بدھ بوقت ظہر آپ نے صرف ۲۸ سال کی جوان عمری میں انتقال فرمایا۔ وہاں سے آپ کا جنازہ مارہرہ لایا گیا اور بروز جمعہ یکم شوال ۱۳۳۰ھ کو درگاہ معلیٰ میں متصل مزار حضرت نوری میاں صاحب دفن کر دیا گیا۔

کم عمری میں ہی آپ نے تصنیف و تالیف کی طرف توجہ فرمائی تھی۔ تین کتابیں مطبوعہ شکل میں اور چند رسائل و خطوط غیر مطبوعہ آپ کی یادگار ہیں۔

مطبوعہ کتب عقائد نامہ منظوم، رسالہ مباحث امامت اور رسالہ طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین ہیں۔ کئی بار شائع ہو چکی ہیں۔

”عقائد نامہ منظوم“ سرنامہ کے علاوہ بیس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے کل اشعار کی تعداد ۳۶۱ ہے ہر صفحے پر ۱۸-۱۱۸ اشعار ہیں صرف ایک صفحہ پر ایک شعر زائد ہے۔ تمام ضروری عقائد کو سادہ و سلیس زبان اور انداز میں نظم کیا گیا ہے۔ ابتدائی اشعار اس طرح ہیں۔

کرے حمد خالق کی اپنے بیان زبان بشر میں یہ طاقت کہاں
یہ مخلوق احقر فقیر و ذلیل وہ خالق قوی و غنی و جمیل
وجود اس کا واجب ہے اے بے خبر ہے قدرت سے اس کی وجود بشر
ہمیشہ سے ہے اور رہے گا ہمیشہ پیئے کچھ نہ کھائے نہ کم ہونہ بیش

طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین

”حضرت مولانا مولوی سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قادر بیرکاتی آل احمدی قدس سرہ“

ان تین مطبوعہ رسائل کے علاوہ آپ کی قلمی کاوشوں میں مشہور نعت ”یا حبیبی سیدی روجی فداک“ پر تفسیریں ہیں جو اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۱۹۹۷ء کے ص: ۱۳۱ تا ۱۳۴ پر شائع ہو چکی ہے۔ اس مسدس میں گیارہ بند ہیں۔ اول و آخر بند سے اس کی حیثیت اور عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اپنے عاشق کی ذرا لیجئے خبر سینہ ہے صد چاک زخمی ہے جگر
اس پہ رحمت سے ذرا کیجئے نظر ورد اس کا ہے یہی شام و سحر
یا حبیبی سیدی روجی فداک
لیس فی الدارین بلجائی سواک
قبر کے مونس ہو دنیا کے ظہیر حشر کے شافع ہو جنت کے بشیر
ہو تمہیں اللہ کے نور منیر لطف سے سنئے ذرا عرض فقیر
یا حبیبی سیدی روجی فداک
لیس فی الدارین بلجائی سوک

ان کے علاوہ آپ نے بعض موضوعات پر بشکل مکتوب لکھا ہے، مثلاً ایک مکتوب رد قادیانی میں، ایک مکتوب بعض نامہربان عزیزوں کے جواب میں ہے، ایک مختصر تحریر ترک اسلام دھرم پال آریہ کے رد میں اور کئی دیگر تحریریں حمایت دین مبین میں آپ کی پائی جاتی ہیں جو غیر مطبوعہ رہ گئیں۔

اگر زندگی نے وفا کی ہوتی اور وقت نے مہلت دی ہوتی تو یقیناً آپ کی تحریر و تقریریں صلاحیتیں مزید اجاگر ہوتیں۔ اور تبلیغ و اشاعت کے وہ کارہائے نمایاں ظہور میں آتے جو آپ کے نام و کام کو سلسلہ آل برکات میں مزید روشن و تابناک بناتے۔ بہر حال! صرف اٹھائیس سال کی عمر میں ہی جو کچھ آپ نے کیا، وہ لائق تحسین ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

خری اشعار میں فرماتے ہیں۔

رسالہ عقائد کا کرتا ہوں ختم ترے ہاتھ ہے میری عقبی میں شرم
غنی تو ہے اور ہے کریم و قدیر ترے درپہ بیٹھا ہوا ہے فقیر
کرم اور محبت سے اس کو نواز تو منع ہے، قادر ہے اور بے نیاز
اکثر اشعار بہت موثر، دل گداز اور صحیح عقائد کو ظاہر کرنے والے ہیں۔ اسی لیے پڑھنے والا ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اختصار و ایجاز، سادگی و سلاست اور روانی و برجستگی ان کی اہم خصوصیات ہیں۔

”رسالہ مباحث امامت“، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ سے شائع ہوا تھا۔ چھپا نوے (۹۶) صفحات پر مشتمل اس رسالے میں چھ فصلیں اور ایک خاتمہ ہے۔ فصل اول امامت و اقتدار کی شرائط بیان کرتی ہے۔ دوسری فصل میں نماز پڑھنے اور پڑھانے کی تراکیب بیان کی گئی ہیں۔ تیسری فصل ان حضرات پر روشنی ڈالتی ہے جن کی امامت بہتر و اولیٰ ہے۔ چوتھی فصل میں ان لوگوں کا ذکر ہے جن کی اقتدار میں نماز بلا کراہت جائز و صحیح ہوتی ہے۔ پانچویں فصل ان ائمہ پر روشنی ڈالتی ہے جن کی امامت نماز کو مکروہ تنزیہی یا مکروہ تحریمی بنادیتی ہے۔ چھٹی فصل میں ان لوگوں کا حال بیان ہوا ہے جن کی اقتدار میں نماز بہر حال فاسد ہو جاتی ہے۔ خاتمے میں مساجد کی تعظیم و تکریم پر زور دیا گیا ہے۔

”طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین“، بھی آپ کا ایک مختصر رسالہ ہے۔ اس کے سرنامے پر دی گئی عبارت اس کے مقاصد اور موضوع کو بخوبی واضح کرتی ہے، اس لیے اسے بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

”الحمد للہ: یہ مبارک و نافع مختصر رسالہ جس میں احادیث و آیات اور صحابہ و تابعین و ائمہ دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے ارشادات سے یہ امر نہایت روشن بیان سے عیاں کیا گیا ہے کہ بد مذہب بے دین مسلمانوں کو راہ ہدایت دکھانے کے ہرگز اہل نہیں۔ اہل اسلام کی مجلس و عطا و اشاعت اسلام میں بد مذہبوں بیدینوں سے تقریریں کرانا مسلمانوں کی سخت بدخواہی اور کھلا سبب گمراہی ہے۔ مسمی بہ۔

صاحب ایک فکر عرصہ سے پریشان کئے ہوئے تھے، بحمد اللہ آج وہ دور ہو گئی، قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول ہمارے لیے کیا لایا تو میں اپنے مولوی احمد رضا خاں کو پیش کر دوں گا۔ پھر مزید ارشاد ہوا کہ میاں صاحب اب ہم بوڑھے ہوئے، ہمارا علم بوڑھا ہوا۔ تم جو کچھ لکھا کرو وہ مولوی صاحب کو دکھالیا کرو۔

ان واقعات کو بہت سے لوگوں نے نقل کیا ہے لیکن میں یہاں انھیں موجودہ سجادہ نشین مارہرہ مطہرہ حضرت امین ملت سید شاہ محمد امین مدظلہ العالی کے حوالے سے نقل کر رہا ہوں۔ انھوں نے اپنے مضمون ”خانوادہ برکاتیہ کا روحانی فرزند۔ مطبوعہ امام احمد رضا نمبر ”المیزان بمبئی۔ ص: ۲۳۶، شائع شدہ ۱۹۷۶ء میں اسی طرح بیان فرمایا ہے۔ یہی نہیں ان کا اپنا یہ ریمارک بھی قابل توجہ اور لائق نقل ہے۔ ”سبحان اللہ مرشد برحق صاف صاف چودھویں صدی کے عہدہ مجددیت پر اعلیٰ حضرت کے فائز ہونے کی بشارت دے رہے ہیں۔“

حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ نے اس بیعت واردات کے دو سال بعد ہی وصال فرمایا تو یہ عقیدت ارادت ان کے جانشین حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری کی طرف منتقل ہو گئی۔ ان سے بھی آپ کو خلافت و اجازت حاصل ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ اعلیٰ حضرت کے شجرہ مبارکہ میں دونوں مذکورہ بالا بزرگان مارہرہ کے نام یکے بعد دیگر موجود ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے نظم میں دونوں ہی کے مناقب بیان فرمائے ہیں۔ حضرت میاں صاحب قدس سرہ کی شان میں آپ کا یہ شعر انتہائی عقیدت واردات کا مظہر ہے۔

برتر قیاس سے ہے مقام ابوالحسین سدرہ پوچھو رفعت بام ابوالحسین
دوسری منقبت میں فرماتے ہیں۔

نہ کھلا کیا ہے احمدی نوری راز بستہ ہے احمد نوری
دور پہنچا ہے احمد نوری بہت اونچا ہے احمد نوری
۱۰ اشعار پر مشتمل اس منقبتی قصیدے کے مقطع تک آتے آتے اس آرزو کا

اظہار کرتے ہیں۔

اتنا کہدے رضا ہمارا ہے پار بیڑا ہے احمد نوری
پھر خود کو اطمینان دلاتے ہوئے کہتے ہیں۔
ہیں رضا کیوں ملول ہوتے ہو ہاں تمھارا ہے احمد نوری

۶-

تعلقات مابین بریلی و مارہرہ

حضرت تاج العلماء اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہما کے درمیان

تعلقات و عقیدت واردات و محبت۔

مارہرہ اور بریلی کے تعلقات ایک صدی سے زائد کے عرصہ پر محیط ہیں۔ ان کا آغاز اس وقت سے ہوا جب مولانا نقی علی خاں اپنے جواں سال صاحبزادے مولانا احمد رضا خاں کے ساتھ ۱۲۹۴ھ / ۱۸۷۷ء میں بیعت کے ارادے سے مارہرہ تشریف لائے اور اس وقت کے سجادہ نشین و سلسلہ برکاتیہ کے امین حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ سے منسلک ہوئے۔

مولانا نقی علی خاں بجائے خود ایک بڑے عالم، حضرت مولانا رضا علی خاں کے بیٹے اور صاحب ثروت زمیندار تھے۔ ان کے جواں سال صاحبزادے احمد رضا خاں کے آثار و قرآن بتا رہے تھے کہ وہ اپنے وقت کے امام، مجدد عصر اور سنیت کے سب سے بڑے علمبردار بننے والے ہیں۔ ان دونوں حضرات کو اگر کوئی ضرورت مارہرہ لائی تھی تو وہ نسبت قادریت کی تلاش تھی اور وہ نسبت خانقاہ برکاتیہ سے بہتر اور کہیں حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ پس دونوں حضرات مارہرہ تشریف لائے اور بیعت کے ساتھ ہی اجازت و خلافت بھی لے گئے۔ اس وقت حضرت سید شاہ ابوالحسین احمدی نوری الملقب بہ میاں صاحب قدس سرہ موجود تھے۔ انھوں نے عرض کیا: ”حضور آپ کے خاندان میں تو خلافت بڑی ریاضت اور مجاہدے کے بعد دی جاتی ہے۔ ان دونوں حضرات کو آپ نے فوراً ہی خلافت عطا فرمادی؟ حضرت سیدی شاہ آل رسول احمدی نے ارشاد فرمایا: ”میاں صاحب! اور لوگ گندے دل اور نفس لے کر آتے ہیں، ان کی صفائی کی جاتی ہے پھر خلافت سے نوازا جاتا ہے مگر یہ دونوں حضرات پاکیزگی نفس کے ساتھ آئے تھے صرف نسبت کی ضرورت تھی، وہ ہم نے عطا کر دی۔“

پیر روشن ضمیر نہ صرف نسبت عطا کر رہے ہیں بلکہ ہونے والے مجدد دین مبین کی پیشن گوئی بھی فرما رہے ہیں اور اس کی ذات والا صفات پر فخر بھی فرما رہے ہیں۔ اسی مجلس میں انھوں نے حضرت سیدی ابوالحسین احمدی نوری کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ”میاں

بھر پور خطوط ارسال فرمائے۔ اہل بدایوں کو بھی سمجھانے کی کوشش کی۔ ایک خط میں اپنے صاحب زادے حضرت تاج العلماء کو ہدایت فرماتے ہیں جو اس وقت لکھنؤ میں تھے۔

”اب تم آ جاؤ۔ بریلی میں اتر لو۔ وہاں مولانا مولوی احمد رضا خاں سے بھی مل لو گے وہ آج کل محضے میں ہیں۔ ان پر کیا حملہ ہے دین پر حملہ ہے۔“ (مکتوب شعبان ۱۳۳۲ھ)

اس خط کے لفظ لفظ سے اعلیٰ حضرت کی محبت ٹپک رہی ہے۔ اپنے صاحب زادے کو اخلاقی مدد و حمایت کے لیے بریلی بھیجتے ہیں۔ آپ پر حملہ کو دین پر حملہ تصور کرتے ہیں اور اس کے دفعیہ کے لیے بے چین و بے قرار بھی ہیں اور کوشاں بھی۔

اعلیٰ حضرت نے حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کو انجمن انصار الاسلام کے اجلاس میں شرکت کی دعوت دی۔ آپ نے اجلاس کی تائید و اعانت کا اظہار کرتے ہوئے حسب ذیل جواب ارسال فرمایا:

”کرامت نامہ جناب کا شرف صدور لایا تھا۔ میں نے اس کے ورد سے قبل ارادہ مصمم شرکت جلسہ انجمن انصار الاسلام کر لیا تھا مگر تین چار روز سے میری کمر میں درد ایسا ہو گیا ہے کہ نماز بھی بمشکل ادا کرتا ہوں اور شب سے تحریک نزلہ ہے اور بخار آ گیا جس کے سبب سے سفر سے معذور ہو گیا، مگر دل و جان سے شریک اس انجمن مقدسہ کا ہوں اور اس کی اعانت مالی و جانی کرنے کو موجود ہوں اس کے مقاصد..... کو بہت مستحسن جانتا ہوں۔

میرا یہ عریضہ جلسہ انجمن میں پڑھ کر سنا دیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ متوسلان خاندان برکاتی احمدی جن کا طرز عمل ہمارے اجداد کا بر قدس سرہم کے اس طریقہ مریضہ کے خلاف ہو، ان سے ہم کو کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ان کو ہم سے تعلق ہے۔

فقط ۲۱ شعبان المکرم ۱۳۳۹ھ از مارہرہ خانقاہ برکاتیہ فقیر اسمعیل حسن غفی عنہ قادری احمدی برکاتی خادم آستانہ برکاتیہ احمدیہ۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ، حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قدس سرہ سے عمر میں تقریباً ۳۶ سال بڑے اور ان کے والد گرامی کے ہم عمر و ہم عصر تھے لیکن عمر میں اس قدر تفاوت کے باوجود خانقاہ برکاتیہ کے سجادہ نشین اور پیر زادے ہونے نسبت سے وہ حضرت تاج العلماء کا احترام کرتے تھے، ان سے محبت و اردات کا اظہار فرماتے تھے اور عزت و وقار کے ساتھ پیش آتے تھے۔ اسی طرح حضرت تاج العلماء اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو اپنے اساتذہ سے بھی زیادہ محترم اور دینی اعتبار سے مقتدا و پیشوا

حضرت سید شاہ ابوالحسین احمدی نوری قدس سرہ بھی آپ سے بے پناہ محبت فرماتے تھے اور آپ کو ”چشم و چراغ خاندان برکاتیہ“ قرار دیتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو ”سنیت“ کی کوئی مانتے تھے۔ مراد یہ کہ جو آپ سے محبت کرے گا، آپ کے مسلک کا اتباع کرے گا اور آپ کو امام اہل سنت تسلیم کرے گا، وہی سچائی ہوگا۔“

حضرت ابوالقاسم سید شاہ اسمعیل حسن الملقب بہ شاہ جی میاں قدس سرہ اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری برکاتی کا سال ولادت ایک ہی ہے۔ اول الذکر ۱۳۳۲ھ و ۱۲۷۲ھ اور موخر الذکر ۱۲۷۲ھ اشوال المکرم ۱۲۷۲ھ کو عالم وجود میں آئے۔ اس طرح دونوں بزرگ مکمل طور پر ہم عصر تھے اور دونوں میں مکمل اتحاد یکجہتی اور باہمی عقیدت و محبت کے تعلقات رہے۔ حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے مجموعہ و مکاتیب، مفاد و ضابطہ، میں بہت سے خطوط اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نام ہیں۔ ان خطوط سے دونوں کے باہمی قلبی تعلقات کا پتہ چلتا ہے۔ مسئلہ اذان ثانی میں جب بریلی و بدایوں کے درمیان تنازع شروع ہوا تو حضرت شاہ جی میاں نے باوجود اس کے کہ انھیں دونوں عزیز تھے، اعلیٰ حضرت کو حق پر سمجھتے ہوئے ان کا ہی ساتھ دیا اور ان کے موقف کی بھرپور حمایت کی۔ جب اہل بدایوں کی طرف سے اعلیٰ حضرت پر مقدمہ قائم کیا گیا تو حضرت شاہ جی میاں نے آپ کو یہ تسلی نامہ ارسال فرمایا۔

”فخر الافاضل، صدر الاماثل، افضل العلماء اجل الفضلاء دامت برکات افادہم علیہا۔ پس از تسلیم مالوف بالوف تعظیم ملتئم ہوں۔ بفظاہم تعالیٰ فقیر بخیر اور خیر عافیت مزاج مبارک کا مستدعی۔

فقیر کو اس حملہ نامرضیہ کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے۔ نہایت رنج ہے..... اگرچہ انشاء اللہ تعالیٰ ہوگا کچھ نہیں مگر معاندین و مخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل گیا۔

فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس محضے سے باحسن و جوہ آپ کو طمانیت حاصل ہو اور آپ کے دست و قلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔“

(مکتوب ۱۸-ص: ۱۴-۱۵)

دیگر کئی خطوط کے ذریعہ بھی آپ نے اعلیٰ حضرت کو اخلاقی مدد دی تسلی و تشفی سے

مانتے تھے جس کا اظہار دونوں طرف سے تحریری شکل میں ہوا ہے۔

حضرت تاج العلماء کے برادر بزرگ حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم کا رسالہ نافعہ بہ عنوان 'مباحث امامت' حضرت فاضل بریلوی کے ملاحظہ بھیجا گیا تھا، اس کے ضمن میں وہ حضرت تاج العلماء کو تحریر کرتے ہیں:

”حضرت والا صاحب زادہ واجب الاعظام دامت برکاتہم - تسلیم!

تین روز ہوئے تھے کہ مبارک رسالہ تشریف لایا۔ بیچ میں ڈیڑھ روز کامل اور ضروری مسائل و اشغال میں صرف ہوا۔ ڈیڑھ روز سے کم میں اسے مطالعہ کیا۔ حضرت نے ساڑھے تین آنے کے چودہ ٹکٹ رجسٹری کے لئے ارسال فرمائے۔ خاندانی نیاز مند سے اس تکلف کی حاجت نہیں۔ ٹکٹ واپس حاضر ہیں۔ رسید رسالہ سے مشرف فرمائیں۔ زیادہ خوشی اس کی ہوئی کہ کفار مرتدین کی اس میں خوب خبر لی گئی۔ مولیٰ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ کیا اچھا ہو کہ یہ مبارک رسالہ جلی واضح قلم سے اچھے مضبوط خوشنما کاغذ پر کشادہ حروف، واضح بین السطور میں پانچ جزو جزویہ پر چھپے کہ بچے عورتیں بوڑھے سب بے تکلف اس سے بہر مند ہوں۔ حضرت والا سید ابوالقاسم شاہ جی میاں دامت برکاتہم کی خدمت میں آداب نیاز۔

فقیر احمد رضا قادری عفی عنہ.....

از بریلی ۱۱ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۱ھ یوم النجیس

(ماخوذ ”رسالہ“ مباحث امامت، ضمیمہ - ص: ۸۸)

اعلیٰ حضرت کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے رسالہ مذکورہ کو بعینہ شائع کیا گیا۔ حضرت تاج العلماء کو اعلیٰ حضرت کی ذات والاصفات سے کس قدر محبت و ارادت تھی، اس کا اظہار انھوں نے اپنے حالات و کوائف بیان کرتے ہوئے ”تاریخ خاندان برکات“ میں اس طرح کیا ہے:

”فقیر کو اگرچہ حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی قدس سرہ سے تلمذ رسمی حاصل نہیں مگر فقیر ان کو اپنے اکثر اساتذہ سے بہتر و برتر اپنا استاد جانتا ہے۔ ان کی تقریرات و تحریرات سے فقیر کو بہت کثیر فوائد دینی و علمی حاصل ہوئے اور چونکہ تقریر و تحریر میں ان کا طریقہ بے لوث اور مواخذات صوری و معنوی، شرعی و عرفی سے منزہ

و مبرا ثابت و محقق ہوا، لہذا فقیر بھی تابہ وسعت ان کے طریقہ کا اتباع کرنا پسند کرتا ہے۔“ (تاریخ خاندان برکات - ص: ۶۶)

جب اعلیٰ حضرت اور علمائے بدایوں کے درمیان اذان ثانی کے مسئلہ پر سخت نزاع پیدا ہوا اور نوبت مقدمہ بازی تک پہنچی تو اس وقت حضرت تاج العلماء کے لیے بڑا نازک مرحلہ تھا۔ علمائے بدایوں اور اعلیٰ حضرت کے حزب اختلاف کے رہنما مولانا عبدالمقتدر بدایونی حضرت تاج العلماء کے استاد تھے لیکن حضرت تاج العلماء نے یہ محسوس کیا کہ حق بہر حال اعلیٰ حضرت کے ساتھ ہے، اس لیے انھوں نے اہل بدایوں سے اپنے رشتوں کو واپس پشت ڈالتے ہوئے اس مسئلہ میں کھل کر اعلیٰ حضرت کی مدد و حمایت کی، مقدمہ میں اعلیٰ حضرت کی حمایت میں بطور گواہ پیش ہوئے اور ان کی نصرت و حمایت میں رسائل بھی تحریر کئے۔ اس ضمن میں ان کے رسائل بحث الاذان، شافی جواب پرکافی ایرادات، بدایونی تحریر کے شافی جواب وغیرہم اسی نصرت و حمایت کی یادگار ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے مسلمانان عالم خصوصاً مسلمانان برصغیر کی فلاح و بہبود اور ان کی دینی، سماجی سیاسی رہنمائی کے لیے ایک تنظیم جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی تھی۔ اس جماعت کی بہت سے ذیلی تنظیمیں اور شعبے بھی تھے۔ ایسی ہی ایک تنظیم ”جماعت انصار الاسلام“ بھی تھی۔ اس تنظیم کا پہلا سہ روزہ اجلاس ۱۳۳۹ھ میں ۲۲-۲۳-۲۴ شعبان المعظم کو بریلی میں منعقد ہوا۔ اس کے اجلاس کی صدارت اعلیٰ حضرت کی خواہش پر حضرت تاج العلماء نے فرمائی اور تقریباً ۶۰ صفحات پر مشتمل نہایت پر مغز اور دینی سماجی و سیاسی رہنمائی کے زریں اصول پر مبنی خطبہ صدارت پیش کیا۔ اس خطبہ صدارت کی جامعیت اور ہم جہت رہنمائی کے اصول یہ ثابت کرتے ہیں کہ آپ نہ صرف عصری حالات و واقعات سے باخبر تھے بلکہ رہنمائی و پیشوائی کے جملہ اوصاف سے بھی متصف تھے۔ اس خطبہ صدارت پر تفصیلی تبصرہ آئندہ صفحات میں موجود ہے۔

حضرت تاج العلماء نے نثر میں ہی نہیں، نظم میں بھی اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت کا اظہار کیا ہے۔ درج ذیل اشعار اس کے مظہر ہیں۔

شمع بزم اولیا احمد رضا نور چشم اتقیا احمد رضا
دین احمد کا مجدد بالیقین سچا عبدالمصطفیٰ احمد رضا

فضل غوث اعظم بوالفضل سے دونوں کا مظہر بنا احمد رضا
علم تیرا بحر نا پیدا کنار ظل علم مرتضیٰ احمد رضا
تیری الفت میرے مرشد نے مجھے گھٹی میں ہے دی پلا احمد رضا
لاکھ حاسد کچھ بکین لیکن فقیر تیرا تیرا ہے ترا احمد رضا
(ماخوذ از ملفوظات مشائخ مارہرہ ل۔ ص: ۱۶۱-۱۶۲)

بریلی و مارہرہ کے مابین سدا بہار تعلقات، عقیدت و اردت آج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ قائم ہیں۔ دونوں خانوادوں کے درمیانی آج بھی عقیدت مندانہ تعلقات اور باہمی محبت و ارادت کے رشتے استوار ہیں۔ ان تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے، موجودہ سجادہ نشین خانقاہ برکات تہ اور چشم و چراغ آل برکات حضرت امین ملت سید شاہ محمد امین دامت برکاتہم فرماتے ہیں:

”نوری دادا نے اعلیٰ حضرت کو چشم و چراغ خاندان برکات تہ فرمایا اور کہا کہ اس دور میں سنیت کی کسوٹی مولانا احمد رضا خاں صاحب ہیں۔ اعلیٰ حضرت اور خاندان برکات تہ کے تعلقات مثالی ہیں۔ نوری دادا، میرے مرشد برحق حضرت تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی رضی اللہ عنہ، عم محترم حضور سید العلماء نے اپنی پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی اشاعت کے لیے وقف فرمادی۔ خاندان برکات تہ کا بچہ بچہ اعلیٰ حضرت کا شیدائی ہے۔ ہماری نجی مجالس ہوں یا عوامی جلسے، ہر جگہ مسلک اعلیٰ حضرت کی تبلیغ و اشاعت ہی ہم لوگوں کا نصب العین اور مطمح نظر ہوا کرتا ہے۔ اس ضمن میں اپنے عم محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کا یہ شعر مجھے بار بار یاد آ رہا ہے۔

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

یا الہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

اس سلسلہ میں اتنا عرض کر دینا ضروری ہے کہ اعلیٰ حضرت حقیقتاً چشم و چراغ خاندان برکات تہ تھے۔ جو نسبت خاندان برکات تہ کو ان سے اور ان کو خانوادہ برکات تہ سے ہے، وہ کسی دوسرے خانوادے کو نہیں۔“

[ماخوذ از ”المیزان“ احمد رضا نمبر۔ ص: ۲۳۶ مطبوعہ ۱۹۷۶ء بمبئی]

۷۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ کی علمی و قلمی خدمات

حضرت تاج العلماء قدس سرہ کی حیات مبارکہ گونا گوں مصروفیات کے ساتھ دینی علمی تبلیغی، سیاسی سماجی اور اصلاح و تربیت کی خدمات سے عبارت تھی۔ انھوں نے اس دنیا میں بہت طویل عرصہ بھی نہیں گزرا، قمری حساب سے ان کی حیات ظاہری صرف ۶۶ سال اور شمس حساب سے ۶۴ سال پر محیط رہی۔ بایں ہمہ انھوں نے کثیر علمی و قلمی نگارشات کا عطیہ بطور یادگار چھوڑا۔ شرف ملت سید محمد اشرف صاحب کے مطابق ”خاندان برکات میں شاید ہی کسی بزرگ نے ان سے زیادہ تصانیف چھوڑی ہوں“۔ (اہل سنت کی آواز۔ ص: ۹۸ اکتوبر ۲۰۰۳ء) ان کی مصنفہ مؤلفہ، مرتبہ اور مترجم کتب و رسائل کی تعداد تقریباً ۴۲ ہے۔ خود مصنف علام نے ”تاریخ خاندان برکات میں اپنی مصنفہ و مؤلفہ کتب کے نام دئے ہیں اور ان کی تعداد ۳۳ بتائی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تحریر کے بعد آپ تقریباً ۴۶ سال تک حیات رہے اور اس عرصہ میں بھی تصنیف و تالیف کا شغل جاری رہا ہوگا۔ علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی کی تحقیق کے مطابق آپ کی مصنفات، مؤلفات و مترجمات کی تعداد ۴۲ تو یقینی ہے۔ ان کے علاوہ آپ کی کتاب ”مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری“ کے آخر میں برکاتی دارالاشاعت کی مختصر فہرست کتب شائع کی گئی ہے، جن کے مصنفین کا نام نہیں دیا گیا ہے لیکن آثار و قرآن بتاتے ہیں کہ ان میں سے اکثر کے مصنف بھی حضرت تاج العلماء ہی ہیں۔ ان کی تعداد ۹ ہے۔ اس طرح آپ کی مصنفہ مؤلفہ کتب کی تعداد ۴۲ سے بھی زائد ہو جاتی ہے۔

آپ کے موضوعات بھی مختلف و متضاد ہیں۔ انھیں مذہبی و متصوفانہ، علمی و ادبی اور سیاسی و سماجی زمروں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ مذہبی کتب عقائد، مناظرہ، فقہ، تصوف، اخلاقیات وغیرہ پر ہیں۔ علمی و ادبی کتب تاریخ و تذکرہ، ترجمہ، شعر و ادب، تنقید اور مکاتیب وغیرہ پر مشتمل ہیں۔ سیاسی و سماجی کتب عصری موضوعات اور سیاست و وقت کا احاطہ کرتی ہیں اور عصری موضوعات پر روشنی ڈالتے ہوئے قوم و ملت کی رہنمائی کے اصول و ضوابط بھی پیش کرتی ہیں۔ ان سب کا ایک اجمالی جائزہ پیش خدمات ہے۔

(۱) مذہبی و متصوفانہ موضوعات پر کتب:

۱- القول الصحیح فی امتناع الکذب ایضاً: وہابی عقائد میں امکان کذب باری تعالیٰ بھی ایک عقیدہ ہے۔ ان کے خیال میں چونکہ اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس لیے اس کے جھوٹ بولنے کا بھی امکان ہے ورنہ اس کی قدرت کامل نہ ہوگی۔ برصغیر میں شاہ اسماعیل دہلوی نے غالباً پہلی بار اس کا کھل کر اظہار کیا۔ اس کے برعکس اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ جھوٹ ایک مسلمہ عیب و برائی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر عیب و برائی سے پاک ہے۔ اس لیے کذب امکان نہیں ہے اور اسے مانا جائے تو اس کی ہر بات مشکوک ہو جائے گی۔ حضرت والا نے اس کتاب میں اس عقیدے کی قباحت پر اظہار خیال کیا ہے۔ اس طرح یہ کتاب عقائد و مناظرے پر مشتمل ہے۔

۲- رسالہ مختصر در اثبات واجب الوجود: یہ مختصر رسالہ اللہ تعالیٰ کے واجب الوجود ہونے کا ثبوت پیش کرتا ہے اور عقائد پر مشتمل ہے۔

۳- بحث الاذان: اذان کا بیرون مسجد ہونا ضروری ہے۔ دور رسالت و دور شیخین میں جمعہ کی ایک ہی اذان ہوتی تھی۔ دور عثمانی میں آبادی اور کاروبار زندگی بڑھ جانے کی بنا پر جمعہ کے وقت میں ایک اذان نا کافی سمجھی گئی، اس لیے ایک اور اذان کا اضافہ کیا گیا جو نہ صرف بیرون مسجد بلکہ آبادی اور بازار میں ہوتی تھی تاکہ لوگ اپنی مشغولیات میں منہمک رہنے کے بجائے جمعہ کی نماز کے لیے وقت پر پہنچیں۔ بعد کے ادوار میں تساہلی اور امراء کی تن آسانی نے جمعہ کی دوسری اذان کو مسجد کے اندر اور خطیب کے ممبر کے سامنے شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ صدیوں تک چلتا رہا۔ اعلیٰ حضرت نے سنت کے مطابق اذان ثانی کو بیرون مسجد شروع کر دیا اور اس کی ضرورت و اہمیت پر فتاوے جاری کیے۔ علمائے بدایوں و رام پور وغیرہ نے اس کی مخالفت کی جلد ہی یہ بحث علمی و مذہبی بحث نہ رہ کر شخصیات کی انا کا سوال بن گئی اور مخالفت برائے مخالفت سے ہوتے ہوتے مقدمہ بازی تک پہنچ گئی۔ حضرت تاج العلماء نے علمائے بدایوں سے پڑھا تھا لیکن اس معاملے میں حق پر اعلیٰ حضرت ہی تھے، اس لیے انھوں نے کھل کر اعلیٰ حضرت کا ساتھ دیا، ان کے موقف کی تائید کی بلکہ اس کی حمایت میں یہ رسالہ تحریر کیا۔ یہ فقہ کے موضوع پر اور مناظرانہ انداز کا ہے۔

۴- شافی جواب پر کافی ایرادات: اذان ثانی کے مسئلہ پر بدایوں، رام پور وغیرہ

کے علماء، اعلیٰ حضرت کے موقف کے مخالف تھے۔ انھوں نے اس موقف کے خلاف بہت کچھ لکھا۔ حضرت والا نے تردیدی کتا بچے کا محاسبہ اس رسالہ میں کیا ہے۔ اس طرح یہ فقہ کے ساتھ بڑی حد تک مناظرانہ انداز کا ہے۔

۵- بدایونی تحریر کے شافی جواب: یہ رسالہ بھی بدایونی موقف کے برعکس اعلیٰ حضرت کے موقف کی حمایت میں ہے۔ بدایونی تحریر کا رد و جواب پیش کرتا ہے۔ اس طرح بڑی حد تک مناظرانہ نوعیت کا ہے۔

۶- نماز پڑھنے اور پڑھانے کا طریقہ: [۱۳۳۴ھ] کسی معتقد کی فرمائش پر آپ نے نماز پڑھنے اور امامت سے متعلق مسائل و طریقے کو آسان زبان میں تحریر فرمایا ہے۔ یہ رسالہ مسائل فقہ اور عبادات سے متعلق ہے۔

۷- خیر الکلام فی مسائل الصیام: (۱۳۳۵ھ) رمضان، روزہ اور تراویح و اعتکاف سے متعلق مسائل پر مشتمل یہ رسالہ بھی فقہ اور عبادات کے ضمن میں آتا ہے۔

۸- البرہان القوی علی عدم جواز التراویح خلف الصی: نماز تراویح نا بالغ کی امامت میں صحیح نہیں ہے اس کے عدم جواز پر مشتمل یہ رسالہ بھی فقہ و عبادات کے ضمن میں آتا ہے۔

۹- تفہیم المسائل بار سال الرسائل: یہ رسالہ بھی مسائل فقہ پر مشتمل ہے۔

۱۰- مجموعہ فتاویٰ: حضرت والا سے جن دینی امور و مسائل پر سوالات کئے گئے اور خدمت عالی میں استفتاء پیش کئے گئے، ان پر جو فتاویٰ آپ نے صادر فرمائے، انھیں کو یکجا و مرتب کر کے شائع کیا گیا ہے۔

۱۱- ذکر میلاد مبارک و تفصیل تبرکات خاندانی: یہ دو الگ الگ تالیفات حضرت سید شاہ اولاد رسول احمدی قدس سرہ کی ہیں جنہیں حضرت تاج العلماء نے ترتیب جدید تصحیح و اہتمام کے ساتھ دارالاشاعت برکاتی سے ۱۳۵۳ھ میں شائع کیا اور تاریخی نام ذکر میلاد مبارک رکھا۔ اسی تاریخ سے مصنف قدس سرہ کا سال وصال معلوم ہوتا ہے۔

۱۲- بہترین کلماء کی وصیتیں: اس رسالہ میں اکابرین خاندان برکات کے وصایائے کریم کے فارسی سن کو اردو ترجمے کے ساتھ مرتب کر کے ۱۳۵۴ھ میں شائع کیا گیا۔ اس رسالہ سے نہ صرف اکابرین محترم کی وصیتوں پر روشنی پڑتی ہے بلکہ بہت سے دینی امور بھی واضح ہو جاتے ہیں۔

- ۱۳- سیع سنابل شریف کا ترجمہ:- تاریخ خاندان برکات میں آپ نے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بعد کی قلمی کاوش ہے۔
- ۱۴- پاک و صایا مقدسہ:- (۱۳۵۹ھ) سیدنا حاتم اصم قدس سرہ کے وصایا مبارکہ کا ترجمہ ہے۔ اس کے متعلق بھی معلومات کا فقدان ہے۔ یہ رسالہ جامعہ اشرفیہ، مبارکپور کے کتب خانے میں علامہ ڈاکٹر ارشاد احمد ساحل شہسرامی نے دریافت کیا ہے۔

(۲) علمی و ادبی موضوعات پر کتب:

- ۱- حاشیہ بر رسالہ خلاصۃ المنطق للبدایونی:- منطق کے موضوع پر آپ کی اہم قلمی کاوش ہے۔
- ۲- تاریخ خاندان برکات:- (۱۳۲۹ھ) اس کتاب میں خاندان برکات کا تفصیلی تذکرہ اور تاریخ ہے۔ اس پر مفصل تبصرہ آئندہ صفحات میں ہے۔
- ۳- اصح التواریخ:- یہ کتاب بھی سادات زید یہ اور سلسلہ برکاتیہ کے ان بزرگوں کے حالات پر مشتمل ہے جو حضرت صاحب البرکات سے پہلے ہوئے ہیں۔ اس کا تفصیلی جائزہ بھی آئندہ صفحات میں موجود ہے۔
- ۴- اکمل التاریخ پر ایک تنقیدی تبصرہ:- ”اکمل التاریخ“ پر آپ نے ناقدانہ نظر ڈالی ہے اور اس کی خوبیوں و خامیوں کی نشاندہی کی ہے۔
- ۵- نور مدائح پر ایک تنقیدی نظر:- یہ آپ کی علمی و تنقیدی کتاب ہے جو آپ کی ناقدانہ بصیرت کا اظہار کرتی ہے۔

- ۶- خزانہ واقعات عجیب:- عجیب و غریب واقعات کو یکجا کر کے تذکرہ تیار کیا گیا ہے۔
- ۷- تذکرہ حضرت فقیر عالم قدس سرہ:- حضرت تاج العلماء نے اپنے برادر اکبر حضرت سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم قادری برکاتی کا تذکرہ بڑے ہی دلسوز انداز میں لکھا ہے جن کا عین عالم جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ [یہ اسی گوشے میں شامل ہے ۱۲ ساحل]

- ۸- مفاوضات طیبہ:- (۱۳۵۴ھ) حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے خطوط آپ نے مرتب کر کے اور ان پر ضروری و مفید حوثی کا اضافہ کر کے شائع کئے تھے۔ ان پر تفصیلی تبصرہ آئندہ صفحات میں موجود ہے۔

- ۹- گلدستہ چمنستان سنیت:- حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ نے مختلف اوقات میں عصری موضوعات پر مختصر مضامین لکھ کر اخبارات میں شائع کرائے تھے۔ حضرت تاج العلماء نے انہیں مرتب کر کے اس نام سے شائع کیا تھا۔ ان مضامین اور ان کے موضوعات پر تفصیلی تبصرہ حضرت شاہ جی میاں قدس سرہ کے تعارف میں آچکا ہے۔ ان کا سال طباعت بھی ۱۳۵۴ھ ہے۔

- ۱۰- مجموعہ مکاتیب:- حضرت تاج العلماء اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنوی کے درمیان مسئلہ خلافت ترک موالات اور گاندھی کی پیشوائی و رہنمائی کے موضوع پر طویل مراسلاتی گفتگو ہوئی۔ دونوں کے مکاتیب کو خود حضرت تاج العلماء نے مرتب کر کے شائع کیا تھا۔ ان خطوط کے مطالعہ سے اس تحریک اور اس دور کے سیاسی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔
- ۱۱- ترجمہ آداب السالکین:- مشہور کتاب ”آداب السالکین“ کا آپ نے اردو میں ترجمہ کر کے شائع کیا تھا۔

- ۱۲- آپ نے مختلف اوقات میں عصری موضوعات پر مضامین لکھے تھے۔ ان متفرق مضامین کو یکجا و مرتب کر کے شائع کیا گیا تھا۔

- ۱۳- شوکت اسلام:- بشکل مسدس اسلامی عقائد اعمال اور اخلاق کی تعلیمات بیان کی گئی ہیں۔ اسی کے ساتھ معاصر مذہبی و سیاسی حالات کا شرعی نقطہ نظر سے جائزہ لیا گیا ہے۔

- ۱۴- مثنوی:- روزہ اور رمضان المبارک کے فضائل و مناقب مثنوی کی ہیئت میں بیان کئے گئے ہیں۔

(۳) سیاسی و سماجی موضوعات پر کتب:

- حضرت تاج العلماء کی سیاسی سماجی کتب کا جائزہ لینے سے قبل یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دور کے ان سیاسی سماجی حالات پر روشنی ڈالی جائے جنہوں نے ان کتب کی تصنیف و تالیف کی ضرورت اجاگر کی۔ بیسویں صدی کا نصف اول عالمی سیاست اور خصوصاً برصغیر کی سیاست میں طوفان و زلازل لے کر آیا تھا۔ اس صدی کی دوسری دہائی میں وہ بین الاقوامی جنگ شروع ہوئی جسے پہلی عالم گیر جنگ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اس جنگ کے

نتیجے میں برطانیہ و فرانس اور ان کے حواری مزید طاقت ور ہو کر ابھرے۔ ریاستہائے متحدہ امریکہ بھی اپنے خول سے باہر نکلا اور دراصل اسی کی مدد نے برطانیہ و فرانس کو فاتح اور جرمنی و ترکی وغیرہ کو شکست و ریخت سے دوچار کیا۔ عالم اسلام اور عظیم خلافت عثمانیہ ٹکڑوں میں بٹ گئے۔ عالم اسلام کے بیشتر علاقے برطانیہ، فرانس اور یورپ کی دوسری طاقتوں کے قبضے میں آ گئے۔ نوجوان ترکوں نے برائے نام خلافت عثمانیہ کو بحر روم میں غرق کر کے ترکی کو مغربی طرز کی جمہوریہ بنادیا اور عربوں کی بے وفائی اور یہود و نصاریٰ کی رفاقت کی بنا پر عالم اسلام سے تقریباً ناطہ توڑ لیا۔ مشرق وسطیٰ کے بیشتر مسلم ممالک برطانیہ و فرانس وغیرہ کے قبضے میں چلے گئے، فلسطین میں اسرائیل کا ناسور پیدا کیا جانے لگا اور بالآخر ۱۹۴۸ء میں فلسطین کی ناجائز تقسیم کر کے اس کے ایک بڑے حصے پر اسرائیل، قائم کر دیا گیا۔

بیسویں صدی کا آغاز برصغیر کے لیے بھی ہیجان انگیز سیاسی حالات لے کر آیا تھا۔ برصغیر نے پہلی جنگ عظیم میں بڑھ چڑھ کر انگریزوں کی اس امید میں مدد کی تھی کہ جنگ کے بعد انھیں داخلی خود مختاری یا ’ہوم رول‘ مل جائے گا لیکن جنگ کے بعد انھیں ’رولٹ ایکٹ‘ کا تحفہ ملا جس نے ان کو حاصل مراعات و فوائد کا بھی خاتمہ کر دیا۔ جب اس پر احتجاج ہوا تو بدلے میں جلیاں والا باغ کا قتل عام ہوا۔ پورے پنجاب میں مارشل لا لگادیا گیا اور ہزار ہا لوگوں کو داخل زنداں کر دیا۔ ہندوستانیوں نے عدم تعاون یا ترک موالات کا رویہ اپنایا تا کہ انگریزی حکومت بے دست و پا ہو کر رہ جائے اور یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جائے۔

برصغیر کے مسلمان بھی اس دور میں جوش و جذبات اور ناعاقبت اندیشی کی سیاست میں پیش پیش رہے۔ اس دور میں ابوالکلام آزاد، مولانا عبدالباقی فرنگی محلی، محمد علی جوہر اور شوکت علی جیسے شعلہ بیان اور جوش و جذبات کو برا بیچنے کرنے والے رہنما سامنے آئے جنہوں نے اپنی پرجوش تقاریر سے مسلمانوں کو شعلہ جوالا بنادیا۔ اس دور میں تحریک خلافت، تحریک ہجرت، تحریک امامت اور پھر کچھ عرصہ بعد مسلمانوں کے لیے الگ وطن بنانے کی تحریکیں زور و شور کے ساتھ چلیں اور نتیجتاً مسلمانوں کو بحیثیت مجموعی سخت نقصان و ہزیمت پہنچانے کا باعث بنیں۔

اسلام میں ”خلافت راشدہ“ یا خلافت علی منہاج نبوت صرف تیس سال چل سکی۔ اس کے بعد ”خلافت عضو“ کا دور دورا ہوا۔ پہلے امویوں نے پھر عباسیوں نے اور پھر

عثمانیوں نے بنام خلافت حکومت کی۔ ان خانوادوں کے حکمران خود کو امیر المؤمنین اور خلیفہ المسلمین کہلاتے رہے لیکن یہ سب حقیقتاً قیصر و کسریٰ کی نقل کر رہے تھے۔ ان کا اسلامی اصولوں اور اس کی ریاست امارت سے برائے نام ہی تعلق تھا بلکہ ان میں سے کچھ تو اپنے سیاہ کارناموں کی بدولت اسلام کے خوش نما چہرے کے داغ اور باعث ننگ و عار ہیں۔

انیسویں صدی عیسوی میں سلطنت عثمانیہ اندرونی بد نظمی و طوائف الملوکی اور یورپی سازشوں کی بدولت حقیقتاً ”مرد بیمار“ بن گئی تھی۔ اس کے خلاف سازشوں اور اسے نقصان پہنچانے میں روس، برطانیہ اور فرانس پیش پیش تھے۔ اس لیے اس نے جرمنی سے دوستی کر لی اور پہلی جنگ عظیم میں اس کا ساتھ دیا، لیکن بد قسمتی سے جرمنی اور ترکی وغیرہ کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ نتیجہ میں جرمنی کے ساتھ ترکی کو بھی سخت نقصان اٹھانے پڑے۔ سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے فاتحوں نے آپس میں تقسیم کر لیے۔ مرکز خلافت قسطنطنیہ پر بھی فاتح افواج کا کنٹرول ہو گیا اور ترکی کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا۔ ”خلیفۃ المسلمین“ ان کے ہاتھوں میں کٹھ پتلی بن کر رہ گئے۔ وہ وہی کر رہے تھے جو برطانیہ و فرانس وغیرہ چاہتے تھے۔

چونکہ اتحادیوں کی فتح کے بعد تمام اسلامی ممالک مصر، شام، عراق وغیرہ عرب ممالک پر برطانیہ اور فرانس کا قبضہ ہو گیا تھا اور خود مرکز خلافت انھیں کے کنٹرول میں تھا، اس لیے تمام اسلامی دنیا میں یہ محسوس کیا گیا کہ اب خلافت کا وجود خطرے میں ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے کوشش ہونی چاہئے۔ اس کا احساس برصغیر کے کچھ مسلمانوں کو زیادہ ہی تھا۔ ان کے طالع آزمایا اور رہنمائی و قیادت کے طلب گار لیڈروں نے اس مسئلہ پر سیاست اور ہنگامہ آرائی شروع کی جو بالآخر برصغیر کے مسلمانوں کے لیے اجتماعی طور پر مضروبے مصرف ثابت ہوئی اور ان کی توانائیوں کے زیاں کا سبب بنی۔

بہر حال خلافت کے تحفظ کے لیے خلافت کمیٹی وجود میں آئی جس کے محرک مولانا عبدالباقی فرنگی محلی، محمد علی جوہر، شوکت علی اور ابوالکلام آزاد وغیرہ تھے۔ ایک مرکزی خلافت کمیٹی کے ماتحت صوبائی اور علاقائی خلافت کمیٹیاں قائم ہوئیں۔ جلد ہی اس نے ایک ہمہ گیر سیاسی جماعت کی حیثیت اختیار کر لی۔ چونکہ اس کے رہنما بردست اور شعلہ بیان مقرر تھے، اس لیے انھوں نے اپنی طلاقت لسانی سے اس مسئلہ کو ہر مسلمان کا مسئلہ بنادیا۔ خلافت کے تحفظ کے لیے عام لوگوں میں بڑا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا۔ اس کی بقا کے لیے عام

عدم تعاون کا مطلب یہ تھا کہ انگریزی حکومت سے کسی طرح کا تعاون نہ جائے۔ سرکاری نوکریاں چھوڑ دی جائیں اور سرکاری اداروں میں تعلیم حاصل کی جائے۔ اس طرح کاروبار حکومت ٹھپ ہو جائے گا اور انگریز یہاں سے بھاگنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اگرچہ یہ پروگرام کانگریس کی طرف سے بھی شروع کیا گیا تھا مگر ہندوؤں سے کہیں زیادہ مسلمانوں نے اپنایا۔ مسلمان سرکاری ملازمتوں اور تعلیم گاہوں میں پہلے ہی بہت کم تھے۔ اب برائے نام رہ گئے۔

مسلمانوں نے خلافت کے تحفظ اور ترکوں کی امداد کے لیے غیر معمولی دیادلی کا مظاہرہ کیا۔ لاکھوں روپیہ چندہ جمع ہوا جس کا عشر عشر بھی ترکوں تک نہیں پہنچا۔ ہاں تحریک کے رہنماؤں نے خوب عیش کئے، دورے کئے۔ ان کے وفد خلافت کی بھیک مانگنے لندن اور پیرس تک گئے۔ رہنمایان خلافت کو مخاطب کرتے ہوئے اسی موقع پر علامہ اقبال نے در یوزہ خلافت کے عنوان سے یہ تاریخی قطعہ کہا تھا۔

اگر ملک ہاتھوں سے جاتا ہے جائے تو احکام حق سے نہ کر بے وفائی
نہیں تجھ کو تاریخ سے آگہی کیا خلافت کی کرنے لگا تو گدائی
خریدیں نہ ہم جس کو اپنے لہو سے

مسلمان کو ہے ننگ وہ بادشاہی (بانگ درا)
بہر حال اس چندے سے بمبئی میں ایک خلافت ہاؤس، تعمیر ہوا جو غالباً اب بھی
علی برادران کے ورثا کے تصرف میں ہے۔ اس چندے کی وجہ سے آپسی تنازعے اور جھگڑے
بھی خوب ہوئے۔ حساب کے تقاضوں پر کہہ دیا گیا کہ وہ تو اللہ کے یہاں دیں گے۔

ادھر برصغیر کے مسلمان خلافت کے تحفظ کے لیے ماہی بے آب بنے ہوئے تھے
تو ادھر عرب رہنما اپنے تعلقات برطانیہ و فرانس کے ساتھ استوار کرنے میں لگے ہوئے
تھے اور اپنی اپنی علاقائی حکومتیں قائم کرنے کے لیے کوشاں تھے۔ خود مرکز خلافت میں
نوجوان ترک اور تجدید پسند طبقہ شروع سے ہی نظام خلافت کے خلاف تھا۔ انھوں نے اپنی
جدوجہد سے اتحادی طاقتوں کو مجبور کیا کہ وہ ترکی کے آزاد و کوسلیم کریں۔ اس مقصد میں
کامیاب ہونے کے بعد انھوں نے ۳ مارچ ۱۹۲۲ء کو خلافت کو ختم کر کے ترکی کو مغربی
طرز کی جمہوریہ قرار دیا اور برائے نام نظام اسلام کو خیر باد کہہ کر ترکی کو مغربی اصول و ضوابط
کے مطابق ڈھالنے اور اس کی تعمیر نو کرنے کی کوشش کی۔ انھوں نے عربوں کی بے وفائی

مسلمان اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔ علی برادران کی والدہ ”بی اماں“ کی
شرکت نے تحریک خلافت کو عورتوں تک پہنچا دیا اور ”بولیس اماں یہ شوکت علی کی۔ جان بیٹا
خلافت پدیدو“ کے گیت نے ہزاروں ماؤں کو اپنے نوہالوں کو حقیقت میں قربان کرنے پر
آمادہ کر دیا۔

اس تحریک میں گاندھی جی کی قیادت میں ہندوؤں کی شرکت نے تحریک کو اور بھی
زیادہ ہمہ گیر اور اصل جدوجہد آزادی ہند کی تحریک بنا دیا، عام ہندو مسلمان خلافت کا
مطلب حکومت کے خلاف آواز اٹھانا سمجھتے تھے۔ آج بھی عام لوگ خلافت کا مطلب
مخالفت کرنا سمجھتے ہیں۔

مسٹر گاندھی کچھ عرصہ قبل جنوبی افریقہ سے واپس آئے تھے۔ وہ ہندوستانی
سیاست میں اپنا مقام بنانے کے لیے کوشاں تھے۔ وہ احتجاجی اور عوامی سیاست کے حامی
تھے اور عوام کو سیاسی معاملات میں شریک کر کے سڑکوں پر لانے چاہتے تھے، جبکہ اس وقت
تک کانگریس پارٹی اس قسم کی سیاست سے کوسوں دور تھی۔ تحریک خلافت ایک عوامی تحریک
کے روپ میں ابھر رہی تھی۔ گاندھی جی نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ”مسلمان بھائیوں“
کی ہمدردی میں تحریک خلافت سے منسلک اور عوامی احتجاج میں شریک ہو گئے۔ تحریک کے
بانیوں اور رہنماؤں نے یہ محسوس کیا کہ ہندوستانی عوام کو مذہب کی راہ سے بآسانی تسخیر
کیا جاسکتا ہے۔ پس ”مسٹر ایم کے گاندھی“ بیرسٹریٹ لائٹس وٹائی اتار کر اور دھونی باندھ کر
”مہاتما گاندھی“ بن گئے۔ مسٹر محمد علی آکسن اونچی باڑھ کی چاند تارے والی ٹوپی اور شیر وانی
پہن کر، داڑھی رکھ کر مولانا محمد علی جوہر بن گئے۔ مسٹر شوکت علیگ بھی کرکٹر سے مولانا
شوکت علی ہو گئے۔ ان سب نے ترکوں کی حمایت و اعانت کے نام پر زبردست چندہ کیا۔
پورے ملک کے طوفانی دورے کئے اور ملک میں بنام خلافت ہيجان پیدا کر دیا۔ گاندھی جی
نے خلافت کے اسٹیج سے ہی عدم تعاون یا ترک موالات کا فلسفہ و پیش کیا۔ خلافت کی
جذباتی قیادت نے نہ صرف اسے قبول کر لیا بلکہ اس کے حق میں قرآن و حدیث سے اسناد بہم
پہنچا کر پانچ سو علما کے دستخطوں نے اس کے وجوب کا فتویٰ بھی صادر کر دیا۔ اب ان کے
مطابق انگریزی حکومت سے عدم تعاون از روئے اسلام فرض تھا اور اس کا انکار یا اس کے
خلاف آواز کفر کے مترادف۔

اور نصاریٰ نوازی سے بد دل ہو کر عالم اسلام سے ہی تعلق توڑ لیا۔ دراصل وہ طبقہ بجائے خود اسلام سے دور و نفور ہی تھا۔ اس بہانے سے اس نے نظام اسلام سے ہی قطع تعلق کر لیا اور خود کو پوری طرح مغرب کے رنگ میں رنگ لیا۔

اس صورت حال نے تحریک خلافت کے رہنماؤں کے پیروں کے نیچے سے زمین نکال دی اور وہ بے دست و پا ہو کر رہ گئے۔ جس نام پر ان کی دکان سیاست چمک رہی تھی وہی کالعدم ہو گیا تو پھر کس بنیاد پر اور کس منہ سے قوم کے سامنے آتے۔ لہذا یہ سب بھی رفتہ رفتہ پردہ خفا میں چلے گئے۔ بہر حال اس سے یہ اندازہ تو لگایا ہی جاسکتا ہے کہ یہ رہنما کس قدر کوتاہ اندیش، واقعات عالم سے بے خبر اور ترکوں و عربوں کے خیالات و احساسات اور عزائم سے نابلد تھے۔ یہ لوگ محض اندھے جوش میں ایک ایسی چیز کا مطالبہ کر رہے تھے جو ناقابل حصول ہو چکی تھی اور اس شجر خلافت کی آبیاری کے لیے بے چین تھے۔ جس کی جڑ کھوکھلی ہو چکی تھی، اتنے کرم خوردہ ہو کر بے جان ہو چکے تھے، شاخیں اور پتیاں سوکھ چکی تھیں اور جس کا شمر آور ہونا اب ناممکنات میں سے تھا۔

تقریباً اسی دور میں ابوالکلام آزاد نے تحریک نظم جماعت و امامت اور پھر ہجرت شروع کر رکھی تھی نظم جماعت کا مطلب یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کو ایک مربوط و مستحکم اکائی کی حیثیت سے ہونا چاہئے اور ایک امام کے ماتحت رہ کر زندگی گزارنی چاہئے اور اپنے اجتماعی فیصلے کرنے چاہئیں۔ انھوں نے اپنے اخبارات اور زور بیان کے ذریعہ اس کا خاصہ پروپیگنڈہ کر رکھا تھا۔ ہر ممکن طریقہ سے امام کا تقرر چاہتے تھے۔ پروفیسر مشیر الحق کے مطابق ”مولانا آزاد کے ذہن میں اپنی امامت کا خیال شروع سے تھا۔ وہ مذہب کے سہارے سیاسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چونکہ امامت کے منصب میں سیاسی اور مذہبی دونوں ہی قسم کے اقتدار پوشیدہ تھے، اس لیے وہ چاہتے تھے کہ کسی طور اس منصب کو حاصل کر لیں تاکہ اہم سیاسی مواقع پر پورے اطمینان کے ساتھ کسی مرحلے تک پہنچ سکیں۔“ (ایون اردو دہلی، آزاد نمبر، ص: ۱۰۳ دسمبر ۱۹۸۸ء) جب تمام تر زور بیان کے باوجود ان کی انفرادی کوکوششیں کامیاب نہ ہو سکیں تو انھوں نے جمعیت العلماء ہند کے پلیٹ فارم سے یہ کوشش کی کہ امام الہند کا تقرر ہو جائے اور خود ان کے سوانح نگار عبدالرزق بلخ آبادی کے مطابق: مولانا اپنی ذات سے زیادہ کسے امامت کا حقدار سمجھ سکتے تھے۔ (ذکر آزاد، ص: ۲۴)

اس ضرورت کو یوں تو بہت سے لوگ محسوس کرتے تھے لیکن سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ امام کا تقرر یا انتخاب کس طرح ہو، اس لیے کہ اس وقت تقریباً نصف درجن افراد اس کے طلب گار یا حقدار ہو سکتے تھے اور یہ انتخاب یا تقرر نئے خلفشار کو جنم دے سکتا تھا اس لیے بقول پروفیسر مشیر الحق: ”جب بھی امیر الہند کا مسئلہ جمعیت العلماء کے اجلاس میں پیش ہوا تھا، اسے یا تو کورم کی کمی کی بنا پر ملتوی کرنا پڑا یا پھر مزید غور و خوض کے لیے اٹھا رکھا گیا۔“ (ایوان اردو، آزاد نمبر، ص: ۱۰۳، دسمبر ۱۹۸۸ء)

آزاد صاحب اپنے مجوزہ امام کو کس قدر با اختیار اور آمر مطلق بنانا چاہتے تھے، ان کے درج ذیل خیالات سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

”قرآن و سنت کے ماتحت اس کے جوا حکام ہوں، ان کی بلا چون و چرا تعمیل و اطاعت کریں، سب کی زبانیں گونگی ہوں، صرف اس کی زبان گویا ہو۔ سب کے دماغ بیکار ہو جائیں، صرف اس کا دماغ کار فرما ہو۔ لوگوں کے پاس نہ زبان ہو نہ دماغ، صرف دل ہو جو قبول کرے، صرف ہاتھ پاؤں ہوں جو عمل کریں۔“ (مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب، ص: ۱۲۸ بحوالہ تحریک نظم جماعت، ابوسلمان شاہ جہانی پوری، ص: ۳۰، بار اول ۱۹۸۸ء شاہین بک سینٹر۔ دہلی)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آزاد صاحب کو بحیثیت امام گوشت پوست کے ایسے انسان درکار نہیں تھے جو صاحب رائے ہوں، تنقیدی صلاحیتیں رکھتے ہوں اور کسی بات کے مثبت و منفی پہلو پر گفتگو کرنے کے اہل ہوں بلکہ روٹ جیسی ایسی مشینوں کی ضرورت تھی جو بلا چون و چرا صرف حکم بجالاتی ہیں۔ اسلام نے تو کسی کو بھی ایسے حقوق و اختیارات نہیں دے دیے۔ قرآن و سنت کا ذکر کر کے انھوں نے امام کی آمریت و مطلق العنانیت پر کسی قدر پردہ ڈالنے کی کوشش ضرور کی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کسی بات کے قرآن و سنت کے موافق ہونے کا فیصلہ صرف امام ہی کر سکتا ہے یا ہر صاحب الرائے اور قرآن و سنت پر نظر رکھنے والا؟ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ان کے یہاں امام کے ساتھ مجلس شوریٰ کا کہیں ذکر نہیں ہے۔ جب کہ مجلس شوریٰ اسلامی مزاج اور اس کی ہدایت کے عین مطابق اور ناگزیر جزو ہے جو امام کو مطلق العنان بننے سے روک سکتی ہے۔

بہر حال امام کی حیثیت سے ان کا انتخاب تو نہ ہو سکا لیکن ان کے معتقدین نے از

خود انہیں ”امام الہند“ لکھنا شروع کر دیا اور اس طرح ان کی انائی تسکین کا سامان فراہم کر دیا۔ آج بھی کچھ لوگ ان کے نام کے ساتھ ’امام الہند‘ لکھتے ہیں۔

امامت کے ساتھ ہی انھوں نے ہجرت کا شوشہ بھی چھوڑا تھا۔ ان کے مطابق ہندوستان میں حکومت واقعہ ارتوپہلے ہی ختم ہو چکا تھا، اب ایمان بھی خطرے میں تھا، لہذا امام کے ہاتھ پر ہجرت کی بیعت کر کے ہجرت ناگزیر ہو گئی تھی۔ مسلمانوں کو کسی مسلم ملک کی طرف ہجرت کرنی چاہئے۔ اس بہکاوے میں آ کر کچھ لوگوں نے اپنے گھر بار زمین جائداد اونے پونے فروخت کر کے افغانستان کی طرف ہجرت کی۔ افغانوں نے ان کے ساتھ انتہائی سردمہری کا سلوک کیا بلکہ ان کے قافلوں پر یہ آواز کسے: ”بزن ایس ہندیاں را، ایس دزدانند۔“ ماروان ہندوستانیوں کو، یہ چور ہیں (تحریک خلافت، قاضی عدیل عباسی، ص: ۱۳۶)

انجام کار یہ مہاجرین اپنا سب کچھ لٹا کر افغان و خیزاں واپس آئے لیکن یہاں سے تو وہ اپنا سب کچھ فروخت کر کے گئے تھے، اس لیے تباہی و بربادی ان کا مقدر بنی:

☆ ہندوستانیوں اور خصوصاً مسلمانوں پر مذہب اور مذہبی علما کا بہت گہرا اثر ہے۔ اگر علما کی مدد اور حمایت حاصل ہو جائے تو مسلمانوں کا بہت بڑا طبقہ حامی و مددگار ہو سکتا ہے۔ اسی مقصد کے لیے کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے ہی مذہبی علما کی خدمات حاصل کیں۔ اس سلسلے میں اولیت بہر حال کانگریس کو حاصل رہی۔

۱۹۱۹ء میں جمعیت العلماء ہند کے نام سے دیوبندی مسلک کے علماء کی ایک جماعت کی تشکیل ہوئی۔ اس نے شروع سے ہی کانگریس کی معاون و مددگار کی حیثیت سے کام کیا بلکہ بعض معاملات میں تو اس نے کانگریس کی پالیسیوں اور پروگراموں کو مذہبی رنگ اور مذہبی لہجہ میں پیش کیا۔ اس لیے اکبر الہ آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا تھا۔ یہ کانگریسی ملاؤں میں تم کو کیا ہیں گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں بانی جماعت اسلامی مولانا ابوالاعلیٰ مودودی نے بھی مذہبی و مسلکی ہم آہنگی کے باوجود کہا تھا:

”علمائے کرام مجھے معاف فرمائیں۔ میں صاف کہتا ہوں کہ ان کے نزدیک کونسلوں اور اسمبلیوں کی شرکت کو ایک دن حرام اور دوسرے دن حلال کر دینا ایک کھیل بن گیا ہے۔ اس لیے کہ ان کی تحلیل و تحریم حقیقت نفس الامری کے ادراک پر تو مبنی ہے نہیں، محض گاندھی

جی کی جنبش لب کے ساتھ ان کا فتویٰ گردش کرتا ہے۔“ (مسئلہ قومیت، ص: ۸۱ بار اول ۱۹۶۲ء)

☆ کانگریس اور مسلم لیگ میں ابتدائی ہم آہنگی اور اتحاد و یکسانیت رہی لیکن رفتہ رفتہ اختلافات کی خلیج بڑھتی رہی اور بالآخر دونوں ایک دوسرے کی مد مقابل اور حریف بن گئیں، وجہ یہ تھی کہ کانگریس مسلمانوں کے کسی بھی مطالبہ پر سنجیدگی سے غور کرنے اور ماننے پر آمادہ نہ تھی۔ اس کا ایک ہی اعلان تھا کہ تمام ہندوستانی خواہ ان کا مذہب کچھ بھی ہو، ایک قوم ہیں۔ آزادی کے بعد مکمل جمہوریت اور مساوات ہوگی، اس لیے کسی طبقے کے الگ مطالبات نہیں مانے جاسکتے۔ ادھر مسلم لیگ نے مسلمانوں کے مفادات کے تحفظ کا علم بلند کیا اور ان کے مطالبات و تحفظات کے لیے پرزور انداز سے آواز اٹھائی، یہاں تک کہ مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن، پاکستان کا نعرہ بلند کر دیا۔ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد نے اس مطالبہ کو حمایت دی۔ برطانوی حکومت بھی ایک حد تک تقسیم چاہتی تھی اور آخریں کانگریس نے بھی یہ محسوس کیا کہ مطالبہ پاکستان کو مان کر مسلم لیگ اور مسلمانوں کے جھگڑے سے نجات پائی جاسکتی ہے۔ نتیجے میں ۱۹۴۷ء میں آزادی کے ساتھ ہی ملک تقسیم ہوا۔ پاکستان کا قیام عمل میں آیا۔ بے پناہ کشت و خون ہوا، لاکھوں مارے گئے، لاکھوں خانماں برباد اور نقل مکانی کا شکار ہوئے۔

بیسویں صدی عیسوی کے نصف اول کے سیاسی و سماجی حالات کا یہ ایک اجمالی خاکہ ہے، یہی دور حضرت تاج العلماء قدس سرہ کے شعور و شباب اور کہولت کا دور تھا۔ وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر گوشہ نشین سجادے اور پیر نہ تھے بلکہ ان سب پر نہ صرف ان کی گہری نظر تھی، بلکہ ان کے متعلق ایک واضح رائے، خیال اور نظریہ بھی تھا جس کا اظہار انھوں نے اپنی کتب و رسائل میں کیا ہے۔ انھوں نے تحریک خلافت کی برخود غلط پر جوش سیاست کی مخالفت کی اور اس کے خلاف تحریری اظہار خیال کیا۔ وہ گاندھی جی اور مولویوں کی سیاست اور ان مضر کارناموں کے بھی سخت خلاف رہے جو بہر حال مسلمانوں کو سخت نقصان پہنچانے والے تھے۔ انھوں نے مسلم لیگ کی پر جوش سیاست اور مطالبہ پاکستان کی بھی بھرپور مخالفت کی، وہ پاکستان کے قیام کو مسلمانوں کی کامیابی نہیں، پسپائی سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اگر مسلمان پاکستان لے کر برصغیر کے ایک کونے میں سمٹ گئے تو باقی ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہزار ہا مساجد، مقابر، خانقاہیں و درس گاہیں برباد ہو جائیں گی اور یہ ناقابل تلافی نقصان ہوگا۔ اسی لیے انھوں نے نہ صرف پاکستان کے قیام کی مخالفت کی بلکہ مسلم لیگ کی پالیسیوں

اور اس کے رہنماؤں نے حکومت سے نان کو آپریشن کا پروگرام چلایا تھا۔ اس رسالہ کے ذریعہ یہ بتایا گیا ہے کہ اس پروگرام کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا اس پروگرام کو شرعی ترک موالات کہا جاسکتا ہے۔

۹- برکات مارہرہ ومہمانان بدایوں: تحریک خلافت کے دور میں ایک بحث یہ بھی تھی کہ عثمانی خلفا کیا حقیقی خلفا ہیں؟ کیا خلیفہ کے لیے قریشی ہونا شرط نہیں ہے؟ ایک بدایونی عالم مولانا حبیب الرحمن صاحب مارہرہ تشریف لائے تھے۔ ان سے حضرت تاج العلماء نے مابین عصر و مغرب اس موضوع پر مباحثہ کیا۔ اسی کی روداد اس رسالہ میں درج کی گئی ہے۔

۱۰- العذاب الاکبر لما طاع ذبح البقر: جدوجہد آزادی اور کانگریس و مسلم لیگ کی دوستی کے دور میں ایک زبردست تحریک یہ بھی تھی کہ مسلمانوں کو ہندوؤں کے ساتھ دوستانہ ومصالحانہ تعلقات قائم رکھنے کے لیے گائے کی قربانی سے اجتناب کرنا چاہئے بلکہ از خود اس پر پابندی لگا دینی چاہئے۔ حضرت والا نے اسی تحریک کے خلاف یہ رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کے نتائج و عواقب پر روشنی ڈالی ہے۔

۱۱- انسداد قربانی گاؤں کے متعلق مسلم لیگ کا ریزولیشن اور مذہبی نقطہ نظر سے اس پر تنقید: مذکورہ بالا تحریک کی حمایت میں مسلم لیگ نے بھی ایک تجویز پاس کر کے قربانی گاؤں پر پابندی لگانے کی حمایت کی تھی۔ اس کی تجویز پر حضرت والا نے مذہبی نقطہ نظر سے روشنی ڈالی ہے اور اس کا جائزہ لیا ہے۔

۱۲- مسلم لیگ کی زیریں بنجیہ دری (۱۳۵۸ھ) ایک وقت تھا کہ کانگریس اور مسلم لیگ ہم خیال اور دوست جماعتیں تھیں، یہاں تک کہ دونوں کے اجلاس بھی ساتھ ساتھ ہوتے تھے پھر اختلافات ہوئے تو اس نوعیت کے کہ دونوں میں بعد المشرقین ہو گیا اور دونوں ایک دوسرے کی سخت مخالفت بلکہ درپے آزار ہو گئیں۔ اس دور میں مسلمانوں کی مسلم لیگ میں دلچسپی بڑھی اور ان کی بڑی تعداد مسلم لیگ کی حامی ہو گئی۔ اسی بنا پر مسلم لیگ مسلمانوں کی واحد نمائندہ ہونے کی دعوے دار بن گئی لیکن یہ مکمل سچ نہیں تھا۔ مسلمانوں کے بہت سے طبقے اور جماعتیں اس دعوے کی نفی کرتی تھیں اور وہ نظریاتی اعتبار سے مسلم لیگ سے الگ تھیں۔ ان کا اپنا نظریہ اور نقطہ نظر تھا۔ جب مسلم لیگ نے تقسیم ہند کی تجویز پر زور دیا تو انھوں نے اس تجویز کی سخت مخالفت کی، یہاں تک کہ کانگریس کے تقسیم پر راضی ہو جانے کے باوجود وہ اس

اور پروگراموں کی بھی نیچے ادھیڑے اور ان کی اغلاط کو اجاگر کیا۔

غرض یہ کہ سیاست حاضرہ پر ان کی گہری نظر اور بصیرت پر مبنی رائے تھی جس کا اظہار انھوں نے مندرجہ ذیل کتب و رسائل میں کیا ہے:

۱- گاندھیویوں کا اعمال نامہ: حضرت والا نے گاندھی کو اپنا رہنما و پیشوا ماننے والوں کو گاندھیویوں سے تعبیر کیا ہے اور اس رسالہ میں ان کے اعمال اور اقوال و افعال کا محاسبہ کیا ہے۔

۲- رسالہ در مغالطات گاندھیویہ: گاندھی اپنے بیانات اور اقوال کے ذریعہ کس طرح عام لوگوں خصوصاً مسلمانوں کو مغالطوں میں مبتلا کر رہے تھے۔ اسی کا جائزہ اس رسالہ میں لیا گیا ہے۔

۳- لیڈروں کا کارنامہ: اس رسالہ میں لیڈروں کے کارناموں پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کے ذریعہ وہ سب سیدھے سادھے بھولے بھالے لوگوں کو بے وقوف بناتے اور انھیں اپنے دام میں پھنساتے ہیں۔

۴- تحقیقات الشرعیہ فی رد خیانات الگاندھیویہ: گاندھی اپنی میٹھی باتوں اور بظاہر مسلم دوستی کے رنگ میں کس طرح عام مسلمانوں کو اپنے رنگ میں رنگ رہے تھے اور کس طرح خلاف شرح باتوں کا ارتکاب کر رہے تھے، اسی کا جائزہ تحقیقی نقطہ نظر سے اور شریعت کی روشنی میں لیا گیا ہے۔

۵- حق کی فتح مبین: اس رسالہ میں بھی گاندھی کے سحر سے مسحور لوگوں پر تنقید کے ساتھ حق و باطل کا جائزہ پیش کیا گیا ہے اور باطل پر حق کی فتح مبین کو ظاہر کیا گیا ہے۔

۶- فتنہ ارتداد اور ہندو مسلم اتحاد: ہندوؤں کی کئی جماعتوں نے مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے اور انھیں ہندو بنانے کا پروگرام زور و شور سے چلا رکھا تھا۔ شدھی سنگھٹن یہی کام انجام دے رہا تھا۔ حضرت والا نے اس رسالہ میں اس امر پر اظہار خیال کیا ہے کہ ارتداد کی کوششوں کے ہوتے ہوئے ہندو مسلم اتحاد کا خواب کس طرح شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے؟

۷- قرآنی ارشاد اور ہندو مسلم اتحاد: اس دور میں ہندو مسلم اتحاد کے نعرے زور و شور سے لگائے جا رہے تھے، حضرت والا نے اس رسالہ کے ذریعہ بتایا ہے کہ اس سلسلہ میں قرآن مجید کیا کہتا ہے۔ کیا ہندو مسلم اتحاد ممکن ہے؟ قرآن اس کی اجازت دیتا ہے؟

۸- کیا نان کو آپریشن شرعی ترک موالات ہے؟: پہلی جنگ عظیم کے بعد کانگریس

کی مخالف رہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان کی آواز صد ابصر اثابت ہوئی اور تقسیم ہو کر رہی۔
مسلم لیگ کے دعوؤں اور نظریات کے مخالفین میں حضرت والا اور ان کے متبعین بھی تھے۔ اس رسالہ میں مسلم لیگ کے دعوؤں کی قلعی کھولی گئی ہے اور اس کی تقسیم کی تجویز کے نتائج و عواقب پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

۱۳۔ طرد مغالطہ لیگ (۱۳۵۸ھ): یہ رسالہ بھی مذکورہ بالا رسالہ کی توسیع اور اس کے خیالات کا عکاس ہے۔ اس میں بھی ان مغالطوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور انھیں آشکارا کیا گیا ہے۔ جن میں مسلم لیگ کے رہنما جذباتی نعروں اور جذباتی باتوں اور دعوؤں کے ذریعہ عام اور سیدھے سادھے مسلمانوں کو بہتلا کر رہے تھے۔ اس پر تفصیلی تبصرہ آئندہ صفحات میں موجود ہے۔

۱۴۔ خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام: اعلیٰ حضرت اور رہنمایان اہل سنت نے سنی مسلمانوں کی رہنمائی کے لئے خصوصاً اور عام مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے لئے ایک جماعت بنام ”جماعت رضائے مصطفیٰ“ قائم کی تھی۔ اس کی کئی ذیلی تنظیمیں اور شعبے بھی تھے۔ جماعت انصار الاسلام اسی کی ایک تنظیم تھی۔ جس کا قیام ۱۳۳۹ھ میں عمل میں آیا تھا۔ اس کا پہلا اجلاس ۲۲-۲۳-۲۴ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ-۱-۲-۳ مئی ۱۹۲۰ء کو بمقام بریلی زیر صدارت حضرت تاج العلماء سید اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی علیہ الرحمہ ہوا تھا۔ آپ نے اعلیٰ حضرت اور دیگر رہنمایان اہلسنت کی درخواست پر نہ صرف اس پہلے اجلاس کی صدارت قبول کی تھی بلکہ ۶۰ صفحات پر محیط نہایت پر مغز جامع اور بہترین تجاویز پر مشتمل خطبہ صدارت بھی پیش کیا تھا۔ اس خطبہ صدارت کو مطبع صبح صادق سینا پور میں طبع کرا کے خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ سے شائع کیا گیا تھا۔ اس میں حسب ضرورت ذیلی سرخیاں اور مفید معلوماتی حواشی ہیں۔ اس کا مختصر جائزہ حسب ذیل ہے:

پہلی جنگ عظیم کے بعد (۱۹۱۴ء-۱۹۱۸ء) یورپ شکست و ریخت سے دوچار تو ہوا لیکن وہاں عیسائیت کا غلبہ اور عیسائی حکومتیں برقرار رہیں۔ اس کے برعکس عالم اسلام کی سب سے بڑی سلطنت۔ سلطنت عثمانیہ اس قدر بڑی شکست و ریخت کا شکار ہوئی کہ اپنے وجود کا عشر عشر بھی رہ گئی اور پھر نوجوان ترکوں نے اس کے برائے نام وجود کو بھی ختم کر کے ترکی میں مغربی طرز کی جمہوریہ قائم کر لی۔ عالم اسلام، مذہب اسلام اور عربی زبان

تک سے اپنا رشتہ منقطع کر لیا اور ہر طرح سے مغرب کی نقالی اور مغرب کی نقل مطابق اصل بننے کی ناکام کوشش شروع کر دی۔ عالم عرب اور افریقہ کے مسلم علاقے یورپی ممالک کے قبضے میں آ گئے، یہاں تک کہ مقامات مقدسہ کا تقدس بھی خطرے میں پڑ گیا۔ مشرق بعید کے دو بڑے مسلم علاقے موجودہ انڈونیشیا و ملیشیا بھی معزول شام کے زیر نگیں تھے۔ برصغیر ہند میں مسلمانوں کی سب سے بڑی آبادی تھی لیکن پورا برصغیر انگریزی سامراج کے چنچہ استبداد میں جکڑا ہوا تھا۔ ایران و افغانستان بظاہر آزاد تھے لیکن دونوں ہی انگریزی و روسی سیاست کے شکار اور ان کے زیر اثر تھے۔

ان حالات میں پورے عالم اسلام پر مایوسی و ناامدی کی گھٹا ٹوپ تاریکی چھائی ہوئی تھی اور بظاہر عالم اسلام کا آغاز ہونا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ ان ہی حالات کے پیش نظر خطبہ کی ابتدا میں آپ نے ارشاد فرمایا تھا: ”مصائب و آلام کے جن سخت ترین ایام سے اس وقت ہم اور ہمارا پاک دین اسلام گزر رہا ہے، فتنوں کی جو آج کل کثرت ہے، ان کی کوئی نظیر ہماری گذشتہ زائد از سیزدہ صد سالہ تاریخ پیش کرنے سے قطعاً قاصر ہے“ [ص ۲] آپ نے ان حالات کا وقوع مسلمانوں کی بد اعمالیوں اور صراط مستقیم سے بھٹکنے کی وجہ سے مانا تھا اور عالم مایوسی میں فرمایا تھا:

”اب ہماری حالتیں اس درجہ کو پہنچ گئی ہیں کہ ان کے بعد ہجر قومی موت کے اور کسی مصیبت کا انتظار باقی نہیں رہا ہے۔
ہو چکیں غالب بلائیں سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے“

[ص ۲-۳]

اس کے بعد آپ نے ”مصائب حاضرہ کا اجمالی تذکرہ“ کے عنوان سے سلطنت عثمانیہ کی بربادی کا جائزہ لیتے ہوئے مقامات مقدسہ و ممالک اسلامیہ کی خدمت و حفاظت کی ضرورت اجاگر کی۔ ”جزیرۃ العرب خصوصاً حرمین محترمین کے ساتھ ہمارے ایمانی جذبات عقیدت و محبت“ کے عنوان سے آپ نے مقامات کی اہمیت اور ان کی حفاظت کی ضرورت پر روشنی ڈالی۔ اگلا عنوان جزیرۃ العرب کے متعلق شرعی احکام اور وصیت نبویؐ بھی ان کی حفاظت اور اس سے محبت کا درس دیتا ہے۔ اس کے بعد جزیرۃ العرب کے حدود کے عنوان

آپ بخوش دلی تمام اپنے آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ہی کے احکام پر سر تسلیم خم کر دیں اور دل و جان سے انہیں کا اتباع کریں۔“ [ص ۲۴]

اس نسخہ کیمیا کی نشان دہی کرنے کے بعد آپ نے ”لیڈران قوم کی پرفریب کاروائیاں“ کے عنوان سے ان کی عیاریوں و مکاریوں کا پردہ فاش کیا ہے۔ ان کا نقطہ عروج ”ہندو مسلم اتحاد“ کا پرفریب نعرہ تھا اور ہندوؤں کو خوش کرنے کے لئے ذبیحہ گاو پر باندی کا مطالبہ تھا۔ پھر خلافت کی حفاظت کے نام پر تحریک خلافت کا آغاز تھا۔ یہ تحریک خلافت کی حفاظت تو خیر کیا کرتی، برصغیر کے مسلمانوں کی معاشی حالت کو جو پہلے سے ہی ابتر تھی، مزید ابتر بنانے کا ذریعہ بنی۔ اس تحریک کے پیسے سے گاندھی کو ”بھارت درشن“ کرایا گیا۔ پورے ہندوستان سے متعارف کرایا گیا اور مسٹر ایم کے گاندھی سے ”مہاتما گاندھی“ بنایا گیا۔ اسی تحریک نے مغرب زدہ مسلمانوں کو ”مولانا“ بنادیا اور مالا مال کر دیا۔ ان لوگوں نے بعض مشرک لیڈروں کی وہ تعریفیں کیں کہ جن سے ایمان و اسلام نے بھی پناہ مانگی۔

مذکورہ بالا باتوں کے نمونے پیش کرنے کے ساتھ ہی آپ نے ہندو مسلم اتحاد پر شرعی نقطہ نظر سے بھی روشنی ڈالی اور اسے قرآن و حدیث کی رو سے ناممکن العمل بتایا اور مشرکین سے اتحاد و محبت کرنے والوں کو الٹی قہر و غضب سے ڈرایا۔

آپ نے اس دور کی تحریکوں، ترک موالات نان کو آپریشن وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی اور ان پر شرعی نقطہ نظر سے بھی بحث کی۔ اسی دور میں مسلمانوں کے لئے ہجرت کا شوشہ چھوڑا گیا اور اس نام نہاد ہجرت میں پھنسا کر نہ جانے کتنے مسلمانوں کو خانماں برباد کیا گیا۔ اسی دور میں ابوالکلام آزاد کو تنظیم ملت اور اس کے امام کی فکر پریشان کئے ہوئے تھے۔ وہ پوری ملت کیلئے ایک ”امام“ کا تقرر چاہتے تھے جس کے چشمہ ابرو کے اشارے پر مسلمانوں ہندو رقصاں ہو۔ ساری ملت اسلامیہ ہند نے تو انہیں امام الہند تسلیم نہیں کیا لیکن ان کے چند حامیوں نے اور بزعم خود انہوں نے خود کو ”امام الہند“ مان لیا۔

غرض یہ کہ یہ عجیب افراتفری کا دور تھا اور عام مسلمان حیران و پریشان تھے کہ وہ کدھر جائیں اور کسے اپنا رہنما تسلیم کریں۔ ہر طرف گندم نما جو فروشوں کی یلغار تھی اور رہزنان دین و ایمان کا ہجوم تھا۔

ان سبھی امور پر آپ نے سیر حاصل گفتگو کی اور سب کے عواقب و نتائج پر روشنی

سے عرب ممالک کے حدود واضح کئے گئے ہیں اور ان سب کو محترم و مقدس قرار دیا گیا ہے۔ عراق جزیرۃ العرب میں داخل ہے اور عراق کے متعلق شرعی احکام کے عنوانات اس مقدس ملک کے محبت اور اس کی حفاظت کی کوشش پر زور دیتے ہیں۔ پھر ”ملک شام اور اہل اسلام“ کا عنوان شام کی اسلامی حیثیت واضح کرتا ہے اور اس کی حفاظت کو ضروری قرار دیتا ہے۔ پھر دیگر ممالک اسلامیہ کا تذکرہ ہے اور ان کی حفاظت و اعانت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

”ہمارے مصائب کی اصل علت“ کے عنوان سے ان اسباب و عوامل کا تجزیہ ہے جو ملت کے زوال و ادبار کا باعث بنے ہیں۔ پھر ”ہمارے مصائب کا کارگر علاج“ کے عنوان سے وہ ہندو نصائح ہیں جن پر عمل کر کے زوال و ادبار کو عروج و کمال میں بدلا جاسکتا ہے۔ ان آیات احادیث کا حوالہ ہے جن میں عروج و کمال کی شرائط بیان کی گئی ہیں۔

اس دور میں کانگریس کے زیر اثر اور گاندھی کے سحر میں مبتلا بہت سے نام نہاد مسلمان ان کی رہنمائی قبول کر رہے تھے اور ان کی مدد و اعانت سے اپنی آزادی اور ممالک اسلامیہ و مقامات مقدسہ کی حفاظت کی امید کر رہے تھے۔ ایسے گمراہ لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے آپ نے فرمایا تھا کہ ”کفار و مشرکین ہماری رہنمائی و حاجت برآری نہیں کر سکتے“ اس طرح کے لوگ کفار و مشرکین کے رہنماؤں کی سر آنکھوں پر بٹھا رہے تھے، انہیں عزت و احترام دے رہے تھے، انہیں اپنے جلسوں کی صدارت پیش کر رہے تھے، یہاں تک مساجد کے مکبروں پر چڑھا کر ان کی تقریریں کر رہے تھے اور انہیں مؤدب ہو کر سن رہے تھے۔ ایسے لوگوں کو اپنے یہ بھولا ہوا سبق یاد دلایا..... وللہ العزۃ ولسولہ وللمؤمنین، یعنی عزت تو اللہ و رسول اور مؤمنین کے لئے مختص ہے۔ کفار و مشرکین اور ان کے سرغنوں کی عزت کرنے والے لوگ یقیناً گمراہ اور بھٹکے ہوئے ہیں۔

آپ نے اپنے خطبہ میں یہ بھی یاد دلایا ہے کہ مجرد دعویٰ ایمانی کافی نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی ”جانچ پڑتال“ بھی ہوتی ہے۔ آپ نے دعوے کی جانچ کی کسوٹی کی نشان دہی کرتے ہوئے کہا ہے، ”حضرات! دعویٰ ایمان کی سچائی کی کسوٹی اتباع ہے۔ احکام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اور غلام بن جانا ہے حضور کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کا اور وہ بھی خاص کر اس وقت جب کہ آپ کے نفس کی خواہش اور دنیاوی ظاہری منفعاتیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کے آکر خلاف پڑیں اور پھر اس وقت

- اور موضوع درج ذیل ہیں:
- ۱- رہنمائے مسترشدین۔ تصوف
 - ۲- رموز حمزہ (قصیدہ غوثیہ کی فارسی شرح)۔ تصوف
 - ۳- اخلاق کی تعلیم
 - ۴- شموع الانوار فقہ
 - ۵- رویت ہلال کافوتی فقہ
 - ۶- دیوبندیوں کا پاکیزہ فوٹو گراف مناظرہ
 - ۷- لاہور کا مناظرہ
 - ۸- تحریک امارت شریعہ پر ایک نظر تنقید
 - ۹- سیرت کمیٹی کا اسلام تنقید



۸- ”حضرت تاج العلماء کی اہم کتب کا تفصیلی جائزہ:

(۱) تاریخ خاندان برکات

”تاریخ خاندان برکات“ حضرت سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ کا خاندان برکات کے کارناموں اور اس کی اہم شخصیات پر اہم روشنی ڈالنے والی ایک بہت اہم کتاب ہے۔ جسے حضرت موصوف نے ۱۳۲۹ھ میں یعنی عمر شریف کے بیسویں سال میں ہی قلم بند کیا تھا، حقیقی اور علمی نقطہ نظر سے بیس سال کی عمر واقعی اوّل عمر ہی ہے اور اسی عمر میں آپ نے یہ علمی کارنامہ انجام دیا تھا۔

اس کتاب کو پہلی بار ۱۹۲۷ء میں بریلی سے شائع کیا گیا تھا دوسری بار ۱۹۸۷ء میں برکاتی پبلشرز کراچی نے شائع کیا بار دوم کا یہی نسخہ پیش نظر ہے جو ۱۶۲ صفحات پر مشتمل ہے اور برکاتی پبلشرز کا سلسلہ اشاعت نمبر ۳۲ ہے۔

مصنف موصوف نے وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھا ہے: ”اکثر رسالے جو حال میں تالیف ہوئے اور فقیر کی نظر سے گزرے ہیں، ان میں میرے خاندان کے حالات اکثر خلاف واقع اور ناقص و نامتام درج ہیں“۔ [ص: ۷]

ڈالی انہوں نے ”لیڈران کے زبانی جمع خرچ کے عنوان“ سے خلافت، جمعیت العلماء ہند اور کانگریس کے لیڈروں کے بلند بانگ دعوؤں کو یاد دلایا اور ان کے جوش و خروش باوجود نتیجہ صفر دکھایا۔ وہ بظاہر قوم کے غم میں کڑھتے اور رنجیدہ رہتے تھے مگر ان کا بنیادی مقصد اور طریقہ عوام کو ورغلا نا، جوش دلانا اور چندے جمع کرنا ہی رہا۔ انہیں کے سہارے وہ قوم کے لیڈر بنے رہے اور عیش کی زندگی گزارتے اسی کے پیش نظر تو اکبر الہ آبادی نے کہا تھا۔

رنج لیڈر کو بہت ہے مگر آرام کے ساتھ

اس طویل خطبہ کے آخر میں آپ نے ایک بار پھر مسلمانوں کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور اعادہ سبق کے طور پر فرمایا:

”حضرات! اب میں اپنے بیان کو ختم کرتے ہوئے اس سب کے خلاصہ مطلب کو آپ سے پھر عرض کر دینا چاہتا ہوں۔ وہ یہ کہ ہمیں اپنے ایمانی عقائد و اسلامی احکام کی پوری پوری پابندی اور ان کی کامل ترین حفاظت و صیانت کرتے ہوئے کہ یہ ہر مسلمان کا سب میں اہم و اقدم ترین فرض ہے، اپنی سلطنت اسلامیہ و مقامات مقدسہ کی حفاظت اور اپنے مظلوم ستم رسیدہ ترک مسلمان بھائیوں اور جملہ برادران اہل سنت کی امداد و اعانت اور ان کی فائدہ رسانی میں سعی اور کوشش کرنی چاہئے اور ضرور کرنی چاہئے مگر وہ جو شرعاً اور عقلاً مفید اور ہماری وسعت و استطاعت کے اندر ہو، ہماری کوشش اسی دائرہ میں محدود ہیں تو انشاء اللہ المستعان ہماری کامیابی یقینی ہے۔ دعا فرمائیے کہ مولیٰ عزوجل ہمیں اس شرعی و عقلی صحیح و مفید طریقے پر سچی خدمت اسلام و مسلمین کرنے کی توفیق دے اور دونوں جہاں میں ہمارے آقا حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہمیں سچا غلام رکھے، اسی غلامی پر ہماری زندگی ہمارا خاتمہ حشر و نشر فرمائے۔ ہمیں قبول حق اور قولاً و عملاً و اعتقاداً و شریعت اسلامیہ کے اتباع و خدمت کی توفیق دے آمین آمین [۷۷]

آخر میں جماعت انصار الاسلام کے تین مقاصد بیان کئے گئے ہیں اور اجلاس میں پیش کی گئی دس تجاویز مشائع کی گئی ہیں۔

ان ۴۲ کتب و رسائل کے علاوہ برکاتی دارالاشاعت کی مختصر فہرست کتب سے ان درجہ ۹ کتابوں کے نام معلوم ہوتے ہیں جن پر مصنف و مولف کا نام نہیں لیکن آثار و قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں بیشتر حضرات والا کی ہی قلمی کاوش ہیں۔ ان کے نام

- ۱۰- حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ
- ۱۱- راقم الحروف اولاد رسول محمد میاں قادری غنی عنہ
- ۱۲- شمس العرفاء حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ
- ۱۳- حضرت سید شاہ نجات اللہ الملقب بہ شاہ میاں قدس سرہ
- ۱۴- سریت والاں سرکار خور
- ۱۵- مذہبی تبصرہ
- ۱۶- سجادہ نشینی کی تشریح
- ۱۷- توارخ وفات
- ۱۸- اسمائے صاحبان مزارات و مقابر واقع درگاہ برکاتیہ
- ۱۹- بعض اعمال و تہذیب جات خاندانی محرب

”نسب نامہ سادات زیدیہ مارہرہ“ میں مصنف موصوف نے خود سے شروع کر کے حضرت فاطمہ الزہرہ اور سید انبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سلسلہ نسب ثبہی کیا ہے۔

اس کے بعد ”مقدم العارفین حضرت سید شاہ عبدالحلیل قدس سرہ“ کے حالات زندگی پیش کئے ہیں، کیونکہ آپ ہی نے سب سے پہلے مارہرہ میں سکونت اختیار فرمائی تھی۔ ان کے بعد سید الراحمین حضرت سید شاہ اولیس قدس سرہ کے حالات درج کئے ہیں۔ سید العاشقین سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ، پھر ان کے بڑے صاحب زادے سرکار کلاں برہان الموحدین حضرت سید شاہ آل محمد قدس سرہ، زبدۃ الواصلین حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ، قطب العارفین شمس الدین ابوالفضل حضرت سید شاہ آل احمد اچھے صاحب قدس سرہ، سراج السالکین حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب قدس سرہ، سلطان التارکین حضرت سید شاہ آل حسین سچے صاحب قدس سرہ، سید آل امام جما میاں صاحب مورث شاخ باغ پختہ، قدوۃ العارفین حضرت سید شاہ آل رسول قدس سرہ، سید العابدین حضرت سید شاہ اولاد رسول صاحب قدس سرہ، خاتم الاسلاف افتخار الاخلاف حضرت سید شاہ محمد صادق قدس سرہ، بقیۃ السلف حجتہ الخلف زینت سجادہ برکاتیہ منسند احمدیہ حضرت سید نا شاہ محمد اسماعیل حسن مدظلہ العالی، راقم الحروف اولاد رسول محمد میاں قادری غنی عنہ، شمس العرفاء،

آغاز کتاب میں مختصر خطبہ کے بعد فرماتے ہیں:

”حمد و نعت کے بعد یہ چند اوراق واسطے اولاد حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ اور ان کے متعلقین اور منتسبین کے تحریر کرتا ہوں۔ انشاء اللہ تعالیٰ فائدہ سے خالی نہ ہوں گے، [ص: ۴]

اس کے بعد سلسلہ نسب بیان فرمایا ہے۔ آباء اجداد کے ہجرت اختیار کرنے کی وجوہات بیان کی ہیں اور اس کتاب کے مندرجات کے بارے میں بتایا ہے۔ فرماتے ہیں:

”اپنے رسالے“ خاندان برکات“ میں صرف بعض تاریخ تولد و وفات و تفصیل اولاد و تشریح مناصب و تشریح آثار مبارکہ کہ کیا ہیں اور کس وقت میں آئے اور تفصیل جانداد از قسم الماک و دیہات و روزینہ نقد و تعمیر درگاہ معلیٰ و مسجد متبرک و خانقاہ و املکنہ مسکن وغیرہ تحریر کروں گا“ [ص: ۶]

اسی سلسلے میں یہ بھی فرماتے ہیں، ”میں نے اس رسالے میں انتظام کیا ہے کہ حتی الامکان کوئی امر بلا سند صحیح نہ تحریر کروں۔ ناظرین اگر کسی کے خلاف دیکھیں تو اس خلاف کو اس فقیر سے دریافت کر لیں انشاء اللہ تعالیٰ اس کا ارتقا یہ سند کر دیا جائے گا۔“ [ص: ۶-۷]

کتاب کی فہرست مضامین، ص ۳ بڑی حد تک کتاب کے مندرجات پر روشنی ڈالتی ہے، اس لیے اسے یہاں درج کرنا کتاب کا خلاصہ پیش کرنے کے مترادف ہے۔ البتہ چند عنوانات تشریح طلب ہیں، ان کی تشریح پیش کی جائے گی۔

- ۱- نسب نامہ سادات زیدیہ مارہرہ
- ۲- سید الراحمین حضرت سید شاہ اولیس
- ۳- حضرت سید شاہ آل محمد
- ۴- حضرت سید شاہ آل احمد اچھے میاں صاحب
- ۵- حضرت سید شاہ آل برکات ستھرے صاحب
- ۶- سید آل امام جما میاں صاحب مورث شاخ باغ آل پختہ
- ۷- حضرت سید شاہ آل رسول
- ۸- حضرت سید شاہ اولاد رسول صاحب
- ۹- حضرت سید شاہ محمد صادق

سراج الکمل حضرت سید شاہ غلام محی الدین امیر عالم قدس سرہ، سرکار خور حضرت سید شاہ نجات اللہ المقلب بہ شاہ میاں قدس سرہ، سریت والاں سرکار خور کے عنوانات سے بزرگان خاندان برکات کے حالات و واقعات، ان کی اولاد امجاد کا تفصیلی تذکرہ پیش کیا گیا ہے۔

مذہبی تبصرہ کے عنوان سے آپ نے ان لوگوں پر اظہار افسوس کیا ہے جنہوں نے طرح طرح کی بدعتیں گئیں اختیار کر لی ہیں۔ پہلے اہل خاندان میں سے کچھ افراد نے شیعیت اختیار کی پھر دوسرے عقائد و نظریات بھی خود آپ کے الفاظ میں، رامپور و پورب علی گڑھ وغیرہ کے بد مذہبوں کی صحبتوں کے اثرات سے مل ملا کر اب سرکار کلاں یا خور کسی ایک پر منحصر نہیں، دونوں میں سے کتنوں کو کسی کوشیعوں سے ملایا تو کسی کوشیعوں سے، کسی کو گاندھویت کی راہ دکھائی تو کسی کوندویت کی، کسی کا رافضیوں سے میل سننے میں آیا تو کسی کا آریوں غیر مقلدوں سے وغیرہ ذالک۔

اس تنقید کے ساتھ ہی آپ نے اہل خاندان کے ایسے افراد کو توبہ و استغفار کی ترغیب دیتے ہوئے صراطِ مستقیم پر قائم رہنے اور سچا پاکستانی مسلمان بننے کی گزارش بھی کی ہے۔

اس تبصرے کے بعد آپ نے ان حضرات کے اسماء بتائے ہیں جو حسب رواج خاندانی درگاہ شریف اور خانقاہ کے نذر و نیاز اور چڑھاوے کے پانے کا استحقاق رکھتے ہیں۔ اسی کے بعد سجادہ نشینی کی تشریح، کے عنوان سے یہ بتایا گیا ہے کہ کون ہو سکتا ہے اور اس کے لیے کیا رسوم و آداب ہیں۔

پھر ان صاحبوں کے اسماء سے روشناس کرایا گیا ہے جن کے قبضے و تولیت میں اس وقت جائیداد خانقاہی و درگاہی تھی۔ اس کے بعد ان خلفائے خاندان برکاتیہ کے نام بتائے گئے ہیں جن سے صاحب زادگان خاندان کے علاوہ سلاسل کا اجراء زمانہ قریب میں تھا، اب بھی ہے۔ اگلا عنوان ”توارخ وفات“ ہے۔ اس ضمن میں ان لوگوں کی تواریخ وفات ماہ بہ ماہ کے حساب سے بتائی گئی ہیں جن کا باقاعدہ ذکر گذشتہ صفحات میں نہیں ہے۔ ان میں مردوں کے علاوہ عورتوں کی تواریخ وفات بھی بتائی گئی ہیں اور اکثر خاندان کے خدام، آیا اور ایسے ہی دیگر منتسبین کی تواریخ وفات بھی ہیں۔

پھر ان حضرات کے اسماء اور مزارات و مقابر کی نشان دہی کی گئی ہے، جو درگاہ برکاتیہ میں مدفون ہیں۔ موجودہ وقت میں بیشتر مزارات و مقابر پر نام کی تختیاں لگی ہوئی

ہیں جن سے واضح نشان دہی ہو جاتی ہے لیکن مصنف موصوف نے اس وقت اس طرح نشان دہی کر کے ایک مفید خدمت انجام دی تھی۔

”بعض اعمال و نسخہ جات خاندانی مجرب“ کے زیر عنوان بہت سے امراض کے لیے دعائیں اور دوائیں بتائی گئی ہیں، حالانکہ یہ تارخ کے موضوع سے مناسبت نہیں رکھتے لیکن مصنف موصوف نے اسے عوام اور معتقدین کے لیے مفید و بہتر سمجھ کر ہی درج کیا ہے۔ آخر میں ”مدائح مرشد“ کے زیر عنوان ان نظموں کو یکجا کیا گیا ہے جو گارو چادر اور گل ہائے عقیدت و نذر عقیدت پیش کرتی ہیں اور حضرت حسن میاں قادری برکاتی کی ترتیب دادہ ہیں۔

اس طرح یہ مفید کتاب خاندان برکات کے تمام افراد پر نہ صرف بھرپور روشنی ڈالتی ہے بلکہ دیگر مفید و کارآمد معلومات بھی فراہم کرتی ہے۔ اسی لیے اس کی اہمیت و افادیت ماہ و سال سے ماوری ہے۔

(۲) اصح التورخ:

”اصح التورخ“ تارخ خاندان برکات کی توسیع بلکہ اس کا حصہ اول ہے جو بعد میں معرض وجود میں آیا۔ ترتیب کے لحاظ سے پہلے یہی لکھی جانی چاہئے تھی لیکن مصنف موصوف نے حضرت شاہ برکت اللہ قدس سرہ اور ان کے اخلاف کا تفصیلی تذکرہ تارخ خاندان برکات، کے نام سے پہلے ترتیب دیا لیکن اس کے دیباچہ میں حضرت والا نے اس کی تیاری و ترتیب کے عزم کا بھی اظہار کیا ہے اور اس وقت اس کا نام ”بیاض محمدی“ تجویز کیا ہے۔ خود فرماتے ہیں:

”چونکہ اس فقیر محمد المدعو فخر العالم اولاد رسول عفی عنہ کو اس مختصر میں صرف انھیں اجداد کا جو مارہرہ میں تشریف فرما رہے اور ان کی اولاد کا حال لکھنا مرکوز ہے، لہذا بزرگان ماسبق کے حالات اس میں ذکر نہیں کئے گئے۔ اگر کسی کو ان حضرات کے حالات دیکھنا ہوں تو وہ کاشف الاستار شریف و نافع الکلمات و شجرہ طیبہ و آثار احمدی و تارخ مارہرہ و بیاض احمدی وغیرہ یا بیاض محمدی، تالیف فقیر کو جو زیر تصنیف ہے، دیکھے جن میں ان بزرگوں کے مفصل حالات کشف و کرامات و تعلیم و ہدایات و ارشادات و سوانح عمری مفصل

وشرح مندرجہ ہیں۔ [ص: ۶]

بہر حال بیاض محمدی کا خیال مصنف موصوف کے دل میں جاگزیں رہا لیکن دوسرے کاموں میں منہمک رہنے کی وجہ سے وہ اس خیال کا رشتہ قلم و قراط سے نہ جوڑ سکے یہاں تک کہ ۱۳۳۸ھ میں اکمال الکلام فی ماثرا الکرام کے تاریخی نام سے اس کام کو شروع کیا اور نو سال کے عرصہ میں ۱۳۴۷ھ میں ”اصح التواریخ“ کے نام سے مکمل کیا۔ یہ دونوں نام تاریخی ہیں اور آغاز و تکمیل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلا حصہ طویل اور دوسرا مختصر ہے۔

۵۶۰ صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کو برکاتی پبلشرز کراچی نے دوسری بار ۱۹۸۸ء میں زیر طبع سے آراستہ کیا ہے۔ اس سے پہلے دار الاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ سے بیسویں صدی کی چھٹی دہائی میں شائع ہو چکی ہے۔ ابتدا میں سوانح حیات کے عنوان سے ابو حماد مفتی احمد میاں برکاتی نے حضرت تاج العلماء مصنف کتاب ہذا کے حالات زندگی پر روشنی ڈالی ہے۔

اصل کتاب کے آغاز میں مصنف موصوف نے مختصر عربی خطبہ میں حمد و ثنا اور نعت و منقبت کا حق ادا کیا ہے اور دعا و مناجات کی ہے۔ پھر سبب تالیف بیان کیا ہے۔ آغاز شجرہ عالیہ برکاتیہ زیدیہ سے ہوا ہے پھر بزرگان سلسلہ کے حالات پر تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ سب سے پہلے سید المرسلین خاتم النبیین محبوب رب العالمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ وَاٰحِبَّہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے عنوان سے آپ کی سیرت و سوانح پیش کی گئی ہے۔ اس کے بعد عنوانات ہیں: امیر المومنین مولیٰ المسلمین اسد اللہ الغالب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، سیدۃ النساء العالمین ام الائمتہ الطاہرین بضعتہ الرسول فاطمۃ البتول صلوات اللہ عنہ و سلامہ علی اٰیہا الکریم وعلیہا وعلیٰ بعلہا وانبیاء، سید الشہداء امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امام زین العابدین علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما، سید الاثنعین حضرت سید زید شہید رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سید عیسیٰ مومق الاشبال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سید محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سید علی عراقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہ، حضرت سید ابوالفراس رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سید حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ، حضرت سید حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت سید نصیر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ،

اسوۃ الواصلین حضرت سید شاہ بڈھ بکرامی قدس سرہ، تحفۃ الکاملین حضرت سید شاہ ماہر و شہید قدس سرہ، سید السالکین حضرت سید شاہ محمد قطب الدین قدس سرہ، سید المقر بین حضرت سید شاہ ابراہیم قدس سرہ، سید المحققین حضرت میر سید شاہ عبدالواحد بکرامی قدس سرہ السامی۔ مذکورہ بالا بزرگوں میں سے بعض کے حالات بہت مختصر ہیں لیکن اکثر کے حالات پر شرح و بسط کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔ خصوصاً آخر الذکر حضرت سید میر شاہ عبدالواحد بکرامی قدس سرہ کے حالات اور ان کی تصانیف خصوصاً ”سبع سنابل“ پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے اور اس کی خوبیوں نیز موضوعات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ انھیں کے حالات و واقعات پر کتاب کا پہلا حصہ اختتام پزیر ہوا ہے۔

پہلا حصہ ۲۶۹ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ دوسرا حصہ صرف ۹۸ صفحات پر محیط ہے۔ اس میں حضرت مقدم العارفین سید الوالہین حضرت سید عبدالجلیل قدس سرہ اور ان کے صاحبزادگان حضرت سید ابوالفتح، حضرت سید محمد، حضرت سید ابوالخیر اور حضرت سید شاہ اولیس قدس سرہ کے حالات و واقعات کشف و کرامات، اور ادو وظائف اور مختلف امراض کے لیے دعاؤں و دواؤں کا تذکرہ ہے۔

حضرت شاہ اولیس کے دوسرے صاحب زادے شاہ عظمت اللہ قدس سرہ، تیسرے صاحب زادے حضرت سید شاہ رحمت اللہ قدس سرہ اور صاحبزادی حضرت غنیمت بی صاحبہ قدس کے حالات، سیرت و سوانح ہیں۔ انھیں بزرگوں کے حالات پر یہ کتاب اختتام پذیر ہوتی ہے۔ اس میں حضرت سید شاہ برکت اللہ قدس سرہ کا ذکر نہیں ہے کیونکہ ان کے اور ان کی اولاد امجاد کے حالات اور سیرت و سوانح ”تاریخ خاندان برکات“ میں مجتمع ہیں۔

(۳) نماز پڑھنے اور پڑھانے کا عمدہ طریقہ (۱۳۴۴ھ)

حضرت سید شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں سے یہ عرض کیا گیا کہ عام فہم انداز میں نماز کے ضروری مسائل قلم بند فرمادئے جائیں۔ آپ کے حکم پر حضرت تاج العلماء نے اڑتالیس ۲۸ صفحات پر مشتمل ایک رسالہ جوان موضوعات کا احاطہ کرتا ہے، تحریر فرمادیا۔ یہ رسالہ چھ فصلوں ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں شرائط نماز، دوم میں فرائض نماز، سوم میں واجبات نماز، چہارم میں سنن نماز، پنجم میں مستحبات نماز اور ششم میں ادائیگی نماز کی ترکیب بیان کی گئی ہے۔

خاتمہ میں نماز کے فضائل و مناقب اور تارکین نماز پر عائد ہونے والی وعیدوں کا بیان ہے یہ رسالہ سید حیدر حسین کے اہتمام میں پہلی بار محمد ن یونین پریس لکھنؤ سے شائع ہوا تھا۔

(۴) خیر الکلام فی مسائل الصیام

جونہ ۶۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ۱۳۳۵ھ میں لکھا گیا اور ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار مارہرہ شریف سے شائع ہوا۔ اس کے متعدد ایڈیشن دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ سے نکلے اور رمضان المبارک میں تقسیم کئے گئے۔ رسالہ آٹھ فصلوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔ اس میں رویت ہلال، روزے اعتکاف اور تراویح کے عام مسائل یکجا کئے گئے ہیں، ساتھ ہی ان بعض غلط تصورات و اعمال کی نشان دہی کر کے ان سے بچنے کی تلقین بھی کی گئی ہے جو عوام میں رائج تھے۔

”روزوں کے مسائل“ کے نام سے اس کا ایک ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں برکاتی پبلشر کراچی نے شائع کیا تھا۔

(۵) بہترین کملاء کی وصیتیں (۱۴۵۴ھ)

باسٹھ ۶۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ دارالاشاعت برکاتی مارہرہ مطہرہ سے پہلی بار ۱۹۳۶ء میں شائع ہوا۔ اس میں حضرت صاحب البرکات، حضرت سید شاہ حمزہ، حضرت سید آل احمد اچھے میاں، حضرت ستھرے میاں، حضرت سید شاہ آل رسول احمدی، حضرت سید شاہ ابوالحسین احمدی نوری میاں، حضرت سید شاہ ابوالقاسم شاہ جی میاں اور خود حضرت تاج العلماء قدس سرہم کی دینی وصیتیں و نصیحتیں درج ہیں۔ بیشتر فارسی متن کے ساتھ ان کے اردو تراجم بھی دیئے گئے ہیں۔ ان کے ماخذ کی نشان دہی اور ان کا تاریخی پس منظر بھی بیان کیا گیا ہے، اس طرح یہ مجموعہ بہترین کلام کا مجموعہ ہے۔

(۶) پاک وصایائے مقدسہ (۱۳۵۹ھ)

حضرت سید حاتم احم قدس نے انھیں ترتیب دیا ہے۔ قرآن کریم کی آٹھ آیات کریمہ کو پیش نظر رکھ کر زندگی کے بہترین اصول یکجا کئے گئے ہیں۔ ابتدائے فارسی میں تھے جنھیں حضرت تاج العلماء نے اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ ان کے متعلق خود مترجم موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

”چونکہ وہ آٹھوں فائدے کام کی باتیں، دنیا و عقبیٰ میں نفع دینے والی نصیحتیں ہیں اس لیے..... عقیدت و نیاز مندی اس کی مقتضی ہوئی کہ اس حکایت کا اردو ترجمہ کر کے اردو جاننے والے اپنے سنی بھائیوں بہنوں کے اس سے نفع پانے کا سامان کروں۔“ (پاک وصایائے مقدسہ۔ ص: ۳)

یہ ترجمہ متعدد بار شائع ہو چکا ہے۔ مکتبۃ الحبیب الہ آباد نے ۱۹۷۶ء میں اس کا ایک ایڈیشن شائع کیا تھا جو مختصر سائز کے چودہ صفحات پر مشتمل ہے۔

(۷) برکات مارہرہ و مہمانان بدایوں (۱۳۴۰ھ)

تحریک خلافت کے عروج کے زمانے میں مختلف نوعیت کے مباحث جاری تھے۔ ان میں یہ مباحث اہم تھے کہ کیا خلیفہ کا قریشی ہونا شرط ہے، اگر ہاں تو کیا سلاطین عثمانی از روئے اسلام خلیفہ ہیں؟ ہندو مسلم اتحاد کی دینی نقطہ نظر سے کیا حیثیت ہے؟ بدایوں کے مولانا حبیب الرحمن صاحب عرس نوری میں شرکت کی غرض سے مارہرہ آئے ہوئے تھے۔ وہیں ۱۲/رجب المرجب ۱۳۴۰ھ بروز یک شنبہ عصر و مغرب کے درمیان ان مسائل پر ان کے اور حضرت تاج العلماء کے درمیان گفتگو ہوئی۔ مولانا بدایونی خلیفہ کے لیے قریشی کی شرط کو ضروری نہیں سمجھتے تھے اور ہندو مسلم اتحاد کے بھی بہت زیادہ قائل تھے، جب کہ حضرت تاج العلماء کے خیالات ان کے برعکس تھے۔ بہر حال دونوں نے اپنے اپنے موقف کی حمایت میں دلائل پیش کئے۔

برکات مارہرہ و مہمانان بدایوں، میں اسی مکالمے کو یکجا کیا گیا ہے۔ بیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مطبع حسنی بریلی میں طبع ہوا اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے زیر اہتمام شائع ہوا۔

(۸) مجموعہ مکاتبات حضرت تاج العلماء و مولانا عبدالباقی لکھنؤی

تحریک ترک موالات اور تحریک خلافت کے عروج کے دور میں ہندو مسلم اتحاد و اشتراک اور گاندھی جی کی رہنمائی و پیشوائی کے مسئلہ پر مذکورہ بالا دونوں علما کے درمیان باہمی مراسلاتی مکالمہ ہوا تھا۔ مراسلات میں دونوں نے اپنے اپنے موقف کا اظہار کیا۔ ان ہی مکاتیب کو یکجا کر کے شائع کیا گیا۔ یہ مراسلات اس دور کے سیاسی حالات کو سمجھنے میں بڑے معاون ثابت ہوتے ہیں۔

والفاظ میں درج کیا ہے اور بعض مکاتیب کے ختم پر اور بعض کے اندر بین القوسین ان سے متعلق بعض فوائد اور ضروری تشریحات کا بھی جو اکثر خود حضرت قدس سرہ کے روز نامے سے ماخوذ ہیں اضافہ کر دیا ہے.....

تمہید کے ذریعہ نیز فوائد و تشریحات کے ذریعہ ان خطوط کے متعلق مفید معلومات حاصل ہوئی ہیں۔ ان خطوط میں وقتی ضرورت اور عارضی نوعیت کے بھی خطوط ہیں اور بعض علمی، مذہبی اور عصری مسائل کا احاطہ کرتے ہیں، بعض چند سطری ہیں اور بعض ایک مختصر رسالے کی شکل اختیار کر سکتے ہیں۔

ان کے مکتوب الیہ قریبی اعز ابھی ہیں اور علمی و مذہبی شخصیات بھی مثلاً اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی، مولانا عبدالقدیر بدایونی، مولانا حبیب الرحمن خاں شروانی، رئیس حبیب گنج و صدر الصدور ریاست حیدر آباد، بعض خطوط عمائدین اور روساء وقت کے نام بھی ہیں مثلاً نواب سید محبوب علی خان عرف شہنشاہ پاشا، نواب سید سردار علی خاں صاحب سردار نواب جنگ بہادر، محی الدین پاشا، بلونت راؤ، ریاست حیدر آباد وغیرہ ہم، کچھ خطوط گاندھی کی تحریک عدم تعاون، تحریک خلافت وغیرہ کے متعلق ہیں۔ ان تحریکوں کی مخالف کی گئی ہے اور مسلمانوں پر ان کے مضراثرات کو ظاہر کیا گیا ہے۔

کئی خطوط اذان ثانی کی اس بحث سے متعلق ہیں جو اس دور میں بڑی تلخ صورت اختیار کر گئی تھی اور جو علمی و مذہبی بحث نہ رہ کر ذاتی رنجش اور بغض عناد کا اظہار کر رہی تھی۔

غرض یہ خطوط مفید معلومات کا مجموعہ اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتے ہیں اور لائق مطالعہ ہیں۔ ان کی اسی افادیت کے پیش نظر انھیں ”اہل سنت کی آواز-۱۷-۱۹۹۶ء میں دوبارہ شائع کیا گیا تھا۔

(۱۰) مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری (۱۳۵۸ھ-۱۹۳۹ء)

۱۹۳۷ء میں انتخابات کے بعد کانگریسی صوبوں میں وزارتیں بنانے میں کامیاب ہوئی اور مسلم لیگ کو ہزیمت کا سامنا کرنا پڑا لیکن کانگریسی وزارتوں کے بعض کاموں کی وجہ سے مسلمان اس سے بددل ہو کر مسلم لیگ کی طرف راغب ہوئے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے مسلم کارڈ کھیلا اور مسلمانوں کے مطالبات کو زور شور سے اٹھانا شروع کیا۔ دونوں سیاسی پارٹیوں میں رقابت انتہا کو پہنچ گئی۔ ۱۹۴۰ء میں مسلم لیگ نے قرارداد پاکستان پاس کر

(۹) مفاوضات طیبہ: (۱۳۵۴ھ)

حضرت سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن علیہ الرحمہ کے ان ۱۶۶ مکتوبات گرامی کا مجموعہ ہے جو ان کے صاحبزادہ بلند اقبال حضرت تاج العلماء نے ترتیب دئے ہیں۔ اس مجموعہ کے سرورق کی عبارت بعینہ درج ذیل ہے۔

مفاوضات طیبہ [۱۳۵۴] یعنی مکتوبات

حضور پر نور بقیۃ السلف جتہ الخلف واقف اسرار شریعت و طریقت عارف رموز معرفت و حقیقت زینت آرائے مسند برکات تہ غوثیہ مطہرہ حضرت مولانا حاجی حافظ قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی۔

بہ جمع و تصحیح و ترتیب و تشریح:

تاج العلماء مولانا مولانا مولوی مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی محمدی احمدی قاسمی (قدس سرہ)

ابتدا میں حضرت مرتب نے ایک مختصر تمہید لکھی ہے حمد و ثناء اور صلاۃ و سلام کے بعد فرماتے ہیں:

”فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قاسمی غفر اللہ تعالیٰ لہ ان اوراق میں حضرت قدوة الواصلین زبدۃ الکاملین سید العارفین سید المتصلبین فی السنۃ والدین جتہ الخلف بقیۃ السلف تاجدار مسند برکات تہ غوثیہ قادریہ مقدسہ سیدی وسندی مرشدی و مولائی مولانا الحاج حافظ قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن ملقب بہ شاہ جی قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بالرضی السرمدی کے بعض مکاتیب شریفہ جو اگرچہ خاص اشخاص کے نام انضاف فرمائے گئے مگر اپنے مقاصد کے لحاظ سے عام اہل سنت و برادران اسلام کے لئے انشاء اللہ الکریم جل مجدہ دارین میں مفید فوائد صوری و معنوی ہیں اور حضرت مرشدی کے بعض فضائل صوری و معنوی کے مشعر جمع کرتا ہے اور تاریخی نام ”مفاوضات طیبہ (۱۳۵۴ھ) سے موسوم کرتا ہے.....

خود اصل مکتوب تمام و کمال یا اس کا تلخیص و محصل خود حضرت ہی کی اصل عبارت

کے بھی طریقے مفید و نافع تعلیم فرماتی ہے۔“ (مسلم لیگ کی زریں بخیہ دری-ص ۲۷)
اس رسالے کے ذریعہ حضرت نے بعض وہ تجاویز بھی پیش کیں جو مسلمانوں کی
فلاح کے لئے ضروری تھیں۔ انھوں نے ہنگامہ آرائی سے بچتے ہوئے اپنے حقوق کی حفاظت
اور ان کے حصول پر زور دیا۔

(۱۱) طرد مغالطہ لیگ (۱۳۵۸ھ-۱۹۲۹ء)

چالیس صفحات پر مشتمل یہ رسالہ مسلم لیگ کے دعویٰ اکثریت کے رد میں ہے۔ اس
کے سرورق پر ابتدا میں قرآن کریم کی آیت کم من فئۃ قليلة غلبت فئۃ كثيرة باذن اللہ
(بہت مرتبہ چھوٹی جماعتیں اللہ کے حکم سے بڑے جتھوں پر غالب آئی ہیں) زیب قرطاس ہے
اسی کے بعد یہ مختصر عبارت ہے:

یہ مبارک فتویٰ نافع تقویٰ، اہل حق اگرچہ کتنے ہی قلیل بے سروسامان ہوں، ان
کی فتح و نصرت کا بعون اللہ تعالیٰ پرچم اڑانے والا اہل باطل کے جتھوں کو اگرچہ کتنے ہی کثیر
اور زیادہ ہوں بعون اللہ تعالیٰ شکست و ہزیمت پہنچانے والا، سنی مسلمانوں کو اتباع رسول
و توکل علی اللہ کا بھولا ہوا سبق یاد دلانے والا، دنیوی شان و شوکت ظاہری جمیعت و اکثریت
پر اترانے سے بچانے والا، بد مذہبوں کے دینوں کی معجون مرکب مسلم لیگ کے مغالطہ
اکثریت کا پردہ چاک فرمانے والا مسی بنام تاریخی۔

غلبہ فئۃ قليلة الھیہ (۱۳۵۸) یعنی اللہ والی چھوٹی جماعت کا غلبہ ملقب بلقب
تاریخی طرد مغالطہ لیگ (۱۳۵۸ھ) از تبرکات۔ حضرت عظیم البرکتہ رفیع الدرجہ جلیل
المنزلۃ حاوی فروع و اصول گل بوستان آل رسول جامع فضائل و حسنات شاہزادہ خاندان
برکات حامی سنیت لاندہ بیت بدرسمائے قادریت مہر چرخ فضیلت تاج العلماء سراج العرفا
مولانا مولوی حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قبلہ قادری برکاتی قاسمی دامت
برکاتہم القدسیہ“

مسند نشین شجادہ عالیہ قادر یہ برکاتیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ
اس رسالہ کو تعلیمی پرنٹنگ پریس بیرون شیرانوالہ دروازہ لاہور نے باہتمام محمد
فاضل نیچر شائع کیا تھا۔

یہ رسالہ سعید حسن خاں قادری رضوی منتظم مکتبہ اہل سنت محلہ بھورے خاں پیل

کے ملک کی تقسیم اور مسلمانوں کے لئے الگ وطن کا نعرہ بلند کر دیا۔ ”مسلم ہے تو مسلم لیگ
میں آ“ کے نعرہ نے مسلمانوں کی بڑی بھاری تعداد کو متاثر کیا۔ مسلمانوں کا جوش و جذبہ جس
قدر بڑھا اتنی ہی شدت سے ہندو مسلم تعلقات کشیدہ ہوتے گئے اور فتنہ و فساد کی آگ بھی
تیزی سے پھیلنے لگی۔

حضرت تاج العلماء لوگوں میں تھے جو مسلم لیگ کی سیاست اور پاکستان کے
مطالبہ کے سخت خلاف تھے۔ وہ کانگریس کے ہرگز حامی نہیں تھے لیکن پاکستان کو مسلمانوں
کے لئے مضراور پسپائی کی صورت سمجھتے تھے۔ انھیں برصغیر کے ہر گاؤں اور قصبہ و شہر میں پھیلے
ہوئے مسلمانوں اور مساجد و مقابر، خانقاہوں اور درس گاہوں کی فکر تھی جو پاکستان بننے کی
صورت میں تباہی و بربادی کا شکار ہو سکتے تھے۔

انھوں نے مسلم لیگ کے اس منشور اور اقدامات کا محاسبہ ”مسلم لیگ کی زریں
بخیہ دری“ کے عنوان سے کیا جو اسلامی اقدار و روایات کے منافی تھے۔ تیس صفحات پر مشتمل یہ
رسالہ سدرشن پریس ایٹہ میں طبع ہوا اور برکاتی دارالاشاعت مارہرہ سے شائع ہوا۔ دراصل
یہ ایک استفتا کے جواب میں لکھا گیا تھا۔ پہلی بھیت کے ساکن محمد عمر خاں قادری رضوی نے
نوسوالات پر مشتمل ایک استفتا حضرت والا کی خدمت میں پیش کیا تھا۔ انھیں کے جوابات
اس رسالے میں یکجا ہیں۔

انھوں نے لیڈروں کے ذریعہ ہندو مسلم اتحاد کے نعرے کی مخالفت کی کیوں کہ
بنام اتحاد کفر و شرک کی رسموں اور مذہبی و سماجی امور میں دونوں کی شرکت کو ضروری سمجھا جاتا
تھا اور ایسی حرکتیں کی جاتی تھیں جن کی اسلام ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ البتہ انھوں نے بھی
غیر ضروری ہنگامہ آرائی اور تصادم کی راہ اختیار کرنے سے پرہیز کرنے اور پُر امن بقائے
بقائے باہم کے اصول پر عمل کرتے ہوئے غیر مسلموں کے ساتھ دنیاوی تعلقات برقرار
رکھنے پر زور دیا۔ خود انھیں کے الفاظ میں:

”ہماری شریعت غیر مسلموں سے بھی کسی غدر اور بد عہدی اور شریعت مطہرہ نے
جو حق غیر مسلموں کے مقرر فرمادیئے ان کے ناروا اتلاف کی ہرگز اجازت نہیں دیتی۔ نہ کسی
کا واقعی حق تلف کر کے یا اور اسی قسم کی حرکات سے کسی ناجائز ہنگامہ خیزی اور امن شکنی کی
اجازت دیتی ہے۔ وہ غیر مسلموں سے بھی واقعی جائز اور مفید معاشرت و معاملات دنیاویہ

حضرت والا نے مسلم لیگ کی غلطیوں اور خامیوں کی نشان دہی کرتے ہوئے اس کی سخت نکتہ چینی بھی کی۔

مسلم لیگ بظاہر تو مسلمانوں کی جماعت تھی لیکن دراصل یہ ان نام نہاد مسلمانوں کی جماعت تھی جو نسلی مسلمان تھے، اصلی نہیں۔ اس میں ہر طبقے، ہر مسلک اور مختلف و متضاد نقطہ ہائے نظر کے حامل افراد شامل تھے۔ کتنے تو ایسے تھے جن کے پاس اسلامی نام کے علاوہ اسلام کا کوئی جزو بھی نہ تھا لیکن عام لوگ ان کے ناموں کی وجہ سے دھوکہ کھاتے تھے اور انہیں اپنا قائد و رہنما سمجھ بیٹھتے تھے۔ کتنے ہی ایسے تھے جو اغیار کے آلہ کار تھے اور انہیں کے مفادات کے لئے کام کر رہے تھے۔ یہ لوگ کھلے ہوئے کفار و مشرکین سے کہیں زیادہ خطرناک تھے۔ ان کی نشان دہی کرتے ہوئے اور ان سے پہنچنے والے نقصانات واضح کرتے ہوئے حضرت والا نے تحریر کیا تھا:

”بچ پوچھئے تو عوام اہل اسلام کے لئے کھلے ہوئے کفار اور مشرکین یعنی عیسائیوں، یہودیوں، ہندوؤں، آتش پرستوں وغیرہم سے زیادہ مضر اور بہت زیادہ خطرناک اور عامۃ المسلمین کے دین و ایمان کو برباد کرنے والا گروہ بھی انہیں مرتدین و مبتدعین نام کے مسلمانوں و بابیہ، روافض، نیچریہ وغیرہم کا ہے۔ کسی ہندو، عیسائی کو جاہل مسلمان بھی جمعہ کے دن اپنی پاک مسجد اور اپنے خدائے واحد کی عبادت گاہ کے مقدس منبر اپنے آقائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیمات کی مسند پر خطبہ پڑھنے اور مسلمانوں کو وعظ سنانے کے لیے نہ چڑھائے گا اور اگر معاذ اللہ وہ کسی جبر و ظلم سے اس مقدس منبر اور متبرک مسند پر چڑھ بھی جائے اور وہاں سے مہادیوی کی پوجا یا صلیب کی ڈنڈوت کی تبلیغ کرنے بھی لگے تو کوئی اجہل سے اجہل مسلمان بھی اس پر کان نہ دھرے گا مگر بد مذہب کا فساد تو کھجلی کی طرح اڑ کر لگتا ہے..... ناواقف عوام تو ناوقف عوام ایسوں کو تو بہت سے پڑھے لکھے تک مسلمانوں کا پیشوا اور امام بناتے، مسند رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تعظیم اور احترام کے ساتھ جماتے، ان شیاطین کو واعظ المسلمین بنا کر مکاری اور فریب کے چکنے چپڑے ملے لپٹی ہوئی ان کی گمراہیوں اور کفریات خود سنتے اور عوام کو سناتے اور بہتیرے جاہلان بے خرد انہیں کفریات و ضلالت کو اللہ و رسول کے احکام و ارشادات سمجھ کر ان پر ایمان لے آتے اور اس طرح حقیقت میں اپنا سچا دین و ایمان کھو بیٹھتے ہیں“۔ [ص، ۳-۴]

بھیت کے استفسار کے جواب میں تحریر کیا گیا ہے۔

مسلم لیگ نے اپنے دور عروج میں ان احادیث کا سہارا لیتے ہوئے عام مسلمانوں کو بڑی تعداد میں مسلم لیگ میں شامل کرنے کی کوشش کی جو سواد اعظم یا اکثریت کے ساتھ شامل ہونے کی تلقین کرتی ہیں۔ مسلم لیگ کا دعویٰ یہ تھا کہ مسلمانوں کی غالب اکثریت مسلم لیگ کے ساتھ ہے، اس لئے باقی مسلمانوں کو بھی مسلم لیگ میں شامل ہو جانا چاہئے۔ اس دعوے اور دعوت کے پیش نظر ہی مستفتی نے حضرت والا کی خدمت میں استفتا بایں الفاظ پیش کیا تھا:

”کیا فرماتے ہیں حضرات علمائے اہل سنت و مفتیان دین و ملت دامت ارشاد اہم و عمت افادہم اس مسئلہ میں کہ مسلم لیگ کبھی اپنے ساتھ ۹۵ فیصدی اور کبھی ۹۹ فیصدی مسلمانوں کی جماعت بتاتی ہے اور کہتی ہے کہ اکثریت کا اتباع کرنا ضروری ہے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوا۔ اتبعوا السواد الاعظم فانہ من عندہ فی النار یعنی بڑے گروہ کی پیروی کرو کہ بے شک جو بڑے گروہ سے علیحدہ ہوا وہ جہنم میں جانے کے لئے علیحدہ ہوا۔ نیز ارشاد ہوا وید اللہ علی الجماعۃ جماعت پر اللہ ہاتھ ہے اور ارشاد ہوا علیکم بالجماعۃ یعنی جماعت کو لازم پکڑ لو۔ ان ارشادات کی بنا پر مسلمانوں کو لازم ہے کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ نیز اکثریت سے علیحدہ رہ کر ہمیں کامیابی حاصل کرنا دشوار ہے۔ کانگریس کو شکست دینے اس پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے ہمیں بہت بڑی جماعت یعنی مسلم لیگ کا ممبر بننا ضروری ہے۔ یہ صحیح ہے یا نہیں اگر نہیں؟ تو شرعی نقطہ نظر سے اس مغالطہ کا حل کیا ہے۔ بینوا بما انزل فی الکتاب تو جو ایوم الحساب۔“

ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک سیاسی پارٹی میں شامل ہونے یا نہ ہونے کا ہی سوال نہ تھا بلکہ اس دور کی پوری سیاست بلکہ آنے والے حالات اور ان کے نتائج بھی اس سوال میں مضمر تھے، اسی لئے حضرت والا نے اس کا تفصیلی جائزہ لیا۔ سواد اعظم اور اکثریت کے مطلب و مراد کو واضح کیا اور یہ بتایا کہ حق کسی تعداد کا محتاج نہیں ہے، وہ بہر حال حق ہے۔ چند لوگ بھی اگر حق پر گامزن ہیں تو اسلامی نقطہ نظر سے وہی سواد اعظم ہیں، وہی اکثریت ہیں جبکہ موجودہ جمہوری نظام بقول اقبال۔

ہندوں کو گنا کرتا ہے تو لا نہیں کرتا

اس طرز عمل کے نقصان و نتیجے کو ظاہر کرنے نیز اپنے خیال کو مستند کرنے کے لئے آپ نے اس دور کے ایک اخبار ”الامان“ دہلی مورخہ ۹ جولائی ۱۹۳۹ء کا یہ اقتباس دیا ہے:

”انہیں جیسے لوگوں نے جامع شاہ جہانی کے مکتبہ پر (مشرکین کے) سوا میٹر دھا نند آنجہانی تک کو چڑھانے سے دریغ نہ کیا تھا جس کا بعد میں یہ دردناک نتیجہ برآمد ہوا کہ جو فوٹو ان مرتدین و مبتدعین کے ایک مشرک سرغنہ کو مسند رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر چڑھانے اور خود اس کے سامنے نیچے زمین پر ادب و احترام سے بیٹھنے اور اپنے بچھے لگوؤں کو بٹھانے اور اسے مسلمانوں کا وعظ بنا کر انہیں اس طاغوت مشرکین کا وعظ سنوانے کا کام اس وقت لیا گیا تھا، اسے ملاکے راجپوتوں میں تقسیم کر کے اور یہ بتا کر کہ دیکھو دہلی کے تمام مسلمان بھی اشدھ ہو چکے ہیں۔ سکیڑوں کمزور ایمان ملاکوں کو آریہ سماجی و کانگریسی ہندوؤں نے مرتد بنا دیا۔“ [ص ۴۷]

حضرت والا لیگ کی اصلیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہتے ہیں:

”مشاہدہ شاہد اور خود لیگیوں کی تصریحات اس کی مؤید کہ لیگ مرتدین و مبتدعین و ہابیوں، رافضیوں، منجریوں وغیرہم کی ایک معجون مرکب ہے اور لیگیوں کے اقوال و اعمال و احوال بکثرت کثیرہ محرمات شرعیہ و بطالات صریحہ و وبالالات قبیحہ پر مشتمل منجر باشد و بال و نکال و کفر و ضلال و عصیان و طغیان ہیں۔“ [ص ۷۷]

آپ نے دلائل و براہین سے، تاریخی حوالوں سے اور عصری حالات کے حوالوں سے یہ ثابت کیا کہ کثرت تعداد بجائے خود کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ اگر وہ صراط مستقیم پر نہیں، حق پر نہیں۔ آپ نے یہ بھی سوال فرمایا کہ اگر یہی کثرت تعداد ہے تو کانگریس کے پاس لیگ سے کہیں بڑی تعداد ہے تو کیا اسے بھی حق پر مبنی جماعت قرار دیا جائے۔

غرض یہ کہ آپ نے ہر زاویہ سے مسلم لیگ کے دعوؤں کو غلط ثابت کر دیا اور اس کی کارکردگی کو ناجائز و ناروا قرار دیا۔

اس دور کے مسلمان میں جو لوگ لیگ کے مخالف تھے، وہ عموماً کانگریس کے حامی ہوتے تھے اور اس کے افکار و نظریات کو سراہتے اور ان کی تبلیغ و اشاعت کرتے تھے۔ آپ کی خصوصیت اور امتیاز یہ تھا کہ مسلم لیگ کی تمام تر مخالفت کے باوجود آپ کانگریس کے بھی حامی نہ تھے بلکہ اسے مسلم دشمن جماعت سمجھتے تھے۔ انہوں نے کانگریس اور گاندھی کے

نظریات کے خلاف بھی ہمیشہ قلمی جہاد جاری رکھا۔ ان کے مسلم دشمن کاموں کو واشگاف انداز میں ظاہر کیا اور ہمیشہ صحیح العقیدہ مسلمانوں کو ایک مرکز پر جمع کرنے اور ان میں اتحاد و اتفاق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اگرچہ اس محاذ پر زیادہ کامیابی تو حاصل نہ ہو سکی لیکن آپ اپنا فرض ادا کرتے رہے۔

۹۔ حضرت تاج العلماء کے اہم مضامین کا جائزہ:

(۱) العلم: العلم کے نام سے حضرت والا کا ایک طویل مقالہ ہے جسے پانچ حصوں میں منقسم کیا گیا ہے۔ حصہ اول میں علم دین اور علمائے کرام کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ آغاز اس حدیث مبارکہ سے ہوا جس میں ارشاد گرامی ہے کہ اللہ عز و جل جس کے لئے بہتری کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین میں فقاہت عطا فرمادیتا ہے اور دینے والا تو اللہ ہی ہے۔ ہاں میں تقسیم کرنے والا ہوں۔ دوعربی اشعار کے ذریعہ علم کی اہمیت واضح کی گئی ہے اور علم کو وسیلہ فلاح دارین اور دونوں جہاں میں انسان کے لئے سبب زیب و زینت قرار دیا گیا ہے۔ اس کے بعد علم کے مجد و شرف کو واضح کرنے والی احادیث مبارکہ نقل کی گئی ہیں اور علما کے عز و شرف اور برتری کو ظاہر کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں طالب علموں کے اور علم دین سیکھنے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ تیسرا حصہ علم دین سیکھنے اور اس کے سکھانے والوں کے فضائل پر روشنی ڈالتا ہے۔ چوتھا حصہ، اگلے مسلمانوں کا شوق تحصیل علم دین میں، کے عنوان سے ہے اور ان کے ذوق و شوق کو واضح کرتا ہے۔

پانچویں اور آخری حصے کا عنوان: ”علم دین اور ہم“ ہے اس میں ذوق علم کی کمی پر رنج و غم کا اظہار کیا گیا ہے۔ آخر میں تلقین فرماتے ہیں:

”اب بھی وقت ہے اور تلافی مافات آپ کے اختیار میں ہے۔ جس دل میں اسلام کا درد ہے، جو شخص بھی اسلام رکھتا ہے، اس کا فرض ہے کہ اپنے دین سے ضروری واقفیت پیدا کرے اور اسلام کے نام ہی کو نہیں بلکہ اسلام کی حقیقت و ماہیت کو بھی جانے اور نام ہی کا نہیں بلکہ کام کا مسلمان بنے۔“

[”اہل سنت کی آواز“، ص ۲۰-۱۲۱۸ھ-۱۹۹۷ء، جلد نمبر ۴]

(۲) سید الشہد الامام حسین علیہ الصلوٰۃ والسلام علی جدہ الکریم:

اس عنوان سے آپ کا ایک مقالہ ہے۔ ابتدا میں آپ کے نام و لقب و کنیت اور دیگر القاب ہیں۔ ولادت مبارکہ، فضائل مبارکہ، سیرت شریفہ، روایت حدیث، بعض کلمات شریفہ اولاد امجاد، شہادت، مدفن شریف کے عنوانات سے آپ کی سیرت و سوانح پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ یہ مکمل مقالہ اہلسنت کی آواز ۱۴۱۸ھ-۱۹۹۷ء جلد ۴ ص ۲۱-۳۳ میں بھی دیکھا جاسکتا ہے۔

(۳) حالات سراپا فیوض و برکات:

اس عنوان سے آپ نے اپنے برادر بزرگ غلام محی الدین عرف فقیر عالم الملقب بہ ثابت حسن (ربیع الاول ۱۳۰۲ھ-۲۸ رمضان المبارک ۱۳۳۰ھ) کے حالات زندگی قلم بند کئے ہیں جن کا عین عالم جوانی میں انتقال ہو گیا تھا۔ آپ نے اوائل عمر میں ہی قرآن کریم کے حفظ کی سعادت حاصل کر لی تھی۔ تجوید اور خوش نویسی میں کمال حاصل کیا تھا، ہمت و جرأت اور ذہانت و فطانت کے بہترین مظاہرے کئے۔ جملہ اعمال و اذکار و اشغال سلسلہ کی اجازت والد محترم سے پائی تھی۔

تصنیف و تالیف کا بھی شوق تھا اور شعر و شاعری کا بھی، اردو میں عقائد نامہ منظوم، رسالہ مباحث امامت، طرد المبتدعین عن مجالس المسلمین، آپ کی وہ تصانیف ہیں جو شائع ہو چکی ہیں۔ بیغری، [۱۳۲۹ھ] سے آپ کی تاریخ وصال مستخرج ہوتی ہے۔

(۴) مصطفیٰ جان رحمت کی حیات مبارکہ

..... از تاج العلما نے سید شاہ اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قدس سرہ

حضرت تاج العلما نے حیات مبارکہ پر یہ طویل مضمون مختلف کتب سیر و تاریخ کی مدد سے تصنیف فرمایا ہے اور ان کے حوالے بھی دئے ہیں۔ ابتدا میں آپ کا نسب مبارک مدارج النبوة وغیرہ کے حوالے سے رقم فرمایا ہے اور احادیث کے حوالے سے ثابت کیا ہے کہ آپ بہترین اولاد آدم کی پشتوں سے منتقل ہوئے بالآخر حضرت عبداللہ کے ذریعہ یطین آمنہ میں آئے۔

ولادت اقدس کے ذیلی عنوان سے ولادت باسعادت اور بچپن کے حالات بیان فرمائے ہیں۔ ابوطالب کے ساتھ سفر شام اور پھر خود حضرت خدیجہ کے مال تجارت کے

ساتھ سفر مبارک کا حال بیان کیا ہے۔

”ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عقد، کے ذیلی عنوان میں آپ سے نکاح سے لے کر اعلان نبوت، تبلیغ اسلام میں مشکلات و مصائب کے ذکر سے ہوتے ہوئے فتح مکہ اور حجتہ الوداع تک کے حالات مختصر اور جامع انداز سے بیان کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد عنوان ہے: ”حجتہ الوداع کا خطبہ“ اس میں آپ کے تاریخی خطبہ، پند و نصائح کے علاوہ آخری ایام، وفات تجہیز و تکفین تک کے واقعات مختصر رقم فرمائے ہیں۔ آخری ذیلی عنوان ”از و اج مطہرات“ ہے۔ اس میں جیسا کہ نام سے ہی ظاہر ہے از و اج مطہرات کا تذکرہ ہے اور ان کے ساتھ اولاد امجاد کی تعداد و ترتیب بھی بتائی گئی ہے۔

یہ مضمون ”اہلسنت کی آواز ۲۰۰۶ء میں دوسری بار شائع ہوا ہے اور اس کے ساڑھے چودہ صفحات پر محیط ہے۔

(۵) مفید شرعی ہدایت

مفید شرعی ہدایت حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ کا ایک بہت اہم مضمون ہے۔ جسے اہلسنت کی آواز- اکتوبر ۲۰۰۳ء میں دوبارہ شائع کیا گیا ہے۔ فی الوقت وہی پیش نظر ہے۔ اس کی ابتدا میں مدیر محترم نے یہ نوٹ لکھا ہے:

”اس مفید شرعی ہدایت کی معنویت آج بھی برقرار ہے۔ اس لئے ”اہلسنت کی آواز“ کے قدیم شمارے میں شائع یہ مضمون صرف بطور تبرک نہیں بلکہ عام ہدایت کے نقطہ نظر سے دوبار شائع کیا جا رہا ہے۔ مدیر.....“

حضرت تاج العلما نے مسلمانوں اور خصوصاً سنیوں کے ابتلا اور آزمائش کا ذکر کرتے ہوئے مضمون کا آغاز اس طرح کیا ہے:

”یہ زمانہ سنی مسلمانوں کے لئے جیسا شدید ترین مصائب و ابتلا اور آزمائش کا ہے وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ ساری دنیا میں عموماً مخلص سنی مسلمانوں کے لئے جان و مال و عزت و آبرو ناموس و ایمان پر جو کچھ بیت رہی ہے اور جو مزید بیننے کے آئندہ خطرات ہیں ان کا بیان تو بہت طویل ہے.....“

اس تمہید کے بعد ہندوستان کے سنی مسلمانوں کو درپیش خطرات کا ذکر فرمایا ہے۔ ان کے نزدیک ملک کی آزادی کے بعد کھلے دشمن تو مسلمانوں کے درپے آزار ہیں ہی لیکن

ان سے بھی زیادہ ان نام نہاد مسلمانوں سے خطرہ ہے جو بظاہر اسلام کے علم بردار اور سنیوں کے خیر خواہ ہیں لیکن ہر وہ کام کرتے ہیں جس سے اہل سنت کے مذہب قدیم کو نقصان پہنچے اور وہ دنیا سے مٹ جائے۔ سنی مسلمان انھیں کی رہنمائی اور رحم و کرم پر مجبور ہوں۔ آپ نے اس سلسلہ کی اس کڑی کا بطور خاص ذکر کیا ہے جس کا مقصد اہل سنت کے اوقاف اور نکاح و طلاق حج و زکات اور دیگر شرعی عبادات و معاملات وغیرہ کو جمیہ العلماء ہند، مدرسہ دیوبند و سہارنپور کے وہابی دیوبندی افراد نیز دوسرے آزاد خیال اور بے قید دین و شریعت افراد کے ہاتھوں میں سونپنا ہے۔

دراصل اس وقت مسٹر محمد احمد کاظمی نے پارلیمنٹ میں دو نئے بل اوقاف بل اور قاضی بل پیش کئے تھے۔ جن کا مقصد مذکورہ بالا اداروں اور افراد کو ان امور میں نہ صرف دخل کرنا بلکہ مالک و مختار بنانا تھا۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ نے تحریر فرمایا تھا:

”وہ اوقاف جو اسلامی کہلاتے ہیں بیشتر مسلمانان اہل سنت ہی کے قائم کردہ ہیں۔ آج جب کہ ان لیڈران قوم مدعیان اسلام مخالفان دین و سنت کو دنیوی قانونی اقتدار کامل حاصل نہیں ہے جب تو یہ طرح طرح کی ترکیبوں اور تدبیروں سے ان اسلامی اوقاف کو ان کے اصل بانیوں اور واقفوں کی منشا کے خلاف اپنے ذاتی فوائد اور دین و سنت کے کھلے ہوئے مخالف کاموں میں جو ان لیڈران قوم کے نزدیک محض بہ ظلم و تحکم اسلامی قومی کام ہیں، صرف کر رہے اور صرف کرنے کی راہیں نکال رہے ہیں۔ اگر یہ نئے قانون بن گئے تو سمجھ لیجئے کہ ان بے دین اور بد دین آزاد لیڈران قوم کو کتنا بڑا کارگر ہتھیار اسلامی اوقاف..... پر ان کے دین و مذہب حق کے مخالف کام کرانے اور تسلط بٹھانے کا ملے گا۔“

”کون نہیں جانتا کہ بہت سے اوقاف اس لئے بانیوں نے وقف کئے ہیں کہ ان سے بزرگان دین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اعراس اور فواج اور نیاز کے مصارف ہوں اور ان کے مزارات متبرکہ کی عمارات متعلقہ (درگا ہوں کے قیام و بقا کا انتظام ہو مگر دیوبندی ان سب پر کفر و شرک و بدعت کے فتوے لگاتے اور نیچری آزاد اور بے قیدان سب کو کم از کم لغو و فضول سمجھتے ہیں..... تو وقف بل کے قانون بن جانے پر کیا دیوبندی اور آزاد بے قید نیچری لیڈران قوم اوقاف اسلامی پر قانونی اقتدار پالنے کے بعد بھی یہ گوارا کریں گے کہ جسے کفر و شرک و بدعت جانتے ہیں اور جس میں ان کی بے دینی اور بد دینی کی موت

ہے، اسے اپنا قانونی بس ہوتے جاری رہنے دیں اور کوئی علانیہ و خفیہ مزاحمت نہ کریں، قریب قریب یہی تبصرہ قاضی بل کے لئے سمجھئے۔“

اسی کے ساتھ انھوں نے مجوزہ قانون پر بھی تبصرہ و تنقید کی ہے جس کا مقصد نہ صرف مختلف ذات برادری کے درمیان بلکہ مختلف مذاہب کے افراد کے درمیان شادی بیاہ کے معاملات کی حوصلہ افزائی کرنا تھا۔ اسی کے ساتھ کچھ شریر گستاخ ابنائے وطن نے مسلمانوں کی دل آزاری کے مقصد سے ایسے مضامین کا ایک لامتناہی سلسلہ شروع کر دیا تھا جن میں بزرگان دین کی شان میں سخت گستاخی اور بدتمیزیاں کی جائیں۔ آپ کے بقول.....

”یہ ایک ناپاک سلسلہ ہے جو ختم ہونے کو نہیں آتا.....“ آپ نے امرت بازار پٹیریکا الہ آباد کے اس ناپاک مضمون کا ذکر کیا ہے جس میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی کی گئی تھی اور حکومت کی طرف سے کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا۔

آخر میں آپ نے نہایت دسوزی کی ساتھ خود ہی مسلمانوں سے یہ اپیل کی ہے:

”ان حالات و واقعات کے ہوتے ہوئے ہم غربا کا چارہ کار یہی ہے اور یہ فقیر اپنے غریب و کمزور مخلص سنی بھائیوں سے یہی عرض کرے گا کہ خدا را اب بھی اپنے پیدا کرنے والے رب جل و علا اور اس کے محبوب پیارے علیہ و علی آلہ و اصحابہ الصلوٰۃ و الثناء کے ظاہر و باطن قول و عمل میں سچے پکے خالص مخلص مطیع و فرمانبردار بن جائیے۔“

اسی کے ساتھ آپ نے چند مشورے بھی دیئے ہیں جن پر عمل کر کے دین و دنیا سنواری جاسکتی ہے۔ مثلاً:

(۱) یہ دنیا عالم اسباب ہے۔ حقیقی بھروسہ تو اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلوٰۃ و السلام ہی پر رکھئے۔ ظاہری اسبابی لحاظ سے خود اپنے قوت بازو اور قوت عمل پر بھروسہ کیجئے۔ ہر گز کسی بے دین و بد دین فرد اور جمعیت کی طرف دست التجا نہ پھیلائیے اور ہر گز ہر گز اپنا مخلص، چارہ گراور بے لوث ہمدرد ہر گز نہ جانیے۔

(۲) لیڈری چالوں سے بہت ہوشیار رہئے۔ تجربے نے خود ظاہر کر دیا کہ لیڈری چالوں میں وقتی اظہار جوش و خروش شور و غوغا، اشتعال بے سود بلکہ مضرتو بہت ہوتا ہے مگر ٹھوس اور پائیدار مفید نتیجہ کچھ نہیں نکلتا۔

(۳) اہل سنت باہمی اتحاد و تنظیم کریں اور ایک دوسرے کے دکھ درد، رنج و راحت کے

شریک حال بنیں۔

(۴) بُری رسمیں اور محرمات اور کھیل کود لغویات میں اپنے اوقات اور اموال کو ضائع کرنے سے بچا کر اپنی معیشت اور دنیوی مالی حالت درست کریں۔ سینما قطعاً دیکھنا چھوڑ دیں۔

(۵) کابلی اور بے عملی کو چھوڑ دیں، شریعت مطہرہ کو اپنا دستور العمل زندگی ظاہری و باطنی قوی و عملی بنائیں۔ طاعت و عبادت حق کے بعد اوقات بچیں، وہ جائز تجارت، مفید زراعت اور سود مند صنعت و حرفت غرض ان امور میں صرف کریں جن سے دنیا سنبھلے اور دین کو بھی اس سے قوت ملے۔

(۶) صبر و تقویٰ سے گزر اوقات کرنا اور انھیں سے اعداء و مخالفین کا مقابلہ کرنا سیکھیں۔

(۷) بقدر ضرورت علم دین ضرور حاصل کریں۔

آخر میں فرماتے ہیں..... ”فقیر کے برادران دین و طریقت اب اس شرعی دینی اسلامی سہل و مختصر بے شور و شر دستور العمل پر بھی عمل کر کے دیکھیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ وہ اس ارشاد رحمانی کے جلوے اپنی آنکھوں میں لیں گے کہ من یطع اللہ ورسولہ فقد فاز فوزاً عظیماً جس نے اللہ و رسول جل و علا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کہنا مانا بے شک وہ عظیم کامیابی کو پہنچا۔“

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی عفی عنہ ۲۱ ذی قعدہ الحرام ۱۴۱۷ھ۔

وقف بل - ایک جائزہ:

۲۰ تا ۲۳ صفر ۱۳۷۲ھ - ۱۰ - ۱۳ نومبر ۱۹۵۲ء منعقد ہونے والے عرس قاسمی کے موقع پر جماعت اہل سنت اور بزم قاسمی برکاتی کے اجلاس بھی مارہرہ میں منعقد ہوئے۔ ان میں جمعیت العلماء ہند کے رکن مسٹر محمد احمد کاظمی کے پیش کردہ وقف بل اور قاضی بل پر غورو خوض ہوا۔ اس اجلاس میں حضرت والا نے دونوں بلوں کا ایسا تجزیہ پیش کیا جس سے ان بلوں کی خامیاں طشت از بام ہو گئیں اور ان کے تار و پور بکھر گئے۔ آپ نے ۱۹ تجاویز کے ذریعہ وقف بل کی خامیاں اجاگر کیں اور اسے ناقابل قبول قرار دیا۔ یہ تجاویز ۲۷ ۱۳۷۲ھ میں شائع وقف بل قاضی بل میں درج ہیں۔ تجویز [۱] کے ذریعہ آپ نے بتایا کہ اوقات کے قواعد و ضوابط ہماری فقہ کی کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں کسی نئے قانون کی کیا ضرورت ہے؟ آپ کے نزدیک ایسا قانون بنانا مسلمانوں کی مذہبی

عبادات میں ایک نئی مداخلت کرنا ہے جو ہمارے ملک کی مذہبی حکومت کے اصول کے ہرگز موافق نہیں ہے۔“ [ص ۳]

اس بل کے مطابق وقف بورڈ قائم ہونے تھے اور ان کے اخراجات اوقاف کی آمدنی سے ہی حاصل کرنے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ ”یہ اوقات کی گراں باری میں اضافہ کے علاوہ وقف کنندگان کے منشاء وقف کے صریح مخالف ہے۔ واقف نے مثلاً ایک سو روپیہ ایک مسجد کی تعمیر اور درستی روشنی وغیرہ کے لئے مقرر کر دیئے تھے۔ کاظمی وقف بل کے نفاذ کے بعد ان میں سے مثلاً پانچ سو روپیہ یا دس سو روپیہ بنام ٹیکس وغیرہ اس لئے لے جائیں گے کہ اس سے سکریٹری کلرک چپراسی وغیرہ اس عملہ کو تنخواہ اور سفر خرچ اور بھتہ وغیرہ دیا جائے گا جو بروئے وقف ایکٹ مقرر ہوگا۔ اس سے مسجد کی اس آمدنی میں کمی ہو جائے گی جو مسجد کی تعمیر و درستی و روشنی وغیرہ میں خرچ ہوتی تھی اور یہ خرچ واقف کی منشاء کے خلاف ہوگا جو ناجائز ہے۔“

ظاہر ہے کہ اس نکتہ تک وہی پہنچ سکتا ہے جو احکام شرع سے انتہائی واقفیت رکھتا ہو اور ان کے رموز و نکات سے کما حقہ واقف ہو اور آپ اسی منصب پر فائز تھے۔

اس بل پر آپ کا سب سے بڑا اعتراض یہ تھا کہ یہ بل سبھی غیر شیعہ کو سنی قرار دیتا ہے جبکہ حقیقت یہ نہیں ہے۔ ہر وہ شخص جو شیعہ نہیں ہے، لازماً سنی نہیں ہو سکتا ہے۔ سنی ہونے کے لیے مخصوص خیالات و نظریات کا پابند ہونا ضروری ہے۔ وہ تمام گروہ اور طبقے جو وہابی نظریات کے پابند ہیں، سنی نہیں مگر عموماً ان کا شمار غیر شیعہ ہونے کی بنا پر سنیوں میں کیا جاتا ہے۔

آپ نے اس بل کی مخالفت اس لئے بھی کی کہ نہ جانے کتنے اوقاف متقارب درگاہوں، خانقاہوں اور عرس و نیاز و فاتحہ کے لئے ہیں، جب کہ اس بل کے محرک افراد کے نزدیک یہ سب بدعت ہیں اور انہیں مٹانا ان کا فرض ہے۔ اس صورت میں وہ ان اوقاف کے ساتھ کیا سلوک کریں گے، وہ اظہر من الشمس ہے۔ تو پھر ان کی نگرانی اور قیادت میں بننے والے وقف بورڈ کیسے تسلیم کئے جاسکتے ہیں؟۔

غرض یہ کہ آپ نے اس بل کی تمام کمزوریوں اور خامیوں کا ایسا تجزیہ کیا ہے کہ

اسے پڑھ کر ہر شخص بل کو بیکار محض تصور کرے گا۔
قاضی بل:

وقف بل کے ساتھ ہی محمد احمد مسٹر کاظمی نے قاضی بل کا مسودہ بھی پیش کیا تھا۔ حضرت والا نے وقف بل کی طرح قاضی بل کی بھی بنیاد دی تھی اور اسے ناقابل عمل و ناقابل قبول ثابت کر دیا تھا۔

قاضی بل میں بھی وقف بل کی طرح شیعہ و سنی کا امتیاز تو باقی رکھا گیا لیکن سبھی غیر شیعہ حضرات کو سنی جانتے ہوئے سب کو ایک ہی لکڑی سے ہانکنے کا ارادہ ظاہر کیا گیا تھا۔ آپ نے اس کی مخالفت کرتے ہوئے فرمایا تھا:

”سنی کہلانے والے عقائد و عملیات میں باہم سخت مخالف فرقوں میں بھی جن کا وجود اس ملک میں ایک حقیقت واقعی ہے امتیاز قائم رکھنا، اس بل میں ضروری ہے ورنہ سنی مسلمانوں پر ان فرقوں کے قاضی وغیرہ کا تسلط و اقتدار قائم ہوگا جو ان فرقوں کے قاضی وغیرہ کا تسلط و اقتدار قائم ہوگا جو ان سنی مسلمانوں سے ان کے مذہبی دینی اصول و فروغ میں سخت مخالف ہیں۔ یہ اسلامی شریعت کی رو سے بھی ہرگز صحیح نہیں اور حکومت وقت کا بنیادی قانون بھی ایک فرقے کی دوسرے فرقے پر بغیر اس کی مرضی اور خوشی کے کوئی اقتدار اختیار بہ جبر زبردستی اس کے دین معاملات میں نہیں دیتا“۔ [ص ۱۸]

مسٹر کاظمی نے قاضیوں کے تقرر کے لئے اپنے ہم مسلک مدارس کے نام گوائے تھے جن کے فاضل علما کو قاضی مقرر کیا جاسکتا تھا۔ اس میں کسی سنی مدرسہ کا نام بھی نہ تھا، اسی لئے بھی حضرت والا نے اس کی مخالفت میں آواز اٹھائی تھی۔

اس بل نے نکاح و طلاق کے معاملات کو قانونی جکڑ بند یوں میں جکڑنے کی کوشش کی تھی۔ ظاہر ہے کہ اسلام نے نکاح و طلاق کے بنیادی اصول و قانون وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے ہیں۔ ان کی موجودگی میں کسی نئے قانون کی کہاں ضرورت ہے اور وہ بھی اس قانون کی جو اسلامی اصول و ضوابط سے الگ نئے رنگ کی قانونی جکڑ بندیاں پیش کرتا ہو۔

نکاح اسلام میں کسی نکاح خواں کی ضرورت نہیں ہے بلکہ کوئی بھی شخص ایجاب و قبول کرا سکتا ہے اور خطبہ نکاح پڑھ سکتا ہے بلکہ یہاں تک آزادی ہے کہ خود ہونے والے زن و شوہر گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کر سکتے ہیں جبکہ یہ بل نکاح خواں قاضیوں

کا تقرر کرتا تھا اور ان کی باقاعدہ فیس بھی مقرر کرتا تھا۔ ظاہر ہے کہ یہ غیر ضروری بار تھا اور اسلامی اصول کے خلاف بھی جس کی مخالفت ضروری تھی اور وہی حضرت والا نے کی۔

غرض یہ کہ آپ نے وقف بل کی طرح قاضی بل کی بھی بھرپور مخالفت کی۔ اس کے مضمرات سے حکومت کو آگاہ کیا اور عوام خصوصاً اہل سنت کو ان کی خامیوں، ان کے مضمرات اور ہونے والے نقصانات سے آگاہ کرنے کا فریضہ انجام تھا اور یہی آپ کا فرض منصبی تھا جسے آپ نے احسن طریقے سے ادا فرمایا۔ آپ کی بھرپور مخالفت اور ان کے خلاف قلمی جہ نے لوگوں کو بیدار کیا جس کا خاطر خواہ نتیجہ برآمد ہوا اور یہی مقصود بھی تھا۔

آپ نے دونوں بلوں کا جس قدر زرف نگاہی سے مطالعہ کیا تھا اور ان کی خامیوں و مضمرات کو جس قدر وضاحت و قطیعت سے بیان فرمایا تھا وہ آپ ہی کا حصہ تھا۔

۱۰۔ حضرت تاج العلماء کے مکاتیب کے چند نمونے

موجودہ زمانہ میں ٹیلی فون اور موبائل نے خطوط کی ضرورت و اہمیت بہت کم کر دی ہے لیکن ماضی قریب تک خطوط نگاری بھی ایک فن تھا جسے باقاعدہ پڑھا اور سیکھا جاتا تھا۔ اہم علماء، دانشوروں ادیبوں اور شاعروں کے خطوط شائع کئے جاتے تھے تاکہ نواآموز ان سے استفادہ کر سکیں۔ خطوط اپنے دور کے حالات و واقعات پر بھی روشنی ڈالتے تھے اور مکتوب نگار و مکتوب الیہ کی شخصیت و کردار کو بھی اجاگر کرتے تھے۔ غرض خطوط کی بڑی اہمیت ہوتی تھی خصوصاً اہم شخصیات، علماء و فضلا اور مرشدان کامل کے خطوط، مذہب و اخلاق اور پسند و ناصح کی تبلیغ و اشاعت کا ذریعہ بھی ہوتے تھے۔ اس ضمن میں حضرت تاج العلماء کے چند خطوط بھی بطور نمونہ پیش کئے جا رہے ہیں۔ یہ سبھی ملک العلماء مولانا محمد ظفر الدین قادری برکاتی رضوی کے نام ہیں۔ یہ خطوط اہلسنت کی آواز، اکتوبر ۲۰۰۳ء میں ڈاکٹر مولانا ارشاد احمد ساحل شہرامی [علیگ] کی ترتیب کے مطابق شائع ہوئے تھے۔

(۱) حضرت محترم دام کریم علیکم السلام!

آپ کا پہلا کرم نامہ کارڈ اور اس کے بعد تین روپیہ کا منی آڈر ملا۔ چون کہ کرم نامہ میں نام ”سید میاں“ لکھا تھا جو برخودار مولوی حافظ سید آل مصطفیٰ میاں سلمہ کا لقب ہے۔ اس لئے انھوں نے جو آپ کو جواب دیا ہوگا، غالباً اسی میں آپ کو ”اہلسنت کی آواز“

کے لئے تین روپیہ چندہ پیشگی بھیجنے کو لکھا، جس کا آپ نے منی آڈر بھیج دیا۔ میرے لئے یہ ذمہ داری پہلا تجربہ ہے اور اس حالت میں کہ مطبع بھی اپنا نہیں اور دوسرے مطبع والے ہم غرباء کے ساتھ لگیت و کانگریست و صلح کلیت کے جراثیم ان کے ارباب اختیار میں کچھ نہ کچھ ہونے کی بنا پر مخالفانہ اور حیلہ بازانہ پریشان کن اور زیر بار کرنے والا رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں جس سے اجراء و اشاعت رسالہ میں دیر لگ رہی ہے۔ جن صاحبوں نے پیشگی روپیہ بھیج دیا ان میں بے اطمینانی پیدا ہونے کا احتمال تھا، اس لئے میں آپ سے پیشگی ارسال کا مطالبہ نہیں چاہتا اور اب بھی آپ اجازت دیں تو وہ روپیہ واپس کر دوں اور رسالہ بعونہ تعالیٰ جاری ہونے پر جب آپ کے پاس پہنچ لے گا تو اس وقت آپ خود ہی بھیج دیں گے۔ گونا گوں دشواریوں کے باوجود متوکل علی، المولیٰ تعالیٰ ارادہ کر لیا ہے کہ جمادی، الاولیٰ کی ابتدا میں اہلسنت کی آواز کو جاری کر دیا جائے۔ پہلا حصہ چھپ گیا ہے اور دوسرا طبع کو بھیج دیا گیا ہے۔ سلسلہ مطبوعات جماعت دور جدید نمبر ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ جو تیار موجود ہے، ان کا ایک ایک نسخہ ذریعہ پیکٹ بلا قیمت حاضر کر رہا ہوں۔ رسید سے اور ان پر اپنی رائے سے بھی اگر مضائقہ نہ ہو تو مطبع فرمائیں۔ نمبر ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰ آپ کے پاس ہیں۔ باقی نمبر ابھی مختلف مطبعوں میں ہیں۔

رویت ہلال کے بارہ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ایک فتویٰ جو آپ کے کسی رسالے میں جس کا نام بھی نہیں چھپا ہوا، جس میں علامہ شامی کی اس عبارت کے متعلق تحقیق ہے کہ ماہ صیام و عیدین کے علاوہ دوسرے مہینوں کی رویت ہلال میں اختلاف مطبع معتبر ہے یا نہیں؟ میں نے دیکھا تھا۔ اس کا ایک نسخہ مجھے درکار ہے۔ قیمت اور محصول سے مطلع فرمائیے تو منی آرڈر سے حاضر کروں اور وہ فتویٰ مجھے بھیج دیا جائے۔

محمد میاں قادری

از مارہرہ، ۲۷ ربیع الآخر شریف ۱۳۶۵ھ دوشنبہ مبارکہ

(۲) مکرّمی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زادکر مکرم

پس از تسلیم معروض۔ کرم نامہ کل موصول ہوا۔ آپ کی ہمدردی کا منت پذیر ہوں۔ رسالہ برابر جاری رکھنے کا بعونہ تعالیٰ انتظام کر رہا ہوں اور اس کی مزید اصلاح و درستی کا بھی۔ اپنا قدیم مطبع صبح صادق سینٹاپور سے یہاں منگایا ہے تاکہ خود اپنے مطبع سے کام لوں۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ سب کچھ مولیٰ عزوجل کی مشیت و کرم اور اس کے حبیب اکرم علیہ

الصلوٰۃ والسلام کی رحمت عنایت پر منحصر ہے۔ خود پاشکتہ ہوں اور سرمایہ کی ضرورت اور چندہ مانگنا نہیں آتا اور مانگوں بھی تو جو چیز رسالہ پیش کرتا ہے اس کے قدر دان کے ہیں۔

برخوردار حسن سلمہ چند روز سے لکھنؤ سینٹاپور مطبع لانے اور دوسری ضروریات کے سلسلے میں گئے ہوئے ہیں۔ وہ چند روز میں ان شاء الکریم آتے ہیں تو ”صح التواریخ“ و سفوف حیات ان شاء الکریم ایک ساتھ بھجوا دوں گا۔ ویلیو کا مطالبہ بعض اوقات یہاں وصول نہیں ہوتا۔ مہینے گزر جاتے ہیں حالانکہ سامان مکتوب الیہ، مرسل الیہ کو مل چکا ہوتا ہے اور وہ رقم ادا کر چکا ہوتا ہے۔ اس وقت ضلع گیا کا ایک ویلیو تین ماہ سے گم ہے۔ مرسل الیہ کو شے مرسل مل گئی اور وہ مطالبہ دے چکا۔ لہذا اگر مناسب جائے تو دو روپیہ قیمت ”صح التواریخ“ اور آٹھ آنے قیمت سفوف حیات ۲۰ تولہ اور ایک روپیہ محصول وغیرہ کے لئے بھیج دیجئے منی آڈر سے، تو ذریعہ رجسٹری پارسل کر دوں۔ اگر کچھ آنے اور برآمد ہوں گے تو بعد کو اس کے ٹکٹ بھیج دیجئے گا۔

محمد میاں قادری

از مارہرہ (۲۸-۳-۱۳۶۶ھ)

(۳) مکرّمی محترّمی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زادکر مکرم

پس از سلام مسنون! بفضلہ تعالیٰ بخیر ہوں، آپ کے لئے دعائے خیر کرتا ہوں، بیس روز کے سفر کانپور کے بعد تین چار روز ہوئے مارہرہ پہنچا۔ قلمی سوانح اعلیٰ حضرت قدس سرہ، کا پیکٹ رجسٹری شدہ آپ کا فرستادہ موصول ہوا۔ ان شاء المولیٰ تعالیٰ حتی الوسع اسے جلد نقل کرا کر واپس کرتا ہوں۔ رسالہ نمبر ۱۰ بھی طبع ہو کر آ گیا ہے۔ وہ بھی ان شاء اللہ عنقریب بھیجتا ہوں۔

ایک امر ضروری یہ ہے کہ برخوردار مولوی حافظ آل مصطفیٰ سلمہ کا لقب سید میاں ہے۔ وہ مخاطبات و مکاتبات میں اس سے معروف بھی ہیں۔ آپ میرے لئے اپنی بعض تحریرات میں یہی سید میاں لکھ دیتے ہیں، اس لئے وہ تحریرات مجھے نہیں ملتیں۔ براہ عنایت یاد کر کے میرا نام سید محمد میاں قادری لکھا کیجئے۔ سید محمد میاں قادری ۲۶-۵-۱۳۶۶ھ شنبہ

(۴) مکرّمی مولوی ظفر الدین صاحب قادری رضوی دام کرم مکرم

وعلیکم السلام!

مع الخیرہ کروا ہاں عافیت ہوں۔ کرم نامہ ملا۔ امید ہے کہ بکرمہ تعالیٰ آپ کا معاملہ ملازمت آپ کے حسب دلخواہ بخیر و عافیت طے ہو چکا ہو گا۔ مجھے بھی مطلع فرمائیے۔ وہابیہ ہم غربائے اہل سنت کے قدیمی دشمن تو ہیں ہی مگر اس وقت جو موقع ان کو ہمارے ساتھ اپنی اس عداوت کے نکالنے کا اور مزید ملا، یہ لیگ اور اوس کے پاکستان کے اودھم کا رد عمل اور غمناک ہے جسے آپ کی مراد آبادی سنی کانفرس نے محض بزدل برستی شرعی فقہی پاکستان کا لبادہ اوڑھا کہ عوام اہلسنت کے سامنے پیش کر کے اون کو لیگ کے جہنم میں جھونکا تھا۔ اور دیکھئے ابھی اور آگے آگے کیا ہو۔ آپ نے یہ شعر تحریر فرمایا کہ۔

فکر مادر کارما آزار ما

کار ساز ما بہ فکر کار ما

میرے حضرت مرشد برحق والد قدس سرہ العزیز اس کے آخر مصرعہ کو یوں پڑھا کرتے تھے کہ ”کار ساز ما بساز دیا بساز کار ما“ آپ تو خود عالم و فاضل ہیں۔ مجھے بتائیے، کیا کار ساز حقیقی عم نوالہ کے لئے فکر کے اطلاق میں شرعاً کوئی محد و نہیں؟ اوپر کے معروضات سے مقصود آپ پر کوئی طعن بے جا نہیں بلکہ آپ کی خیر خواہی اور اپنی معلومات میں مزید اضافے کی طلب گاری ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی سوانح مبارکہ جہاں تک بھی تحریر فرمائی ہے۔ اگر مجھ پر طمانیت ہو تو مجھے رجسٹری کرا کر روانہ فرمادیں اور اجازت دیں کہ میں اوس کی نقل بھی اپنے لئے حتیٰ الواسع کم از کم زمانہ میں طیار کرا لوں اور پھر آپ کو واپس کروں۔ اس کے معائنہ کے بعد میں یہ عرض کر سکوں گا کہ آیا میں اوس کا انتظام طبع و اشاعت کر سکتا ہوں یا کیا؟ جواب کا منتظر ہوں گا۔

محمد میاں قادری مارہرہ (۱۲/۴/۱۳۶۸ھ جمعہ

(۵) مکرئی مولوی محمد ظفر الدین صاحب قادری رضوی زاد کر مکم:

علیکم السلام ورحمۃ المولیٰ تعالیٰ وبرکاتہ!

بفضلہ تعالیٰ بخیر ہوں۔ آپ کے لئے خیر و عافیت کا طالب۔ کل آپ کا کرم نامہ ملا۔ میں آپ کے مقصد کے لئے روز دعا کرتا ہوں۔ مولیٰ تعالیٰ آپ کو..... ان کے مقابلے فتح و نصرت بخشے آئیں۔

مولوی مصطفیٰ رضا خان صاحب سے ملنے کے لئے آپ کا بریلی آنا، نہ معلوم کب

ہوا اور پھر یہاں آسکنا نہ معلوم کب؟ ادھر میرے حالات بھی اسبابی لحاظ سے روز متغیر ہونے کا احتمال ہے۔ نقل و کتابت وغیرہ کی جو سہولت آج ہے، معلوم نہیں کہ وہ کل بھی رہے یا کیا ہو؟ لہذا اگر کوئی مضائقہ نہ ہو تو آپ سوانح اعلیٰ حضرت قدس سرہ مجھے بیمہ کر کے بھیج دیجئے۔ مصارف سے مجھے مطلع کیجئے تو میں دیدوں گا اور یہ اجازت دیجئے کہ اوس کی نقل میں اپنے لئے کر لوں۔ معائنہ اور نقل کے بعد مطلع کر سکوں گا کہ میں اس کی طبع و اشاعت میں کیا مدد کر سکتا ہوں۔ رہا بنظر اصلاح دیکھنا سومن آئم کہ من دانم۔ بہر حال وہ زیر نظر تو آئے گی ہی۔ اگر کوئی محل تاویل ہو تو آپ سے اسے حل کر لوں گا۔

محمد میاں قادری از مارہرہ (۲۰/۴/۱۳۶۸ھ شنبہ)

(۶) مکرئی مولوی ظفر الدین صاحب قادری رضوی دام کر مکم:

علیکم السلام!

پس از تسلیم مسنون مدعا نگار۔ آپ کے دو کرم نامے کارڈ کیے بعد دیگر موصول ہوئے، میں نے کتاب کے وصول پر جواب کو ملتوی رکھا۔ آج دوشنبہ ۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ کو بیمہ شدہ پارسل سے حیات اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اصل مسودہ موصول ہوا اور میں نے ایک بالکل سرسری نظر میں اسے دیکھا بھی۔ ان شاء المولیٰ شروع تو آج ہی سے کئے دیتا ہوں اور مطالعہ کامل کے بعد یہ بھی اپنے ذرائع اور رسائل کے لحاظ سے طے کروں گا اور آپ سے بھی عرض کر دوں گا کہ میں اس کی اشاعت میں کیا اعانت کر سکتا ہوں۔ فی الحال یہ کارڈ بطور رسید روانہ ہے۔

آپ کے پرنسپل کے عہدے پر مستقل ہو جانے کے لئے برابر دعا کر رہا ہوں کہ مولیٰ تعالیٰ وہابیہ ملاعنہ کوان کے اس ناپاک مقصد میں ناکام کرے اور آپ کو آپ کے مبارک مقصد حمایت اسلام و سنیت میں کامیاب کرے۔ آمین بجاہ الحبيب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام علی آلہ واصحابہ۔

محمد میاں قادری

از مارہرہ (۶ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ شنبہ)

مندرجہ بالا خطوط ۱۳۶۵ھ اور ۱۳۶۸ھ کے درمیان لکھے گئے ہیں۔ ان خطوط سے آپ کی مکتوب نگاری پر ہی روشنی نہیں پڑتی بلکہ یہ بھی معلوم ہوتا ہے آپ ایک عظیم

۱۱- حضرت تاج العلماء کا ذوق شعری:

حضرت تاج العلماء نے اپنی متعدد مصروفیات اور نثری کاوشوں کے ساتھ ذوق شعری کا بھی مظاہرہ کیا ہے۔ شعر و شاعری ان کا مقصود بالذات نہیں بلکہ اپنے واردات قلبی، احساسات و تاثرات کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اسی لئے نثر کے مقابلے میں ان کی نظم بہت کم اور مختصر ہے۔ بہر حال! ان کے یہاں جمالیاتی ذوق موجود ہے اور اسی نے انہیں شعر کہنے پر مجبور کیا ہے۔ ان کا کلام سادگی و پرکاری، جوش و جذبات، نکھرے انداز، روانی و برجستگی سے عبارت ہے۔ انھوں نے برادر اکبر کے نام اور تخلص کو ہی اپنا تخلص بنالیا تھا۔ انھوں نے بھی اپنا تخلص فقیر ہی رکھا تھا۔ غالباً انھوں نے مجموعہ کلام شائع نہیں کیا تھا۔ البتہ ایک مسدس ”شوکت اسلام“ کے نام سے شائع ہوا تھا اور ایک مثنوی روزہ و رمضان کے فضائل میں۔ ان کے کلام کے نمونے ملفوظات مشائخ مارہرہ اور تاریخ خاندان برکات میں ملتے ہیں۔ انھیں سے آپ کے شاعرانہ کمالات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ انھوں نے اپنے دادا حضرت محمد صادق اور اعلیٰ حضرت امام رضا قدس سرہما کی منقبت میں چند اشعار کہے ہیں، ان کے علاوہ چادر گل، چادر نجدی دور کے مظالم کی دردناک داستان، وغیرہ آپ کی نظمیں ہیں۔ چند دستیاب نمونہ کلام حسب ذیل ہے:

(۱) مدح حضرت سید شاہ محمد صادق قدس سرہ

معدن حلم و حیا شاہ محمد صادق منبع صدق و صفا شاہ محمد صادق
نذر لایا ہے عقیدت کی فقیر قاسم ہو قبول اس کو عطا شاہ محمد صادق

(۲) مدح اعلیٰ حضرت امام رضا قدس سرہ

شیخ بزم اولیاء احمد رضا نور و چشم اتقیا احمد رضا
دین احمد کا مجدد بالیقین سچا عبدالمصطفیٰ احمد رضا
فضل غوث اعظم و بوالفضل سے دونوں کا مظہر بنا احمد رضا
علم تیرا بحر نا پیدا کنار ظل علم مرتضیٰ احمد رضا
تری الفت میرے مرشد نے مجھے گھٹی میں ہے دی پلا احمد رضا
لاکھ حاسد کچھ بکین لیکن فقیر تیرا تیرا ہے ترا احمد رضا

شخصیت کے مالک ہونے اور ایک بڑی درگاہ کے سجادہ نشین ہونے کے باوجود ایک عالم و فاضل کو کس طرح مخاطب کرتے ہیں۔ ان خطوط سے آپ کے انکسار، ”حیات اعلیٰ حضرت“ سے آپ کی دلچسپی، معاملات کی صفائی، اس دور کے سیاسی حالات سے نہ صرف باخبری بلکہ ان کے متعلق ایک واضح رائے بھی چلتا ہے۔ ایک معروف شعر کا مصرعہ ثانی آپ کو شرعی نقطہ نظر سے محل نظر معلوم ہوتا ہے تو اس کا اظہار بھی فرماتے ہیں مگر اس طرح کہ ناقل کو یہ محسوس نہ ہو کہ اس پر اعتراض یا طعن کیا جا رہا ہے یا اپنے پندار علم کا مظاہرہ ہو رہا ہے۔ اس کے برعکس آپ نے اپنے عجز و انکسار کا اظہار فرماتے ہوئے تحریر کیا..... ”اوپر کے معروضات سے مقصود آپ پر کوئی طعن بے جا نہیں بلکہ آپ کی خیر خواہی اور اپنی معلومات میں مزید اضافے کی طلب گاری ہے۔“

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے جناب ساحل شہسرامی نے کیا خوب کہا ہے.....

”اگر اصلاح کا یہ تعمیری رنگ آج اپنا لیا جائے تو نہ جانے کتنے بے جا مخصوص سے نجات مل جائے، معاملات بگڑنے سے بچ جائیں اور امت انتشار کا شکار نہ ہو۔ اس طرز اصلاح کا خاص فائدہ یہ ہوتا ہے کہ مخاطب کے دل پر خراش نہیں آتی اور وہ ناقد کو معاند کے بجائے ہمدرد تصور کرتا ہے۔“ [اہلسنت کی آواز۔ ص ۳۹۳، اکتوبر ۲۰۰۳ء]

صرف ایک ہی شخصیت کو مخاطب کر کے صرف چار سال کی مدت میں لکھے گئے یہ چند خطوط آپ کے اسلوب مکتوب نگاری کو واضح کر دیتے ہیں، حالانکہ آپ نے مختلف اوقات میں بہت سے لوگوں کو خطوط ارسال کئے ہوں گے اور ان میں مختلف امور و معاملات کا ذکر ہوگا، پند و نصائح بھی ہوں گے اور حالات حاضرہ پر تنقید و تبصرہ بھی۔ یقیناً اسلوب نگارش یہی رہا ہوگا جس میں نہ پندار علم ہے، نہ شخصیت کی عظمت کا احساس دلانے کی کوشش بلکہ حقیقی درویشانہ عجز و انکسار اور مکتوب الیہ کی خیر خواہی کا جذبہ نیز خلوص و لہجیت، حق گوئی و بے باکی، رضائے الہی کی طلب، صاحبان علم و فضل کا اعزاز و اکرام ان خطوط کے لفظ لفظ سے ظاہر ہو رہے ہیں۔

غرض یہ کہ آپ کے تمام خطوط اگر پیش نظر ہوں تو یقیناً خاصے کی چیز ہوں گے اور آپ کی شخصیت کی عظمت و رفعت کو اجاگر کرنے کا ذریعہ بھی۔

چادر گل

آج کس شان سے آئی ہے یہ پیاری چادر
کیوں نہ کھل جائیں اسے دیکھ کے دل کے غنچے
غلغلہ نعت کا برپا ہے تو ہے حمد کا شور
اس کا سایہ نہ لیں کیوں سر پہ عقیدت والے
ہو ردائے نبوی سایہ کنناں اس پہ ہمیش
چادر گل ہے کہ ہے باغ میں جنت کے کلی
مست بوجھوم کے ہوتی ہے ہزار اس پہ نثار
بات جب ہے کہ فقیر آئے ادھر سے یہ صدا

چادر

ہے سر پہ مرشد عالی تبار کی چادر
بڑھتی آنکھوں میں ہے نور اور دلوں میں سرو
شعار حق ہیں جو بے شبہ اولیائے کرام
جہاں میں عشقی و عینی کے نور کے جلوے
ہے اچھے سترے کے فیض و کرم سے مالا مال
ہیں شاد آج حضور امیر عالم بھی
ہیں شاد شاد بہت حضرت صادق
ہے نور حضرت نوری میاں کا اس سے عیاں
ہے جھوم جھوم کے نغے سنار ہی یہ ہزار
نگاہ اہل سنن میں تو ہے یہ چادر گل

۱۲- اختتامیہ:

مذکورہ بالا ہمہ جہت عنوانات و موضوعات سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ایک بڑی درگاہ کے سجادہ نشین، اپنے وقت کے بہت بڑے مرشد ہزار ہا لوگوں کے مرکز عقیدت عابد و ساجد، زاہد و ذاکر کی شخصیت اور کارنامے کس قدر ہشت پہلو و ہمہ گیر تھے۔ اس سب پر

مستزاد یہ کہ انھوں نے اپنے جانشین کے طور پر حضرت احسن العلماء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ کی اس طرح تربیت کی اور انھیں اس منزل پر پہنچایا جہاں سے انہوں نے سلسلہ برکات تیرہ کو چار دانگ عالم میں مشہور و معروف کر دیا اور اس کی شہرت و عظمت میں چار چاند لگا دیئے۔ خود یہ مجلہ انہیں عظیم المرتبت ہستیوں کی یادگار ہے۔

مزید برآں حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ نے اپنی جانشینی و قائم مقامی اس فرد وحید کے لئے چھوڑی ہے جو ”اگر پدر نتواند پسر تمام کند“ کے مصداق سلسلہ عالیہ قادریہ برکات تیرہ کو بین براعظمی بنانے میں مشغول ہیں اور ”البرکات“ کے نام سے ایسے پائیدار و دیر پا ادارے قائم کرنے میں مصروف ہیں جن کے اثرات اور خدمات صدیوں تک محسوس کی جائیں گی۔ اللھم زد فزد۔ آمین بجاہ سید المرسلین و امام المتقین صلی اللہ تعالیٰ وآلہ واصحابہ اجمعین۔

حضرت تاج العلماء قدس سرہ کے دونادرونیاب قطعات

حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

خانقاہ برکات کے بزرگوں میں چودہویں صدی عیسوی کے آخری نصف میں سید الانفرا تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول فخر العالم محمد میاں قدس سرہ (امام اہلسنت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمہ ورضوان اپنے خطوط میں حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ ورضوان کو اسی طرح مخاطب کرتے تھے) نے خانقاہ برکات کا پیغام ہر خاص و عام تک جس شدت و استقامت کے ساتھ پہنچایا، وہ شرف ان کے ہم عصروں میں کسی کو حاصل نہیں ہوا۔ اپنے علم اور قلم، تقویٰ اور استقامت اور دین متین میں راسخ عقیدے کے باوصف ان کی ذات سب کے درمیان رہتے ہوئے بھی تنہا نظری آتی ہے اور یہ تنہائی اکیلے پن سے نسبت نہیں رکھتی بلکہ امتیاز کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔

”خاندان برکات“ میں اپنی پیدائش کے بارے میں خود رقم طراز ہیں:

”فقیر کی ولادت تیس رمضان المبارک ۱۳۰۹ھ میں اپنے جد امجد قدس سرہ کے دولت خانے واقع محلہ تام سین گنج ضلع سیتا پور میں ہوئی۔“

درسیات مروجہ مختصرہ فارسی اپنے والد ماجد اور منشی فرزند حسین اور مولوی میاں جی رحمت اللہ صاحب مارہروی سے پڑھیں۔ درسیات مروجہ درس نظامی، عربی، فقہ اور اصول فقہ و صرف نحو معنی و بیان اور منطق و فلسفہ و عقاید کلام و تفسیر و حدیث اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ اسماعیل حسن صاحب علیہ الرحمہ ورضوان، مولوی سید حیدر شاہ صاحب پشاور وری اور مولوی غلام رحمانی صاحب ولایتی اور حافظ امیر اللہ صاحب بریلوی اور مولوی عبدالمقتدر صاحب بدایونی سے پڑھیں۔

حضور تاج العلماء کو بیعت طریقتہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں اور دیگر سلاسل عالیہ نقشبندیہ ابوالعلائیہ وچشتیہ نظامیہ سہروردیہ جدیدہ و قدیمہ میں اجازت و خلافت اور بعض دیگر سلاسل اور جملہ اوراد واذکار اشتغال و اعمال و وظائف و احادیث شریف و قرآن مجید اور مصنفات وغیرہ روغیرہ کی اجازت اپنے والد ماجد حضرت ابوالقاسم حضرت سید اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب علیہ الرحمہ ورضوان اور حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ سے تھیں۔ شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی برکاتی اپنے مضمون ”حضرت احسن العلماء علیہ الرحمہ ورضوان کا مختصر تعارف“ (اہل سنت کی آواز جلد ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء) میں حضور تاج العلماء کی اجازت و خلافت کے بارے میں رقم طراز ہیں:

”سلسلہ برکات کی تمام شاخوں کے مشائخ سے حضرت تاج العلماء قدس سرہ کو اجازتیں تھیں جن کی تفصیل بہت طویل ہے۔ یوں کہتے کہ حضرت صاحب البرکات قدس سرہ سے جو فیض کی نہریں نکلیں وہ مختلف شاخوں میں پھیلیں پھر سب سمٹ کر حضرت تاج العلماء قدس سرہ میں جمع ہو گئیں۔“

حضور تاج العلماء نے اپنے والد ماجد کی وصیت اور اپنی صواب دید کے مطابق وہ تمام اجازتیں اور خلافتیں اپنے حقیقی بھانجے جو ان کے بنی اعمام سے بھی تھے یعنی حضرت احسن العلماء سراج الاصفیاء سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ کو اپنا سجادہ نشین و وصی مقرر کر کے عطا کر دیں اور اپنی تمام املاک و مناصب کا متولی و جانشین بنایا اور یہ سب کچھ حضور تاج العلماء سراج العرفاء علیہ الرحمہ نے اپنی حیات مبارک میں ہی کر دیا تھا۔ اب وہ برکاتی فیض، حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ ورضوان کے وصال کے بعد ان کے فرزند اکبر امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی کے ہاتھ تقسیم ہو رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت، حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ سے بہت محبت فرماتے تھے۔ کانگریس اور خلافت تحریک کے معاملے و مسائل میں امام اہل سنت نے حضرت تاج العلماء کی علمی خدمات کا فائدہ اٹھایا جو ان کا حق بھی تھا۔ اعلیٰ حضرت کی حیات مبارکہ میں ہی حضرت تاج العلماء علیہ الرحمہ ورضوان نے کانگریس اور تحریک خلافت کے زور کو توڑنے کے لیے جو جماعت مبارکہ انصار الاسلام بریلی شریف میں قائم ہوئی تھی، اس کے افتتاحی جلسے میں خطبہ صدارت پڑھا تھا جسے بعد میں انہوں نے ایک رسالے کی شکل میں بھی شائع

کیا۔ (۲۲/ شعبان المعظم ۱۳۳۹ھ)

ان کی عمر اس وقت تقریباً ۳۰ برس کی تھی۔ دینی معاملات پر امام اہل سنت علیہ الرحمۃ والرضوان اور ان کے پیر خانے کے روشن چراغ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان میں بہت خط و کتابت ہوتی تھی جو بفضلہ تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ جب کسی خاندانی معاملے میں کوئی نزاع پیدا ہو جاتا تو حجۃ الاسلام حضرت حامد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان، حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کو ہی اپنا ثالث بناتے تھے۔

تاج العلماء علیہ الرحمۃ نے لگ بھگ ۴۲ کتابیں اور رسالے تصنیف کیے۔ شعر گوئی میں بھی ان کو ملکہ حاصل تھا لیکن یہ فن انہوں نے خدمت دین کے لیے وقف کر دیا تھا۔ عقاید اہلسنت کے موضوع پر ان کی طویل نظم ”شوکت اسلام“ نے اکابر علمائے کرام سے بھی سند تحسین پائی۔

ان کا کارنامہ یہ بھی تھا کہ وہ اپنے خانقاہ و خانوادے کو ہر طرح کی آلائشوں سے محفوظ رکھنے کے لیے زندگی بھر کوشاں رہے اور زندگی بھر مسجد و درگاہ خانقاہ کی خدمت کو اپنا مشن بنائے رکھا۔ دین کے معاملے میں وہ بڑے سے بڑے کی داب نہیں کھاتے تھے۔ اب ان کے دو قطعات کا ذکر اور ان کی شان و رود بیان کی جا رہی ہے۔

(۱)

حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ کی حیات مبارکہ کے آخری دنوں مسجد شریف برکاتی کا ایک گنبد شہید ہو گیا۔ اس سے پہلے بھی ایک گنبد کی بہ صرفہ کثیر مرمت کراچکے تھے۔ اس بار بھی خدا تعالیٰ نے یہ خدمت ان ہی سے لی۔ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کا وصال شریف ۲۴ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ کو ہوا۔ اس سے چند ہی روز پہلے گنبد شریف کی تعمیر جدید مکمل ہوئی تھی۔ وصال سے صرف ۱۸ روز پہلے تحریر فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۶ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ شب جمعہ میں اپنے مکان زنا نہ واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ میں میں نے مسجد شریف برکاتی تعمیر جدید کے لیے یہ قطعہ تاریخ نظم کیا:

مسجد برکاتی کے بنوائے گنبد میں نے اب وہ اور میں سب ہی رہیں محفوظ سب آفات سے ورثہ آبا میں ہیں مجھ کو ملیں یہ خدمتیں زندگی میری رہے آباد ان خدمات سے ہے ابوالفضل آل احمد کا عبادت خانہ یہ فضل حق سے دیں وہ حصہ اب مجھے حسنات سے کہدے برجستہ یہ اب تاریخ میں اس کے فقیر فضل سے حق کے ملیں گی ”برکتیں برکات سے“ محمد میاں

تاریخی شعر کہنا کس قدر مشکل کام ہے یہ وہی استاد شعر ا جانتے ہیں جو اس مرحلے سے گزر چکے ہیں۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کا کمال یہ تھا کہ نہ صرف یہ کہ انہوں نے تاریخی قطعہ کہا بلکہ شعر تاریخ میں حضرت اچھے میاں صاحب کا نام نامی بھی لے آئے۔ یعنی حضرت شمس الدین ابوالفضل سید شاہ آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ ورضوان کے نام پاک کا ایک حسین حصہ یعنی فضل۔ یہ اس لیے اور بھی اچھا لگتا ہے کہ مسجد برکاتی خانہ عبادات ابوالفضل اچھے میاں کہلاتی ہے اور اس پر کتبہ بھی ان کے نام کا لگا ہے۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ نے اس کا اہتمام بھی کیا کہ تاریخ کے شعر میں امام سلسلہ برکاتیت سلطان العاشقین قدوة السالکین حضرت سیدہ شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام نامی اسم گرامی بھی آجائے جن کے فیض کے دریا کی لہریں خانقاہ و خانوادہ و سلسلہ برکات میں رواں دواں ہیں۔

حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس تاریخی قطعے میں ایک شعر اور کہا تھا لیکن اس کو قلم زد فرمایا تھا۔ اس کا ذکر بھی ضروری ہے۔

فضل حق و فضل احمد سے دیا ابوالفضل نے

اچھا حصہ مجھ کو بھی خیرات اور حسنات سے

اس شعر کو قلم زد کرنے کی وجہ میری ناقص عقل میں یہ آئی ہے کہ اس کے مصرع ثانی میں خیرات کا لفظ آ جاتا ہے اور حضور تاج العلماء کی احتیاط کا تقاضہ تھا کہ ایک نسبی سید یعنی اپنے واسطے اس لفظ سے پرہیز کریں۔

(۲)

حضور تاج العلماء اپنے وصال سے ۱۵ روز پہلے رقم طراز ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حافظ ظہیر الدین سلمہ اللہ تعالیٰ کے حفظ قرآن مجید کے ختم کا قطعہ تاریخ

۹ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ دو شنبہ مبارکہ۔

لہ الحمد ظہیر الدین پر
حق و احمد کے یہ احسان ہوئے
خیر و خوبی سے کلام حق کے
حفظ کر لینے کے سامان ہوئے
فکر تاریخ ہو گر تجھ کو فقیر
کہہ وہ اب حافظ قرآن ہوئے

۱۳۷۵ھ

حافظ ظہیر الدین صاحب مدیر استقامت کا بچپن اور لڑکپن اور شروع جوانی کا حصہ خانقاہ برکاتیہ میں ہی گزرا۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ ان کو قرآن عظیم کا درس دیتے تھے اور حتی المقدور ان کی کفالت فرماتے تھے۔

حافظ ظہیر الدین صاحب مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ بھی ان کا درس قرآن سنا کرتے تھے۔ حضرت تاج العلماء نے درس قرآن عظیم کے علاوہ حافظ صاحب موصوف کو قلم کا ہتھیار بھی عطا فرمایا۔ تحریر نویسی کی ابتدا اور مشق کا کام خانقاہ برکات میں ہوا اور ایسے جید بزرگ کے ہاتھوں ہوا کہ حافظ ظہیر الدین مدیر استقامت نے انگریزی محاورے کے مطابق پھر پیچھے پلٹ کر نہیں دیکھا۔ سنی دنیا کے صحافت میں زبردست نام کمایا، ملت کو کئی اہم کتابیں جیسے رسول عربی نمبر، مفتی اعظم نمبر اور تحفظ عقاید نمبر دیئے۔ ساتھ ہی ساتھ استقامت اخبار اور ڈائجسٹ سا لہا سال شائع کر کے دین و سنت کی خدمت کی۔ اپنے مرشد گرامی اور ان کے سجادہ نشین سے ان کی عقیدت کا یہ عالم ہے کہ اپنی سا لہا سال کی کاوش ”تحفظ عقاید نمبر“ انہوں نے حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ اور حضور

احسن العلماء کے نام انتساب فرمایا۔ انتساب ان کی عقیدت و محبت کے علاوہ غالباً اس فیض و برکت کے تئیں ان کا خراج عقیدت بھی ہے جو انہیں خانقاہ برکاتیہ کے ان بزرگوں سے ملا۔

(۳)

حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ و رضوان اپنے وصال شریف سے کئی مہینے پہلے سے علیل تھے۔ حیرت ہوتی ہے کہ اپنے وصال سے صرف ۱۸/ یوم اور ۱۵/ یوم قبل کس طرح انہوں نے اتنے عمدہ، برجستہ، شعریت اور معنویت سے بھرپور تاریخی قطعات کہے ہوں گے۔ دراصل یہ ان کی روحانی قوت تھی جو زندگی بھر ان سے دین متین اور مذہب مہذب اہل سنت کی خدمت کراتی رہی اور وقت آخر بھی ان کا فن شعر گوئی خدمت دین میں صرف ہوا۔ کہاں ہیں اب ایسے ولی کامل اور عارف باللہ حضرات۔ اب چشم بصارت انہیں کہاں تلاش کرے؟

لیکن کوئی چپکے چپکے کہتا ہے کہ وہ اب عالم فانی میں اپنی ظاہری شکل و صورت میں بے شک نہیں لیکن ان کی روحانیت موجود ہے جو ان کی خانقاہ، ان کے خاندان، ان کی آل، ان کے مرید و متوسلین اور عقیدت مندوں کو اب بھی سرشار کیے ہوئے ہے۔

تجدید بزم اور بزم کے شعبے:

حضرت سیدی تاج العلما نے اپنے والد ماجد قدس سرہ العزیز کے قائم فرمودہ اس ادارہ کی گویا تجدید کرتے ہوئے جمادی الاولیٰ ۱۳۶۸ھ میں اس کا نام مبارک بزم قاسمی برکاتی رکھا اور ادارہ مبارکہ و بزم مبارک کی مخلصانہ خدمات اسلام و مسلمین کے اجزاء و تبلیغ نشر و اشاعت کے بفضلہ تعالیٰ متعدد شعبے قائم فرمائے، جن کے نام آگے درج کئے جاتے ہیں [۱] دارالاشاعت برکاتی [۲] دارالافتاء خانقاہ برکاتیہ [۳] دارالتصنیف والتالیف [۴] رسالہ مبارکہ اہلسنت کی آواز جواب بھی سالانہ شمارہ کی شکل میں آپ کے سامنے ہے [۵] دارالعلوم قاسم البرکات واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ جو اس وقت بھی حفظ و قرأت کی تعلیم دے رہا ہے۔ [۶] مطبع صبح صادق، جو قانونی مجبوریوں کی وجہ سے بند کر دیا گیا [۷] مخزن البرکات یعنی خانقاہ عالیہ برکاتیہ قاسمیہ میں محفوظ رکھی جانے والی علوم و فنون کثیرہ میں کثیر قلمی و مطبوع کتابوں اور تحریرات پر مشتمل کتب خانہ۔

بزم کی خدمات کی مختصر تفصیل:

اس مبارک ادارہ نے جس کا نام بزم قاسمی برکاتی ہے، تقسیم ہند کے وقت، خلافت گاندھوی، دوسرے فتنہ ارتداد کے زمانہ میں، نجدی سعودی کے ظہور کے ایام میں اور ان کے بڑے بڑے فتنوں کے دم چھلے فتنوں مثلاً دریابادی فلسفی کا فتنہ، نگار فچوری کا فتنہ وغیرہ کے زمانہ میں بعونہ تعالیٰ اسلام و مسلمین و مذہب اہلسنت و شریعت مطہرہ اسلامیہ کی حمایت و حفاظت اور کفر و شرک و بدعت و بطلان کے رد اور مخالفین دین و مسلمین کی مدافعت میں کثیر خدمات حتی الوسع ہر طرح انجام دیں۔ بکثرت کتابیں اشتہارات وغیرہ بغیر قیمت بلکہ محصول ڈاک وغیرہ بھی اپنے پاس سے ادا کر کے شائع کیں۔ متعدد اخباروں میں مضامین شائع کروائے، بکثرت تبلیغی جلسے اور بیانات مقامات دور و نزدیک میں اپنے اثر اور مصارف سے کوئی عام چندے کا دھندا کھولے بغیر بفضلہ تعالیٰ کا میابی کے ساتھ منعقد کئے، بکثرت فتاویٰ جاری کئے، بکثرت نجی خطوط اور نجی مجالس مخصوصہ کے ذریعہ سے کثیر مسلمانوں کی صحیح سچی دینی و دنیوی رہنمائی کی اور جب مرتدین و مبتدعین کی ملعونہ نام نہاد مسلم لیگ کا فتنہ زور شور سے ابھرا اور مراد آبادی آل انڈیا سنی کانفرنس اور اس کی شاخیں بھی لیگ

خدمات دینی سیدی تاج العلما رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر علیم الدین قادری برکاتی، کاسخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میرے مرشد حقیقی سیدی سندی مولائی و لجنائی مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سراج العرفاء تاج العلما مارہروی رضی اللہ عنہ نے اپنے والد ماجد قبلہ و کعبہ حامی سنت حاجی بدعت مجدد برکاتیت حجتہ المصلین سند التوکلین سید العارفین زبدۃ الواصلین مولانا مولوی حافظ قاری حاجی سیدنا ابوالقاسم اسماعیل حسن صاحب قادری برکاتی آل احمدی رضی اللہ عنہ تاجدار مسند غوثیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ نے جو کام شروع کئے ان کو سیدی تاج العلما نے جاری رکھتے ہوئے خود بھی بہت سے کارہائے نمایاں انجام دئے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

بزم مبارک کی ابتدا:

اس کا آپ کے والد ماجد رضی اللہ عنہ نے آغاز فرمایا جس کا سن آغاز ۱۳۲۹ھ تھا۔ اس کے مقاصد مفید دینی و دنیوی خدمات اسلام و مسلمین خصوصاً برادران طریقت و ابستگان قادریت برکاتیت کیلئے خاص طریقہ پر آغاز فرماتے ہوئے گویا ایک دینی ادارہ کی بنیاد رکھی اور نام و نمود اور دنیا میں شہرت اور پروپیگنڈے سے اعراض فرماتے ہوئے کام سے کام رکھا اس ادارہ کی خدمات اسلام و مسلمین کا اجراء براہ راست مستقلاً آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ مارہرہ مطہرہ سے بھی ہوتا رہا اور اس طرح بھی کہ جس وقت بیرونی ادارہ کی سنیت اور خدمات دین و شریعت پر اطمینان حاصل ہوا، اس کی دامن درمے سخنے امداد و اعانت وغیرہ مالی قوی عملی کی جاتی رہی۔ اس سلسلے میں جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی، انجمن نعمانیہ لاہور اور انجمن ہدایت اسلام مالگاہوں اور انسداد فتنہ ارتداد کے لئے قائم شدہ مرکز فود اسلام آگرہ اور جماعت انصار الاسلام بریلی اور مدرسہ عین العلوم گیا کے نام سے جو اپنے اپنے وقتوں میں اہلسنت کے ادارے رہے، ان کی حتی الوسع ہر طرح کی اعانتیں یہاں سے ہوتی رہیں۔

کی حمایت میں اپنی مردانیت کا اظہار کرتے ہوئے بکثرت عوام ناواقف اور کم علم اہلسنت اہل اسلام کو لیگ کے جہنم میں جھونکنے لگیں تو اس بزم نے متوکلا علی اللہ لیگ اور اس کی حامی کانفرنس کے فتنہ کے حتی الوسع انسداد میں خود اور مبارک جماعت اہلسنت مارہرہ مطہرہ کی وساطت سے بھی بفضلہ تعالیٰ کامیاب خدمات انجام دیں۔ لیگ اور کانفرنس کے نام نہاد پاکستان کو اندھے مونہ بھگڈ رجس کا اسلام و مسلمین کے لئے مضر اور مہلک ہونا سب نے دیکھا ہے، ناواقف اور گھبرائے ہوئے عوام اہل اسلام کو سچے توکل علی اللہ تعالیٰ اور سچے اعتماد علی الرسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صبر و تقویٰ کے فوائد، اللہ و رسول جل وعلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات اور سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سیرت کریمہ کے واقعات پیہم اور مسلسل قولاً و عملاً تحریراً سنا سنا کر اور دکھا دکھا کر روکا۔ اپنے سنی بھائی اور بہنوں میں سے جو گھبرا کر پاکستان پہنچ بھی گئے ان کو بھی جہاں تک ہو سکا پاکستانی بلاؤں سے دور و نفور رکھتے ہوئے دین و اسلام قدیم اہلسنت کے مذہب قدیم اور شرع حکیم پر قائم رکھنے کی حتی الوسع کوششیں کیں اور جب تقسیم ہند کے بعد اس حصہ ملک میں بعض مکار لیگیوں نے محض براہ مکرو فریب کا نگریسیت کا چولا بدلا اور ان لیگیوں اور دوسرے خوشامد خوروں جمیعوں اور تبلیغیوں نے ملکی حکومت سے وفاداری اسی میں منحصر بنا کر کہ مسلمان معاذ اللہ کانگریس پرستی اور ہندویت میں محو ہو جائیں، ڈرے اور لٹے پسے ہوئے غریب ناواقف عوام کو کانگریس پرستی اور ہندویت کی تعلیم دینی شروع کی۔ دوسری طرف جن سنگھ، سوشلزم اور کمیونزم وغیرہ کے حامیوں اور داعیوں کے اپنے سبز باغ دکھا کر ناواقف گھبرائے ہوئے عوام اسلام کو صراط مستقیم اسلام و سنیت سے ہٹا کر اپنی سنگتوں میں پھانسانا چاہا تو ان سب فتنہ پردازوں اور خوشامد خوروں کے اس مکرو فریب کا بھی پردہ حتی الوسع اس غریب مبارک بزم نے چاک کیا اور مسلمانوں کو بتایا کہ ان کی دنیا و آخرت کی فلاح، دونوں جہاں کی بھلائی اسی میں اور صرف اسی میں ہے کہ وہ اپنے اللہ اور اس کے رسول جل وعلا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے ہوئے قولاً و عملاً صورتاً سیرتاً مومن و مسلم ہی رہیں اور اپنی شریعت مطہرہ کی مقدس تعلیمات پر عمل کرتے ہوئے ہر فتنہ و شر سے قطعاً ظاہر و باطن میں دور رہیں۔ اس زمانہ ابتلاء و آزمائش میں اگرچہ کیسی ہی مصیبت پیش آئے، وہ صبر و تقویٰ ہی سے اس کا مقابلہ کریں اور حکومت ہو یا ملکی غیر مسلم اکثریت کسی سے بھی عدو و بد عہدی نہ

کریں، کسی کے بھی خلاف بے معنی باتیں اور امن و امان کو برباد کرنے والی سازش میں ہرگز ذرا بھی شامل نہ ہوں، ظلم کی مدافعت اللہ رسول جل وعلا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھروسہ پر حتی الوسع ڈٹ کر کریں، خود کریں مگر اغیار و کفار کی چھاؤں ڈھونڈنے کے لئے اسلام فروشی اور شریعت کشی ہرگز ہرگز نہ کریں۔ روٹی اور کرسی کی سیاست وغیرہ سے جو کذب و فریب و مکر کا دوسرا نام ہے، بالکل الگ رہیں، بس اسی میں ان کی ملکی حکومت سے بھی صحیح وفاداری ہے۔

بے دین اور بد دین دشمنان دوست نما مدعیان اسلام کو اس غریب بزم نے پہلے دن سے ہی محسوس کیا اور دوطرح کے اظہار کے اہم ترین وقتی فریضے کی بجا آوری کے ساتھ ساتھ ہی اپنی ظاہری اسبابی بے سرومانی اور کچھ اپنے بننے والے حساد و اشراک کی قدم قدم پر مزاحمتوں کے باوجود خود اور جماعت اہلسنت مارہرہ مطہرہ کے تعاون کے ساتھ ضروری اور مستقل تعمیری سرگرمیاں بھی جاری رکھیں۔ مثلاً (الف) تراجم اور تصانیف کے سلسلے کو ردو طرد کے علاوہ دوسرے مسائل و احکام شرعیہ اخلاقیات اور تصوف و سلوک و سیرت سلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین وغیرہ مضامین کے بیان تک وسیع کیا۔ اس سلسلے میں اصح التواریخ دو حصص سیرت اکابر کرام سلسلہ عالیہ برکاتیہ میں، اکابر کرام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کی مبارک وصیتوں کا مجموعہ موسوم ”بہترین کلاما کی وصیتیں“ حاتم اصم علیہ الرحمہ کے مبارک وصایا مقدسہ اپنے والد ماجد اور پیر و مرشد حاجی میاں قدس سرہ کے مکاتیب شریفہ کا مجموعہ ”مفادات طیبہ“ مسلمان بچوں اور بچیوں کو تعلیمات اسلامی سے واقف بنا کر بعونہ تعالیٰ سچا مسلمان بنانے کا مکمل سلسلہ جو حسب ذیل رسائل اردو قاعدہ ’برکات اسلام‘ اول۔ دوم، مسدس شوکت اسلام پر مشتمل ہے۔ اردو میں ”عقائد نامہ منظوم“ نماز پڑھنے پڑھانے کا عمدہ طریقہ، خیر الکلام فی مسائل الصیام، ذکر میلاد مبارک، خطبہ جمعہ، خاندان برکات جو برکات برکات بزرگوں کے حالات ان کے نقوش و تعویذات وغیرہ پر مشتمل ’رموز حمدیہ شرح قصیدہ مبارکہ غوثیہ‘ ’چهار انواع شریف‘، ’تصوف و سلوک میں‘ آداب السالکین مع اردو ترجمہ، رہنمائے ستر شہین تصوف و سلوک میں، تخیل نوری اردو فارسی عربی دیوان اشعار حضرت نور العارفین ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ، مثنوی گل باغ حرم، قاعدہ مروجہ خلافت و سجادہ نشینی اہل طریقت از اعلیٰ حضرت مجدد مائتہ حاضرہ قدس سرہ و دیگر تحریرات دارالاشاعت برکاتی سے اس وقت شائع ہوئیں۔ شفا شریف امام

قاضی عیاض قدس سرہ کے ایک حصہ کا اردو ترجمہ، کتاب مستطاب سبع سنابل شریف مقبول بارگاہ حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اردو ترجمہ مکمل جو عقائد و تصوف سلوک وغیرہ میں نہایت جامع کتاب ہے، تیار کرایا گیا اور بعض اور تصانیف مفیدہ اور حضرت تاج العلماء کے جد اعلیٰ شاہ حقانی ملقب بہ برکات ثانی قادری برکاتی مارہروی رضی اللہ عنہ کی اردو زبان میں مکمل قرآن مجید کی تفسیر بہ شرط فراہمی سرمایہ عنقریب شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

(ب) رسالہ مبارکہ ”اہلسنت کی آواز“ جس کے ۳۳ سے زائد حصے شائع ہوئے جو کہ کئی سالوں سے سالانہ شمارہ کی شکل میں جاری و ساری ہے جو کہ کثیر فوائد ہدایات مفیدہ دینیہ و دنیاویہ پر مشتمل ہوتا ہے۔

(ج) بقدر استطاعت مبلغین اسلام و سنت اور واعظین اور میلاد خواں حضرات کی تیاری، ان کی اعانت اور ہمت افزائی فرمائی جن سے بفضلہ تعالیٰ اطراف و اکناف ملک میں خدمات اسلام و مسلمین کی بجا آوری ہوئی۔

(د) مدارس دینیہ کا قیام اور جوہم مسلک مدرسے پہلے سے قائم تھے، ان کی بقدر وقوت امداد و اعانت فرمائی۔ اس سلسلے میں یہ برادران طریقت ارکان بزم مبارک نے چھوٹے اور بڑے متعدد مدارس و مکاتب اپنے اپنے مقامات میں اپنی انفرادی اور اجتماعی کوششوں سے قائم کر رکھے تھے مثلاً ایک مدرسہ بنام مکتب برکاتیہ محترمی حافظ فیض محمد صاحب کانپور میں، دوسرا مدرسہ مولانا محمد ابراہیم صاحب نے بنام مدرسہ برکاتیہ بہانور سواتر میں، تیسرا مدرسہ حضرت سید شاہ فتح الہی صاحب دادامیاں نے بنام فقیرانہ اسکول گونڈہ میں، چوتھا مبلغ سنیت نشی عبدالقدیر خاں صاحب عرف پھول خاں صاحب اور حافظ ظہور بیگ صاحب نے بنام فقیرانہ اسکول گلوئی ضلع جالون یوپی میں، پانچواں مدرسہ اسلامیہ حافظ خواجہ بخش صاحب نے موضع چتیا ضلع جالون یوپی، چھٹا مدرسہ مولانا خلیل احمد صاحب بجنوری نے اپنے وطن محلہ بازار منگل قصبہ منڈا اور ضلع بجنور میں قائم کئے تھے اور ساتواں خود بزم مبارک کے مرکز مارہرہ مطہرہ میں دارالعلوم قاسم البرکات جس کا ذکر اوپر گزر چکا ہے۔ یہ مدارس متوکل علی اللہ قائم ہوئے تھے جنہوں نے شرع مستقیم کی قولا عملا تلقین و تعلیم کی، جب کہ ایک طرف حکومت کے اسکول وغیرہ اپنے اپنے مذہبی تعلیم کا صیغہ بظاہر ختم کر دینے کے ادعا کے باوجود مذہبیت کی تعلیم اعلانیہ دینے لگے۔ دوسری طرف دیوبندیوں اور دوسرے مدعیان

اسلام کے مدارس جو مذہبی تعلیم کے نام پر مسلمان بچے بچیوں کو ابتدائی سے اپنی بیدینی اور بددینی کا زہر پلارہے تھے، ان کا شکار ہونے سے بچد اللہ تعالیٰ اس بزم مبارک کے ارکان کے قائم کردہ مذکورہ مدارس نے بچایا، ان مدارس کا یہ فائدہ تھا کہ جو بچے بچیاں ان مدارس سے پڑھ کر نکلتے ہیں ان میں سچی دینداری کا جذبہ مستقل طور پر قائم رہتا ہے۔ اپنے دین و عقیدے کے لحاظ سے بفضلہ تعالیٰ وہ سنی ہوتے سنی ہی رہے۔ متعدد ایسے بھی تھے جو ان مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے بعد دنیوی معاش حاصل کرنے کے بھی قابل ہوئے۔ یہ مدارس بچوں بچیوں کی ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے لئے تھے مگر فقیرانہ اسکول چروپور میں جس کے بانی حضرت شاہ صاحب قبلہ دادامیاں صنعت و حرفت کی تعلیم بھی دیتے تھے، طب وغیرہ بھی پڑھاتے تھے اور اپنی ذات خاص سے مدرسہ میں پڑھنے والے بچوں کے مصارف کی کفالت بہت بڑی حد تک فرماتے اور خود عملی خدمات بھی بجالاتے۔ مدرسہ ظفر الاسلام نیز دارالعلوم قاسم البرکات میں حفظ قرآن کریم اور عربی تعلیم کا بھی بقدر وسعت انتظام تھا اور بیرونی طلبا مخلصین شائقین علم کو نقد و وظائف بھی دئے جاتے اور ان کے دوسرے اخراجات کی کفالت کی جاتی اور بیان کرنا بھی سکھایا جاتا۔

اپنے اصولی مقاصد کے لحاظ سے اکابر کرام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی تبرک یادگاروں مساجد متبرکہ مقدس درگاہوں اور مزاروں اور خانقاہ عالیہ برکاتیہ قاسمیہ وغیرہ ہا کی حفاظت و بقا کے لئے کوشش اور ان کے خدام اور کارکنان کی پرورش اور ان کے اعراس مبارکہ و فواج مقدسہ کا اہتمام و انتظام اور ان کے سلاسل عالیہ برکاتیہ کا احکام شریعت مطہرہ و آداب طریقت مقررہ کے مطابق توسیع و اشاعت بھی بزم مبارک کے فرائض میں سے ایک اہم مقصد تھا جسے بزم مبارک نے بقدر وقوت بحسن و خوبی بفضلہ تعالیٰ ادا کیا اور تقاضا مبارکہ رسالہ اہل سنت کی آواز میں شائع ہوئیں جس کے مخصوص اثرات موجودہ اشخاص نے مشاہدہ کئے۔

بزم مبارک کے اصولی مقاصد:

(الف) اسلام قدیم اور مذہب اہل سنت کے مذہب قدیم اور شریعت مطہرہ اسلامیہ کی اشاعت اور حفاظت میں بقدر وسعت پوری کرنا۔



حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

یہ در ، یہ آستانہ محمدیہ کا ہے
برکت کا یہ گہرانہ محمدیہ کا ہے
راہِ خدا پہ چلنے کا ہے فیضِ دائمی
ہر وقت ، ہر زمانہ محمدیہ کا ہے
نورِ نبی کے نور سے وہ منور تھے سر بسر
قاسم کا سب خزانہ محمدیہ کا ہے
صادق میاں کے صدق سے سرشار تھی حیات
برکت کا آشیانہ محمدیہ کا ہے
حاضر ہوئے تو دامنِ خالی کو بھر لیا
یہ لطفِ غائبانہ محمدیہ کا ہے
پروانے تو ہزاروں ہیں اُس شمعِ نور کے
اشرف بھی اک دوانہ محمدیہ کا ہے

(ب) اسلام و سنیت کے دشمنان اندرونی و بیرونی کے رد و طرد میں پرامن طریقہ سے سعی و تبلیغ
(ج) خانوادہ عالیہ برکاتیہ کی مخصوص تعلیمات و روایات اور برکاتی سلاسل عالیہ
طریقہ و شریعت کی بقا و حفاظت و ترویج و اشاعت میں حتی الوسع سعی و تبلیغ کرنا
(د) اکابر کرام سلسلہ عالیہ برکاتیہ علیہم رضوان کے متبرک آثار اور یادگاروں اعراس
و فواج وغیرہ کے جاری قائم رہنے میں کوشش کرنا
بزم مبارک کا موجود نظام عمل:

ابتداء سے لے کر اس وقت تک بزم مبارک کا نظام عمل یہی رہا ہے کہ نظم و نسق حل
و عقد ملکیت وغیرہ اس بزم مبارک اور اس کے ماتحت جملہ شعبوں کا جس طرح بزم کے بانی
نے آغاز فرمایا، ابھی جاری ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہے گا۔
سیدی تاج العلماء رضی اللہ عنہ کے دور میں عرس قاسمی چار روز کا ہوا کرتا تھا۔
حضرت، نوے اشتہارات مختلف مقامات پر مخصوص مریدین کے نام اور دس خطوط علما خلفا
کے نام اپنے قلم سے تحریر فرما کر ارسال فرمایا کرتے تھے۔ تقریباً سات آٹھ سو آدمی کا مجمع ہوا
کرتا تھا۔ سب کو مسجد میں ہی بٹھہرایا کرتے۔ بچھونے کی زمین پر گنے کے سوکھے پتے
بچھا دیئے جاتے، ان پردریاں بچھائی جاتیں۔ یہ گدوں کا بہترین بدل ہوتی۔ دوکانیں ہوٹل
وغیرہ کچھ نہ ہوتے۔ کان پور کے دو تین مریدین چائے کے ہوٹل لگا لیتے جن پر چائے
مٹری (گول ڈبل روٹی) چنے کی دال کا حلہ اور ابالا ہوا انڈا مل جایا کرتا۔ حضرت کی طرف
سے ناشتہ میں ایک پیالہ چائے اور ایک مٹری ملا کرتی۔ اگر کوئی مرید زائد کی خواہش ظاہر کرتا
تو زائد بھی مل جاتی۔ دونوں وقت گوشت تندر میں روٹی ملتی جو آج بھی جاری ہے۔
مریدین دو تین جگہ چائے کی دوکان اس لئے لگالیا کرتے تاکہ بیرونی مریدین جو کہ اکثر
کراچی اور ممبئی گوئڈل کان پور کلکتہ سے ہوتے ان کو بار بار چائے نوش کی عادت ہوتی۔ ان
کی طلب پر چائے مل سکے اور جو کچھ کھانا چاہیں ان کے لئے ڈبل روٹی، چنے کی دال کا حلہ
اور ابالا انڈا مل جاتا۔ اس تحریر سے سیدی تاج العلماء کے عرس زمانے کے قاسمی اور اس دور
کے عرس میں فرق کا اندازہ خود لگا سکتے ہیں۔

حضرت سید آل عبا قادری

ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی، شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ



حضرت سید شاہ آل عبا قادری برکاتی

معروف بہ ”حضرت آوارہ“

حضرت سید آل عبا قادری ۱۸۹۲ء میں سینٹاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ حسین حیدر قادری نے آپ کی مذہبی تعلیم کے ساتھ ساتھ عصری تعلیم کی طرف بھی توجہ دی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ اس کے بعد سینٹاپور کے پرائمری اسکول میں اور پھر ایم۔ اے۔ او۔ کالج علی گڑھ میں داخلہ لیا۔

علی گڑھ پہنچے تو نگاہوں کے سامنے ایک نئی دنیا تھی۔ سائنس، ادب، آرٹ، کلچر جو منظور ہو منتخب کر لیجیے۔ جس رنگ میں چاہیے، ڈھل جائیے۔ بس ایک بار اپنے آپ کو دانش گاہ کے سپرد کر دیجیے، آپ کو اپنا صحیح مقام مل جائے گا۔ حضرت آل عبا کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ کسی نے ان کے ادبی ذوق کی وجہ سے، کسی نے ان کی شرافت و نجابت کی بنیاد پر اور کسی نے ان کی دلچسپ شخصیت سے متاثر ہو کر انھیں خوش آمدید کہا اور وہ مقبول سے مقبول تر ہوتے چلے گئے۔ اُن کے اُس زمانے کے رفیق، مشہور مزاح نگار پروفیسر رشید احمد صدیقی ماضی کی یادوں کو سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

”سید صاحب اور میں علی گڑھ کالج کے اُس زمانے کی یادگار ہیں جب علی گڑھ کے طلباء پر پروفیسر کا دھوکا ہوتا تھا، اور پروفیسروں پر طلباء کا۔ سید صاحب عین مین ویسے ہی تھے، جیسے آج کل ہیں۔ کئی سال ہوئے علی گڑھ میں ان سے ملاقات ہوئی تھی۔ ان کی آن بان کس بل اور سچ دھج میں کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہی حرکات و سکنات جو پہلے تھے، اب بھی تھے۔ یعنی جو منہ میں آیا کہہ بیٹھے اور جو چاہا کر گزرے۔ سید صاحب کے سامنے کسی کی ہمت نہ تھی کہ وہ فقرہ بازی یا کسی قسم کی سخن سرائی میں پہل کر سکے۔ ایسے کڑے تیور یا عاشقانہ فدویت سے جواب دیتے کہ حریف کو جائے پناہ نہ ملتی۔ سید صاحب کے سامنے کوئی شخص

اپنے آپ کو محفوظ نہیں خیال کرتا تھا تاوقتیکہ سید صاحب خود تالیفِ قلب نہ فرما دیتے۔ لیکن اس کے باوجود اطمینان نہ ہوتا کہ سید صاحب نے مکارمِ اخلاق کو دخل دیا ہے یا ترکش سے ایک اور تیر خالی کیا۔“

(بے پرکی - ص ۵- دہلی، کتب خانہ علم و ادب - ۱۹۴۲ء)

سید صاحب منٹوسرکل میں رہتے تھے، جہاں نیا نیا بورڈنگ ہاؤس کھلا تھا اور پکی بارک سے دور تھا۔ منٹوسرکل والوں کو پکی بارک یا ”کوڈرینگل“ کے لوگ ٹاٹ باہر سمجھتے تھے۔ منٹوسرکل کا کوئی طالب علم بڑھ کر باتیں کرتا اور حاضرین میں سے کوئی کہہ بیٹھتا، آپ کا دولت خانہ منٹوسرکل ہے! تو یہ پھبتی ایسی ہوتی کہ حاضرین ایسا فرمالیٹی تہقہ لگاتے کہ بولنے والا دم بہ خود ہو جاتا۔ اور پھر اس کی پیش نہ جاتی۔ یہ سید صاحب ہی کا رعب تھا کہ پکی بارک والے بھی ان سے جبری ہونے کی ہمت نہ کرتے۔“

(بے پرکی - ص ۵-۶)

۱۹۱۷ء میں حضرت آل عبا انٹرمیڈیٹ کے امتحان میں شریک ہوئے۔ اُن دنوں تھوڑا سا بڑھ کر بہت زیادہ نمبر حاصل کرنے کا رواج نہ تھا۔ اس لیے محض پاس ہو جانا بھی فخر کی بات تھی اور اگر کسی وجہ سے نتیجہ توقع کے برعکس ہو تو بھی یہ کوئی ایسی معیوب بات نہ تھی کہ آنکھوں میں اندھیرا چھا جائے۔ لوگ کامیابیوں کا جشن مناتے تھے اور ناکامیوں کو بھی زندگی کا ایک تجربہ سمجھ کر قبول کرتے تھے۔ اس مرحلے سے حضرت آل عبا بھی گزرے۔ مگر کس طرح؟ ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ شگفتگی دل کی کیسی نعمت ہے کہ بے آب و گیاہ صحرا کو بھی بہ یک جنبش لب جنت نگاہ بنا دیتی ہے:

”نتیجہ شائع ہوئے دو ہی چار دن ہوئے تھے۔ سید صاحب کا نتیجہ کچھ ایسا ”گفتی“

نہ تھا کہ ”درج گزٹ“ ہوتا لیکن تیور ایسے تھے کہ انتہائی خلوص کے ساتھ بھی کسی کی ہمت نہ ہوتی تھی کہ سید صاحب سے ہم دردی کے کلمات کہہ سکے۔ ہم سب اسٹریچی ہال کے سامنے سید صاحب کو چھیڑ رہے تھے کہ اتنے میں ایک صاحب تشریف لائے۔ یہ سید صاحب کے کلاس فیلو تھے، بڑے تپاک سے سید صاحب کی طرف بڑھے۔ سید صاحب ان کو آتے دیکھ کر پہلے تو یک لخت تیور بدل کر ”انشن“ ہو گئے۔ اس کے فوری بعد ہمہ شوق و شگفتگی بن کر اُن کا پر جوش خیر مقدم کیا اور گلے لگا کر بولے۔ کیوں یار! نتیجہ کیسا رہا؟ انھوں نے جواب

دیا۔ آپ کی دعا سے کامیاب ہو گیا۔ یہ سننا تھا کہ سید صاحب چمک کر اس طرح دوست سے علاحدہ ہوئے جیسے بجلی کا تار چھو گیا ہو۔ دوست کی حیرت یا خجالت ختم نہیں ہوئی تھی کہ پھر نہایت درجہ گرم جوشی کے ساتھ ان سے ہاتھ ملایا۔ اور جب دیکھا کہ دوست اظہارِ ہمتسم اور نیاز مندی کے لیے تیار ہو رہے ہیں تو فرمایا۔ یار تمھارے پاس ہونے سے بھی کیا کوفت ہوئی ہے۔“

(بے پرکی - ص ۶)

سید آل عبا کے اندر کا مزاج نگار، جس کے قلمی آثار ”بے پرکی“ اپنی موج میں“ اور ”میرا فرمایا ہوا“ کی شکل میں ہم تک پہنچے ہیں، بے تکلف محفلوں میں کس طرح سامنے آتا تھا، اس کی ایک جھلک مندرجہ بالا اقتباس میں ہم نے دیکھی۔ رشید احمد صدیقی کے مضمون ”کچھ ادھر کی، کچھ ادھر کی“ سے ماخوذ مزید چند سطر میں ملاحظہ فرمائیں:

”میں نے ایسے لوگ بہت کم دیکھے ہیں جن کو کم سے کم وقت میں اپنے آپ پر متضاد کیفیت و حالت طاری کرنے پر اتنی قدرت ہو جتنی سید صاحب کو ہے۔ وہ اجنبی اور شناسا کی تفریق نہیں کرتے تھے۔ باتوں باتوں میں مخاطب کو یا تو اس زمانے کے علی گڑھ کے معنوں میں ڈانٹ دیتے تھے۔ یا اُس پر عاشق ہو جاتے۔ کبھی ڈانٹ پہلے دیتے تھے اور اظہارِ عشق بعد میں فرماتے تھے اور کبھی اظہارِ عشق پہلے کرتے ڈانٹتے بعد میں۔“

(بے پرکی - ص ۶-۷)

یہ تھے علی گڑھ کے سید آل عبا۔ گریجویشن کے لیے انھوں نے علی گڑھ کے بجائے عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد کا انتخاب کیا اور تکمیل کے بعد حیدرآباد میں ہی پوسٹ ماسٹر جنرل کے مشیر خاص کے عہدے پر فائز ہوئے۔ آئیے اب ایک قدرے پختہ عمر کے حضرت آل عبا آوارہ سے ملاقات کرتے ہیں۔ سیدوزیر حسن دہلوی کی زبان مستعار لیتے ہیں:

”دلی اجڑی تو لکھنؤ بسا، لکھنؤ اجڑا تو حیدرآباد بسا۔ خدا اس کو آباد رکھے کہ علم و ہنر کے رسیا کو آج یہاں جینے کا سہارا ہے۔ یہیں آوارہ صاحب بھی نظر پڑے۔ میانہ قد، پچاس عمر، کسرتی جسم، اس پر حیدرآبادی شیروانی اور یہی پیجامہ، کبھی اجلا بھی میلا۔ سر پر کشتی نما ٹوپی۔ ہاتھ میں بنوٹ کی چمکتی لکڑی۔ پان کھائے، عینک لگائے، سر جھکائے، کچھ سوچتے چلے آتے ہیں۔ آپ ملے۔ علیک سلیک کی۔ انھوں نے کبھی تو اس طرح بات کی جیسے پتھر پھینچ مارا اور آگے ہو لیے۔ کبھی اس طرح ہنسے بولے جیسے لکھنؤ ہنسنا بولا۔“

(بے پرکی - ص ۱۰)

پطرس بخاری نے آل انڈیا ریڈیو کے لیے باکمالوں کو اکٹھا کرنے کی مہم شروع کی تو سید آل عبا پر بھی نگاہ پڑی۔ ان کی فرمائش پر حضرت آل عبا حیدر آباد کو خیر باد کہہ کر دہلی پہنچے اور آل انڈیا ریڈیو کی بیرونی نشریات کے شعبہ ہندی سے وابستہ ہو گئے۔ آپ نے ریڈیو کے مباحثوں میں بھی شرکت کی اور اسکرپٹ رائٹر کی حیثیت سے بے شمار ٹاکس اور جھلکیاں لکھیں۔ لیکن نام و نمود سے طبیعت کو نفور تھا۔ مسودوں کو کبھی حفاظت سے نہ رکھا۔ بہ قول امین ملت پروفیسر سید محمد امین: حضرت عبا اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مجھے چھپنے میں نہیں، چھپنے میں مزا آتا ہے۔ چنانچہ سیکڑوں تحریریں ضائع ہو گئیں۔ احباب کا اصرار نہ ہوتا تو بے پرکی، اپنی موج میں، اور میرا فرمایا ہوا کی اشاعت کی نوبت بھی شاید نہ آتی۔

ریڈیو نشریات کے علاوہ آپ کے دوا سٹیج ڈرامے، کواچلا ہنس کی چال، اور ”کنجوس“ بے حد مشہور ہوئے۔ آپ کا ایک انگریزی ترجمہ ”سفاک دلہن“ بھی قابل ذکر ہے۔ سید جالب دہلوی کے کثرت روزہ ”ہمد“ دہلی میں آپ نے شہر یار کے قلمی نام سے کالم بھی لکھے۔ سید آل عبا کے ادبی کارناموں کا ذکر ہم ذرا بعد میں کریں گے۔ فی الحال علی گڑھ اور حیدر آباد سے گزر کر اب ہم دہلی پہنچتے ہیں اور غلام احمد فرقت کا کوروی کے درج ذیل اقتباس سے استفادہ کرتے ہیں:

”میں ایک دن آوارہ صاحب کی خدمت میں آفس پہنچا تو وہ حسب دستور قدیم کسی مضمون کا مسودہ لکھنے میں دنیا و مافیہا کی طرف سے پشت کیے اس طرح مصروف تھے کہ جیسے اپنے پچھلے گناہوں کے عفو کے لیے خشوع و خضوع سے مشغول ریاضت ہوں۔ میں نے کہا سلام علیکم۔ جواب ندارد۔ میں نے دوبارہ بہ آواز بلند کہا۔ اے حضور سلام علیکم۔..... ذرا سنبھل کر بولے: اچھا آپ ہیں، تشریف رکھیے۔..... میں نے کہا۔ اچھا ذرا اپنی میز کی اوپر والی دراز تو پھینچئے۔ دراز کھلی تو اس میں سے کچھ ایسی عجیب الخلقت چیزیں برآمد ہوئیں جو میز تو کیا اچھے سے اچھے گھورے پر بھی میسر آنا مشکل ہیں۔ ان میں پہلی تو کتھے چوئے کی چوئی نما ایک چیز تھی جس میں چپراس، پیٹی اور پگڑی کی وضع کی لمبی لمبی چٹائیں تھیں جو نہ جانے کب سے اس حبس دوام کے خانوں میں سزا بھگت رہی تھیں۔ بہر حال اس صدی کی توہرگز نہ تھیں۔ اس کی بغل میں ایک اور ڈبیا تھی جو اپنی جوانی میں چاہے پان کی ڈبیا کہلاتی ہو، مگر اب زنگ اُسے اس حد تک کھا گیا تھا کہ ٹین نے سٹر

کر پناہ مانگنی شروع کر دی تھی اور کئی جگہ سے یوں نکل بھاگا تھا کہ بڑے بڑے بھم بھا کے ہو گئے تھے جن میں ہو کر کئی تار کے مڑے ہوئے ٹکڑے، زنگ کھائی ہوئی آلپنیں اور کمر ٹوٹی نہیں باہر پھاندی پڑتی تھیں۔ اسی میں بعض ایسی بے جوڑ اور متضاد چیزیں بھی تھیں جن کا سلسلہ نسب ایک دوسرے سے بالکل ہی مختلف تھا مثلاً جوتے میں لگانے والی کچھ کیلیں، نبوں کے نچلے حصے، ایک آدھ ناک ٹوٹی ہوئی سوئی وغیرہ۔ میں نے پوچھا۔ حضور سب تو سب، یہ کس مصرف میں آتی ہیں۔ بولے، داشتہ آید بہ کار، اگر پرانی عمارتوں کے لمبے کے لیے آثار قدیمہ کا محکمہ تیار ہو سکتا ہے تو کیا میری برتی ہوئی چیزیں اس حق سے بھی محروم کی جاسکتی ہیں کہ ڈبیا میں محفوظ نہ رہنے دیا جائے۔“

(میرا فرمایا ہوا۔ ص ۹-۱۰۔ علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس۔ ۱۹۸۷ء)

حضرت آل عبا آوارہ کی میز کی دراز میں رکھی ہوئی عجیب الخلقت نئی پرانی چیزیں، زنگ آلودہ پان کی ڈبیا اور آلپنیں، ٹوٹی ہوئی نہیں، جوتے میں لگانے کی کیلیں، ناک ٹوٹی ہوئی بے مصرف سوئی اور ایسی ہی دوسری دسیوں اشیاء محض ”یادگار زمانہ“ کے ہی زمرے میں نہیں آتیں بلکہ ان کی موجودگی استعمال شدہ چیزوں سے جذباتی وابستگی کی بھی علامت ہے۔ چیزوں، لوگوں، رشتوں، گلی محلے اور گھروں سے یہی لگاؤ قلم کار کے جہان ادب کی تشکیل کرتا ہے۔ حضرت آل عبا کے یہاں جو بھانت بھانت کے کردار، مختلف طبقات کی زبان، دہلی اور لکھنؤ کے محاورات، طنز و مزاح کی چاشنی، کہیں قصہ گوئی کی جھلکیاں، کہیں اسلوب جلیل اور کبھی دھیمادھیماسالبا لہجہ نظر آتا ہے، یہ اسی ”داشتہ آید بہ کار“ کا کرشمہ ہے جس کی قلمرو میں کبھی رشتے کمزور، لفظ متروک اور جذبے فرسودہ نہیں ہوتے۔ آئیے حضرت آل عبا آوارہ کے تجربات، مشاہدات، ذخیرہ الفاظ اور قوت اظہار کے مختلف نمونوں پر ایک نظر ڈالتے ہیں:

”میرے گھر میں جہاں اور بہت سی نادرات چیزیں دیکھنے کی ہیں، وہاں عمر و عیار کی زینیل ایک درپچی بھی ہے، جسے میں نے اپنا گودام بنا رکھا ہے یعنی اس میں نہایت باسلیقہ بے ترتیبی کے ساتھ گڑہستی کا وہ سامان بھرا پڑا ہے جو آپ کے نزدیک کباڑ ہو تو ہو، میرے لیے داشتہ آید بہ کار ہے۔ مثلاً دفنی کے وہ گلے جوڑ کھلے ڈبے جن میں بھی جوتے ہوتے تھے، اب ان میں پرانے خطوں کے مٹھے محفوظ ہیں۔ مورچہ کھائے ٹین کے وہ بیسیوں بکس، جن

روایت، درایت، سماعت، بصارت سب بالائے طاق۔ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے تو ارد کیے جائیے۔ خاکسار اپنی مالی کمزوری کے اعتبار سے اس بار وادین کرام کے خورد و نوش، زادِ راہ، یادِ گرجانِ ضروری کا انتظام نہ کر سکے گا۔ البتہ جوتیوں کا تا بہ حد امکان ذمہ دار ہوگا۔“

(بے پرکی۔ ص ۴۰-۴۱)

منظم مشاعرہ کی طرف سے لکھے گئے اس پر مزاح دعوت نامہ سے کوئی سرسری گزرنا چاہے تو اس میں کچھ مضا لکھ نہیں لیکن چشم بصیرت رقعے میں موجود طنز تہہ نشیں سے بھی لطف اندوز ہوتی ہے۔

اب چند اور اقتباسات ملاحظہ فرمائیں اور غور کریں کہ مصنف کو مختلف طبقات کی زبان اور مختلف علوم و فنون کی اصطلاحات پر کس قدر عبور ہے:

”شہر گام چلے۔ اکوائی کدائی، کاوے دیے، اٹیرن پہ رکھا، توڑا موڑا۔ ایرڈی۔ قدم قدم سے دکی۔ ران دبا کی پونیا۔ ہوا بھری اٹھی کلیل۔ ایک ”ہوں“ کے ساتھ سرپٹ۔ اب ندی ہو کہ نالہ اونچا ہو کہ کھلا گھوڑا فر فر آگے، دھرتی سر سر پیچھے۔ اور یہ ہیں ”چابک سوار“۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۳۳-۳۴۔ لکھنؤ، ادارہ فروغ اردو۔ دسمبر ۱۹۵۴ء)

چابک سوار کے یہ جملے بھی توجہ طلب ہیں:

”اپنی سی تیاری کر رہا ہوں، سوارت ہو گئی، پھر دیکھیے گا یہی اُلل پچیرا پہلی چال میں بجلی کو نہ مات دے۔ دیکھا تھا ابھی سرپٹ جاتے، سچ کہیے گا، نگاہ پہلے پہنچی تھی یا میرا لال من۔“

اور آپ نے آج کیا دیکھا، کسی دن حکم ہو نیل کی چال دکھاؤں، کیا سدا ہوا تہہ زمین جاتا ہے۔ نیل نہیں چلتا، پانی پہ ناؤں جاتی ہے یا ہوا پہ اڑن کھٹولا۔ پیٹ کا پانی نہیں ہلتا اور وہ سکھ ملتا ہے کہ جی کہے سرشانے پہ سر رکھیے اور سو جائیے۔.....

کل کی بات ہے۔ مرشد آباد کے صاحب زادوں کو سواری سکھانے پر تھا۔ جو آیا کوئی فرنگی لاٹ۔ دربار کا مہمان ہوا۔ اتنا چوڑا چکلا لاٹ نہیں دیکھا۔ نیلی آنکھیں، مجھے غُرچ کر دیکھا۔ اور نہ جانے اپنی گٹ پٹ میں کیا کہا۔ اس پر ہمارے سرکار نے فرمایا۔ خان صاحب سواری دکھاؤ۔ استاد صاحب دنیا کے مشہور گھڑ چڑھے ہیں۔ عرض کیا جو حکم۔ مگر گھوڑا

میں زردے کے پارسل آتے ہیں، ان پر چڑھے ہوئے موٹے ٹاٹ کے غلاف..... منڈیر کی کئی گما اینٹیں جو اکثر ہوا سے اکھڑ کے ایک منزل نیچے آنگن میں جا پڑتی رہیں۔ ان ہی میں سے کسی کے تلے دبا ہوا وہ دافع بلیات نقش، جس کے مارے چور کے سوا کوئی بھی گھر میں آتے ڈرتا ہے۔ ایک پوری کینچی کا لے سانپ کی اور..... اور نمود میں ان سب سے بڑھ کر گرد میں اٹے میرے مسودوں کے وہ گٹھے، جن کی گنتی، اللہ جانتا ہے کہ میں نہیں جانتا۔“

(میرا فرمایا ہوا۔ ص ۷)

شگفتہ بیانی کی داد دیجیے اور ایک ”گدھا کانفرنس“ میں صدر جلسہ کی تقریر ملاحظہ فرمائیے۔ واضح ہو کہ گدھوں کی اس کانفرنس کے صدر بھی ایک خرمخترم ہیں:

”قوم کے کھمبو! برادری کی چھتو! بھائی گدھو اور گدھی بہنو! جیٹھ بیسا کھ کی چلچلاتی دوپہر، پتی دھوپ اور جھلسی ہوئی دوب کے اس فرحت بخش بنجر میں آپ کے یہ مطمئن اور بٹاش چہرے، آپ کی یہ خاموش اور ہمہ تن جوش بھیڑ دیکھ کر جی بے اختیار ”ہیں چو ہیں چو“ کرنے کو چاہا، مگر میرے جذبات خود داری جوتی پیزا ردھینگا مشتی پر اتر آئے، جب میں نے محسوس کیا کہ اس یادگار موقع پر آپ میں سے بعض حضرات کے پھولے ہوئے ننھے اور لٹکی ہوئی تھوٹھڑیاں چغلی کھا رہی ہیں کہ جیسے خدا نہ کرے مجھ میں مانس گند آتی ہو! منہ میں ہری گھاس لے کر کہتا ہوں ہو کہ اگر میرے شہات صحیح ہیں تو آپ نے گدھے کی فطرت میں بٹا لگایا اور قصور معاف، اپنے کردار کے خلاف بغاوت کی۔ آپ بدگمان نہ ہوں، حریفوں میں عمر کا سو فی صدی حصہ گزارنے اور دودھ کے دانت گرنے سے دم بھڑنے تک، دشمنوں میں ایک جان دو قالب کی طرح بسر کرنے کے باوجود، پاتا ہوں کہ نصیب اعدا آدمیت کی بوباس سے آج بھی ویسا ہی معرا ہوں جیسا کہ روح خس کی مہک سے مٹی کا تیل، یا خود ہمارے سر سے سینک!“

(بے پرکی۔ ص ۱۱۸-۱۱۹)

ان کے ایک اور مضمون ”شعر بازی“ کا ایک اقتباس نذر قارئین ہے:

”طرح ندارد، ردیف القط، قافیہ سوخت، دو تین شعر سنائے اور مسند خالی کی، سرفے کی اجازت عام، بہ شریک توارد کے نام سے ہوا اور سرفانے والا اتنا پابند وضع کہ

ہیں۔ تیسرا گھرنی کا۔ اور یہ چوتھا برہسپت کا، اور یہ پانچویں میں کیتو، یہ رہا شکر۔ یہ منگل۔ یہاں ہے راہو اور یہ ہیں چند رماں۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۷۹-۸۰)

طرح طرح کے کرداروں سے ہماری ملاقات ہو چکی مگر دل نہیں چاہتا کہ رکاب دار، بھٹیاری، مغلانی اور ماما کا ذکر کیے بغیر ہم اس قصہ لطیف کو مختصر کر دیں۔ دیکھیے یہ رکاب دار ہیں، گزرے زمانے کی یادگار: ”شاہی کھانوں کے بادشاہ۔ بڑے نک چڑھے، بڑے نازک مزاج۔ ہنر کے بھرے۔ پر وزیر کی سنیں، نہ بادشاہ کی۔ چھوٹی ہانڈی پکاتے ہیں، دیگ کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ مٹھائیاں اور حلوے بناتے ہیں، اچار مرہے تیار کرتے ہیں۔ اور ان میں وہ نفاست اور سکھڑا پا دکھاتے ہیں کہ سینے اور چٹخارے لیجیے، لیکن چٹخارے لینے سے پہلے رکاب دار کی معروضات بھی سن لیجیے:

”اے حضور، یہ گڑے مردے کیوں اکھاڑیئے۔ مزے سے تندور پہ گئے، دوڈیل کی آبی، اور ایک ٹکے میں چمچہ بھر نیلا شوروا، کھایا بیبا، موچھیں چکناتے چل دیے۔ رکاب دار تو اب اللہ کا نام تو وجہ کیا۔ وہ بادشاہیاں نہ رہیں، وہ رئیس چل بسے۔ وہ شوقین مٹ گئے تو اب رکاب دار کہاں۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۸۳)

میاں رکاب دار! رات گئی بات گئی۔ مگر اب ملے ہو تو ذرا دو گھڑی اپنے کھانوں کا ذکر کر کے ہمارا دل خوش کر دو۔

”حضور سات ولایت کا کھانا ایک طرف، اور ہمارے ہات کا چٹخارا ایک طرف۔ اب تو کھانوں کے نام بھی یاد نہیں، اور کیوں کر سے ہوں۔ ایک سو سے اوپر پلاؤ کی قسمیں ہیں۔ کوئی کہاں تک یاد رکھے۔ ایک موتی پلاؤ کی یہ شان تھی کہ حضور پہلے اکیلے چالیس چوزے تیار کیے جاتے۔ مشک اور زعفران ملا کر گولیاں بنیں، دونوں وقت کھلائی جاتیں۔ روز ایک چوزہ کھتا۔ وہ بھی ریشہ ریشہ باقی چوزے کھا لیتے۔ یہاں تک کہ ایک رہ جاتا۔ اُسے تو رکھیے ٹاپے میں، اور پلاؤ کے موتیوں کی تیاری سنیں۔ تولہ بھر چاندی اور تین ماشہ سونے کے ورق انڈے کی زردی میں حل کیے جاتے اور ایک مرغ قربان کر کے زرخرہ نکال لیتے۔ اور یہ زردی اس میں بھر کے ہر جوڑ پر مہین دھاگا کس دیا جاتا اور میٹھی آج میں

لاٹ صاحب سے چنوائیئے۔ سرکاری گھوڑوں میں سب سے بڑا بڑا منہ زور، بد لگام ایک شرعہ تھا۔ کافر نے چنا تو اسے چنا جو پارے سے بڑھ کر چلبلا، شیطان سے زیادہ شریر۔ چکارا، تھپکا اور ہرنے پر ہاتھ رکھتے ہی پیٹھ پر تھا۔ بہت چمکے، بڑی بگدھیریاں کیں۔ مگر ان پہچانی رام ہوئے۔ سرکار کو آداب بجالا کر ایک پٹری پر لے گیا اور لوٹ آیا۔ سلام کیا تو میاں فرنگیوں نے تالیاں پیٹ دیں۔ سرکار مسکرائے اور لے لاٹ کو یہاں سے وہاں تک پوری پٹری دکھائی تب جا کے سمجھا۔ ارے یہ تو ہلال بناتے گئے تھے، بدر بناتے لوٹے۔ کیا مطلب، ادھر سے چلا، سم کا اکہرا نشان پڑا۔ ادھر سے لوٹا سم پہ سم الٹا رکھا۔ دُہرا ہو گیا۔ گئے تو پورے چودہ قدم تھے۔ شرعہ نہ تھا، موم کی ناک تھی، جدھر چاہا، جیسے چاہا الٹا پلٹا موڑ لیا۔ سرکار سے تین پارچے کا خلعت اور سونے کے کنگن عطا ہوئے۔ لاٹ نے شکریے کی دوسطریں لکھیں۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۳۵-۳۶)

آئیے اب ایک ”پوربیا“ سے ملتے ہیں۔ لب ولہجہ دیکھیے۔ لفظیات دیکھیے۔ ”کاتبائی ہو، مار گھومت گھومت آج گوڑ پر اے اٹھے۔ ای رام دین لے کے، ہم کا جم کیر چنھ کرائے ٹھہرے رہیں۔ توں جاے کا پڑا۔ ناہیں تو روج روج تھانے کیر پیکر ما کرے جاے ہمار سینگ۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۵۶-۵۷)

اب ”جوئی“ کا حلیہ ملاحظہ کیجیے۔ اور ایک خاص قسم کی زبان اور انداز گفتار کا لطف اٹھائیے:

”ہمارے پرانے متر جوئی مہراج! مرگ چھالا پر آسن مارے براج رہے ہیں۔ سر پہ پگیا، ماتھے چندن، مندرے ڈالے، دراکش کی مالا گلے میں۔ پوتھی بچاریں، فال نکالیں، ورش پھل بتائیں، جنم پتری بنائیں۔ راشی ہو کہ دشا شول، نکشتر پوچھو کہ پھل آدیش۔ کیا نہیں جانتے، کون سا گیان نہیں۔ پھر سستے داموں، ٹکوں کا دان اور آنوں کی دکشنا۔ کبھی کبھی ڈیڑھ گز کپڑا اور آدھ سیر چاول۔ بڑے تلے کے جوئی!.....“

مہراج آپ کو شبہ نام؟ دھپت رائے! مین، کمبھ، مکر، دھن، برچھک، ہٹلا، میکھ، برکھ، سو مہراج آپ کی برکھ راشی ہے۔ اور آپ کو جنم اشونی نکشتر میں ہوا ہے۔ آگیا ہو، اچھا ہو، جنم کنڈلی بنادیں!..... اس کنڈلی میں سور یہ کا استھان ہے۔ اور اس میں بدھ براجمان

جوش دے کر کھولا جاتا۔ اندر سے سونے روپے کی آب کے سُڈول موتی نکلتے۔ اب چوزے پہ چھری پھرتی اور اس کی یخنی میں دم پخت ہوتے۔ ادھر آب جوش تیار ہوا، ادھر دیگ شونے چاول پسائے۔ آٹھ پہر کا بھیگا ہوا باسنتی استعمال، چاول بھی وہ حضور کہ ایک ایک دانہ بلور کا تراشا، دوسانسوں میں دم پہ آیا۔ ایک ایک دانہ دودوا نگل کا۔ دوسری کئی پر یخنی دی، اور پارچہ لگایا۔ پتیلی اُولے سے اتری نرم نرم کولوں پر لگی۔ موتی پلاؤ تیار۔ اب حضور حالت یہ کہ جہاں تک ہانڈی کی بھاپیں ہوا میں گئی ہیں، چلتے پھرتے مشک اور عنبر میں بس گئے ہیں۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۸۳-۸۴)

آئیے آگے بڑھتے ہیں اور سرارے کی ایک جھلک دیکھتے ہیں۔ بی گنا بھٹیاری سامنے بیٹھی ہیں: ”برس چالیس ایک کی، پھر بھی کاٹھی کی مضبوط، انگلیٹ کی بھری، چتونوں کی تیکھی، منہ کی کڑوی اور مزاج کی جیسے ڈانٹا میٹ، اودے آنجل پلو کا لال چچھتا دوپٹہ، موٹی چکن کا کرتی جوڑ، اور یہ پوٹ کی مومی چھینٹ کا لہنگا، گلے میں ڈھولنا تختی، بانہوں پہ نوکے جوشن، ہاتھوں میں چوڑی چھنی، گنگھی چوٹی، سرمے مٹی سے چست۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۱۰۲)

کیا بات ہے بی گنا؟ کچھ خفا معلوم ہوتی ہو؟ یہ کس کی شان میں قصیدے پڑھ رہی ہو؟ ”نامیاں، میں ایک نہیں سننے کی اس بیچ میں۔ کوس کوس کے آج اس پچھل پائی کی کھٹیا سرارے سے نہ نکلوئی تو گنا بندی کو سیدھی ہانت کا کھانا ایسا جیسے تو بہ تو بہ بری چیز! دیکھا تھا اس وقت، کیسے نین مٹکا مٹکا کے خندی میرا رخ اچک لے گئی تھی۔“

ایک تو مسافر ویسے ہی گھری کا پھول ہو گئے۔ ان موٹڈی کاٹے ہوٹلوں نے الگ ہمارے پیٹ میں چکو بھونک رکھا ہے۔ تین دن میں یہ ایک مسافر کی صورت دیکھ پڑی تھی تو وہ کلوٹا دیو بچ لے بھاگی۔ چیل کی ذات ہے چمکو کی۔ اے وہ تو اُس دن سے بغض لہی لیے بیٹھی ہے، جد سے میں نے اس کی پتنگی مرغیا لے کے دسپنار مارا، اور وہ لنگڑی ہو گئی۔ پھر نہ مارتی؟ پٹواری لالہ کو ہور ہی دیر پکھری کو۔ میں اتنے میں ان کا زیل بھروں، اتنی دیر میں بھری کنڈیلی آٹے کی۔ ہٹا پنچوں سے اوپر ڈھکی چھبڑیا، گوندے کے گوندے آٹے کے کھائے اور پکا ڈھائی سیر رزق نجس حرام کر گئی۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۱۰۲-۱۰۳)

آج نواب کی محل سرا کی بڑھی پوپلی مغلانی جی کا موڈ بھی ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ چیخے چلی جا رہی ہیں:

”ہے غضب! اب دیکھیے، یہ چھتیس کلی کا پیجامہ جو سینگ لگ گیا، یہ کس کے حساب میں! اے تجھ پہ خدا کی سنوار۔ جنم میں تھوک موٹڈی کاٹے کے۔ نہ جانے کب کا پرانا طاقتہ اٹھا کے بھیج دیا۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۱۱۱)

روپیہ مہینہ اور دو وقت کے کھانے پر گھر کی ہانڈی روٹی کرنے والی ماما کی چیخ چیخ بھی سنائی دے رہی ہے۔ غالباً کوئے پر غصہ اتار رہی ہیں:

”دور مُٹڈی کاٹے، خدا تجھے غارت کرے۔ کسی کی آئی تجھے آجائے۔ سُبوں سے کائیں کائیں کر کے جان کھالی۔ اب حلقیاں میں دوزخی کی کانٹے پڑے۔ تو بھر بھر چونچیں سوکھی مرچوں کے لیے جا رہا ہے۔ اب وہ تیری اماں اٹھ کے چٹکی چٹکی لون مرچ کا حساب لیں گی تو کیا کروں گی۔ تیرا سر کھو ہے۔ ہاں! یہاں تو دانے دانے، رتی رتی پہ مہر لگی ہے۔ بھاگوں سے ایسی ملی ہیں گھر کی بی سہاگن۔ کنکری کنکری پہ آنکھ رکھتی ہیں۔ اب یہ ایک ہانڈی کی مرچیں جو اس پاپی کے کٹے لگیں سوکون بھرے گا۔ لے گیا یہ جوانی پٹیا، نام ہوگا دکھیا ماما کا۔“

(اپنی موج میں۔ ص ۱۱۴-۱۱۵)

”اپنی موج میں“ سے ماخوذ ان اقتباسات کی ادبی، تاریخی اور تہذیبی اہمیت سے کسے انکار ہو سکتا ہے۔

اس کتاب میں بگڑے رئیس، مصاحب، بیڑ باز، مرغ باز، پتنگ باز، چابک سوار، کبوتر باز، مقدمہ باز، زمین دار، کرخندار، پُربیا، بانکے، پہلوان، لالہ، پنڈت جی، جوتشی، رکاب دار، تمولی، کلٹر والا، نیم حکیم، چچر، بھٹیاری، مشاطہ، مغلانی، ماما، استاد جی کے عنوانات سے چھپیں خاکہ نمائندگیاں ہیں۔ ان میں سے کتنے کردار ہیں جن کے نام سے بھی عصر حاضر کے کان آشنا نہیں۔ مغلانی، ماما، مشاطہ، رکاب دار، چابک سوار، بانکے وغیرہ وغیرہ وقت کے ساتھ رخصت ہوئے۔ اب انھیں فسانہ آزاد، طلسم ہوش ربا اور اپنی موج میں جیسی کتابوں کے صفحات پر ہی دیکھ سکتے ہیں۔ ماضی کے یہ نقوش دل کش ہیں اور نئی نسل کے لیے اجنبی بھی۔ اسی خیال سے اس مضمون میں حضرت عبا کی عبارتیں کثرت سے نقل کی

گئی ہیں۔ اقتباسات کی طوالت کو بھی بسا اوقات ضروری خیال کیا گیا تا کہ یہ دکھایا جاسکے کہ مصنف نے کرداروں کی زبان کے ساتھ ساتھ اُن کے جذبات و احساسات کی بھی عکاسی کی ہے اور نہایت خاموشی سے وہ ماحول بھی پیش کر دیا ہے جس میں کبوتر باز، پتنگ با، بیئر باز، چابک سوار، بانکے اور بگڑے رئیس جیسے لوگ سانس لیتے تھے۔ سید آل عبا آوارہ نے ”اپنی موج میں“ لکھنؤ اور دہلی دونوں شہروں کی سیر کی ہے اور اپنے ساتھ ہمیں بھی لذت دید سے سرشار کیا ہے۔

بعض ناقدین کی رائے ہے کہ سید آل عبا آوارہ کا کمال فن ایک خاص طبقے کی زبان کی عکاسی تک محدود ہے۔ ”بے پرکی“ کے دیباچہ نگار محمد عبدالقیوم خاں باقی بھی اس خیال سے متفق ہیں۔ یہ اور بات کہ وہ جناب آوارہ کی ”مقامیت“ کو زیادہ ”محدود“ تصور نہیں کرتے، لکھتے ہیں:

”یہ کہا گیا ہے کہ اُن کی زبان لکھنؤ کی عامیانہ زبان۔ میں جدید ادبی ضرورت یہ سمجھتا ہوں کہ اس زمانے میں انشا پر داز مقامی رنگ اور مخصوص زبان کے دائرے میں محصور نہ ہو، آوارہ صاحب محصور تو ہیں، لیکن ان کی نگارش میں عالم گیریت کا ایک ہلکا سا عنصر ہے۔“ (بے پرکی۔ ص ۲۲)

جناب آوارہ کے یہاں ”مقامی رنگ“ تو ہے لیکن یہ خیال درست نہیں ہے کہ اُن کا جہان ادب لکھنؤ کی عامیانہ زبان تک محدود ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ آوارہ اپنے کرداروں کے حسب حال زبان اختیار کرتے ہیں۔ اگر کردار کسی نچلے طبقے کا ہے تو زبان بھی اُسی طبقے کی۔ اور اگر ماحول قلعہ معلیٰ کا ہے تو آوارہ کی نثر بھی قلعہ معلیٰ کی۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

”ہندوستان! میں دنیا سے جاتا ہوں اور تجھ کو خدا کے سپرد کرتا ہوں جس نے آج تیموری سلطنت کے چہرے پر موت کا پردہ ڈھک دیا“ یہ تھا مغل اعظم شہنشاہ ہندوستان جلال الدین محمد اکبر کے جانشین ابوالمظفر سراج الدین محمد بہادر شاہ کا وہ وداعی پیغام جو ۷ نومبر اٹھارہ سو باسٹھ عیسوی کو رنگون کے ایک تنگ و تاریک بنگلے میں قید فرنگ اور بند حیات دونوں سے رہائی پاتے ہوئے اُس بے کس بادشاہ نے اپنے وطن کو دیا تھا۔ تاریخ گواہ ہے کہ اُس کی زندگی اگر مختصر کیجیے تو ایک آہ ہے اور طول دیجیے تو ایک مرثیہ۔“

(میرا فرمایا ہوا۔ ص ۱۵)

مثالوں کی کمی نہیں، لیکن اس بحث کو سر دست موقوف کرتے ہیں۔ اور حیات آوارہ کے باب دیگر پر نظر ڈالتے ہیں۔

منفرد نثر نگار سید آل عبا آوارہ مذہبی حلقے میں شیخ طریقت کی حیثیت سے معروف ہیں۔ آپ کو حضرت شاہ ابوالحسن احمد نوری سے شرف بیعت حاصل تھا۔ اجازت و خلافت حضرت سید ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں نے عطا فرمائی تھی۔

گھر کا ماحول خالص مذہبی تھا۔ آپ کے والد سید شاہ حسین حیدر قادری صاحب طریقت اور پابند شریعت بزرگ تھے۔ نانا حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہ بھی جام طریقت سے سرشار تھے۔ شریک حیات سیدہ اکرام فاطمہ شہر بانو صاحبہ حضرت سید ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں کی چھوٹی صاحبزادی تھیں۔ نہایت نیک خاتون تھیں۔

صاحب زادگان سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ سید میاں برکاتی (ولادت: ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء- وصال: ۲ جمادی الآخر ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۷ء) اور احسن العلماء حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری (ولادت: ۱۰ شعبان ۱۳۴۵ھ/۱۳ فروری ۱۹۲۷ء- وصال: شب سہ شنبہ ۱۵ ربیع الآخر ۱۴۱۶ھ/۱۱ ستمبر ۱۹۹۵ء) بھی بقیہ السلف ثابت ہوئے۔ اِس سعادت بزر و باز و نیست!

۱۹۶۸ء میں ملازمت سے سبک دوش ہونے کے بعد حضرت سید آل عبا قادری نے مارہرہ میں سکونت اختیار کی۔ یہیں ۱۹۸۶ء میں وصال فرمایا۔ برکاتی درگاہ معلیٰ میں فن ہوئے۔ بلبل خوش نوا خاموش ہوا۔ کسی نے کہا، اللہ اکبر! کیسا سناٹا ہے کہ دل کے دھڑکنے کی بھی آواز نہیں آتی!

دل نے آواز دی۔ صدائیں اتنی آسانی سے معدوم نہیں ہوتیں۔ یہ گنج رنج شائگاں نہیں، وراثت زبان و قلم کی ہے، یوں رائگاں نہ جائے گی! کبھی ”بادصبا کے انتظار“ کی صورت، کبھی تلاش رنگ جاوداں بن کر، چراغ جلا ہے تو جلتا رہے گا!

خطبہ صدارت

سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ سید میاں قبلہ

صدر آل انڈیائی جمعیۃ العلماء ممبئی
برموقع: آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کانفرنس کانپور
۱-۲-۳ نومبر ۱۹۶۳ء بمقام گراؤنڈ حلیم کالج کانپور
زیر اہتمام: سنی جمعیۃ العلماء کانپور
علمائے اہلسنت، مشائخ طریقت ملت، ومحترم حاضرین
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کی مستقل قیادت و صدارت ہی نے ذہن و فکر کو اس
قدر بوجھل بنا کر رکھا ہے کہ اب کسی اور طرف مڑ کر دیکھنے کی سکت باقی نہ تھی۔ مگر سنی جمعیۃ
العلماء کانپور کے مرکزی کابینہ کے اس حسن اعتماد کو کیا کہنے کہ
قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند

سہ روزہ کانفرنس کے آخری اجلاس کی صدارت بھی میرے ہی نجیف و ناتواں
کاندھے پر ڈال دی گئی۔ حالانکہ مجھے اس امر کا بخوبی احساس ہے کہ آخری اجلاس جس کی
صدارت سے مرے بدن کی ہڈیاں چٹختی جا رہی ہیں، اس بارگراں کو ہستے بولتے اٹھانے
والے میری جماعت میں مجھ سے کہیں زیادہ بہتر اور صاحب صلاحیت افراد بھی موجود ہیں۔
میں نہیں کہہ سکتا کہ کرسی صدارت ہے یا میرے بلند حوصلوں کی آزمائش گاہ!

سچ جانئے اگر مجھے کانپور کی کابینہ پر اعتماد کلی نہ ہوتا تو میں یہ کہے بغیر نہ رہتا کہ علما و
مشائخ کی بھری محفل میں میری تضحیک کا سامان فراہم کیا گیا ہے۔ لیکن میں وقت کی یہ بہت
بڑی فیاضی اور سعادت بھی تصور کرتا ہوں، جبکہ وہ ایک بیمار کو کسی مسیحا کے جھرمٹ میں ڈال
دے۔ اب بھی اگر میں خاموش رہتا ہوں تو یہ میری جماعت کی بد نصیبی کا پہلا اور آخری دن ہوتا۔



سید العلماء سند الحکما

سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں

قادری برکاتی قدس سرہ

اظہار حال:

اے ملت کے نگہبانو! مانگ پر کوئی چارہ ساز و مسیحا نہیں آیا بلکہ ایک بیمار غم نے آپ سے دور کر عالم کرب و اضطراب میں چھ کروڑ پریشان حال کا نسخہ شفا مرتب کیا ہے۔ مجھے آپ کی اصابت رائے اور حق گوئی پر اتنا ہی اطمینان و بھروسہ ہے، جتنا کہ کل کی صبح آفتاب کے طلوع ہونے کا یقین ہے۔ اس لیے اگر نسخہ کے تیر بہدف ہونے اور آنے والی چند سطروں میں پختگی رائے کی آپ کوئی بھی جھلک محسوس فرمائیں گے تو اس میں تحسین و مرحبا ہی سے کام نہ لیں گے بلکہ اس کے ایک ایک نقطہ پر صا د کر کے یہ ثابت کر دیں گے کہ سنی جمعیتہ العلماء کا نظریہ چھ کروڑ سنی مسلمانوں کا مشترکہ اور متفقہ نظریہ حیات ہے۔ اور اگر آپ فکری لغزشوں پر مطلع ہو جائیں گے تو محض چشم پوشی سے اپنی فراخ دلی کی داد نہ چاہیں گے بلکہ بھری محفل میں انگلیوں کے اشارے سے اس کی نشاندہی فرما کر اپنا فرض منصبی انجام دینے میں کوئی کوتاہی نہ برتیں گے۔

کانپور کا انتخاب:

اس عنوان کی تفصیل تو خطبہ استقبالیہ میں گزر چکی اور سچ جاننے یہ عنوان صدر مجلس استقبالیہ کے حق میں اتنا ہی مختص و متعارف ہے جتنا کہ ”جماعتی پالیسی“ کا عنوان۔ صدر جماعت کے لیے کانپور میں ہونے والی کانفرنس کی جو بات سطح ذہن پر ابھری تھی، وہ یہ تھی کہ کانپور اگرچہ اتر پردیش کا دل نہیں، مگر دل کی دھڑکنوں سے اتنا ہی قریب ہے کہ اس پر بے خبری کا الزام بھی نہیں لگایا جاسکتا۔ پھر کیوں نہ ایسا ہو کہ ایک راز دار ہی کی انجمن میں افشائے راز کیا جائے۔

لمحہ فکر یہ:

اے کانپور کے دوستو! اگر آپ حضرات جھانک کر کسی کا دل دیکھنا نہیں جانتے تو کبھی قریب آ کر صدائے دل پر اپنا کان ہی لگا دیتے، آپ کو کیا معلوم اس ٹوٹے ہوئے دل میں آپ کی پائمانی پر رنج و غم کی کیسی شعلہ بارنگیٹھی سلگ رہی ہے اور اسی ایک دل نے آپ کی کامیابی و کامرانی کے کتنے حسین و دیدہ زیب ایوان و محل سجا رکھے ہیں۔ اے کاش! دل کی جس بھڑکتی ہوئی آگ میں میرا جسد خاکی جل رہا ہے، اس کی ایک چنگاری ہی آپ

کے دامن تک پہنچ پاتی، شاید کہ میں غلط کہہ گیا! نہیں نہیں، آپ سب کے سب سلامت رہیں، میرا ہی جلنا آپ سب کے کام آجائے۔ مقتدائے ملت حضور مفتی اعظم ہند کے ایما پر آل انڈیا سنی جمعیتہ العلماء ممبئی کا ایک باوقار و فدا رس وقت مالیکاؤں کی گلیوں کی خاک چھان رہا تھا اور بھڑکتے ہوئے شعلوں کی لپٹ سے لوگوں کا دامن بچانے میں سپاہیانہ حق ادا کر کے وطن دوستی کا ثبوت دے رہا تھا۔ جبکہ ملک کی دوسری جماعتیں دور سے اٹھتا ہوا دھواں دیکھ رہی تھیں اور اس وقت کا انتظار تھا کہ آگ سرد پڑ جائے تو ایک خوفزدہ اور لوٹی ہوئی قوم سے اسی کی آبرو کا واسطہ دے کر چندہ کی بھیک مانگی جائے جیسا کہ جمعیتہ العلماء ہند دلی نے اپنے ماضی میں کچھ ایسا ہی ریکارڈ چھوڑا ہے اور میرے اپنے خیال میں جمعیتہ العلماء ہند دلی اور آل انڈیا سنی جمعیتہ العلماء ممبئی کا یہی وہ خط امتیاز ہے جو عمل کی راہ میں ایک کو دوسرے سے ممتاز بنا دیتا ہے۔

میرے پیارے بھائیو! خطبہ صدارت کی چند سطریں لکھتے ہوئے دل ڈوبا جا رہا ہے اور آنکھوں تلے اندھیرا ہے۔ بس اتنا ہی سوچ کر حیران ہوں کہ بات کہاں سے اٹھائی جائے اور کہاں ختم کی جائے۔ جبل پور کہتا ہے کہ پہلے مجھ پر ماتم کر لو تب الفاظ و معانی کا محل اٹھاؤ۔ مالیکاؤں کی سسکتی ہوئی دنیا کا تقاضہ ہے کہ ہمارے چہروں کا اضمحلال دور کر دو تب دوسروں کے چہروں پر غا زہ و سرخی کا اہتمام کرو۔ یہی اپنی آنکھ ہے جو ننھے ننھے تپہوں کا چہرہ دیکھ رہی ہے اور بیکس و مظلوم عورتوں کا لٹا ہوا سہاگ قلم پر پہرہ بٹھانے کے لیے خود زبان اردو اپنی چاک دامانی کے ساتھ نوک قلم تھامے کھڑی ہے کہ یا تو مجھے میرا حق دلا دو ورنہ زبان و ادب کی ڈکٹسری کا سہارا چھوڑ دو۔ خدا نا کردہ اگر میں ہی مٹ گئی تو اجلاس کی ہما بھی اور بزم شعر و سخن کی ساری بہاریں اجڑ جائیں گی۔ خواجہ غریب نواز، خواجہ قطب، محبوب الہی، سید سالار مسعود غازی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے وہ عزت مآب آستانے جن پر ہماری جانیں نچھاور اور قربان ہیں، ہماری قوت اور جذبہ عقیدت کو چیلنج دے رہے ہیں کہ تمہاری خانقاہوں میں غیروں کی ٹھیکیداری کب تک؟

ترمیم مسلم پرسنل لا کا دم توڑتا ہوا بل سرگوشی کر رہا ہے کہ اب تمہاری زندگی کا پورا اثاثہ خطرے کی زد میں آنے والا ہے۔ مقابلہ دلی میں اسلاف کی وہ بوسیدہ ہڈیاں ہمیں پکار رہی ہیں، جن پر جمعیتہ العلماء ہند نے اپنے نام نہاد اقتدار کا محل اٹھا رکھا ہے۔ غرضیکہ یہ چند

ابھرتے ہوئے سوالات ہیں اور وقت کے اہم تقاضے جن کے تحت ہم نے آپ کی سربراہی میں یہ سہ روزہ کانفرنس طلب کی ہے۔

اے ملت کے ناخداؤ! میں نے آپ کے پروقار چہروں کی قطار اور اپنے احباب کا ٹھانٹیں مارتا سمندر پا کر یہ یقین کر لیا کہ میں اس راہ میں اکیلا نہیں ہوں بلکہ میری ہم نوائی میں ملت اسلامیہ کا ایک لشکر موجود ہے۔ چنانچہ ہم نے انہیں امیدوں کے سہارے سرزمین کانپور پر ملک کا دل و دماغ اکٹھا کیا ہے۔

ہمارا مزاج:

اے محترم حضرات! اگرچہ آل انڈیائی سنی جمعیتہ العلماء کے نام کا جنم دن ۱۹۴۷ء کے بعد کہا جاتا ہے لیکن یہ اپنی روایات اور مسلک و نصب العین کے اعتبار سے اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ لفظ اہلسنت و جماعت اپنے اعتقادی اور عملی حیثیت سے۔ گویا ایک ہی حقیقت کے یہ دونام ہیں۔ لہذا ہم کسی خوش فہمی کے تحت کسی نئی چھاپ کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ بلکہ ہماری قدامت اور پرانا پن ہی ہمارا طغرائے امتیاز ہے۔

۱۹۴۷ء کے بحرانی دور کے بعد جنہیں جہاں جانا تھا، وہ وہاں جا چکے، جنہیں یہیں رہنا تھا انہوں نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے سمجھ بوجھ کر اپنے آزاد وطن میں اپنی زندگی کا بسیرا ڈال دیا۔ ۱۹۴۷ء سے ۱۹۶۳ء تک کی ہماری زندگی بھالی اور جانچی پرکھی ہے۔ ہم ان راہ گیروں میں نہیں جن کی ہر صبح و شام پر شک و شبہ کا الزام لگایا جاسکے۔ اگر آپ کی مصیبت پر ہمیں حملہ کرنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا تو سچ بتائیں یہ کس بارگاہ کی فیض بخشی ہے، جہاں سے آپ نے اس حق کو اپنے لیے مستعار کر لیا ہے تاکہ ہم نہ سہی تو آپ کی دوسری حریف جماعتیں اس آستانہ کرم پر دستک دے سکیں۔ معاف کیجئے ہم یہ کیسے باور کر لیں کہ سولہ برس کی طویل مدت میں آپ نے ہمیں پہچانا ہی نہیں، جمعیتہ العلماء ہند جو آپ کی پروردہ و داشتہ ہے۔ اس کی کانپھوسی پر آپ نے آزمائش کے ہر جوڑ پر ہمارے ہی عوام کو تختہ مشق بنایا۔ لیکن آپ اور آپ کے عملے پر سونا و پتیل کا فرق ظاہر ہو کے رہا۔ سخن گسترانہ بات آہی گئی ہے تو اسے بھی سماعت فرما لیجئے۔ کل آپ ہی کا کوئی بالک ہٹ آئے اور آپ کی دل دہی اور دلنوازی کے تحت ہم کو نگاہ غلط انداز کا نشانہ بنادے تو اس سے ہمارا وزن نہ گھٹ جائے گا۔ بلکہ خود آپ کے ذمہ دارانہ پوزیشن کی بحر و حیرت و شگفتگی واضح رہے اب جب کبھی بھی ایسا

ہوگا تو آنے والا مورخ اسے ظلم و استبداد ہی سے تعبیر کرے گا۔ خدارا! آپ ہمارے مزاج اور ہماری افتاد طبع سے کھیل نہ کھیلئے۔ ہم مارکیٹ و بازار کے وہ سامان نہیں جس کی قیمت لگائی جائے۔ ہمیں جس بازار میں بکنا تھا، ماں کی گود ہی میں بک چکے۔ اپنا تو حال یہ ہے۔

جب تک بکا نہ تھا تو کوئی پوچھتا نہ تھا

تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

اب دنیا کی کوئی طاقت ہماری قیمت نہیں لگا سکتی۔ اگر یہ ہمارا خود ساختہ مزاج ہوتا تو ہم آپ کی عدالت مجاز کی باز پرس سے گھبرا بھی سکتے تھے۔ لیکن یہ ہمارا فطری رجحان ہے، جو ہر قسم کی بالادستی سے پرے دور ہے۔ ہم کسی ملک میں صرف رہنے کا صحیح شعور و سلیقہ بھی دینا ”امر بالمعروف و نہی عن المنکر“ کے تحت اسلامی فریضہ تصور کرتے ہیں۔ لہذا یہ یاد رہے کہ آل انڈیائی سنی جمعیتہ العلماء کی کینٹ کا ایک خاص مزاج ہے۔ وہ اس عشرت کدہ اور آرام گاہ کو اپنی آنکھوں میں نہیں لاتے، جہاں رہ کر زبان و قلم پر پہرہ بٹھایا جاسکے بلکہ وہ قید و زنداں کی اس چہار دیواری میں تسکین روح کی فراوانی محسوس کرتا ہے جہاں دن دھاڑے بارگاہ احدیت میں بجا نیاز لٹائے جانے کا اذن عام ہو۔ نہ تو ہم کسی ملک میں رہ کر غیر قانونی چارہ جوئیوں سے اپنے دامن وقار کی پائمالی پر خاموش بیٹھنے کی عادی ہیں۔ دستور ہند کے دیئے ہوئے حقوق کی روشنی میں ہم اپنے مطالبات تسلیم کرانے میں اس وقت تک قانونی جدوجہد کرتے رہیں گے تا وقتیکہ حق بحقدار رسید کی نوبت نہ آجائے۔

ایک اہم سوال:

آج ملک کے طول و عرض میں ہم سے یہ دریافت کیا جاتا ہے کہ آل انڈیائی جمعیتہ العلماء خالص مذہبی جماعت یا سیاست حاضرہ سے بھی اس کا گٹھ جوڑ ہے۔ یہ سوال بھی تو محض سادہ لوح مسلمانوں کی طرف سے کیا جاتا ہے اور گاہے گاہے بعض چالو جماعتیں چور دروازوں سے یہ سوال اٹھایا کرتی ہیں۔ سنئے اور دل کا دروازہ کھول کر سنئے۔ ”جو ہمارا مذہب ہے، وہی ہماری سیاست اور جو ہماری سیاست ہے وہی ہمارا مذہب“۔

اس جملے کو جن لوگوں نے ذہنی عیاشی اور فکری تفریح کے طور پر استعمال کیا۔ اگر ان سے یہ سوال کیا جائے تو سائل اپنے سوال میں حق بجانب ہے لیکن ملت کے جن نگہبانوں نے مذکورہ قانون کی ٹھوس حقیقت کو سمجھا ہوا اور اسی پر ان کا عمل درآمد بھی ہو تو ان

اے محترم حضرات!

یہ میرے دل کی دھڑکنوں کا اشارہ ہے۔ مبادا پچھلے جملوں نے غلط فہمی میں نہ مبتلا کر دیا ہو۔ اس لیے چند لفظوں میں اپنے نقطہ فکر کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بات عرض کرنا ہے کہ ایوان تک اپنی آواز پہنچانے کا میں یکسر مخالف نہیں۔ حالات نے اس قدر جھنجھوڑ دیا ہے کہ اس سے انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ مگر اس خطرے کو کیا کہئے۔ کہیں اس راہ کا مسافر چراغ راہ کو شمع انجمن اور نشان منزل ہی کو نہ منزل سمجھ لے۔ حالات تو کچھ ایسے ہی ہیں کہ رع ہر کہ درکان نمک رفت نمک شد

الامشاء اللہ! بس کہنا یہ ہے کہ اس عالم اسباب میں اگر اسباب و وسائل سے منہ موڑ کر ہم تو قومی خدمات انجام دیں گے مگر اس کا پس منظر الیکشن کی فیلڈ بنانا نہ ہوگا۔ یہ اور بات ہے کہ ہمارے آزادار کین کسی کو بھی سپورٹ کر دیں یا صوبائی علاقائی اور اضلاعی طور پر اپنی صوابدید کے تحت کسی ایسی جماعت کی تاکید کریں جو ہمارے مطالبات کے پورا کرانے میں کوئی ایسی ضمانت دے جس پر ہمیں اطمینان کلی ہو۔

جمعیتہ العلماء ہند دلی اور آل انڈیائی جمعیتہ العلماء ممبئی:

میں آج کی صدارتی گفتگو میں اس بحث کو نہیں اٹھانا چاہتا کہ جمعیتہ العلماء ہند دلی کی داخلہ پالیسی کس حد تک گھنونی اور گندہ ہو چکی ہے، جس کی یقین دہانی کے لیے میرٹھ کا وہ حالیہ اجلاس کافی ہے، جس میں صدارتی انتخاب کے نتیجے میں نہ صرف کرسیاں تک پھینکی گئیں بلکہ چھرا چا تو تک کی نوبت آگئی تھی، وہ تو کہنے کسی نہ کسی طرح معاملہ رفع دفع کر دیا ورنہ نہ جانے کتنی خطرناک نوبت آگئی ہوتی۔ چنانچہ نوبت بہ ایں جا رسید کہ ایک جمعیتہ کے لیے دو صدر کا انتخاب عمل میں لایا گیا۔ جمعیتہ العلماء کا یہ طرز عمل ملک کے مدبرین کو دعوت فکر دے رہا ہے کہ مسلمانوں کی نمائندگی کا غلط دعویٰ کرنے والی جمعیتہ جو خود اپنے کا بنیہ پر قابو یافتہ نہیں، اس پر کیوں کر بھروسہ کیا جائے کہ وہ نیک نیتی سے مسلمانوں کی بے لوث خدمات انجام دے سکے گی۔ اس نے صدارتی انتخاب میں اپنی دھینکا مشتی سے اس امر کا اعلان کر دیا کہ جو خود گم کردہ منزل ہے، کسی مسافر کا اس کے نقش قدم پر چلنا مناسب نہیں۔ جمعیتہ العلماء ہند دلی خود اپنے ہاتھوں اپنی قبر کو دھچکی ہے۔ اب تو وہ ایک چلتا پھرتا جنازہ ہے جس کی میت اور تعفن سے سارا ملک مسموم ہوتا جا رہا ہے۔ میں اس گفتگو کو طول نہیں دینا چاہتا کہ جمعیتہ العلماء ہند دلی

سے سوال کرنا قطعاً بے محل و بے معنی ہے۔ ایسے سائل کے بارے میں ہم یہ رائے قائم کرنے پر مجبور ہوئے ہیں کہ یا تو وہ مذہب سے نا آشنا ہے یا اس پر حقیقی سیاست کی پرچھائیں تک نہ پڑسکی یا پھر وہ دونوں ہی سے نا بلد ہے۔

مختصر یہ کہ ہمارا مذہب سیاست کی جنبش لب کار ہین کرم نہیں بلکہ اسلامی سیاست اس وقت تک اپنا رخ نہیں متعین کرتی تا وقتیکہ مذہب کا کوئی اشارہ نہ پایا جائے۔ لہذا نہ تو مذہب سیاست سے جدا ہو سکتا ہے اور نہ ہی سیاست مذہب سے۔

یہ ایک بولتا ہوا قانون ہے جو سیاست حاضرہ وغیرہ دونوں کو شامل (فاعتبرو ایسا اولی الابصار لعلکم تفلحون) بات تشنہ تکمیل نہ رہ جائے، اس لیے برسر راہ ایک ایسے اشارہ پر اکتفا کرتا ہوں جس سے مذہب و سیاست میں چولی دامن کا صحیح تعلق بھی واضح ہو جائے۔ ہم اہلسنت اعراس اولیا کے قائل ہیں مگر یہ فتویٰ مرکز اہلسنت بریلی شریف اور مارہرہ مطہرہ کی درس گاہ شریعت و طریقت ہی سے نہیں صادر کیا جاتا بلکہ تلوار کے سائے اور پھانسی کے تختے پر بھی یہی کہا کرتے ہیں۔ لیکن ایک وہ بھی جمعیت ہے جس کا پورا کا بنیہ مراسم عرس پر شرکت و بدعت کی چھاپ لگاتا ہے، مگر تقسیم کے بعد ان کے ناظم اعلیٰ نے بیٹھ کر جھوم جھوم کر قوالی سنی تھی۔ یہی وہ مذہب ہے، جو وقت کی بہتی ہوئی سیاست پر اپنا رخ بدل دیتا ہے۔ غالباً مذہبی تعصب میں جمعیتہ العلماء ہند دلی اور آل انڈیائی جمعیتہ العلماء ممبئی کا یہی وہ نشان فاصل ہے جو ان کی انتہا پسندی اور ہماری معتدل پالیسی کا راز افشا کر دیتا ہے۔

الیکشن اور ہمارا موقف:

ہم سے یہ بھی دریافت کیا جاتا ہے کہ الیکشن سے متعلق آل انڈیائی جمعیتہ العلماء کی متعینہ پالیسی کیا ہے۔

اے محترم حضرات! یہ مسئلہ نہ اٹھا کر بھی میں آگے گذر سکتا تھا لیکن بات اگر صیغہ راز پردہ خفا میں رکھی گئی تو ہو سکتا ہے کل مجھ پر کتمان حق کا الزام عائد کر دیا جائے اور حق پوشی اپنا شعار نہیں۔ یہ کسی اور ہی کو مبارک ہو۔

اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ اگر ہمیں کسی کے بارے میں یہ یقین کامل ہو گیا کہ دین و دیانت کی پوری سلامتی کے ساتھ ہماری زندگی کا حق ادا کر سکے گا تو ہم اس کے پاؤں میں کوئی زنجیر نہ ڈالیں گے۔ بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس کی راہ سے کانٹوں کو بھی دور کر دیں۔

بھارت کی حصول آزادی کے لیے سنی جمعیت کے اسلاف و اکابر نے اپنے پیچھے ایسی درخشاں تاریخ چھوڑی ہے جس پر کوئی غبار نہیں ڈال سکتا۔
ہم اور ہمارا ملک آزاد:

اے محترم حضرات! اس کھلی ہوئی حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے کہ آزادی وطن کے لیے ہم ملک کی دوسری قوموں کے نہ صرف دوش بدوش ہی رہے، بلکہ بسا اوقات ہمارے ہی مجاہدین امیر کارواں بن کر انگریزوں کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لیے سب سے پیش پیش نظر آئے۔ اگر آج کی تاریخ فروش دنیا بھول چکی ہے تو آپ آسمان کے ان ستاروں سے آزادی وطن کے سپہ سالار اعظم علامہ فضل حق خیر آبادی کا نام دریافت کریں جن ستاروں نے اس نام کو اپنے کیچے سے لگا کر رکھا ہے۔

انگریزوں کے خلاف جس نے سب سے پہلے فتویٰ جہاد دے کر آزادی وطن کے لیے جدوجہد کی داغ بیل ڈالی ہے، وہ ہمارے ہی سرخیل جماعت و امیر کارواں علامہ فضل حق خیر آبادی تھے۔ پھر انہیں کے جواب پر الجواب صحیح کرنے والوں میں مولانا عنایت احمد کوری اور مفتی صدر الدین دہلوی جیسے علامہ کے ہم عصر، ہم زمانہ علما تھے۔ اے دلش کے نیتاؤ! اگر جزیرہ انڈمان پہنچ کر آپ حضرات شہید وطن کی قبر پر عقیدت کا ہار نہ چڑھاؤ تو کم از کم خیر آباد کے اس اجڑے ہوئے محل کے کھنڈرات پر ہی چند آنسو بہائے ہوتے جہاں آزادی وطن کے مجاہد نے اپنی آنکھ کھولی تھی۔ مگر یہ تو فرمائیے ملک دشمن انگریز نے شہید وطن کا آباد محل اجاڑ کر اس پر ہل تک تو چلوایا لیکن دستور زمانہ کی رعایت کے تحت محل کا صدر گیٹ بطور یادگار چھوڑ گیا جو آج بھی فضل امام کے شاہزادے فضل حق کی عظمت و شوکت کا خطبہ دے رہا ہے۔

آپ نے بھی کہیں بطور یادگار فضل حق کالج، فضل حق لائبریری، فضل حق ہاؤس، فضل حق یونیورسٹی کی سنگ بنیاد ڈالی۔ کبھی آپ نے بھی فضل حق ڈے منا کر ملک کی سب سے بڑی اقلیت کی دہلاؤ کی۔ یاد رہے آج آپ کی دنیا اس سوال پر خاموش رہ سکتی ہے مگر تاریخ آپ سے انتقام لے کر رہے گی، جس کے محاسبہ کی گرفت اتنی سخت ہے جس میں راعی و رعایا یکساں نظر آتے ہیں۔

لیکن ہر رنگ اسلاف کو نہیں یہ تو کسی اور ہی کو زیب دیتا ہے۔ ہم علامہ فضل حق خیر آبادی سے لے کر مولانا نثار احمد کانپوری، مولانا فخر آلہ آبادی، مولانا عبدالمجید بدایونی

کیا ہے؟ اور مسلمانوں کے جذبات کا احترام کئے بغیر اس نے اپنی آرزوں کے محل اٹھانے میں اینٹ اور گارے کی جگہ مسلمانوں کا خون اور ہڈی کس بے دردی سے استعمال کیا ہے۔

البتہ مجھے اس وقت اپنی حکومت کو ایک نیک اور مخلصانہ مشورہ دینا ہے کہ وہ اپنی اس پالیسی پر نظر ثانی کرے کہ اپنے اور مسلمانوں کے درمیان جمعیت العلماء کو رابطہ بنانے میں وہ کس حد تک کامیاب ہے اور کہاں تک ناکام ہے! یہ وقت کا ایک اہم اور بنیادی سوال ہے جس سے بھارت گورنمنٹ کبھی چشم پوشی نہیں کر سکتی۔

اس گفتگو کا اشارہ یہ نہیں ہے کہ حکومت کے چند گئے چنے افراد جمعیت العلماء پر اپنی نوازشات کا دروازہ بند کر دیں مگر یہ بھی کوئی دوست نوازی ہے کہ اپنی تجویزوں پر توتالے لگا دیئے جائیں اور آستانہ غریب نوازی کی دلایا اور سید سالار مسعود غازی کے آستانہ کے چڑھاوے جمعیت العلماء کے لیے لقمہ تر بنا دیا جائے۔ یہ اگر ایک طرح انصاف کا خون کرتا ہے تو خود جمعیت العلماء کے مسلک و مشرب کی بنا پر جو چیزیں ناجائز و حرام ہیں، انہیں کو کھلا پلا کر جمعیت العلماء کو ارتکاب جرم کا ملزم بھی قرار دیتا ہے۔

مقصد گفتگو یہ ہے کہ حکومت اور مسلمانوں کے درمیان جمعیت کا نام نہاد غلط رابطہ ہماری گورنمنٹ کے لیے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس رابطہ کی عمر اور زیادہ طویل ہو جانے پر آنے والا الیکشن کانگریس گورنمنٹ پر بہت بھاری پڑ جائے اور حکومت مزید مشکلات میں مبتلا ہو جائے۔

نمائندہ جماعت:

آج ہم یہ اعلان کئے دیتے ہیں کہ ملک کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت جمعیت العلماء ہند دلی نہیں بلکہ آل انڈیا سنی جمعیت العلماء ہے۔ خدا نہ کردہ اگر ہم اپنے اس دعوے میں حقیقت سے الگ تھلگ ہو کر محض تعلیٰ یا فریب خوردگی کا کوئی اعلان کر رہے ہیں تو آج کے بھرے پنڈال میں جہاں سینئر اور صوبے کے ہوشمند سی آئی ڈی اور پریس و اخبارات کے قابل قدر نمائندے اور ترجمان سبھی موجود ہیں، اپنی امن پسند گورنمنٹ سے ہماری درخواست ہے کہ وہ اپنی سربراہی میں پرامن طور پر الیکشن کا انتظام کر کے وہ خود بھی دیکھ لے کہ مسلمانوں کی رائے عامہ کس کے ساتھ ہے۔

یاد رکھئے: آل انڈیا سنی جمعیت العلماء محض کہتے کہتے ۱۹۴۷ء کی پیداوار ہے،

کی تاریخ جانتے ہیں کہ ان لوگوں نے آزادی وطن کے لیے اپنا خون پسینہ ایک کر دیا تھا۔ مگر ہم آپسی فرض شناسی اور اس کی انجام دہی میں ایک انچ پیچھے نہ ہٹے۔

سرحدی جنگ:

کل جس کو ہمالیہ کے دامن سے چینی درندوں نے ہمارے آزاد ملک کو آنکھ دکھائی تھی! اسی آل انڈیا جمعیتہ العلما نے آزادی وطن کے تحفظ کے لیے ایسی ہمہ گیر آواز اٹھائی تھی جس سے ملک کی سب سے بڑی اقلیت اس طرح حرکت میں آئی کہ بھارت کے وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے شکریہ کا پیغام بھیجا۔ انصاف کا خون نہ کیجئے۔ اگر ہمارے دل میں کھوٹ ہوتا تو ہم بھی اس تماشہ گاہ عالم میں تماشہ بینوں کی صف میں نظر آتے مگر آل انڈیا سنی جمعیتہ العلما نے کوہ ہمالہ سے اس کماری تک ملک کی سالمیت و تحفظ کے لیے ایسا ٹھوس قدم اٹھایا کہ تقسیم ہند کے بعد ایسی ایکتا، اس قسم کی یک جہتی اور ایسی بیداری دیکھنے میں نہیں آئی تھی۔ چنانچہ ہماری آواز پورے ملک کی آواز بن گئی کہ اے چین کے وحشیو! واپس چلے جاؤ۔ ہم اپنے آزاد وطن کی ایک انچ بھی زمین تمہیں نہ دے سکیں گے۔ ہم ملک کے باشندوں کا یہی نعرہ ان کے حوصلہ کی پسپائی کا سبب ہوا اور چینی درندوں کو یقین ہو گیا کہ بھارتی سوراؤں کو آنکھ دکھانا اپنی موت کو دعوت دینا ہے۔

ہم گزشتہ صفحات میں اس امر کی وضاحت کر چکے ہیں کہ آل انڈیا سنی جمعیتہ العلما اپنی داخلہ اور خارجہ پالیسی میں اپنا ایک خاص مزاج رکھتی ہے۔

جس طرح ہم بھارت کی ایک انچ زمین پر غیروں کا جاہرانہ تسلط نہیں برداشت کر سکتے، ایسے ہی ہم اس کا بھی یقین رکھتے ہیں کہ درگاہ معلیٰ اجمیر مقدس اور دوسرے آستانہ جات کے اوقاف سنی جمعیتہ العلما کی امانت ہیں۔ لہذا ہم ان آستانہ جات میں بھی غیروں کی ٹھیکداری کا اکڑ پن نہیں برداشت کر سکتے۔

مرکزی جج کمیٹی ومبئی پورٹ جج کمیٹی:

دنیا میں جائز و ناجائز ہر قسم کا کاروبار ہوتا ہے۔ مگر مذکورہ جج کمیٹیاں عجیب و غریب کاروبار کرتی ہیں۔ مشہور ہے کہ وہ حاجیوں اور زائرین کی تجارت کرتی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ تجارت ان کے لیے کافی منفعت بخش تجارت ہے مگر اپنا دینی فریضہ تصور کر کے اپنے

طرز فکر اور عقائد کی تبلیغ بھی کرتی ہے اور حجاج وزائرین کو سہولت پہنچانے کے بجائے راہ میں کانٹے بھی بچھاتی ہے۔ اب ۱۹۶۱ء تک جج کمیٹی سے تقریباً چوبیس ہزار حجاج ہندوستان سے گئے اور عراق کا ویزا لے کر گئے۔ زائرین بغرض مشاہدہ مقدسہ بزرگان دین ہندوستان سے گئے اور فی کس بارہ سو روپے باجائز معلم حکومت ہند اپنے ساتھ لے گئے۔ ۱۹۶۲ء سے جج کمیٹیوں کی عائد کردہ پابندیوں کی بنا پر صرف پندرہ ہزار حجاج فی کس ایک ہزار روپیہ لے کر شدید پابندیوں کے ساتھ جج کے لیے جاسکے۔ زائرین کے ساتھ کمیٹی نے زیادتی کی کہ ایک مدت تک زیارت سے محروم رکھے گئے۔ یہ تھی ان کی طرز فکر اور عقائد کی تبلیغ، کیونکہ اراکین جج کمیٹی زیارت کے عقیدہ کا خلاف ہیں۔

(۱) زائرین کو اجازت بھی دی ہے تو صرف تقریباً سات سو افراد کے لیے، وہ بھی فی کس سات سو روپیہ کے ساتھ۔ یہ ظاہر ہے کہ اتنے طویل سفر کے لیے سات سو روپیہ بالکل ناکافی ہیں۔ اس لیے مذکورہ جج کمیٹیوں پر ہم کو بالکل اعتماد نہیں ہے، ہم چاہتے ہیں کہ گورنمنٹ آف انڈیا، مرکزی پورٹ جج کمیٹی اور مہاراشٹر اسٹیٹ گورنمنٹ ان کمیٹیوں کو تبدیل کر دے اور صحیح نمائندے نامزد کرے اور وہ نمائندے ایسے ہونے چاہئیں جو فریضہ حج اور بزرگان دین کی زیارت گاہوں پر جانے والوں کی خدمت کو خدمت دین تصور کریں۔

(۲) جمعیتہ العلما ہند پر ہم اب عدم اعتماد کا اعلان کرتے ہوئے یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ جمعیتہ العلما دیوبندی مکتب فکر کے چند گئے چنے افراد کی ترجمان ہے، ملک کے پچانوے فیصدی مسلمانوں کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بھارت کے چھ کروڑ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت آل انڈیا سنی جمعیتہ العلما کے ساتھ کوئی ایسی مراعات نہ دے جو ۹۵ فیصدی مسلمانوں کی حق تلفی اور دل آزاری کا سبب قرار پائے۔

(۳) ہم حکومت سے یہ بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ صوبائی اور علاقائی طور پر فیصدی کے حساب سے مسلمانوں کو جتنی جگہیں ملنی چاہیں مسلمانوں کے ساتھ نا انصافی نہ برتی جائے۔

(۴) ان مساجد کی بازیابی کا بھی مطالبہ کرتے ہیں کہ جو ابھی تک غیروں کے قبضے میں ہیں۔ حکومت کو چاہئے کہ وہ جلد ان مساجد پر مسلمانوں کا قبضہ دے کر جمہوریت کا ثبوت دے۔

ہمارا پیغام:

اے محترم حضرات! مجھے یہ احساس دکھ پہنچا رہا ہے کہ میں نے آپ حضرات کی

الگ نام لے کر شکریہ ادا کیا جائے مگر وقت کی تنگی اور کام کی ہماہمی جذبات کی راہ میں سنگ گراں بن کر حائل ہے۔ اس لیے ہم تمام ہی حضرات کی خدمت کی میں ہدیہ امتنان و تشکر پیش کرتے ہیں کہ آپ حضرات نے ہماری آواز پر لیک فرمایا اور ہم آئندہ کے لیے بھی آپ حضرات سے یہی امید رکھتے ہیں۔

اب دل کا دوسرا تقاضا ہے کہ کانپور کے ان جوانمرد اور حوصلہ مند مسلمانوں میں سے ایک ایک کا نام لیا جائے جنہوں نے دن رات ایک کر کے ہمیں قوم کی زندگی سنورانے کا زریں موقع دیا ہے۔ مگر یہ خیال دامن گیر ہے کہ اس طویل فہرست پر جتنی وسیع نگاہ محبوب ملت مولانا الحاج محمد محبوب صاحب اشرفی صدر سنی جمعیتہ العلماء کانپور کی ہے، اس قدر میری نہیں ہے۔ لہذا میں مولانا محمد محبوب کا شکریہ ادا کر کے یہ فہرست انہیں کے سپرد کئے دیتا ہوں کہ وہ اپنی صوابدید کے تحت حسب ترتیب اپنے زیر سایہ کام کرنے والوں کا شکریہ ادا کر کے میرا اور اپنا مشترکہ کام انجام دیدیں۔

اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آج کا یہ عظیم الشان پنڈال جس کے زیر سایہ ملک کے بالغ نظر اور صاحب الرائے قوم کی تقدیر کا لائحہ عمل مرتب کر رہے ہیں، یہ مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی کی بے پناہ انتھک کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جس کو سنی جمعیتہ العلماء کی تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکے گی۔

اور ساتھ ہی مفتی اعظم کانپور مولانا رفاقت حسین صاحب کے ہم تہ دل سے مشکور ہیں کہ ان کے نیک اور مفید مشوروں کے سہارے یہ کاروان عمل آگے بڑھ سکا ہے۔

اب آپ سے رخصت ہوتے ہوئے میری دلی آرزو ہے کہ ہم سب مل جل کر مقتدائے اہل سنت، یادگار سیدنا علی حضرت حضور مفتی اعظم ہند کے لیے دعا کریں کہ رب کریم ان کو صحت و سلامتی سے رکھے اور حضرت کی عمر میں برکت عطا فرما کر ان سایہ کو ہم پر دراز سے دراز فرمائے۔ آمین۔ بجاہ النبی الامین المکین علیہ وعلى آله واصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔

فقیر آل مصطفیٰ برکاتی قادری

۱۲ جمادی الآخر ۱۳۸۳ھ

ضرورت کا کافی وقت لے لیا ہے۔ آپ سے رخصت ہوتے ہوئے یہ گزارش ہے کہ ہم لوگ زندگی کے ایک نئے موڑ پر آچکے ہیں۔ مسجد، مدرسہ و خانقاہ سے باہر بھی زندگی کے کچھ اہم تقاضے ہیں جس سے چشم پوشی اپنی جماعتی زندگی کو موت کی نیند سلا دینے کے مترادف ہے۔ آج اسلامی لیبل لگا کر مسلمانوں کی نمائندگی کا غلط دعویٰ کرنے والی جماعتیں ہمارے حقوق کی پائیمالی میں سرگرم عمل ہیں۔ ضرورت داعی ہے کہ ہم سب ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو کر ہر باطل پرست کا ڈٹ کر مقابلہ کریں اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ آپ سب ہی حضرات مل جل کر آل انڈیائی سنی جمعیتہ العلماء کا ہاتھ مضبوط سے مضبوط تر کریں۔ ہمارے سہ روزہ اجلاس نے یہ واضح کر دیا ہے کہ سنی نام کی طبقاتی تقسیم تو قبول کر سکتا ہے مگر سب کا مقصد کار ایک ہی ہے ہم اپنی خانقاہ و مدرسہ میں برکاتی رضوی اشرفی نعیمی چشتی کی نسبت کو باعث فخر و سعادت سمجھتے ہیں۔ مگر آل انڈیائی سنی جمعیتہ العلماء کے پلیٹ فارم پر ہم سنی اور صرف سنی ہو کر ایکتا اور یک جہتی کے مظاہرے پر فخر محسوس کرتے ہیں گویا ہم ایک ہی بڑے دریا کی چند نہریں ہیں اور پھر ادھر ادھر گھوم پھر کے اسی دریا سے گلے مل جاتے ہیں۔

اے محترم حضرات! اب وقت سونے کا نہیں رہا۔ زمانہ اپنی برق رفتاری سے گزرتا جا رہا ہے اور ملک کی شاطر جماعتیں اپنی نت نئی شاطرانہ حرکتوں سے ہمارے جماعتی نظام کو منتشر کر دینا چاہتی ہیں۔ اگر آپ حضرات یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے حقوق کی پائیمالی نہ ہونے پائے تو اس کا واحد طریقہ یہ ہے کہ ہر جگہ سنی جمعیتہ العلماء کی شاخوں کا قیام عمل میں لایا جائے اور زیادہ سے زیادہ ممبر سازی کر کے یہ واضح کر دیا جائے کہ ملک کی رائے عامہ آل انڈیائی سنی جمعیتہ العلماء کے ساتھ ہے۔ ہمیں آپ جیسی ذمہ دارانہ شخصیتوں پر بھروسہ ہے کہ آپ حضرات یہاں سے خالی ہاتھ خالی الذہن نہ تشریف لے جائیں گے بلکہ آپ کے ہاتھ میں سنی جمعیتہ العلماء کا دستور ہوگا اور ذہن میں جماعتی تعمیر کا صحیح خاکہ۔

بس یہی میری آرزو ہے کہ جو لگن مرے دل میں ہے، وہ آپ سب کے دل تک پہنچ جائے اور پھر خدا نے چاہا تو وہ دن دور نہیں کہ حکومت کی نظر سے جمعیتہ العلماء ہند کی فریب کاری کا پردہ ہٹ جائے گا اور سنی جمعیتہ العلماء اپنے وہ سارے حقوق کو حاصل کر لے گی، جس کے لیے وہ میدان عمل میں اتر چکی ہے۔

ہدیہ امتنان و تشکر:

اے محترم حضرات! دل تو یہی چاہتا ہے کہ ممبر پر تشریف فرما باوقار چہروں کا الگ



سیدالعلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ

تم سا کوئی جہاں میں حبیب خدا نہیں
نیکوں کو نیکیوں پہ بھروسا ہے حشر میں
تیرے مقام قرب کو کیا کوئی پاسکے
مجھ سا گناہگار جہاں میں نہیں اگر
تعظیم مصطفیٰ میں ہوا انکار کی مجال
شیطان سے کم کہے جو نبی کے علوم کو
مرتد نے دی مثال بہائم کے علم سے
فاتح وہی ہیں باب شفاعت کے روز حشر
عقل بشر مقام تدلے میں کیا چلے
یہ مصطفیٰ ہیں جو گئے ادراک کے پرے
محبوب خاص ہیں وہی رب جلیل کے
مل جائے چاشنی جسے عشق رسول کی
سید ہوان کی یاد تمہاری غذائے روح

بے مثل جیسے تم ہو کوئی دوسرا نہیں
مجھ سے فقیر کو تو کوئی آسرا نہیں
روح امیں بھی سدرہ سے آگے رسا نہیں
ان ساشفع بھی تو کوئی دوسرا نہیں
واللہ اس سے بڑھ کے تو کوئی خطا نہیں
ایماں سے اس خبیث کو کچھ واسطہ نہیں
علم رسول کی اسے وقعت ذرا نہیں
رتبہ یہ ان سے پہلے کسی کو ملا نہیں
روح امیں کا پر بھی تو واں تک چلا نہیں
شوق کلیم طور سے آگے بڑھا نہیں
ان کا شریک اس میں کوئی دوسرا نہیں
قد و نبات میں اسے کوئی مزا نہیں
پھر دیکھنا کہ ان سے تمہیں کیا ملا نہیں



تن بے روح راتاب و توانے کردہ ام پیدا
بہ ذکر نام احمد پاک جانے کردہ ام پیدا
کفن ہائے عنادل را بہ نوک خاری دوزم
شہیدان گلستاں را نشانے کردہ ام پیدا
زباں را بند کردہ حال دل گویم بجاناں را
سکوت بے زبانی را زبانی کردہ ام پیدا
نثار سنگ در کردم سجود عاشقی سید
متاع سرفروشی را دکانے کردہ ام پیدا



سیدالعلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ

جھکا کے سر کو پہلے بار گاہ رب اکبر میں
تمنا ہے گذاروں عمر ساری حمد داور میں
خیال یار نے بستر لگایا قلب مضطر میں
یہ مہمان عزیز اترا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں
ضیاء الشمس کی تاباں درختاں روئے انور میں
مہک واللیل کی عنبر فشاں زلف معبر میں
جمال مصطفیٰ جلوہ کناں ہے قلب مضطر میں
نبی خانہ بنایا ہم نے اب اللہ کے گھر میں
سنور جائیں ترے گیسو نکھر جائے مری قسمت
کہ قدرت شانہ کرتی ہے تیری زلف معبر میں
رخ زیبا کا پر تو پڑ گیا تھا، ہو گئے روشن
وگر نہ روشنی کب تھی مہ و مہر منور میں
لطاقت تیری شبنم میں، نزاکت تیری پھولوں میں
ضیا تیری قمر میں شمس میں انجمن میں، اختر میں
حسین ابن علی نے کر دیا اسلام کو زندہ
رسول اللہ کا جلوہ نہاں تھا ابن حیدر میں
اطبا اٹھ گئے بالیں سے میری کہہ کے یہ سید
خدا جانے یہ کیا سودا سمایا ہے ترے سر میں





سیدالعلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ

تیرے پائے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجہ
تو زمیں والوں پہ اللہ کا سایہ خواجہ
میری کشتی ابھی ساحل سے لگی جاتی ہے
اک ذرا تو نے اگر ہاتھ لگایا خواجہ
ہے یہ اقلیم ہند تیرے قلم رو میں حضور
ہند کے سارے ولی تیری رعایا خواجہ
لے چلیں گے جو فرشتے مجھے دوزخ کی طرف
میں پکاروں گا ذرا ٹھہرو وہ آیا خواجہ
جوش مستی میں کئی آئے ہیں ایسے لمحے
میں بہک جاتا مگر تم نے بچایا خواجہ
بے خودی میں، میں خودی کو ہی خدا کہہ دیتا
شکر ہے تم نے مگر یاد دلایا خواجہ
مگر شیطان سے مریدوں کو بچا لیتے ہو
اس لیے پیر تمہیں اپنا بنایا خواجہ



سیدالعلماء سید شاہ آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ

خدا نے خود تمہیں ایسا سنوارا یا رسول اللہ
نہیں ممکن کہ ہو ثانی تمہارا یا رسول اللہ
کرم تیرا جسے چاہے وہ ہو جنت مکاں آقا
کہ ہے فردوس پر تیرا اجارہ یا رسول اللہ
جناب شیخ نازاں ہیں بہت کچھ زہد و تقویٰ پر
ہمیں تو ہے فقط تیرا سہارا یا رسول اللہ
سفینہ تیری امت کا بھنور میں بھنس گیا آقا
خدا را اب ملے اس کو کنارا یا رسول اللہ
غلامان در اقدس تمنا لے کے آئے ہیں
کہ چمکے سنیوں کا پھر ستارا یا رسول اللہ
ابھی بگڑے ہوئے سارے ہمارے کام بن جائیں
تری رحمت اگر کردے اشارہ یا رسول اللہ
نہ کیوں اعلیٰ ہو وہ پرچم، نہ کیوں اونچا ہو وہ پرچم
کہ زینت جس کی ہو گنبد تمہارا یا رسول اللہ
یہ سرخ و سبز رنگت مشہد سبطین نے دی ہے
علم حسنین کا پرچم ہمارا یا رسول اللہ
جلال قبۃ خضرا کے آگے خم ہوا پہلے
اٹھا کے سر کو پھر پرچم پکارا یا رسول اللہ
کسی کی جے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی سید اپنا نعرا یا رسول اللہ

سید العلماء حضرت سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر علیہ الرحمہ

مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی، صدر مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور

ولادت: ۱۳۳۳ھ/۱۹۱۵ء — وفات: ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۷ء

نام: سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر
عرفی نام: سید میاں
لقب: سید العلماء، سند الحکما
نسب: آپ کا مبارک نسب ماں، باپ دونوں کی طرف سے
حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ہوتا ہوا رسول کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے۔ ذیل میں شجرہ پدیری اور شجرہ مادری دونوں درج کیا جا رہا ہے۔

شجرہ پدیری:

- ۱- حضرت سیدنا شاہ آل مصطفیٰ اولاد حیدر قادری علیہ الرحمہ
- ۲- حضرت سیدنا شاہ آل عبا قادری قدس سرہ
- ۳- حضرت سیدنا شاہ حسین حیدر قدس سرہ
- ۴- حضرت سیدنا شاہ محمد حیدر قدس سرہ
- ۵- حضرت سیدنا دلدار حیدر قدس سرہ
- ۶- حضرت سیدنا منتخب حسین قدس سرہ
- ۷- حضرت سیدنا ظم علی قدس سرہ
- ۸- حضرت سیدنا حیات النبی تا تو میاں قدس سرہ

- ۹- حضرت سید حسین قدس سرہ
- ۱۰- حضرت سید ابوالقاسم قدس سرہ
- ۱۱- حضرت سید جان محمد قدس سرہ
- ۱۲- حضرت سید حاتم قدس سرہ
- ۱۳- حضرت سید بدر الدین عرف بد لے میاں قدس سرہ
- ۱۴- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ
- ۱۵- حضرت سید پیارے میاں قدس سرہ
- ۱۶- حضرت سید حسن قدس سرہ
- ۱۷- حضرت سید محمود عرف بدھن میاں قدس سرہ
- ۱۸- حضرت سید بدھا میاں قدس سرہ
- ۱۹- حضرت سید جمال الدین قدس سرہ
- ۲۰- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ
- ۲۱- حضرت سید ناصر قدس سرہ
- ۲۲- حضرت سید مسعود قدس سرہ
- ۲۳- حضرت سید سالار قدس سرہ
- ۲۴- حضرت سید محمد صغریٰ قدس سرہ
- ۲۵- حضرت سید علی قدس سرہ
- ۲۶- حضرت سید حسین قدس سرہ
- ۲۷- حضرت سید ابوالفرح ثانی قدس سرہ
- ۲۸- حضرت سید ابوالفراس قدس سرہ
- ۲۹- حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہ (سادات زیدیہ بلگرام کے جد امجد)
- ۳۰- حضرت سید داؤد قدس سرہ
- ۳۱- حضرت سید حسین قدس سرہ
- ۳۲- حضرت سید یحییٰ قدس سرہ

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم) ۴۴۳

- ۹- حضرت سیدنا شاہ برکت اللہ، امام سلسلہ برکاتیہ
 - ۱۰- حضرت سید میراویس قدس سرہ
 - ۱۱- حضرت سید میر عبد الجلیل قدس سرہ
 - ۱۲- حضرت سید میر عبد الواحد بگرامی قدس سرہ صاحب سبع سنابل شریف
 - ۱۳- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ
 - ۱۴- حضرت سید قطب الدین قدس سرہ
 - ۱۵- حضرت سید ماہ رو قدس سرہ
 - ۱۶- حضرت سید بڑھامیاں قدس سرہ
 - ۱۷- حضرت سید کمال قدس سرہ
 - ۱۸- حضرت سید قاسم قدس سرہ
 - ۱۹- حضرت سید حسن قدس سرہ
 - ۲۰- حضرت سید نصیر قدس سرہ
 - ۲۱- حضرت سید حسین قدس سرہ
 - ۲۲- حضرت سید عمر قدس سرہ
 - ۲۳- حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فاتح بگرام۔
- حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ سے لے کر سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرہ یکساں ہے۔ (۲)

ولادت:

حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۳۳ھ مطابق ۹ جون ۱۹۱۵ء بروز بدھ مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔

آج کل ایک صاحب کو جنون سوار ہوا ہے کہ وہ اپنی کتابوں میں بڑھ چڑھ کر یہ لکھ رہے ہیں کہ حضور سید العلماء کچھ چھ میں پیدا ہوئے۔ پتہ نہیں اس طرح موصوف کچھ چھ کی تقدیس بڑھانا چاہتے ہیں یا خود حضور سید العلماء کی۔

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم) ۴۴۳

- ۳۳- حضرت سید زید سوم قدس سرہ
- ۳۴- حضرت سید عمر قدس سرہ
- ۳۵- حضرت سید زید دوم قدس سرہ
- ۳۶- حضرت سید علی عراقی قدس سرہ
- ۳۷- حضرت سید حسین قدس سرہ
- ۳۸- حضرت سید علی قدس سرہ
- ۳۹- حضرت سید محمد قدس سرہ
- ۴۰- حضرت سید عیسیٰ مومق اشبال قدس سرہ
- ۴۱- حضرت سید زید شہید رضی اللہ عنہ
- ۴۲- حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۳- حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ۴۴- حضرت سید السادات مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم زوج خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت
- ۴۵- حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (۱)

شجرہ مادری:

- ۱- حضرت سید آل مصطفیٰ اولاد حیدر قادری قدس سرہ
- ۲- حضرت بی بی سیدہ اکرام فاطمہ بنت جگر شہر بانور رحمۃ اللہ علیہا بنت
- ۳- حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہ
- ۴- حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہ
- ۵- حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ
- ۶- حضرت سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ
- ۷- حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ
- ۸- حضرت سید آل محمد قدس سرہ

برکاتی نے کرائی۔ حافظ سلیم الدین صاحب کی اعانت بھی شامل رہی۔ اسی چھوٹی سی عمر میں مسجد جامع برکاتی میں پہلی محراب سنائی، سامع تھے نانا جان شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

فارسی کی پہلی کتاب اپنی والدہ سے پڑھی، نانا حضرت اور خال محترم سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ سے علوم درسیہ مروجہ کا اکتساب کیا، تفسیر قرآن، علم حدیث، منطق، علم کلام، صرف و نحو اور ادب عالیہ میں کمال حاصل کیا۔ جامعہ معینیہ اجمیر مقدس میں حضور صدر الشریعہ، شیخ الطریقہ مولانا امجد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بہت ہی چہیتے شاگرد رہے۔ استاد محترم کی اجازت خاص تھی کہ مدرسہ کے اوقات کے علاوہ جب چاہیں درس لے سکتے ہیں۔ مولوی، عالم (دینیات میں پوسٹ گریجویشن کی ڈگری کے برابر) کی سند پنجاب بورڈ سے حاصل کی۔ طبیبہ کالج علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ادویہ ہندی و یونانی اور عمل جراحی میں ڈی۔ آئی۔ ایم۔ ایس کا ڈپلومالیا۔ (۴)

حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف صدر الشریعہ قدس سرہ ہی کی وجہ سے ان کو اجمیر مقدس بھیجا گیا تھا۔

حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے پہلے حضرت صدر الشریعہ کے وہاں مفاوضہ عالیہ امضا فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے بھانجے سید آل مصطفیٰ سلمہ کو آپ کی خدمت میں تعلیم کے لیے بھیجوں۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے بخوشی بلکہ بصدر خوشی اسے منظور فرمایا۔ عریضہ میں تحریر فرمایا کہ صاحب زادے صاحب تشریف لائیں، میرے پاس جو کچھ ہے ان کے جد امجد کا عطیہ ہے، یہ ان کی امانت ہے تشریف لا کر اپنی امانت مجھ سے واپس لے لیں۔ حضرت تاج العلماء قدس سرہ نے پھر مفاوضہ عالیہ امضا فرمایا کہ سید آل مصطفیٰ فلاں ٹرین سے فلاں وقت اجمیر شریف پہنچ رہے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ بہ نفس نفیس مع چند تلامذہ کے حضرت سید العلماء کو اسٹیشن لینے تشریف لے گئے اور بڑے اعزاز و اکرام کے ساتھ ان کو لائے اور ان کے طعام کا بندوبست اپنے گھر کیا، تین دن کے بعد حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ نے حضرت سید العلماء سے دریافت فرمایا۔ صاحب زادے! آپ

بہر حال مارہرہ مطہرہ کے سرکاری کاغذات اور خود حضور سید العلماء کے نانا جان اور پیر و مرشد حضور سید شاہ محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ کے قانونی روزنامچہ کے اوراق گواہ ہیں کہ سید میاں مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ ولادت والے دن نانا جان نے اپنے روزنامچے میں اپنے پیارے نواسے کی پیدائش کی کیفیت تحریر فرمائی تھی، پھر تقریباً آدھے صفحے میں نو مولود کو اپنی بیش بہا دعاؤں سے نوازا۔ نانا نے نواسے کو جو دعائیں دیں اس کے حق میں وہ ساری دعائیں قبول ہوئیں۔ اور کیوں نہ ہوتیں، مسند غوثیہ کے وارث کے قلم سے نکلی تھیں۔ (۳)

تعلیم و تربیت:

سید میاں کی پرورش و پرداخت کا ذمہ خود نانا (سید شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہ) نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور پھر اس نقیب برکاتیت کی تربیت خانقاہ عالیہ کے مقدس اور اللہ والے ماحول میں شروع ہوئی۔

زمینداری کا زمانہ تھا، ۲۷ دیہات کی مال گزاری درگاہ برکاتیہ کے لیے بندھی ہوئی تھی۔ نانا جان بھی ظاہری و باطنی اعتبار سے صاحب ثروت تھے، نواسے کی تربیت اور پرورش شہزادوں کی طرح کی۔ اپنے سے کبھی جدا نہ ہونے دیتے تھے۔ یہاں تک کہ کبھی داد ہال میں بھیجتے تو تاکید فرمادیتے کہ زیادہ دیر وہاں نہ رکیں۔ دادا سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ کو اپنے پوتے کے بہترین مستقبل کی خاطر یہ سب کچھ گوارہ تھا۔

نواسہ (سید العلماء) جب چار سال چار ماہ چار دن کا ہوا تو نانا شاہ جی میاں صاحب (سید شاہ محمد اسماعیل حسن) نے پورے شرعی اہتمام سے تسمیہ خوانی کا جشن کیا۔ سرکار غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دست مبارک کی تحریر کی ہوئی بسم اللہ شریف ہمارے خاندان میں موجود ہے۔ سارے بچے اسی کو سامنے رکھ کر بسم اللہ پڑھتے ہیں۔ سید میاں کو بھی علم کا پہلا جام بغدادی مے خانہ سے ہی پلایا گیا۔ تسمیہ خوانی کے بعد علم دین کا سفر شروع ہوا، اس سفر کا پہلا مرحلہ تھا حفظ قرآن، جو سید میاں نے سات، آٹھ سال کی چھوٹی سی عمر میں طے کر لیا۔ شروع کے پارے والدہ ماجدہ نے ازبر کرائے پھر حافظے کی تکمیل حافظ عاشق علی صاحب

کس لیے تشریف لائے ہیں؟ فرمایا: پڑھنے کے لیے آئے ہیں۔ فرمایا: اب جب کہ آپ پڑھنے کے لیے آئے ہیں تو طالب علموں کی طرح رہنا ہوگا۔ اس قیمتی لباس کے بجائے معمولی سادہ لباس پہننا ہوگا۔ اور شہ زادی کا تصور ختم کر کے ایک طالب علم کا ذہن بنانا ہوگا۔

حضرت صدر الشریعہ خود بازار تشریف لے گئے، معمولی کپڑا خریدا اور سلوایا، پہنایا اور پھر تعلیم شروع کی۔ پہلی بار جب حضرت صدر الشریعہ کی درس گاہ میں تشریف لے گئے (صدر الشریعہ) کھڑے نہ ہوئے جب کہ اس سے قبل جب حضرت سید العلماء تشریف لاتے ان کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے، دست بوسی فرماتے، اپنی جگہ بٹھاتے۔ حضرت سید العلماء جب پہلی بار درس گاہ میں آئے تو حضرت صدر الشریعہ تعظیم کے لیے کھڑے کیا ہوتے، ہلے بھی نہیں اور طلبہ کی صف میں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت سید العلماء طلبہ کے ساتھ بیٹھ گئے، مگر چہرے پر کچھ دوسرے آثار تھے، حضرت صدر الشریعہ بھانپ گئے اور فرمایا: صاحب زادے! تعلیم اور اخذ فیض کے لیے ضروری ہے کہ آپ طالب علم اور معلم کی طرح رہیں اور جب تک آپ کی تعلیم جاری ہے ایک طالب علم کا مزاج رکھتے ہوئے محنت سے پڑھیں۔

حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے اسے سنا اور جب تک زیر تعلیم رہے ایک نیاز مند طالب علم کی طرح زندگی گزاری، اسی کا نتیجہ ہے کہ سید العلماء ہوئے۔ (۵)

تعلیم حکمت اور مطب:

طبیہ کالج علی گڑھ میں شاہی حکیم عبداللطیف لکھنوی کے شاگرد رشید کی حیثیت سے طب کی جو تعلیم حاصل کی تھی اس کا فائدہ عوام تک پہنچانے کی غرض سے سید میاں نے مارہرہ مطہرہ میں ہی اپنا مطب کھولا، دوا اور دعا کا سنگم ہوا تو مریضوں کو شفا تقسیم ہونے لگی۔ حکمت چلی اور خوب چلی۔ دیہات سے دور دراز کا سفر طے کر کے لوگ مارہرہ مطہرہ آتے اور خانقاہ برکاتیہ کے مطب سے فیض یاب ہو کر لوٹتے۔ (۶)

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سید العلماء بہترین معالج تھے۔ مرض کی تشخیص اور دواؤں کی تجویز میں یکتا تھے اور آپ کے علاج کے حیرت انگیز کارنامے بہت مشہور ہیں۔ میرا بڑا لڑکا ڈاکٹر محبت الحق

سلمہ بچپن میں سوئے ہضم کا شکار تھا، مسلسل علاج ہوتا مگر افاقہ نہ ہوتا، میں جس زمانے میں بلرام پور تھا اور حضرت سید العلماء وہاں جلسہ میں تشریف لائے تھے، انھیں دکھایا گیا، فرمایا: علاج غلط ہو رہا ہے۔ ان کا معدہ کمزور ہے ان کو ایسی دواؤں کی ضرورت ہے جو معدہ کی قوت ہضم کو قوی کریں، حضرت نے دوا تجویز فرمائی۔ حکم دیا کہ چھ مہینہ مسلسل یہ دوا دی جائے، اس سے پورا فائدہ ہوا۔ (۷)

بیعت و خلافت:

حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ کو خاندان کے جن بزرگوں سے بیعت و خلافت ہے وہ یہ ہیں:

نانا سید شاہ اسماعیل حسن عرف شاہ جی میاں، ماموں تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں، خالو سید شاہ مہدی حسن علیہم الرحمۃ والرضوان۔ تفصیل حضرت سید شاہ آل رسول حسنین نظامی مدظلہ العالی کی زبانی سنیں:

نانا جان شاہ جی میاں نے اپنے پیارے نواسے کو تیرہ سال کامل خانقاہی تربیت عطا فرمائی۔ اپنی بیعت کے ساتھ ساتھ خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔ نانا کے وصال کے بعد سید میاں کی تربیت خال محترم تاج العلماء سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قدس سرہ نے اپنے ذمہ لی۔ سونے کو کندن بنانے میں جو کسر رہ گئی تھی وہ پوری ہو گئی۔ تقریر و خطابت کا آغاز خانقاہ ہی سے ہو گیا تھا۔ ۱۰/ربیع الاول شریف ۱۳۴۷ھ کے مبارک دن خال محترم نے اپنے چہیتے بھانجے کو خلافت سے نوازا اور یہ خلافت نامہ عطا فرمایا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى حَبِيبِهِ الْكَرِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى وَسَيِّمًا عَلَى حَبِيبِهِ

المصطفى وعلیٰ آلہ ذوی الاجتباء والاصطفاء وصحبہ اُولی الصدق والصفاء

وابنہ وحزبہ وجميع الخلفاء. امین.

اما بعد! عزیز سعید رشید حمید قرۃ عینی وفلذۃ کبدی سید آل مصطفیٰ ابن سید آل عبا

خلافت و اجازت سے تو سرفراز فرمایا ہی، خاندانی روایات کے پیش نظر کتاب مستطاب ”النور والبہاء فی أسانید الحدیث و سلاسل الأولیاء“ (سن تالیف تاریخی ۱۲۰۷ھ) مؤلفہ سید شاہ ابوالحسن احمد نوری رحمۃ اللہ علیہ کے سرورق پر اپنے دست مبارک سے خاندان کے جملہ اورداداشغال و اعمال کی اجازت تحریر فرمادی۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۲ پر یہ اجازت اس طرح مرقوم ہے:

الحمد لمن توحّد بجلالہ، والصلاة والسلام لمن تفرّد فی محامدہ و کمالہ سیدنا ومولانا محمد والہ واصحابہ المتادین بأدبہ و خصالہ.

اما بعد! فقد أجزت لإجازة السلاسل العالية القادرية والچشتية والسهروردية والنقشبندية والبدیعیہ الکالپویۃ الجديدة كما أنا مامور علیہا ومجاز من حضرة سيدي و مرشدي و أبي قدوة العارفين سند المتصلين في الدين السيد الشاه أبي القاسم محمد اسمعيل حسن القادري البركاتي رضي الله تعالى عنه عن حضرة مرشده السيد الشاه أبي النور غلام محي الدين امير عالم وعن أبيه الكريم السيد الشاه محمد صادق و عن اخيه المحترم السيد الشاه أبي الحسين أحمد النوري رضي الله تعالى عنهم بشرائطه المعلومة عند الائمة الغرر و ايضاً اجزت بجميع الأوراد والأذكار والأشغال والأعمال والأدعية الماثورة في حضرة ساداتي من مشايخ السلسلة العالية البركاتية (بوسيدگی کی وجہ سے کاغذ پھٹ گیا ہے۔) المرحومة المغفورة الحافظ القاري السيد الشاه آل مصطفى سيد ميان القادري البركاتي سلمه الله تعالى ووفقه لما يحب ويرضاه. والحمد لله رب العلمين والصلاة والسلام على سيد المرسلين وعلى اله واصحابه وأتباعه إلى يوم الدين وأنا الفقير اولاد رسول محمد ميان القادري البركاتي خدام السجادة العالية الغوثية البركاتية في مارہرہ يوم الخميس. ۲۴ / صفر ۱۳۶۴ھ

دوسرے خالو اور خانقاہ کی تیسری گدی کے وارث سید شاہ ارتضیٰ حسین صاحب قادری نے بھی سید میاں کو اپنا بیٹا بلکہ بیٹے سے زیادہ چہیتا بنا کر اپنا سب کچھ ان کے نام لکھ دیا۔ (۸)

قادری برکاتی سلمہ ربہ راچوں بجمہ تعالیٰ فرزند صالح وسعادتمند یا قتم وبالائے سرش ستارہ بلندی وصلاح تاباں ودرخشاں دیدم ودر ذات وے سلمہ آثار استعداد خلافت و اجازت بنظر آمدند۔ پس اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ چناں چہ حضرت سیدی وابی و مرشدی مولانا سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن رضی اللہ عنہ ذوالکھنن بمن دادند و بخشیدند، دادم و بخشیدم ہر کر خوا، بدو ہر کہ پیش او برائے توبہ وطلب بیعت آید از توبہ گرفتہ در سلسلہ قادریہ برکاتیہ داخل نماید و وصیت من عزیز موصوف را آنست کہ بر مذہب مہذب اہل سنت و جماعت چناں راسخ باشد کہ دیگران متعصب دانند و اتباع شریعت طاہرہ را دستور العمل خویش نماید و بعد حصول علم دین بفضل اللہ التین اشاعت مذہب اہل سنت و امانت بدعت ورد بے دیناں و بد مذہباں اہل ضلالت را نصب العین خود سازد بالخصوص وہابیہ نجدیہ و دیوبندیہ کہ نجس ترین اشرارند و در ضرر رسانی و بیخ کنی اسلام بدترین کفارند و آں کہ در ادعیہ صالحہ خود مرا فراموش نکند۔

اے پسر! شرط صحت بیعت در طریقت اجازت سلف است

بدغل سکہ بنہرہ مزن کان رہ کاسدان ناخلف است

تقبل اللہ منی ومنہ ورزقہ وایای برکات حبیبہ المصطفیٰ علیہ و علیٰ الہ الصلاة والثنا و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین.

دست خط

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی غفی عنہ

۱۰ / ربیع الاول شریف ۱۳۴۷ھ دوشنبہ

مارہرہ مطہرہ میں خاندان کے سارے بزرگوں کی شفقت سید میاں کے حصے میں بھر پور طریقے سے آئی تھی۔ سید میاں کے سکے خالو حضرت سید شاہ مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ رب تعالیٰ کے حکم سے اولاد نرینہ سے محروم تھے۔ اس لیے انھوں نے سید میاں کو اپنے سایہ عاطفت میں لے لیا تھا اور باپ سے زیادہ شفقت فرمایا کرتے تھے۔ سید شاہ مہدی میاں صاحب کے مزاج پر جذب غالب تھا۔ سید میاں کو اپنا جانشین اور وصی مقرر فرمایا۔

ادھر خال محترم سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سید میاں کو

بہمنی کی امامت:

حضور سید العلماء سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ ۱۹۴۹ء میں بہمنی تشریف لے گئے، یہاں کی جماعت ”بکر قصاباں“ نے سید میاں کو بہمنی کی مسجد کھڑک کی امامت کی پیش کش کی جو سید میاں نے قبول کر لی، اس طرح مارہرہ کا سید شہر بہمنی کی گہما گہمی کا ایک جز بن گیا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ حضور سید العلماء نے فجر کی رکعتوں میں چھوٹی سورتیں تلاوت کیں۔ اتفاق سے کھڑک مسجد کے بڑے ٹرسٹی بھی وہاں موجود تھے۔ نماز کے بعد ٹرسٹی صاحب نے سید میاں سے جواب طلبی کے انداز میں کہا: مولانا آپ نے آج مختصر قرأت کیوں کی؟ سید میاں نے ٹرسٹی صاحب کو سب کے سامنے جواب دینا مناسب نہ سمجھا، بلکہ اپنے ساتھ حجرے میں لے گئے اور وہاں بڑے اہتمام سے بیٹھا کرائی نہیں مخاطب کیا: جناب ٹرسٹی صاحب! کس جانور میں کتنا گوشت نکلے گا، کون سی نسل کا وہ جانور ہے، کیا قیمت بیٹھے گی، یہ سب دیکھنا آپ قصابیوں کا کام ہے اور کون سی رکعت میں کون سی سورت پڑھی جائے گی، رکوع اور سجدے کیسے ہوں گے، یہ دیکھنا امام کا کام ہے۔ آئندہ سے ان معاملات میں دخل انداز نہ ہوں تو اچھا ہے۔ دوسری صورت میں یہ رہا آپ کا مصلیٰ، آل مصطفیٰ کے لیے نہ مسجد کی کمی ہے نہ مصلے کی۔ ٹرسٹی نے فوراً اپنی غلطی تسلیم کر لی اور سلام کر کے رخصت ہو گئے۔

کھڑک مسجد کے امام و خطیب کی حیثیت سے سید میاں اپنے فرائض پوری تن دہی سے انجام دیتے تھے۔ مسجد میں ڈسپلن، صفائی ستھرائی، وقت کی پابندی یہ سید میاں کا طرہ امتیاز تھا۔ مغرب اور فجر چھوڑ کر ظہر، عصر اور عشا کی جماعت سے کوئی دس منٹ پہلے سید میاں اپنے حجرے سے تیار ہو کر مسجد میں آ جاتے اور دالان میں بیٹھ کر لوگوں کو دینی باتیں بتایا کرتے۔ یہ وہ وقت تھا کہ لوگ اپنے اپنے سوال سامنے رکھتے اور سید میاں ان کی صلاحیت کے حساب سے جواب دیتے۔ یہ دس منٹ مصلیوں کے لیے بڑے قیمتی ہوتے تھے۔ (۹)

غازی ملت کا قضیہ اور سید العلماء:

شراح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: بہمنی عظمیٰ اہل سنت کا بہت بڑا مرکز تھا۔ وہابیوں کا وہاں گزر مشکل تھا، دیوبندیوں کے بڑے بڑے سرغنہ وہاں گئے اور جب سے شیر بیشہ اہل سنت ابوالفتح مولانا حشمت علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہمنی پہنچے تو سنیت عروج پر پہنچ گئی۔ لیکن جب مسلم لیگ کا زور ہوا اور ہندوستان کے بے عقل مسلمانوں نے مطالبہ پاکستان کے لیے سردھڑکی بازی لگا دی جس کی رو سے وہابی سنی امتیاز ختم ہو گیا۔ اور علمائے اہل سنت کی گرفت عوام سے ڈھیلی ہو گئی، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اہل سنت کی مرکزی مساجد میں وہابی امام ہو گئے، وہابیوں کی ہمت یہاں تک بڑھی کہ غازی ملت حضرت مولانا محبوب علی خاں رحمۃ اللہ علیہ کو مدن پورہ کی بڑی مسجد سے بالجبر امامت سے الگ کرنے کے لیے ان پر مسلح طور پر حملہ کر دیا، لیکن اللہ کی مدد اہل سنت کے شامل حال تھی، وہابیوں کا سرغنہ حاجی جیو مارا گیا اور سارے دیوبندیوں کو اہل سنت کے چند جیالے نوجوان مجاہدین کے مقابلہ میں دم دبا کر بھاگنا پڑا۔

اس کے بعد دیوبندی مہاجنوں نے اپنی حرام کی کمائیوں کے بل بوتے پر غازی ملت پر بھی قتل کا مقدمہ قائم کر دیا، پولیس نے رشوت لے کر دیوبندیوں کا جھوٹا ایف آئی آر درج کیا، اور غازی ملت کو قتل کا ملزم ٹھہرا کر حراست میں لے لیا۔ یہ وقت بہمنی میں اہل سنت پر بہت ہی سخت تھا، بہمنی کے سارے دیوبندی طے کر چکے تھے کہ خواہ کتنا ہی روپیہ صرف ہو ڈی ایم کو خریدنا پڑے تو خرید لیا جائے مگر غازی ملت کو پھانسی کی سزا دلوائی جائے۔

سخت کس میرسی کا عالم تھا، حضرت شیر بیشہ اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ اپنے بھائی کی مدد کے لیے پہنچے، لیکن چوں کہ شیر بیشہ اہل سنت نے مسلم لیگ کی شدید مخالفت کی تھی اس لیے ان کی آواز موثر نہ ہو سکی۔

حضرت سید العلماء قدس سرہ بہمنی میں ابھی نئے نئے تھے۔ پورا تعارف بھی نہیں تھا، بہمنی کی عوام جانتے بھی نہ تھے کہ کھڑک کی مسجد کا امام کون ہے، اس کے باوجود حضرت سید العلماء، غازی ملت اور ان کے ساتھ مظلوم غربائے اہل سنت کی امداد کے لیے میدان

میں کود پڑے اور اپنی پوری ذہنی و روحانی توانائیوں سے کام لے کر غازی ملت اور ان کے ہم راہیوں کا بھرپور تعاون فرمایا۔ غافل سنیوں کو بتایا کہ اس کیس کے مضمرات کیا ہیں؟ اگر خدا نخواستہ غازی ملت کو سزا ہو گئی تو ہمیں میں اہل سنت کے ائمہ کا رہنما دو بھر ہو جائے گا۔ قارون کے وارث دیوبندی دو چار بے وقوف جو شیلے دیوبندیوں کو بھینٹ چڑھا کر سنی ائمہ مساجد کا بمبئی میں قیام مشکل کر دیں گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ حضرت سید العلماء قدس سرہ کی آواز نے اپنا اثر دکھایا، بمبئی کے سارے اہل سنت جاگ گئے۔ اور لیگ نے جو افسوس پھونکا تھا سنی وہابی بھائی بھائی، یہ افسوس ختم ہو گیا اور بمبئی کے سنیوں نے سمجھ لیا کہ روے زمین پر ہمارا سب سے بڑا دشمن دیوبندی ہے۔

پھر بمبئی کے سارے اہل سنت نے متحد ہو کر غازی ملت کے کیس میں دلچسپی لی، جس کے نتیجے میں ایک وقت وہ آیا کہ قارونوں کی ساری دولت ان کے گلے میں لعنت کا طوق بن گئی اور غازی ملت اور ان کے ہم راہیوں کو صرف بری ہی نہیں کیا بلکہ انھیں یہ حق دیا کہ وہ پولس اور ایف۔ آئی۔ آر درج کروانے والے اور گواہوں پر جھوٹا مقدمہ قائم کرنے کا کیس کریں، مگر ہمارے علما کا ہمیشہ سے یہ اصول رہا ہے کہ اپنا معاملہ کچھری میں نہیں لے جاتے۔ اس لیے حضرت غازی ملت نے ججوں کے دیئے ہوئے حق کو استعمال نہیں فرمایا۔ غازی ملت کی برأت پر بمبئی کے اہل سنت نے شکرانے میں ایک بہت بڑا جلسہ کیا، جو بمبئی کی تاریخ میں اپنی مثال آپ تھا۔ اس میں ایک نظم پڑھی گئی جس کا یہ شعر مجھے یاد ہے:

آخر ہماری فتح نے ثابت یہ کر دیا
اللہ بھی ادھر ہے جدھر غوث پاک ہے (۱۰)

آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء کا قیام:

اس تنظیم کے قیام کے سلسلے میں شارح بخاری حضرت علامہ محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ رقم طراز ہیں:

غازی ملت (حضرت مولانا محبوب علی خاں رحمۃ اللہ علیہ) کے کیس کے دوران اہل

سنت کے حساس افراد نے یہ دیکھا کہ ہم اہل سنت کی کوئی مضبوط تنظیم نہیں۔ ہمارے بالمقابل دیوبندیوں کی بہت مستحکم تنظیم ”جمعیت العلماء“ ہے غازی ملت کے کیس میں جمعیت العلماء نے قدم قدم پر دیوبندی فتنہ گروں کی قیادت کی تھی۔

بمبئی کے سارے اہل سنت نے بالاتفاق یہ طے کر لیا کہ اہل سنت کو بھی اپنی ایک مضبوط اور مستحکم تنظیم قائم کر لینی چاہیے۔ چنانچہ تمام عمائد اہل سنت بشمول مفتی اعظم ہند، کے مشورہ سے ”آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء“ کا قیام عمل میں آیا، جس کے بالاتفاق پہلے صدر حضرت سید العلماء منتخب ہوئے اور تاحیات صدر رہے۔ حضرت سید العلماء نے ”آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء“ کے ذریعہ اہل سنت کی کتنی نمایاں خدمات انجام دیں، یہ ایک لمبی داستان ہے۔

جب تک حضرت سید العلماء حیات ظاہری میں رہے، سنی جمعیت العلماء زندہ اور توانا رہی، ان کے وصال فرماتے ہی ”آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء“ اپنے دفتر میں محدود ہو کر رہ گئی۔ (۱۱)
قیام تنظیم کے تعلق سے قدرے تفصیلی معلومات درج ذیل سطور میں حضرت علامہ ارشد القادری مصباحی رحمۃ اللہ علیہ کی تحریر پر تنویر سے حاصل کریں:

اس نعمت کبریٰ کو ہم جماعت کی خوش بختی ہی سے تعبیر کریں گے کہ صف اول کے اکابر کی اب گراں قدر توجہ ہندوستان کے طول و عرض میں پھیلے ہوئے چھ کروڑ اہل سنت کی تنظیم کی طرف منعطف ہو گئی ہے۔

بمبئی کے تنظیمی کانفرنسوں نے نئے حوصلوں کا جو چراغ جلایا ہے خدا کرے طوفانوں کی زد پر بھی وہ جلتا رہے۔

اس مبارک اجتماع میں ملت طاہرہ کے تقریباً سارے عمائدین جلوہ فرما ہو گئے تھے اور ان کے انفاس طیبات کی برکتوں سے بہت سارے اہم مسائل حل ہو گئے۔ ان میں سے مخصوص حضرات کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(۱) تاجدار اہل سنت سرکار مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم۔ (۲) برہان ملت حضرت علامہ الحاج شاہ مفتی برہان الحق صاحب رضوی جبل پوری، صدر کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ۔ (۳) سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب برکاتی قادری۔ (۴) استاذ العلماء حضرت علامہ الحاج حافظ عبدالعزیز صاحب قبلہ اشرفیہ مبارک پور۔ (۵) مجاہد ملت

کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ مسلم پرسنل لا، تعدد ازدواج، اوقاف اور زبان اردو سے متعلق سنی جمعیۃ العلما کا ریکارڈ انتہائی درخشاں و تابناک ہے، وقت میں گنجائش نہیں کہ ہم اس کی تفصیلات میں آپ کو لے جائیں لیکن اتنا بتا دینا ضروری جانتے ہیں کہ جب جب بھی مسائل نے ہمیں پکارا ہے کسی خوف و ہراس کا خدشہ لائے بغیر ہم بے تحاشہ میدانِ عمل کی طرف دوڑ پڑے ہیں۔

(۳) دوستو! جماعتیں فقط نعروں کے سہارے زندہ نہیں رہتیں بلکہ نعروں کے پیچھے کچھ بنیادی اور ٹھوس حقائق ہوتے ہیں اگر آپ ایک زندہ قوم کی حیثیت سے جینا چاہتے ہیں تو وہ اسلوب زندگی اختیار کیجیے جو ایک زندہ قوم کی نشانی ہے۔ اسباب و وسائل سے منہ موڑ کر جینے کی آرزو کرنا ہتھیلی پر سرسوں جمانے کے مترادف ہے۔

حضرت برہان المملکت دامت برکاتہم نے تنظیم کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا: ”اس دور میں عددی اکثریت ہی طاقت کا اصل معیار ہے لیکن یہ بھی وقت کا سب سے بڑا سانحہ ہے کہ ہم ہندوستان میں سب سے بڑی اقلیت ہوتے ہوئے بھی سب سے کمزور طبقے میں شمار کیے جاتے ہیں۔ میں پورے وثوق کے ساتھ یہ اعلان کر رہا ہوں کہ تنہا اہل سنت ہی اگر منظم ہو جائیں تو ساری مسلم اقلیت کا مسئلہ آن واحد میں حل ہو سکتا ہے۔ بلکہ تنہا اپنے بل پر ہم دستور ساز ایوانوں میں اپنے قابل اعتماد نمائندے بھی بھیج سکتے ہیں۔ اور سن لیا جائے کہ جب تک ایسا نہیں ہوگا حالات کا رخ ہرگز نہیں موڑا جاسکتا۔“

حضرت استاذ العلما شیخ الحدیث اشرفیہ مبارک پور نے تنظیم و اتحاد کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”یہ دنیا ایک سرائے فانی ہے۔ یہاں زندگی کی نعمت سے جو بھی سرفراز ہوتا ہے اسے ایک نہ ایک دن موت کا ذائقہ بھی چکھنا ہے لیکن بہت کم لوگ ہیں جنہیں موت کی حقیقت پر غور کرنے کا موقع ملا ہو۔ دراصل موت نام ہے جسم و روح کے درمیان رشتہ اتحاد کے ٹوٹ جانے کا۔ پس جب جسم و روح کے باہمی رشتے کا انتشار فرد کی موت کا سبب بن سکتا ہے تو جماعت کا انتشار جماعت کو کیوں کر زندہ رہنے دے گا۔ اس لیے جب تک قالب و روح کی طرح ہم آپس میں متحد نہیں ہو جاتے اجتماعی زندگی کے فیضان سے ہم کبھی بہرہ

حضرت علامہ الحاج محمد حبیب الرحمن صاحب قبلہ، صدر کل ہند تبلیغ سیرت۔ (۶) سلطان المستکملین حضرت الحاج مفتی رفاقت حسین صاحب قبلہ صدر ادارہ شرعیہ بہار۔ (۷) خطیب مشرق حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی۔ (۸) نقیب قادریہ حضرت مولانا الحاج خواجہ نظام الدین صاحب بدایونی۔ (۹) محبوب العلما حضرت مولانا محمد محبوب صاحب اشرفی۔ (۱۰) حضرت مولانا حکیم یونس صاحب نظامی۔ (۱۱) فاضل محترم حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب ناظم اعلیٰ دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور۔ (۱۲) جامع الفضائل حضرت مولانا حامد اشرف صاحب خطیب زکریا مسجد۔ (۱۳) طوطی ہند حضرت مولانا مفتی رجب علی صاحب۔ (۱۴) مجاہد اہل سنت حضرت مولانا الحاج علی محمد صاحب شیر گجرات۔ (۱۵) حضرت محترم مولانا قاری معین الدین صاحب دانش خطیب مینارہ مسجد۔ (۱۶) حضرت علامہ عبدالشکور صاحب اعظمی۔

قیصر باغ میں کھلا اجلاس:

تنظیمی ہفتے کی آخری دوراتوں میں قیصر باغ ہال کے اندر کھلے اجلاس منعقد ہوئے جن میں اہل سنت کے عمائدین نے تنظیمی زندگی کے مسائل پر مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی۔ سید العلما حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب صدر آل انڈیا سنی جمعیۃ العلما کے خطبہ صدارت کے مندرجہ ذیل اقتباسات خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہیں۔

(۱) حضرات! سنی جمعیۃ العلما کی تنظیمی کانفرنس کی دعوت پر جماعت کے اکثر بالغ نظر و صاحب الرائے حضرات کا اتنی بڑی تعداد میں اکٹھا ہو جانا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ ایثار و قربانی کا ہمہ گیر جذبہ سب کے دلوں کا ایک ایسا قدر مشترک ہے جو وقت کی ایک معمولی سی آہٹ سے بیدار ہوتا ہے۔ خدائے قدیر اس جذبے کو سلامت رکھے اور ہماری تنظیم کو حیات سرمدی عطا فرمائے۔

(۲) حضرات! گیارہ برس کی خدمات میں ہم نے کس حد تک کامیابی حاصل کی اور کہاں تک ناکام رہے؟ اس کا فیصلہ ہمارے ہاتھ نہیں، یہ آپ حضرات کا اپنا حق ہے۔ ہاں! ہم یہ ضرور جانتے ہیں کہ جو ہمارا فریضہ تھا اس کی انجام دہی میں دیدہ و دانستہ ہم نے

یاب نہیں ہوں گے۔“ حضرت سلطان المتکلمین مفتی اعظم کان پور نے تحفظ اوقاف اور مساجد کی بازیابی سے متعلق ایک تجویز پر تقریر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

”تقسیم ہند کے بعد سے اب تک بیسیوں کانفرنسوں اور اجتماعات میں یہ تجویز اتنی بار دہرائی گئی ہے کہ اب اس کے الفاظ تک زبانی یاد ہو گئے ہیں۔ لیکن یہ ہماری سیکولر اسٹیٹ ہے کہ آج تک اس نے یہ بتانے کی بھی زحمت نہیں گوارہ فرمائی کہ جن مساجد اور مقابر کی بازیابی کے لیے ہم ۲۲ سال سے تحریک چلا رہے ہیں حکومت اس کے لیے کیا کر رہی ہے۔ بڑا ماتم اب اس بد نصیبی کا ہے کہ شریفوں کی زبان میں اب کوئی بات ہی سمجھنے کے لیے تیار نہیں اور اپنا حال یہ ہے کہ سوائے اس زبان کے ہم اور کوئی زبان ہی نہیں جانتے۔ سخت حیرانی کا عالم ہے کہ ہم اپنے بنیادی حقوق کس طرح حاصل کریں۔

ایک طرف تو یہ کہا جاتا ہے کہ اس ملک میں ہر فرقے کا مذہبی حق محفوظ ہے اور دوسری طرف دن دھاڑے دستور ہند کی ضمانت کا مذاق اڑایا جا رہا ہے۔ اور اس کے پاسانوں کے کانوں پر جوں تک نہیں ریگتی، قول و عمل کے تضاد سے ہم اتنے مایوس ہو گئے ہیں کہ رفتہ رفتہ اب یہ بھی ”ہندوستانی“ بنتا جا رہا ہے۔

مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب قبلہ نے فرقہ وارانہ فسادات سے متعلق ایک تجویز پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

”علم تمدن میں حکومت کا پہلا کام امن و امان کا قیام بتایا گیا ہے لیکن ہمارے یہاں پہلا کام فساد اور اس کے بعد ریلیف کاروزگار ہے۔ ایک خوددار اور جمہوری حکومت کے لیے اس سے زیادہ شرم ناک بات اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے ہر اجتماع میں فسادات کے انسداد کی تجویز پیش کر کے حکومت سے ایک ایسے فرض کی ادائیگی کا مطالبہ کرتے ہیں جس کے لیے اس کی تشکیل ہی عمل میں آئی ہے۔

ہم نہیں سمجھتے کہ جو حکومت اپنا بنیادی مقصد تک پورا نہیں کر سکتی وہ کس دلیل سے اپنے آپ کو عوام کا محافظ کہتی ہے۔

یقین کے اس موقف سے ہمیں کوئی نہیں ہٹا سکتا کہ جس دن حکومت نیک نیتی کے

ساتھ یہ طے کر لے گی کہ ملک میں فساد نہیں ہونے دیا جائے گا وہی دن فساد کے خاتمے کا ہوگا۔ ہو سکتا ہے ہماری اس رائے سے کسی کو اتفاق نہ ہو لیکن ہماری وزیراعظم اندرا گاندھی اس سے اختلاف نہیں کر سکیں گی کیوں کہ اسی بنیاد پر انھوں نے سابق وزیر داخلہ سے استعفا کا مطالبہ کیا تھا جب کہ انسداد گانگشی کے مسئلہ میں نئی دہلی کا تاریخی فساد پھوٹ پڑا تھا۔ اس لیے مجھے ذرہ برابر اس میں شبہ نہیں کہ حکومت خود نہیں چاہتی کہ فساد کا سلسلہ بند ہو۔ کانفرنس میں مختلف مسائل پر اثر انگیز تقریر کرنے والوں میں حضرت مولانا مشتاق احمد صاحب نظامی، حضرت خواجہ مولانا الحاج نظام الدین صاحب بدایونی، مولانا مفتی رجب علی صاحب نانپارہ اور مولانا حکیم یونس نظامی کے اسماء گرامی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ (۱۲)

اس ضمن میں حضرت مولانا بدر القادری مدظلہ کی تحریر بھی افادے سے خالی نہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

سنی جمعیۃ العلماء مسلمانان اہل سنت کی آل انڈیا تنظیم آپ ہی نے بنائی۔ جس کا قیام ۱۹۵۸ء میں زیر عمل آیا۔ مگر قربان جانیے اس مرد قلندر پر کہ کبھی بھی سنی جمعیۃ العلماء کے پرچم کو کسی دنیوی مصلحت کے لیے جھکنے نہیں دیا۔

یہ جمعیت ممبئی بھر میں علماء ائمہ کی تقرری اور دینی و مذہبی جلسوں و جلوسوں اور تبلیغی و اصلاحی پروگراموں کی ہمیشہ سرپرستی کرتی رہی۔ سالانہ جلوس و جلسہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و جلسہ غوثیہ کے تاریخی انتظامات کرتی رہی۔ وقت اور ضرورت کے پیش نظر کانفرنسیں، امیجیشن اور حکومت ہند کے سامنے مسلمانوں کے مطالبات کو لاتی رہی۔ مگر کسی منزل پر بھی سنیت کی آن بان اور حقانیت کی شان و شوکت کا اہل وطن یا بد مذہبوں سے سودا نہیں کیا۔

مسلمانان ممبئی کا وہ بے تاج بادشاہ اول روز کھڑک روڈ کے جس حجرے میں مہمان بن کر آیا تھا، وہیں اس کی زندگی کے آخری ایام بھی گزرے۔ جب کہ سیاست اور مصلحت کی دہلیز پر سجدہ ریزی کرنے والوں نے اس شہر میں بلڈنگیں اور محلات بنا لیے۔ مگر مارہروی سید اپنے مزاج اور کیرکٹر کا اتنا پختہ تھا کہ وہ ہمیشہ دنیا پر رنگ محمدی کی چھاپ ڈالتا رہا۔ خود کسی بھی دنیوی رنگ سے رنگین نہیں ہوا۔ آپ کی نظم کا یہ شعر دراصل آپ کی سیاسی زندگی کا بہترین ترجمہ ہے۔ جو آپ کبھی کبھی اپنی تقریر کے دوران پڑھتے تھے۔

کسی کی جے وجے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء دراصل پراگندہ ذہن مسلمانان اہل سنت کی جمعیت خاطر کا ایک مرکز تھا۔ تاکہ الیکشن اور دیگر مواقع پر مسلمانان اہل سنت اپنے مقتدر علما اور سربراہان ملت کی ہدایت کے مطابق اقدامات کریں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جمعیت نے کسی سیاسی جماعت یا پارٹی کو کلیتہاً سپورٹ دی ہو۔ بلکہ جہاں تک میری ناقص معلومات کا دائرہ ہے۔ مسلمانوں سے یہی گزارش کی جاتی رہی کہ ہر علاقہ اور ہر خطہ کے سنی مسلمان اپنے ملی مفادات اور ملک و قوم کے لیے جس امیدوار کو مناسب سمجھیں اسے منتخب کریں۔

سنی جمعیت کے ممبئی آفس میں سالانہ اجلاس کے دوران راقم الحروف نے متعدد بار یہ منظر دیکھا ہے کہ آفس کا کرایہ اور بجلی کے بل ادا کرنے کے لیے بھی سید العلماء نے اپنی جیب خاص سے عطیات دیے ہیں۔ اور محرم الحرام کے مہینہ میں تقریری پروگرامات کے لیے تشریف لانے والے علما و خطباء کی مناسبت سے جب میٹنگ ہوتی اور سال بھر کا حساب پیش ہوتا تو خسارہ کی رقم پوری کرنے کے لیے سب سے پہلے آپ اپنا عطیہ پیش کرتے۔ اور آپ کے اتباع میں علما و حاضرین نذریں پیش کرتے۔ آپ نے جب سے آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء کی صدارت کا ذمہ لیا اس وقت سے آخری دم تک اسے اپنے خون جگر سے پالتے ہی رہے۔ انھیں آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء سے دلی لگاؤ تھا اور آپ کے دور صدارت میں آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء ہی خاص طور سے ممبئی میں مسلمانوں کی واحد نمائندہ تنظیم تھی۔ جس سے تقریباً تمام سنی مساجد، مدارس اور جماعتیں وابستہ تھیں۔ اس دور میں سینوں کے اندر بڑا اتحاد، اتفاق، میل محبت اور یگانگت تھی۔ ۱۹۷۷ء میں بعض سنی حلقوں کی طرف سے جب آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء کے بالمقابل ایک دوسری جماعت قائم کرنے کی بات شروع ہوئی تو تمام اتحاد پسند علمائے اہل سنت کو اس کا افسوس بھی ہوا اور غم بھی۔ مگر اس المیہ کا سب سے زیادہ اثر جس ذات پر پڑا۔ اور یہ واقعہ جس کے اوپر ساعقہ والم بن کر ٹوٹا وہ حضرت سید العلماء کی ذات تھی۔

صحافی اہل سنت، حضرت علامہ طیش صدیقی کان پوری مدظلہ نے حضرت سید العلماء

کی اس تکلیف کا ذکر اپنے ایک مضمون میں فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”سید میاں کو جمعیت سے عشق تھا، پیار تھا، محبت تھی۔ ۱۹۷۷ء کے شروع میں جب بعض حلقوں کی طرف سے سنی جمعیت العلماء کے مقابلے میں ایک نئی تنظیم کا شوشہ چھوڑا گیا تو سید میاں ٹرپ اٹھے، بے چین ہو گئے۔ کان پور کے ایک زبردست مجمع میں، تقریباً ایک لاکھ افراد سے خطاب کرتے ہوئے نہایت پرسوز اور درد مندانہ الفاظ میں مگر عزم و ہمت کی پوری قوت کے ساتھ اعلان کیا کہ میں سید زادہ ہوں، سنی جمعیت العلماء کی پرورش و پرداخت میں میرے بوڑھے خون کے قیمتی قطرات صرف ہوئے ہیں۔ میں اپنے جیتے جی اسے مرنے نہیں دوں گا۔ میں اپنے خون کا آخری قطرہ تک اس کی آبیاری میں صرف کر دوں گا۔“

(سید العلماء، مطبوعہ کان پور، ص: ۱۰)

تقسیم ہند و پاک کے بعد اکابر اہل سنت خصوصاً حضور مفتی اعظم ہند، محدث اعظم ہند، برہان الملت، شیر بیشہ اہل سنت، محبوب ملت، مجاہد ملت، حافظ ملت، امین شریعت، محسن ملت، پاسبان ملت وغیرہم علیہم الرحمہ نے متفقہ طور پر جس جمعیت کی داغ بیل ڈال کر اس کا پاسبان سید العلماء کو بنایا تھا۔ سید العلماء نے اس کی پاسبانی کا حق ادا کر دیا۔ خود انکنت تکالیف اٹھائیں مگر جمعیت کو سر بلند رکھا۔

خود گرے لیکن چھلکنے دی نہ سے

اپنے سر لے لیں بلائیں جام کی

آل انڈیائی سنی جمعیت العلماء ہندوستان بھر کے اہل سنت کی ہر دل عزیز تنظیم تھی۔ شہروں شہروں اس کی شاخیں قائم ہوئیں۔ مگر چوں کہ ہماری قوم میں تعاون کا جذبہ نہیں، اس لیے اسے جو استحکام ملنا چاہیے تھا نہ مل سکا۔

جمعیت کے نام سے ملک کے اندر متعدد اہم تاریخی اجلاس ہوئے۔ کانفرنسیں منعقد ہوئیں۔ ان تمام کانفرنسوں میں کان پور کی سنی جمعیت العلماء کانفرنس نہایت مؤثر اور کامیاب رہی۔ سید العلماء خود شہنشاہ خطابت تھے۔ سر پر نورانی عمامہ باندھ کر آپ جب کانفرنسوں میں خطبہ صدارت پڑھتے تو لگتا قوم مسلم اور ملت اہل سنت کی تاریخ ماضی عنقریب پلٹ آئے گی۔ جذبات سنبھالے نہ سنہلے۔ جوش و خروش دیدنی ہوتا۔ سرفروش نوجوان اہل سنت

کفن بردوش آمادہ عمل ہو جاتے۔ (۱۳)

کچھ نامساعد حالات کی وجہ سے حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے ”جمعیت“ کی صدارت سے استعفا دے دیا۔ جس کا اثر حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ پر بہت گہرا پڑا اور بمبئی پہنچ کر انھیں استعفا واپس لینے پر مجبور کیا۔ تفصیل حضرت کے فرزند بلند اقبال حضرت نظمی میاں مدظلہ العالی کی زبان فیض ترجمان سے سنئے:

”مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ جماعت کے قیام کے کچھ برسوں کے بعد ایک مرحلہ ایسا آیا جب ابا جماعت کے کچھ عہدیداروں کی بدچلتی سے ناراض ہو گئے اور صدارت سے استعفا لکھ کر بریلی شریف بھیج دیا۔ حضور مفتی اعظم ہند کو جیسے ہی استعفا ملا ویسے ہی بمبئی روانہ ہو گئے۔ ان دنوں مسجد کھڑک میں واقع ابا کے حجرے کی مرمت چل رہی تھی اور ابا مسجد کی دوسری منزل کے ایک کونے میں معتکف تھے۔ ایک شام حضور مفتی اعظم بہت تیز تیز سیڑھیاں چڑھتے ہوئے دوسری منزل پر پہنچے اور اس سے پہلے کہ ابا تعظیم کے لیے انھیں مفتی اعظم نے اپنا عمامہ اتار کر ابا کے قدموں پر رکھ دیا۔ میرے چھوٹے سے ذہن میں اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ یہ ماجرہ کیا ہے؟ ابا نے عمامہ اٹھا کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ حضور مفتی اعظم نے فرمایا سید میاں! سنیت کی لاج آپ کے ہاتھ میں ہے۔ جماعت سے آپ علاحدہ ہو گئے تو شیرازہ بکھر جائے گا۔ دشمن پہلے ہی سے ہمارے اتحاد پر نظر جمائے ہوئے ہیں۔ انھیں ہم پر ہنسنے اور گل کھلانے کا موقع مل جائے گا۔ آپ کو اپنے نانا جان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا واسطہ اپنا استعفا واپس لے لیجیے۔ یہ کہہ کر مفتی اعظم نے آپ کا استعفا نکال کر پیش کیا۔ میں نے ابا کو دیکھا مفتی اعظم کا عمامہ اپنے سر پر رکھے روتے جارہے تھے۔ ادھر مفتی اعظم کی بھی آنکھوں میں آنسو رواں تھے۔ میں نے ابا کو روتے دیکھا تو خوب زور زور سے رونے لگا۔ ابا کے خادم صوفی نظام الدین صاحب مجھے گود میں اٹھا کر نیچے صحن مسجد میں لے آئے۔ اس دن حضور مفتی اعظم تب ہی واپس گئے جب ابا نے استعفا واپس لے لیا۔ (۱۴)

حضرت شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

دینی موضوعات کے علاوہ جب آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کی طرف سے اجلاس اور کانفرنسوں میں سیاسیات پر تقریر کرتے تو بڑے بڑے سیاسی نیتا انگشت بند ناں رہ جاتے۔

سیاسی تقریروں میں اکثر لوگوں سے دو غلطیوں میں سے ایک غلطی ہو جاتی ہے۔ شرعی یا قانونی، مگر سید العلماء کا یہ کمال تھا کہ کبھی کسی تقریر میں کوئی شرعی غلطی ان سے نہ ہوئی۔ تقریروں میں بڑے بڑے گھاگھٹم کے سی آئی ڈی گھات لگائے میٹھے رہتے مگر ان کو کبھی کوئی قانونی گرفت نہیں ملی جب کہ حکومت وقت اور سیاسی لیڈروں پر کڑی سے کڑی تنقید فرماتے۔ سخت سے سخت تنبیہ کرتے۔ مگر یہ ذہانت و خطابت کا کمال تھا کہ جملے اس طرح ادا کرتے کہ جسے چوٹ پہنچانی ہوتی وہ گھائل ہونے کے بعد بھی یہ نہیں کہہ سکتا کہ آل مصطفیٰ نے مجھے گھائل کیا۔ ع

کرتے ہیں قتل ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

اہل سنت کی مختلف تنظیمیں پہلے بھی تھیں اور اب بھی ہیں لیکن ان کی کیا حیثیت ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے منتشر سنیوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کے لیے آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کی بنیاد ڈالی۔ پورے ہندوستان کے سنی جانتے ہیں کہ دیکھتے ہی دیکھتے آل انڈیائی جمعیۃ العلماء پورے ہندوستان پر چھا گئی۔ اس کی متعدد کانفرنسیں آل انڈیائی پیمانے پر ہوئیں۔ آخری کانفرنس کان پور کی اتنی عظیم اور موثر تھی کہ ہندوستان کے ہی نہیں، حریف اخبار و جرائد نے اس کی عظمت کا اعتراف کیا۔ مخالفین لزر گئے، جو مقبولیت آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کو عوام و خاص میں حاصل ہوئی وہ آج تک کسی تنظیم کو میسر نہیں ہوئی۔ افسوس کہ حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے بعد آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کی عظمت قصہ پارینہ بن گئی۔ (۱۵)

مجلس انسداد فسادات:

ہندوستان فسادات کی آماج گاہ ہے، اکثر و بیش تر یہاں فسادات ہوتے رہتے ہیں اس لیے تمام باشندگان ہند کی حفاظت جان و مال اور تحفظ عزت و آبرو کے لیے چند جیلے اور با اثر افراد پر مشتمل ایک تنظیم بنام ”مجلس انسداد فسادات“ کی تشکیل ہوئی۔ اس مجلس کا چیرمین حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ کو چنا گیا۔ اس تعلق سے ملک التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

مؤثر فارمولہ تلاش کر لیا تو اسے حکومت سے منوانے کے لیے کیا آپ کسی ایسی تحریک کے ساتھ تعاون کر سکتے ہیں جس میں مشکلات و مصائب سے گزرنے کا بھی امکان ہو؟ (۱۶)

تصنیف و تالیف:

آپ کے اندر تحریر و تصنیف کی صلاحیت بھرپور تھی، لیکن دیگر علمی، تبلیغی اور رفاہی امور نے تصنیف کا بہت کم موقع دیا۔ بہر حال آپ کے جتنے بھی رشحات قلم ہیں عالمانہ اور ادیبانہ شان کے حامل ہیں۔ درج ذیل کتابیں آپ کی تحریری یادگار ہیں:

(۱) فیض تنبیہ (۲) نئی روشنی (۳) مقدس خاتون (۴) خطبہ صدارت۔ سطور ذیل میں ان کا مختصر تعارف پیش ہے۔

مقدس خاتون:

۸۶ صفحات پر مشتمل یہ ایک ناول ہے جو لکھنؤ کی نکسالی زبان کا ایک ادبی مرقع ہے، اس ناول کے بنیادی کردار سنبھل کے دو خاندان کے دو افراد غلام علی اور قمر النساء ہیں۔ ان کے حسن و عشق کی داستان، ہجرو وصل کے مناظر، مذہب اور عشق کے تضاد میں مذہب کا غلبہ وغیرہ کردار پیش کیے گئے ہیں۔ یہ کتاب ادب کے ذخیرے میں ایک بہترین اضافہ ہے۔ یہ کتاب دارالاشاعت برکاتی مارہرہ شریف سے شائع ہوئی۔

یہ ناول گیارہ ابواب پر مشتمل ہے اس کی عنوان بندی اس طرح کی گئی ہے۔ (۱) ایک معزز خاتون (۲) جنگل میں منگل (۳) الفت کا جب مزہ ہے کہ دونوں ہوں بے قرار (۴) جذبہ عشق (۵) شادی (۶) عشق، مشک کبھی چھپے نہیں (۷) رزم بزم (۸) یاد محبوب (۹) مناظرہ کا دوسرا دن (۱۰) میرٹھ واپسی (۱۱) وصل۔

یہ ناول مارہرہ مطہرہ سے اہل سنت کی آواز میں بھی شائع ہوا۔

نئی روشنی:

یہ ایک دینی، اصلاحی اور ادبی ناول ہے۔ جس کے صفحات ۱۷۶ ہیں اور ابواب اکیس۔ اس ناول میں دہلی کے ایک عہد کی منظر کشی کی گئی ہے اس کے بنیادی کردار شیخ حفیظ

آپ کو یاد ہوگا کہ سیوان کانفرنس میں فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کے لیے بنام ”مجلس انسداد فسادات“ بارہ ارکان پر مشتمل ایک مجلس کی تشکیل عمل میں آئی تھی جس کے چیرمین سید العلماء حضرت مولانا سید شاہ آل مصطفیٰ صاحب صدر آل انڈیائی جمعیۃ العلماء بمبئی منتخب کیے گئے تھے۔ حضرت موصوف نے ایک گشتی مراسلے کے ذریعہ ۱۲-۱۳ نومبر ۱۹۶۸ء کو ہونے والی پٹنہ کانفرنس میں جملہ ارکان کو طلب کیا ہے۔ اسی موقع پر ”مجلس انسداد فسادات“ کا جلسہ شوریٰ منعقد ہوگا۔

فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کے متعلق ہندوستان میں مسلم نام کی ساری جماعتوں کے عمامدین سیاسی مشاہیر اور مسلمانوں کے مسائل سے ہمدردی رکھنے والے ممتاز مدبرین کو مندرجہ ذیل ایک سوال نامہ دفتر سے جاری کیا گیا ہے تاکہ اس مسئلے پر وہ اپنی قیمتی رائے سے مجلس کو باخبر کریں اور موصول شدہ تجاویز کی روشنی میں کوئی عملی قدم اٹھایا جائے۔ سوال نامہ یہ ہے:

سوال نامہ بابت انسداد فسادات:

(۱) فرقہ وارانہ فسادات کے لیے اجتماعی محاذوں پر اب تک جتنی جدوجہد کی گئی ہے۔ ان کی ناکامی کے بعد اب انسداد کے لیے کوئی مؤثر، واضح، متعین، اور قابل عمل فارمولہ آپ کی رائے میں کیا ہے؟

(۲) فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کے لیے اب تک جماعتوں اور حکومت کے نمائندوں کی طرف سے جتنی کارروائیاں عمل میں لائی گئی ہیں ان کی ناکامی کے اسباب آپ کی نظر میں کیا ہیں؟ ازراہ کرم فروگزاشتوں کی نشاندہی فرمائیں۔

(۳) فرقہ وارانہ فسادات کے انسداد کے سلسلے میں حکومت کی طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد قانون کی حدود میں رہ کر اگر مسلمان اپنے طور پر اپنا تحفظ کرنا چاہیں تو کیا کر سکتے ہیں؟ تفصیل سے اس پر روشنی ڈالیں۔

(۴) انسداد فسادات کے سلسلے میں غیر مسلم جماعتوں سے کس طرح کا تعاون حاصل کیا جاسکتا ہے اپنے تجربات کی روشنی میں جماعتوں کی نشاندہی فرمائیے اور طریقہ کار کی وضاحت کیجیے۔

(۵) انسداد فسادات کے سلسلے میں مسلم مدبرین کے تعاون سے اگر مجلس نے کوئی

اس خطبے کے مشتملات یہ ہیں:

عرض داشت۔ انظہار خیال۔ کان پور کا انتخاب۔ لمحہ فکر یہ۔ ہمارا مزاج۔ ایک اہم سوال۔ الیکشن اور ہم۔ ہمارا آزاد ملک۔ سرحدی جنگ۔ مرکزی جج کمیٹی۔ بمبئی ایئر پورٹ کمیٹی۔ ہمارا پیغام۔ ہدیہ امتنان و تشکر۔

خطابت:

تقریر و خطابت بڑا منظم اور کارآمد فن ہے۔ اس کے ذریعہ ہمارے بزرگوں نے تبلیغ و اشاعت دین کا فریضہ انجام دیا اور آج بھی اس فن کے ذریعہ بڑے بڑے کارنامے انجام دیے جاتے ہیں۔ حضرت سید العلماء قدس سرہ العزیز نے بھی یہ فن اختیار کیا اور اس کے ذریعہ آپ نے بڑی شہرت حاصل کی، آپ کی پوری زندگی گواہ ہے کہ آپ نے اس فن کو کبھی بھی حصول زر اور دنیا طلبی کے لیے نہیں اپنایا، آپ کی پوری زندگی دین کی اشاعت اور تبلیغ کے لیے وقف تھی، اس لیے آپ کی خطابت کا رخ بھی اسی طرف مڑا اور یہ عمل تاحیات باقی رہا۔ انداز بیان ایسا سادہ سلیس، عام فہم اور مسخو کن ہوتا کہ سامعین کے دل کو چھو جاتا۔ حضرت شارح بخاری قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت سید العلماء قدس سرہ خطابت میں اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے۔ دلکش، بلند آواز، ساحرانہ طرز بیان، نکات و دقائق سے بھرپور ایسی گھنٹوں سنتے رہے مگر جی نہ بھرے، بمبئی میں ایام محرم میں وعظ کی سیکڑوں مجالس منعقد ہوتیں، لیکن ہمیشہ سب سے زیادہ مجمع حضرت سید العلماء کی محفل میں ہوتا تھا، ویسے تو حضرت بہت ہی نحیف و نازک نظر آتے تھے، لیکن تقریر کے وقت ہمیشہ جوان معلوم ہوتے تھے۔ پانچ پانچ گھنٹے مسلسل وعظ فرماتے، مگر ذرا بھی تکان کا نام نہیں ہوتا، نہ کبھی حضرت کی آواز بیٹھتی، یکساں مسلسل تقریر فرماتے اور کبھی کبھی ایسا ہوتا کہ صبح نماز فجر تک وعظ ہوتا رہتا، اور لاکھوں لاکھ کا مجمع محویت کے ساتھ سنتا رہتا۔ ذکر شہادت میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، کبھی جوش میں آتے تو فرماتے: یہ میرے گھر کی بات ہے، میرے آباؤ اجداد کی بات ہے۔ اسے مجھ سے زیادہ کون جانتا ہے، اور مجھ سے اچھا کون بیان کرے گا۔ مجاہدین کر بلا کی انفرادی جنگوں کا منظر ایسا کھینچتے کہ آنکھوں کے سامنے نقشہ آ جاتا، حضرت سید الشہد الامام حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت بیان کرنے سے پہلے خیمہ

الدین احمد الدین ہیں اور پورا ناول ان کے صاحب زادے شیخ حفیظ سلطان، صاحب زادی حفیظ ثریا اور ثریا کے استاد ماسٹر نجم الحسن کے ارد گرد گردش کر رہا ہے۔

حضرت نظمی میاں اس کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اس ناول میں سید میاں نے عصر حاضر کی بے راہ روی، فیشن پرستی، مغرب زدہ ماحول کی تقلید اور اس کے خطرناک نتائج کی عکاسی کی ہے اور یہ بتایا ہے کہ اس کے برخلاف اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے سے اور ایک سچا پاک سنی مسلمان بننے سے زندگی کو کتنی راحت ملتی ہے۔ ”نئی روشنی“ میں بھی سید میاں کی زبان لکھنؤ کی ٹکسالی زبان ہے۔ دراصل مارہرہ مطہرہ میں نثر نگاری میں لکھنؤ کی تقلید کی جاتی ہے اور شاعری میں دہلی کی زبان استعمال کی جاتی ہے۔

اس ناول کی عنوان بندی کچھ اس طرح ہے:

(۱) شیخ صاحب چل بسے۔ (۲) یاروں کی چڑھ بنی۔ (۳) نئی بساط اور نئے چہرے۔ (۴) ماں کی آخری نصیحت۔ (۵) نیوفیشن چہلم۔ (۶) ماسٹر صاحب کا نیا مشورہ۔ (۷) رنگین صحت گاہ (۸) ایں گل دیگر شگفت (۹) سونے کی چڑیا اڑ گئی۔ (۱۰) شیخ جی کا حال زار۔ (۱۱) قدرت کا انتقام۔ (۱۲) شیخ صاحب کے ارادے۔ (۱۳) شیخ صاحب کی سرگرمیاں۔ (۱۴) نیچریت کا پول۔ (۱۵) مس للی آغوش اسلام میں۔ (۱۶) ایک خوف ناک گروہ۔ (۱۷) عجیب انقلاب۔ (۱۸) دشمن کے داؤ بیچ۔ (۱۹) ایک رات کی کہانی۔ (۲۰) آخر وہی ہوا۔

خطبہ صدارت:

آل انڈیائی جمعیت العلماء کی کان پور شاخ کے زیر اہتمام ایک سہ روزہ کانفرنس حلیم مسلم کالج کے گراؤنڈ میں یکم تا ۳ نومبر ۱۹۶۳ء میں منعقد ہوئی۔ اس کے آخری اجلاس کی صدارت حضرت سید العلماء قدس سرہ نے فرمائی اس کانفرنس میں جو خطبہ صدارت آپ نے پیش کیا تھا وہ اسی وقت زیور طبع سے آراستہ بھی ہو چکا تھا۔

یہ خطبہ اپنی نوعیت کا انوکھا خطبہ ہے اس میں باشندگان ہند خصوصاً مسلمانوں کے لیے اپنے ملک سے محبت اور یہاں زندگی گزارنے کے رہنما اصول سے بحث کی گئی ہے۔

سے روانگی کا منظر اس طرح بیان فرماتے کہ روتے روتے سامعین کی ہچکیاں بندھ جاتیں۔ پس ماندگان کو صبر کی تلقین اور ان کی بے کسی اور کس میرسی اور بظاہر آخری سہارا بھی ختم ہونے کے تصور سے عورتوں بچوں کا کیا حال تھا اس حسرت ناک منظر کو بیان کرنے کا حق صرف حضرت سید العلماء کو تھا۔ اخیر میں جب مولانا حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ کا یہ شعر پڑھتے۔

وقتِ رخصت کہہ رہا ہے خاک میں ملتا سہاگ

لو سلام آخری اے بیوگانِ اہل بیت

تو سارا مجمع رو رو کر چیخ پڑتا۔

حضرت سید العلماء صرف مذہبیات کے ماہر نہیں تھے، بلکہ ملکی سیاست پر اور مسلمانوں کی کس میرسی اور مظلومیت پر گہری نظر رکھتے تھے، جب سیاسیات پر بولنا شروع کرتے تو محسوس ہوتا کہ پوری زندگی سیاست ہی میں گزاری ہے اور انتہائی جرأت کے ساتھ بڑے بڑے لیڈروں کو لکارتے۔ نام لے لے کر تنقیدیں کرتے۔ غرض کہ خطابت کے ہر شعبہ پر دسترس کامل رکھتے تھے۔ (۱۷)

حضرت نظمی میاں مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

محرم شریف کی بارہ راتیں، ربیع الاول شریف کی بارہ راتیں، ربیع الآخر کی گیارہ راتیں، رجب المرجب شریف کی چھ راتیں سید میاں کے فن خطابت اور اظہار علم و فضل کی راتیں ہوتی تھیں۔

وہ اپنے بیانات کے دوران علم ہی علم بیان کرتے۔ نہ الفاظ سے کھیلتے، نہ ایک ہی جملے کو ایک ساتھ اردو انگریزی اور ہندی میں ادا کر کے عوام پر اپنی لسانیت کا رعب ڈالتے، سادہ سادہ زبان میں اپنے مطلب کی بات کہہ جاتے۔

سید میاں اپنے بیان شہادت کے لیے مشہور تھے۔ بمبئی کے قضائی محلے میں ہر سال محرم کی مجلسیں پڑھتے، نویں دسویں شب میں بہت سے شیعہ اور بوہری لوگ سید میاں کا بیان سننے آتے اور گھنٹوں کھڑے رہ کر شہادتین سنتے۔ شب عاشورہ کے بیان میں تو ہزاروں کا مجمع ہوتا تھا، لوگ دھاڑیں مار مار کر روتے، کچھ بے ہوش تک ہو جاتے۔

سید میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے کبھی تقریر سے پہلے تیاری نہیں کی۔ کیسا ہی موقع

ہو، کیسا ہی ماحول ہو، کیسا ہی موضوع ہو، سید میاں موقع و محل کے اعتبار سے اپنا موضوع طے کرتے اور بیان کرنے لگتے۔ نپے تلے الفاظ، مسخوڑ کن پیرایہ، قرآن وحدیث اور اقوال اسلاف سے حوالہ جات، سید میاں کی تقریروں کی خصوصیت تھی۔ سید میاں حضرت غوث علی شاہ قلندر سے بہت متاثر تھے۔ ان کے بیان میں تذکرہ غوثیہ کے لطائف ضرور ملتے۔ سامعین کو گھنٹوں تک سانس روکے بٹھائے رکھنے کا فن سید میاں کو بہت اچھی طرح آتا تھا۔ وہ اپنے سننے والوں کی نفسیات سمجھتے تھے۔ اسی لیے لوگ انھیں سننے کے لیے جوق در جوق چلے آتے تھے۔

شہر بمبئی کی ۲۵ سالہ زندگی میں سید میاں نے کوئی محلہ ایسا نہیں چھوڑا جہاں وعظ نہ کیا ہو۔ بمبئی کے علاوہ ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں وہ تبلیغی دوروں پر گئے۔ ایسے ایسے دشوار گزار علاقوں کا انھوں نے سفر کیا جہاں کوئی سواری تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔ پیدل کا راستہ بھی بہت دشوار تھا۔ سید میاں اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر قریہ قریہ، شہر شہر گھومے اور جہاں جہاں گئے سنیت کی بنیادوں کا مستحکم کیا جس طرح لاحول سے شیطان بھاگتا ہے اسی طرح سید میاں کی آمد کی خبر پا کر وہابی دیوبندی بھاگ کھڑے ہوتے تھے۔ سید میاں کی ایک خاص عادت یہ تھی کہ اگر کسی مدرسہ یا دارالعلوم کے جلسہ دستار فضیلت میں شرکت کرنے جاتے تو نہ کرایہ لیتے نہ نذرانہ۔ یہی نہیں بلکہ مدرسہ کے لیے چندہ کراتے اور سب سے پہلا چندہ بھی خود دیتے۔ سید میاں نے ہندوستان کے مختلف مقامات پر دینی مدرسہ کھلوائے اور بمبئی میں بیٹھے بیٹھے ان کی بھرپور اعانت کی۔ (۱۸)

فتویٰ نویسی:

فتویٰ سے مراد ہے سائل کو حکم شرعی بتانا۔ صرف حکم شرعی بتانا آسان ہے اور سائل کو حکم شرعی بتانا مشکل اور بسا اوقات حد درجہ مشکل۔ کسی باب کے مسائل ذہن نشین کر کے لوگوں میں بیان کر دینا آسان ہے لیکن جب کوئی شخص زبانی یا تحریری طور پر سوال دریافت کرتا ہے تو سوال اور سائل کو بھی سمجھنا ضروری ہوتا ہے۔ سائل مختلف قسم کے ہوتے ہیں:

(۱) خالی الذہن جو صرف اپنے مسئلے کا حکم شرعی جاننا چاہتے ہیں تاکہ وہ اس کے مطابق زندگی گزاریں، اس کے سوا ان کا کوئی اور مقصد نہیں ہوتا۔

(۲) سائل کسی مسئلے میں متردد ہوتا ہے اور سوال کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حکم شرعی کے علم کے ساتھ ساتھ اس کی الجھن کا بھی ازالہ ہو مگر وہ اپنی الجھن کا ذکر نہیں کرتا وہ سمجھتا ہے کہ مفتی سب سمجھتا ہے۔

پہلی صورت میں صرف سوال سمجھ لینا کافی ہوتا ہے جب کہ دوسری صورت میں سائل کی الجھن کو بھی سمجھنا ضروری ہوتا ہے اور مشکل یہ ہے کہ اس کی الجھن کو اسی کے سادہ سوال سے سمجھنا ہوتا ہے کیوں کہ وہ مفتی کے پاس موجود نہیں ہوتا، موجود تو صرف اس کی ٹوٹی پھوٹی تحریر ہوتی ہے۔

(۳) سائل سوال کو مبہم رکھتا ہے اور بہت سے ضروری گوشوں کو بیان نہیں کرتا تاکہ اس کے مقصد کے مطابق جواب مل جائے۔ یہ مرحلہ اور زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ دوسری صورت میں مفتی سے سہو ہوا تو اس کے جواب سے مسائل کی الجھن دور نہ ہوگی، مگر جواب صحیح ہوگا، جب کہ اس تیسری صورت میں جواب غلط اور سائل اپنے غلط مقصد میں کامیاب ہو سکتا ہے۔

(۴) سائل اس انداز سے سوال کرتا ہے کہ مفتی دھوکہ کھا جائے اور ایسا جواب لکھ دے جو سائل اور اس کے ہم نواؤں کے لیے تو مفید تر ہو اور اس کے مخالفین یا خود مفتی اور اس کے ہم نواؤں کے لیے مضر سے مضر تک۔ مثلاً ایک بار دارالافتا جامعہ اشرفیہ میں سوال آیا کہ: دوشہروں میں دو علمائے یہ خواب دیکھا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا روئے زیبا ہو بہو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا روئے زیبا ہے۔ یہ خواب جب ان حضرات نے عوام میں بیان کیا تو اہل باطل نے اس کے خلاف ہنگامہ کھڑا کر دیا، ان خوابوں کو لے کر اس وقت شہر میں ایک عظیم فتنہ پھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا خواب کی بات شرعاً قابل اعتراض ہے اور اس پر اہل باطل کا غوغا کیسا ہے؟ سائل نے اپنے نام کے ساتھ قادری رضوی اور گدائے رضا کا ٹائٹل بھی لگا رکھا تھا۔

اگر مفتی تہیظ اور بیدار ذہنی اور دور رس سے کام نہ لے تو اس کا جواب یہ صادر کرے گا کہ: ”خواب کی بات شرعاً قابل اعتراض نہیں اور اس پر اہل باطل کا غوغا بیجا ہے۔“ مگر

ہم نے اس کا یہ جواب جاری کیا:

(یہ خواب کسی گستاخ رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) وہابی، دیوبندی نے دیکھا ہے کوئی سنی قادری، رضوی ایسا خواب نہیں دیکھ سکتا، بلکہ محال ہے کہ کوئی سنی، رضوی، قادری، ایسا خواب دیکھے۔ جو لوگ جاگتے ہوئے حضور افضل الرسل سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے جیسا بشر کہتے ہیں، اپنے دارالعلوم میں اردو پڑھاتے ہیں، آپ کے علم پاک کو جانوروں اور چوپایوں کے علم سے تشبیہ دیتے ہیں اور مختلف طریقوں سے شان رسالت میں گستاخیاں کرتے ہیں وہی لوگ ایسا گستاخانہ خواب بھی دیکھتے ہیں مثل مشہور ہے کہ بلی کو خواب میں بھی جھپٹے نظر آتے ہیں۔)

یہ خلاصہ ہے اس جواب کا جو تفصیل کے ساتھ نانڈیر کے ایک فرضی قادری، رضوی کو بھیجا گیا تھا، ایک ماہ کے بعد وہاں کے سنیوں کے ذریعہ وہ اخبار ملے جن میں دو دیوبندی، ندوی عالموں کے بارے میں یہ خبر شائع ہوئی تھی کہ انھوں نے خواب میں علی میاں کا چہرہ ہو بہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چہرہ دیکھا۔ ہم نے تفہیم کے لیے ایک مثال پیش کر دی ہے ورنہ ایسی سیکڑوں مثالیں ہیں۔ یہ کام صرف وہابی دیوبندی نہیں کرتے بلکہ کوئی بھی شخص اپنے مخالف کے تعلق سے اس طرح کے حربے استعمال کر لیتا ہے۔ یہ مرحلہ مفتی کے لیے بہت سخت ہوتا ہے۔ اولاً حقیقت تک رسائی دشوار، دوسرے رسائی ہوگئی تو دوسرے فریق کے طعن و تشنیع اور ایذا سے بچنا دشوار۔

یہ عام فتویٰ نویسی کے چند مراحل ہیں، سب نہیں اور تحقیقی فتویٰ نویسی کا مقام تو اس سے بہت بلند ہے۔

ہمارے پاس حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فتاویٰ مبارکہ کا مجموعہ نہیں، اس لیے ہم یہاں صرف دو ایسے فتاویٰ پیش کرتے ہیں جو روایت، درایت دونوں معیار پر صحیح ہیں۔ واضح ہو کہ کسی شخصیت کی طرف منسوب وہی بات قابل اعتماد ہو سکتی ہے جو تحریری شکل میں محفوظ ہو اور ثقہ کے ذریعہ یا محفوظ جگہ سے ملے جس سے یہ اطمینان ہو کہ یہ خرد برد سے پاک ہے یا پھر وہ روایت و درایت دونوں معیار پر درست اترے۔

پہلا فتویٰ:

حضرت سید العلامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے صاحب زادے حضرت سید شاہ نظمی میاں دام ظلہ العالی آپ کی فتویٰ نویسی کے تعلق سے فرماتے ہیں:

سید میاں نے فتویٰ نویسی میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی سنت پر عمل کیا وہ جب تک مسئلے کی گہرائی کو نہ سمجھ لیتے اس وقت تک کوئی حکم نہ لگاتے۔

پھر اس کی شہادت میں آپ بمبئی کے ہی ایک استفتا اور حضرت علیہ الرحمہ کا فتویٰ واقعہ کی منظر کشی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بمبئی کے مذبح خانے کو جب دیونا نقل کیا گیا اور حکومت نے وہاں جدید تکنیکیں فراہم کیں۔ چھوٹے جانور کو بجلی کا جھٹکا لگانے کے بعد اسے ذبح کرنے کی تکنیک استعمال کی گئی۔ بمبئی کے چھوٹے قصابوں کو شرعی احکام جاننے کی اتنی بے چینی نہیں تھی جتنی کہ اس بات پر غصہ کہ برسوں سے وہ حکومت وقت کی زمینوں پر ناجائز قبضہ جمائے ہوئے تھے اور باندہ میں ہائی وے کے نیچے جھونپڑوں اور گندی بستیوں کی ایک دنیا بسائے ہوئے تھے، اسے حکومت وہاں سے کسی اور جگہ منتقل کرنا چاہتی ہے اس لیے سب قصابوں نے مل کر یہ طے کیا کہ دیونا کا مذبح خانہ بند کرانے کے لیے علما کے قلم کی تلوار استعمال کی جائے۔ سید میاں کے پاس بھی استفتا آیا۔ دوسرے مفتیوں نے سائل کی تحریر دیکھ کر اس پر حرمت کا فتویٰ صادر کر دیا۔ مگر سید میاں نے استفتا کی تحریر اور اپنے جواب میں مطابقت پیدا کرنے کے لیے یہ مناسب سمجھا کہ خود جا کر دیونا کے مذبح خانے کا معائنہ کریں اور وہاں کون سی نئی تکنیک استعمال ہوتی ہے اس کو شریعت مطہرہ کی عینک سے دیکھ کر کوئی فیصلہ سنائیں۔ چنانچہ سید میاں بمبئی کے مضافات میں واقع دیونا کے مذبح خانے میں گئے۔ پہلے ساری عمارتوں کا معائنہ کیا۔ پھر چھوٹے جانوروں کے مذبح میں آئے پہلے ایک بکرا مروجہ طریقے سے ذبح کرایا۔ پھر دوسرا بکرا بجلی کا شاک دینے جانے کے بعد ذبح کرایا گیا۔ سید میاں نے ایک ایک چیز باریکی سے دیکھی اور پھر کھڑک مسجد واپس آ کر فتویٰ دیا کہ دیونا میں ذبح شدہ بکرا حلال ہے اور اس کا گوشت کھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے، البتہ سید میاں اپنے فتویٰ

کے آخر میں یہ تنبیہ ضرور لکھی کہ چونکہ شریعت مطہرہ نے اتنی بھی اجازت نہ دی ہے کہ بکرے کے سامنے چھری تیز کی جائے یا ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح کیا جائے اس صورت میں بکرے کو ذبح سے پہلے بجلی کے شاک سے مفلوج کر دینا شریعت کی نظر میں ناپسندیدہ ہے، اس سے جانور کو تکلیف و اذیت ہوتی ہے اس لیے یہ طریقہ ترک کیا جائے۔ (۱۹)

یہ فتویٰ صحیح ہے اور اس کا تعلق سوال کی چوتھی قسم سے ہے اس لیے تحقیق کی حاجت پیش آئی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ سب اسے تسلیم کر لیتے اور سب کی گردنیں حق کے آگے جھک جاتیں مگر اس کے بجائے حضرت کو طعن و تشنیع کا سامنا کرنا پڑا۔ حضرت سے سوال کا مطلب تو یہ تھا کہ آپ کی شخصیت سائل کی نگاہ میں معتمد و مستند ہے، مگر جواب مزاج کے مطابق نہ ملا تو وہی شخصیت رشوت خور ہو گئی۔ یہ افسوس ناک کہانی بھی حضرت نظمی میاں کی ہی زبان سے سنیے، تو آپ فرماتے ہیں:

یہ فتویٰ منظر عام پر آتے ہی شدید نکتہ چینی شروع ہو گئی۔ قصابوں نے مشہور کیا کہ آل مصطفیٰ نے حکومت سے پیسہ کھا کر یہ فتویٰ دیا ہے۔ سید میاں نے صرف اتنا ہی فرمایا ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کے صحیح اور غلط ہونے کا فیصلہ تو کل میزان پر ہی ہوگا۔ آل مصطفیٰ اس قسم کے الزامات سے ڈرنے والا نہیں وہ حق کی خاطر کسی سے بھی سمجھوتہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہے۔ آل مصطفیٰ نے نہ اپنا قلم بیچا ہے، نہ اپنا ضمیر، نہ اپنا ایمان۔ اور نہ آل مصطفیٰ ان علماے یہود کی طرح ہے جو شریعت موسوی کے احکامات ان لوگوں کے حق میں سنایا کرتے تھے جو سب سے زیادہ رقم ان کی بڑی آستینوں کے اندر سرکایا کرتے تھے۔ (۲۰)

دوسرا فتویٰ:

یہ فتویٰ درحقیقت بارہ فتاویٰ کا مجموعہ ہے جس میں حضرت سید العلامہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی فتویٰ نویسی کا حق ادا فرما دیا ہے۔ واقعہ یہ ہوا کہ ایک معاند وہابی نے بڑی چالاکی کے ساتھ بارہ سوالات پر مشتمل ایک استفتا مرتب کر کے حضرت کی خدمت میں بھیجا جس کا جواب حضرت علیہ الرحمہ نے دلائل کے ساتھ ارقام فرمایا، ہم یہاں پہلے وہ تمام

سوالات پھر حضرت کے جوابات پیش کرتے ہیں، پھر فتوے کی خوبیوں پر مختصر سی گفتگو بھی کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مکرم و محترم جناب مولانا آل مصطفیٰ صاحب زید مجدہم

آداب ماہوا لمسنون بجالا کر عرض رساں ہیں کہ آج کل بدعات و ظلمات کی ترقی و فراوانی کی وجہ سے حق و ناحق میں ایسی تلخیس ہو گئی ہے کہ نور و ظلمت اور سنت و بدعت میں امتیاز مشکل ہو گیا ہے۔ اسلام اور احکام اسلام سے عام اہل اسلام بے خبر و ناواقف ہیں۔ چوں کہ اہل اسلام کو علمائے کرام کی رہنمائی کی ہر وقت ضرورت ہے، بدیں وجہ حق کہ وضاحت کی نیت سے جناب کی خدمت بابرکت میں مندرجہ سوالات پیش کر کے ہم سائلان درخواست کرتے ہیں کہ دلائل اربعہ کے ماتحت پوری وضاحت و صراحت فرما کر ہم طالبان راہ ہدایت کو ہدایت کرنے کی زحمت گوارا فرمائی جائے۔ بینوا و تو جروا۔

پہلا سوال :- اہل سنت و جماعت کی کیا تعریف ہے، وہ کون کون سے اعتقادات اور کون کون سے اعمال ہیں کہ جن پر اہل سنت و جماعت ہونے نہ ہونے کا دار و مدار ہے اور اہل سنت و جماعت کی وہ ضروریات کون کون سی ہیں کہ جن میں سے کسی ایک ضرورت کا انکار کر دینے کی وجہ سے آدمی اہل سنت و جماعت سے خارج ہو جاتا ہے؟

دوسرا سوال :- کیا فقہائے حنفیہ نے کہیں اس امر کی تصریح کی ہے کہ اگر کسی مباح یا مستحسن چیز کے ساتھ لوگ وجوب کا سا معاملہ کرنے لگیں تو وہ چیز واجب الترتک ہو جاتی ہے، جو شخص کسی امر مطلق کو مقید کرتا ہے تو وہ شارع علیہ السلام کے حکم میں تغیر کرنے کے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے یا نہیں؟

تیسرا سوال :- جو چیز کہ شرک ہے وہ تمام مخلوقات کی نسبت سے شرک ہے یا کوئی چیز ایسی بھی ہے کہ اس کو بعض مخلوقات کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک ہے اور بعض کے لیے ثابت کیا جائے تو شرک نہیں۔ اگر ہے تو وہ کون سی صفت ہے اور وہ کون سا بشر ہے کہ جس کے لیے اس صفت کا ثابت کرنا شرک نہیں ہے، اگر کوئی شخص انبیاء اولیاء کرام کے متعلق یہ عقیدہ رکھے کہ وہ مختار ہیں سب کی حاجت روائی اور مشکل کشائی فرماتے ہیں، رزق دیتے ہیں، بیمار کو اچھا کرتے ہیں، مارتے ہیں، جلاتے ہیں، تنگ دست بنانا، غنی و تو نگر

کرنا انھیں کے جو دو کرم کا نتیجہ ہے، سب کچھ انھیں کے اختیار میں ہے، ایسا شخص مسلمان ہے یا کافر؟

چوتھا سوال :- جو شخص برادری کے رسم و رواج کے طور پر اپنے موتی کو ایصال ثواب کرتا ہے یا نابالغ اور یتیم بچوں کے مال سے یہ کام سرانجام دیتا ہے یا فخر و مباہات ریا و نمود اور لوگوں کے لعن و طعن سے بچنے کی وجہ سے تیجہ دسواں وغیرہ کرتا ہے اور ایصال ثواب کو جو ایک مستحب کام ہے ضروری سمجھتا ہے، فرض و واجب کا اس قدر اہتمام نہیں کرتا جس قدر کہ مستحب کام کا انتظام کرتا ہے اور اپنے رشتہ داروں کو جن میں مال دار بھی ہوتے ہیں دعوت دیتا اور وہ کھانا ان کو کھلاتا ہے یہ تمام امور شرعاً ممنوع ہیں یا جائز ہیں۔ اس طریقے سے موتی کو ثواب پہنچتا ہے یا نہیں؟ مال داروں کو نذر و نیاز کا کھانا حلال ہے یا حرام، اس کھانے کے مستحق کون لوگ ہیں، جو کھانا یتامی کے مال سے یا فخر و ریا و نمود وغیرہ کی نیت سے پکایا جاوے، وہ کھانا سب کے لیے حرام ہے یا نہیں، اور جو فاسد الخیال، جاہل و گمراہ مولوی مذکورہ بالا ایصال ثواب کے طریقہ کو حدیث احب الاعمال الی اللہ ماداوم علیہ کے اعتبار سے جائز بتلائے اور لوگوں کو دھوکہ دے، گمراہ کرے، وہ عند الشرع مقبول ہے یا مردود اور احب الاعمال میں کون کون سے عمل داخل ہیں؟

پانچواں سوال :- شادی و غمی کی وہ مشرکانہ اور ہندوانہ رسمیں جو آج کل مسلمانوں میں جاری ہیں، مثلاً شادی میں نوشہ کے سہرا، کنگن، لال ڈوری باندھنا، ہاتھوں میں مہندی لگانا اور غمی میں تیجہ، دسواں، بیسواں چہلم و برسی کرنا اور بزرگوں کی قبروں پر نذر و نیاز کرنا، چڑھاوے چڑھانا، کھانا سامنے رکھ کر اس پر سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھنا، فرق صرف اس قدر ہے کہ ہندوؤں میں ثواب رسانی کے کھانے پر پنڈت لوگ ویدوں کے منتر پڑھتے ہیں، اور مسلمانوں میں ملا لوگ سورہ فاتحہ وغیرہ پڑھتے ہیں، مشرکین نذر و نیاز بتوں کے نام پر کرتے ہیں اور پھول و صندل چڑھاتے ہیں اور مسلمان اہل اللہ کے مزارات پر پھول وغیرہ چڑھاتے ہیں اور نذر و نیاز کرتے ہیں۔ یہ تمام امور بدعت ضلالہ اور حرام ہونے کے علاوہ حدیث من تشبہ بقوم فهو منهم کی وعید میں داخل ہیں یا نہیں، ان کاموں کے کرنے کی شریعت اجازت دیتی ہے یا ممانعت کرتی ہے؟

لکھا اور حضرت ملا علی قاری نے شرح مشکوٰۃ میں، امام نووی نے شرح منہاج میں سویم وغیرہ کو بدعت قبیحہ قرار دیا ہے اور محفل میلاد کے انعقاد کے متعلق علامہ ابن الحاج نے مدخل میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ منجملہ ان بدعات کے کہ جن کو لوگوں نے بڑی عبادت اور اسلام کا بڑا شعار سمجھ کر ایجاد کیا ہے وہ محفل ہے جو ماہ ربیع الاول میں کرتے ہیں، وہ بہت ہی بدعات و محرمات پر مشتمل ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ اگر محفل میلاد ممنوعات سے خالی ہو اور نفس محفل مولود کی نیت سے کی جاوے اور لوگوں کو دعوت بھی دی جاوے تب بھی بدعت ہے، اس لیے کہ یہ دین میں ایک زیادتی ہے۔ صاحب سیرت شامی فرماتے ہیں کہ اکثر حجاب رسول کی یہ عادت ہو گئی ہے کہ جب وہ حضور کی پیدائش کا ذکر سنتے ہیں تو قیام کرتے ہیں یوں ہی تعظیماً کھڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ میلاد کا یہ قیام بدعت ہے لا أصل له۔ اس کی کوئی بھی اصلیت نہیں ہے۔ اسی طرح حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مکتوبات میں محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہا اور منع فرمایا ہے۔ اور بریلوی جماعت کے سردار علی مولانا احمد رضا خان صاحب نے تو مروّجہ میلاد شریف کی متعدد قباحتوں کی بنا پر محفل میلاد کی مخالفت میں بہت ہی ڈبل فتویٰ دے دیا ہے جس کا اقتباس ذیل ہے وہ فرماتے ہیں کہ افعال مذکورہ سخت کبار ہیں، ان کا مستحق اشد فاسق و فاجر مستحق عذاب نیران و غضب رحمن روایات موضوعہ کا پڑھنا بھی حرام۔ ایسی مجالس سے اللہ تعالیٰ عز و جل اور حضور پر نور کمال ناراض ہیں، ایسی مجالس اور ان کا پڑھنے والا اور اس حال سے آگاہی پا کر بھی حاضر ہونے والے سب مستحق غضب الہی ہیں، یہ جتنے حاضرین ہیں وبال میں جدا جدا گرفتار ہیں۔ تیجہ، دسویں اور انعقاد میلاد و قیام و سلام وغیرہ کو جو فقہائے عظام، مشائخ کرام، علمائے اسلام اور بریلی کے اعلیٰ حضرت نے جو ناجائز و ممنوع، بدعت قبیحہ اور حرام بتلایا اور مستحق عذاب نیران و غضب الرحمن قرار دیا ہے آپ کے نزدیک صحیح ہے؟ اگر خدا نخواستہ صحیح نہیں ہے تو کیا فقہاء و مشائخ و علماء بالخصوص بریلی کے اعلیٰ حضرت مسلمان ہیں یا دائرۃ اسلام سے خارج ہو گئے ہیں۔ کتاب و سنت و اجماع اور امام ابو حنیفہ کے قول سے ثابت کیجیے اور اس امر کی بھی وضاحت فرمائیے کہ قیام و سلام اور مروّجہ محفل میلاد اور ایصال

چھٹا سوال: - عرس کرنا اور بزرگوں کے مزارات پر مزار میر کے ساتھ قوالی یا طوائفوں کا ناچ گانا کرنا۔ پھول، صندل، چادر وغیرہ چڑھانا، مزارات پر عورتوں کا بے پردہ جانا، اور کسی مزار پر صرف عورتوں ہی کا میلہ لگنا، قبروں کو سجدے کرنا، بوسے لینا وغیرہ وغیرہ امور کیا شرعاً جائز ہیں، اور ان امور کے متعلق بدعتی مولویوں کا ایسی لالچیں تاویلات کرنا کہ جن کی عوام کو خبر بھی نہ ہو اور ان تاویلات کو عوام سمجھتے بھی نہ ہوں درست ہے یا نادرست۔ مذکورہ بالا مفاسد اور منکرات کی وجہ سے بہ قصد زیارت مزارات پر جانے کو منع کرنے والا شخص آپ کے نزدیک مسلمان ہے یا لاندہب اور بے دین ہے۔ کیا صحابہ کرام نے حضرت سرتاج رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس کیا ہے، انھوں نے قوالی کرائی ہے، پھول، صندل وغیرہ چڑھایا ہے اور صحابہ کرام کی قبروں پر صحابہ نے یا تابعین نے اور تابعین کے قبور پر تبع تابعین نے یہ کام کیے ہیں۔ کیا فقہائے کرام نے بالخصوص امام ابو حنیفہ نے ان کاموں کی اجازت دی ہے؟

ساتواں سوال: - جن بدعات ملعونہ کے بارے میں بخاری، ابوداؤد، ابن ماجہ وغیرہ کی حدیثوں میں یہ وعیدیں موجود ہیں کہ بدعتی کی نماز، روزہ وغیرہ یہ کوئی عبادت خدائے تعالیٰ قبول نہیں کرتا اور بدعتی پر خدا کی، اس کے فرشتوں کی اور سب لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور بدعتی شخص مردود و جہنمی و ناری ہے حضرت سرتاج رسالت نے ایسے امور اور گمراہ شخص سے بچنے اور دور رہنے کی اپنی امت کو ہدایت فرمائی ہے، وہ بدعتیں کون کون سی ہیں۔ کیا تیجہ، دسواں، گیارہواں، بیسواں، چہلم، برسی اور عرس وغیرہ اور محفل میلاد کا دھوم دھام سے انعقاد کرنا، میلاد کی جگہ کو سجانا مستحب کام کے لیے لوگوں کو اہتمام سے دعوت دینا روایات موضوعہ کو پڑھنا، میلاد دھواؤں کا داڑھی منڈا بے نمازی فاسق و فاجر ہونا، شیرینی کی تقسیم اور قیام و سلام کو ضروری سمجھنا، اس کے مانع یا تارک پر ملامت کرنا اس کو لاندہب بے دین سمجھنا وغیرہ وغیرہ کام بدعات ملعونہ میں داخل ہیں یا نہیں؟ حضرت شیخ المشائخ مولانا عبدالحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ صاحب و شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنی کتابوں میں اور فتاویٰ بزاز یہ وغیرہ میں جو تیجہ، دسویں اور ختم قرآن کے لیے علما و صلحا کے جمع کرنے کو مکروہ

ثواب و فاتح علی الطعام کا طریقہ قرونِ ثلاثہ مشہود لھا بالخیر میں تھا یا نہیں۔ صحابہ کرام تابعین تبع تابعین نے یہ افعال کیے ہیں یا نہیں اور یہ محفل میلاد کس کی ایجاد ہے۔ تاریخ ابن خلکان میں لکھا ہے کہ محفل میلاد ۶۰۴ھ کی ایجاد ہے کیا یہ صحیح ہے، اگر کوئی شخص بدعت شرعی یعنی غیر دینی چیز کو دین سمجھنے لگے ایسا شخص مسلمان ہے یا دائرۃ اسلام سے خارج؟ صاف صاف ارقام فرمائیے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہماری مجلس میں تشریف لاتے تھے تو ہم تعظیماً کھڑے نہیں ہوتے تھے، بیٹھے رہتے تھے، اس لیے کہ ہمارے تعظیم کرنے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تکلیف و گرائی ہوتی تھی حضور انور کو جب صحابہ کرام کے قیام سے گرائی ہوئی تھی تو کیا حضور آپ کے میلاد کے قیام سے راضی ہو سکتے ہیں۔ قیام نہ کرنے والوں پر جو بریلوی مولویوں نے وہابی بے دین ہونے کے فتوے لگائے ہیں مطاع فرمائیں کہ صحابہ کرام پر قیام نہ کرنے کی وجہ سے وہ کیا فتویٰ صادر کرتے ہیں؟

آٹھواں سوال :- صفاتِ مختصہ باری تعالیٰ کون کون سی ہیں اور عالم الغیب ہونا بھی کیا خدا تعالیٰ کی صفاتِ مخصوصہ میں داخل ہے۔ فرقہ ناریہ رافضیہ جو اپنے ائمہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ان کو ماسکان و مایکون کا علم حاصل تھا، زمین کی کنکریوں، بارش کے قطروں اور درختوں کے پتوں کی تعداد انھیں معلوم ہوتی تھی۔ آپ کے نزدیک ایسے عقیدہ رکھنے والا فرقہ یا شخص مسلمان ہے یا کافر؟ فرقہ رافضیہ ناریہ کے اس عقیدے کی پیروی کرتے ہوئے بریلی کے اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب نے بھی حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ماسکان و مایکون کا عالم اور تمام مغیبات کا جاننے والا قرار دیا ہے۔ حضور غوث اعظم نے اپنی کتاب غیۃ الطالبین کے صفحہ ۱۹۹ پر اس عقیدے کو باطل فرمایا ہے۔ موضوعات کبیر میں حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایسے عقیدے والے کو کافر لکھا ہے۔ بحر الرائق، قاضی خان، شامی، درمختار وغیرہ میں بھی حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم الغیب سمجھنے اور کہنے والے کو کافر کہا ہے۔ یہ فتویٰ صحیح ہے یا غلط۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ علم نبوی کے باب میں جو آیات و احادیث وارد ہیں وہ تین قسم کی ہیں: ایک وہ کہ جو یقیناً ایجاب جزئی کو مفید ہیں،

دوسرے وہ کہ جو یقیناً سلب جزئی کو مفید ہیں اور ان دونوں قسموں میں کلام نہیں، تیسرے وہ کہ ایجاب کلی اور ایجاب جزئی دونوں کو محتمل ہیں۔ جو لوگ حضور کے لیے جمیع مغیبات غیر متناہیہ کے علم کا اثبات کرتے ہیں وہ اس قسم ثالث کو ایجاب کلی پر محمول کرتے ہیں۔ کیا مشنن علم غیب کی یہ دلیل صحیح ہے جب کہ ایجاب کلی احد المحتملین ہونے کی وجہ سے قطعی الدلالت نہیں ہے اور عقیدے کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے۔ اس مسئلہ کی پوری وضاحت کر دیجیے۔ بریلوی جماعت کے کسی مولوی کا یہ شعر کہ۔

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر

اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفیٰ ہو کر

ملاحظہ کیجیے اور اس کے متعلق جو شرعی فتویٰ ہو اس کو باحوالہ قلم فرمائیے۔ اور حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی شان میں ان کے معتقد کا یہ شعر بھی ملاحظہ کیجیے کہ۔

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا

میرا اور سب کا خدا احمد رضا

حضور کو خدا سمجھنا اور اعلیٰ حضرت کو خدا کہنا کفر و شرک ہے یا نہیں؟

نواں سوال :- حضرت سرتاج رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کیا حاضر و ناظر ہیں۔

صاف و صریح دلائل سے اس مسئلہ کی وضاحت فرمائیے۔ حضرت ابو ہریرہ کی روایت ہے جو بہت ہی شعب الایمان میں مرقوم ہے کہ: من صلی علی عند قبری سمعته من صلی علی غائباً ابلاغہ یعنی جو میری قبر کے پاس درود پڑھے گا اس کو میں خود سنوں گا اور جو دور سے مجھ پر درود پڑھے گا (وہ فرشتوں کے ذریعہ سے) مجھ تک پہنچایا جائے گا۔ علامہ ابن حجر مکی نے جو ہر منظم علامہ علی قاری مکی نے الدرۃ المضمیۃ فی زیارۃ المصطفویۃ میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اقدس کی زیارت کے بڑے فائدوں میں سے ایک یہ ہے کہ زائر جب آپ کی قبر شریف کے پاس صلوٰۃ و سلام پڑھتا ہے تو آپ خود سنتے ہیں اور جواب عطا فرماتے ہیں، بخلاف اس شخص کے جو دور سے صلوٰۃ و سلام پڑھے وہ آپ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچتا ہے۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی کے استاذ سلطان

ایسے مولوی کی امامت درست ہے یا نادرست؟

بارہواں سوال: - عن عائشة أن رسول الله كان في نفر من

المهاجرين والأنصار فجاء بغير فسجد له فقال له أصحابه: يا رسول الله يسجد لك البهائم والشجر فنحن أحق أن نسجد لك فقال اعبدوا ربكم وأكرموا أخاكم۔ اس حدیث میں بہائم و شجر کے حضور کو سجدہ کرنے پر صحابہ کرام نے حضرت رسالت مآب سے حضور کو سجدہ کرنے کی اجازت طلب کی، حضور نے فرمایا کہ عبادت یعنی سجدہ کرو تم اللہ کو اور اکرام کرو اپنے بھائیوں کا۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے تم خدا نہ بناؤ بلکہ میری تعظیم و تکریم اپنے بھائیوں کی سی کرو۔ اس حدیث کے آخری جملہ و اکرموا أخاکم۔ کے بارے میں زید اور بکر میں اختلاف ہو رہا ہے زید کہتا ہے کہ انبیاء وغیرہ خدا کے جس قدر بھی مقرب بندے ہیں، وہ سب کے سب انسان ہی ہیں اور خدا کے سامنے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو خدا نے بڑائی دی ہے اس لیے وہ ہمارے بڑے بھائی ہوئے، ہم کو ان کی فرماں برداری کا حکم ہے ہم ان کے چھوٹے ہیں سوان کی تعظیم انسانوں کی سی کرنی چاہیے نہ کہ خدا کی سی۔ بکر کہتا ہے انبیاء کو بڑا بھائی کہنا گستاخی اور بے ادبی ہے ان کو بڑا بھائی نہیں کہا جاسکتا۔ زید اور بکر دونوں میں کس کا عقیدہ صحیح ہے؟ کیا بکر کے عقیدے کی جدت میں گنجائش ہے؟ اگر ہے تو اس امر کی صراحت کر دی جائے اور اگر زید کا عقیدہ سچا ہے تو پھر جو شخص زید کو گستاخ اور تنگ خیال کہے وہ مجرم اور خاطی ہے یا نہیں اور اگر زید کا عقیدہ بھی صحیح نہیں ہے تو پھر حدیث کا واضح مطلب کیا ہوگا؟

تمام سوالات کے جوابات دلائل صحیحہ سے بحوالہ کتب معتبرہ ارقام فرمائے جائیں۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

العبد
ابوطاہر محمد یونس الحسینی غفرلہ
دوست محمد بقلم خود
مورخہ ۵ صفر ۱۴۱۵ھ

العارفين قاضي حميد الدين ناگوري رحمه الله عليه توش ميں لکھتے ہیں کہ: ومنهم الذين يدعون الأنبياء والأولياء عند الحوائج والمصائب باعتقاد أن أرواحهم حاضرة، تسمع النداء وتعلم الحوائج وذلك شرك قبيح وجهل صريح۔ قال الله تعالى: 'وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنْ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ۔ یعنی بعض لوگ وہ ہیں جو اپنی حاجتوں اور مصیبتوں کے وقت انبیاء و اولیاء کو پکارتے ہیں اور یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کی ارواح حاضر ہیں، ہماری پکار سنتی ہیں اور ہماری حاجتوں سے خبردار ہیں یہ نہایت قبیح شرک ہے اور کھلی جہالت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کو اپنی حاجت روائی کے لیے پکارتے ہیں اور ملا حسین خباز مفتاح القلوب میں لکھتے ہیں کہ 'واذکلمات کفر است نداء کردن اموات غائبان را بگمان آن کہ حاضر اند، مثل یا رسول اللہ یا عبد القادر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ و مانند آں۔ جواب کے وقت ان تمام مذکورہ بالا ارشاد کو ملحوظ رکھا جاوے؟

دسواں سوال: - عشرہ محرم میں جو بڑے دھوم دھام سے تعز یہ بنایا جاتا ہے اور اس کو پوجا جاتا ہے پھر دسویں محرم کو مرثیہ خوانی و سیدہ کو بی، ڈھول تاشہ اور باجے وغیرہ کے ساتھ اس تعز یہ کو باہر لے جا کر توڑا یا دفن کیا جاتا ہے، مرثیہ خوانی و سیدہ کو بی اور ڈھول تاشہ بجانے، مشعلیں نکالنے اور شیر و گھوڑا بننے والوں کے لیے جا بجا سیبلیں لگائی جاتی ہیں، یہ تمام بدعات فرقہ ناریہ رافضیہ کی ایجاد کی ہوئی ہیں۔ کیا اہل سنت کے لیے یہ افعال جائز ہیں۔ فقہائے کرام نے کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کی روشنی میں رسومات تعز یہ داری کو ناجائز بتلایا اور حدیث من تشبه بقوم فهو منهم کی وعید میں داخل فرمایا ہے اور سیبل لگانے پر إغارة المعصية معصية کا فتویٰ دیا ہے؟

گیارہواں سوال: - ربیع الثانی میں احمد آباد میں دھوم دھام سے گیارہویں کرتے ہیں اور علم و نشان بڑے اہتمام سے نکالتے، میلہ لگاتے، زبان میں، پیٹ میں، سینے میں چھری ادھر سے ادھر نکال کر شعلہ دے دکھاتے ہیں اور نذر و نیاں چڑھاتے ہیں۔ یہ امور شرعاً جائز ہیں یا ناجائز؟ جو مولوی ان امور کو جائز بتلائے وہ حق پر ہے یا ناحق پر

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

گرامی خدمت مولوی یونس و دوست محمد صاحبان زیدت منانکم پس از مراسم سنت ملتس خدمت۔

آج بروز سہ شنبہ ۵ صفر المظفر ۱۴۷۱ھ تقریباً ساڑھے بارہ بجے دن کے آپ صاحبان کی ایک تحریر مشتمل بر دو اوزدہ سوالات بدست مولانا سید نیاز حسن صاحب زیدی زید مجدہم موصوم ہوئی۔

آپ کی اس تحریر کو بار بار پڑھنے کے بعد فقیر تو صرف اتنا ہی سمجھ سکا کہ چند ایسے سوالات جن کی کافی و ثانی جوابات اب سے بہت پہلے اور بار بار تحریراً و تقریباً مفصل رسائل اور مبسوط تقاریر میں حضرات علمائے اہل سنت کثر ہم اللہ تعالیٰ و ایدہم بنصرہ الکاملہ آپ کے اکابر و اصاغر کے سامنے پیش کر چکے ہیں، انھیں کو پھر لفظی گورکھ دھندے میں لا کر آپ فقیر کے سامنے لا رہے ہیں، اور اس طرح غالباً آپ اس حقیقت کو چھپانا چاہتے ہیں جو فی الاصل آپ علمائے دیوبند اور علمائے اہل سنت کے مابین وجہ اختلاف ہے۔

دیوبند کے ساتھ ہمارا اصل اختلاف آپ کے اکابر کے ان کفریات و ضلالات پر شروع ہوتا ہے جو مدتہائے دراز سے آپ کے چھوٹے بڑے مولویوں کے لیے ایک جاں فرسا اور جاں گسل درد لا علاج بنے ہوئے ہیں اور جن کا قاہر فیصلہ کتاب مستطاب حسام الحرمین شریف اور فتاویٰ مبارکہ الصوامر الہندیہ اور دوسری کثیر کتب و تحریرات حضرات علمائے اہل سنت میں کیے جا چکے ہیں۔ مثلاً آپ کے بزرگ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب اپنی کتاب حفظ الایمان میں صفحہ ۷ و ۸ پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے علوم غیبیہ مبارکہ کو چوپایوں بچوں و پاگلوں جیسا علم غیب بتا چکے ہیں یا آپ کے دوسرے دو بڑے ایشیائی صاحب اور گنگوہی صاحب کے مصدقہ براہین قاطعہ صفحہ ۵۱ پر حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کے علم پاک کو ابلیس ملعون کے علم سے کم ٹھہرایا اور آپ کے ایک اور بڑے بانی مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اور بعد زمانہ اقدس بھی نبی پیدا ہونے کو جائز گنایا، ان چاروں کے ایسے ہی کفریات قطعہ پر

علمائے حرمین مطہرین و نیز علمائے ہندو سندھ نے ان چاروں کو ایسا کافر و مرتد بتایا کہ ان کے کفر و ارتداد میں شک کرنے والے کو بھی کافر و مرتد ٹھہرایا۔ لہذا اہم کو چھوڑ کر کم اہمیت والے اختلافات کو مابہ الجث بنانا یہ کتنی گہری عیارانہ چال ہے جس کی داد آپ ہی جیسے نام نہاد طالبان حق و ہدایت دے سکتے ہیں مگر پھر بھی یہ خیال کرتے ہوئے کہ آپ کی حسرت باقی نہ رہ جائے یہ فقیر بہمہ وجوہ آپ کی تسکین کے لیے تیار ہے۔

(۱)۔ مسلمانوں کا وہ فرقہ ناجیہ جو شجوائے حدیث حمید ما انا علیہ و اصحابی و اتباع ارشاد مجید اللہ علی الجماعۃ تقریباً پونے چودہ سو برس سے اسوۂ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرام و اہل بیت عظام علیہم رضوان الملک العلام کی بتائی ہوئی راہ ہدایت اور حضرات ائمہ مجتہدین و علمائے امت و اولیائے ملت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے فرمائے ہوئے طریقہ نجات کو علماً و عملاً گلے سے لگائے ہوئے ہے۔ اور یہیں سے واضح کہ وہ سارے عقائد و اعمال جو ان مبارک راستوں کے مخالف و متضاد ہوں، ایک مسلمان کو زمرہ اہل سنت و جماعت سے خارج کر دیا کرتے ہیں۔

(۲)۔ جس طرح کسی مستحب کو حقیقتاً واجب العمل ماننا اور مستحب کے درجہ سے نکال کر اس کو واجب الیقین کر لینا خطائے شرعی ہے۔ اسی طرح محض بزور زبان کسی مباح یا مستحب کو حرام یا کفر و شرک قرار دینا بھی شدید امر شنیع و فظیح ہے۔ بیشک اطلاقات شرعیہ کے دامن کو بغیر دلیل شرعی تنگ کرنا اور ان کو اپنی من گڑھت قیود سے مقید کرنا یہ بھی شارع علیہ السلام پر معاذ اللہ افترا و بہتان اٹھانا ہے۔

(۳)۔ الحمد للہ کہ علمائے اہل سنت اور ان کے خدام تو یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جو چیز حقیقتاً شرک ہے وہ ساری مخلوقات الہی کی نسبت سے شرک ہی ہے۔ البتہ آپ کے جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک جو وسعت علمی حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثابت کی جائے تو شرک ہو جائے مگر وہی وسعت علمی ابلیس و ملک الموت کے لیے خاص قرآن و حدیث سے ثابت مانی جائے تو شرک نہ ہو۔ یعنی گنگوہی صاحب کے نزدیک محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خدا کے شریک نہیں ہو سکتے مگر ابلیس اور ملک الموت کو خدا کے ساتھ شریک کیا جاسکتا ہے۔ (معاذ اللہ)

اباحت وجواز کے لیے کافی ودانی ہے۔

(۶):- سائل کی خوش نیتی تو یہیں سے ظاہر ہے کہ وہ چند ناجائز امور کے ساتھ کچھ جائز و مباح چیزوں کو ملا کر علمائے اہل سنت کو دھوکا دینا چاہتا ہے۔ عرس کرنا، بزرگانِ کرام کے مزارات پر پھول، صندل، چادر چڑھانا ان امور کی حرمت پر شریعتِ مطہرہ کی کوئی نص قطعی وارد نہیں، تب شرعِ مطہرہ کی اصل کلی الاصل فی الأشياء الإباحة کو صرف بزرگانِ توڑ کر غربائے مسلمین کو بدعتی اور حرام کار بلکہ کافر و مشرک بتانا یہ سائل اور سائل کے اکابر کا روزمرہ کا شیوہ ہے شاید اسے علی راس کل حول والی حدیث شریف جو اعراس کے لیے بطور اصل کلی ہے سائل کو اس کی بھٹک بھی نہیں ملی۔ حدیث شریف تو سائل کی فہم و قابلیت سے بالا ہی ہے اپنے اکابر کے پیرانِ پیر جناب حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی کا ہفت مسئلہ مدرسہ دیوبند کی کسی تحتانی جماعت میں پڑھ کر دیکھ لے۔ عرس ہی پر کیا موقوف ہے پیر صاحب کی زبان فیض ترجمان سے میلاد و قیامِ تعظیمی اور دوسرے اہم مسائل کا فیصلہ بھی سن سکے گا۔

رہا مزار کے ساتھ قوالی، عورتوں کا بے پردہ مزارات بزرگان پر جانا، صرف عورتوں ہی کا وہاں میلہ لگانا، یا ایسے ہی دوسرے نامشروع و ممنوع افعال کا ارتکاب یقیناً ناجائز اور عند الشرع مردود ہے۔ اور بفضلہ تعالیٰ علمائے اہل سنت کے رسائل و فتاویٰ ایسے امور غیر مشروع کی تفسیح و بیح اور اظہارِ حکم شریعت سے مملو ہیں۔

(۷):- جن بدعتوں کے متعلق آپ سوال کر رہے ہیں ان کی چند مثالیں سنئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر تبرک کرنا، حضراتِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو فضیلت دینا، حضراتِ خلفائے ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کی حقیقت کا انکار کرنا، ائمہ اہل بیت علیہم الرضوان کو معصوم بنانا، یوں ہی حضراتِ اہل بیت عظام علیہم السلام و علیہم الصلوٰۃ والسلام پر معاذ اللہ تبرک بکنا، شہزادہ گلگوں قبا حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پزید پلید علیہ علیہ کے مقابلہ میں خطا کار و باغی جاننا، عقیدہ جبر یا عقیدہ قدر کا قائل ہونا، صفاتِ باری تعالیٰ میں بطور مشبہ تشبیہ محض یا بطور باطنیہ ملاعنہ تنزیہ محض کا قول کرنا، قیامت میں مومنین کے لیے دیدارِ الہی کا انکار کرنا، جبائیت، ارعاء، جہمیت، اعتزال اور حتمائے فلاسفہ یونان کی راہیں چلنا، حشرِ اجساد کا منکر ہونا، کراماتِ اولیاء علیہم الرحمۃ والرضوان سے انکار کرنا،

(۴):- برادری کے رسم و رواج کے طور پر موتی کے لیے ایصالِ ثواب کرنا ہی کیا بلکہ مدرسہ دیوبند کو چندہ دینا، مولوی یونس صاحب کا وعظ کرنا، اسی طرح نابالغ اور یتیم بچوں کا مال ایصالِ ثواب ہی کیا کسی بھی مدرسہ میں صرف کرنا اس کو کون احمق جائز کہہ سکتا ہے۔ فخر و مباہات کے طور پر جگہ جگہ دیوبندی علما کی محفل وعظ ہو یا نام و نمود کے لیے مدرسہ دیوبند کا چندہ، اسے غالباً دیوبندی علما تو جائز ہی سمجھتے ہوں گے۔ علمائے اہل سنت تو حق کے ساتھی ہیں۔ آبِ نجس پر آبِ طاہر کو قیاس نہیں کرتے۔ لوگوں کو دھوکہ دے کر گرم راہ کرنے والا مثلاً دیوبندی، وہابی ہوتے ہوئے تقیہ کر کے سنی مسلمان بننے والا بھی عند الشرع کب مقبول ہے، مردود ہے مردود ہے۔ نذر و نیاز کا وہ کھانا جو مساکین وغیرہ کے لیے ہی تیار کیا گیا ہو، یقیناً اغنیا کو اس کا کھانا ناپسندیدہ ہے البتہ بزرگانِ کرام علی سید ہم الکرم و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی عرفی نذر و نیاز کی دعوت تطبیقاً لقلب المومن جائز بلکہ مستحسن ہے۔

(۵):- بے شک شادی ہو یا غمی اور کوئی بھی دینی و دنیوی معاملہ کسی بھی مشرکانہ ہندوانہ رسموں کا ارتکاب یقیناً موجب غضبِ رب الانام ہے۔ مگر صرف اپنی زبان زوری پر حلالِ خدا کو حرام ٹھہرانا بھی تو منجرِ بکفر تمام ہے۔ اب یہ سائل کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے سوال میں مذکور مراسم کے متعلق ہندوانہ مشرکانہ رسم ہونا ثابت کرے تب علمائے اہل سنت کا جواب باصواب اس کے آگے ذکر کر دیا جائے۔ عجیب بات ہے کہ سائل ہندو پنڈتوں کے پڑھے ہوئے وید کے منتر اور مسلمان علمائے کرام کی تلاوت کی ہوئی مبارک و مقدس سورۃ فاتحہ کے باہمی امتیاز کو (فرق صرف اس قدر ہے) کہ ایک و متبادل جملہ میں بیان کرتا ہے اور اتنے عظیم الشان فرق کے ہوتے ہوئے بھی اسے فاتحہ کا وہ کھانا جس پر مبارک سورۃ فاتحہ تلاوت کی گئی ہو۔ وید کے منتر کے پڑھے ہوئے کھانوں کے مشابہ بتاتا ہے اور پھر بھی فاتحہ کے نازل فرمانے والے رب قہار و جبار سے نہیں شرماتا۔ شاید اس کے نزدیک سورۃ فاتحہ کی تلاوت بھی مشرکانہ و ہندوانی رسموں میں داخل ہے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔ علمائے اہلسنت کے نزدیک حلال اور طیب کھانے سامنے رکھ کر ان پر سورۃ فاتحہ تلاوت کرنا اور ان سب کا ثواب ارواحِ موتی کو کرنا یقیناً جائز و مستحسن ہے۔ ہرگز اس کو تقبیہ بہ ہندو سے کوئی لگاؤ نہیں اور شریعتِ مطہرہ نے ہرگز کوئی نص اس کی حرمت کے لیے نازل نہ فرمائی اور یہی اس کے

حقائق اشیا میں لا ادریہ کا مسلک تسلیم کرنا وغیرہ ذلك من الهفوات الباطلة والمسالك الكاذبة یہ اور ان جیسی ہی دوسرے اہل بدعت و ضلال ہیں جن کی نسبت حدیث شریف نے ارشاد فرمایا: ایاکم و ایہام لا یصلونکم ولا یفتنونکم۔ نیز فرمایا: لا تجالسوہم ولا تشاربوہم ولا تناکحوہم ولا تصلوا علیہم وان مرضوا فلا تعودوہم وان ما توافلا تشہدوہم۔ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمہ کی کتاب مدارج النبوة شریف اور ملا علی قاری کی کتاب مورد الروی کی زیارت کیجیے انشاء اللہ تسلی ہو جائے گی یا مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو بغور پڑھیے کہ مجدد صاحب نے اس محفل میلاد کو منع فرمایا ہے جس میں مزامیر و تغنی ہو اور اسی طرح انھوں نے قرآن عظیم پڑھنے کو بھی منع فرمایا ہے۔ نیز حضور سیدنا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالہ کا اقتباس پیش کر کے آپ نے دھوکا دیا ہے، آپ اس فتوے کے سوال کو دیکھیے اور اس عیاری اور چالاک کی کوچھوڑیے اور اگر ہمت ہو تو منکرات سے خالی محفل میلاد شریف کی حرمت و عدم جواز پر کوئی دلیل قطعی لائیے ورنہ ظن فاسد کے ٹامک ٹویئے ہڑانے سے باز آئیے۔

(۸):- تمام صفات باری تعالیٰ صفات باری تعالیٰ ہونے کی حیثیت سے اس کے ساتھ مختص واجب بالذات قائم بالذات ہی ہیں خصوصاً یہ سات صفات عظیمہ اصول الصفات کہلاتی ہیں: حیات، قدرت، سمع، بصر، علم، کلام، ارادہ۔ انھیں سے اس ذات عظیم کے ساتھ اسمائے حسنیٰ حی، قدیر، سمیع، بصیر، علیم، متکلم، مرید مشتق ہیں۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان صفات باری تعالیٰ میں کوئی صفت ایسی نہیں ہے جس کا مجازی اسی عطائی اطلاق مخلوقات الہیہ پر حسب مراتب نہ آتا ہو۔ خدائے تعالیٰ ذاتاً سمیع و بصیر ہے انہ ہو السميع البصير اسی کی عطا سے انسان بھی سمیع بصیر ہے: فجعلنہ سمیعاً بصیراً خدائے تعالیٰ علیم ہے۔ ان ربك حکیم علیم اور اس کی عطا سے اس کے محبوب بندے سیدنا یوسف علیہ السلام بھی علیم ہیں انہ حفیظ علیم و امثال ذلك ہاں خدائے تعالیٰ کی ایک صفت ایسی ضرور ہے جس میں کوئی مخلوق مجازاً اسماً رسماً عطاء ہرگز ہرگز شریک نہیں ہو سکتی اور وہ ہے اس کا اپنی ذات میں مستحق عبادت ہونا اور یکتا ازلی وابدی ہونا۔ یہیں سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ خدائے تعالیٰ کا علم غیب ذاتی و حقیقی ہے نہ عطائی و موہوب اور

مخلوق میں جس کسی میں جیسی اور جتنی یہ صفت پائی جائے وہ سب عطائی اور بخشش الہی ہے۔ قرآن کریم کی متعدد آیات کریمہ اس پر دال و شاہد فرمایا جاتا ہے: عالم الغیب فلا یشہر علی غیبہ احداً الا من ارتضى من رسول یعنی غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے۔ اور ارشاد ہوتا ہے: تلك من انباء الغیب نوحيہا اليك یعنی یہ غیب کی خبریں جو ہم تمہاری طرف وحی فرماتے ہیں۔ اور فرمایا جاتا ہے: یسئلونک عن الساعة قل انما علمہا عند اللہ یعنی لوگ تم سے قیامت کو پوچھتے ہیں تم فرماؤ کہ اس کا علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ صاوی برجلا لیں اسی آیت کے تحت: و هذا انما وقت السؤال والا فلم یخرج نبینا علیہ السلام حتی اطلعه اللہ علی جمیع المغیبات ومن جملتها الساعة نیز تفسیر روح البیان شریف اسی آیت کے تحت: ولیس من شرط البنی أن یعلم الغیب بغير تعليم من اللہ تعالیٰ۔ صاوی میں اسی آیت کے تحت: المعنی لا یفید علمہ غیرہ تعالیٰ ولا ینافی أن رسول اللہ علیہ السلام لم یخرج من الدنیا حتی اطلع ماکان وما یکون ومن جملته علم الساعة۔ شرح شفا خفاجی میں ہے: هذا لا ینافی الا آیات الدالة علی أنه لا یعلم الغیب إلا اللہ فان المنفی علمہ من غیر واسطۃ أما إطلاعه علیہ باعلام اللہ فامر متحقق۔ اب ہم مختصراً علم غیب کے بارے میں اہل سنت کا مبارک مسلک آپ سائلین کے آگے ذکر کریں۔ سنیے:

مسائل کی تین قسمیں ہوتی ہیں: ایک:- ضروریات دین جن کا منکر بلکہ ان میں شک کرنے والا بھی بالیقین ایسا کافر ہوتا ہے کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ دوم:- ضروریات مذہب اہل سنت ان کا منکر بد مذہب و گمراہ ہوتا ہے۔ سوم:- وہ مسائل جو خود علما اہل سنت میں مختلف فیہ ہوں ان میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ کوئی اپنے خیال میں کسی قول کو رائج جانے خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اسے مرجح پایا خواہ تقلیداً کہ اسے اپنے نزدیک اکثر علما یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ مسئلہ علم غیب میں بھی یہ تینوں اقسام موجود۔ قسم اول: سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اللہ عز و جل نے اپنے بعض غیب کو علم دیا۔ حضور صلی

اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا علم اوروں سے یقیناً زائد ہے۔ ابلیس کا علم معاذ اللہ علم نبوی سے ہرگز وسیع نہیں جو علم اللہ عزوجل کی صفت خاصہ ہے جس میں اس کے حبیب سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شریک کرنا بھی شرک ہو وہ ہرگز ابلیس کے لیے نہیں ہو سکتا۔ جو ایسا مانے وہ قطعاً مشرک، کافر، ملعون، بندہ ابلیس ہے۔ زید و عمر، صبیان و مجانین و بہائم کو علم غیب میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مماثل کہنا، بارگاہ رسالت مآب میں کھلی توہین اور صریح کفر ہے۔ یہ سب مسائل ضروریات دین سے ہیں ان کا منکر بلکہ ان میں ادنیٰ شک لانے والا کافر و مرتد ہے۔ قسم دوم: اولیائے کرام رضی اللہ عنہم کو بھی کچھ علوم غیب ملتے ہیں مگر بوساطت رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام معتزلہ خذلیم اللہ تعالیٰ کہ صرف رسولوں کے لیے اطلاع برغیب مانتے اور اولیائے کرام کا علم غیب میں اصلاً حصہ نہیں جانتے گمراہ و مبتدع ہیں۔ اللہ عزوجل نے اپنے محبوبوں خصوصاً سیدنا محمد بن صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب خمسہ سے بہت جزئیات کا علم بخشا۔ جو یہ کہے کہ غیب خمسہ سے کسی فرد کا علم کسی کو نہ دیا گیا ہزار ہا احادیث متواتر المعنی کا منکر اور بد مذہب گمراہ ہے۔ قسم سوم: سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تعین وقت کا بھی علم ملا حضور کو بلا استثنا جمیع جزئیات خمس کا علم ہے جملہ مکونات قلم و مکتوبات لوح بالجملة ابتدائے آفرینش سے روز قیامت تک تمام ماکان و مایکون مندرجہ لوح محفوظ اور اس سے بہت زائد کا علم ہے جس میں ماورائے قیامت جملہ افراد خمس داخل اور دربارہ قیامت اگر ثابت ہو کہ اس کی تعین وقت بھی درج لوح محفوظ ہے تو اسے شامل ورنہ دونوں احتمال حاصل۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقت روح کا بھی علم ہے نیز جملہ متشابہات قرآنیہ کا بھی۔ یہ مسائل قسم سوم کے ہیں جن میں خود علماء ائمہ اہل سنت مختلف رہے ہیں۔ ان میں مثبت و نافی دونوں پر معاذ اللہ کفر کیا معنی؟ ضلال و فتن کا بھی حکم نہیں ہو سکتا بشرط یہ کہ پہلی دونوں اقسام پر ایمان رکھتا ہو اور ان پانچ کا انکار اس مرض قلب کی بنا پر نہ ہو کہ کسی نہ کسی طرح معاذ اللہ محبوب رب العالمین حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل مبارکہ میں کمی کی جائے۔ بفضلہ تعالیٰ ہم اہل سنت کا یہ عقیدہ بھی مہر نیم روز و ماہ نیم ماہ کی طرح ظاہر و باہر ہے کہ کسی مخلوق کا معلومات الہیہ کو بہ تفصیل تام محیط ہو جانا شرعاً عقلاً محال ہے، بلکہ اگر تمام اہل عالم اولین و آخرین سب کے جملہ علوم جمع کیے جائیں تو ان کو

علوم الہیہ سے وہ نسبت نہ ہوگی جو ایک قطرہ کے کروڑوں حصہ کو کروڑوں سمندروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ لہذا یہ کہنا کہ معاذ اللہ ہم حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علام غیبیہ عطائیہ متناہیہ کو مولیٰ عزوجل کے علوم تفصیلیہ محیطیہ ذاتیہ غیر متناہیہ کے مساوی مانتے ہیں قطعاً یقیناً ہمارے اوپر کھلا ہوا افترا اور بہتان ہے۔ وہ احادیث جو ایجاب کلی اور جزئی دونوں کو محتمل ہیں سائل نے پیش نہیں کیں تاکہ یہ بتایا جاسکتا کہ احدا الاحتمالین میں کسی کے لیے کوئی قرینہ مرتجہ ہے یا نہیں اور ہم نے مختصراً ثبوت علم غیب پر جو آیات تفاسیر کے ساتھ پیش کیں وہ بفضلہ تعالیٰ قطعی الدلالتہ ہیں۔ لہذا احتمال جزئیت دفع ہو کر معنی کلی متعین و متبہن ہو گئے۔

آپ نے بقول خود بریلوی جماعت کا ایک شعر لکھا معلوم نہیں بریلوی جماعت سے آپ کی کیا مراد ہے مگر اتنا ہم بتائے دیتے ہیں کہ جماعت مبارکہ رضائے مصطفیٰ وانجمن انصار الاسلام و جمعیت اصلاح و ترقی، بریلی کے اکابر و اصاغر کا جہاں تک تعلق ہے ان میں سے کسی کا ہرگز ہرگز یہ شعر نہیں ورنہ ثبوت دیجیے، پھر بھی ایک مسلمان کو ایک مسلمان پر بدگمانی سے بچنے کے لیے تاویل ممکن اور ساتھ ہی ایسے تعقید بھرے اشعار بھی مقتضائے احتیاط ہیں۔

تاویلاً کہا جاسکتا ہے کہ وہی خدائے عزوجل جو اپنی شان کے لائق مستوی علی العرش ہے اسی کے مظہر ذات و صفات مدینہ منورہ میں مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے مبعوث ہوئے۔

آپ کا دوسرا شعر افسوس یہ ہے علماء اہل سنت نے بتکرار بسیار اس کے معنی آپ کے اکابر و اصاغر کو کھول کر بتا دیئے تھے، پھر بھی انھیں مظنونات فاسدہ کو علمائے اہل سنت کے سامنے لانا آپ حضرات کی کمال حیاداری کا آئینہ دار ہے۔ ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ شاید آپ لاتفرقوا الصلوٰۃ پر عمل کر کے و انتہم سکاری کو معاذ اللہ پس پشت ڈال کر شاید نماز بھی چھوڑ بیٹھیں گے۔ شاعر مرحوم نے اپنے ایک مقصد دعائیہ کو مسلسل تین شعروں میں ادا کیا تھا آپ نے دو پچھلے چھوڑ کر تیسرا، اگلا پکڑ لیا۔ ذرا ہوش و گوش سے سنیں وہ تینوں ہم آپ کو ذکر کیے دیتے ہیں۔

یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا

تیرا اور سب کا خدا احمد رضا

(آپ تو اپنی تحریر میں تحریف سے بھی نہ چوکے تیرا کی جگہ میرا فرما دیا)

تیری نسل پاک سے پیدا کرے
کوئی ہم رتبہ تیرا احمد رضا
جو مدد فرمائے دین پاک کی
جیسی تونے کی شہا احمد رضا

شاید آپ کو تو کسی اردو شعر پڑھنے اور سمجھنے لیاقت نہ ہو اور غالباً آپ نے قواعد اردو کی کوئی پہلی دوسری کتاب دیکھی نہ ہو، اس لیے فقیر عرض کرتا ہے کہ ہمیشہ اردو اشعار کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ ان کو نثر میں تبدیل کر لیا جائے اس طرح کم فہم سے کم فہم انسان بھی ادق سے ادق شعر کو سمجھ لیتا ہے۔ اب سنئے: شاعر کہہ رہا ہے یاسیدی اعلیٰ حضرت میری بار بار دعا ہے کہ آپ کا اور سب کا خدا آپ کی پاک نسل سے کسی ایسے کو پیدا فرمائے جو آپ کا مظہر و پر تو ہو۔ اور جس طرح آپ نے دین متین کی اس گئے گزرے زمانے میں مدد فرمائی ہے وہ بھی آپ کی اس سنت کریمہ کا احیا کرے۔ کہاں یہ سیدھا سادہ سا مبارک مقصد اور کہاں آپ کی وہ دم کٹی لولی لنگڑی من گڑھت؟ اور اگر معاذ اللہ رب العالمین شعر کا یہ مطلب نہیں تو آپ ہی ذرا اپنی اردو دانی پر ترس کھا کر بتائیے کہ ”یہ دعا ہے یہ دعا ہے یہ دعا“ کا مشار الیہ اور مصرعہ ثانی میں لفظ تیرا کا مخاطب کون ہے۔ اور ہم آگاہ کیے دیتے ہیں کہ آپ حشر تک ثابت نہ کر سکیں گے کہ ہمارے بتائے ہوئے مطلب کے سوا اس شعر کی ترکیب والفاظ کسی دوسرے مطلب کو ادا کر سکتے ہیں۔ یہ بات دوسری ہے کہ ایک مسلمان کو کافر بنانے کا شوق آپ کے عقل و فہم پر پردے ڈال دے، مگر ہم سے چاشنی کے طور پر اپنے اکابر کے چند پھڑکتے ہوئے شعر سنتے جائیے۔ مرثیہ گنگوہی میں ہے۔

تمہاری تربت اقدس کو دے کر طور سے تشبیہ
کہوں ہوں بار بار رانی مری دیکھی بھی نادانی

یعنی آپ کے سابق شیخ الہند اپنے استاد جناب گنگوہی صاحب کے مٹی کے ڈھیر کو طور سمجھ کر کلیم اللہ بنے ہوئے اپنے رب گنگوہی کو بار بار ”رانی“ کہہ کر ندا کر رہے ہیں۔ ذرا سنہیلیے گا! حضرت سیدنا کلیم اللہ علیہ الصلاۃ والسلام اور مقدس کوہ طور سے بالترتیب اپنے

نفس مہمان اور استاد کی قبر کو تشبیہ دے کر جو توہین کی گئی ہے اور ایک مرکز مٹی میں ملنے والے عاجز و ناتواں انسان کو خدا بنایا گیا ہے۔ ہے کوئی آپ کی مشین کفر سازی میں تیز چلنے والا پرزہ، جس میں ڈھال کر کوئی ڈبل کفری فتویٰ اپنے سابق شیخ الہند کی خدمت میں پیش کر سکیں۔ لگے ہاتھوں اور سنتے جائیے۔ اسی مرثیہ گنگوہی میں ہے۔

مردوں کو زندہ کیا، زندوں کو مرنے نہ دیا

اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

یعنی کہ آپ کے شیخ الہند صاحب سیدنا مسیح ابن مریم علیہ الصلاۃ والسلام کو چیلنج دے رہے ہیں کہ اے جناب مسیح! (علیہ الصلاۃ والسلام) آپ کی مسیحائی کو خواہ مخواہ قرآن و حدیث نے جھنڈے پر چڑھا دیا ہے آئیے ہم دکھائیں آپ کو مسیحائی۔ یہ ہیں ہمارے بڑے حضرت جناب گنگوہی صاحب جو مردوں کو جلاتے ہیں اور زندوں پر آئے ملک الموت کو بہ کمال گنگوہیت قبض روح سے روک دیتے ہیں۔ آپ کے چلائے ہوئے تو پھر مر جاتے ہیں مگر ہمارے مسیح گنگوہی تو موت کے راستوں میں کر فیو آر ڈر لگا دیتے ہیں۔ کہیں کچھ لطف آیا۔ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر پھینکنے والو! ذرا سنبھل کر، ایسا نہ ہو کہ تمہارے پھینکے ہوئے پتھر تمہارے ہی نازک شیشوں کو چور چور کر دیں۔

(۹) :- بے شک اپنے رب کریم جل جلالہ وعم نوالہ کی عطا اور بخشش سے حضور

سرو را نبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حاضر و ناظر ہیں۔ قرآن عظیم ارشاد فرماتا ہے: ”یا ایہا النبی انا ارسلناک شہداً و مبشراً و نذیراً۔“ یعنی اے غیب کی خبریں بتانے والے نبی! بے شک ہم نے تم کو بھیجا حاضر و ناظر اور خوش خبری دیتا اور ڈر سناتا بنا کر۔ شاہد کے معنی لغت میں حاضر اور موجود ہونے والا، معاینہ کرنے والا اور اطلاع پانے والا، کسی چیز کی خبر رکھنے والا موجود یعنی غائب کا مقابل اور ضد۔ نیز ارشاد فرمایا جاتا ہے: ”ویکون الرسول علیکم شہیداً“، یعنی اور یہ رسول تمہارے نگہ بان و گواہ۔ اور شہید کے معنی ”الذی لا یغیب شیء عن علمہ“ (الموجد) وہ ذات جس کے علم سے کوئی چیز چھپی ہوئی نہ ہو۔ اور اگر ان دونوں آیتوں کی تفسیر قرآن مطلوب ہو تو یہ دو آیتیں تلاوت کر لیجیے، اول: ”ام کنتم شہداء اذ حضر یعقوب الموت“ دوم: ”فمن شہد منکم الشہر فلیصمہ“ عمدة

ملائکہ بھی مقرر جو خدمت اقدس سے مشرف ہونے کے لیے ابلاغ سلام کرتے ہیں۔ اس سے نفی سمع مفہوم مخالف ہے، جو عند الحنفیہ نصوص قرآن و حدیث میں غیر مسموع۔

اولیاء اللہ سے استمداد کے بارے میں بھی کچھ سنتے جائیے، تفسیر کبیر سورہ بقرہ تحت واذ قال للملائکہ ہے کہ سیدنا عبد اللہ ابن عباس سے مروی ہے کہ اگر کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے: ”أعینونی عباد اللہ یرحمکم اللہ۔“
حصن حصین شریف میں ہے:

”وإن أراد عونا فليقل: يا عباد الله أعينوني، يا عباد الله أعينوني.“
الحرز الثمین شرح حصن حصین میں اسی جگہ فرماتے ہیں:

”إذا انفلت دابة أحدكم بارض فلاة، فليناد يا عباد الله احبسوا.“
عباد اللہ کے ماتحت فرماتے ہیں:

”المراد بهم الملائكة أو المصلون من الجن أو رجال الغيب المسمون بأبدال.“ پھر فرماتے ہیں: ”هذا حديث حسن يحتاج اليه المسافرون وانه معجب.“
در مختار جلد سوم باب اللقيط میں ہے:

”إن الإنسان إذا ضاع له شيء وأراد أن يردده الله عليه فليقف على مكان عال مستقبل القبلة وقرأ الفاتحة ويهدي ثوابها للنبي عليه السلام ثم يهدي ثوابها لسيدى أحمد ابن علوان ويقول يا سيدى يا أحمد يا ابن علوان إن لم ترد على ضالتي فنزعتك من ديوان الأولياء فان الله يرد ضالته ببركته.“
چلتے چلتے اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن دیوبندی کی بھی لیتے جائیے ایک دلیل۔
ایک نستعین کے تحت لکھتے ہیں: ہاں اگر کسی مقبول بندے کو واسطہ رحمت الہی غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

اب ان دلائل واضحہ کے مقابل تو شیخ وغیرہ کی عبارات نافیہ بشرط ثبوت مؤول قرار دی جائیں گی۔ یعنی ان ذوات قدسیہ کو بالاستقلال ذاتی قوتوں اور قدرتوں کے ساتھ مالک حقیقی مان کر اور عون و مظہر الہی نہ جان کر اگر ندائے استعانت کی جائے تو یقیناً کفر صریح و

المحدثین برکتہ رسول اللہ فی الہند مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اٹھارہویں رسالہ مسمی بسلوک أقرب السبل بالتوجه إلی سید الرسل میں فرماتے ہیں: ”باچندیں اختلاف و کثرت مذاہب کہ در علمائے امت ہست یک کس را دریں مسئلہ خلا فی نیست کہ آں حضرت علیہ السلام حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و براعمال امت حاضر و ناظر و موطا لبان حقیقت را و متوجہان آں حضرت را مفید و مربی۔“
یہی شیخ محقق علیہ الرحمہ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں:

”وے علیہ السلام براحوال و اعمال امت مطلع ست و بر مقربان و خاصان درگاہ خود مفید و حاضر و ناظر ست۔“

”یہی شیخ محقق علیہ الرحمہ شرح فتوح الغیب میں فرماتے ہیں امام انبیاء علیہ السلام بحیات حقیقی دنیاوی حی و باقی و متصرف اندریں جا سخن نیست۔“

شفا شریف میں ہے: ”إن لم يكن في البيت أحد فقل السلام عليك أيها النبي ورحمة الله وبركاته۔“

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ اسی کے تحت شرح شفا میں فرماتے ہیں:

”لان روح النبي عليه السلام حاضر في بيوت أهل الاسلام.“
مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری فرماتے ہیں:

”وقال الغزالي سلم عليه إذا دخلت في المساجد فإنه عليه السلام يحضر المساجد۔“

نسیم الریاض شرح شفا قاضی عیاض جلد سوم میں ہے:

”الأنبياء عليهم السلام من جهة الأجسام والظواهر مع البشر، وبطنهم وقولهم الروحانية ملكية ولذا يرى مشارق الأرض ومغاربها يسمع أطيظ السماء ويشم رائحة جبريل إذا أراد النزول إليهم۔“

بجہہ تعالیٰ اپنے آقا و مولا سیدنا الحاضر و الناظر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے پر یہ چند دلائل حاضر، جن میں سنی کے لیے نور و برہان اور جن سے دیوبندی پر ہلاک و خسران۔ رہی وہ حدیث شریف اس میں صرف اتنا ہی تو مذکور ہے کہ غائبانہ سلام پر

مہاجر کی فیصلہ ہفت مسئلہ میں فرماتے ہیں:

”نفس ایصالِ ثواب ارواحِ اموات میں کسی کو کلام نہیں، اس میں بھی تخصیص و تعیین کو موقوف علیہ ثواب کا سمجھنا یا واجب و فرض اعتقاد کرے تو ممنوع ہے اور اگر یہ اعتقاد نہیں بلکہ کوئی مصلحت باعث تنقید ہیئت کذاً ہے تو کچھ حرج نہیں جیسا کہ بمصلحت نماز میں سورہ خاص معین کرنے کو فقہائے محققین نے جائز رکھا ہے اور تہجد میں اکثر مشائخ کا معمول ہے، پھر کہتے ہیں جیسے کہ نیت نماز میں ہر چند کہ دل سے کافی ہے مگر موافقت قلب کے لیے زبان سے کہنا بھی مستحسن ہے۔ اگر یہاں بھی زبان سے کہہ لیا جائے، یا اللہ اس کھانے کا ثواب فلاں کو پہنچ جاوے تو بہتر ہے۔ پھر کسی کو خیال ہوا کہ لفظ اس کا مشار الیہ اگر درود موجود ہو تو زیادہ استحضار قلب ہو کھانا رو برو لانے لگے۔ کسی کو خیال ہوا کہ یہ ایک دعا ہے، اس کے ساتھ اگر کچھ کلام الہی بھی پڑھا جاوے تو قبولیت دعا کی بھی امید ہے اور اس کلام کا بھی ثواب پہنچ جاوے گا تو جمع بین العبادتین۔ پھر کہتے ہیں اور گیارہویں حضرت غوث پاک کی، دسواں، بیسواں، چہلم، شش ماہی، سالانہ وغیرہ اور توشہ حضرت شیخ عبدالحق اور سہ منی حضرت بوعلی شاہ قلندر اور حلاشبہ برات اور دیگر طریق ایصالِ ثواب کے اسی قاعدے پر مبنی ہیں۔ فیصلہ تو حاجی صاحب نے خوب فرمایا ہے۔ ہم غربائے اہل سنت تو اس نذر و نیاز کو عرف اور مجاز ہی تک محدود رکھتے تھے۔ حاجی صاحب تو جمع بین العبادتین فرما رہے ہیں۔ کہیے جناب مولوی صاحب کفر و حرام و بدعت کا کچھ بھلاؤ معلوم ہوا۔ اب رہا شعبہ کے کرنا یا کسی ناجائز طریقے سے علم و نشان نکالنا تو منکر کی اس خصوصیت کا حکم کسی معروف کے عموم تک کیوں کر منجر ہوگا۔

(۱۲):۔ کسی اردو کی کتاب کو دیکھ کر ایک حدیث شریف کا نقل کر دینا آسان ہے مگر صاحبِ جوامع الکلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مبارک کلام کے حقائق تک پہنچنا بہت مشکل ”ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔“ جیسی تو فرمایا گیا ”الحديث مضلة الا للفقهاء۔“ آپ کی پیش کی ہوئی حدیث شریف کے متعلق کچھ عرض کرنے سے پیش تر ہم ایک آیت کریمہ کا کچھ حصہ تلاوت کرتے ہیں۔ رب عزوجل ارشاد فرماتا ہے: ”لا تجعلوا دعاء الرسول بینکم کدعاء بعضکم بعضاً“ رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا

شرک قبیح ہے، مگر الحمد للہ کہ علمائے اہل سنت تو علمائے اہل سنت ہیں عوام اہل سنت بھی اس ناپاک افتراء سے بری ہیں۔

(۱۰ و ۱۱):۔ تعزیہ اور محرم میں کی جانے والی بعض جہال رسوم کے متعلق اعلیٰ حضرت امام اہل سنت سیدنا فاضل بریلوی رضی اللہ عنہ کا مبارک فتویٰ مسمی بنام تاریخی أعالی الأفادة فی تعزیة الهند و بیان الشهادة دیکھئے، جس میں بفضلہ تعالیٰ امر حق کو بین طور پر محقق و منقح فرمایا ہے۔ فرقہ رافضیہ ناریہ کی سینہ کو بی اور طومار کذب و بہتان مرثیہ خوانی کو کون عالم اہل سنت جائز بتاتا ہے؟ رہا ایسے اشعار جس میں موتی کا تذکرہ ہو یا شہدائے کربلا رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی شہادت کے متعلق صحیح روایات نظم ہوں، اگرچہ ان کا نام مرثیہ ہی کیوں نہ رکھ دیا جائے ان کو بغیر سینہ کو بی و ماتم زنی کے پڑھنا سننا اگر ناجائز ہے تو ذرا گھر کی خبر لیجیے۔ آپ کے سابق شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب دیوبندی کا مرثیہ جو انھوں نے اپنے شیخ جناب گنگوہی صاحب کی موت پر لکھا، اسے پڑھیے اور اپنا وہ فتویٰ کفر و شرک بدعت و حرام یا جو کچھ بھی ہوا اگر ہمت ہو تو اپنے شیخ الہند صاحب کی نسبت کر دیجیے۔ رہا امام عالی مقام کے ایصالِ ثواب کے لیے پانی پلانا یا پانی سے گزر کر شربت پلانا تو اس کے عدم جواز کے لیے کون سی نص قطعی جناب کی خانگی شریعت میں وارد ہوئی ہے۔ یوں ہی احمد آباد ہو یا بمبئی، لکھنؤ ہو یا بریلی یا اور کوئی دوسرا مقام بہر حال سیدنا قطب الاقطاب، فرد الافراد، نافع العباد، دافع الفساد، مصلح البلاد، مرجع الاوتاد، قطب الارشاد، سلطان بغداد، غوث الثقلین، قطب الکونین، سیدنا و مرشدنا ابی محمد محی الدین عبدالقادر الحسینی الجیلانی البغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا کی نذر و نیاز بطریق جائز کرنا اور اس کو کھانا کھلانا شریعت مطہرہ کی کون سی نص قطعی سے حرام و بدعت و شرک و کفر ہے۔ نیاز اما میں کے متعلق فتاویٰ عزیزیہ میں حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”طعام کے ثواب آں نیاز حضرات اما میں نمایندہ برآں قل و فاتحہ و درود خواندن متبرک می شود و خوردن بسیار خوب است۔“ اسی فتاویٰ عزیزیہ میں ہے: ”اگر مالیدہ و شیر برائے فاتحہ بزرگ بقصد ایصالِ ثواب بروح ایشان پختہ بخورند جائز است مضائقہ نیست۔“ اور گیارہویں شریف کے متعلق علمائے دیوبند کے پیران پیر جناب حاجی امداد اللہ صاحب

لوجیسا کہ تم ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ اب غور کیجیے کہ حدیث شریف میں یہی تو ارشاد فرمایا کہ ”وَأَكْرَمُوا أَهْلَ حَاكِمٍ“ ظاہر ہے کہ بھائی کے حقیقی معنی یعنی اپنے ماں باپ کا بیٹا ہرگز کسی امتی کی نسبت سے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ثابت نہیں، لہذا ضرور ہوا کہ حقیقت سے مجاز کی طرف مراجعت کی جائے تو پہلی بات تو یہ کہ حدیث شریف اپنے ظاہری معنی میں صریح نہیں، ثانیاً مان بھی لیا جائے کہ لفظ اخ سے بھائی ہی مراد لیا گیا تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہی تو فرماتے ہیں کہ اپنے بھائی کی تعظیم کرو، مگر یہ تو نہیں فرما رہے ہیں مجھے بھائی کہو اور میری تعظیم بھائی کی سی کرو۔ اس لیے ظاہر ہے کہ چھوٹا بھائی بڑے بھائی کے ساتھ جو بھی برتاؤ کرے گا وہ ہمارے آپس جیسا برتاؤ ہوگا اور مولا عزوجل منع فرما چکا کہ انھیں آپس کے برتاؤ کی طرح ندانہ کرو لہذا اس حدیث شریف سے زید کے لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی کہنے کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا اور یقیناً بکر کا یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سارے مراتب عالیہ اور فضائل کاملہ کو پس پشت ڈال کر صرف بڑے چھوٹے بھائی کے امتیاز کا فرق قائم کرنا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یقیناً توہین ہے۔ حدیث کا واضح مطلب صرف اتنا علمائے کرام نے بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تواضعاً لربہ تعالیٰ اپنی تعظیم اور اپنے رب عزیز کی عبادت کے مقام پر اپنے نفس کریم کو بھائی یعنی ہم قوم سے تعبیر فرما رہے ہیں یعنی ”ہو الذی بعث فی الامم رسولاً منهم“ کی تفسیر فرمائی جا رہی ہے۔ اگر ایک بادشاہ مقام تواضع میں اپنے آپ کو رعایا کے خادم سے تعبیر کرے یا خادم جانے دیجیے برابر ہی کا کہہ دے تو کیا رعایا کے لیے بھی یہ جائز ہو جائے گا کہ وہ اپنے بادشاہ کو خادم یا برابر والے کا درجہ دے دے اور اگر رعایا کے کسی احمق فرد نے ایسا کیا تو یقیناً وہ بارگاہ شاہی میں جبری و بے باک مجرم خاطی تصور کیا جائے گا۔

نوٹ:- فقیر نے آپ کے سوالات کے یہ مختصر جوابات آپ کی تسکین خاطر کے لیے استعجالاً لکھ دیے۔ آپ کے سوالات میں کوئی ایسی چیز نہیں جن کے جوابات بہ کرات و مرات حضرات علمائے اہل سنت نے مفصلاً نہ دیے ہوں۔ لہذا مزید تفصیل کے لیے (۱) الدولة المکیة (۲) إدخال السنن (۳) وقعات السنن (۴) إقامة القيامة

(در بیان قیام و میلاد) (۵) الحجۃ الفائحة (در بیان نیاز و فاتحہ) (۶) أنوار الأشباه (۷) أنهار الأنوار (در بیان ندا و استعانت لغير الله تعالى) (۸) الزبدة الزكية لتحریم سجود التحية (۹) أعالی الإفادة فی بیان تعزیه الهند والشهادة (۱۰) العضوب السنيه (۱۱) قهر خدا وندی (۱۲) جاء الحق وزهق الباطل دیکھیے۔ اور اگر خدا انصاف و عقل دے تو اپنے مسلکِ باطل سے توبہ صحیحہ شرعیہ کر کے سنی مسلمان بن جائیے ورنہ کم از کم اپنی بدزبانی اور ژولیدہ بیانی سے مسلمانانِ اہل سنت کے قلوب کو مجروح کر کے ثورانِ فتنہ اور ہیجانِ فساد کا باعث نہ بنیے۔ مانو نہ مانو اس کا تمہیں اختیار ہے۔ آگے تمہارے اچھا برا ہم نے کر دیا۔ و ما علینا الا البلاغ۔ (۲۱)

سائل حضرت سید العلمارحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی بارگاہ میں چھپ کر نہیں کھل کر آیا ہے۔ اس کے نام اور اس کے استفتا کے مضمون سے عیاں ہے کہ وہ کس مذہب کا حامی ہے، ہاں اس کا یہ کہنا کہ وہ حق کی وضاحت کی نیت سے آیا ہے، غلط ہے۔ اس نے تین فاسد مقاصد کے لیے یہ استفتا حضرت کی خدمت میں پیش کیا:

ایک یہ کہ اہل سنت و جماعت اور ان کے رہنما کی توجہ دیوبندی مذہب کے کفریات سے آسانی کے ساتھ ہٹا کر ایسے مسائل میں الجھا دیا جائے جو اہل سنت اور دیوبندی گروہ کے درمیان اختلافی ہیں۔ پھر اہل سنت اپنی صفائی پیش کریں اور دیوبندی اپنی ہٹ دھرمی پر سحر ہیں۔

دوسرا مقصد یہ کہ اس اعتراض اور صفائی سے عوام یہ سمجھیں گے کہ سنیوں کے یہاں بھی کچھ باتیں غلط ہیں، جیسے دیوبندیوں کے یہاں، لہذا سب سے مل جل کر رہو۔

تیسرا مقصد یہ کہ اگر جواب نہ دیں تو عوام کو یہ باور کرانا آسان ہوگا کہ ہم نے تو حق کی وضاحت کے لیے سوالات بھیجے تھے مگر کچھ تو ہے کہ سید العلماء جواب نہیں دے رہے ہیں۔ حق پر ہوتے تو ضرور جواب دیتے۔ حضرت سید العلمارحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مستفتی کی یہ چال سمجھ گئے اس لیے جواب دیا اور ایسا جواب دیا کہ مستفتی کی تمام سازشیں خاک میں مل گئیں۔ اس کا سب سے بنیادی مقصد تھا دیوبندیوں کی تکفیر اور ان کے گستاخانہ عقائد سے اہل سنت کی توجہ ہٹا کر دوسرے کام میں لگا دینا۔ مگر بھلا ہو حضرت سید العلمارحمۃ اللہ تعالیٰ

علیہ کا، آپ نے اس سازش کو بے نقاب کرتے ہوئے فرمایا:

دیوبند کے ساتھ ہمارا اصل اختلاف آپ کے اکابر کے ان کفریات و ضلالت سے شروع ہوتا ہے جن کا قاہر فیصلہ حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ وغیرہ میں ہے۔

پھر آپ نے حفظ الایمان، براہین قاطعہ اور تحذیر الناس سے دیوبندیوں کے وہ عقائد پیش فرمائے ہیں جن میں ضروریات دین کا انکار اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان اقدس میں کھلی ہوئی گستاخیاں کی گئی ہیں۔

پھر آپ نے بالترتیب تمام سوالوں کے ایسے شافی اور مسکت جوابات دیے ہیں کہ اگر مستفتی ان پر کچھ کلام بھی کرے تو انصاف پسند اسے خود ہی رد کر دے۔ اس طرح سائل کی تمام چالیں ناکام ہو گئیں۔

ان مسائل کی تنقیح و تحقیق سے حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے وسعت مطالعہ، استحضار، حقیقت اور جودت فکر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

ذوق شعر و سخن:

آپ کا پایہ شاعری بہت بلند تھا، آپ نے نعت و منقبت کے ساتھ ساتھ عشقیہ اشعار بھی کہے ہیں۔ کلام کی موزونیت، الفاظ کی بندش، تشبیہ و استعارہ کا استعمال اور اظہار خیال کا انوکھا پن یہ آپ کے کلام کے وہ محاسن ہیں جو شعر و سخن سے دلچسپی رکھنے والے افراد کو ضرور دعوت مطالعہ دیتے ہیں۔ آپ کا مجموعہ کلام مطبوع نہیں، کچھ منتشر اوراق آپ کے صاحب زادہ گرامی حضرت سید حسنین میاں برکاتی نظمی مدظلہ کے ہاتھ لگے، ان اشعار پر آپ نے ایک بہترین تجزیاتی تحریر پیش کی ہے۔ ان کی دل نواز تحریر قارئین کی خدمت میں حاضر ہے:

حضور سید العلماء، سید شاہ آل مصطفیٰ سید میاں علیہ الرحمہ ایک اچھے شاعر بھی تھے، مرزا داغ دہلوی مرحوم کے شاگرد رشید اور فرزند معنوی سید شاہ احسن مارہروی کے تلامذہ میں سے تھے۔ سید میاں نے بہت کم سنی میں شاعری شروع کر دی تھی۔ بہار یہ شاعری کا الگ انداز تھا اور نعتیہ شاعری کے تیور کچھ اور۔ سید تخلص فرماتے تھے۔ ایک دیوان بھی ترتیب

دے رکھا تھا مگر وہ شعری بیاض سفر پاکستان کے دوران سامان کے گم ہو جانے کے ساتھ ضائع ہو گئی اور ہم اردو والے ایک عظیم روایت سے محروم ہو گئے۔ سید میاں کا جو کچھ کلام میرے ہاتھ لگا وہ منتشر اوراق کی صورت میں کہیں کسی ڈائری سے، کہیں کسی کتاب سے ملا۔ سید میاں کو یوں تو زیادہ وقت نہیں ملتا تھا شعر موزوں کرنے کا البتہ کسی تبلیغی دورے کے سفر کے دوران فرصت میں شاعری کر لیتے تھے۔ اس وقت ان شعروں کو تحریر کا قالب ملتا تھا ریلوے ٹائم ٹیبل یا اخبار پر مارہرہ شریف میں عرس نوری کے پہلے دن ایک نعتیہ مشاعرہ ہوا کرتا تھا۔ اس مشاعرے کے لیے سید میاں ایک منقبت یا نعت اور ایک بہار یہ غزل ضرور لکھا کرتے تھے۔ اور جب مشاعرے میں اپنے مخصوص انداز میں پڑھا کرتے تھے تو لوگ عیش و عشرت کراٹھتے تھے۔ سید میاں نے چوں کہ علی گڑھ کے علمی ماحول میں تربیت و تعلیم پائی تھی۔ دارالاقامہ میں رہے تھے اس لیے مزاج میں کافی شوخی تھی۔ برجستگی ان کا طرہ امتیاز تھی۔ جب ان پر علی گڑھی رنگ زور کرتا تو وہ اتنے شوخ ہو جاتے کہ اچھے اچھے نوجوان دانتوں تلے انگلی دبالتے۔ سید میاں کا ایک شعر ان کی ذات پر کتنا موزوں ہے۔

ہونا تھا جس کو پیر خرابات مے کدہ

اس کو رہن جبہ و دستار کر دیا

یہ رنگ بھی ملاحظہ ہو۔

دخت زر کی ہے عروسی مے کدے سجتے ہیں یوں

آج پھر پیر مغاں بانٹے گا انعام شراب

اور داغ کے گھرانے کی یہ شوخی بھی دیکھیے۔

مے خانے میں کیوں آتا ہے یہ واعظ بد ذوق

باندھو اسے جا کر کسی منبر کی گگر سے

مشہور صحافی سلامت علی مہدی مرحوم نے ابا حضرت کے ایک شعر کی تعریف میں ابا کو خط لکھا: آپ کا یہ شعر نظر سے گزرا۔ میرے خیال میں یہ ایک شعر کئی ایک شعرا کے شعری مجموعہ پر بھاری ہے۔ وہ شعریوں تھا۔

جمالِ لیلیٰ محمل نہ تھا اتنا گراں مایہ

کہ بازی اس پہ لگتی قیس کے ٹوٹے ہوئے دل کی

تجلی گاہِ سدرہ پر رکے روح الامیں جا کر
محمد بڑھ گئے آگے جو بڑھنے کا مقام آیا
حبیبی یا محمد اُدن مئی اُنت محبوبی
حجابِ برّ وحدت سے یہ احمد کا پیام آیا

۱۹۵۸ء میں سیدمیاں جب حج بیت اللہ کو تشریف لے گئے تو میقات آنے سے پہلے دل کی دھڑکنوں کو شعری روپ میں اس طرح ڈھالا۔

زمینِ حرم سے ندا آرہی ہے پیام ان کا لے کر صبا آرہی ہے
حرم کے مسافر قدم کو بڑھا لے حرم آرہا ہے، صفا آرہی ہے
ادھر نورِ کعبہ سے دل ہے منور ادھر مصطفیٰ کی ضیا آرہی ہے
گلستانِ ایمان کے غنچے کھلیں گے مدینے سے ٹھنڈی ہوا آرہی ہے
ہے خاکِ مدینہ دوا ہر مرض کی مجھے اس میں بوئے شفا آرہی ہے
ترپتا ہے کیوں درِ فرقت میں سید مدینہ سے تیری دوا آرہی ہے

حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے اور ۳۳ راتوں کے روضے پر دن رات کی حاضری رہی۔ بارگاہِ رسالت میں دعائے سیفی بہ شرائطِ کبیر پڑھی۔ اس کا رنامہ کا حوالہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی اس تہنیت میں دیا ہے جو انھوں نے اپنے بھائی کی حج سے واپسی کے موقع پر خانقاہ میں پڑھی تھی۔ وہ فرماتے ہیں۔

پڑھی حرزِ یمانی بیٹھ کر آقا کے روضے میں
ادا کر کے یہ اپنے شیخ کی سنت کو آئے ہیں

یہاں شیخ سے مراد حضور سید شاہ اسماعیل حسن صاحبِ قدس سرہ مریدِ سید العلماء ہیں۔ سیدمیاں جب مدینہ سے مکہ واپس ہونے لگے تو دیاِ محبوب کی جدائی نے قلم کو رلا رلا دیا۔ فرماتے ہیں۔

حرم سے حرم کو قدم جا رہے ہیں مدینہ سے مکہ کو ہم جا رہے ہیں
اگر گھر کو جاتے تو کیا حال ہوتا غنیمت ہے سوئے حرم جا رہے ہیں
زمینِ مدینہ ہمیں یاد رکھنا تجھے دے کے ان کی قسم جا رہے ہیں

ایک جگہ سیدمیاں کی مضمون آفرینی ملاحظہ ہو۔

خیال یار نے بستر لگایا قلب مضطر میں
یہ مہمان عزیز اترتا ہے کس اجڑے ہوئے گھر میں
سیدمیاں کی آخری بہاریہ غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

ساتھ اپنے قبر میں جو یادِ جاناں لے چلا
خانہ تارک میں شمعِ فروزاں لے چلا
چند آہیں، چند شکوے اور کچھ محرومیاں
میں چلا دنیا سے بس اتنا ہی ساماں لے چلا
اب نہ آئے گی چمن میں بھول کر فصلِ بہار
رونقِ گلشن تو وہ جانِ گلستاں لے چلا

سیدمیاں کا نعتیہ رنگ بھی تغزل سے بھرپور تھا۔ مضمون آفرینی انھیں کلامِ رضا سے ملی تھی۔ آسان زبان میں چست بندشوں کے سہارے سیدمیاں اپنی بات کہہ جاتے تھے۔ ایک نعت کے چند اشعار۔

خدا نے خود تمہیں ایسا سنوارا یا رسول اللہ
نہیں ممکن کہ ثانی ہو تمہارا یا رسول اللہ
ابھی بگڑے ہوئے سارے ہمارے کام بن جائیں
تری رحمت اگر کردے اشارہ یا رسول اللہ
اور پھر یہ مشہور زمانہ شعر جو سیدمیاں کا علم بن گیا ہے۔

کسی کی جے و جے ہم کیوں پکاریں کیا غرض ہم کو
ہمیں کافی ہے سید اپنا نعرہ یا رسول اللہ

سیدمیاں کی شاعری میں تغزل بدرجہ اتم موجود ہے۔ اسی لیے وہ نعت گو شعرا کی صف میں ممتاز و منفرد نظر آتے ہیں۔

مبارک باداے رندو! کہ پھر گردش میں جام آیا
صدائے قلقلِ مینا سے ساقی کا پیام آیا

مسرت بداماں وہ آنا ہمارا مگر اب بہ چشمانِ نم جا رہے ہیں
نہ کر پائے جی بھر کے دیدارِ سید یہی لے کے سینے میں غم جا رہے ہیں
سیدمیاں نے منقبت کا فن بھی بخوبی نبھایا۔ سرکارِ خواجه غریب نواز کی شان میں ان
کی منقبت آج بھی زبانِ زدِ خواص و عام ہے۔ فرماتے ہیں۔

ترے پائے کا کوئی ہم نے نہ پایا خواجه
تو زمیں والوں پہ اللہ کا سایہ خواجه
بربطِ عشق پہ مضربِ عمل سے تم نے
نغمہ توحید کا کیا خوب سنایا خواجه
مکرِ شیطان سے مریدوں کو بچا لیتے ہو
اس لیے پیر تمہیں اپنا بنایا خواجه
جوشِ مستی میں کئی آئے ہیں ایسے لمحے
میں بہک جاتا مگر تم نے بچایا خواجه
بے خودی میں میں خودی کو ہی خدا کہہ دیتا
شکر ہے تم نے مگر یاد دلایا خواجه
لے چلیں گے جو فرشتے مجھے دوزخ کی طرف
میں پکاروں گا ذرا ٹھہرو وہ آیا خواجه
میری کشتی ابھی ساحل سے لگی جاتی ہے
اک ذرا تم نے اگر ہاتھ لگایا خواجه
سید خستہ کو امیدِ حضوری کب تھی
صدقہ جاؤں ترے کیا خوب بلایا خواجه

سیدمیاں کو اپنی چشمتیت، اپنی قادریت پہ ناز تھا۔ خاندان کے بزرگوں میں سید
میاں نے اپنے پیر و مرشد شاہ قاسم میاں اور دادا پیر حضرت شاہ ابوالحسین نوری میاں کی
شان میں قلم اٹھایا۔ مرشد کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔
کانوں میں آرہے ہیں اذکارِ شاہِ قاسم

دل میں سما رہے ہیں افکارِ شاہِ قاسم
اپنے دادا پیر حضرت نوری میاں کے گن گاتے ہوئے سیدمیاں لکھتے ہیں۔
ترقی پر تھا اس درجہ کمالِ احمدِ نوری
نہیں ملتی زمانے میں مثالِ احمدِ نوری
رخ پر نور میں ستھرے میاں کا سارا نقشہ تھا
جمالِ آلِ احمد تھا جمالِ احمدِ نوری
مقدر پر تمہیں اپنے نہ کیوں ہونا اے سید
خدا کے فضل سے تم بھی ہو آلِ احمدِ نوری
ایک جگہ اور سیدمیاں کا نغمہ نور کچھ اس طرح ہے۔

جمالِ نوری جمالِ احمد، جمالِ احمد جمالِ رب ہے
جمالِ رب سے یہ نوری نسبت ہمیں بھی بنا رہی ہے
ادب سے اٹھ کر سلام کرنا، جھکا کے سر کو کلام کرنا
یہ شانِ قدرت بہ شکلِ دیگر لباسِ نوری میں آرہی ہے
شرابِ وحدت بہ جامِ کثرتِ نشانِ مستی بہ چشمِ ساقی
تو جام و مینا کی کیا ضرورت نگاہِ نوری پلا رہی ہے
عبائے نوری قبائے نوری، رداے نوری کلاہِ نوری
وہ جانِ نوری بہ جسمِ نوری جہانِ نوری بنا رہی ہے
یہ نوری مجمع یہ نوری جھگٹ، یہ نوری حلقہ، یہ نوری جلسہ
جنابِ نوری کی نوری ہستی فضاے نوری پہ چھا رہی ہے
یہ آلِ نوری، یہ عرسِ نوری، یہ نوری جلسے رہیں ہمیشہ
فلک سے سید تری دعا پر صداے آئین آرہی ہے

سیدمیاں مارہرہ مطہرہ کے اس مقدس خانوادے کے فرد تھے جو اعلیٰ حضرت امام
احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ کا پیر خانہ تھا۔ اتنا ہی نہیں، وہ اس گدی کے وارث تھے جس
سے ارادت و وابستگی امام احمد رضا اپنے لیے دنیا و آخرت کی سب سے بڑی نعمت سمجھتے

تھے۔ سید میاں نے امام احمد رضا کا پیر زادہ ہونے کا حق ادا کر دیا۔ انھوں نے دنیا کو ایک جان دار نعروہ دیا۔

یا الہی مسلک احمد رضا خاں زندہ باد

حفظ ناموس رسالت کا جو ذمہ دار ہے

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، سید میاں کی سب سے بڑی کم زوری تھی۔ اعلیٰ حضرت کا نام آتے ہی بے قرار ہو جاتے، تڑپ اٹھتے، ان کا کہنا تھا کہ علمائے متقدمین کا علم اور ان کی فضیلت اپنی جگہ پر، ہمارے لیے تو ہمارے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔ سید میاں نے اپنی ساری زندگی مسلک برکاتیت کے نقیب اور مسلک اعلیٰ حضرت کے علم بردار کی حیثیت سے گزار دی۔ امام احمد رضا کا ذکر سید میاں کے حرز جاں تھا۔ ایک منقبت میں یوں کہتے ہیں۔

سینوں کا پیشوا احمد رضا خاں قادری

مومنوں کا مقتدا احمد رضا خاں قادری

ہیں محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمین

اور حبیب مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری

لے کے سایہ تو نے سر پر محی دین پاک کا

دین حق زندہ کیا احمد رضا خاں قادری

اس صدی میں دین احمد کا مجدد تو ہوا

یہ شرف تجھ کو ملا احمد رضا خاں قادری

ہیں اکابر کے جو خاتم حضرت آل رسول

ان سے تو بیعت ہوا احمد رضا خاں قادری

ہو کے بیعت پھر خلافت کا شرف حاصل کیا

پیر کا ثانی بنا احمد رضا خاں قادری

خاندان برکت الہی کا تو چشم و چراغ

ہو گیا ہاں ہو گیا احمد رضا خاں قادری

علم تیرا در حقیقت بحر ناپیدا کنار

ہے عطائے مصطفیٰ احمد رضا خاں قادری

ندویت کے قلعے بھی تو نے گرائے سب کے سب

سر ترے سہرا رہا احمد رضا خاں قادری

سنیت پر دیو کے بندوں کے نرغے جب ہوئے

لے کے تو نیزہ چلا احمد رضا خاں قادری

ذو الفقار حیدری کا جاننشین تیرا قلم

مظہر مشکل کشا احمد رضا خاں قادری

شعر گوئی مقصد سید نہیں اس نظم میں

بس وہ مادی ہے ترا احمد رضا خاں قادری (۲۲)

سید العلماء اور الجامعۃ الاشرفیہ تحریک:

الجامعۃ الاشرفیہ، ایک مرد فقیر کی کوششوں اور متعدد خدا رسیدہ اشخاص کی دعاؤں کی مذہبی اور تعلیمی تحریک ہے۔ اہل سنت و جماعت کی شیرازہ بندی اور اس کے تعلیمی فروغ کے لیے حافظ ملت اور ان کے رفقاء نے جو کاربائے نمایاں انجام دیے وہ عوام کی نگاہوں کے سامنے ہے اور بزرگوں نے جو قربانیاں پیش کیں وہ بھی اظہر من الشمس ہے۔

حضرت سید العلماء مارہروی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ کو ”اشرفیہ تحریک“ میں جان پیدا کرنے کے لیے جو حوصلہ عطا فرمایا اور اپنی خدمات پیش کیں، ان سے حضور حافظ ملت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ بہت متاثر ہوئے۔ آپ کا تاثر خود آپ ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

مئی ۱۹۷۲ء کو تعلیمی کانفرنس ہوئی یہ کانفرنس ہر اعتبار سے انتہائی کامیاب ہوئی پورے ہندوستان کے ہر طبقہ کے مسلمانوں کی عظیم الشان نمائندگی ہوئی علمائے کرام و مشائخ عظام سیکڑوں کی تعداد میں اجتماع تھا سٹیج پر تشریف رکھنے والوں کا پورا مجمع معلوم ہوتا تھا رؤسا و حکام کرسیوں پر تشریف فرما تھے مجمع بے پناہ ہر سہ اجلاس نہایت کامیاب رہے۔ اخیر اجلاس

پوری رات رہا اذان فجر پر ختم ہوا حضرت سید العلماء مولانا شاہ سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمۃ والرضوان کی تقریر صدارت روح کانفرنس ثابت ہوئی حضرت موصوف نے اپنے پورے جذبات کا اظہار فرمایا بھرپور تعاون کا وعدہ فرمایا قوم و ملت کو بڑا ہی شاندار باوقار خطاب فرمایا الجامعۃ الاشرفیہ کی ضرورت و اہمیت ظاہر فرماتے ہوئے پورے جوش و خروش سے اس کی امداد و اعانت کی طرف متوجہ فرمایا اخیر میں حضرت سید العلماء مرغ نیلام کر رہے تھے اسی وقت اذان فجر ہوئی نمایاں و ممتاز کامیابی سے کانفرنس ختم ہوئی بفضلہ تعالیٰ پورے ملک پر نہایت خوش گوار اثر پڑا **فلہ الحمد والممنۃ**۔

اب اس کی روداد حضرت علامہ بدر القادری مصباحی کی زبانی سنئے:

سید العلماء ایک تعمیری ذہن، تعمیری مزاج اور تعمیری فکر کے انسان تھے۔ ہندوستان میں سنی دشمن تحریکات خصوصاً نجدیت و وہابیت اور ان کے عملاً ہم نواد یو بندیت و تبلیغیت کو ان کے دیکھتے دیکھتے جو بڑھا و ملا تھا، اس کے درپردہ جو موثرات کام کر رہے تھے ان سے اپنی نسل اور تمام خوش عقیدہ مسلمانان ہند کو محفوظ رکھنا زعمائے اہل سنت کے لیے ایک چیلنج بنا ہوا تھا۔ کوششیں تو ہر جانب سے ہو رہی تھیں مگر طوفان تو ہب اپنی دسیسہ کاریوں اور انگریز کے متعینہ پالیسیوں پر عمل کر کے بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

اسی عرصہ میں ہندوستان گیر پیمانہ پر امام احمد رضا قدس سرہ کی تعلیمی و تحریکی پالیسیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مبارک پور سے ایک مرد مجاہد نے ”انقلابی تحریک چلائی۔ جو ۱۹۷۰ء میں تمام دردمند سربراہان اہل سنت کے دل کی آواز بن کر ابھری۔ اس قائد تحریک کو دنیائے ”حافظ ملت“ کا خطاب دیا اور اس کی تحریک کا عملی کام ۵-۶-۷۷ مئی ۱۹۷۲ء کو کل ہند تعلیمی کانفرنس (مبارک پور) سے شروع ہوا۔

اس وقت سید العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی پوری توانائی ہمت مردانہ جوش سیادت اور غیرت سنیت کے جذبہ سے بھرپور انداز میں ”الجامعۃ الاشرفیہ“ مبارک پور اور تعلیمی کانفرنس تحریک کا ساتھ دیا۔ الجامعۃ الاشرفیہ تحریک کے وفد نے ملک گیر دورے کیے۔ حافظ ملت کی قیادت میں یہ وفد ممبئی کی سرزمین پر پہنچا تو جہاں حافظ ملت کے تلامذہ علمائے اہل سنت اور مشائخ اہل سنت اور ہمدردان قوم نے اپنے جوش و جذبہ اور قربانی کا اظہار

کیا، وہیں سید العلماء علیہ الرحمہ نے اپنی سکت اور وسعت کے مطابق حافظ ملت کے بازوؤں کو توانائی بخشی۔

تاریخ اہل سنت میں ۲۱ ربیع الاول ۱۳۹۲ھ/۶ مئی ۱۹۷۲ء کا دن سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ جس دن بعد نماز عصر تاج دار اہل سنت شہزادہ امام احمد رضا حضور مفتی اعظم ہند کے دست مبارک سے الجامعۃ الاشرفیہ کی سینٹرل بلڈنگ کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ حضور مجاہد ملت، حضور حافظ ملت، حضور امین شریعت، حضور شمس العلماء اور سیکڑوں اکابر علما و مشائخ اور خاصانِ خدا کے ساتھ برکاتی خانوادہ کا وہ مہر منیر جسے سید العلماء کہا جاتا ہے، قد آدم سے گہری نیو میں کھڑا حضور مفتی اعظم اور اکابر اہل سنت کے ساتھ ساتھ اشکوں کی جھڑی اور رندھی ہوئی گلوگیر آواز میں اپنے اسلاف عظام کے وسیلہ سے ”الجامعۃ الاشرفیہ“ کے ذریعہ ہندوستان میں تحریک اہل سنت کے انقلابی فروغ کی دعائیں کر رہا تھا۔ رئیس القلم علامہ ارشد القادری صاحب بیان فرماتے ہیں:

”سید العلماء اور مجاہد ملت قریب ہی کھڑے تھے۔ ان حضرات کا عالم پرسوز بھی دیکھنے کے قابل تھا۔ حافظ ملت کی چمکتی ہوئی آنکھوں میں موتیوں کے قطرے دیکھ کر سید العلماء سے رہا نہیں گیا۔ انھوں نے بھرائی ہوئی آواز میں حافظ ملت کو مبارک باد پیش کرتے ہوئے کہا ”حافظ ملت تاریخ میں آپ ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو گئے۔“ ہمارے سروں سے آپ نے وہ قرض اتار دیا جس کے بوجھ سے گردنیں خم ہو گئی تھیں۔“

”(حافظ ملت) آپ پر چم اٹھائے، پوری قوم آپ کے پیچھے ہے اور سن لیجیے کہ ایک سید کی یہ دعا رنگاں نہیں جائے گی۔ آپ کے دل کی دھڑکنوں کی آواز بحر و بر میں گونجے گی، دشت و جبل میں گونجے گی اور دنیا کے کونے کونے میں سنی جائے گی۔ خداے قدیر آپ کی بلند ہمتوں کی عمر دراز فرمائے۔“ (انوار حافظ ملت ص: ۲۳)

شب میں کانفرنس کا اجلاس عام ہوا جس کی صدارت بھی سید العلماء نے فرمائی۔ آپ نے پورے ولولہ اور جوش و خروش کے ساتھ ”الجامعۃ الاشرفیہ“ اور حافظ ملت کے ساتھ اپنی حمایت کا اعلان کیا۔ اپنی تقریر میں حضور حافظ ملت کی با مقصد پاکیزہ زندگی کے نقوش پارینہ بھی اجاگر کیے۔ اور اجیر شریف میں جب کہ وہ زیر تعلیم تھے حافظ ملت کے تقویٰ اور

طہارت اور صاف ستھری اور انوار سنت سے مزین زندگی کے واقعات سنائے۔ اور ان کی قیادت میں برپا کیے جانے والے اس انقلابی کام کو وقت کی اہم ترین ضرورت بتایا۔ تحریک اشرفیہ کے ساتھ آپ کے کلی اعتماد اور دل چسپی کو سمجھنے کے لیے آپ کی تقریر کا یہ فقرہ از بس ہے: ”حافظ ملت کو یقین و اعتماد رکھنا چاہیے کہ اس کام میں نہ صرف میں بلکہ پورا خانوادہ برکاتیہ شریک اور ان کا معاون و مددگار ہے۔ اس مشن کے لیے میں اپنے تمام اہل سلسلہ کو حافظ ملت کے آگے جھکا دوں گا۔ (ماہ نامہ اشرفیہ، دسمبر ۱۹۹۱ء)

سید العلماء کے خطبہٴ صدارت کی رپورٹ جسے ہفتہ وار تاج دار ممبئی نے اپنی ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء کی اشاعت میں شامل کیا، وہ بھی حضرت سید میاں کی الجامعۃ الاشرفیہ کے ساتھ قلبی لگاؤ کا ثبوت ہے۔“

”نعرہٴ تکبیر کی گونج میں صدر کانفرنس حضور سید العلماء نے خطبہٴ صدارت کا آغاز فرمایا۔ پورا خطبہ ایمان و عمل کی تاریخ میں ایک دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔ بدلے ہوئے حالات میں دینی تعلیم کا تحفظ، ہمہ گیر اشاعت اور دارالعلوم اشرفیہ کو پورے ملک کے لیے ایک عظیم یونیورسٹی میں ڈھال دینے کا حسین ترین خاکہ تھا۔ ایک ایسی تعلیم گاہ جس میں دینی شعور اور اسلامی احساس کی بنیاد پر مسلمانوں کی نئی پود کو حالاتِ حاضرہ کی مکمل بصیرت مل سکے اور اسی کے ساتھ ساتھ ایک ایسی تربیت گاہ جہاں معاشی مشکلات کو دور کرنے کے لیے فن اور ہنر کے مختلف شعبے قائم کیے جائیں۔ پورے خطبہ میں مستقبل کی حسین تعمیر کے لیے واضح اشارات موجود ہیں۔“ (ہفتہ وار تاج دار، ۱۲ مئی ۱۹۷۲ء حصہ ۷)

حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ نے جس جرأتِ مندانہ اور فراستِ مومنانہ سے کام لے کر تعلیمی کانفرنس اور الجامعۃ الاشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر السواد الاعظم تک حافظ ملت کی آواز پہنچائی وہ ان کے اخلاص فی الدین، جذبہٴ ملی، اور دردمندانہ جبلت کا ترجمان ہے۔ اور دنیا دیکھ رہی ہے کہ ربع صدی بعد آج ان کی دعاؤں کے ثمرات الجامعۃ الاشرفیہ کی نوع درنوع عالم گیر خدمات کی شکل میں اظہار من الشمس ہیں۔

اس دور رس ماحول، اور حالات کا علم رکھنے والے ہی اس بات کی اہمیت کو محسوس کر سکتے ہیں، جو بعض سادات کچھو کچھ کے لگائے جانے والے بند کے بالکل خلاف حضرت سید

العلماء علیہ الرحمہ، حضرت احسن العلماء اور سجادہ نشین دربار سیدنا مخدوم اشرف جہاں گیر سمنانی مولانا سید ظفر الدین اشرف بسکھاروی، عزیز العلماء حضرت مولانا سید عزیز احمد سجادہ نشین خانقاہ ابوالعلائیہ الہ آباد اور شہزادہ غوث الوری حضرت علامہ سید شاہ حضرت القادری، دربار شریف کلکتہ اور ان جیسے سیکڑوں سادات مرشدین طریقت کا اشرفیہ تحریک کی کھل کر حمایت کرنا کتنا اہم اور بروقت اقدام تھا۔ ان تمام مشائخ سادات کے سرخیل کی حیثیت حضرت سید العلماء کی تھی۔ ان کا میدان عمل میں مردانہ وار کود پڑنا ایک جرأتِ مندانہ اور حمایتِ حق کا تاریخی عمل تھا جس نے سنی مسلمانانِ ہند کے اتحاد کو پارہ پارہ ہونے سے بچالیا۔ سید العلماء کا یہ کارنامہ ناقابلِ فراموش ہے۔

ہے پاش پاش حلقہٴ زنجیر روز و شب
زنداں میں ایک شور ہے دیوانہ جاگ اٹھا (۲۳)

مکتوب نگاری:

مکتوب نگاری، انشا پردازی کی بڑی ہی دل کش صنف ہے۔ اس کے ذریعہ مکتوب نگار آزادانہ طور پر مرسل الیہ سے باتیں کرتا ہے اور اپنی وارداتِ قلب کو واضح طور پر بیان کرتا ہے۔ اس طرح کسی شخص کا مکتوب اس کی شخصیت کا عکاس ہوا کرتا ہے۔ اس لیے اب ہم آپ کی شخصیت کی ایک جھلک آپ کے مکتوبات کے آئینے میں دکھاتے ہیں۔

جناب مولانا سخاوت علی صاحب قادری برکاتی مہتمم دارالعلوم برکاتیہ مؤید الاسلام مگر ضلع سنت کبیر مگر حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مقررین و خلفا سے ہیں۔ حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان کی خدماتِ دینی کی بنا پر ان سے بہت محبت فرماتے اور اپنے گراں بہا نصائح اور مشوروں سے حسبِ ضرورت نوازتے رہتے۔ یہ نوازشات زیادہ تر مکتوبات کی شکل میں ہیں جو حضرت نے اپنے محبوب خلیفہ کے نام گاہے بہ گاہے ارسال فرمائے ہیں۔ ان مکتوبات کی تعداد زیادہ ہے، مگر مہتمم صاحب نے سیدین نمبر میں چند ہی مکتوبات شائع کیے ہیں، وہ بھی حذف و اختصار کے ساتھ، ہم یہاں انھیں میں سے چند مکتوبات ان کے فوائد کی نشان دہی کے ساتھ ہدیہٴ ناظرین کرتے ہیں:

پہلا مکتوب:

”فرزند سلمہ و ادعیہ وافرہ..... ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۵ھ بروز چہار شنبہ تمہارا فرستادہ منی آرڈر اور پھر تمہارا الفافہ ملا فجزاک اللہ تعالیٰ فی الدارين خیراً۔ مدرسے کے حالات معلوم ہوئے، اس کی ترقی سے بڑی مسرت ہوئی اور اللہ تعالیٰ تمہیں اور تمہارے رفقاء کا راور مدرسے کے سارے اراکین و معاونین، تمام اساتذہ و طلبہ کو اجر عظیم دارین میں ودیعت فرمائے۔ اور مدرسے کو روز افزوں ترقی پر ترقی عطا فرمائے اور مکمل دینی دارالعلوم بنائے۔ آمین بجاء النبی الامین المکین علیہ والہ و أصحابہ افضل الصلاۃ والتسلیم۔ مدرسے کے متعلق ہر قدم احتیاط اور پورے باہمی مشورے کے ساتھ اٹھانا چاہیے۔ اپنی چادر کے اندر پیر پھیلا نا چاہیے۔ اعتدال پسندی اور میانہ روی کو اپناؤ۔ اور آپس میں خلوص و محبت، اتحاد و اخوت کے جذبے کو فروغ دو۔ بدگمانی، سوء ظن، ایک دوسرے کی غیبت سے پرہیز کرو۔ ہر کام میں رضائے الہی کو مد نظر رکھو۔ دعا، حسد، غدر، خیانت، اور کابلی سے دور و نفور رہو۔ اور ان سب تدابیر کے بعد مولا عز وجل کے فضل و کرم پر بھروسہ کر کے تقدیر پر شاکر رہو۔ میری تمام تر نیک دعائیں مدرسے کی بود و بہود اور تم سب کے خیر و عافیت کے ساتھ ہیں۔ (۲۴)

فوائد:

اس مکتوب گرامی سے جو فوائد نمایاں ہو کر سامنے آتے ہیں وہ یہ ہیں:

- ☆ منی آرڈر وصول ہونے پر دنیا و آخرت میں جزائے خیر کی دعا، یہ دعا کیا ہے نذر پیش کرنے والے کے لیے گوہر مراد، اور نذر حقیر پر عطاے خیر کثیر۔
- ☆ مدرسہ کی ترقی پر اظہار مسرت۔ یہ مہتمم کے لیے نوید مسرت ہے۔
- ☆ اساتذہ اور طلبہ اور معاونین کے لیے دارین میں اجر عظیم کی دعا۔ یہ دعا مزید خدمت کا ولولہ شوق پیدا کرنے کے لیے کافی ہے۔
- ☆ اس کے بعد پندرہ گراں بہا نصائح ہیں، مثلاً:

مدرسہ کا ہر کام باہمی مشورہ سے کرنا، اور قدم قدم پر احتیاط ملحوظ رکھنا، استطاعت

کے لحاظ سے ہی مدرسہ کو وسعت دینا، خلوص و محبت اور اتحاد و اخوت کے جذبے کو فروغ دینا، بدگمانی، غیبت، حسد، غدر، خیانت سے بچنا، اللہ عز وجل کی ذات پر توکل کرنا، اور تقدیر پر شاکر رہنا وغیرہ۔ یہ ایسے نصائح ہیں جن پر عمل کر کے انسان ایک عظیم الشان اور لوگوں کی نگاہ میں معتمد اور محبوب ہو سکتا ہے اور کسی ادارے میں ایسے اوصاف کے مہتمم کا وجود اس کی کامیابی اور فروغ کی ضمانت ہے۔

دوسرا مکتوب:

اس مکتوب میں حوصلہ افزائی ہے، آٹھ نصائح ہیں ایک خوش خبری ہے اور یہ تمام امور مکتوب کے کلمات سے عیاں ہیں، اب مکتوب کا مطالعہ فرمائیے:

۳ ربیع الآخر ۱۳۸۸ھ دو شنبہ مبارکہ

فرزند عزیز وافر کثیر سلمہ وعلیکم السلام ثم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مسرت نامہ ملا حالات سے آگاہی ہوئی، دارالعلوم کے حالات سن کر دل کو بڑی تقویت ہوئی۔ دیکھیے! حضور سیدنا جدامجد سرکار اچھے میاں رضی المولیٰ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے:

سب کی نیا پانی میں چلت ہے
ہم برکاتین کی نیا خشکی میں چلت ہے

تو صاحب! مردے از غیب بروں آید و کارے بکند، یہ سب مولیٰ تبارک و تعالیٰ کا فضل و کرم ہے۔ اور ارشاد حبیب پاک صاحب لولاک صلی المولیٰ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحمت تاتمہ، اور مخدوم حضور صاحب البرکات والتجات قدس سرہ العزیز کی دعاؤں کے جلوے ہیں کہ چند بچوں کے ہاتھ سے وہ اتنا بڑا دین کا کام لے رہا ہے۔ بس میرا کہنا یہی ہے کہ یقین محکم، عمل پیہم اور خلوص باہم کے ساتھ خالصاً لوجہ المولیٰ تعالیٰ قدم آگے بڑھاؤ۔ بے شک آگے سے آگے راہ ملے گی اور وہ دن دور نہیں جب یہ دارالعلوم حقیقی معنوں میں دارالعلوم بن کر چاروں طرف دینی تعلیم اور خالص سنیت کے جلوے پھیلائے گا۔ اتنا یاد رکھنا جب باہر والے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوں تو حتی الوسع ان کے اعتماد کو ٹھیس نہ لگنے پائے۔ بمبئی والے جہاں عطیات میں بہت فیاض ہیں، بیوپاری ذہنیت کے ماتحت حساب میں

بہت چوکھے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے عطیہ کے موافق کام دیکھتے ہیں تو مزید دیتے ہیں ورنہ خدا نخواستہ ہاتھ کھینچ لیتے ہیں۔ لہذا تمہارا حساب کتاب ایک دم چوکس رہنا چاہیے، بے داغ اور آئینے کی طرح صاف، مجھے تم سب سے یہی امید ہے۔ عزیزم محمد زکوة (محمد ذکی) برکاتی سلمہ کو سلام مسنون اور دعائیں کہ دو اور ان کو حتی الامکان آرام پہنچانے کی کوشش بحیثیت عالم دین کے ان کا ادب و احترام اور بحیثیت پیر بھائی کے ان کی خدمت کرو۔

”ایک بات یہ کہہ رہا ہوں کہ میرے پیارے بیٹے سخاوت! تمہارے باپ اور چچا تو اب بزرگ ہوئے، دونوں گھروں میں تم بڑے ہو اور پھر اب تو دارالعلوم میں خادم درس ہو، لہذا اپنے حقیقی اور عم زاد بھائیوں کے ساتھ عفو و صلح کا برتاؤ کرتے رہو۔ ان کی لغزشوں کو نظر انداز کرتے رہو۔ یاد رکھو! تمہارے دونوں گھروں کا اتحاد و خلوص دارالعلوم کے لیے بھی ریڑھ کی ہڈی ہے۔ میں اب بوڑھا ہوتا جا رہا ہوں، صحت بھی خراب ہو رہی ہے۔ ممکن ہے کہ جلد وہ وقت آئے کہ تم خانقاہ برکاتیہ کی طرف سے کلاہ و عمامے سے سرفراز کیے جاؤ اور اس کے لیے بڑے بردبار، متمحل المزاج، کاظم الغیض، دور بین، ایثار پیشہ، خلوص کیش انسان کی ضرورت ہوگی۔ (والعاقل تکفیه الإشارة) اس کے بعد احباب و متعلقین اور برادران طریقت کو مشفقانہ سلام کہتے ہوئے کرم نامے کو ختم فرمایا ہے۔ (۲۵)

(۱) اس مکتوب میں حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مدرسہ کی ترقی پر مسرت اور دل کی تقویت کا اظہار کر کے مہتمم صاحب کی حوصلہ افزائی کی ہے۔

(۲) ساتھ ہی ان کی دل بستگی اور حضرت سیدی اچھے میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ارشاد کی صداقت کے لیے آپ کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ:

”سب کی نیا پانی میں چلت ہے

ہم برکاتین کی نیا خشکی میں چلت ہے“

اور یہ خدائے کریم کی ذات پر توکل کا ثمرہ ہے اور عملی طور پر مدرسہ مؤید الاسلام کی ترقی نے اس کی صداقت عیاں کر دی ہے۔

(۳) یقیناً محکم، عمل پیہم اور خلوص باہم و اخلاص کے ساتھ کام کرنے نیز عالم دین کا ادب و احترام کرنے کی خصوصی ہدایت ہے۔

(۴) مکتوب کے اخیر میں یہ واضح اشارہ فرمایا ہے کہ ان کا خلیفہ وہی ہو سکتا ہے جو متمحل مزاج، کاظم الغیض، ایثار پیشہ، خلوص کیش اور دور بین ہو۔ اس لیے مکتوب الیہ کو اپنے اندر یہ خوبیاں پیدا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔

تیسرا مکتوب:

مولانا سخاوت علی صاحب دام مجد ہم لکھتے ہیں کہ:

۱۳۹۰ھ کی بات ہے کہ میں اپنی مصروفیت کی وجہ سے آقائے نعمت کی بارگاہ کرم میں کوئی عریضہ پیش نہ کر سکا، جس کی وجہ سے مرشد آقائے نعمت کو بے حد تشویش ہوئی کہ آخر بات کیا ہے کہ سخاوت علی نے کوئی عریضہ اتنے دنوں تک پیش نہیں کیا۔ اس لیے خود ہی اپنے اس خادم کو اپنے کرم نامے سے نوازا۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:

فرزندم سلمہ و ادعیہ عفو و عافیت ۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۰ھ

قبل ازیں رجسٹرڈ اور آج سادہ لفافہ موصول ہوا۔ یہ صحیح ہے کہ خیر آباد جاتے ہوئے میں نے تم سلمہ کا انتظار گورکھ پورا سٹیشن پر کیا اور وہیں ”بھرہبی“ کے شیخ جی سے ملاقات ہوئی۔ مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے اس گاڑی پر تم کو آنے کی فرمائش لکھی، جب تم نہیں ملے تو یہی خیال کیا کہ شاید ضرورت شدیدہ نے مجبور کیا اور خیال بھائی روشن علی مرحوم کی علالت کی طرف بھی گیا، مگر اس کے بعد عرصے تک تمہارا خط نہ آنے سے تشویش بڑھی۔

اس سے قبل ”براؤں شریف“ جب حاضر ہوا تھا تو بستی چند گھنٹوں کے لیے ”چکواہ ٹولہ“ میں جناب قاری علی حسن صاحب نعیمی کے یہاں تھا۔ وہیں عزیزم محترم جناب مولانا انور علی صاحب سلمہ ربہ سے بھی ملاقات ہوئی۔ باتوں باتوں میں تذکرہ آیا کہ میں نے مولوی سخاوت علی صاحب کو ایسا ایسا خط لکھا تھا۔ عزیزم سلمہ تم سے میں نے کبھی کسی بات کا پردہ نہیں کیا اور ”مگھر“ کے احباب میں مجھے تم جتنا عزیز ہو، ظاہر ہے۔ اس لیے تم بھی بالکل متانت اور سنجیدگی سے ساری بات میرے سامنے رکھو، خدا نخواستہ اگر تمہیں میرے کسی قول و فعل سے دکھ پہنچا ہو تو میں اپنے کسی عام مسلمان بھائی سے بھی طلب معافی میں عار محسوس نہیں کرتا نہ کہ تم۔ بھائی روشن علی برکاتی مرحوم کی وفات سے دلی صدمہ ہوا۔ ان کی

باتیں اور پر خلوص عقیدت بار بار یاد آتی ہیں۔ مولانا عزوجل انھیں مغفور لہ فرما کر ان کی قبر کو ان کے نام کی طرح اپنے اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے روشن و منور فرمائے۔ صبر کرو اور برادرانِ طریقت اور دینی بھائی محمد بشیر اور فرزند ثانی شوکت ابراہیم کو بہ مضمون واحد اظہارِ تعزیت اور تلقین صبر۔ (۲۶)

اس مکتوب سے واضح طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے کہ حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے اگر تقاضاے بشریت کبھی کسی کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو آپ نے اس سے معافی مانگنے میں کبھی عار نہیں محسوس کیا، گو وہ عام آدمی سہی۔ اور ایک مسلمان بالخصوص عالم دین کی یہی شان ہونی چاہیے۔ شجر جس قدر پھل دار ہوتا ہے وہ اسی قدر جھکا ہوتا ہے۔ خدائے کریم ہر مسلمان کو حضرت علیہ الرحمہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان سے بچائے جو حضرت کی اس خصلت کریمہ کے برخلاف ان کے کسی پیروکار کو ناحق ایذا دیتے، ہراساں کرتے اور اس کی تذلیل کی کوشش فرماتے ہیں۔ یہ مکتوب گرامی ایسے مہربانوں کے لیے درسِ عبرت ہے، کاش کہ عبرت ہو۔

چوتھا مکتوب:

۲۶/ جمادی الآخرہ ۱۳۹۱ھ بروز جمعرات حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے مرید خاص جناب مولانا سخاوت حسین صاحب دام ظلہ کے نام ایک مکتوب لکھا جس میں ان کی تسلی کے لیے اپنا حال اس طرح لکھا۔ رقم طراز ہیں:

۱۳۹۱ھ کی بات ہے جب دارالعلوم برکاتیہ کے اخراجات بڑھ گئے اور کچھ تنگی محسوس ہوئی تو میں نے یہ عریضہ مرشدِ برحق آقاے نعمت کی بارگاہ میں پیش کیا کہ حضور مدرسے میں آمدنی کے ذرائع نہیں، اخراجات کثیر ہیں، اگر حکم ہو تو اس سال شپ براءت کے موقع پر میں بمبئی حاضر ہو جاؤں اور مدرسے کے لیے کوشش کروں، ہو سکتا ہے کام بن جائے تو سرکارِ والا نے اس طرح میری حوصلہ افزائی فرمائی کہ آج زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ خود اپنے ہی مصائب کو بیان کر کے اشارۃً مجھے صبر کرنے کا سلیقہ عطا فرمایا:

۲۶/ جمادی الآخری ۱۳۹۱ھ بروز جمعرات

فرزند سعید سلمہ ربہ سلام مسنون و ادعیہ وافرہ کثیرہ

لفافہ ملا بہ دریافتِ خیریت اطمینان ہوا۔ ابھی اپنا دارالعلوم ابتدائی دور میں ہے۔

لہذا اس کی پختگی کے لیے جتنی کوششیں ہو سکے وہ اولیٰ اور انسب ہے۔ تمہارا خیال بہت بجا و درست ہے۔ مولانا عزوجل تمہیں اپنے منصوبے اور دوسرے تمام دینی و دنیوی منصوبوں میں فائز المرام فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین المکین الکریم علیہ و علیٰ الہ و أصحابہ الصلوٰۃ والتسلیم۔ ضرورتِ شبِ براءت بمبئی میں کرو، خدا تمہارے اس سفر کو کامیاب فرمائے۔ میری کیا پوچھتے ہو، بقول غالب: ع:

مشکلیں اتنی پڑیں مجھ پر کہ آساں ہو گئیں

یاد رکھو درجے افضل و اعلیٰ میری دادی حضور سیدہ بتول زہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

صبت علی مصائب لو أنھا

صبت علی الأيام صرن لیالیا

یعنی مجھ پر اتنے مصائب پڑے کہ اگر وہ دنوں پر پڑتے تو دن رات بن جاتے، روشنی جاتی رہتی۔

فحسبنا ربنا و نعم الوکیل! اپنے حاسد، اغیار، معاند سے بس نظر بہ فضل مولا ہے۔ تم سب سے بھی ادعیہ خیر کا طالب ہوں۔ دعائے خیر کرتے رہو۔ (۲۷)

اس مکتوب میں اپنے مرید خاص کی پریشانی کا احساس کر کے اس سے بڑی اپنی پریشانی کا اظہار مرید کی تسلی قلب کے لیے ہے، جیسا کہ جنگ خندق میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ شعر نہ صرف مرید بلکہ ہر دردمند دل رکھنے والے کی تسلی کے لیے کافی ہے۔ اس مکتوب کے ذریعہ حضرت نے یہ درس دیا ہے کہ مصائب پر صبر اور خدائے کریم کا شکر ادا کرنا چاہیے۔

پانچواں مکتوب:

اس مکتوب میں حاسد سے صرفِ نظر اور بدخواہ کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی گئی ہے۔ رقم طراز ہیں:

۵/ جمادی الآخری ۱۳۹۱ھ

دعائیں اور سلام مسنون

سب خطوط ملے، حسبِ فہمائش رقم بھی بھیج دیا ہوں، ملی ہوگی۔ عزیزم! حافظ

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگلیں ہوا

چھٹا مکتوب:

یہ مکتوب مدارس کی انتظامیہ اور تمام عوام و خواص کو پڑھنے اور یاد رکھنے کا ہے۔
حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ رقم طراز ہیں:

فرزند عزیز سلمہ سلام مسنون و ادعیہ عافیت

رجسٹرڈ لفافہ موصول ہوا، خیریت حالات معلوم ہوئے۔ پھر چند سطروں میں حالات و کوائف کا ذکر کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں کہ مدرسے کے لیے کسی جائداد کے مزید حصول کی خبر میرے لیے باعث مسرت ہے۔ خان صاحب برکاتی نے اس کے تعلق سے کچھ بتایا تھا اور انھوں نے مجھ سے کہا تھا کہ مسماۃ مذکورہ پہلے اسے اپنے بھانجے یا بھتیجے کو ہبہ کریں گی۔ بعد میں مدرسہ درمیان میں آیا۔ میرا قاعدہ ہے کہ میں سن تولیتا ہوں، مگر خود کوئی موافق یا مخالف فیصلہ نہیں کرتا، مگر اب تمہارے خط سے بھی کچھ اندازہ ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مجھے مدرسے کا مفاد زیادہ عزیز ہے اور میں تو یہی چاہوں گا کہ ہمارے مدرسے کو زائد از زائد مستقل آمدنی کے ذرائع نصیب ہوں، مگر ساتھ ہی مجھے اس کا بھی شدید خیال ہے کہ ہمارے مدرسے کے مقدس اخراجات میں کوئی ناجائز پیسہ نہ لگے کہ مواخذۂ اخروی کے ساتھ ہی مطاعن اغیار اور رسوائی دنیا کا باعث ہوگا۔ میں ہرگز نہیں چاہوں گا کہ عدالتی توڑ جوڑ کے ذریعہ کسی حق دار کا حق مارا جائے اور رشوت و سفارش یا ذاتی وجاہت کے دباؤ سے کسی ناحق کو حق بنایا جائے۔ اس کو آپ اور جناب حاجی شیخ صاحبان اچھی طرح سمجھ لیں۔ میں اپنے مدرسے کی بدنامی پر کسی صورت تیار نہیں ہوں۔ ایسا پیسہ انجام کار تباہی لاتا ہے اور جس چیز میں لگتا ہے اسے جڑوں سے تباہ کر دیتا ہے۔ میری اس تنبیہ و توثیق سے ہرگز یہ نہ سمجھ لیجیے گا کہ میں مدرسہ برکاتیہ مؤید الاسلام کا مخالف ہوں، یا میرے اوپر اسحاق خان صاحب کی باتوں کا اثر پڑا ہے۔ میں اب انھیں اچھی طرح جان گیا ہوں۔ ایک میرا خیال یہ بھی ہے کہ ایک مخالف اگر ہاتھ آجائے اور مدرسے کے لیے وہ آدھا تھائی بھی لے لے تو

صاحب سے حالات معلوم ہوئے۔ میں نے دلی صدمہ محسوس کیا اور صرف یہ پڑھ کر رہ گیا: و هو المولى المستعان على ماتصفون فصبير جميل. مدرسے کی طرف سے ضرور تشویش ہوئی تھی۔ بھائی محمد اسحاق خان صاحب کے ہم دست جو پرچہ آیا۔ اس سے مدرسے کا اضطراب کم ہوا۔ عزیزم! شخص مذکور کو تمہارا حسد کھا گیا، اور شاید یہ میری غلطی تھی کہ اس محترم کے لیے میں نے ایک بناؤٹی ہی سہی قصیدہ کیوں نہیں پڑھ دیا۔ ان کی حقیقت تو اس وقت ہی کھل چکی تھی جب وہ مڑیا والی کہات ارشاد فرمائی تھی۔ بہر حال میرا وطیرہ احسن الی من اساء کا ہے۔ جو تمہارے ساتھ برائی کرے تم حتی الامکان اس کے ساتھ بھلائی کرو، اس کی برائی کو خدا کے سپرد کر دو پھر دیکھو..... اب آپ سب بھی اس پر عمل کیجیے کہ اپنی قوت و طاقت کو مدرسے کی تعمیر و تنظیم و تشکیل کی طرف لگا دیجیے۔ یاد رکھیے تحریری قوتوں کو دوام نہیں ہوتا، وہ خود ہی ہارتھک کر رہ جاتی ہیں۔ حضرت مولانا کاظم علی صاحب دام بالکرم کی تشریف آوری مدرسے کے لیے فال نیک ہے۔ بس اب مولانا عزوجل سے دعایہ ہے کہ وہ ہمیں توفیق دے کہ ہم انھیں اور وہ ہمیں نباہ دیں اور ہم ان کی کماحقہ خدمت کر سکیں۔ میں انھیں خط لکھ رہا ہوں۔

یاد رکھو کہ سونا جب بھٹی میں تپ جاتا ہے تب کندن بنتا ہے۔ پہلی منزل ہمیشہ سخت ہوتی ہے۔ ابھی دارالعلوم بچہ ہے پہلی منزل میں ہے، کٹھنیاں آرہی ہیں اور ابھی ہو سکتا ہے اور بھی آئیں، خصوصاً جب کہ اپنے کہلانے والے، غیروں سے بدتر آمدۂ شروفساد ہوں، مگر صبر، شکر، توکل کی راہوں پر چلتے رہو گے تو انشاء المولیٰ تعالیٰ جلد ہی کامیابی اور بامرادی کے گل ہارے رنگارنگ سے دامن فوز و فلاح بھر جائے گا۔ نصر من اللہ و فتح قریب۔ (۲۸)

یہ مکتوب کس قدر اہم ہے اس کا صحیح اندازہ ایسے ہی لوگوں کو ہو سکتا ہے جو حاسدین اور بدخواہوں کی ایذا رسانیوں اور ریشہ دوانیوں کے شکار رہے ہوں۔ راقم الحروف تو ایسے کئی دور سے گزر چکا ہے اور الحمد للہ عزوجل برابر حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اس نصیحت پر عمل پیرا بھی رہا ہے۔ اس خط میں زخمی قلوب کے لیے تسلی بھی ہے اور تقویت بھی اور کامیابی کی بشارت بھی۔ اور حضرت کا یہ جملہ تو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ ”سونا جب بھٹی میں تپ جاتا ہے تب کندن بنتا ہے۔“ بہ لفظ دیگر۔

زیادہ بہتر ہے۔ بہر حال میں نے اپنا مکتون خاطر آپ کے سامنے ظاہر کر دیا۔ اب آئندہ اختیار بدست مختار ہے۔

مختار ہستی ایں کن و آں کن مصلحت ہیں و کار آساں کن (۲۹)

اس مکتوب میں یہ ہدایات بہت نمایاں ہیں کہ:

☆ کسی صاحب حق کا حق نہ مارا جائے۔

☆ اپنی وجاہت و تقدس کا بے جا فائدہ نہ اٹھایا جائے۔

☆ مدرسہ کے مقدس اخراجات میں کوئی ناجائز پیسہ نہ لگے۔

اس سے حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خوفِ خدا و خوفِ آخرت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔

محپ محترم جناب مولانا ارشاد احمد صاحب مصباحی ساحل شہرامی دام مجید ہم (سابق استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور) نے اپنی تالیف ”ملک العلماء“ میں حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد مکاتیب شائع کیے ہیں، ہم یہاں وہی مکاتیب اسی تالیف سے من و عن نقل کرتے ہیں۔

ساتواں مکتوب:

مولانا ارشاد احمد صاحب لکھتے ہیں:

”اہل سنت کی آواز“ کے اجرا کے بعد حضرت ملک العلماء مسلسل اس رسالے کی اشاعت کے مشتاق رہتے اور اس کی خاطر ہر قسم کی علمی اور عملی خدمت کے لیے آمادہ۔ اس سلسلے میں تاج العلماء اور سید العلماء دونوں حضرات سے برابر مراسلت رہتی۔ چوں کہ تاج العلماء کے آئندہ خط کا جزوی تعلق حضرت سید العلماء کے مکتوب سے ہے اس لیے میں حضرت سید العلماء علامہ مفتی حکیم سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی قدس سرہ کے چند خطوط حاضر کرتا ہوں۔ حضرت سید میاں اہل سنت کی آواز اور توقیت کے تعلق سے ایک وضاحتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

جامع مسجد کھڑک ۴۴، بمبئی ۹۲/۸۶ سلخ ذی قعدۃ الحرام ۱۳۶۹ھ پنج شنبہ

ملک العلماء حضرت مولانا فاضل بہاری ادام برکاتکم اللہ الباری!

وعلیکم ورحمتہ وبرکاتہ

فقیر باذنہ القدر یک شنبہ ۱۰ ستمبر کو بمبئی واپس ہوا۔ دو شنبہ مبارکہ کو آپ کا گرامی نامہ..... سہ شنبہ کو فرستادہ پیکٹ موزن الاوقات موصول ہوئے۔ کرم فرمائی کے لیے ہدیہ امتنان پیش ہے۔

رسالہ مبارکہ ”اہل سنت کی آواز“ کی مزید اشاعت میں تعویق کے وجہ جہاں تک فقیر کے علم میں ہیں، حضرت خالی المکرّم تاج العلماء مولانا سید شاہ محمد میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم اور برادر بجاں برابر مولوی حافظ سید شاہ حسن میاں قادری سلمہ ربہ کی مسلسل علالت، اچھے کام کرنے والوں کا فقدان، سب سے بڑھ کر ماضی قریب میں ہمارے قرب و جوار کے نادان اور ناعاقبت اندیش مسلمانوں کی خواہ مخواہ کی بھگدڑ جس کی وجہ سے علی گڑھ کے اس پریس کا بالکل ناکارہ ہو جانا جہاں رسالہ مبارکہ طبع ہوتا تھا، ذاتی پریس کی درخواست کی منظوری میں کارکنان متعلقہ کی لاپرواہیوں کی بنا پر تعویق وغیرہ ہی ہیں۔ دعا فرمائیے کہ مولیٰ عزوجل جلد از جلد ایسے اسباب مہیا فرمادے کہ رسالہ مبارکہ بغیر مزید تعویق کے اپنے ناظرین کی انتظار آگیاں آنکھوں کا سرمہ بن سکے۔

بمبئی کی تقویم کے متعلق جو تحریر فرمایا اس سے فقیر کو کمال مسرت ہوئی۔ ایک ذرا سی تکلیف اور دوں گا اور وہ یہ کہ فقیر اس تقویم کی تیاری اور طبع کا انتظام خالصاً لوجہ اللہ تعالیٰ محض عامہ مسلمین کے رفاہ عام کے لیے کر رہا ہے۔ اس کے لیے فقیر نے جو سرمایہ تجویز کیا ہے وہ بھی اموال موقوفہ میں سے ایک بہت محدود حصہ ہے۔ پھر طباعت اور کاغذ کی گرانی وغیرہ اخراجات کا بار بھی فقیر کے ہی ذمہ ہے۔ اس لیے اگر بلا تکلف مزید عنایت فرماتے ہوئے اور خالص خدمتِ دینی کا خیال کرتے ہوئے مدد میں ممکن کی فرمادی جائے تو فقیر کے لیے سہولت اور ایک امر دینی میں آپ کی یہ اعانت آپ کی طرف سے صدقہ جاریہ کا کام دے گی۔ ☆ ان دنوں فقیر کے پاؤں میں ایک پھنسی نکل آئی تھی، یہاں پہنچ کر وہ زیادہ تکلیف دہ بن گئی، نماز کے لیے فقیر کو دوسرے صاحب کو نیابت دینی پڑی۔ اب اگرچہ جراحت خشک ہو چکی

ارسال خدمت کیا ہے۔ رمضان المبارک قریب ہے۔ چاہتا ہوں کہ پہلے کم از کم صرف رمضان المبارک کے لیے اوقات صوم و صلاۃ طبع کراؤں، پھر بمبئی کا مکمل مؤذن الاوقات ان شاء تعالیٰ طبع کراؤں۔

۱۹۵۱ء نقشہ طلوع وغروب بمبئی کی رسد گاہ سے حاصل کر کے ہم راہ خط ہے۔ میرے تجربے میں تو یہ نقشہ صحیح ہے مگر جناب والا بھی اس کو اپنے قواعد سے جانچ لیں۔ بمبئی کو مرکز مان کر ایسا نقشہ ہو کہ بہ حساب شمسی دائمی طور پر کام آئے۔ طلوع فجر، طلوع آفتاب، ضوہ کبریٰ، نصف النہار حقیقی، عصر خفی، غروب آفتاب (مغرب و افطار) عشاء خفی، مرکزی بمبئی کے لیے لکھنے کے بعد یہ ظاہر فرما دیا جائے کہ دیگر مقامات میں وقت بمبئی سے اتنے منٹ کم یا زیادہ کیے جائیں، نیز سحر کے متعلق احتیاطی ہدایات اور اسی طرح افطار کے لیے (صرف اوقات کی حد تک) نیز یہ بھی ارشاد فرمایا جائے کہ نصف النہار حقیقی اور ابتدائے ظہر میں کتنا فرق ہے یعنی مثلاً نصف النہار حقیقی ۱۲:۲۰ پر ہو تو کیا ۱۲:۲۱ سے نماز ظہر کا وقت شروع ہو جائے گا؟ جس طرح عرض البلد ۲۸° میں فجر و مغرب ایک گھنٹہ ۱۸ منٹ سے ۳۵ منٹ کے درمیان گھٹتی بڑھتی ہے، بمبئی کے عرض البلد میں اس کا حساب کیا ہوگا؟ اسی طرح عصر میں مختلف اوقات میں جو گھٹاؤ بڑھاؤ بریلی شریف میں ہوتا ہے، بمبئی میں کس طرح ہوگا؟ بمبئی میں قبلہ خط مغرب سے کس طرف منحرف ہے؟

ایک صاحب نے چند مقامات کے طول البلد نکالے ہیں حاضر کرتا ہوں، گو بفضلہ تعالیٰ آپ کو ان کی ضرورت نہیں۔ بہر حال یہ دعا گو یہ چاہتا ہے کہ جیسا مؤذن الاوقات آپ نے یوپی اور بہار کا تحریر فرمایا ہے ویسا ہی ہو تو زہے کرم۔ آپ کو تکلیف تو بہت دے رہا ہوں مگر تعلق برکاتیت نے جرأت دلائی ہے۔ ہدیہ کی حقیر رقم کا خیال نہ فرمائیں۔

ایک صاحب ہاشم عبدالکریم صاحب جو سیٹھ صاحب کے لقب سے آپ کی طرف مشہور تھے، سلام مسنون کہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کسی مؤذن الاوقات میں جناب نے کوئی قاعدہ قمری تاریخ کے اخذ کا چھاپا ہے۔ اگر مزید تکلیف نہ ہو تو وہ تحریر فرمایا جائے۔

اس میں شک نہیں کہ میں نے بہت تنگ وقت میں یاد دہانی کی ہے پھر بھی آپ کے مکارم قدیمہ سے امید ہے کہ نقشہ ایسے وقت بھیج دیں گے کہ فقیر اس کو طبع کرا کے کم از کم

ہے پھر بھی کچھ باقی ہے۔ امید ہے کہ بفضلہ تعالیٰ دو تین دن میں مکمل طور پر ٹھیک ہو جائے گی۔ فقیر نے معلوم کیا ”تھکر اینڈ کو“ یہاں ہے۔ فقیر خود جا کر مطلوبہ رسالہ لائے گا اور جب تک اس دعا نامے کا جواب بھی آں جناب کی طرف سے باصواب آجائے گا تب انشاء اللہ تعالیٰ رسالہ اور نقشہ طلوع وغروب بمبئی مع ہدیہ مطلوبہ حاضر خدمت کر کے منتظر رہے گا کہ جلد از جلد تقویم مطلوب تیار ہو جائے۔ امید ہے کہ جواب جلد عنایت فرمائیں گے اور مالی منفعت پر خدمت دینی کو ترجیح دیں گے۔ والسلام مع التبجیل والا کرام۔

نوٹ: فقیر آپ کے اوقات کی گراں قدری سے واقف ہوتے ہوئے اپنی اس نسبت برکاتیت کے بھروسے پر جو بفضلہ تعالیٰ فیما بین حاصل ہے۔ آپ کی طرف سے اپنے لیے خصوصی مراعات کا طالب ہے۔

دعا گو، فقیر مارہرہ

آل مصطفیٰ قادری برکاتی

خطیب جامع مسجد کھڑک ۴۴، بمبئی ۹

☆ صدقہ جاریہ کے لیے ملک العلماء نے بیسیوں بلاد و مقامات کے اوقات صوم و صلاۃ مرتب کر دیے تھے۔ وہ مدرسے سے کسی مستعد طالب علم کو بلا لیتے، اس سے مؤذن الاوقات کی نقلیں تیار کراتے، ہندسوں سے اغلاط کے باعث بار بار ورق بدلنے ہوتے، ان کی اجرت، کاغذ اور محصول وغیرہ میں پچیس تیس روپے خرچ ہو جاتے تھے۔

آٹھواں مکتوب:

۱۳۷۰ھ کے ایک مکتوب میں بھی حضرت سید میاں قدس سرہ کا علم توقیت کے تعلق سے مفصل استفسار ملتا ہے۔ حضرت سید العلماء تحریر فرماتے ہیں۔

مسجد کھڑک ۴۴، بمبئی ۹ ۷۸۶/۹۲

مولانا المکرم زید مجدہم۔ السلام علیکم ورحمۃ و برکاتہ

مراج گرامی!

شرمندہ ہوں کہ ایک عرصہ کے بعد دعا نامہ حاضر کر رہا ہوں۔ مبلغ ۳۰ کا حقیر ہدیہ حاضر خدمت ہے۔ اور آج ہی بک پوسٹ سے سروے آف انڈیا کو صوبہ بمبئی کا کیٹلاگ بھی

رمضان المبارک میں تقسیم کر سکے۔

نقشے رجسٹرڈ پارسل سے مع کیٹلاگ اور نقشہ طُلوع وغروب واپس فرمائے جائیں۔
حضرت خال محترم تاج العلماء ظہیم الاقدس تقریباً ڈیڑھ ماہ سے انھیں اطراف میں تشریف فرما ہیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ شنبہ کو خانقاہ شریف واپس ہو رہے ہیں۔

ملاحظہ: فقیر کو جواب دیتے وقت اگر یہ عریضہ پیش نظر رہے تو انسب۔ والسلام مع الاکرام۔
فقیر مارہرہ، آل مصطفیٰ قادری برکاتی نوری

خطیب جامع مسجد کھڑک ۴۴/۲۰ ڈون تاڑا سٹریٹ بمبئی ۹ شب پنج شنبہ
۵/۱۳۷۰ رجب المرجب ۱۳۷۰ھ

نواں مکتوب:

حضرت سید العلماء کی فرمائش پر حضرت ملک العلماء نے بمبئی کا مؤذن الاوقات بھی مرتب فرمایا اور پھر اسے حضرت سید العلماء کی خدمت میں بمبئی روانہ کیا۔ ان چیزوں کی وصول یابی کی اطلاع دیتے ہوئے حضرت سید العلماء تحریر فرماتے ہیں:

کھڑک ۴۴، بمبئی ۹ ۷۸۶

ذوالمجد والکرم مولانا اختر مزید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ مزاج گرامی!

قبل ازیں آں جناب کا فرستادہ پیکٹ نظام الاوقات بمبئی محفوظ حالت میں اور پھر ایک کارڈ ہم دست ہوا۔ آپ کی تکلیف فرمائی اور کرم نمائی کا شکریہ فجزاک المولیٰ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اس دوران فقیر حد درجہ مصروف رہا پھر محرم شریف شروع ہو گیا اور فقیر کی مصروفیت مزید بڑھ گئی۔ خبثاء و دیانہ کا یہاں بہت زور ہے اور اہل سنت کی کوئی تنظیم نہیں۔ فانا للمولیٰ تعالیٰ وانا الیہ راجعون و حسبنا ربنا المولیٰ تعالیٰ و نعم الوکیل۔ یہی وجہ تاخیر جواب کے ہوئے۔ رسالہ مؤذن الاوقات کی طبع و اشاعت کا سامان کر رہا ہوں۔ مولیٰ عزوجل جلد از جلد پورا فرمائے۔ آمین!

رویت ہلال والا فتویٰ میں نے کارڈ پر خانقاہ عمادیہ روانہ کر دیا تھا اور حضرت خال محترم مدظلہم الاقدس سے دریافت پر بھی معلوم ہوا کہ انھوں نے بھی وہیں روانہ فرما دیا اور اب غالباً رسالہ ”اہل سنت کی آواز“ میں مطبوع بھی پہنچا ہو۔

قمری تاریخیں معلوم کرنے کا کوئی قاعدہ شاید آپ نے کسی مؤذن الاوقات میں عرصہ ہوا طبع فرمایا تھا۔ تکلیف نہ ہو تو نقل فرما کر روانہ فرما دیجیے۔ والسلام مع الاکرام
فقیر قادری آل مصطفیٰ نوری

دسواں مکتوب:

حضرت سید العلماء کے پہلے مکتوب میں آپ کی علالت کی اطلاع تھی جو حضرت ملک العلماء کے لیے باعث تشویش ثابت ہوئی۔ آپ نے فوراً حضرت سید العلماء کی خدمت بابرکت میں عیادت نامہ ارسال فرمایا۔ حضرت سید العلماء جوابی مکتوب میں رقم طراز ہیں:

عید مبارک بمبئی ۹، مسجد کھڑک ۴۴ ۷۸۶/۹۲

السلام علیکم ورحمۃ وبرکاتہ

آج بعد انتظار گرامی نامہ جناب کا شرف جواب ہوا۔ آپ کی کرم فرمائی کے لیے ہدیہ امتنان ہے۔

فقیر کے پاؤں کا زخم ابھی مل نہیں ہوا، جس کے باعث چلنا پھرنا ممنوع ہے۔ گورخم بفضلہ تعالیٰ مائل باند مال ضرور ہے۔ مولاعزوجل سے جناب والا بھی دعا فرمادیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ فقیر خود بعد اند مال جراحت اندکس مطلوب اور ہدیہ نذر فقیر جلد از جلد حاضر خدمت کرے گا۔

فقیر کے اوپر کرم فرمانے والے ایک صاحب ہیں جو پٹنہ میں بھی کافی رہ چکے ہیں۔ نام تو ہاشم عبدالکریم ہے، مگر آپ کے اطراف میں سیٹھ صاحب کے نام سے مشہور رہ چکے ہیں۔ یہ صاحب اکثر فقیر کے ساتھ ہم جلیس رہتے ہیں۔ جناب والا کے تذکرے پر معلوم ہوا کہ آپ سے بھی نیاز حاصل ہے۔ لہذا یہ ناکید اپنا سلام مسنون آپ کو تحریر فرمانے کے لیے فرمائش کر گئے ہیں۔ ان کا سلام مسنون قبول فرمائیے۔ والسلام مع الاکرام

فقیر قادری آل مصطفیٰ نوری

۱۲/ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ دو شنبہ مبارک (۳۰)

ان مکاتیب سے حضرت ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری اور سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے بہتر تعلقات پر روشنی پڑتی ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگوں نے بلا تکلف باہم افادہ و استفادہ کیا ہے جو ہم سب کے لیے قابل تقلید نمونہ عمل ہے۔

گیارہواں مکتوب:

یہ مکتوب حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے اکلوتے صاحب زادے حضرت نظمی میاں دام ظلہ العالی کے نام تحریر فرمایا ہے جب وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے لیے تشریف لے گئے۔ یہ خط مختلف حیثیتوں سے بہت اہم اور نہایت مفید ہے۔ حضرت رقم طراز ہیں:

۴۴/۲۲ ردون تاژا اسٹریٹ ممبئی ۹ ۶/ جولائی ۱۹۶۵ء منگل

قرة العينين حسنين ادعية عافيت

لغافہ ملا، ساتھ ہی تمہارے پیارے بھائی (میرے خالو جناب عرفان احمد صدیقی) کا بھی خط مع صول ہوا۔ اور ازیں قبل ننھو بھائی (دادا حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمہ) کا گرامی نام مل چکا تھا، ان مخطوطات سے یک گونہ تسلی تو ہوئی، مگر ننھو تمہارے داخلے کی طرف سے اطمینان کلی نہیں ہوا، خدا کرے تم بہ خیر و خوبی داخلہ پا جاؤ اور پھر اس کا انجام الی آخرہ بخیر ہو۔

اب ماشاء اللہ تم خود سمجھ دار ہو، اپنی تعلیمی نوعیت اور درس کے طریقوں کے انتخاب میں بالغ نظری سے کام لو۔ ساتھ ہی اپنے پیارے بھائی سے مشورہ بھی۔

بس اب کمر ہمت باندھ کر تیار ہو جاؤ، محنت سے تم نہیں گھبراتے ہو، یہ مجھے معلوم ہے۔ اگر بورڈنگ کی زندگی ملے تو اس کے آداب پیارے بھائی سے پوچھو۔ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل جل کر رہو، مزاج میں اعتدال پیدا کرو، نہ تو ایسے چھچھورے کہ لوگ گری ہوئی نظر سے دیکھیں، نہ ایسے نک چڑھے کہ آدمی بے زار معلوم ہو، کچھ ساتھی گرے ہوئے بھی ملیں گے۔ مجھے بھی ملے تھے، مگر میں نے انہیں بھی نباہا، ان کی برائی کو نظر انداز کیا۔ اچھائی کا ساتھی رہا۔ تعلیم کے ساتھ عام قابلیت کی طرف دھیان دو، ہر ڈھیر میں سے صاف صاف چن لو، کچڑا چھوڑ دو۔

دین و مذہب کے معاملے میں بفضلہ تعالیٰ میں نے اپنے نزدیک تمہیں پہنچتے کر دیا ہے تم نے برسوں میرے ساتھ رہ کر میری تبلیغی، دینی، مذہبی کے اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں، وہ عقائد و اصول جو خانقاہ برکاتیہ کے بزرگان کرام قدست اسرار ہم سے مجھے امانت میں ملے، میں نے تمہارے حوصلے اور ضرورت کے لائق اچھی طرح تمہیں بتا دیئے، گنا دیئے ہیں، بس اس معاملے میں سنو سب کی اور رہو وہیں جس محور پر میں نے تمہیں کھڑا کر دیا ہے۔

علی گڑھ مسلم یونیورسٹی اور خود جامعہ ملیہ پر ”اسلامی جماعت“ (ابو اعلیٰ مودودی کے مسلک والی) کا غلبہ ہے۔ یونیورسٹی کی حالیہ تباہی کا خمیر ہی اس جماعت کی کارکردگی کا حقیقی ذمہ دار ہے۔ یہ جماعت وہابیت، نجدیت، غیر مقلدیت کی ذرا چکنی چپڑی تصویر ہے ان کے نزدیک تو حید خدا اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی۔ جب تک خدا کے برگزیدہ بندوں کو اپنا جیسا ناکارہ و ذلیل معمولی بشر ثابت کر کے ان کی توہین انسان کے ذہن میں مرکوز نہ کر دی جائے۔

یہی ان کے دین و مذہب کا بنیادی اصول اور مرکزی خیال ہے اور اسی ناپاک بنیاد کے خلاف تم اپنے باپ، اپنے مرشد، اپنے استاد، اپنے مجازی رب سے کافی تربیت پا چکے ہو۔ مناظرے، مباحثے کی اجازت نہیں، تم طالب علم ہو، علم ہر چیز کا حاصل کر سکتے ہو مگر عمل تمہارا وہی رہے گا، جو شاہ برکت اللہ اور حضور اچھے میاں کا تھا۔ یہ سب مجھے اس لیے لکھنا پڑا کہ اب تم خانقاہ سے باہر نکلے ہو اور باہر ہر طرح کی آب و ہوا ہے۔ مگر تم اپنی خانقاہی تربیت کو کسی قیمت پر نہیں بھلاؤ گے، ورنہ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ مجھے یہ تربیت ملی ہے کہ دین و مذہب کے معاملے میں کسی رشتے ناطے کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ اصل رشتہ اپنے آپ کا مدنی تاج دار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غلامی کا ہے۔ بدن کا کوئی حصہ اگر سڑ جائے تو میں کاٹ کر کچرے دان میں ڈال دوں گا اور یہ نہ سوچوں گا کہ خدا نخواستہ وہ میرا اکلوتا بیٹا ہے بس اس سے (زیادہ) کچھ کہنا نہیں۔ ان شاء اللہ تمہاری ضروریات کی حتی الوسع کفالت کروں گا، تم اقتصادیات کے طالب علم ہو، کفایت شعاری اور اعتدال پسندی، کو اپنا وطیرہ بناؤ۔ خوب جانتے ہو کہ اس قیامت خیز دور میں میرا معاملہ صرف توکل علی اللہ پر ہے اور میرے ذمہ کتنوں کے فرائض ہیں پھر بھی خدا نے چاہا تمہیں تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔

بس اب خط ختم کرتا ہوں، اس کو محفوظ رکھو اور وقتاً فوقتاً اس کے مطالعہ کی تجدید

العلماء سے عرض کیا۔ حضور دعا فرمائیں وہ آجائے۔ حضرت سید العلماء نے فرمایا کہ صبح کی گاڑی سے آجائے گا۔ میں اس وقت وہاں حاضر تھا، صبح جب گاڑی کی سیٹی ہوئی، اورئی کے مولوی بشیر القادری صاحب موجود تھے، ان سے فرمایا: دروازہ کھولو دیکھو وہ آگیا۔ انھوں نے دروازہ کھولا، دیکھا تو صاحب زادے دروازے پر کھڑے تھے۔ (۳۲)

(۳) مولانا بشیر احمد بشیر القادری اورئی بیان کرتے ہیں:

۱۹۵۶ء میں اورئی میں فرقہ وارانہ فساد ہو گیا۔ جس میں ہمارے اور مسلمانوں کے مکانات اور دکانیں جلادی گئیں، سب کچھ لٹ گیا تھا، ہمارے ساتھیوں کو اور اورئی کے بااثر مسلمانوں کو پولیس نے گھروں سے پکڑ پکڑ کر جیل میں بند کر دیا تھا، میری بھی پولیس کو تلاش تھی..... میں بمبئی چلا آیا، یہاں حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ کی شہرت تھی وہ اپنے وقت کے عارف باللہ، درویش کامل، قطب زمن اور روشن ضمیر بزرگ تھے۔ ان کی کرامت کا خوب چرچا تھا۔ خادم اپنے دوست عبدالقادر بابا کے ساتھ مسجد کھڑک نماز پڑھنے جاتا، سرکار کی خدمت میں اور مسجد کھڑک میں اپنا وقت گزارتا، قلب کو سکون ملتا۔ لیکن جب اورئی کی یاد آتی، کسی پولیس والے کو دیکھتا، دل گھبرانے لگتا، چہرے پر پسینہ آ جاتا، کئی بار دل میں آیا کہ اپنے حالات حضور سید العلماء کی بارگاہ میں عرض کروں مگر ہمت نہیں پڑتی، آخر دل پر جبر کر کے اٹھا اور سرکار سید العلماء کی دست بوسی و مصافحہ کیا، آنکھوں سے آنسو نکل پڑے، حضور نے فرمایا: کیوں روئے، کیا بات ہے، غلام نے اپنے حال عرض کیا، فرمایا: بیٹے! بشیر! گھبراؤ مت، اللہ پر بھروسہ رکھو، ہم نے تمہارا معاملہ حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں عرض کر دیا ہے، انشاء اللہ کچھ نہ ہوگا جاؤ۔ خادم سلام و قدم بوسی کے بعد واپس چلا آیا، مجھے ایسا لگا کہ جیسے میرے سر پر بوجھ تھا کسی نے اتار لیا، اسی وقت سے میرے دل میں ڈر، خوف ختم ہو گیا اور بمبئی میں اطمینان و سکون سے رہنے لگا۔ پولس والوں کے سامنے سیدنا کر نکل جاتا، دل یہ کہتا اب ڈرنے کی کیا بات ہے۔ حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ ہمارے ساتھ ہیں، ان کے کرم سے ہم محفوظ ہیں، ہمارا کچھ نہ ہوگا اور یہی ہوا، تقریباً چھ ماہ بعد اورئی سے اطلاع ملی کہ تمہارا نام پولیس نے جانچ میں خارج کر دیا ہے۔ سبحان اللہ کیا شان ہے سید العلماء کی، میرے آقا! تمہارے کرم کا کیا کہنا جو فرمایا وہ ہو کر رہا۔ (۳۳)

کرتے رہو، ان شاء اللہ نفع ہی اٹھاؤ گے۔

اچھا خدا حافظ اب بہ واپسی اپنے داخلہ کی خوش خبری دو، یہاں سب خیریت ہے میں نے تمہارے پیارے بھائی کے خط میں بحیرہ عرب سے مٹھی بھر مانسون بھیجا ہے جب تک ان کی خلیج بنگال سے آئے آئے، اسی سے کام چلائیں۔ والدعا، تمہارا ابا (۳۱)

اس مکتوب میں حضرت سید العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے فرزند بلند اقبال کو مزاج میں اعتدال پیدا کرنے اور اپنے مذہب پر مضبوطی کے ساتھ قائم رہنے کی تاکید فرمائی ہے، مناظرے و مباحثے کی اجازت اس لیے نہیں دی کہ اس سے حصول علم میں خلل واقع ہوگا۔ اخیر میں کفایت شعاری کا درس بھی ہے سب کو ان ہدایات پر کار بند ہونا چاہیے۔

کشف و کرامت:

کشف و کرامت، اللہ رب العزت کی جانب سے اپنے محبوب اور مخصوص بندوں کے لیے خاص عطیہ ہے، اللہ نے اس عطیہ بیش بہا سے حضرت سید العلماء کو بھی مالا مال کیا تھا۔ آپ کے دفتر فضیلت و کرامت سے چند، ناظرین کی خدمت میں پیش ہے۔ حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ رقم فرماتے ہیں:

میں خود اپنی معلومات کی روشنی میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ حضرت سید العلماء مستجاب الدعوات صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے، خود میرے اوپر بارہا ایسے افتاد پڑی کہ میں پریشان ہو گیا۔ حضرت سید العلماء سے دعا کی درخواست کی۔ حضرت نے دعا فرمائی۔ دعا کے بعد بشارت بھی دے دی تمہاری مصیبت ٹل گئی اور پھر ویسا ہی ہوا۔

(۱) بلرام پور میں دیوبندیوں نے اپنے پیسے اور حکام رسی کی کے بل بوتے پر مجھ پر اور میرے احباب پر ایک جھوٹا کیس دائر کر دیا تھا، میں سخت پریشان تھا۔ عرس قاسمی میں حاضری ہوئی، دعا کی درخواست کی، دعا فرمائی اور فرمایا: مفتی صاحب جاؤ اب آپ کا اور آپ کے ساتھیوں کا کچھ نہ ہوگا۔ سب جانتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔

(۲) کالپی شریف حاجی دین محمد صاحب کے صاحب زادے خفا ہو کر گھر سے چلے گئے تھے اور کئی دن سے لاپتہ تھے۔ رات کو بعد جلسہ حاجی دین محمد صاحب نے حضرت سید

(۴) مولانا بشیر احمد بشیر القادری اور ٹی لکھتے ہیں:

غالباً ۱۹۵۹ء کا واقعہ ہے کہ حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ شہر بمبئی میں گیا رہیں شریف کی محفل پاک کے عظیم الشان جلسے کو خطاب فرما رہے تھے ہزاروں کی تعداد میں سنی مسلمانوں کا مجمع تھا۔ حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فضائل و مناقب بیان فرما رہے تھے، عجیب نورانی سماں تھا۔ ہر شخص کیف و سرور میں مست تھا۔ حضور سید العلماء نور عرفاں کے قادری جام سے سامعین کو سیراب فرما رہے تھے۔ خادم کے دل کی عجب کیفیت تھی جو قلم بند کرنے سے قاصر ہے جلسہ گاہ میں اسی وقت خادم نے اپنے دل میں یہ طے کیا کہ ہم حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی میں داخل ہو گئے۔ کل مسجد کھڑک جا کر حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جائیں گے۔ آج سے ہمارے پیر حضور سید العلماء ہیں۔ جلسہ صلوٰۃ و سلام پر ختم ہوا، مجمع مصافحہ و دست بوسی کے لیے سرکار پر اس طرح ٹوٹ پڑا جیسے شمع پر پروانے ٹارہوتے ہیں، کافی دیر کے بعد غلام کو بھی مصافحہ دست بوسی کا شرف حاصل ہوا۔ حضور سید العلماء مسجد کھڑک تشریف لے گئے، غلام دوسرے دن حضرت سید العلماء کی بارگاہ میں مسجد کھڑک شیرینی لے کر حاضر ہوا، خادم نے حضور سے عرض کیا غلام کو داخل سلسلہ فرما کر غلامی میں قبول فرمائیں، حضور سید العلماء مسکرائے فرمایا تم تو میرے ہوشیرینی تقسیم کردو، غلام نے شیرینی تقسیم کر دی، کئی بار ایسا ہی ہوا، خادم شیرینی لے کر حاضر ہوا، سرکار سید العلماء سے بیعت کے لیے عرض کیا، حضور نے فرمایا شیرینی تقسیم کردو ہم نے حکم کے مطابق شیرینی تقسیم کر دی۔ بیعت نہیں کیا چوں کہ حضور سید العلماء اس ناچیز پر بے پناہ کرم و شفقت پوری فرماتے تھے۔ ہمیشہ غلام سے خوش رہتے تھے، اس لیے یہ پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی کہ سرکار بیعت کیوں نہیں فرماتے۔ ۱۹۶۰ء میں اچانک اور ٹی سے والدہ صاحبہ کی علالت کا ٹیلی گرام آ گیا، خادم اور ٹی چلا آیا، حضور سے بیعت نہ ہونے کا دل پر اثر و نفوس تھا غلام کو معلوم ہوا کہ ۱۹۶۳ء میں حضور سید العلماء جھانسی تشریف لا رہے ہیں یہ مسرت انگیز خبر سن کر بہت خوشی ہوئی اور وہ مبارک دن آ گیا، حضور جھانسی تشریف لے آئے، خادم اپنے دوست جناب الہ دین رضوی کے ساتھ جھانسی، پہنچا حضور کا قیام جناب مشتاق احمد رضوی صاحب کے مکان پر تھا، حضور کی قیام گاہ پر پہنچا، حضور پلنگ پر آرام فرما رہے تھے، خادم سلام قدم بوسی عرض کر کے بیٹھ گیا اور پیر

دائیں لگا حضور نے سلام کا جواب عطا فرمایا مگر غلام پر نظر التفات نہ فرمائی، خاموش لیٹے رہے، میری آنکھوں سے آنسو نکل کر حضور کے قدم مبارک پر گر گئے۔ سرکار نے فرمایا کیوں روئے؟ ہم نے عرض کیا حضور غلام سے ناراض ہیں کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف فرمائیں فرمایا بشیر! میں نے کہا جی، فرمایا ماشاء اللہ چوکھٹ شاندار ہے اس میں گھسنے میں دیر لگی تمہارے چہرے پر داڑھی ماشاء اللہ اچھی لگ رہی ہے کیوں کہ ہم نے بمبئی سے اور ٹی آ کر داڑھی رکھ لی تھی اسی لیے حضور نے فرمایا کہ چوکھٹ بہت اچھی شاندار ہے اب کیا تھا سرکار نے غلام پر کرم کی بارش فرمائی۔ سارے غم دور ہو گئے خوشی میں جھوم اٹھا خادم نے حضور سید العلماء سے عرض کیا سرکار غلام کو بیعت کر لیں فرمایا شیرینی لاؤ غلام فوراً شیرینی لے کر حاضر ہو گیا نماز عصر کی اذان ہو گئی۔ خادم نے اور جناب الہ دین صاحب رضوی اور بھی جو حضرات موجود تھے سب نے سرکار کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد دعا کے وقت میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ کتنا اچھا ہو کہ حضور تاجدار اہل سنت سرکار سیدی مفتی اعظم ہند رضی اللہ عنہ سے بیعت ہو جاؤں۔ ادھر سرکار سید العلماء دعا فرما کر خاموش پلنگ پر لیٹ گئے۔ ہم نے سوچا شیرینی لے آئے ہو ایک بار عرض کر لو خادم نے عرض کیا حضور غلام کو بیعت فرمائیں بس یہ کہنا تھا کہ برجستہ حضور سید العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا حضور مفتی اعظم ہند تو میرے بھی بزرگ مقتداے پیشوا ہیں تم ان سے بیعت ہو جانا، حضور کا یہ فرمان تھا کہ مجھ پر بجلی سی گر گئی دل تڑپ گیا فوراً قدموں پر گر پڑا عرض کیا حضور دل تو سرکار کو نذر کر چکا ہوں، گردن میں حضور کی غلامی کا پٹہ ہے یہ تو صرف دل میں خیال آ گیا تھا حضور سے غلام کال حال پوشیدہ نہیں ہے، سرکار کرم فرما کر غلامی میں غلام کو داخل فرمائیں فرمایا سنو بیٹے بشیر! شیرینی تقسیم کر دو میرا چہرہ ادا اس ہو گیا، دل بیٹھنے لگا، سرکار نے نگاہ کرم فرمائی۔ فرمایا سنو بمبئی میں پانچ سال قبل فقیر گیا رہا ہوں شریف کی محفل میں وعظ کر رہا تھا اس وقت تم نے اپنے دل میں ارادہ کیا تھا کہ ہم حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی غلامی میں داخل ہو گئے مجھ سے بیعت ہو گئے، ہم نے عرض کیا جی، حضور نے سچ فرمایا فقیر نے اس وقت تم کو داخل سلسلہ کر لیا تھا اب رہا رسم بیعت، وہ اور ٹی فقیر آئے گا اس وقت کر لوں گا۔ مسکرا کر فرمایا شیرینی تقسیم کردو، ۱۹۶۵ء میں حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ اور ٹی تشریف لائے اور غلام اور اور ٹی کے بہت سے حضرات کو داخل سلسلہ فرمایا اور

حضور سید العلماء رضی اللہ عنہ اپنے جد اعلیٰ حضور سرکار سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے مظہر سچے جانشین تھے اپنے وقت کے قطب تھے ان کی نگاہ ولایت کا یہ عالم تھا کہ نگاہ مجمع عام محفل وعظ میں سامعین کے قلوب پر رہتی اور سب کے حالات سے مطلع و واقف رہتے تھے۔ (۳۴)

(۵) مولانا بشیر احمد بشیر القادری اور فی بیان فرماتے ہیں:

۱۹۶۵ء سے پہلے کا واقعہ ہے کہ سرکار سید العلماء اور فی تشریف لائے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب اور فی کے مال دار وہابی ضلع کے اعلیٰ حکام سے لے کر دہلی تک سیاست میں چھائے ہوئے تھے۔ اپنے رسوخ سے بھرپور طاقت صرف کر کے سنی علمائے کرام کی تقاریر نہیں ہونے دیتے تھے۔ حضور کی آمد پر یہی ہوا۔ وہابیوں نے حکام سے کہہ کر پابندی لگوادی اور دفعہ ۱۴۲ نافذ کرادیا۔ پریشن کسی طرح حکام نہیں دے رہے تھے یہ خادم گھبرا گیا۔ پریشن نہیں مل رہا ہے اب کیا ہوگا۔ خادم نے حضور سید العلماء کی بارگاہ میں عرض کیا حضور پریشن نہیں مل رہا ہے۔ حضور سید العلماء نے فرمایا گھبرانے کی بات نہیں ہے فقیر کا جہاں قیام ہے یہیں جلسہ ہوگا۔ فقیر کی زبان پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا۔ میرا چہرہ اداس دیکھ کر فرمایا بیٹے! فکر مت کرو پریشن انشاء اللہ مل جائے گا۔ میں دل میں سوچنے لگا یا اللہ کیسے مل جائے گا ڈی ایم نے درخواست رد کردی ہے، چوں کہ سرکار سید العلماء کی آمد، جلسہ کا اعلان، پوسٹروں، اخباروں کے ذریعہ ہو چکا تھا جناب شوق صاحب پانڈے جو ٹریجری آفیسر تھے انھوں نے حضور کی آمد کا اعلان اشتہار میں پڑھ کر خادم کو بلوایا۔ پوچھا کہ حضور سید میاں صاحب کب تشریف لا رہے ہیں؟ ہم نے جواب دیا حضور تشریف لے آئے اور فلاں جگہ قیام ہے۔ ٹریجری آفیسر شوق صاحب اپنے ہمراہ جناب ڈی ایم صاحب کو لے کر ملاقات کے لیے حضور کی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ شوق صاحب نے سلام آداب عرض کیا، سرکار نے جواب سلام کا نہ دیا مگر شوق صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہو گئے۔ فرمایا شوق صاحب! آپ اور فی کب آئے جواب عرض کیا حضور خادم کا عرس نوری کے بعد ٹرانسفر اور فی ہو گیا۔ ایک ہفتہ ہوا ہے حضور سید العلماء کی بارگاہ میں نہایت ادب کے ساتھ شوق صاحب نے عرض کیا: حضور یہ حاکم اعلیٰ ڈی ایم صاحب ہیں۔ حضور کی بارگاہ میں کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہیے کیا کہنا ہے؟ ڈی ایم صاحب نے عرض کیا حضور کو

سب کچھ معلوم ہے کہ میری اور یہاں کی منسٹر شرما جی سے کشیدگی ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ میرے خلاف جانچ انکوائری چل رہی ہے۔ ہم بہت پریشان ہیں۔ بابا آپ کی کرپا ہو جائے۔ ہماری جانچ انکوائری ختم ہو جائے۔ حضور سید العلماء نے فرمایا ڈی ایم صاحب! آپ دفعہ ۱۴۲ ختم کیجیے۔ جلسہ کا پریشن بشیر کو تحریری دیجیے۔ آپ ہمارا کام کیجیے ہم آپ کے لیے دعا کریں گے، آپ کا کام ہو جائے گا اور شرط یہ ہے کہ جلسہ کا پریشن آج ابھی چاہیے کیوں کہ جلسہ رات میں ہونا ہے۔ شوق صاحب نے ڈی ایم صاحب سے کہا سرفوراً ہاں کیجیے آپ کا بگڑا کام بن جائے گا۔ ڈی ایم نے واپس جا کر فوراً جلسہ کا پریشن اس خادم کو بلوا کر دیا۔ خادم نے حضور کی بارگاہ میں عرض کیا سرکار پریشن مل گیا۔ ڈی ایم صاحب نے بلوا کر یہ کاپی دی ہے۔ فرمایا جاؤ جلسہ کا اعلان انتظام کرو۔ شب میں عظیم الشان جلسہ ہوا۔ وہابی حیران و پریشان تھے یہ کیا ہوا اور کیسے ہوا حضور سید العلماء کی بارگاہ میں تیسرے دن شوق صاحب ڈی ایم صاحب کو لے کر پھر حاضر ہوئے۔ حضور مسکرائے۔ فرمایا کہیے ڈی ایم صاحب کیا حال ہے ڈی ایم صاحب نے عرض کیا۔ بابا لکھنؤ سے آڈر آ گیا ہے کہ ہماری جانچ انکوائری کینسل کر دی گئی ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود

گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود (۳۵)

(۶) مولانا بشیر احمد بشیر القادری اور فی رقم طراز ہیں:

حضور سید العلماء رحمۃ اللہ علیہ جب ۱۹۶۶ء میں اور فی تشریف لائے دارالعلوم برکات محمدیہ کا سالانہ جلسہ تھا۔ چیت کی فصل کٹ رہی تھی۔ باہر کے مہمانوں کے آنے کی امید کم تھی۔ لہذا کھانا کم بنوایا تھا مگر مہمان بکثرت آ گئے۔ میں بہت پریشان تھا کہ اب کیا ہوگا؟ میری پریشانی کو دیکھ کر حضور نے فرمایا بیٹا! کیا بات ہے عرض کیا سرکار مہمان زیادہ ہیں کھانا کم بنوایا ہے۔ جلسہ کا وقت شروع ہونے کا ہے۔ اتنی جلدی کھانا بن نہیں سکتا، سمجھ میں نہیں آ رہا ہے کیا کروں؟ فرمایا گھبرانے کی کیا بات ہے، جاؤ کھانے پر چادر ڈال دو، دیکھنا مت۔ کھانا کھانا شروع کر دو، خادم نے کھانا کھانا شروع کر دیا، واللہ سارے مہمان کھا گئے، ہم خوش خوش سرکار کی بارگاہ میں حاضر ہوئے حضور نے پوچھا سب مہمان کھا چکے،

- (۲) یاد حسن، ص: ۸۰، ۸۱، از: سید محمد اشرف قادری برکاتی، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ شریف
- (۳) سیدین نمبر، ص: ۴۷۳، مضمون حضرت حسنین میاں برکاتی نظمیں
- (۴) سیدین نمبر، ص: ۴۷۳، ۴۷۴، مضمون حضرت نظمیں میاں
- (۵) مقالات شارح بخاری، ج: ۳، ص: ۱۸۹-۱۹۱
- (۶) سیدین نمبر، ص: ۴۷۵، مضمون حضرت نظمیں میاں
- (۷) مقالات شارح بخاری، ج: ۳، ص: ۱۹۲، دائرۃ البرکات گھوسی
- (۸) سیدین نمبر، اشرفیہ، ص: ۲۷۴-۲۷۷
- (۹) سیدین نمبر، اشرفیہ، ص: ۲۸۵، ۲۸۶، مضمون حضرت نظمیں میاں (قدرے اختصار کے ساتھ)
- (۱۰) مقالات شارح بخاری، ج: ۳، ص: ۱۹۲-۱۹۴
- (۱۱) مقالات شارح بخاری، ج: ۳، ص: ۱۹۴، ۱۹۵
- (۱۲) رئیس القلم نمبر، ماہ نامہ جام نور، مجریہ: جون، جولائی، اگست ۲۰۰۲ء، ص: ۱۸۹-۱۹۱
- (۱۳) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۶۹-۶۷۱
- (۱۴) جہان مفتی اعظم، ص: ۲۲۴
- (۱۵) مقالات شارح بخاری، ج: ۳، ص: ۱۸۴، ۱۸۵
- (۱۶) رئیس القلم نمبر، ص: ۱۹۴، ماہ نامہ جام نور دہلی
- (۱۷) مقالات شارح بخاری، ج: ۳، ص: ۱۹۹، ۲۰۰
- (۱۸) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۵۰۲-۵۰۴
- (۱۹) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۵۱۳
- (۲۰) سیدین نمبر، ص: ۵۱۳، ۵۱۴
- (۲۱) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۵۹۸-۶۱۵
- (۲۲) سیدین نمبر، ص: ۵۰۰-۵۰۵، مضمون نظمیں میاں مدظلہ العالی
- (۲۳) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۶۳-۶۶۶
- (۲۴) سیدین نمبر، ص: ۶۷۵

میں نے کہا جی۔ حضور نے فرمایا جاؤ چادر ہٹا کر دیکھو کتنا کھانا ہے اب ہم نے چادر اٹھا کر دیکھا تو آدھا کھانا موجود تھا خادم نے کل دس کلو گوشت اور بیس کلو آٹے کی روٹی بنوائی تھی جس میں تقریباً تین سو حضرات نے کھانا خوب سیر ہو کر کھایا اور آدھا بچ رہا۔ کیوں نہ ہو شاہ برکت اللہ کی برکتیں ہیں ان کے ہاتھ میں۔ (۳۶)

وفات حسرت آیات:

حضرت سید العلماء کی وفات ۱۱۰ اور ۱۱۱ جمادی الآخرہ ۱۳۹۴ھ کی درمیانی شب ۱۱ بج کر ۴۰ منٹ بروز دوشنبہ ہوئی۔ وصال کے وقت حضرت سید العلماء کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ خانقاہ عالیہ برکاتیا مارہرہ شریف میں آپ کی آخری آرام گاہ ہے۔

حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی حضرت سید العلماء علیہ الرحمہ کے وصال کے بعد حضرت سیدی مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں علیہ الرحمہ حضور حافظ ملت کے قلوب پر ہونے والے گہرے صدمے کی کیفیت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

”آپ کے وصال کی خبر سے پورے ہندوستان میں تہلکہ مچ گیا۔ جب یہ اندوہ ناک خبر بذریعہ تار اشرفیہ پہنچی تو فوراً حافظ ملت نے تعزیت و ایصال ثواب کا اجلاس طلب فرمایا اور مجھے اس سلسلہ میں تقریر کا حکم دیا۔ پھر حضرت نے عالم رقت میں فرمایا: سید العلماء علیہ الرحمہ کا الجامعۃ الاشرفیہ پر بہت بڑا احسان ہے۔ حضور سید مفتی اعظم ہند قبلہ اس دور میں بستر علالت پر اکثر عالم محویت میں ہوتے، شاید آپ کو حضرت سید العلماء کی رحلت کی خبر شدت مرض کی بنیاد پر نہ دی گئی۔ ایک روز جب آپ کو باہر دارالافتا میں لایا گیا تو آپ کی نظر ایک پر شکوہ پوسٹر پر پڑی۔ عنوان تھا: ”عرس چہلم سید العلماء“ آپ پر رقت طاری ہو گئی فرمایا: آہ! یہ بھی رحلت فرما گئے، اور فوراً فاتحہ خوانی فرمائی۔“ (۳۷)

مآخذ و مراجع

- (۱) یاد حسن، ص: ۸۰-۸۱، از: سید محمد اشرف قادری برکاتی، دارالاشاعت برکاتی، مارہرہ شریف



سید محمد اشرف قادری برکاتی

نگاہِ چشم تصور نے لی ہے انگڑائی
 کہ یادِ سید مارہرہ بے طرح آئی
 کسی کے چہرہ زیبا کی جلوہ آرائی
 ریاضِ روح سے خوشبو گلاب کی آئی
 ہماری آنکھ ہے اس شکل کی تمنائی
 کہ جس کے جلوے سے بڑھتی ہے دل کی مینائی
 ہمارے نخلِ تمنا پہ پھر ثمر آیا
 کہ ان کی یاد کی چلنے لگی ہے پڑوائی
 خطیب و حافظ و عالم، طیبِ روح و بدن
 اس ایک ذات میں کتنے ہنر کی سنوائی
 جمال دیکھا تو پہروں انہیں کو تکتے رہے
 جلال دیکھا تو پھر آنکھ ہی نہ اٹھ پائی
 خطاب ایسا کہ چاہیں تو شب کو صبح کریں
 نموش ہوویں تو عالم میں جیسے تنہائی
 کسی کو ہاتھ سے نسخہ علاج کا لکھا
 کسی کو صرف تبسم سے دی مسیحا
 وہ اپنے حجرہ کم جا میں خوش رہے واللہ
 وہی تھا قصر بھی ان کا، وہی تھی انگنائی

- (۲۵) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۷۷، ۶۷۸
 (۲۶) سیدین نمبر، ص: ۶۷۷
 (۲۷) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۷۹
 (۲۸) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۸۰، ۶۸۱
 (۲۹) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۸۱، ۶۸۲
 (۳۰) ملک العلماء، ص: ۹۳-۹۸
 (۳۱) سیدین نمبر، ص: ۵۱۶-۵۱۸
 (۳۲) مقالات شارح بخاری، ج: ۳، ص: ۱۸۶، ۱۸۷
 (۳۳) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۷۸-۶۸۰
 (۳۴) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۸۳-۶۸۵
 (۳۵) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۸۵، ۶۸۶
 (۳۶) سیدین نمبر، ماہ نامہ اشرفیہ، ص: ۶۸۶، ۶۸۷
 (۳۷) سیدین نمبر، ص: ۳۴، ۳۵



ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی

نور بزم عشق رسالت سید العلماء زندہ باد
 آپ کے سر پہ تاج ولایت سید العلماء زندہ باد
 آل نبی اولاد علی ہیں غوث کے پیارے رب کے ولی
 آپ ہیں مارہرہ کی زینت سید العلماء زندہ باد
 آخری دم تک روح رواں اور صدر معظم آپ رہے
 کہتی ہے یہ سنی جماعت سید العلماء زندہ باد
 کہتے ہیں سارے برکاتی ہم بھول نہ پائے آج تلک
 ان کی خطابت ان کی امامت سید العلماء زندہ باد
 وقف کیا تن من دھن دیں پراچھے ستھرے رہبر نے
 شارح مسلک اعلیٰ حضرت سید العلماء زندہ باد
 احمد کے سر پر رکھ دیں گے انشاء اللہ نانا جان
 دست شفقت روز قیامت سید العلماء زندہ باد

شفا شریف تھی رحلت کے وقت سینے پر
 اسی سے جانچ لو ایمان کی توانائی
 قرآن سینے کے اندر، حدیث سینے پر
 وفات آئی تو کس اہتمام سے آئی
 جناب سید العلماء و احسن العلماء
 مثال دیتے ہیں سب، ہوں تو ایسے ہوں بھائی
 حسن سے ان کی محبت کا ایسا عالم تھا
 کہ درد ان کے اٹھے، آنکھ ان کی بھر آئی
 نظر میں پھر گئی شکل جمیل سید کی
 روئے قبر کسی نے ذرا جو سرکائی
 ہزار زیت کے غم تھے، میں شعر کیا کہتا
 کرم تھا ان کا جو یہ منقبت بھی لکھ پائی
 کرم خدا کا اور اس کے رسول کا صدقہ
 کہ آج عرس میں بارش بھی خوب برسائی

ابھی بھی یاد ہے اشرف کرم کا وہ منظر
 خلیفہ کر کے مٹھائی بھی خود ہی منگوائی
 ☆☆☆

حقیقی کامیابی کا راز

حضرت احسن العلماء قدس سرہ

دنیا کا ہر فرد اور ہر قوم اپنی اپنی جگہ اسی ادھیڑ بن میں ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ ترقی اور بڑی سے بڑی کامیابی کی منازل کیوں نہ طے کرے۔ حکومتیں، سلطنتیں، ان کے اعیان و ارکان بھی جب آپس میں سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں تو ان کے پیش نظر بھی یہی ہوتا ہے کہ آخر وہ کون کون سے راستے اور کیا کیا طریقے ہیں جن پر ہم عمل کرنے کے بعد اپنی حکومتوں اور سلطنتوں کو کامیابی و ترقی کے راستوں پر لاکھڑا کریں۔ ایک بچہ جو ابھی اپنے ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے اور اس کا عالم نہایت ضعیفی اور کمزوری کا ہے، وہ ابھی اپنے کھانے پینے، چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے کسی پر قادر نہیں۔ نہ ابھی وہ دنیا کے نشیب و فراز کے سوچنے سمجھنے کی قوت رکھتا ہے مگر ترقی اور کامیابی کا جذبہ جو فطری و دیعت ہے، اسے بھی اور نہیں تو پیدا ہونے کے ساتھ ماں کا دودھ پینا تو سکھا ہی دیتا ہے اور پھر اس بچہ کے والدین اپنے تمام آرام و راحت کو تنج کر محض اس لیے کہ یہ کمزور اور ننھی منی جان بھی کسی وقت ایک کامیاب اور ترقی یافتہ ہستی بن سکے، اپنے امکان بھر تمام قوتیں اس کی غور و پرداخت، تعلیم و تربیت پر صرف کر دیتے ہیں اور آخر کار ایک ایسا وقت آتا ہے کہ یہی بچہ جو کل اپنے کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے پر بھی قادر نہیں تھا، آج ایک تعلیم یافتہ نوجوان، عالم حکیم کی شکل میں دنیا والوں کے سامنے آتا ہے اور اپنے علوم و حکمت سے ایک جہاں کو فیض یاب کرتا ہے۔ ایک ننھی سی جڑ جو ابھی ابھی باغ میں پھوٹی ہے، اس وقت نہایت کمزور اور غیر مستقل حیثیت رکھتی ہے اور اس وقت کسی کو اپنے کسی جز سے فائدہ پہنچانے پر قادر نہیں ہے۔ لیکن باغ کا مالی اس ننھی سی جان کی گہت اور حفاظت کرتا ہے، اس کو سایہ میں رکھتا ہے، دھوپ اور گرمی سے بچاتا ہے، پانی کے وقت پانی دیتا ہے اور اس کے علاوہ جو چیز نیاں اس ننھی سی جان کی اس دنیوی حیات و بقا کے لیے ضروری

ہیں، مالی اپنے امکان بھران کی تکمیل سے گریز نہیں کرتا۔ چنانچہ ایک دن ایسا آتا ہے کہ ہم اور آپ اسی ننھی سی جان کو جو کل اپنے وجود کو ایک چھوٹی سی تتلی کے حملہ سے بھی بچا پانے پر قادر نہ تھی، آج ایک عظیم الشان سرسبز پھولے پھلے درخت کی شکل میں دیکھتے ہیں، جس کا اب یہ عالم ہے کہ ایک عظیم الشان جشہ ذی روح بھی ایک مرتبہ اس سے ٹکرا جائے تو اس کا کچھ نہ بگاڑ سکے اور اب اس کے پھول پھل لکڑی اور سایہ سے کسی نہ کسی وقت، کسی نہ کسی صورت میں ہم اور آپ مستفیض ہوتے ہیں۔ مالی نے اس ننھی سی جان کی حفاظت اور گہت کیوں کی؟ یہ اس لیے کہ اس ننھی سی جان کی پرورش اور حفاظت میں اس کی ایک مالی کی حیثیت سے اپنی کامیابی اور ترقی مضمر تھی۔

میری اس تقریر سے واضح ہوا کہ بنی نوع انسان کا ہر فرد اور افراد سے مل کر ہر جماعت بجائے خود اپنی کامیابی و ترقی کے اسباب سوچا کرتے ہیں۔ ترقی اور کامیابی کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ ہر اس چیز سے جو اس راہ میں آڑے آئے، اجتناب اور اس کی ہر مدد و معاون شے کو اختیار کرنا چاہیے۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ ہر شخص اپنی اس فانی زندگی کے لیے اس فانی عالم میں کامیابی اور ترقی کے ذرائع و وسائل سوچا کرتا ہے تو لامحالہ ایک مسلمان کو جس کا ایمان اس فانی دنیا اور اس کی چند روزہ زندگی کے علاوہ ایک اور ابدی عالم اور اس کی دائمی حیات پر ہے۔ اس عالم کی دائمی زندگی کے لیے بھی (جس سے ہر ایک شخص کو ضرورتاً دوچار ہونا ہے) ترقی اور کامیابی کے ذرائع اور وسائل سوچ کر اسی دارالعمل میں ان پر عمل کر لینا پڑے گا۔ رب تبارک و تعالیٰ نے اس اخروی عالم میں بندوں کو کامیابی اور ترقی کے اصول کی تعلیم کے لیے اپنے نیک اور معصوم و مقدس بندوں کو، جنہیں ہم اور آپ شرعی دینی زبان میں حضرات انبیاء کرام و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نام سے یاد کیا کرتے ہیں، مبعوث فرمایا اور انھوں نے اپنی اپنی قوموں کے سامنے وہ اصول پیش کئے اور بتایا کہ اخروی زندگی جو ہمیشہ ہمیش کے لیے ہے، اس میں ترقی اور کامیابی انھیں اصول پر جو ہم تم کو تعلیم کر رہے ہیں، عمل کرنے کے بعد حاصل ہوگی اور یہ ایسے مبارک اصول ہیں کہ ان پر عمل کرنے کے بعد اخروی کامیابی کے ساتھ دنیوی ترقی اور کامیابی کے دروازے بھی تمہارے لیے کھلے ہوئے ہیں۔ مگر نافرمانوں اور سرکشوں نے نفس و شیطان کے ورغلانے سے ان ربانی حقانی اصول کے

سے جو کے ستو۔ صرف ایک گھوڑا یا زیادہ سے زیادہ تین ستر (اونٹ) زر ہیں اور ۸ تلواریں لے کر غازیان اسلام دو جہاں کے آقا و مولیٰ کے ہم رکاب، اعدائے دین کے مقابلہ کے لیے بڑھے ہیں اور اس شان سے کہ اکثر حضرات کے پاس تو لڑنے کے لیے لوہے کا کوئی ہتھیار سرے سے تھا ہی نہیں۔ کسی کے پاس درخت خرما کی شاخ تھی اور کسی کے پاس کسی دوسرے درخت کی لکڑی اور مقابلہ اپنوں سے چند در چند زائد سے تھا، جو دنیوی سر و سامان کے لحاظ سے بہت زائد مضبوط اور طاقتور تھے اور دنیاوی لحاظ سے ہر طرح آسودہ۔ پھر آپ کو معلوم ہے کہ سرفروشان اسلام کی اس طاہری بے سرو سامانی اور قلت تعداد کے باوجود میدان کس کے ہاتھ رہا۔ انھیں مجبین و مطیعین خدا اور رسول کے مقدس ہاتھوں میں جنھوں نے اپنی مقدس جانوں کو اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کے لیے وقف کر دیا تھا۔ ان کا وجود فنا ہو چکا تھا اور اس کی جگہ محبت و اطاعت قائم ہو چکی تھی خدا اور رسول کی جل و علا و علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ چونکہ وہ غرق بحر محبت و اطاعت خدا اور رسول تھے۔ ان کی فتح و نصرت کے لیے اس معصوم و مقدس ذات نے اپنے رب کی بارگاہ میں یوں عرض کیا تھا کہ اے اللہ یہ ننگے ہیں، ان کو کپڑے دے۔ یہ بھوکے ہیں، ان کو سیر فرما دے۔ یہ پیادے ہیں، انھیں سواری دے۔ یہ فقیر ہیں، انھیں غنی کر دے اور اے خالق و مالک! تیرا رسول یہ چھوٹا سا بظاہر شکستہ حال، بے پروا بال گروہ لے کر تیرے اعداء کے مقابل تیری رضا کے حصول کے لیے آیا ہے۔ اگر آج اپنی شان بے نیازی سے تو نے ان کو ہلاک فرما دیا تو اے دو جہان کے مالک! زمین میں پھر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔ اس دعا کا نتیجہ دنیا میں بھی یہ ہوا کہ جب فتح ہوئی اور مجاہدین واپس ہوئے تو ہر ایک شخص بجائے خود ہر اعتبار سے نہایت آسودہ حال تھا۔ یہی وہ مقدس گروہ تھا کہ جب اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت میں سرفروشی کے لیے میدان میں حاضر ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نورانی معصوم ملائکہ کو ان کی مدد کے لیے بھیجا تھا اور انھوں نے اس گروہ کے ساتھ مل کر کفار و مشرکین سے قتال و جدال کیا تھا۔ اس مقدس گروہ کے حق میں آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی احادیث بہت وارد ہیں۔ من جملہ ان کے ایک یہ ہے کہ ”ان الله قد اطلع على اهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غفرت لكم“ ”فی روایة فقد و جبت لكم الجنة۔“ ”یعنی بے شک اللہ

مقابل اپنی جھوٹی کھوٹی عقل سے کچھ اصول گڑھے اور ان پر عمل کیا۔ آخرت میں تو جو سزا اس کی وہ نافرمان پائیں گے، پائیں گے، ہی مگر اس دنیا میں بھی جو سزا انھیں ملی، ار باب سیر و تاریخ اس سے ناواقف نہیں۔ جب عالم میں روز بروز تاریکی بڑھتی گئی اور لوگ خالق کے بتائے ہوئے اصول و قواعد سے روگردان ہوتے گئے، تب رب تبارک و تعالیٰ کے دریائے رحمت میں پھر جوش آیا۔ اور اس نے اس مرتبہ سرداران نبیاء و مرسلین، خاتم النبیین اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم کو اپنا نائب کل و خلیفہ مطلق بنا کر اس عالم میں مبعوث فرمایا۔ اس مقدس ذات نے قوم کو دعوت تو حید دی اور انھیں وہ سب کچھ اور اس سے بہت زائد علوم معرفت و حکمت بتائے، سکھائے جو اگلے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام نے بتائے سکھائے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ اخروی زندگی کی کامیابی و ترقی کی ایک اصل عظیم بھی انھیں تعلیم فرمائی اور وہ تھی الحب لله و البغض لله یعنی اللہ و رسول کے لیے ان سے اور ان کے پیاروں سے محبت اور انھیں کی رضا کے لیے ان کے دشمنوں سے عداوت۔ مگر اس خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و اصحابہ وسلم کی امت میں بھی کچھ ایسے تھے جو حضور کی اس مقدس و مبارک ربانی حقانی تعلیم سے پھر کے اور حضور کے تعلیم فرمودہ ارشادات کو (معاذ اللہ) پس پشت ڈال کر پہلوں کے طریقوں پر عمل کرتے ہوئے خسر الدنیا و الاخرة ہوئے مگر جن مبارک ذاتوں کی قسمتوں میں نور ایمانی سے منور روشن ہونا مقصود تھا، انھوں نے اپنی زندگی، اپنی موت، اپنا چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا، رفتار و گفتار غرضیکہ زندگی کے ہر شعبہ کو اس اصل عظیم کے مبارک سانچے میں ڈھال لیا تھا۔ جب ہی وہ اس دنیوی زندگی میں بھی کامیاب ہوئے اور بکرم اللہ عنہ والہ اس عالم باقی میں بھی مدارج عالیہ پر فائز ہیں۔ اسلام کی جڑوں کو وہ اپنے خونوں سے سینچ کر مضبوط کر گئے ہیں۔ اس وقت چند وقائع آپ کو آپ کے اسلاف کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بتاؤں گا، جن سے آپ کو اچھی طرح واضح ہو جائے گا کہ ان حضرات بابرکات کا اللہ و رسول کی محبت اور ان کے دشمنوں مخالفوں سے دینی ایمانی عداوت میں کیا حال تھا؟ سنئے۔

بدر کا میدان ہے۔ ۱۷/۱ ماہ رمضان کی تاریخ ہے۔ عرب کا پتہ ہوا ریگستان، کسی کی جھولی میں کچھ سوکھے ہوئے خرے پڑے ہیں اور کسی کی خرچی میں کچھ تھوڑے

عز وجل نے بدر والوں پر جلوہ فرمایا اور خوش خبری دی کہ جو چاہو سو کرو، بے شک میں نے تم کو بخش دیا اور ایک روایت میں ہے کہ فرمایا جنت تمہارے لیے واجب ہوگئی۔ اس مقدس گروہ کی یہ عظمت و توقیر اور یہ اتنی بڑی کامیابی اس کی وجہ ہی آیت پڑھیے۔ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ ان کے پاس اور کچھ تھا یا نہ تھا مگر ترقی و کامیابی کی یہ اصل عظیم اور گراں بہاد دولت ان کے پاس ضرور تھی۔

آپ احد کا واقعہ بھی نہ بھولے ہوں گے جس میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم نامدار، سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کفار نابکار کے ہاتھوں شہید ہوئے اور ان کا قلب و جگر پیٹ چاک کر کے نکال کر چبا لیا گیا۔ ان کے اور دوسرے جانثاران اسلام کے اجسام کو مثلہ بنایا گیا، ان کے ناک کان کاٹ کر مشرکین کی عورتوں نے اپنے گلوں اور ماتھوں میں پہنے۔ مختصر یہ کہ ان حضرات کی مقدس لاشوں تک کی بھی بے حرمتی کی گئی۔ مگر چوں کہ انھوں نے یہ سب کچھ گوارا کیا اور کامیابی و ترقی کی اس اصل عظیم، اللہ و رسول کی محبت و اطاعت کو آخر دم تک ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ لہذا وہ اپنے رب کے یہاں اس کے کرم سے فوز عظیم پائے ہوئے اور کامیابی سے ہم کنار ہیں۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی غزوہ میں لواء مہاجرین دست اقدس میں تھامے ہوئے تشریف لے جا رہے ہیں۔ ابن قتیہ ملعون تلوار مارتا ہے۔ دست راست کٹ جاتا ہے، لواء لٹے ہاتھ میں لے لیتے ہیں۔ وہ لٹے ہاتھ کو بھی تلوار کی ضرب سے جسم سے الگ کر دیتا ہے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان مبارک پر رب تبارک و تعالیٰ جاری کرتا ہے جو اس وقت تک نازل نہ ہوئی تھی۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اور لواء کو دونوں کٹے ہوئے بازوؤں کے ذریعہ سینہ اقدس پر تھام لیتے ہیں۔ وہ خبیث تیر مارتا ہے جس سے حضرت والا شہید ہوتے ہیں۔ رب تبارک و تعالیٰ ایک فرشتہ کو حکم دیتا ہے کہ چونکہ ہمارا پیارا مصعب ہماری راہ میں ہمارے دشمنوں سے جہاد کرتا ہوا ہماری بارگاہ میں حاضر ہو گیا ہے، اس لیے جاؤ اور مسلمانوں کے لشکر کا علم ان کی جگہ تم اٹھاؤ۔ چنانچہ فرشتہ علم برداری لشکر مسلمانان کرتا ہے۔

آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے احکام کی مطیعہ اور سچی محبت ایک کنیز ہیں جن کا نام نامی ہے حضرت سینہ بنت کعب زوجہ حضرت زید بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

فرماتی ہیں کہ احد کے دن میں زخموں کو پانی پلا رہی تھی۔ جب کفار کی یورش زیادہ ہوئی میں نے پانی پلانا موقوف کر دیا اور کفار کے ساتھ جدال و قتال میں مشغول ہوگئی۔ یہاں تک کہ مجھ کو ۱۳ زخم آئے اور میں سپر لیے ہوئے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مشرکین کے حملوں سے بچاؤ کر رہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک کافر نے میرے تلوار ماری مگر وہ کارگر نہ ہوئی۔ میں نے اپنی تلوار اس کے گھوڑے کے ماری گھوڑا اگر گیا اور وہ کافر اس سے جدا ہو گیا۔ پھر میں نے اور میرے بیٹے عمارہ دونوں نے مل کر اس کو واصل جہنم کیا یہی حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ غزوہ عامہ میں بھی میں حاضر تھی اور مسئلہ کذاب خبیث ملعون کو ڈھونڈ رہی تھی۔ ناگاہ ایک شقی نے میرے تلوار ماری کہ میرا ہاتھ کٹ کر الگ ہو گیا پھر بھی خدا کی قسم میں قتال سے باز نہ آئی۔ یہاں تک کہ میں نے اس ملعون کذاب کو کشتہ پایا اور اپنے بیٹے عبداللہ کو اس کے اوپر بیٹھا ہوا کہ اپنی تلوار کو اس ناپاک کے خون سے پاک کر رہا ہے۔ انھیں حضرت سیدہ اور ان کے گھر والوں کے لیے ان کی عرض پر جنت کے مالک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب سے یوں عرض کیا تھا کہ اللھم اجعلھم رفقاء فی الجنة یعنی اے اللہ ان سب کو میرا جنت میں رفیق بنادے۔ یہی وہ واقعی کامیابی اور ترقی ہے جو اس ایک اصل عظیم اللہ اور اس کے رسول کی محبت و اطاعت کے صلہ میں عطا فرمائی جاتی ہے۔

حضرت حبیب بن عدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسی اطاعت کی اور کیسی بڑی کامیابی کو پہنچے۔ اعدائے لیام نے جب ان کو سولی پر لٹکایا تو ان سے کہا کہ اگر دین اسلام سے باز آ جاؤ تو خلاصی پاؤ۔ فرمایا ایک جان نہیں ہزار جانیں دین اسلام پر فدا ہوں۔ پوری زمین اور اس کی تمام نعمتیں اور راحیں بھی اگر تم مجھ کو دو تو ہرگز دین اسلام سے نہ پھروں گا۔ کفار نے پوچھا کہ کیا تم کو گوارا ہوتا کہ تم اپنے گھر میں آرام سے بیٹھو اور (معاذ اللہ) محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) تمہاری جگہ سولی پر ہوں، فرمایا کہ خدا کی قسم یہ تو بہت بڑی چیز ہے میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پائے اقدس میں اگر کاٹنا بھی چھپے جب بھی حبیب اللہ کے حبیب کے ساتھ ہی رہے، آرام و چین سے نہ بیٹھے۔ الغرض کفار نے ان پر بہت شدائد و مصائب کئے کہ کہیں دین اسلام سے پھر جائیں اور آخر کار ان خبیثان نے اپنے مقصد کو نہ کامیاب دیکھتے ہوئے ارادہ مصمم ان کے شہید کر ڈالنے کا

کیا۔ اس وقت حضرت حبیب فرمانے لگے کہ اے خدا تو سمجھ و بصیر ہے۔ اس وقت یہاں سب کے سب دشمن ہی ہیں۔ کوئی اپنا دوست نہیں نظر آتا جو تیرے حبیب کو ان کے اس غلام کا سلام پہنچا دے۔ اے خدا تو ہی اپنے حبیب کو اس غلام کا سلام پہنچا دے۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ ایک جماعت کے ساتھ حضور میں بیٹھے تھے کہ ناگہاں آثار روحی ظاہر ہوئے پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حبیب کو کفار نے شہید کر ڈالا اور یہ جبریل حاضر آئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا سلام مجھے کہلوایا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمانے کے بموجب حضرت زبیر بن العوام اور مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت حبیب کی مبارک نعش سولی پر سے اتارنے گئے ہیں تو اس کے باوجود ۴۰ دن گزر جانے کے خون ٹپک رہا تھا اور مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔

الغرض سلف صالحین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے کارنامے، ان کی اللہ و رسول کے احکام کی بے چون و چرا بیش از بیش اطاعت اور اس اصل عظیم پر عمل پیرا ہونے کے سبب ان کی کامیابیوں اور ترقیوں کے وقائع کثیر در کثیر ہیں۔ میرا قلم ان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔ انھیں میں سے ہے حضور ثانی الثنین یا رعا خلیفہ بلا فصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنہ کا (ایسے نازک وقت میں کہ ان کا آقا ابھی اس دنیا سے ہماری ظاہری آنکھوں سے پردہ فرما گیا ہے۔) منکرینِ زکاة سے جہاد و قتال۔ اسی اصل عظیم پر عمل کرنے کا نمونہ ہے۔ خلیفہ دوم غیظ قلوب منافقین سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیوند لگی عبا پہن کر غلام کو اونٹ پر سوار کرائے ہوئے خود پیدل بیت المقدس تشریف لے جانا اور بیت المقدس بغیر نکسیر پھوٹے ہوئے فتح ہو جانا اسی اطاعت و محبت کا نمونہ ہے۔ حضور خلیفہ چہارم مولیٰ علی مرتضیٰ شیر خدا اکرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبی کا خوارِ خضاء سے جن میں بظاہر بڑے بڑے عباد و زہاد تھے، یہ فرماتے ہوئے قتال کہ جیسا میں قرآن کی تنزیل پھر اس کے معاندین سے لڑتا تھا، اب قرآن کی تاویل پر بھی ان دشمنوں سے مقابلہ فرماؤں گا اور اسی اصل عظیم کی ایک بڑی بھاری مثال حضور سید الشہداء، لخت جگر رسول، نور دیدہ بتول، امام عرش مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنے تمام ساتھ والوں اعزہ اقرباء بھائی، بھتیجیوں، بھانجوں، بیٹوں، سمیت تین دن

بھوکا پیاسا رہ کر بلا کی تپتی ہوئی ریت میں اعدائے لیام کے ہاتھوں شہید ہونا۔ انھیں میں سے ہے۔ حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ اللہ تعالیٰ عنہ کا یوم احد حضور سرکارِ دو عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے سپر بن کر کھڑا ہونا اور حضور کو اپنی آڑ میں لے کر اعدائے دین کفار و مشرکین پر حملے کرنا اور سرکارِ والا کا ترکش میں سے ان کو تیر دیتے وقت یہ فرماتے رہنا کہ ارم یا سعد فدک ابی وامی (اے سعد اللہ و رسول کے دشمنوں پر تیر مارو! تم پر میرے ماں باپ فدا ہوں)۔

اطاعت کی ظاہری صورتیں خواہ علاحدہ علاحدہ معلوم ہوتی ہوں مگر ان سب حضرات نے فی الحقیقت اسی ایک اصل عظیم کے ماتحت حقیقی کامیابی اور کامرانی اور واقعی ترقی، سچی فلاح و صلاح چاہی اور وہ انھیں ان کے رب کے فضل و کرم سے ملی۔ ان حضرات نے اپنے قول و عمل سے، جان و مال سے اس اصل عظیم کی تعمیل کا مکمل نمونہ پیش کر کے اپنے بعد آنے والی نسلوں کے لیے اپنا مبارک اسوہ حسنہ چھوڑا اور جب تک مسلمان اس مبارک اسوے پر عمل کرتا رہا کامیابیاں اور ترقیاں اس کے قدم چومتی رہیں۔ بڑے بڑے باجروں ان کے ایک چھوٹے سے فرد کا نام سن کر ہیبت سے کانپ اٹھا کرتے تھے۔ مسلمان جدھر نکل جاتا تھا، کائی سی پھٹ جایا کرتی تھی۔ قطب شمالی سے لے کر قطب جنوبی تک اور مشرق سے لے کر مغرب تک کے بسنے والے ان کا لوہا مانے ہوئے تھے۔ مگر بقول سعدی علیہ الرحمہ ۷

من از بے گانگاں ہر گز نہ نالم

کہ ماہن آنچہ کرداں آشنا کرد

مسلمانوں ہی میں چند وہ ناپاک اور خبیث انسان صورت شیطان سیرت ہستیاں پیدا ہوئیں، جنھوں نے اگلے خبثاء کے طریقہ پر عمل کرتے ہوئے ترقی اور کامیابی، عروج و ارتقاء کے نئے نئے اصول اپنی اندھی اور اندھی عقل کی تاریکی میں گڑھے اور مسلمانوں کے دلوں سے ان کے رب و رسول کی پیش فرمودہ ترقی و کامیابی کی اصل عظیم اطاعت و محبت خدا اور رسول کو مٹایا اور اپنے ان من گڑھت جھوٹے اصول کو ان کے دلوں میں جمایا۔ ان کے دلوں میں دین و شریعت سے آزادی اور بے قیدی کا بیج بویا۔ کبھی تو انھوں نے مسلمانوں کو یہ بتایا کہ ان کی ترقی اور کامیابی اس میں ہے کہ وہ نصاریٰ کے غلام بن جائیں، نصرانی تعلیم و

تہذیب و تمدن، رہن سہن کو اپنائیں جب ہی وہ ترقی کر سکتے ہیں۔ نتیجتاً وہی مسلمان جس کے نام سے کل کا بڑے سے بڑا نصرانی بادشاہ لرز جاتا تھا، آج آپ کو نصاریٰ صورت نصاریٰ سیرت میں نظر آنے لگا اور ایک وقت شامت اعمال سے اس کے لیے ایسا بھی آیا کہ نصرانیت میں غلو نے اس سے اس کی دولت ایمان بھی چھین لی اور وہ ہر اعتبار سے ایک پکا نصرانی ہو گیا۔ لیکن جس جھوٹی ترقی اور کھوٹی کامیابی کے لیے اس نے یہ سب کچھ خلاف دین و شریعت جتن کئے تھے، وہ اب بھی اسے حاصل نہ ہوئی اور آج اس مسٹر کی وقعت و عزت نصاریٰ کے دلوں میں ایک کتے سے بھی کم ہے۔ اسے کہتے ہیں بالفاظ قرآن عظیم ”خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ذَلِكُمْ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ۔“

جب نیچریت اور آزادی کے ان پرچار کوں اور مبلغین نے یہ دیکھا کہ یہ وار اوچھا پڑا ہے تو چونکہ وہ شیطان اینڈ کمپنی کے ایجنٹ تھے، فرائض ادا کرتے ہوئے اب ایک نئی راہ ترقی جہاں کو بتائی اور کہا کہ اب تمہاری ترقی اور کامیابی اسی میں منحصر ہے کہ تم اور دوسرے کھلے ہوئے کفار و مشرکین مل کر سب ایک ہو جاؤ اور بھائی بھائی کی طرح زندگی بسر کرو۔ انھیں خباثت میں سے چند نے جو اپنے ناموں کے آگے ایک بڑا اپن چھلا ”مولوی“ یا ”مولانا“ کا بھی لگاتے تھے، صاف صاف اپنے ناموں کے ساتھ پنڈت اور لالہ کے الفاظ بڑھائے۔ انھیں میں کے ایک بڑے جبائی قبائی نے تو ایک مشرک اعظم کے متعلق یہاں تک کہہ دیا کہ ”میری حدیث اور قرآن عظیم میں گزاری ہوئی ساری عمران کے قدموں پر نثار ہے اور میں تو جو کچھ وہ فرماتے ہیں اس پر آنکھ بند کر کے عمل کرتا ہوں۔“ ایسے ہی ایک دوسرے جبائی نے یہ کہہ دیا کہ ”وہ تو مسلمانوں کی ہدایت کے لیے مذکر مبعوث من اللہ ہے“ (معاذ اللہ) الغرض ان نام نہاد مولویوں اور ملائوں کی کافر غلامی اور مشرک پرستی کے واقعات کہاں تک لکھے جائیں۔ انھوں نے کیا کیا جتن نہ کئے۔ ایک بڑے بھاری اکفر کو جامع مسجد کے منبر پر بٹھایا اور خود یہ بڑے بڑے سوپ جیسی داڑھیاں لگا کر مودب ہاتھ باندھ نیچے بیٹھے اور اس سے لیکچر دلوا یا۔ ایک بڑے بھاری بندہ شیطان کا جیفہ انھوں نے اٹھایا۔ اپنی وضع و لباس و صورت میں اللہ و رسول کے کھلے دشمنوں کی خاص نشانیاں نمایاں کیں۔ غرض ان سے اپنے مشرک دوستوں، کافر بھائیوں کو راضی اور خوش کرنے کے لیے جو کچھ ہو سکتا تھا، اس کے کرنے

سے یہ نہ چوکے۔ لیکن آپ کو معلوم ہے کہ اس مشرک پرستی، کافر غلامی، مشرکین و کفار کے دامنوں میں لپیٹ کر جھوٹی ترقی اور کامیابی ڈھونڈنے کا نتیجہ، اخبارات و واقعات اس پر شاہد ہیں، مجھے تفصیل کی ضرورت نہیں۔

مختصر یہ کہ جب ان دشمنان خدا اور رسول نے اپنا کام ان کرایہ کے ٹٹوؤں سے نکال لیا تو ان کو دودھ کی مکھی سے بھی زیادہ ذلیل کر کے در در دیا اور یہ تھے بھی اسی لائق۔ قرآن تو بہت پہلے فرما چکا تھا کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور یہ کہ جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا، وہ بڑی کامیابی کو پہنچے گا اور یہ کہ اگر اللہ تمہیں چھوڑ دے گا تو وہ کون ہے جو تمہاری مدد کر سکے۔ وہ یہ فیصلہ آج سے ساڑھے تیرہ سو برس سے بھی زائد پہلے صادر فرما چکا تھا کہ غیروں کو اپنا راز دار ہرگز نہ بنانا، ان سے اتحاد اور بھائی چارگی زہارِ مت منانا۔ ترقی اور کامیابی ان کے دامنوں میں مت ڈھونڈھنا۔ وہ تمہیں تمہاری ایڑیوں پر لوٹا دیں گے۔ پھر تم ٹوٹا اٹھا کر واپس ہو گے، تمہاری دشمنی ان کے مونہوں سے ظاہر ہو چکی اور جو ان کے سینوں میں دبی پڑی ہے وہ بہت بڑی ہے۔ وہ فرما چکا تھا کہ ظالموں کی طرف ذرا سا جھکنا بھی مت کہ دوزخ کی آگ تم کو چھوئے۔ وہ فرما چکا تھا کہ تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسول اور اس کے مخلص بندے مسلمان ہیں۔ حدیث فرما چکی تھی کہ ایاکم و ایہم لا یضلو نکم و لا یفتنونکم تم پر تمہارے ماں باپ سے زیادہ شفیق و مہربان اور رحیم مدنی آقا اب سے بہت پہلے تم کو یہ فرما کر اپنی طرف بلارہا تھا کہ انتم تقحمون فی النار کالفراش وانا اخذکم بحجزکم ہلمواللہ ہلمواللہ یعنی تم پروانوں کی طرح آگ میں گر رہے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑ پکڑ کے اپنی طرف کھینچ رہا ہوں۔ میرے دامن رحمت میں آؤ۔ میرے دامن رحمت میں آؤ وہ فرما رہا تھا کہ من مشی الی صاحب بدعة لیوقرہ فقد اعان علیہ ہدم الاسلام یعنی جو کسی مبتدع (بدمذہب) کی طرف اس ارادہ سے چلا کہ اس کی تعظیم کرے تو بے شک اس نے اسلام کے ڈھانے پر مدد دی۔ وہ فرما رہا تھا کہ اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتزلذ لك العرش یعنی جب فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو رب عز وجل غضب فرماتا اور اس کی وجہ سے عرش عظیم لرز جاتا ہے۔

اس پیارے آقا کے سچے غلام تمہارے حقانی علمائے کرام اہل سنت و اہل

مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء تمہارے سچے رہبر و رہنما ہیں۔ مگر تمہاری عقول پر ایسے پردے پڑے تھے کہ تم ان نابینا مصطفیٰ کو گورنمنٹ کے تنخواہ دار، غدار اور نہ معلوم کیا کیا مغالطات سنار ہے تھے۔ غرض یہی ہوتا رہا کہ وہی شیطانی ایجنٹ اب پھر اچھلے اور اس مرتبہ گلے پھاڑ پھاڑ کر یہ اودھم مچایا کہ ”اسلام خطرے میں ہے“ ”دین خطرے میں ہے“ مسلمانوں آؤ اور اور جتنے بھی کلمہ گو (خواہ وہ اللہ کو جھوٹا بتانے والے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مرکڑی میں مل جانے والا کہنے والے، علم غیب سرکار کا انکار کرنے والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کو جانوروں سو اور کتے وغیرہ اور پاگل اور مجنون کے علم سے مشابہت دینے والے، اولیاء کرام کے مزارات پر اخذ فیوض و برکات کے لیے جب بندگان خدا (سنی مسلمان) حاضر ہوں، انھیں ابو جہل کے برابر مشرک کہنے والے، نیاز فاتحہ، سوم، چہلم، پھول، سہرا، سب کو شرک و بدعت ٹھہرانے والے، حسین بخش، احمد بخش، پیر بخش نام رکھنے والے پر شرک و بدعت کا الزام لگانے والے وہابی دیوبندی ہوں۔ یا قرآن عظیم ناقص ماننے والے، حضرات ائمہ اہل بیت کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر فضیلت دینے والے حضرات خلفاء ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان میں تبرک کہنے والے رافضی ہوں یا ختم نبوت کا انکار کر کے خود اپنے لیے نبوت کا دعویٰ کرنے والے، حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ و کلمۃ اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم بتول کی شان میں گستاخیاں کرنے والے قادیانی بابی بھائی ہوں یا جنت و دوزخ، وحی و رسالت، ملائکہ و جن سب کا انکار و تکذیب کرنے والے نیا چرہ ہوں یا حضور مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم اور دوسرے ائمہ اہل بیت اطہر کو گالیاں دینے والے خارجی ہوں۔

بہر حال! بس ان کے لیے اتنا دیکھ لو کہ وہ گورنمنٹ کے یہاں مردم شماری میں مسلمان لکھے جاتے ہیں اور اپنے منہ سے کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں، ان سب سے مل کر شیر و شکر ہو جاؤ اور روٹی، کرسی کے لیے دوسری اقوام کے مقابل اپنا محاذ الگ قائم کرو۔ ان شیطانی ایجنٹوں کے اس ملعون پروپیگنڈے کا یہ اثر ہوا کہ ”مسلم لیگ“ خوب اچھی کودی۔ جی کھول کر کفریات و ضلالت و بطلالات کے پھٹکے اڑائے۔ ایک مرتد اعظم رافضی کو قائد اعظم، قائد ملت اسلامیہ، سیاست کا نبی، قانون کا پروردگار، خضر راہ، شمع راہ مستقیم، اور سیاست کا خدا گراور نہ معلوم جانے کیا کیا کہہ ڈالا۔ اس وقت جب کہ لیگ کی آندھی بڑے زور و

شور سے چل رہی تھی، کل کی نیچری خلافت کی آندھی سے بچے ہوئے جو کچھ مسلمان دین حق پر رہ گئے تھے آج ان میں سے بھی بہت اس منحوس آندھی میں اٹ چکے تھے۔ بڑے بڑے مشہور گھرانے لیگ کا گانا گارہے تھے کہ ”خوائے حدیث“ ”لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خالفہم“ (یعنی میری امت کا ایک گروہ برابر حق پر قائم رہے گا۔ اور ان کو ان کے مخالفین ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔) غربائے تخلصین اہل سنت کی بظاہر چھوٹی سی بے سرو ساماں جماعت دین پرور، راہ حق پرست، اسی ایک اصل عظیم کو حرز جان بنائے ہوئے میدان میں ان خبیثاء و اشرار کے مقابل آئی اور صاف صاف و اشکاف بتا دیا، لکھ کر چھاپ کر شائع کر دیا کہ اے بیوقوف! پہلے بھی تم اسی جھوٹی کھوٹی ترقی کے لیے ان آزاد اور بے قید لیڈروں اور ان کے پھوٹوں، شکم پور ملائوں اور نام نہاد پیروں کے پیچھے لگ کر اللہ و رسول سے مخالف ہو کر ان کے دشمنوں کی گودوں میں جا بیٹھے اور بہ جز خسران و وبال تم کو کچھ نہ ملا۔ ہم تم کو بتاتے ہیں کہ یہ آج کے ”اسلام خطرہ میں ہے“ کا نعرہ لگانے والے اپنے دوزخ شکم کو بھرنے کے لیے تمہارے سامنے یہ نعرہ لگا رہے ہیں۔ دیکھو، دیکھو، یہ تم کو جو بالکل نہتے، نہایت کمزور اور غیر منظم و غیر متحد ہو، تم سے بہت زیادہ منظم اور طاقتور جتھے اور زر والی اقوام سے بھڑا کر ہلاک و برباد کر دینا چاہتے ہیں۔ اب بھی سنبھل جاؤ اور ان کے مکر و فریب میں نہ آؤ۔ ان کو اپنے سے دور کرو، ان سے خود دور ہو جاؤ، ان کے پیچھے لگ کر اپنا دین و دنیا نہ برباد کرو۔ یہ تم کو جڑ سے مٹانے کی فکر میں ہیں۔ مگر تم نے ایک نہ سنی اور تم نے، نہ صرف تم نے بلکہ انھوں نے بھی، جو اعلیٰ حضرت سے وابستہ تھے جو کل اپنے فتوؤں، تحریروں میں مرتد کا حکم اس سے قطعی نفرت قلبی اور دوری و علیحدگی ظاہری باطنی لکھ کر چھاپ کر شائع کر چکے تھے، انھوں نے بھی آج دنیوی جاہ و شہرت، نام و نمود کی خاطر لیگ کے پلیٹ فارم سے اور لیگ کی پٹھان نہاد سنی کے اسٹیج سے ان حقانی علماء کو کیا کیا نہ کہا؟ ان کی تضحیل و تحقیر کی۔ ان کو کانگریس کا تنخواہ دار قوم کا غدار کہا۔ ان سے کہا گیا کہ تم میں اور فلاں دیوبندی مرتد میں کیا فرق رہا!! اور کہا کہ نوجوان طبقہ اب مولوی یا ملا کا اقتدار نہیں برداشت کر سکتا۔ وغیرہ وغیرہ۔ پھر تمہیں معلوم ہے کہ اس لیگ نوازی کا نتیجہ کیا ہوا!! پاکستان بنا، ہندستان الگ ہوا، کل کے وہی تمہارے قائد اعظم و قائد اوسط و اصغر سب تم کو چھوڑ کر پاکستان بننے ہی فضا

اس دینی اصل عظیم کو چھوڑا اور سینکڑوں دشمنان دین کا دامن پکڑا، جس کا نتیجہ خسران دنیا و آخرت ہوا اور ذلك هو الخسران المبين۔

لہذا اے مسلمانو! اب بھی وقت ہے۔ سنبھل جاؤ! این و آں، چین و چناں سب پہ لعنت بھیج کر اللہ و رسول کے ہور ہو۔ دیکھو اب وہی شیطان چیلے اور ابلیسی ایجنٹ تمہارے سامنے ایک اور چولا بدل کر آئے ہیں اور اب ان کا نعرہ یہ ہے کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے مدار کامیابی و مرکز ترقی کی صورت یہ ہے کہ وہ پھر ایک مرتبہ کفار و مشرکین سے اتحاد و داد منائیں اور مسلم و کافر کا ملحد و موحد کا امتیاز اٹھا کر بھائی بھائی بن جائیں۔ خدا را اب تو عقل پکڑو۔ بہت کچل چکے ہو۔ پچھلے سیلابوں میں اپنا بہت کچھ کھو چکے ہو۔ اب جو کچھ تھوڑا بہت باقی رہ گیا ہے، اس کی طرف سے بھی غافل نہ رہو۔ یہ متاع دین و ایمان کے لٹیرے تم میں گھس کر، تمہارے بن کر تمہاری متاع پر ڈاکہ ڈالیں گے۔ ان کا چولا اور نعرہ اب ضرور بدل گیا ہے مگر حقیقت اور واقعیت وہی ہے جو اب سے پہلے تھی۔ وہ اب بھی تمہارے سامنے یہی پیش کرتے ہیں کہ میاں!! یہ دین و شریعت کی پابندی اور یہ خدا و رسول کی اطاعت تو بہت پرانی چیزیں ہو چکیں، اقوام دنیا میں تم کندھے سے کندھا ملا کر جب ہی بیٹھ سکو گے جب ان چیزوں کو چھوڑ کر ہمارے بتائے ہوئے اصول ترقی و کامیابی پر عمل کرنے لگو گے۔

خبردار! ہوشیار! ان کی باتوں پر کان مت دھرو۔ تم ایسی ترقی اور کامیابی کو ٹھکرا دو جو اللہ و رسول سے تمہارے رشتے توڑ کر ان اعداء مخالفین سے تم کو جوڑے۔ تم اسی مبارک اسوۂ حسنہ پر چلو جس کی تعلیم حضرت مولانا روم فرما رہے ہیں کہ:

دشمن دین خدا را خوار دار

دزدار منبر منہ بردار دار

تم اس پر عمل کرو جو حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کہا کہ:

مہندار سعدی کہ راہ صفا

تو اس رفت جز برپے مصطفیٰ

تمہارے لیے تمہارے بغدادی آقا، جیلانی دولہا، غوث اعظم، قطب عالم پیران پیر، پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مبارک زندگی میں اچھی پیروی ہے۔ سرکار والا کا

میں اڑ کر اپنے بنگلوں میں آرام سے جا بیٹھے۔ تمہارے وہی لیڈر جو کل ”اسلام خطرہ میں ہے“، ”قرآن کی عزت بچاؤ، ایمان کی ناموس کی حفاظت کرو“ کے نعرے لگا رہے تھے، کیا آج بھی ان میں سے کوئی تمہیں تمہارا ساتھ دیتا ہوا نظر آتا ہے؟ بتاؤ بتاؤ۔ دہلی، الور، بھرت پور وغیرہ میں لیگ اور اس کے پاکستان کے کارکن جو تمہارے جان و مال و ناموس، تمہارے چھوٹے چھوٹے بچوں، تمہاری عفت ماب عورتوں پر مظالم ہوئے، تمہارے مقابر، مشاہد، مساجد توڑ ڈالے گئے۔ تمہارے قرآن کی بے حرمتی کی گئی تو اس وقت بھی تمہارا ساتھ دینے کے لیے کل کے تمہارے کوئی قائد اعظم تو قائد اعظم کوئی قائد اصغر بھی ادھر پدھارے؟ کل نام نہاد سنی کانفرنس جو تمہارے سامنے کہہ رہی تھی کہ میں نو کروڑ کی نمائندہ ہوں، آج ان مصائب میں نو کروڑ تو نو کروڑ اس نے تمہارے نو نفوس کی بھی نمائندگی کی؟ تم میں سے نو کو بھی اس نے مصائب و آلام سے بچایا؟ امیر المملکت وغیرہ بنے بیٹھے رہے اور تم جنھوں نے کل اپنا خون پانی ایک کر کے پاکستان نبویا تھا، اس وقت اور تو اور خود پاکستان میں بھی ٹھوکریں کھاتے پھرتے، ننگے بھوکے سسک سسک کر دم توڑ رہے ہو۔ تمہاری عبادت، تمہاری رسوم، تمہاری رفتار و گفتار، تمہاری تحریر و تقریر؟ زبان و قلم غرض تمہاری ہر چیز پر جبر و ظلم کا کنٹرول ہے۔

تم نے کسی وقت یہ بھی سوچا کر آخر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ اس کا جواب بہت آسان ہے۔ قرآن فرماتا ہے: ”وَمَنْ يَعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمَنِ نُقَيِّضْ لَهُ شَيْطَانًا فَهُوَ لَهُ قَرِينٌ وَإِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَ عَنْ السَّبِيلِ وَيَحْسَبُوْنَ أَنَّهُمْ مُّهْتَدُونَ۔“ اور صحیح حدیث میں ہے۔ رب تبارک و تعالیٰ اپنے محبوب، دانائے جمیع خفایا و غیوب صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ و آلہ و اصحابہ وسلم سے فرماتا ہے: ”جعلتك ذكرا من ذكركم فممن ذكركم ذكرك“، یعنی اے حبیب! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم نے آپ کو اپنے ذکروں میں سے ایک ذکر بنا دیا ہے تو جس نے آپ کو یاد کیا ہمیں یاد کیا۔ تم ذکر رسول سے پھر گئے اور ذکر رسول ذکر اللہ ہے تو اس سے پھر جانا ذکر اللہ سے پھر جانے کے مرادف اور جو ذکر اللہ سے پھر جائے اللہ عز و جل اس کے متعلق فرماتا ہے کہ جسے تو نہ آئے رحمن کے ذکر سے، ہم اس پر ایک شیطان تعینات کریں۔ وہ اس کا ساتھی رہے اور بے شک وہ شیاطین راہ سے روکتے ہیں اور سمجھتے یہ ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ غرض ان دعوی داران اسلام

حضرت احسن العلماء قدس سرہ

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو

مقدر سے اگر سرکار میں جانا میسر ہو تو جو کچھ میرے دل میں ہے سب کچھ میرے لب پر ہو کہ اس پر میرے رب کا فضل و رحمت سایہ گستر ہو نبیوں اور رسولوں کے بھی آقا تم تو سرور ہو نہ کیوں کر ہو کہ تم تو نائب خلاق اکبر ہو ہوتے پیارے ملیک الملک کے اور ہم سب کے افسر ہو جہاں سے گزرو وہ کوچہ منور ہو، معطر ہو اور حسن صورت و سیرت میں بھی بے مثل جو ہر ہو اگر بارش تمہارے نور کی مجھ پہ بھی دم بھر ہو ہمارا علم اتنا ہے سوئی اللہ سب سے برتر ہو خدا کے فضل سے جب تم شفیع روز محشر ہو ہمارے سر پہ اس دن دامن محبوب داور ہو مجھے بھی اپنے صدقے میں عطا اک جام کوثر ہو بروز حشر جس دم دورہ کیزان کوثر ہو میرے رب کی بھی رحمت میرے سر پر سایہ گستر ہو تمہیں سے آس ہے مجھ کو تمہیں تو میرے یاد رہو کہ اُن کے حق میں تو تم نائب قہار اکبر ہو کہ اُس کے فضل سے تم عالم ہر خشک و ہر تر ہو کرم گستر اگر مجھ پر بھی وہ ماہ منور ہو حسن کی لاج رکھ لینا کرم سے اپنے اے آقا

☆☆☆

اتباع شریعت محمد یہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ میں یہ عالم تھا کہ عالم طفلی میں حضور والا ماہ صیام میں دن کے اوقات میں دودھ نوش نہ فرماتے اور روزہ دار رہا کرتے تھے۔

مختصر یہ کہ خدا و رسول اور ان کے محبوبوں (جل و علا سید ہم و علیہم الصلوٰۃ و التسلیم) کے ہو جاؤ۔ ان کے دشمنوں، مخالفوں، ان کے غیروں سے نانتہ توڑ لو۔ پھر تمہارے لیے ابدی راحتیں، ہیبتگی کا چین و آرام رب کریم کے فضل سے ملے گا۔ تم اپنے دشمن پر غالب رہو گے۔ تم اللہ سے ڈرو، سب تم سے ڈرنے لگیں گے۔ ساری ترقی اور کامیابی اسی میں ہے کہ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمة فرماتے ہیں۔

چو بندہ بفرمان داور بود

خدایش نگہبان ویاور بود

محال ست چوں دوست دارد ترا

کہ در دست دشمن گزارد ترا

تم نہ حکومت وقت سے ٹکراؤ، نہ غداری و شورہ پستی کے پاس جاؤ۔ بس صبر و تقویٰ کو اپنا دستور العمل بناؤ۔ ظاہر و باطن، قول و عمل میں شریعت مطہرہ اسلامیہ کی حتی الوسع کامل پابندی کرو۔ اللہ و رسول کے ہو جاؤ۔ اسی میں ہے حقیقی کامیابی اور یہی ہے سچی راہ نجات۔ اب ہم سب مل کر دعا کریں کہ مولیٰ تعالیٰ اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے صدقہ و طفیل میں ہماری تمام خامیوں کو دور فرما کر ہمیں سچا پاک سنی مسلمان بنادے اور اپنے نیز اپنے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ و السلام کے تمام نئے، پرانے مخالفین سے دور رکھے اور ان کے شرور سے محفوظ اور ایمان ثابت عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت احسن العلماء قدس سرہ

حضرت احسن العلماء قدس سرہ

المدد یا غوث اعظم المدد

آئینہ حق نما

چہرہ زیبا ترا احمد رضا
آئینہ ہے حق نما احمد رضا
غوث اعظم، مظہر شاہ رسل
ان کا تو مظہر ہوا احمد رضا
علم تیرا بحر ناپیدا کنار ظل علم مرتضیٰ احمد رضا
تیرے مرشد حضرت آل رسول ان کو تجھ پہ ناز تھا احمد رضا
اپنے برکاتی گھرانے کا چراغ تجھ کو نوری نے کہا احمد رضا
سُنوں پر یہ ترا احسان ہے اپنے دامن میں لیا احمد رضا
سُنیت کی آبرو دم سے ترے اب بھی قائم ہے شہا احمد رضا
جب بھی کوئی مرحلہ آ کر پڑا تو نے عقدہ حل کیا احمد رضا
نام لیوا دید کے مشتاق ہیں کھول دے چہرہ ذرا احمد رضا
مفتی اعظم ہوئے واصل بحق ان سے راضی ہو خدا احمد رضا
تیری الفت میرے مرشد نے مجھے دی ہے گھٹی میں پلا احمد رضا

یاد کرتا ہے تجھے تیرا حسن

اس کے حق میں کر دعا احمد رضا

☆☆☆

آپ سے کچھ عرض کے قابل کہاں
پھر بھی اپنے لطف سے میرا بیاں
ہو ادھر چشم کرم پیران پیر
واسطہ حسنین کا سن لیجئے
آپ کو مولیٰ علی کی ہے قسم
کس سے مانگوں ہاتھ پھیلاؤں کہاں
د امن مقصد میرا بھر دیجئے
کاش ہو جائے مرا ایسا نصیب
اور کر لیں پھر مجھے اپنا غلام
زندگی میری یوں ہی جائے گزر
خاتمہ ہو آپ کی ہی یاد میں
کیا بتاؤں اپنے دل کا حال میں
شاہ جیلاں وقت ہے ادا د کا
قطب دوراں اب مدد کا وقت ہے
المدد یا غوث اعظم المدد
ہر طرح گھیرے ہیں اشرار و شرور
میرے سے نالائق کی یہ کج مچ زباں
سن ہی لیجئے اے مرے قطب زماں
آستانے پر کھڑا ہے اک فقیر
مشکلیں آسان میری کیجئے
دور کر دیجئے مرے رنج و الم
آپ کے در کے سوا جاؤں کہاں
آج تو میری خوشی کر دیجئے
آپ بلوائیں مجھے اپنے قریب
خدمتیں لیں مجھ سے اپنی صبح و شام
آپ کی چوکھٹ پہ ہی رکھا ہو سر
بعدِ مردن ہو لحد بغداد میں
پھنس گیا ہوں میں بڑے جنجال میں
در پہ آیا ہوں لگا کر آسرا
بخت برگشتہ ہے، منزل سخت ہے
المدد یا غوث اعظم المدد
دور فرمادیں انہیں اب تو حضور

نرغہ اعدا میں ہیں اہل سنن

دور کیجئے ان سے سب اہل فتن

☆☆☆

رخ کی خانقاہ میں ان کے پوتے حضرت سید شاہ حقانی ابن سید شاہ آل محمد علیہ الرحمۃ والرضوان کا دیوان خانہ تھا۔ یہ وہی شاہ حقانی ہیں جن کا ترجمہ قرآن اور تفسیر قرآن ”نعت رسول کی“ اور ”عنایت رسول کی“ اردو تراجم و تفاسیر میں تقریباً اولیت کا شرف رکھتے ہیں اور جو اس وقت حضرت امین ملت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانے میں بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہیں۔ امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی، مولانا ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی کے اشتراک عمل سے ان دونوں نادر و نایاب تصانیف پر تحقیقی کام کر چکے ہیں۔ (یہ کتاب ”شاہ حقانی کا اردو ترجمہ و تفسیر قرآن“، بفضلہ تعالیٰ شائع ہو چکی ہے۔) ان کے دیوان خانے کے قدیمی مقام پر خاتم الاسلاف، افتخار الاخلاف حضرت سید شاہ میر محمد صادق قدس سرہ نے خانقاہ میں عالی شان محل سراو حلی سجادہ نشینی از سر نو تعمیر فرمائی۔

خانقاہ شریف کی یہ عمارت قصبے کے ہر گوشے سے نظر آتی ہے۔ یہ ایک سہ منزلہ لکھوری اینٹ کی بنی ہوئی وسیع و عریض حویلی ہے۔ طویل دالانوں، وسیع آنگن، برآمدوں، صحیحیوں اور مختلف بلندیوں کی چھتوں پر مشتمل اس حویلی کا صافہ کجور کا وہ بابرکت درخت ہے جس کا بیج بقیۃ السلف، حجتہ الخلف زینت سجادہ برکاتیہ، حامل مسند احمدیہ حضرت ابوالقاسم سیدنا شاہ محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان ۱۳۰۰ھ میں حج و زیارت سے مشرف ہوتے وقت اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے کر آئے تھے۔ حویلی محل سرا کے صدر دروازہ کی پانچ سیڑھیاں چڑھ کر ڈیوڑھی اور تین دروازے پار کرنے کے بعد ایک وسیع آنگن نظر آتا ہے۔ حویلی محل سرا کے مغربی گوشے میں ایک اقامتی حصہ ہے جو ”کوٹھی“ کے نام سے مشہور ہے۔ اس محل سرا کے اقامتی حصے مختلف ناموں سے جانے جاتے ہیں مثلاً ایک تو یہی مندرجہ بالا ”کوٹھی“ ہے اس سے ملحق ”محمد میاں کا مکان“ (حضرت تاج العلماء کے نام سے موسوم) پھر صدر دالان، اندرونی دالان، آنگن والی کوٹھی، کبوتروں کا دالان، پختی، تہ خانہ وغیرہ وغیرہ۔ پوری محل سرا لکھوری اینٹ اور چونے کے مسالے سے بنی تھی۔ بعد میں اس کے کچھ حصے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اور حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے بڑی اینٹ کے پختہ فرش میں تبدیل کر دیے۔ حضور احسن العلماء نے اس محل سرا سے ملحق مہمان خانہ عرس قاسمی تعمیر کرایا جو قصبے میں اپنی نوعیت کی واحد تعمیر ہے۔ ان کے وصال کے بعد اپنے والد گرامی علیہ الرحمۃ والرضوان کی

احسن العلماء قدس سرہ

حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قدیم صوبہ متحدہ کے دار السلطنت اکبر آباد سے ملحق ضلع ایٹھ کے مغربی حصے میں واقع صوفیائے کرام کی مشہور و معروف بستی مارہرہ شریف میں خاص شاہراہ کے شمالی حصے میں وہ عظیم الشان درگاہ ہے جہاں بڑے بڑوں نے اپنے سر عقیدت فخر کے ساتھ جھکائے ہیں۔

اس گلی کا گدا ہوں میں جس میں
مانگتے تاجدار پھرتے ہیں

(امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ)

یہ درگاہ شریف، درگاہ شاہ برکت اللہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی سے موسوم ہے اور سنی دنیا کا کوئی ذی علم شخص ایسا نہیں جو اس درگاہ اور درگاہ سے وابستہ خانقاہ کی دینی و علمی خدمات کا معترف نہ ہو۔ ہندوستان میں ہی نہیں برصغیر ہندوپاک میں یہ سب سے بڑی قادریہ سلسلے کی درگاہ ہے۔ وہ اس لیے بھی کہ سلسلہ قادریہ کا اجرا اس خانقاہ کے مرشدان کرام اور خلفائے عظام کے ہاتھوں جس قدر عمل میں آیا، کسی دوسری خانقاہ کے مرشدان کرام اور خلفائے عظام کے ہاتھوں عمل میں نہیں آیا۔ الحمد للہ۔ لیکن اس امر کو اہل خانقاہ نے رب تعالیٰ کا عطا کردہ انعام سمجھا، بے جا تفاخر کا تمنغہ نہیں۔

خانقاہ برکاتیہ:

عہد شاہ جہانی کے مشہور و معروف صوفی شاعر صاحب البرکات سلطان العاشقین حضرت سید شاہ برکت اللہ عقیقی بیہمی بکرامی ثم مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس درگاہ کے جنوبی

ایما اور ہدایت پر حضرت امین ملت نے سید نجیب حیدر سلمہ کی نگرانی میں ”مکان محمد میاں“ کی ظاہری شستگی کے پیش نظر ایک جدید عمارت پختہ تعمیر کرائی جو عرس کے زمانے میں مہمان خانے کا کام دیتی ہے۔ حضور احسن العلماء کی تعمیراتی سرگرمیوں کا ذکر آگے اپنے مقام پر آئے گا، ہم پھر پیچھے کی طرف چلتے ہیں۔

ولادت مبارکہ:

آنگن کے مغربی حصے میں ”کوٹھی“ کے نام سے موسوم اقامتی حصے کے اندرونی دالان میں ۱۳۲۵ھ بروز اتوار نبیرہ سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ والرضوان یعنی حضرت شاہ آل عبا زیدی الواسطی ابن سید حسین حیدر زیدی کے گھر میں یعنی سیدہ شہر بانو صاحبہ بنت حضرت ابوالقاسم سید محمد اسماعیل حسن زینت سجادہ برکاتیہ کے یہاں اولاد دہانہ کی پیدائش ہوئی۔ پیدائش کے وقت نومولود سر سے پیر تک ایک قدرتی غلاف میں لپٹے ہوئے تھے اور اس غلاف کے اوپری حصے پر تاج کی شکل بنی ہوئی تھی۔ میری پھوپھی صاحبہ الحاج حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ دایہ نے زمین پر ہاتھ مار کر اپنا لاکھ کا کڑا توڑا اور اس کی نوک سے غلاف کو قطع کیا۔ معاً ایسا لگا کہ اس نیم تاریک اقامتی حصے میں ایک اجالا سا پھیل گیا ہو۔ نومولود کا چہرہ مہر درخشاں اور ماہ تاباں کی طرح روشن تھا۔ یہی وہ نومولود ہیں جنہیں دنیاے سنیت شیخ المشائخ، احسن العلماء، مولانا مفتی حافظ قاری سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام نامی اسم گرامی سے جانتی ہے۔ اسلامی کلنڈر کے حساب سے اس مہر درخشاں نے ۱۷ برس تک اپنی روشنی سے خانوادے، مریدین، متعلقین، معتقدین کے دلوں کو منور کیا اور اس ماہ تاباں نے اپنی ٹھنڈی ٹھنڈی دل خوش کن چمک سے ہر اس شخص کو راحت دی جس نے ایک لمحے کے لیے بھی ان کا چہرہ دیکھا۔

ان کی پیدائش پر ان کے نانا حضرت سید شاہ اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے بہت خوشیاں منائیں اور ان کے دادا حضرت سید شاہ حسین حیدر زیدی الواسطی خلیفہ حضرت شاہ آل رسول احمدی نے سجدہ شکر ادا کیا۔

بیعت و خلافت:

پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون مدظلہا کا بیان ہے کہ ان کے دونوں بھائی

اور دونوں بہنیں (سید شاہ حسین میاں اس وقت پیدا نہیں ہوئے تھے) ایک ساتھ حضرت سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن شاہ جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ واقعہ یوں تھا کہ حضرت شاہ جی میاں کی علالت بڑھ گئی تھی۔ سب سے بڑے بھائی حضرت سید شاہ آل مصطفیٰ میاں علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمۃ والرضوان کو حیدر آباد خط لکھا جو ان دنوں بسلسلہ ملازمت وہاں مقیم تھے کہ حضرت ممدوح کی علالت بڑھ گئی ہے، ہم لوگ نابالغ ہیں، بیعت کے لیے آپ کی اجازت چاہتے ہیں۔ حیدر آباد سے وہ اجازت نامہ بشکل خط آیا تھا۔ وہ خط لے کر حضرت سید العلماء (وہ اس وقت ۱۲-۱۳ برس کے تھے) حضور تاج العلماء سید شاہ محمد میاں صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس گئے اور انہیں خط پڑھ کر سنایا۔ تاج العلماء علیہ الرحمۃ دونوں بھائیوں اور دونوں بہنوں کو لے کر مجدد برکاتیت حضرت سید شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے پاس پہنچے جو اس وقت ہری کوٹھی کے اندرونی دالان میں جنوباً شمالاً آرام فرما رہے تھے۔ حضرت نے چاروں کو بیعت فرمایا اور حضور احسن العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خلیفہ و مجاز بنا کر اعلان فرمایا کہ یہ میرا جانشین ہوگا۔ حضور احسن العلماء کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ بھیا (حضور تاج العلماء) موجود ہیں تو یہ کیسے آپ کے سجادہ نشین ہوں گے۔ فرمایا کہ بیٹی محمد میاں (تاج العلماء) میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اور حسن میاں میری ذات کے سجادہ نشین ہیں۔ یہ بھی فرمایا کہ آل مصطفیٰ (حضور سید العلماء) تم حسن میاں کا رشک نہ کرنا۔ تم کو تمہارا حصہ بڑے گھر سے ملے گا۔

راقم تحریر عرض کرنا چاہتا ہے کہ حضرت اسماعیل حسن شاہ جی میاں علیہ الرحمۃ کی چشم بصیرت کی یہ کرامت ہی تو تھی کہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ حضور تاج العلماء کی اولاد زندہ نہ رہے گی اور حضرت احسن العلماء ان کی ذات کے سجادہ نشین بھی ہوں گے اور ان کی نسل کے بھی سجادہ نشین ہوں گے۔ ان کی چشم بصیرت نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ آج سے ۱۲ برس بعد حضور سید العلماء کو بڑے گھر یعنی سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب کے گھر سے سجادگی ملے گی۔

بچپن:

پھوپھی صاحبہ بیان فرماتی ہیں کہ حسن میاں کو بچپن اور لڑکپن میں کسی کھیل سے

تعلیم:

پھوپھی صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ حسن میاں کو قرآن عظیم ان کی والدہ محترمہ نے شروع کرایا تھا۔ سواد و پارے والدہ سے پڑھنے کے بعد قصبے کے مشہور حافظ سلام الدین قریشی مرحوم سے قرآن عظیم حفظ کیا۔ ان کے انتقال کے بعد باقی حصہ حافظ عبدالرحمن عرف حافظ کلو صاحب مرحوم سے پڑھا۔ لگ بھگ گیارہ برس کی عمر میں قرآن عظیم حفظ فرمایا۔ بڑے پیمانے پر اہل شرح کی تقریب ہوئی۔ شیر بیشہ؟ سنت مولانا حشمت علی خاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اصرار کر کے اپنی طرف سے دولہا بنایا۔ دولہا بنے، سہرے گائے گئے اور اعزہ کی دعوت ہوئی۔ یہ اسی حفظ قرآن کی برکت ہے کہ حضور احسن العلماء نے اپنی حیاتِ مقدسہ میں بے شمار محرابیں سنائیں۔ بمبئی میں دو تاریخی شینے سنائے جس کا ذکر آگے آئے گا اور قرآن عظیم کی برکت تھی کہ آخری ایام میں فرمانے لگے تھے کہ دنیاوی معاملات میں سہو ہو جاتا ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ قرآن عظیم سینے میں جوں کا توں محفوظ ہے۔ حضور احسن العلماء صرف رمضان میں نہیں بلکہ پورے برس قرآن عظیم کی تلاوت فرماتے تھے۔ تلاوت کرتے وقت قرآن عظیم سامنے ہوتا تھا لیکن وہ روانی کے ساتھ پڑھتے چلے جاتے تھے اور بعد میں کئی کئی صفحہ ایک ساتھ پلٹ دیتے تھے۔ رمضان شریف کے ایام میں وہ دیگر حفاظ کا قرآن مجید بھی سنتے تھے۔

پھوپھی صاحبہ اور دیگر بزرگانِ خاندان کا بیان ہے کہ حسن میاں کی ایک بہت بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ کسی کا حسد تو حسد، رشک بھی نہیں کرتے تھے اور اس بات کا ایک عالم شاہد ہے۔ ان کی اس خوبی کا بڑے بڑوں نے اعتراف کیا ہے۔ بہت بچپن سے ہی حقیقی ماموں نے انہیں اپنی تحویل میں لے لیا تھا اور ان کی تعلیم و تربیت اپنے آغوشِ محبت میں کی۔

ان کے اساتذہ کرام میں حضور تاج العلماء، حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمۃ گھوسوی، مفتی سندھ، خلیل العلماء حضرت مولانا خلیل احمد صاحب قادری برکاتی، حضرت شیر بیشہ سنت مولانا حشمت علی صاحب علیہ الرحمۃ جیسے نامی گرامی اساتذہ کرام تھے۔ اردو کے استاد نشی سعید الدین صاحب تھے۔ انگریزی کے کچھ سبق قبلہ ماسٹر سمیع الدین صاحب مدظلہ سے پڑھے۔ جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا، قرآن عظیم کے درس

کوئی رغبت نہیں تھی۔ یعنی بچپن سے ہی جب کہ شعور پوری طرح بیدار نہیں ہوتا ہے، انھوں نے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کو اپنی حیات کی منزل بنا لیا تھا۔ پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ حسن میاں بچپن میں چھوٹی مہری کا پا جامہ، روئی کا دگلہ اور بڑی سی ٹوپی پہنتے تھے۔ صدر دالان کے نزدیک کبوتر کی کابکس رکھی ہوئی تھیں۔ گھر کے بڑے افراد ان کو وہیں جا کر تلاش کرتے تھے۔ وہ کبوتروں کو ہاتھ میں لے کر ان کے پوٹوں کو چوم رہے ہوتے تھے۔ حضور احسن العلماء نے کبوتروں سے اپنی محبت زندگی بھر نباہی۔ انھوں نے کبھی کبوتر نہیں اڑائے لیکن ان کے دانے پانی اور وقت پر کھولنے بند کرنے کا بہت اہتمام کرتے تھے اور ان پرندوں سے بہت شغف و محبت روا رکھتے تھے اور اکثر انہیں آزاد رکھتے تھے۔ بلی کے حملے کے ڈر سے صرف رات میں کابک میں بند کرتے تھے۔ ان کی خوراک کے بارے میں ہم بچوں کو نصیحت کرتے کہ ان پرندوں کو دن میں ستر بار دانہ دکھانا چاہئے۔

بچپن میں حضور احسن العلماء کا یہ بھی معمول تھا کہ چونکہ رات کو ان کی والدہ کو بہت پیاس لگتی تھی، اس لیے وہ ان کے پلنگ کی پٹی کے نیچے کنویں سے تازہ پانی کھینچ کر لوٹے میں رکھ کر اسے ڈھک دیتے تھے اور لوٹے کی ٹونٹی میں کاغذ کی گھوری لگا دیتے تھے تاکہ کوئی کیڑا مکوڑہ اندر نہ جاسکے۔ ان کی اس عادت پر ان کی والدہ ان کو بہت دعائیں دیتی تھیں اور یہ سب دعائیں خوب خوب قبول ہوئیں۔

پھوپھی صاحبہ کا بیان ہے کہ ایک بار حضور احسن العلماء کو ان کی والدہ نے بچپن کی کسی بات پر تادیب کی خاطر مونڈھے کو الٹا کر کے اس میں کھڑے رہنے کا حکم دیا اور پھر بھول گئیں۔ بہت وقت گزر جانے کے بعد جب ان کا گھر کے اس حصے سے گزر ہوا تو دیکھا کہ بیٹا اسی طرح کھڑا تھا۔ انھوں نے پوچھا یہاں کیوں کھڑے ہوئے ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ آپ ہی کا تو حکم تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ وہ تو اس وقت کے لیے تھا۔ بیٹے نے فرمایا کہ آپ نے مونڈھا چھوڑنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ اس لیے وہ وہیں کھڑا رہا۔ فی زمانہ والدین کی نافرمانی کرنے والوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

کے اساتذہ میں والدہ محترمہ حضرت سیدہ شہر بانو رحمۃ اللہ علیہا اور حافظ سلام الدین اور حافظ عبدالرحمن عرف حافظ کلور رحمۃ اللہ علیہم تھے۔ حضرت خلیل العلماء کا معاملہ یہ تھا کہ وہ مستقلاً مارہرہ شریف میں رہ کر حضرت احسن العلماء کو درس دیتے تھے۔ اس دوران اگر حضور تاج العلماء کو کہیں بیرونی سفر پر جانا ہوتا اور حضور احسن العلماء ان کے ساتھ ہوتے تو حضرت خلیل العلماء مولانا خلیل احمد صاحب بھی سفر میں بغرض درس و تدریس شریک رہتے تاکہ ناغہ نہ ہو۔ اس بات کا نقشہ برادر عزیز مولانا احمد میاں بن حضرت خلیل العلماء نے اپنی کتاب میں بڑے خوبصورت انداز میں کھینچا ہے۔

بقول پھوپھی صاحبہ، حضور تاج العلماء فرماتے تھے کہ حسن میاں کی ذہانت کا کیا پوچھتی ہو۔ میں ایک صفحہ سبق پڑھاتا ہوں اور وہ اسے فوراً یاد کر لیتے ہیں اور زیادہ سبق کی فرمائش کرتے ہیں۔ اللہ اللہ کیسے استاد تھے اور کیسے شاگرد تھے۔

درس کی تکمیل کے بعد حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنے دست و قلم سے سند عطا فرمائی۔

دینی اور علمی خدمات:

حضور احسن العلماء کو خانقاہی کاموں سے جب جب فرصت ملتی وہ خانقاہ کے مدرسے ”مدرسہ قاسم البرکات“ میں درس و تدریس کا کام بھی انجام دیتے۔ اسی مدرسے میں ۱۹۶۲ء میں انھوں نے میرا امتحان سورہ قل اعوذ برب الناس پڑھوا کر اور نماز کی امامت کی مشق دیکھ کر لیا تھا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ حضور احسن العلماء نے باقاعدہ سجادہ نشین اور صدر کمیٹی درگاہ شاہ برکت اللہ اور متولی مسجد برکاتی ہونے سے بہت پہلے خانقاہ کی مسجد برکاتی کا مصلیٰ سنبھال لیا تھا اور سلسلہ وعظ بھی شروع کر دیا تھا۔ حضرت تاج العلماء نے شروع میں حضرت احسن العلماء کو وعظ کہنے کے داب و آداب سکھائے اور پھر مسجد برکاتی کے منبر سے حضور احسن العلماء نے زندگی کے آخری ایام تک جمعہ کی نماز سے پہلے آدھ گھنٹے کا بیان کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس آدھے گھنٹے کے بیان میں قرآن عظیم، حدیث پاک فقہی مسائل کا بیان دینی اور دنیوی مسائل سے مقتدیوں کو آگاہ کرانے کا سلسلہ ۵۴ برس تک یعنی ان کی حیات طیبہ تک چلا۔

چون سال اسی منبر سے درس دیا تھا دین حق کا ان کی فصاحت، ان کی بلاغت حسن میاں کی بات کرو (حضرت نظمی مارہروی)

درگاہ و مسجد سے لے کر خانقہ و مہماں خانہ چون سال کی محبت پیہم حسن میاں پھر یاد آئے (سید محمد اشرف)

غالباً یہ بھی ایک ریکارڈ ہوگا کہ کسی ایک عالم دین نے بیرونی اسفار کی مدت کے علاوہ کسی ایک جگہ مستقل طور پر ۵۴ سال تک وعظ و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھا ہو۔ جمعہ کے وعظ میں نہایت سادہ انداز میں موقع و محل کے اعتبار سے تقریر کرتے۔ کیوں کہ سامعین میں قصبے کے نیم خواندہ لوگوں کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ قصبے کے لوگوں میں آج جو دین کی فہم اور مسائل سے آگاہی ہے، وہ بڑی حد تک حضور احسن العلماء کے انہیں آدھ گھنٹے کے بیانات کا ثمرہ ہے۔ برادر طریقت حافظ شریف احمد صاحب نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بیانات کو ان کی زندگی میں ٹیپ کرنا شروع کر دیا تھا۔ ان کے پاس ان کیسٹوں کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ ان کو سنا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ حضور احسن العلماء کی تقریروں میں علم و معرفت کے کیسے چمک دار موتی بکھرے پڑے ہوئے ہیں۔ خدا تعالیٰ توفیق عطا فرمائے کہ ان سیکڑوں کیسٹوں میں بند تقریروں کو ”ملفوظات احسن العلماء“ کے عنوان سے یکجا کر دیا جائے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

زبان و ادب پر عبور:

والد ماجد علیہ الرحمۃ کو عربی فارسی گرامر پر بڑا عبور حاصل تھا۔ عربی و فارسی کے عالم ہونے کے باوجود وہ اردو کو اس کے اصل لہجے کے ساتھ بولتے تھے اور اسی کو فصیح جانتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اصل لفظ عربی میں محبت نفیث میم ہے، لیکن اردو میں محبت کے میم پر پیش لگا کر پڑھنا اور بولنا ہی فصیح ہے وہ اردو بولنے میں عربی مخارج کے استعمال کو روا نہیں سمجھتے تھے۔ وہ اپنی گھریلو بولی میں بلکہ وعظ و تلقین کی محفلوں میں بھی ہندی کھڑی بولی، برج اور اودھی کے بول بے تکلفی کے ساتھ بلا تصنع استعمال کرتے تھے جو ان کے

منہ پر بہت بھلے لگتے تھے۔ وہ اردو بہت تیز لکھتے تھے اتنی تیز کہ انگریزی کا عام شارٹ ہینڈ رائٹ اتنی تیزی سے انگریزی شارٹ ہینڈ بھی نہیں لکھ سکتا۔ جب وہ ہاتھ سنبھال کر لکھتے تھے، بہت خوشخط لکھتے تھے۔ ان کے والد کریم حضرت آل عبا زیدی الواسطی قادری برکاتی بھی بہت خوشخط تھے۔

اعلیٰ حضرت سے انس:

والد معظم اکثر گھر میں اہل خاندان کے درمیان بیٹھ کر گفتگو کے بیچ بیچ میں، انوری، خاقانی، سودا، میر، اور میر درد اور مارہرہ کے شعراء کے شعر بھی حسب موقع پڑھا کرتے تھے۔ میر تقی میر کے اشعار انہیں بہت پسند تھے۔ لیکن شاعروں میں انہیں سب سے زیادہ کلام امام احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ کا یاد تھا۔ ان کا شعر سناتے وقت فرماتے: ”سنو! میرے اعلیٰ حضرت کیا فرماتے ہیں“۔ یہ کہہ کر وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر سناتے۔ کبھی کبھی یوں بھی فرماتے سنو! بریلی والا کیا کہہ رہا ہے، اور یہ کہہ کر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا شعر سناتے۔ اعلیٰ حضرت سے انہیں عشق کی حد تک محبت تھی اور اس کا اظہار وہ خلوت و جلوت، ظاہر و باطن، گفتگو و وعظ، غرض یہ کہ ہر مقام پر کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کے درمیان بھی اور دوسروں کے درمیان بھی۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر ضرورتاً نہیں، عادتاً کرتے تھے اور عادتاً بھی نہیں محبتاً کرتے تھے اور محبت پر کسی کا اجارہ نہیں۔ اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے پہلے چشم چراغ خاندان برکات کا لقب اکثر استعمال فرماتے۔

اعلیٰ حضرت اور ان کی دینی خدمات پر، ان کی کتابوں اور ان کتابوں میں بیان کردہ مضامین پر اور اعلیٰ حضرت کی شاعری پر انہیں اتھارٹی کا درجہ حاصل تھا۔ دور دور سے اسکا لر آتے اور ان سے چند گھنٹے گفتگو کرتے سیر ہو کر واپس جاتے اور اپنے مقالوں کا وزن بڑھاتے۔ ڈاکٹر سید جمال الدین اسلم، سابق چیئرمین شعبہ تاریخ جامعہ ملیہ نے حضور احسن العلماء کو ماہر رضویات ہی نہیں، شارح رضویات بھی کہا ہے (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء کا ادارہ) اور بالکل صحیح کہا ہے۔ وہ فاضل بریلوی کے خاندان کے معاملات، حالات اور واقعات کے گہرے راز داں تھے۔ بہت سے معاملات کے تو چشم دید گواہ تھے۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد بریلی شریف میں حق حقوق

کے سلسلے میں جب بھی کوئی معاملہ پیش آیا، وہاں کے صاحب زادگان بریلی سے فوراً مارہرہ شریف تشریف لاتے، چاہے دن کا وقت ہو یا آدھی رات کا وقت اور حضور احسن العلماء سے اپنے دل کی بات کہہ کر ان کا فیصلہ لے کر خوش خوش واپس جاتے۔ ایسے کئی واقعات مجھے یاد ہیں، میرے علم میں ہیں لیکن ہر بات کا ایک موقع ہوتا ہے۔

حضور احسن العلماء کے بارے میں یہ چند صفحات تمام واقعات کے اندراج کے متحمل نہیں ہو سکتے۔ البتہ ایک عجیب لطف کی بات یہاں عرض کرنا ضروری ہے کہ ان کے سامنے اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کا ذکر کر کے ہم لوگ مطمئن ہو جاتے کہ اب والد معظم ہم لوگوں کو کوئی نیا نکتہ، کوئی نئی بات، کوئی نیا مسئلہ ضرور بتائیں گے اور یہی ہوتا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا ذکر آتے ہی ان کا چہرہ کھل اٹھتا، پیشانی مزید چمکنے لگتی اور طبیعت خوش ہو جاتی۔ کبھی کبھی ہم بیٹے جب دیکھتے کہ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کسی بات سے متفکر ہیں تو اعلیٰ حضرت کا ذکر چھیڑ دیتے اور پھر دیکھتے کہ والد معظم کی فکر لمحہ بھر میں دور ہو جاتی اور وہ اعلیٰ حضرت کا کوئی واقعہ یا ان کی کسی کتاب کا ذکر یا ان کا کوئی شعر پڑھ رہے ہیں۔ وہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے اشعار حدائق بخشش سے کبھی نہیں پڑھتے تھے۔ اس مقصد کے لئے ان کے پاس ایک مضبوط ترسیلہ تھا اور وہ تھی ان کی یادداشت۔ ایک ہی محفل میں اعلیٰ حضرت کی کئی کئی نعتیں اور مقبتیں اسی ترتیب سے سناتے چلے جاتے جیسی کتاب میں درج ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی جو مشہور نعتیں انہیں بہت پسند تھیں وہ یہ ہیں:

کعبے کے بدر الدجی تم پہ کرو روں درود
طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کرو روں درود

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
”نہیں“ سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

سنتے ہیں کہ محشر میں صرف ان کی رسائی ہے
گران کی رسائی ہے لو جب تو بن آئی ہے

خلافت نامہ خاندانی:

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے نانا حضرت سید شاہ اسماعیل حسن علیہ الرحمۃ والرضوان کے مرید و خلیفہ و جانشین تھے۔ ان کے صاحب زادے میرے مرشد گرامی تاج العلماء ممدوح اعلیٰ حضرت سید فخر عالم اولاد رسول محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان جنہیں سنی دنیا تاج العلماء کے لقب سے پہچانتی ہے، نے ۱۳۶۲ھ میں اپنی طرف سے بھی حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے لیے مفصل خلافت نامہ خاندانی تحریر فرمایا۔ ان کے دست مبارک کی تحریر کردہ دستاویز کو تبرکاً یہاں نقل کر رہا ہوں۔

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی و نسلّم علیٰ رسولہ الکریم و علیٰ الہ و اصحابہ ذوی

الوصل العمیم و علیٰ من تبعہم

چہار شنبہ بست و نہم محرم الحرام ۱۳۴۷ھ کو حضرت سیدی و مرشدی والد حضرت السید الشاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ تعالیٰ باسرارہم نے اپنے زمانہ مکان واقع خانقاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مقدسہ سے برخوردار نور الابصار حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ فرمایا جیسا کہ حضرت کے روز نامچہ ۲۹ محرم ۱۳۴۷ھ میں تحریر اور فقیر اس واقعہ کا چشم دید شاہد ہے۔ و کفی باللہ شہیداً۔ اور قبل وصال چند روز پہلے حضرت والدی و مرشدی سید شاہ محمد اسماعیل قدس سرہ نے برخوردار حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کی نسبت یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ میرا مرید و خلیفہ اور سجادہ نشین ہے۔ اور حسن میاں سلمہ کے بڑے بھائی برخوردار، نور الابصار مولوی حافظ سید آل مصطفیٰ سلمہ اللہ تعالیٰ سے فرمایا کہ تم اس کا رشک نہ کرنا اور بعض چیزیں چھڑی وغیرہ کے متعلق بھی فرمایا تھا کہ حسن میاں سلمہ کو دوں گا۔ اس پر کسی نے کہا کہ حضرت کے سجادہ نشین تو محمد میاں ہیں۔ اس پر فرمایا کہ وہ تو میرے نسلی سجادہ نشین ہیں اور اسے یعنی حسن میاں کو میں نے اپنی ذات خاص کا سجادہ نشین بنایا ہے۔ یہ واقعات فقیر راقم کے روزنامہ مجلہ صفر ۱۳۴۷ھ میں تحریر ہیں:

”آج ۲۹ محرم ۱۳۶۲ھ جمعہ مبارکہ بعد نماز جمعہ حویلی سجادہ نشینی واقع خانقاہ

سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی

سب سے بالا دوالا ہمارا نبی

آنکھیں رو رو کے سُبَّانے والے
جانے والے نہیں آنے والے

چمک تجھ سے پاتے ہیں سب پانے والے
مرا دل بھی چمکا دے چمکانے والے

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے، یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

وہ سرور کشور رسالت جو عرش پر جلوہ گر ہوئے تھے
نئے نالے طرب کے ساماں عرب کے مہمان کے لیے تھے

یہ قصیدہ تو وہ بہت ہی استغراق اور وجد کے عالم میں پڑھتے اور اس میں استعمال شدہ صفتوں کی تشریح ایسے دلکش انداز میں فرماتے کہ ہم بچوں کے ذہن میں بھی بات نقش ہو جاتی۔ اعلیٰ حضرت کا شعر اگر کوئی غلط پڑھتا تو نرم انداز میں ضرور ٹوک دیتے۔ اکثر فرماتے: ”حدائق بخشش سمجھنا تو الگ، پڑھنا بھی ہر ایرے غیرے کے بس کی بات نہیں ہے۔ اس غلام قادری راقم الحروف نے بھی یہ قطعہ اپنے والد معظم کی اسی بات کی یاد کی چھاؤں میں بیٹھ کر لکھا ہے۔ (یہ قطعہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے حاسدین و مخالفین کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے۔)

منارِ قصر رضا تو بلند کافی ہے
تم اس کے پہلے ہی زینے پہ چڑھ کے دکھلا دو
فتاویٰ رضویہ تو اک کرامت ہے
ذرا حدائق بخشش ہی پڑھ کے دکھلا دو

عالیہ برکاتہ میں میں نے یہ تحریر لکھی اور خود بھی برخوردار، نور الابصار سید حافظ مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ تعالیٰ کو جملہ سلاسل خاندانی قدیمہ و جدیدہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعہ مداریہ و منامیہ، وعلویہ و اویسیہ جلیلیہ و برکاتیہ و منوریہ و عمریہ، رزاقیہ حمزویہ و آل رسولیہ کی نیز جملہ اعمال و اوراد و اذکار و اشغال و اوافاق و مصافحات و احادیث کریمہ و قرآن عظیم و دلائل الخیرات و حزب البحر و حرز یمانی و دیگر ادعیہ خاندان کی اُن سب طریقوں سے جو فقیر حقیر کو اپنے حضرت مرشد برحق امام المرشدین قبلہ و کعبہ والد ماجد اور اپنے حضرت نانا صاحب نور العارفین قبلہ سید شاہ ابوالحسن احمد نوری میاں صاحب اور حضرت امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں صاحب قدس سرار ہم العزیزہ سے بفضلہ تعالیٰ حاصل ہیں، اجازت عامہ و خلافت عامہ و خاصہ دی اور ان سب سلاسل میں بیعت لینے کا مجاز و ماذون کیا بشرائط المعلومة عند الائمة۔ اللہ تعالیٰ مبارک و مسعود فرمائے اور برخوردار موصوف کو اپنے اکابر کرام قدس سرار ہم کے برکات و فیوض کا حامل و وارث ظاہری و باطنی اور ان کے فیوض و انوار کا پھیلانے والا بنائے۔

آمین بحاجہ النبی الامین علیہ الصلاۃ والسلام و علیٰ الہ واصحابہ وعلینا معہم و بہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ لازم ہے کہ اللہ و رسول جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی اطاعت و محبت جان و دل، قول و عمل، اعضاء و جوارح سے حتیٰ الوسع بطریق اکمل دائم بجالانے میں سعی و داعی رہیں۔ نیت خالصہ پر استقامت اور دشمنان دین و مخالفین شرع متین سے حتیٰ الوسع دور اور ان کے مراتب کے مطابق ان سے بیزار و نفور رہیں۔ جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و مبتدعین بالخصوص و ہابیہ، ملاعنہ، دیوبندیہ و نجدیہ، نیچریہ، زنادقہ غرض جملہ فرق باطلہ پر رد و طرد کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے ظاہر و باطن کو شریعت مطہرہ کے مطابق آراستہ اور آداب طریقت کے مطابق پیراستہ رکھیں اور عقائد قدیم مذہب مہذب اہل سنت پر جیسا کہ اس خاندان عالی کے اکابر کرام قدس سرار ہم کی کتب و تحریرات مثلاً سبع سنابل شریف حضرت اقدس میرے جد اعلیٰ میر عبد الواحد بلگرامی و بیچہ الاسرار شریف مشتمل بہ ارشادات آقائے نعمت غوث اعظم سیدی و مولائی عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر تصانیف حضرات اہل سنت و تصانیف اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین و ملت حضرت مولانا احمد رضا خاں

صاحب و عقائد نامہ منظومہ حضرت اخ معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عالم و مفاوضات طیبہ و شوکت اسلام و غیرہ تصانیف حضرت مرشد برحق قدوة المنتشد دین علی اعداء رب العالمین حضرت الحاج الحافظ القاری السید شاہ محمد اسماعیل حسن قدس سرہم العزیز و خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام و غلبہ فتنہ قلیلہ الہیہ و غیرہ تحریرات فقیر حقیر سے ظاہر و روشن ہیں، پوری مضبوطی اور یکسوئی سے قائم رہیں اور اسی پر اپنی اتباع والوں و مسترشدین کو قائم رکھنے میں حتیٰ الوسع سعی رہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاۃ والسلام علی خیر خلقہ سیدنا محمد والہ واصحابہ اجمعین وعلینا معہم و بہم ولہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔“

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی غفرلہ بقلمہ

(تمت بالخیر) (اصل تحریر خانقاہ برکاتیہ کے کتب خانے میں محفوظ ہے)

حضور احسن العلماء علیہ الرحمة والرضوان نے ان کی زندگی کے آخری پل تک ان نصیحتوں پر عمل کیا اور وصال سے چند روز قبل اپنے بیٹوں کو وصیت کی: ”میرا کوئی مرید اگر مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے تو پھر مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔“ وہ اعلیٰ حضرت کی تعلیمات کو مذہب مہذب اہل سنت کے بزرگوں کی تعلیمات کا ایک روشن باب جانتے تھے اور وقت وصال بھی انہیں اندازہ تھا کہ ان کے مرید تک جب ان کی وصیت پہنچے گی تو وہ سمجھ لے گا کہ اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کی تعلیمات خاندان برکات کی ہی تعلیمات ہیں۔

زندگی بھر وہ بدعقیدہ لوگوں کو وعظ کے ذریعہ تلقین کرتے رہے لیکن کبھی ان سے ظاہری و باطنی قربت نہیں رکھی۔ فی زمانہ استقامت دین کی ایسی مثالیں ملنا مشکل ہیں۔

تاج العلماء کا مرتب کردہ محضر سجادگی:

حضور تاج العلماء علیہ الرحمة والرضوان نے اپنے والد معظم حضرت سید ابوالقاسم شاہ جی میاں علیہ الرحمة کے تجویز کردہ سجادہ نشین یعنی حضور احسن العلماء کو اعزہ خاندان اور اکابرین علماء کی موجودگی میں سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پر اپنے ساتھ اپنے ہاتھوں سے بٹھایا اور اپنے دست و قلم سے محضر سجادگی مرتب کیا، جس کی نقل مندرجہ ذیل ہے:

۷۸۶/۹۲

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى ولا سيما على سيدنا ومولانا محمد المصطفى واله وصحبه والخلفاء والغوث الاعظم والسادات الاكارم الشرفا۔ اما بعد! فقير اپنے جملہ برادران دینی سید العارفین، سید الواصلین، قدوة المتشددين على اعداء رب العالمين اسوة المتصلين في الدين، سیدی وسندی و مرشدی و والدی حضرت عظیم البرکت مولانا مولوی حافظ حاجی شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن میاں صاحب الملقب بشاہ جی قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تاجدار مسند سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ ضلع ایٹہ نے اپنی مبارک حیات ظاہری میں اپنے وصال سے کئی روز قبل بحالت صحت ہوش و حواس ظاہری قرۃ بصری و فلذۃ کبدی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہ ربہ تعالیٰ کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ میری ذات کے سجادہ نشین ہیں۔ اور فقیر سے متعلق ارشاد فرمایا تھا کہ یہ میری نسل کے سجادہ نشین ہیں اب چونکہ عزیز موصوف سلمہ ربہ تعالیٰ بفضلہ تعالیٰ عاقل و بالغ ہیں اور آثار رشد و صلاح و فلاح ان شاء اللہ تعالیٰ و بکرمہ و عمنوالہ اون سے ظاہر و واضح ہیں۔ لہذا آج شب پنجشنبہ شب ۲۲ صفر ۱۴۳۶ھ کو عزیزی حافظ سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری قاسمی برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ کو حضرت سیدی و مرشدی و والدی اقدس حضرت مولانا الشاہ ابو القاسم محمد اسماعیل حسن میاں صاحب رضی اللہ عنہ کا خرقہ مبارک میں نے پہنایا اور سجادہ عالیہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ مارہرہ مطہرہ پر بٹھایا اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور خود اپنا سجادہ نشین بنایا۔ آج سے عزیز موصوف سلمہ ربہ میری طرح حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اور خود میرے سجادہ نشین ہیں اور حضرت سیدی و مرشدی و والدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عزیز موصوف سلمہ اللہ تعالیٰ کو بیعت و اجازت و خلافت سلسلہ عالیہ قادریہ و دیگر سلاسل برکاتیہ حاصل ہے۔ نیز اس فقیر نے بھی اون کو اپنے جملہ سلاسل عالیہ قادریہ و چشتیہ و سہروردیہ و نقشبندیہ و بدیعہ مداریہ جدیدہ و قدیمہ و جملہ افاق و اعمال و اوراد و اذکار و دیگر برکات اکابر کرام برکاتیہ قدست اسرارہم کی اجازت و خلافت عامہ و خاصہ اب سے پیشتر دے دی اور اس کا وثیقہ الگ سے تحریر کر کے دے دیا ہے۔ اللہ عز و جل عزیزی الممدوح سلمہ ربہ تعالیٰ کو سجادہ عالیہ غوثیہ

احمدیہ برکاتیہ کی بہترین خدمتیں بجالانے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرات مشائخ کرام سلسلہ قدسیہ قادریہ برکاتیہ آل احمدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیوض و برکات کے دریا اون سے جاری فرمائے۔ اور ظاہر و باطن، صورت و سیرت، عقائد و اعمال میں ان حضرات کرام قدست اسرارہم کا کامل اور سچا مظہر بنائے۔ آمین بحرمۃ حبیبہ الجواد وآلہ الامجاد وعلیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام الیٰ یوم التناد۔

فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی قاسمی
سجادہ غوثیہ برکاتیہ آل احمدیہ قاسمیہ مارہرہ مطہرہ بقلم خود
دستخط کنندگان

فقیر آل مصطفیٰ سید میاں قادری، قاسمی، نوری
فقیر ابوالفتح عبید الرضا
محمد حشمت علی خاں رضوی وقاسمی غفرلہ
فقیر ابوالمظفر محبت رضا محمد محبوب علی قادری برکاتی
عبدالغفار کان پوری
سید مشتاق حسین غفرلہ
محمد شفیع کان پوری
فقیر قادری غفرلہ ولی حسنی لکھنوی
فقیر فتح علی قادری برکاتی

(ایک دستخط ہندی میں بھی ہیں جو پڑھے نہیں جاتے)
احتشام الدین (بدایوں)

محمد سمیع خاں قادری
لینق اللہ قادری
ایوب علی قادری بقلم خود (بلرامی)

محمد عمر قادری عفی عنہ
اسماعیل حاجی عبداللہ بٹالے والے بمبئی
حاجی ابراہیم حاجی دادا

سلیمان بن آدم جی یعقوب گوٹل بقلم خود
 العبد محمد خلیل القادری عفی عنہ (مولانا مارہروی)
 حفیظ اللہ قادری عفی عنہ
 محمد عبدالسلام رضوی فتح پوری
 محمد عثمان بیگ قادری کانپوری
 خواجہ محمد عمر صالح محمد قادری برکاتی گوٹل کاٹھیاواڑ

حضور تاج العلماء کی یہ تحریرات خانوادہ برکاتیہ کے بڑے کتب خانہ میں
 حضرت امین ملت مدظلہ کے پاس محفوظ ہیں۔ انھوں نے جو دعائیں دیں اللہ تعالیٰ نے
 سب کو شرف قبول عطا فرمایا۔ الحمد للہ۔

حضور احسن العلماء کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک کے صدقہ طفیل میں اکابر
 خاندان برکات کا صورت و سیرت، اعمال و اشغال و افعال و عادات و خدمات میں سچا
 وارث بنایا۔ اور ان کے خود کے ہاتھوں، ان کی اولاد کے ہاتھوں اور ان کے نامی گرامی
 ذی علم علمائے کرام و مفتیان عظام خلفاء کے ہاتھوں سلسلے کا فروغ زمین کے اس کونے
 سے اُس کونے تک کرایا۔ الحمد للہ۔

وقف نامہ:

حضور تاج العلماء نے ۱۹۵۰ء میں سیکڑوں روپے کے قیمتی اسٹامپ پیپر پر
 حضور احسن العلماء کو اپنی تمام جائیداد کا متولی اور اپنے تمام عہدوں اور منصبوں کی جاسینی
 تفویض فرمائی جو ان کی حیات مقدسہ میں ان کے پاس تھے۔

وقف نامے کی یہ قانونی دستاویز بڑے سائز کے پچیس صفحات پر محیط ہے جسے
 قانونی فیس ادا کر کے مکمل ضوابط کے ساتھ رجسٹرڈ کرایا گیا۔ رجسٹرڈ ۱۹۵۰ء میں ہوا۔
 حضرت تاج العلماء کا وصال ۱۹۵۶ء ماہ فروری میں ہوا۔

وقف نامے کی عبارت میں بسم اللہ، حمد باری تعالیٰ اور صلوٰۃ و سلام کے بعد
 دفعہ نمبر ۲ میں تحریر فرمایا:

”چوں کہ میری کوئی اولاد اس وقت زندہ نہیں ہے اور میں نے برخوردار مولوی

حافظ قاری سید مصطفیٰ حیدر عرف سید حسن میاں قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کو جو میرے حقیقی
 بھانجے ہیں اور جن سے میری اور بھی قرابتیں اور قریبی رشتہ داریاں میرے والدین کی
 طرف سے ہیں اور جو اپنے آباء و اجداد کی طرف سے میرے یک جدی بنی اعمام میں بھی
 ہیں، میں نے ان کو اولادِ صلبی کی طرح پالا اور تعلیم و تربیت کیا اور بفضلہ تعالیٰ ان کو علم و عمل
 کے لحاظ سے مستحق دیکھ کر جملہ سلاسل خاندانی اور جملہ اذکار و اواراد و اعمال و اشغال
 و مصنفات و غیرہ موجودہ بہ خانوادہ عالیہ قادریہ مارہرہ مطہرہ تولاً و عملاً تحریراً و تقریراً
 اجازت و خلافت دے دی اور قرآن مجید و حدیث پاک و دیگر ادعیہ کی سند مستند حسب
 دستور قدیم خاندانی عطا کر دی ہے اور اپنے مرشد برحق والد ماجد حضرت مولانا مولوی
 حافظ حاجی قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن صاحب قادری رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 تاجدار مسند عالیہ غوثیہ برکاتیہ مارہرہ کے ارشاد کے مطابق ان کو حضرت قدس سرہ کا نیز
 خود اپنا بھی جانشین و ولی عہد و سجادہ نشین مسند عالیہ غوثیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ اس شرط پر
 مقرر کر دیا ہے کہ میرے بعد برخوردار سید مصطفیٰ حیدر عرف حسن میاں قادری سلمہ اللہ
 تعالیٰ ابن برادر محترم سید آل عبا صاحب قادری میری طرح خانقاہ درگاہ عالیہ برکاتیہ
 مارہرہ مطہرہ کے سجادہ نشین اور متولی اور منتظم اور کمیٹی انتظامی درگاہ معلیٰ برکاتیہ کی رکنیت
 منجانب سرکار کلاں اور چار سو چونتیس روپیہ چار آنہ (Rs 434.25) زر مقررہ جو
 خزانہ حکومت وقت سے برابر مصارف درگاہ عالیہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ مقرر ہے، بہ
 حیثیت سجادہ نشین سرکار کلاں گورنمنٹ سے وصول کر کے مصارف معینہ درگاہ معلیٰ برکاتیہ
 میں صرف کرنے کے استحقاق رکھیں گے۔ اور آثار شریف متعلقہ سرکار کلاں جو حضور اقدس
 سرور عالم صلی اللہ علیہ و آلہ و صحابہ وسلم و حضرت مولیٰ علی و حضرات حسنین کریمین و حضور
 غوث اعظم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے متبرک بالوں، اور قدم مبارک کے نقش اور
 نعل شریف اور خرقوں وغیرہ کے تبرکات پر مشتمل ہیں، ان سب کے بھی بعد میرے مثل
 میرے متولی اور منتظم اور متصرف حسب عمل درآمد قدیم خاندان رہیں گے اور درگاہ
 برکاتیہ میں بشمول ان سب روضوں اور درگاہوں کے جو درگاہ موصوف کے احاطے میں
 واقع ہیں۔ نیز درگاہ حضرت سید شاہ عبدالجلیل و درگاہ حضرت شاہ بدر الدین شاہ ولایت
 و درگاہ حضرت سید شاہ جلال الدین قدس سرہ ہم جملہ واقع قصبہ مارہرہ ضلع ایٹہ میں

نیز مسجد مقدس برکاتی واقع خانقاہ سرکار کلاں مارہرہ و مسجد شریف اندرون احاطہ درگاہ حضرت سید شاہ عبدالخلیل قدس سرہ مذکورہ بالا میں جو دونوں میرے اجداد کرام قدس سرہ کی اور خود میری تعمیر و تجدید کردہ ہیں۔ نیز قبرستان قدیم موسومہ تنکیہ زیر دیوار احاطہ بستی پیر زادگان سرکار کلاں متصل پھانک کلاں خانقاہ سرکار کلاں میں جو حقوق تولیت و نظم و نسق و امامت و خطابت جمعہ و عیدین و نذرو چڑھاوا وغیرہ بہ حیثیت سجادہ نشین و متولی و منتظم مجھے حاصل ہیں، وہ بھی برخوردار سید مصطفیٰ حیدر عرف سید حسن میاں سلمہ کو بعد میرے حاصل رہیں گے۔ اور مسجد شریف واقع زمین موسومہ بہ گڑھی واقع مارہرہ نیز روضہ مقدس حضرت سیدی مرشدی والد ماجد قدس سرہ العزیز واقع اندرون احاطہ درگاہ برکاتیہ مارہرہ جو دونوں خود میرے بنا و تعمیر کردہ ہیں نیز مسجد شریف صادقی واقع محلہ تاسین گنج شہر و ضلع سیتا پور جو میرے حضرت جد امجد حضرت سید محمد صادق صاحب قادری برکاتی قدس سرہ العزیز نے تعمیر فرما کر میرے حضرت والد ماجد سید شاہ محمد اسماعیل حسن صاحب قدس سرہ العزیز کو اس کا متولی و منتظم مقرر فرما دیا تھا اور حضرت والد ماجد قدس سرہ کے بعد میں تنہا اس کا متولی ہوں۔ ان دونوں مسجدوں اور روضہ کے بھی برخوردار سید مصطفیٰ حیدر عرف سید حسن میاں سلمہ میرے بعد میری طرح تنہا متولی و مہتمم و منتظم رہیں گے۔ غرض جملہ منصب اور عہدے اور حقوق دینی و دنیاوی ان اداروں میں اس وقت بحیثیت مہتمم و غیرہ مجھے حاصل ہیں وہ میری طرح میرے بعد برخوردار سید حسن میاں قادری موصوف کو حاصل رہیں گے اور یہی برخوردار سید مصطفیٰ حیدر عرف سید حسن میاں قادری سلمہ میری جائداد اور حقیقتوں مذکور وقف نامہ ہذا مد الف شمار ایک تا تینتالیس کے بھی موقوف علیہ و متولی و منتظم اور متصرف میرے بعد رہیں گے۔“

حضور احسن العلماء کے وصال کے بعد مندرجہ بالا تمام امور مناصب، عہدوں اور تولیتوں کا کیا انتظام ہوگا، اس کی صراحت حضور تاج العلماء نے اسی وقف نامہ ہذا کی دفعہ نمبر ۳ میں بہت وضاحت کے ساتھ تحریر فرمادی ہے:

دفعہ نمبر ۳: برخوردار سید مصطفیٰ حیدر عرف سید حسن میاں سلمہ کے بعد میرا منصب سجادہ نشینی مع جملہ حقوق و مناصب وغیرہ مذکورہ دفعہ نمبر ۲ و تولیت جائداد مذکورہ مد الف ایک تا تینتالیس (۲۳) برخوردار سید حسن میاں

قادری سلمہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ذکور میں خلف اکبر کو جو سعید اور صالح اور دین دار ہوں، حاصل ہوں گے اور اسی طرح نسلاً بعد نسل و بطناً بعد بطن یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

سید العلماء کا مرتب کردہ محضر سجادگی:

یہ وقف نامہ رجسٹرڈ ہوا اور حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ کے بعد وصال ان کے چہلم کے موقع پر حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے برادر محترم حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ نے ان تمام دستاویزات کی روشنی میں ایک محضر سجادگی ترتیب دیا جس پر اس وقت کے اہل خاندان اور علمائے کرام کے دستخط بوقت چہلم حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان ہوئے۔ رسم و رواج خاندانی کے مطابق اسی وقت جانشین سجادہ عالیہ پر متمکن ہوتا ہے۔ اس محضر سجادگی میں حضور احسن العلماء کے دیگر حقوق کا بھی اجمالاً ذکر کر دیا گیا ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس محضر سجادگی کی عبارت بھی جوں کی توں نقل کر دی جائے:

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلي على رسولہ الكريم وعلى اله وصحبہ

اما بعد! ہم دستخط کنندگان ذیل تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی مفتی حافظ اولاد رسول فخر العالم سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی سجادہ نشین و متولی درگاہ برکاتیہ قدس سرہ العزیز نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے ہمیشہ زادہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ و بارک فی علمہ و عمرہ و دینہ کو اپنا جانشین و سجادہ نشین منتخب فرما کر مفصل خلافت نامہ تحریر فرمادیا تھا اور اپنے بعد طاس امر جانشینی کا حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب کے لیے شرعاً و قانوناً اعلان عام و تام بھی فرمادیا تھا۔ چنانچہ حضرت سید تاج العلماء قدس سرہ العزیز کے وصال شریف کے بعد حسب دستور قدیم خاندان عالیہ برکاتیہ چہلم شریف کے دن بعد قل شریف، حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب قادری کو ایک کثیر در کثیر مجمع اہالی خاندان و قرابت نیز خلفا و مریدین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ داعیان شرفاء شہر و بیرونجات ہند و پاکستان شنبہ تین شعبان المعظم ۱۳۷۵ھ کو مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۵۶ء وقت عصر جملہ ملبوسات اکابر کرام خانوادہ برکاتیہ قدس سرہ از قسم عمامہ و کلاہ و خرقة جات و سیلی و تسبیح

سے ملبوس ہو کر اپنے حضرت خال محترم سیدی تاج العلماء قدس سرہ العزیز کی جگہ درگاہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں سجادہ بزرگان عظام پر مسند نشین ہو کر متولی و سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ و متولی و خطیب جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں قرار دیئے گئے اور خلفا و مریدین و شرفاء شہر و بیرونجات نے نذر و گزرائیں اور سلسلہ خلافت و بیعت کا اجرا عمل میں آیا۔ ہمارے اس بیان پر اللہ و رسول جل جلالہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گواہ ہیں۔ و کفی باللہ شہیدا۔ والسلام

دستخط:

احقر حیات النبی آل عبا بشیر حیدر قادری برکاتی غفی عنہ
فقیر ابو الحسنین سید آل مصطفیٰ قادری برکاتی نوری و قاسمی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ
سید جواد حسن میاں غفی عنہ
سید آل حبیب
سید سعادت علی زیدی قادری نوری قاسمی برکاتی، بقلم خود
سید مرتضیٰ حیدر حسین میاں قادری برکاتی اولاد رسولی، بقلم خود
اولاد نبی چھما میاں قادری نوری
سید ذکی حیدر قادری
سید محمد یحییٰ حسن قادری
شاہ قطب الدین احمد قادری ابو العلانی سجادہ نشین درگاہ گاپچی
(نام نہیں پڑھا جاتا) اجیری خادم خواجہ صاحب
قیصر جہاں بقلم خود اہلیہ سید آل مصطفیٰ صاحب قادری
زادہ خاتون بقلم خود
عائشہ بقلم خود۔ ہر دو دختران سید آل عبا صاحب قادری
شوکت فاطمہ بقلم خود
بتول فاطمہ بقلم خود۔ بنت سید نور احمد صاحب مرحوم و مغفور
سید محمد زکریا
وجاہت فاطمہ بقلم خود

منظور فاطمہ دختر سید وجیہ الدین احمد مرحوم زوجہ سید شاہ محمد میاں صاحب مرحوم
فقیر محمد خلیل احمد قادری برکاتی ابو القاسمی غفرلہ خلیفہ و مجاز حضرت تاج العلماء رضی
اللہ تعالیٰ عنہ
فقیر حقیر سنی حنفی شہر قاضی ابو محمد عبدالشکور ابن عبدالکریم میاں خلیفہ مجاز و ماذون
حضرت تاج العلماء
ابو البرکات عبدالقادر قادری خلیفہ حضرت تاج العلماء
حافظ سید نور الحسن
العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی الحمدی مجاز و ماذون حضرت تاج العلماء قدس
سرہ صدر المدرسین و مفتی مدرسہ احسن البرکات حیدر آباد سندھ
شفاعت حسین قوم کمبہ ساکن مارہرہ ضلع ایٹہ
خادم اولیاء المنان محمد عبید الرحمن حنی لکھنوی غفرلہ القوی۔ خلیفہ و مجاز حضرت والا
درجست عظیم البرکت مرشدی تاج العلماء رضی اللہ عنہ
حفیظ اللہ قادری برکاتی قاسمی
محمد ایوب علی صدیقی قادری برکاتی ابو القاسمی اولاد رسولی۔ خادم قدیم حضرت تاج
العلماء قدس سرہ بقلم خود
حشمت اللہ خاں عرف امیر میاں خلف نواب نصرت اللہ خاں زبیری ساکن محلہ
کبہ مارہرہ ممبر کمیٹی انتظامی درگاہ حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب
از شرفاء شہر بقلم خود
عاصی محمد الیاس
(نام) حسین
بشیر محمود زبیری پریسیڈنٹ نوٹی فائڈ ایریا، مارہرہ (انگریزی میں)
احتشام الدین دانشمندی سکرٹری نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ (انگریزی میں)
ظہیر الدین قادری برکاتی قاسمی اولاد رسولی۔ خادم خانقاہ برکاتیہ و مہتم دار الاقامہ
واقع خانقاہ برکاتیہ
اختر علی قادری برکاتی قاسمی محمدی۔ مؤذن جامع مسجد برکاتی مارہرہ ضلع ایٹہ

بعدہ وقف بورڈ نے اپنے پریسیڈنٹ کے حکم سے آرڈر مؤرخہ ۲۸ جولائی ۱۹۵۶ء حضرت سید احسن العلماء کے دنیاوی مناصب کی توثیق و تصدیق کر کے ان کے حقوق و اختیارات کو تسلیم کیا۔

سینٹرل گورنمنٹ نے اپنے احکامات ۱۹۵۷ء کے ذریعہ حضور احسن العلماء کو بہ حیثیت سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ سرکاری خزانہ سے قدیم وقت سے جاری پنشن وصول کرنے کا اختیار تسلیم کیا۔ اپنی زندگی کے آخری برسوں تک حضور احسن العلماء ہی یہ پنشن سرکار وقت سے وصول فرماتے رہے جو زمانہ قدیم کے بادشاہان وقت سے سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ کو ملتی ہے۔ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے بعد اب یہ پنشن حضرت امین ملت ڈاکٹر سید شاہ محمد امین میاں قادری مدظلہ سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ وصول کرتے ہیں اور سینٹرل گورنمنٹ نے امین ملت کو ہی اس پنشن کی وصولی کا حقدار تسلیم کیا ہے۔ اس ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سجادہ نشینی کے واقعات و حالات خود ان کی زبانی سنے جائیں۔ قبلہ و کعبہ والد محترم، میرے مرشد حضور تاج العلماء کے وصال کے بعد معمولاً روزنامچہ لکھتے تھے۔ اسی میں یہ تحریر درج ہے۔ بعد میں یہ تحریر ”اہل سنت کی آواز“ میں بھی شائع ہوئی۔ ان کے وصال کے بعد ان کی چہلم شریف کے موقع پر ان کی مختصر سوانح سے متعلق خراج عقیدت کے طور پر ”اہل سنت کی آواز“ کا جو خاص شمارہ شائع ہوا، اس میں بھی تبرکاً اس تحریر کو شامل کیا گیا۔ اس تحریر کو پڑھنے سے علم ہوگا کہ حضرت احسن العلماء کو رواں نہر لکھنے، جذبات کو گرفت میں لینے اور خاندانی روایات کو یاد رکھنے کا کس قدر زبردست سلیقہ تھا۔ بغیر کسی مزید تمہید کے ان کی تحریر کا یہ حصہ پیش خدمت ہے۔

حضرت احسن العلماء کی رسم سجادگی

خود ان کی زبانی:

”میری رسم سجادگی کا آغاز حسب معمول قدیم خاندانی (بروز شنبہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء بوقت عصر) اس طرح ہوا کہ جملہ مہمانان بیرونجات و اہالیان شہر کا مجمع درگاہ معلیٰ میں زیر سائبان ٹین جا کر فرش پر بیٹھا اور حافظ محمد جان صاحب وغیرہ نے نعت و منقبت شریف پڑھنا شروع کی۔ اور ایک دھوم گولہ جو

صرف اعلان کرنے کے لیے تیار کرایا گیا تھا، داغا گیا۔ اس کے بعد میں مع حضرت نھو بھائی و حسین میاں سلمہم و آل حبیب چچا و زکریا دادا و ذکی حیدر سلمہم اپنے یہاں کے ملبوسات بزرگان جو میری ذاتی اور واحد ملکیت ہیں، جن میں جبہ مبارکہ حضرت جد اعلیٰ سیدنا شاہ آل احمد اچھے میاں قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز رنگ کتھی اور جبہ مبارکہ حضور جد اعلیٰ سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ العزیز اور جبہ مبارکہ حضرت سیدی و مرشدی ابوالقاسم شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ العزیز علی الترتیب یہ دو جبے رنگ صندلی اور سیاہ نیز عمامہ مبارکہ حضرت جد اعلیٰ سید شاہ عبدالخلیل قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز نیز تین کلاہائے مبارکہ جن میں ایک حضور صاحب البرکات دوسری حضور اچھے میاں تیسری حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس اللہ تعالیٰ باسرا رہم العزیزہ کی ہے نیز کمر کی سیلی حضور جد اعلیٰ سید شاہ حمزہ قدس سرہ نیز جبہ مبارکہ رنگ سیاہ حضرت بابا مرحوم و مغفور علیہ الرحمۃ نیز رومال مبارک چو خانہ والا حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ نیز جانماز بھی حضرت ممدوح قدس سرہ اور ایک عدد منکاف عقیق کا جس کا ذکر ابھی اوپر گزرا، یہ سب چیزیں نیز الماری آثار شریف میں سے تبرکات کی گٹھری نکال کر وہ گٹھری اور اپنی ذاتی گٹھری دونوں کو اپنے سر پر رکھ کر روانہ درگاہ معلیٰ ہوا۔ میرے ساتھ حویلی سجادگی سے جانے والے اعزہ اہل سنت وہ تھے جن کا ذکر ان کے اسما کی تصریح کے ساتھ اوپر مذکور ہوا۔ نیز حضرت حسام اہل سنت مولانا سید شاہ عبدالقادر صاحب قادری، حضرت مولانا سید شاہ عبید الرحمن صاحب قادری حسنی، حضرت خلیل العلماء مولانا مولوی مفتی محمد خلیل احمد خاں صاحب قادری بجنوری، مولوی قاضی عبدالشکور میاں صاحب، سید عبدالمجید میاں صاحب برخوردار سید محمد امین سلمہم، جملہ خلفا حضرت اقدس مرحوم نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ کالپی شریف ضلع جالون و صاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب چشتی صاحبزادہ درگاہ شریف اجیر مقدس نیز ان کے صاحبزادے حکیم سید محمد احمد چشتی نیز خلیل العلماء استاذ محترم مولانا مولوی مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی ابوالقاسمی زید مجدہم مارہروی ساکن حال حیدر آباد سندھ جو سب اس وقت کے مخصوص لباس ملاگیری کرتوں اور ٹوپوں میں ملبوس تھے، یہ سب بھی میرے ساتھ مع ملبوسات کی گٹھریوں کے حاضر درگاہ معلیٰ ہوئے اور وہاں پہنچ کر میں نے ہر دو گٹھریاں کپڑوں اور دوسرے تبرکات کی حسب عملدر

آمد قدیم خاندانی حضرت ببا مرحوم و مغفور قدس سرہ العزیز کے مزار اقدس پر سرہانے کی جانب برابر برابر رکھ دیں اور مواجہ میں حاضر ہو کر فاتحہ پڑھا اور وہیں بیٹھ گیا میرے ساتھ جتنے لوگ آئے تھے وہ بھی سب وہیں بیٹھ گئے اور میں نے نعیم اللہ خادم درگاہ شریف کو بلا کر کہا کہ وہ بھائی صاحب کو بلا کر درگاہ شریف میں لائیں تاکہ وہ بھی میری رسم سجادگی میں شریک ہوں۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد بھائی صاحب بھی ملاگیری کرتے، ملاگیری رنگ کے عجبے اور سیاہ عمامہ میں ملبوس اس طرح درگاہ معلیٰ میں آئے کہ آگے آگے نعیم اللہ خادم جو خود بھی ملاگیری رنگ کی میری طرف سے دی ہوئی ٹوپی اوڑھے تھے، اسم ذات ”اللہ“ کہتے ہوئے آ رہے تھے۔ پھر میں جملہ اعزہ اہل سنت اور خلفاء مشائخ نیز دونوں گھڑیاں ملبوسات وغیرہ کی لیے ہوئے اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز حاضر ہوا اور روضہ مبارک میں باہر کی جانب سے جتنے داخلہ کے دروازے ہیں وہ سب بند کر دیئے گئے جملہ خلفاء و علمائے کرام کچھ بالین مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہ کچھ پائیں میں بیٹھ گئے اور درگاہ معلیٰ کے احاطہ سے باہر دوسرا اطلاعی گولہ داغا گیا۔ اب میں اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ مابین مزارات حضور جد علی سید شاہ حمزہ و حضور سید شاہ آل احمد اچھے صاحب قدس سرہا مواجہ حضور شاہ حمزہ قدس سرہ العزیز میں جو ہمیشہ سے سرکار کلاں کے تین گھروں کی سجادگی کے وقت کپڑے پہنے کی مخصوص جگہ ہے، کھڑے ہو کر بسم اللہ شریف پڑھنے کے بعد سیدھے ہاتھ سے ابتدا کرتے ہوئے ملبوسات حضرات بزرگان عظام و اجداد کرام قدس سرہا اس طرح پہننا شروع کئے کہ سب سے پہلے خرقہ صندلی حضور جد علی سید شاہ اولاد رسول سجھلے صاحب قدس سرہ اس کے اوپر خرقہ حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ اس کے اوپر صدری جو بصورت کفنی ہے سرکار غوثیت مآب رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی پہنی۔ اس کے بعد سیلی منقوش شانہ کے نیچے سے نکال کر بصورت لاگلے میں ڈالی گئی۔ یہ ملبوسات تو پہنے اور خرقہ مرتضوی و دو خرقہ جات بوسیدہ و یک رومال چکن و یک خرقہ رنگ کتھی حضور اچھے میاں قدس سرہ العزیز، یہ سب چیزیں بڑے رومال میں باندھ کر کاندھے پر رکھ دی گئیں اور ان سب کے اوپر اب میں نے حضرت ببا مرحوم کا سیاہ رنگ کا جبہ جو بہت ڈھیلا ڈھیلا ہے، وہ پہنا اور اس کے اوپر سے سیلی حضور سید شاہ حمزہ قدس سرہ کی کمر سے باندھی

پھر کلاہے مبارکہ اس ترتیب سے پہنیں کہ سب سے اوپر ٹوپی کلاں منقوش جو غالباً حضرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ السامی کی ہے، اس سے نیچے ٹوپی سفید ریشم سے کڑھی ہوئی، اس کے نیچے وہ ٹوپی جو بوسیدہ سی ہے اس کے بعد ٹوپی حضور صاحب البرکات قدس سرہ موسومہ بہ ”تاج“ اس کے نیچے ٹوپی صندلی رنگ کی حضور اچھے میاں والی اور پھر کڑھی ہوئی سجھلے حضور قدس سرہ کی اور ان سب ٹوپوں کے اوپر عمامہ حضور جد علی سیدنا شاہ عبد الحلیل قدس سرہ والا باندھا گیا پھر تسبیح ۳۰ عدد گلے میں ڈالیں اور ایک عدد کنٹھا سلیمانی سیدھے ہاتھ میں ڈالا گیا جو ۵۰ دانوں کا ہے۔ اور میرا عقیق کا منکھ عطیہ حضرت خال محترم قدس سرہ العزیز جو ڈورے میں پرویا ہوا تھا، وہ بھی میرے سیدھے ہاتھ میں باندھا گیا۔ اور حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کا رومال میرے ہاتھ میں دیا گیا۔ کپڑے پہناتے وقت میرے سیدھے ہاتھ پر زکریا دادا اور میرے منہ کے سامنے حضرت قمر ماموں، آل حبیب پچا اور بڑے بھائی صاحب تھے۔ ان سب نے مل جل کر اور خود میری بھی مدد سے مجھے یہ سب ملبوسات بزرگان پہنائے اور عمامہ باندھنے کی ابتدا حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب سجادہ نشین کالپی شریف سے بھائی صاحب نے کرائی اور پھر دونوں نے مل کر ہی عمامہ مذکورہ بالا میرے سر پر باندھا۔ کپڑے پہننے سے فارغ ہونے پر جملہ خلفاء حضرات علماء کرام بیرون روضہ مبارکہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ العزیز آ گئے۔ اندرون روضہ صرف میں، بڑے بھائی، صاحب ننھو بھائی، زکریا دادا، حسین میاں رہ گئے تھے۔ اس کے بعد میں نے حضور صاحب البرکات قدس سرہ کے مواجہ اقدس میں حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کی جانماز بچھائی اور اس پر بیٹھ کر شجرے کا فاتحہ پڑھا پھر میرے داہنے ہاتھ پر بڑے بھائی صاحب اور بائیں ہاتھ پر برادر عزیز حسین میاں سلمہم کو لے کر اس طرح روانہ ہوا کہ اپنے جملہ حضرات اجداد کرام و مرشدان عظام قدس سرہا اسرار ہم جن کے مزارات اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہیں ان سب کا مواجہ اقدس میرے مقابل تھا۔ اس طرح اندرون روضہ حضور صاحب البرکات قدس سرہ سے گزر کر کچھ حضرت میاں صاحب دادا قدس سرہ العزیز میں آیا جو پائیں مزار حضور صاحب البرکات قدس سرہ واقع ہے اور بیرونی دروازہ کھول دیا گیا اور تیسرا اور آخری گولہ اطلاعی داغا گیا

اور میں فیصلہ پہنچتے پائیں مزارات حضرت میاں صاحب دادا وغیرہ قدست اسرارہم پر پہنچ کر رک گیا۔ اب یہاں سے جملہ خلفا و علما و مشائخ و جملہ مہمانان بیرونجات و مسلمانان قصبہ ہر محلہ کثیر در کثیر کے عظیم الشان مجمع کے ساتھ بصورت جلوس جس میں آگے آگے نعیم اللہ و حکیم الطاف حسین و اسماعیل شاہ تکیہ دار بستی پیر زادگان و برکت شاہ ولی عہد سجادہ مکن پور مقیم مارہرہ نیز مہدی شاہ مجاور درگاہ شریف حضرت شاہ جلال قدس سرہ نیز منشی شاہ فقیر و مجاور تکیہ شاہ دانا صاحب واقع مارہرہ و پسر محفوظ علی شاہ مجاور اسم ذات ”اللہ“ کا نعرہ بلند کر رہے تھے۔ میں درگاہ معلیٰ سے اپنی حویلی سجادگی میں آیا اور حویلی سجادگی میں واقع سہ دری صحیحی سجادگی میں حضرت سیدی و مرشدی قدس سرہ کی جو بڑی مسند شریف نکچی تھی اور اس پر دائیں بائیں دو چھوٹے تکیے مسند کے اور سرہانے بڑا تکیہ جس میں بزرگوں کے وقت کی بہت سی بوسیدہ مسندیں سلی ہوئی ہیں اور اس بڑی مسند پر دوسری مسند حضرت جد اعلیٰ سید شاہ آل محمد قدس سرہ العزیز کی نکچی تھی، اس پر میرا دانا باز و بھائی صاحب نے پکڑ کر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر مجھے بٹھایا اور اس طرح میں مسند نشین و سجادہ نشین اپنے جملہ بزرگان کرام حضرات مرشدان عظام سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ نیز اپنے حضرت عظیم المرتبت سیدی و مرشدی مولانا مولوی حافظ حاجی قاری سید شاہ ابوالقاسم محمد اسماعیل حسن شاہ جی میاں قدس اللہ سرہ العزیز نیز اپنے حضرت خال محترم بقیۃ السلف، حجتہ الخلف مولانا مولوی حافظ مفتی سید شاہ اولاد رسول محمد میاں صاحب قادری برکاتی قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز کا بفضلہ تعالیٰ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مجھے ایمان و امان و عرفان کامل غیر زائل و سنیت و عفو و عافیت و خیر و برکت و عزت و دولت اپنے کرم سے ہمیشہ دارین میں عطا فرمائے۔ اور اپنے بزرگان کرام و مرشدان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا سچا خادم اور وارث و جانشین بنائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ واصحابہ۔

مسند پر میرا جلاس کرانے کے بعد بھائی صاحب نے کھڑے ہو کر حاضرین کے سامنے اپنا مرتب کردہ محضر سجادگی پڑھ کر سنایا اور اعلان کیا کہ آج حسن میاں نے مولانا مولوی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی نیز برخورداران سید آل رسول محمد حیدر حسنین میاں المعروف بہ سید فضل اللہ قادری اور آل حیدر سید محمد امین سلمہم ربہم کو اپنے دست و قلم سے خلافت و اجازت سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا لپوہ دی۔ یہ کہہ کر بھائی

صاحب نے ہر سہ خلافت نجات کی تھوڑی تھوڑی عبارت بھی پڑھ کر حاضرین کو سنائی پھر محضر سجادگی پر حضرت والد ماجد مدظلہم کے دستخط ”حیات النبی بشیر حیدر آل عبا قادری برکاتی بقلم خود“ کی عبارت کے ساتھ ہوئے پھر خود بھائی صاحب نے ”فقیر آل مصطفیٰ سید میاں قادری برکاتی نوری و قاسمی سجادہ نشین درگاہ برکاتیہ“ کی عبارت کے ساتھ اس پر اپنے دستخط کئے، اس کے بعد دوسرے اعزہ میں آل حبیب چچا، زکریا دادا، قمر ماموں، حسین میاں، ذکی میاں، سدا و چچا نے اپنے دستخط کئے۔ نیز حضرت سید شاہ قطب الدین احمد صاحب نیز صاحبزادہ سید محمد عظیم صاحب اجیر شریف والوں نے اس پر دستخط کئے۔ نیز صاحبزادہ موصوف نے اپنے ہاتھ سے عمامہ ملاگیری رنگ اور خوشبو میں رنگا ہوا جو وہ اپنے ساتھ اجیر مقدس سے مزار پاک حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند رضی اللہ تعالیٰ عنہ سر پر رکھ کر لائے تھے، وہ انھوں نے میرے سر پر عمامہ حضرت جد اعلیٰ سید شاہ عبد الجلیل قدس سرہ کے اوپر باندھا پھر بھائی صاحب نے جناب بشیر محمد صاحب چیئر مین نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ و داروغہ احتشام الدین صاحب سکرٹری نوٹی فائڈ ایریا مارہرہ و چودھری محمد الیاس صاحب و چودھری آفاق احمد صاحب معززین شہر کے دستخط محضر سجادگی پر کرائے۔ اس کے بعد برادر محمد حاجی محمد اسماعیل گیرگا سلمہم ساکن کراچی نے اپنے بچوں سلمہم کو، جو ان کے ساتھ شرکت چہلم شریف کے لیے کراچی سے آئے ہیں، انہیں بیعت کرنے کے لیے مجھ سے استدعا کی۔ چنانچہ میں نے انہیں داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ قاسمیہ کیا۔ احباب و متوسلین مخلصین اہل سنت سلمہم نے ندوگرز اریں۔ اس کے بعد جملہ حضار ساکنان قصبہ و مہمانان بیرون جات اپنے اپنے مقامات پر واپس جانے کے لئے حویلی سجادگی سے رخصت ہوئے پھر میں قریب چھ بجے سہ پہر کے بھائی صاحب اور حسین میاں سلمہم نیز زکریا دادا کے ہمراہ ملبوسات بزرگان پہنے ہوئے اندرون محل سرائے زنانہ گیا۔ خدام درگاہ معلیٰ آگے آگے اسم ذات ”اللہ“ پکار رہے تھے۔ اندرون خانہ پہنچ کر صحن پیش صدرالان پر جو چوکی نکچی تھی اس پر مجھے بھائی صاحب نے قبلہ رخ بٹھایا۔ بھائی صاحب نے اپنی دونوں بچیوں برخورداران عذرا خاتون و رقیہ خاتون سلمہما کو میرے سامنے لا کر کہا کہ میں انہیں داخل سلسلہ کرلوں۔ چنانچہ میں نے ان دونوں کے ہاتھ بطریق معروف اپنے ہاتھ میں لے کر ان دونوں سے کلمہ طیبہ پڑھوایا اور یہ کہلویا کہ

درگاہ برکاتِ قدس سرہ العزیز نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے ہمیشہ زادہ حضرت مولانا مولوی حافظ قاری مفتی سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری برکاتی سلمہ اللہ تعالیٰ وبارک فی علمہ و عمرہ و دینہ کو اپنا جانشین و سجادہ نشین منتخب فرما کر مفصل خلافت نامہ تحریر فرمادیا تھا اور اپنے بعد اس امر جانشینی کا حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب کے لیے شرعاً و قانوناً اعلان عام و تمام بھی فرمادیا تھا چنانچہ حضرت سیدنا تاج العلماء قدس سرہ العزیز کے وصال شریف ے بعد حسب دستور قدیم خاندانِ عالیہ برکاتِ تہ چہلم شریف کے دن بعد قتل شریف حضرت حافظ سید شاہ حسن میاں صاحب قادری ایک کثیر در کثیر مجمع اہالی خاندان و قرابت نیز خلفا و مریدین سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتِ تہ و اعیان شرفا شہر و بیرون جات ہند و پاکستان، شنبہ ۳ شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء وقت عصر جملہ ملبوسات اکابر کرام خاندان برکاتِ تہ قدس سرہ اسرار ہم از قسم عمامہ و کلاہ و خرقة جات و سیلی و تسبیح سے ملبوس ہو کر اپنے حضرت خال محترم سیدی تاج العلماء قدس سرہ العزیز کی جگہ درگاہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتِ تہ میں سجادہ بزرگانِ عظام پر مسند نشین ہو کر متولی و سجادہ نشین درگاہ برکاتِ تہ و متولی و خطیب جامع مسجد برکاتی سرکار کلاں قرار دیئے گئے اور خلفا و مریدین و شرفاء شہر و بیرون جات نے نذر و گزاریں اور سلسلہ خلافت و بیعت کا اجرا عمل میں آیا۔ ہمارے اس بیان پر اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گواہ ہیں۔ و کفی باللہ شہیداً۔ والسلام

اصل محضر کی عبارت اس جگہ ختم ہوئی فقیر عرض کرتا ہے اس عبارت کے بعد سے اعزہ و اقارب اہالی خاندان و علماء و مشائخ و خلفا و اعیان و عمائد و شرفا شہر و بیرون جات کے اصل دستخط ہیں۔ اسی سلسلہ میں فقیر ناظرین کے سامنے حضرت اقدس سیدی محترم خال المکرم قدس سرہ العزیز کا فقیر حقیر کے حق میں بدست و قلم شریف خود تحریر فرمودہ اصل خلافت نامہ بھی مکمل نقل کرتا ہے جو حضرت مدوح نے اب سے پندرہ سال پہلے اس فقیر کو اپنے کرم سے عطا فرمایا تھا۔ اسی خلافت نامہ کی نقل کے ساتھ ساتھ ناظرین اس محضر کی نقل بھی ملاحظہ فرمائیں گے جو حضرت اقدس مرحوم و مغفور نے صفر ۱۳۶۳ھ میں اپنی حیات مبارکہ ظاہری ہی میں اپنے کرم سے اس فقیر حقیر کو یہ موقع عرس شریف قاسمی شب خرقة پوشی میں اپنے دست اقدس سے خرقة خلافت و سجادہ نشینی پہنانے اور مسند نشین

”ہم داخل ہوئے سلسلہ میں حضور بڑے پیر صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے“ پھر خود بھائی صاحب نے اپنی دونوں کی جانب سے بہ حیثیت ولی اپنے ہاتھ میرے ہاتھ میں دے کر کہا کہ ”میں اپنی دونوں لڑکیوں سلمہما کو تمہارے ہاتھ پر داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتِ تہ کراتا ہوں پھر حسب دستور قدیم خاندانی ایک ایک روپیہ ہر دو بچیوں سلمہما سے مجھے نذر کا دلویا۔ ان سب چیزوں سے فراغت حاصل کر کے مع ہمراہیان مذکورین بالا محل سرائے زمانہ سے حویلی سجادگی میں دوبارہ واپس آیا۔ ملبوسات اتارے گئے اور ان کے مقامات معینہ پر لے جا کر انہیں محفوظ کر دیا گیا۔ آثار شریف کی الماری میں سے مویہائے مبارکہ کی پٹاریوں میں سے پرانا صندل نکال کر اس کی جگہ جو بھائی صاحب اپنے ہمراہ بھئی سے صندل لائے ہیں، وہ ان سب میں بھر دیا گیا اور صندل کہنے شرکاء میں تقسیم ہو گیا۔ رسم سجادگی کی ابتدا سے آخر تک میرے داہنے ہاتھ میں حضرت بابا مرحوم قدس سرہ کا عصا مبارک بھی تھا۔ رسم سجادگی کے بخیر و خوبی بفضلہ تعالیٰ حسب طریق قدیم خاندانی مذکور بالا اختتام پذیر ہونے پر عرس چہلم شریف کی تقریب بھی بخیر و خوبی انجام کو پہنچی۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے میرے اور میرے ساتھ متعلقین و اعزہ و احباب اہل سنت سلمہم کے حق میں اسے دارین میں مبارک و مسعود فرمائے آمین بجاہ الحبيب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ واصحابہ۔

دن گزر کر شب میں متعدد مہمانان بیرون جات و شہر مجھ سے رخصت ہو کر اپنے مقامات کو روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے سب کو بخیر و خوبی لے جائے اور ہمیشہ بخیر و خوبی رکھے اور پھر بخیر و خوبی بہ ایمان و عافیت ایک دوسرے سے ملاقات کرائے۔ بجاہ الحبيب الامین علیہ الصلوٰۃ والسلام و علی آلہ واصحابہ۔ ناظرین کرام کی معلومات میں اضافہ مزید کی خاطر اوپر مذکور میرے محضر سجادگی کا تفصیلی مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ وھوھذا

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی الہ و صحبہ، اما بعد ہم دستخط کنندگان ذیل تصدیق کرتے ہیں کہ حضرت تاج العلماء سراج العرفاء مولانا مولوی مفتی حافظ اولاد رسول فخر العالم سید شاہ محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی سجادہ نشین و متولی

فرمانے کے بعد تحریر فرمایا تھا۔ اول نقل خلافت نامہ ملاحظہ ہو۔

(اس خلافت نامے اور محضر سجاد کی نقل پیش ہو چکی ہے۔ ملاحظہ فرمائیں ص ۱۲ اسید محمد اشرف) پچھلے صفحات میں جو کچھ تحریر ہوا وہ بڑی حد تک اس زمانے پر محیط ہے جب میں پیدا نہیں ہوا تھا یا پھر اس وقت کے حالات ہیں جب میرے عقل و ہوش کے بال و پر نہیں نکلے تھے۔ آج چالیس برس پہلے کے ایام کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں تو ان سے متعلق یادوں کا بحر بے کراں نظر آتا ہے۔ ان یادوں میں کچھ یادیں ایسی ہیں جو دل و دماغ پر نقش ہو کر رہ گئی ہیں۔

حضرت احسن العلماء کی شفقتیں اور کریمانہ عادتیں:

میں ۱۳۳۷ سال کی عمر سے ان کے پاس سوتا تھا۔ وہ عشاء کے بعد آیت الکرسی اور دیگر وظائف خاندانی پڑھ کر دستک دیتے تھے اور داہنے ہاتھ کی کروٹ پر لیٹ کر محو خواب ہو جاتے تھے۔ ہم آنگن میں لیٹتے تھے، اوپر بے کراں آسمان ہوتا تھا۔ مجھے خوف محسوس ہوتا تو اپنا ہاتھ میرے سینے پر یا اپنا پائے مبارک میری ٹانگوں پر رکھ کر مجھے تحفظ کا احساس عطا کرتے۔ رات میں کبھی کبھی میرا پیشاب خطا ہو جاتا تو بالکل ناراض نہیں ہوتے تھے۔ پلنگ پاک کرتے، مجھے پاک کرتے اور خود غسل کر کے مجھے اپنی شفقت کی بانہوں میں لپیٹ لیتے۔

اس زمانے میں وہ اونچے قد کے، قوی ہیکل، فراخ سینہ، مضبوط بدن کے انسان تھے۔ ان کو دیکھ کر ہم بچوں پر ایک عجیب طرح کی عقیدت بھری ہیبت طاری ہو جاتی۔ ہم بچے زور زور سے بول رہے ہوتے اور وہ اچانک مسجد سے نماز پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے تو ان کے عصا کی مخصوص آواز سن کر ہم سب کی آوازوں کا آہنگ دھیمی دھیمی سرگوشیوں میں بدل جاتا۔ وہ اپنی شخصیت کے رعب کو طاری نہیں کرنا چاہتے تھے۔ آ کر بیٹھتے اور فوراً بڑی شفقت اور دل چسپی کے ساتھ پوچھتے۔

”ہاں بھئی۔ کیا کیا باتیں ہو رہی تھیں۔ ہم بھی تو سنیں“ پھر ہم بچے آہستہ آہستہ بے تکلف ہو کر ان سے باتیں کرنے لگتے، یہ روز کا معمول تھا۔ لیکن ان کی تمام تر شفقت کے باوجود ہم بچوں کے ذہنوں سے ان کی شخصیت کے وقار کی ہیبت کا تاثر آخر آخر دم تک نہیں ہٹا۔ لیکن جیسے ہی وہ گفتگو شروع کرتے ایسا محسوس ہوتا کہ ایک جمالی

رنگ فضا سے نیچے اترا اور ان کی شخصیت اور وقار اور جلال کو اپنے میں سمیٹ لیا۔

وہ فجر سے بہت پہلے بیدار ہو جاتے اور وضو کر کے خاندانی وظائف و اوراد میں مشغول ہو جاتے۔ یہ تقریباً رات کے تین بجے کا عمل ہوتا تھا۔ اس وقت کی عبادت کا اختتام گریے پر ہوتا تھا۔ وہ بلک بلک کر خدائے ذوالجلال سے دعائیں مانگتے۔ اس وقت اگر میری آنکھ کھل جاتی جو اکثر ان کے رونے کی آواز سے کھلتی تو میں پلنگ پر لیٹا لیٹا آنکھیں بند کئے سوچا کرتا کہ پاپا تو اتنی بڑی عمر کے ہیں، جوان ہیں، بچے نہیں ہیں تو آخر رات گئے بچوں کی طرح روتے کیوں ہیں؟ ان کی گریے کی آواز سے دہشت طاری ہو جاتی۔ جب وہ فجر کی نماز پڑھ کر کچھ دیر آرام کرنے کے لئے پھر بستر پر آتے تو ان کے لمس کو دوبارہ پا کر وہ دہشت ختم ہو جاتی۔ ان کی شفقت اور محبت کی نرم رولہریں پورے سراپے میں رواں دواں محسوس ہونے لگتیں۔

۱۹۶۰ء میں ہم سب لوگ کراچی گئے۔ بمبئی سے بحری جہاز کا سفر تھا۔ جہاز پر ہم سب مسافروں کی طبیعت ماش کرتی لیکن وہ اور میں بالکل ٹھیک رہتے۔ سفر میں ہمارے ساتھ حاجی عبداللہ بھائی شکر والے مرحوم و مغفور بھی تھے۔ پاپا ہم بچوں کو ایک ایک گھونٹ سمندر کا پانی پلاتے اور ہم لوگ برا سامنہ بنا کر کلی کر دیتے۔ دراصل وہ چاہتے تھے کہ ہم بچے یہ جانیں کہ سمندر کا پانی ذائقے میں دوسرے پانیوں سے مختلف ہوتا ہے۔ ایک بڑی سی اونچی ٹوکری میں پھل وغیرہ تھے۔ مجھے یاد ہے ان میں چیکو بھی تھے۔ جہاز کی کھڑکی سے دیکھ کر وہ ہمیں اشارے سے اکثر اچھلتی ہوئی مچھلیاں دکھاتے۔ اسی دوران ایک عجیب و غریب دلچسپ واقعہ پیش آیا، جس کا خاص کردار اس کمترین نے ادا کیا۔ ہوا یہ کہ بحری جہاز نے کچھ کے مقام پر لنگر ڈالا۔ میں جہاز کے ماحول سے اکتا گیا تھا۔ سب کی نظر بچا کر نیچے چلا گیا۔ وہاں ایک ریسٹوران میں بیٹھ کر چائے اور گلوکوز کے بسکٹ کا آرڈر صادر کیا۔ خاکسار کی عمر اس وقت ساڑھے چار سال کی تھی۔ بیرا چائے بسکٹ لایا۔ میں مصروف خورد و نوش ہو گیا۔ زندگی میں اپنے برتے پر چائے بسکٹ پینے کا وہ پہلا عیش تھا۔ ذہن سے محو ہو گیا کہ ہمارے ساتھ اور لوگ بھی ہیں جن سے میں بچھڑ گیا ہوں۔ ادھر جہاز پر میری گم شدگی سے ایک قیامت کا سماں پیدا ہو گیا۔ لوگ عرشے سے جھانک جھانک کر ایک ڈوبے ہوئے بچے کی لاش دیکھنے کی کوشش کرنے لگے۔

والدہ محترمہ کا رنگ نیلا پڑ گیا۔ پاپا نے جہاز کا کونا کونا چھان مارا۔ جہاز نے ہارن دیا تو پاپا نے جا کر کپتان سے کہا کہ جہاز تب تک نہیں چلے گا جب تک بچے کے بارے میں سچ صورت حال کا علم نہ ہو جائے۔ کپتان نے جہاز کی روانگی موخر کی۔ جب وہ مجھے تلاش کرتے ہوئے نیچے آئے تو میں اطمینان سے گلوکوز کا بسکٹ کھا رہا تھا۔ میں نے ان کو بھی دعوت دی۔ انھوں نے پیرے کو بلا کر پانچ روپے کا نوٹ دیا، باقی کے پیسے بھی نہیں لئے اور مجھے اوپر ہاتھ کے بجائے کان پکڑ کر لائے۔ تمام مسافروں نے ڈوبے ہوئے بچے کو زندہ دیکھا تو خدا کا شکر بجالائے۔

پاکستان جانے سے پہلے ایک سادہ سی تقریب میں میری بسم اللہ خوانی ہوئی۔ بسم اللہ انھوں نے ہی پڑھائی۔ مسجد برکاتی میں آثار متبرکہ کی الماری کے پاس بیٹھ کر حسب رواج خاندانی حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نوشتہ بسم اللہ شریف پڑھائی اور سورہ فاتحہ بھی پڑھائی۔ کراچی پہنچ کر انھوں نے منشی سعید الدین صاحب مارہروی مرحوم کو بلا کر مجھے اور حضرت امین میاں کو ان کے سپرد کر دیا۔ جب تک ہم وہاں رہے، منشی جی سے پڑھتے رہے۔ منشی جی ہمارے خاندان کے دیرینہ چاہنے والے تھے اور ان کا خاندان بلگرام سے ہم لوگوں کے خاندان کی خدمت کے لیے ہجرت کر کے مارہرہ آیا تھا۔ منشی جی بعد میں پاکستان چلے گئے تھے۔ خود قبلہ و کعبہ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے بچپن میں اردو کے سبق منشی جی سے پڑھے تھے۔ بعد میں میرے چھوٹے بہن بھائیوں کو بھی منشی جی سے پڑھنے کا موقع ملا۔ پاپا علیہ الرحمۃ کراچی سے ایک خط میں میری پھوپھی زاد بہن سیدہ امیر سلطانہ عرف حمیرا خاتون کو لکھتے ہیں:

”دو تین روز سے منشی سعید الدین صاحب نے دونوں بھائیوں کو تختی

لکھانا شروع کر دی ہے۔ بس وہی پرانے انداز پڑھانے کے، ذرہ برابر فرق نہیں۔ ان کا دم بھی غنیمت ہے۔“

(۱۳ جون ۱۹۶۸ء کا مکتوب۔ حوالہ: اہلسنت کی آواز ۱۹۹۵ء)

دونوں بہن بھائیوں سے مراد میری ہمشیرہ سیدہ شمینہ خاتون سلمہا اور برادر عزیز سید محمد افضل سلمہ، ہیں۔

اسی زمانے میں حاجی عبدالرحیم گریگا برکاتی ان سے ملنے رحمت بلڈنگ بندر روڈ

پر آتے۔ وہ مجھے بہت چاہتے تھے اور آج بھی بہت چاہتے ہیں۔ خدا انہیں صحت کے ساتھ زندہ اور خوش رکھے۔ آمین۔ قبلہ والد صاحب سے ملنے بے شمار لوگ آتے، میں حاجی صاحب کی گود میں سو جاتا۔ جب وہ اٹھنے لگتے تو میں رونے لگتا اور ان کے ساتھ جانے کے لئے بضد ہوتا۔ وہ اجازت لے کر مجھے گود میں اٹھا کر بندر روڈ سے اپنے گھر بمبئی بازار چھاگلہ اسٹریٹ لاتے۔ ایک آدھ گھنٹے تک تو میں خوش رہتا پھر واپس جانے کی ضد کرتا۔ وہ مجھے اپنے اسکوٹر پر آگے کھڑا کر کے پھر رحمت بلڈنگ بندر روڈ تک لاتے اور چار منزل چڑھ کر رات کے دو بجے دروازے پر دستک دیتے۔ پاپا خود دروازہ کھولتے اور کہتے:

”جب آپ کو معلوم ہے کہ یہ واپس آنے کی ضد کرے گا تو آخر آپ

کیوں روز لے جاتے ہیں۔“

حاجی عبدالرحیم برکاتی منہ ہی منہ میں مسکراتے اور کہتے ”لے تو میں کل بھی جاؤں گا“ پاپا یہ سن کر خفگی کے عالم میں بھی مسکرا دیتے۔

کراچی میں ہی میری ہمشیرہ سیدہ شمینہ خاتون کی ولادت ہوئی۔ ولادت کے وقت اس کا رنگ نیلے کانچ کی طرح تھا۔ مشہور ماہر امراض طفلان ڈاکٹر سعیدہ اشرف نے کہا کہ بچی کے زندہ نہ بچنے کی امید نہیں ہے۔ آکسیجن کی کمی کی وجہ سے بدن نیلا پڑ گیا ہے۔ پاپا نے فرمایا آپ اپنی تدبیر کریں، میں اپنی دعا کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر مولود بچی کو پاک کر کے بیعت کیا۔ ڈاکٹر سعیدہ نے بچی کو آکسیجن پر لٹا دیا۔ خدا کی قدرت کہ اس کی جان بچ گئی۔ تمام ڈاکٹروں کو حیرت تھی کہ اس قسم کی بیماری میں بچے بچتے نہیں ہیں۔ اس وقت میڈیکل سائنس نے بچوں کی ولادت کے بعد فوری طور پر پیدا ہونے والی پیچیدگیوں کے تدارک کے سلسلے میں بہت زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ لیکن اسم خدا توازی وابدی ہے۔ ایک صاحب کرامت نے، صاحب شفاعت کے وسیلے سے صاحب قدرت کی بارگاہ میں دعا کی اور تقریباً مردہ بچی میں جان پڑ گئی۔ آج بفضلہ تعالیٰ میری بہن شمینہ خاتون سلمہا تین بچوں کی ماں ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں اسے زندہ، تندرست، خوش و خرم رکھے اور اپنے بچوں کی ساری بہاریں دکھائے اور ایمان و سنیت پر قائم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبيب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

بچپن میں گرمیوں کی دوپہری میں وہ مجھے حویلی سجادگی برکاتی میں لے جاتے

اور خط و کتابت، فتاویٰ اور روزنامچہ تحریر کرنے کے بعد قیلو لے کے لئے لیٹ جاتے۔ مجھے گرمیوں کی دوپہر میں گھر کے باہر گھومنا بہت بھاتا تھا۔ وہ میری اس عادت سے واقف تھے۔ مجھے اپنے پاس لٹا کر اپنے مضبوط ہاتھوں کی گرفت میں لے کر کہتے کہ اب کچھ دیر کے لیے سو جاؤ۔ میں جھوٹ موٹ سو جاتا اور ان کی آنکھ لگتے ہی آہستہ آہستہ آزاد ہونے کی کوشش کرتا۔ ان کی نیند بہت کچی تھی، فوراً جاگ جاتے اور پھر مجھے لپٹا کر سو جاتے۔ ایک دن بہت تیز دھوپ پڑ رہی تھی۔ ہم دونوں حویلی سجادگی برکاتی کے اندرونی حصے میں لیٹے تھے کہ میں نے اچانک سنا کہ چھت پر چلنے پھرنے دوڑنے بھاگنے اور موگری سے مٹی کو پیٹ پیٹ کر چھتوں کی مرمت کرنے کی آواز آرہی ہے۔ میں بہت خوف زدہ ہوا۔ کیوں کہ مجھے علم تھا کہ چھت پر کوئی مزدور نہیں ہے اور حویلی سجادگی میں آنے کا صدر دروازہ صرف ایک ہی ہے جو اندر سے بند ہے پھر بھلا اس وقت چھت پر کون لوگ ہیں؟ میں نے گہرا کر انہیں جگایا اور کہا کہ اوپر سے آوازیں آرہی ہیں۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔ فرمایا یہ تو ہمارے قدیمی جنات ہیں، ان سے بھلا ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس وقت خوف کی ایک لہر میرے پورے بدن میں دوڑ گئی تھی۔ میرے کسن ذہن نے سوچا کہ اگر جناتوں سے نہیں ڈرا جاتا تو کس سے ڈرا جاتا ہے۔ میں رونے لگا تو وہ مجھے اٹھا کر خانقاہ کے اصل مکان میں چھوڑ آئے۔ اس دن کے بعد سے میں حویلی سجادگی میں نہیں سویا۔ اب بڑے ہو کر سوچتا ہوں کہ وہ سچ فرماتے تھے کہ جناتوں سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ڈرنے کے لیے تو آدمی اور آدمی کی جنگلی فطرت ہی کافی ہے۔ پھر ایک دن بعد انھوں نے تفصیل سے بتایا کہ حویلی سجادگی کی چھت کی کوٹھری میں قدیم زمانے سے جنات آباد ہیں، جو ہمارے دوست ہیں اور یہ حضرات خاندان کے بچوں کے ساتھ اکثر شریک درس بھی رہتے ہیں۔ اس واقعے سے چند برس پہلے جب میرے مرشد حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان حیات تھے، ایک دن میری والدہ محترمہ کو مکان کے ایک گوشے میں نورانی صورت کے ایک جن جو عبادت نظر آئے۔ نیک جن جو عبادت ہو یا برا جن جو شرارت، خوف تو یکساں ہی لگتا ہے۔ میری والدہ اس جگہ سے ہٹ آئیں اور پورا واقعہ بیان کیا۔ جب حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو یہ بات معلوم ہوئی تو وہ مکان کے اس حصے میں تشریف لے گئے اور بہت جلال کے عالم

میں ان جن حضرات کو ڈانٹا اور انہیں بزرگوں کا معاہدہ یاد دلایا کہ آپ اس خاندان کے افراد کو کبھی ظاہر ہو کر خوف زدہ نہیں کریں گے۔ غرض بہت معافی تلافی ہوئی۔ اس دن کے بعد سے ان حضرات نے کبھی ظاہر ہو کر خود کو نہیں دکھایا لیکن اپنی موجودگی کا ثبوت اب تک دیتے رہتے ہیں۔ میرے دادا حضرت سید شاہ آل عبا صاحب قدس سرہ سے تو باقاعدہ گفتگو بھی ہوا کرتی تھی جسے میرے دادا حضرت علیہ الرحمۃ من وعن نقل کیا کرتے تھے۔ میں نے اپنے خاندان کے بزرگوں سے اس معاہدے کا ذکر سنا ہے جو خانقاہ برکاتیہ میں مقیم اجنہ کے جد اعلیٰ اور ہمارے مورث اعلیٰ حضرت سید شاہ عبدالجلیل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے درمیان ہوا تھا کہ خاندان اجنہ کے حضرات کبھی بھی ہمارے خاندان کو پریشان کرنے کی کوشش نہیں کریں گے۔

عزیزہ قادریہ خاتون کا انتقال:

۱۹۶۲ء کی وہ رات میں کبھی نہیں بھول سکتا جب میری چھوٹی بہن قادریہ خاتون مرحومہ کا بعد انتقال جسدِ خاکی مارہرہ لایا گیا۔ قادریہ کو چپک نکل آئی تھی۔ حالت بگڑی تو کاس گنج علاج کے واسطے لے جانی گئی، وہیں انتقال ہوا۔ حضرت والد ماجد صبر کا پیکر بنے ہوئے والدہ محترمہ اور بڑی اماں محترمہ (زوجہ سید العلماء علیہا الرحمۃ) کے ساتھ مارہرہ آئے۔ عشاء کی اذان ہو چکی تھی۔ ہم بچے چولہے کے پاس افسردہ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ باہر موٹر کا ہارن بولا۔ سب لوگ باہر نکل آئے۔ دیکھا کہ موٹر میں سے والد ماجد گود میں قادریہ کو لئے اترے اور گھر میں داخل ہو کر صدر دروازے اور دوسرے دروازے کے درمیان کھڑے ہو کر ”میری بلبل“ کہہ کر ایک دل دوزنعرہ لگایا اور پھر سب کو صبر کی تلقین کی۔ وہ ایک عجیب و غریب رات تھی۔ پورے قصبہ کے مرد و مستورات کا رخ خانقاہ کی طرف ہو گیا۔

اگلے دن عید الاضحیٰ تھی۔ درگاہ برکاتیہ کے صحن عید گاہ میں حضور والد ماجد نے عید کی نماز پڑھائی، خطبہ پڑھا اور نگاہیں اٹھا کر تازہ تازہ قبر کو دیکھا اور قصبے والوں کو عید کی مبارکباد دی اور پھر قبر پر جا کر فاتحہ پڑھا۔ اکثر قادریہ کی ذہانت کا ذکر کرتے اور اب دیدہ ہو جاتے۔ وہ یہ بھی بتاتے اور یہ بات میری بھی چشم دید ہے کہ قادریہ اپنی زندگی

میں اکثر گھر سے باہر آ کر درگاہ شریف میں چلی جاتی اور ٹھیک اسی جگہ بیٹھی کھیلتی رہتی جہاں اب وہ ابدی نیند سو رہی ہے۔ قادریہ کا نام میرے بڑے ابا سید العلماء علیہ الرحمۃ نے رکھا تھا۔ وہ عرس قاسمی برکاتی کے ایام میں عین خرقہ پوشی کے وقت پیدا ہوئی تھی۔ قادری دولہا حضور احسن العلماء بزرگوں کے ملبوسات زیب تن کئے مسند برکاتی پر جلوہ فگن تھے۔ منبر رسول پر حضور سید العلماء تشریف رکھتے تھے (خرقہ پوشی میں آخری تقریر انہیں کا حصہ تھی) اچانک گھر سے ملازم نے آ کر بھری محفل میں اعلان کیا کہ حضور صاحب سجادہ کے گھر بیٹی کی ولادت ہوئی۔ بڑے ابا نے اپنے بھائی صاحب سجادہ کو مبارک باد دی اور دوران تقریر فرمایا ”میں نے بیٹی کا نام آج کی رات کی نسبت سے قادریہ رکھا“ روحانی رات میں پیدا ہونے والی وہ پاک بچی زیادہ دنوں تک جسمانی قید و بندیں گرفتار نہیں رہی اور ساڑھے چار سال کی عمر میں روحوں کی دنیا میں واپس چلی گئی۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں اسے اچھے مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

خرقہ پوشی کی شب:

خرقہ پوشی کا ذکر آیا تو یہ بات بتانا بہت ضروری ہے کہ خرقہ بزرگان پہن کر حضور والد ماجد کا سراپا بالکل بدل جاتا۔ ایسا لگتا جیسے آسمان سے کوئی فرشتہ اتر آیا ہو۔ اس بات کی عینی شہادت کا موقع ہر برس ہزاروں انسانوں کو ملتا تھا۔ سرخ و سفید نورانی چہرے پر سیاہ خرقہ اور سیاہ صاف، حضرت میر عبد الواحد بلگرامی صاحب ”سبع سنابل“ کی کلاہ مبارک، کمر میں حضرت شاہ حمزہ علیہ الرحمۃ کی سیلی مبارک اور ہاتھ میں مرشد برحق حضرت ابوالقاسم شاہ جی میاں سید شاہ اسماعیل حسن رحمۃ اللہ علیہ کا عصا۔ حویلی شریف سجادگی سے درگاہ معلیٰ کا مختصر سفر ہزاروں مریدوں کے جلو میں طے کرتا ہوا وہ ولی صفت، فرشتہ صورت، شیخ المشائخ جب آہستہ آہستہ قدم رکھتا ہوا آگے بڑھتا تو وہاں موجود ہزاروں افراد کا دل چاہتا کہ کاش یہ قدم میرے سینے پر پڑیں۔

میں بڑا ہو گیا تو خرقہ پوشی کے مجمع میں اندرونی حلقے میں ان کے بالکل پاس پاس رہتا اور پیچھے پشت کئے، ان کی طرف چہرے کا رخ رکھے انہیں مسلسل و مستقل دیکھتا ہوا حویلی سجادگی سے درگاہ معلیٰ برکاتیہ تک چلتا ہوا آتا تو ایسا محسوس ہوتا کہ ان کے وجود

سے نورانی کرنیں نکل رہی ہیں جن میں سب شراہور ہیں۔ اسم اللہ کا نعرہ... اللہ... اللہ... کہتے ہوئے خدام و مرید آگے بڑھتے اور اپنے مرشد کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب رہتے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ حویلی کے دروازے پر کھڑے اپنے بھائی، صاحب سجادہ کو قادری دولہا بنے اس وقت تک دیکھتے رہتے جب تک وہ نظر سے اوجھل نہ ہو جاتے۔ درگاہ معلیٰ پر آ کر صاحب سجادہ حضور احسن العلماء درگاہ کے دروازے پر بنی پتھر کی کرسی پر ایک لمحے کے لیے جلوہ افروز ہوتے۔ درگاہ کا خادم اپنی روایتی رسم پوری کرتا یعنی صاحب سجادہ کی خدمت میں گلاب کے پھولوں کا ہار پیش کرتا اور پھر صاحب سجادہ اپنے مرشد کے روضے میں جا کر روضہ اندر سے بند کر کے مراقبہ کرتے اور سب کے لیے دعاؤں کے واسطے ہاتھ اٹھا دیتے۔ باہر میلا دخواں حضرات ”قاسم میاں ذرا کھولو کوڑیاں“ اور حاجی میاں ذرا کھولو کوڑیاں“ پڑھتے رہتے۔ ان پڑھنے والوں میں حافظ محمد جان برکاتی مرحوم اور ڈاکٹر ایوب حسن برکاتی مرحوم و مغفور پیش پیش رہتے۔ پھر صاحب سجادہ مجلس میں آ کر رونق افروز ہوتے اور ان کے جلو میں ماسٹر محمد لعل قادری مرحوم و مغفور تشریف رکھتے۔ مریدین روایتی نذر پیش کرتے جو صاحب سجادہ ہاتھ سے چھو کر ماسٹر محمد لعل صاحب کے حوالے کر دیتے۔

قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ عرس قاسمی کا اہتمام بہت ذوق و شوق اور محنت سے کرتے۔ ان کی ذات نے خدا کے بھروسے پر عرس قاسمی برکاتی کو شہرت عطا کی۔ وہ اعراس میں سادگی اور دینی شوکت کے خواہاں تھے۔ اپنے مہمانوں اور عرس کے زائرین کے آرام کا حتی الوسع خیال فرماتے۔ مارہرہ شریف چھوٹا قصبہ ہے۔ ضرورت کی چیزیں وقت پر فراہم کرنا مشکل کام ہوتا تھا اور اب بھی ہے۔ وہ مہینوں پہلے سے تیاریاں شروع کر دیتے۔ گیارہوں صاف کرا کے رکھنا اور مسالہ جات تیار کرا کے رکھنا، ہر سال کا معمول تھا۔ روغن وقت سے پہلے خرید کر رکھ لیتے اور کہتے کہ یہ عرس کا سامان ہے، اس میں عرس کے علاوہ ہاتھ نہیں لگنا ہے۔ صفائی پسند تھے۔ عرس سے بہت پہلے چھتوں کی مٹی درست کراتے۔ چونے کی قلعی مسجد، درگاہ اور خانقاہ میں کراتے۔ اس قسم کے تمام کاموں کی ابتدا مسجد برکاتی سے کرتے۔ فرماتے کہ خانہ خدا کی صفائی سب مقامات کی صفائی سے مقدم ہے۔ خدام کو ہدایت تھی کہ علمائے کرام کا خصوصی خیال رکھیں۔

مہمانوں کی آمد عرس سے پہلے ہی شروع ہو جاتی۔ سب کا استقبال خندہ پیشانی سے فرماتے۔ عرس کی تیاریوں کے سلسلے میں معمولی معمولی جزئیات پر گہری نظر رکھتے۔ سب کو اپنے دست مبارک سے خطوط لکھتے۔ مسجد برکاتی، درگاہ معلیٰ اور خانقاہ برکاتیہ، سب کا انتظام و انصرام اکیلے دم پر کرتے تھے۔ میرے دادا حضرت سید آل عبا قدس سرہ نے ایک بار مجھے خط میں لکھا:

”حسن اکیلے دم پر خانقاہ میں چراغ جلائے بیٹھے ہیں۔“

عرس کے آخری دن قل کی محفل اور زیارت آثار متبرکہ کے بعد حویلی سجادگی میں آ کر تشریف فرما ہوتے اور تب کھانا تناول فرماتے۔ مٹی کے پیالے میں گوشت کی چند بوٹیاں اور تھوڑی سی روٹی۔ رخصت ہونے والے زائرین ٹھٹھ کے ٹھٹھ ان کے پاس مصافحہ اور دست بوسی کو حاضر ہوتے۔ وہی وقت علمائے کرام سے گفتگو کا بھی ہوتا۔ وہ اپنی سادگی اور خوبی سے سب کو رخصت کرتے کہ بیشتر زائرین رخصت ہوتے وقت ان کے چہرے کو دیکھتے جاتے اور آنکھوں سے آنسو رواں رہتے۔ شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی برکاتی علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد اجازت کی عرس کے سلسلے میں مصروفیات کا بڑا مختصر لیکن سچا نقشہ کھینچا ہے:

”حضرت احسن العلماء علم ظاہر و باطن کے مجمع البحرین تھے۔ میرا ان سے ہمیشہ سے بہت خصوصی تعلق رہا۔ میں ان کے ساتھ خلوت میں بھی رہا، جلوت میں بھی رہا، سفر میں بھی رہا، حضر میں بھی رہا، نجی مجالس میں گھنٹوں ان کے ملفوظات سنے اور اجلاس میں تقریریں سنیں، میں نے ان کا کوئی قول و فعل شریعت کے خلاف نہیں پایا۔ صورت ایسی دلکش کہ دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے۔ سرخ و سفید رنگ، درخشاں کشادہ پیشانی، نرگسی آنکھیں، گلابی رنگ کے ہونٹ، رخسار ایسے روشن کہ اس سے نور کی کرنیں پھوٹی تھیں۔ مسلسل گونا گوں جان لیوا علالتوں کے باوجود چہرہ کی نورانیت، تابانی، سرخی اور کشش میں کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ اخلاق ایسا وسیع اور بلند کہ ہر شخص کو یہ گمان ہوتا تھا کہ مجھ ہی کو سب سے زیادہ مانتے ہیں۔ حاضرین عوام بلکہ گنواروں کے انتہائی تکلیف دہ رویہ کے باوجود کبھی چہرہ پر شکن نہیں دیکھی گئی۔ حضرت کی عالی ظرفی ایام عرس میں اپنے شباب پر ہوتی، عوام زیارت اور دست بوسی کے لئے ایک دوسرے پر گرے پڑتے، کبھی کبھی حضرت کے اوپر بھی گر پڑتے مگر کبھی

کسی کو نہ ڈانٹا، نہ جھڑکا۔ جوانی کی بات جانے دیجئے، اخیر عمر مبارک میں جب کہ مسلسل پندرہ سال تک اختلاج قلب (ہارٹ اٹیک) کے مستقل مریض رہے، عرس کے ایام میں چھ چھ گھنٹے تک ایک طرح بیٹھے رہتے، نہ پہلو بدلتے اور نہ گھبراتے اور نہ چپیں بہ جبین ہوتے۔

ایام عرس میں قل کا دن بڑا صبر آزما ہوتا۔ تھا نو دس بجے تقریباً حویلی سے باہر تشریف لا کر درگاہ شریف میں بیٹھ جاتے، تقریباً دو ڈھائی بجے قل ہوتا۔ قل سے پہلے کم از کم آدھ گھنٹے تقریر فرماتے پھر خانقاہ شریف سے جامع مسجد برکاتی میں تشریف لے جاتے اور پھر پیچ در پیچ تبرکات رکھنے والی الماریوں کو کھلواتے اور دیکھتے اور تبرکات کے ساتھ پھر درگاہ میں تشریف لاتے، اسے کھولتے اور تقریباً دس بارہ تبرکات کی زیارت کراتے پھر سب کو سمیٹ کر بند کرتے اور پھر اسے زنان خانے میں لے جاتے، وہاں مستورات کو زیارت کراتے پھر جامع مسجد برکاتی میں واپس لا کر الماری میں بند فرماتے۔ اس کے بعد حویلی سجادگی میں تشریف رکھتے۔ گھنٹوں میں تکلیف کی وجہ سے سیڑھیاں نہیں چڑھ سکتے تھے۔ اس لیے حویلی سجادگی ہی میں نماز ادا فرماتے اس وقت واپس ہونے والے زائرین کا اتنا ہجوم ہوتا کہ ہم جیسے لوگ اس بھیڑ میں بار بھی نہ پاتے۔ بارہ بجے رات تک یہی سلسلہ رہتا۔ اب کوئی ٹھنڈے دل سے سوچے کہ کیا آج کوئی جوان ان سب پر خندہ پیشانی کے ساتھ عمل کر سکتا ہے؟“ (اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء صفحہ ۱۴۵)

علماء کا اعزاز:

حضور احسن العلماء دیگر اعراس کے باجوں گاجوں اور میلوں ٹھیلوں وغیرہ سے نفور رہتے تھے۔ عرس قاسمی کی تمام محفلوں کو خانوادہ برکات کے اکابرین کی وصیتوں کے مطابق سنوارتے تھے۔ عرس قاسمی برکاتی کا یہ نقشہ حضرت تاج العلماء نے ترتیب دیا۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کے مشوروں نے اس میں رنگ بھرا اور حضور احسن العلماء کی خلوص نیت، خاندانی روایات کی پاسداری اور دین کی سچی شوکت کی خواہش نے ان رنگوں کو اور چوکھا کر دیا۔ عرس قاسمی جس طرح میرے بچپن میں ہوتا تھا، انہیں ساری روایات کے ساتھ بفضلہ تعالیٰ اب بھی ہوتا ہے۔ اس وقت آبادی کم تھی، سلسلہ بیعت

بھی اس قدر وسیع نہیں تھا۔ پہلے درگاہ شریف کا سائبان عرس کی محفلوں کے لئے کافی ہوتا تھا۔ اب باہر کے وسیع میدان بھی کم پڑ جاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء کے زمانے میں ہی عرس قاسمی برکاتی میں زائرین و مریدین کی تعداد اتنی بڑھی جو، اب ان کے وصال کے بعد ان کی روحانی مدد سے روز افزوں کثرت پر مائل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور امین ملت مدظلہ العالی کو مزید سے مزید کی طاقت عطا فرمائے۔ آمین بجا الحبيب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

عرس کے ایام کے علاوہ بھی ان کے پاس آنے والوں کا جم غفیر لگا رہتا۔ یہ حضرات تین طرح کے ہوتے تھے۔ اپنے مرشد کا چہرہ دیکھ کر اور کچھ وقت قیام اور فاتحہ کے بعد رخصت ہونے والے مریدین۔ اپنی مشکلات کے سلسلے میں دعا اور تعویذ حاصل کرنے والے دور و نزدیک کے عوام اور باہر سے آنے والے علمائے کرام اور مشائخ عظام جن کا مقصد درگاہ پر فاتحہ پڑھنا اور حضور احسن العلماء کی زیارت کرنا ہوتا تھا۔ وہ عرس کے ایام کے علاوہ آنے والے مہمانوں کو بھی باصرار روک کر وقت اور موسم کے مطابق خاطر کرتے اور اگر کھانے کا وقت ہوتا تو بغیر کھانا کھلائے نہیں جانے دیتے تھے۔ علمائے کرام رخصت کے وقت نذر پیش کرتے۔ وہ ان کی نذر قبول کر کے اس میں اپنی طرف سے کچھ نقدی شامل فرما کر ان کے ہاتھوں میں خاموشی سے رکھ دیتے تھے۔ فی زمانہ اب کوئی مرشد ایسا نظر نہیں آتا۔

رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری مدظلہ العالی (اب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) تحریر فرماتے ہیں:

”ایک بار میں صبح کے وقت مارہرہ شریف حاضر ہوا۔ بزرگوں کے کریمانہ اخلاق اور خرد نوازی کے قصے میں نے بارہا کتابوں میں پڑھے تھے لیکن اس دن پڑھنے کا نہیں بلکہ شرمسار آنکھوں سے مجھے دیکھنے کا موقع ملا۔ انتہائی پر تکلف ناشتہ سے فارغ کرانے کے بعد انھوں نے مجھ حقیر بے توقیر کو اس مقدس تخت کی زیارت کرائی جس پر اعلیٰ حضرت کے پیرومرشد نے انہیں داخل سلسلہ کیا تھا اور عالم محسوس میں ان کا ہاتھ سرکار غوث الوریٰ کے ہاتھ میں دیا تھا۔ اس کے بعد اپنے بزرگوں کے ان خلوت کدوں میں ہماری حاضری کرائی جہاں سالہا سال کی ریاضت و مجاہدہ کے ذریعہ انہیں سلوک و معرفت کے مقامات طے کرائے جاتے تھے۔ پھر ہمیں جنت کے اس لالہ زار کی طرف

لے گئے جسے ہم جنتیوں کی ابدی آرام گاہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ماتھے کی آنکھیں مزارات کی چادروں سے آگے نہیں بڑھ سکیں، دل کی آنکھ رکھتے تو نور کے لہراتے ہوئے وہ چشمہ دیکھ لیتے جس کا سوتا مدینہ کے منبع انوار سے جاملتا ہے۔

شرابور ہونے کے لئے الطاف و عنایات کی اتنی ہی بارش بہت تھی، اس پر مزید کرم یہ ہوا کہ جب رخصت ہونے لگے تو حضرت نے زبردستی ایک لفافہ میری جیب میں ڈال دیا۔ جب میں نے بہت انکار کیا تو فرمایا ”رکھ لیجئے اس خانقاہ کی یہی روایت ہے۔“ باہر جا کر لفافہ کھولا تو اس میں پانچ سو کے نوٹ موجود تھے۔ واپس ہوتے ہوئے راستے بھر میں سوچتا رہا کہ روایت کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اوپر سے ایسا ہوتا چلا آ رہا ہے۔

تخیل کے سہارے ہم اوپر کی طرف بڑھنے لگے سلسلہ کی آخری کڑی تک پہنچے تو ایک آواز کان میں گونجی۔ ”انما انا قاسم واللہ یعطی“۔ اللہ عطا کرتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔ اب سمجھ میں آیا کہ یہ گھرانہ ہی تقسیم کرنے والوں کا ہے۔ اپنی زندگی میں بہت سی خانقاہوں کو ہم نے دیکھا ہے لیکن اس خانقاہ کی یہ ریت دیکھ کر یہ کہنے کو دل چاہتا ہے کہ یہ صرف خانقاہ ہی نہیں بلکہ عصر حاضر کی خانقاہوں کی آبرو بھی ہے۔“ (اہل سنت کی آواز ص ۵۷-۵۸)

علمائے کرام کی قدر و منزلت کے سلسلے میں حضور احسن العلماء کے بارے میں شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب امجدی مد علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

”حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علمائے کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابل دیدنی ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر“ (اہل سنت کی آواز صفحہ ۴۷)

ان کے حالات زندگی قلم بند کرتے وقت میں کوشش کر رہا ہوں کہ جو کچھ لکھوں وہ یا تو میرا چشم دید ہو یا اکابر علماء کرام کے تحریروں سے اخذ شدہ ہو یا اپنے بزرگوں سے شنیدہ ہو۔ میں اس بار پھر اپنے بچپن اور لڑکپن کی طرف واپس جاتا ہوں۔

میرے بچپن یعنی ان کی جوانی میں ان کا لباس سردیوں میں شیروانی، پاجامہ اور کتھنی رنگ کے جوتے ہوتے تھے۔ گرمیوں میں سفید پاجامہ، وائل کا کرتا اور دوپلی ٹوپی۔ اخیر عمر میں سردیوں میں مرزئی یا صدری زیادہ پہنتے تھے اور پاجامہ کے تکلف کے

بجائے تہبند کی سادگی کو ترجیح دیتے تھے۔ جمعہ کی جماعت کے وقت صافہ کا اہتمام بھی کرتے تھے۔ کبھی سیاہ اور زیادہ تر صندلی صافہ (برکاتی رنگ) ان پر خوب چھب دیتا تھا۔ میری منقبت کا ایک بند ہے۔

سفید ریش، سیہ چشم، صندلی رنگت
گلابی ہونٹ، کھڑی ناک، سروسی قامت
نشان سجدہ تھے ماتھے پہ بدر کی صورت
فراخ سینہ الم نشرح کی کھلی قدرت

وہ زرد رنگ کا صافہ سفید چہرے پر

کہ جیسے مہر نے اوڑھی ہو ماہ کی چادر

اور بھائی صاحب قبلہ یعنی حضرت نظمی مدظلہ العالی اپنے عم محترم کی شان میں

فرماتے ہیں۔

ان کی صورت نور کی تفسیر تھی
ان کی سیرت آیہ تطہیر تھی

احسن العلماء کے تبلیغی اسفار:

میرے بچپن میں وہ تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ کے سلسلے میں معتقدین کی دعوتیں کثرت سے قبول کرتے۔ کبھی پیٹنگی کرایہ نہیں طلب کرتے۔ اکثر ایسا بھی ہوا کہ کسی نے منی آرڈر سے کرایہ بھیج دیا تو انھوں نے فوراً واپس کر دیا۔ وہ پیٹنگی کرایہ کو اپنے اوپر بوجھ سمجھتے تھے۔ جس دن ان کی واپسی ہوتی ہم لوگ خانقاہ شریف کی چھت پر جا کر کھڑے ہو جاتے اور اسٹیشن سے آنے والی سڑک پر نظریں جمادیتے۔ سب سے پہلے ان کا رکشہ نظر آتا۔ دور سے ان کی شخصیت چمکتی دکھتی آہستہ آہستہ قریب ہوتی۔ درگاہ معلیٰ کے پاس آ کر وہ رکشے سے اتر جاتے اور درگاہ میں داخل ہو کر حضور صاحب البرکات کے روضے پر سلام و فاتحہ کا نذرانہ پیش کرتے اور پھر اپنے پیر و مرشد اور حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی مزارات پر فاتحہ پڑھتے۔ وہاں سے پیدل خانقاہ شریف میں داخل ہوتے۔ مسجد برکاتی کے دروازے پر نگاہیں ڈالتے ہوئے صدر دروازے سے خانقاہ میں داخل ہوتے اور اندر آ کر سب سے پہلے اپنی دونوں بڑی بہنوں یعنی حافظہ سیدہ عائشہ خاتون مرحومہ

مغفورہ اور حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون مدظلہا کے پاس جا کر انہیں سلام کرتے، خیریت معلوم کرتے پھر اپنے اہل و عیال کی سکونت کی طرف آتے۔ یہ ان کا ہمیشہ کا معمول تھا۔ جاتے وقت بھی اپنی بہن حافظہ سیدہ زاہدہ خاتون کے پاس جا کر مطلع کرتے کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور ان شاء اللہ تعالیٰ فلاں تاریخ کو واپسی ہوگی۔ ان کا یہ معمول آخر تک قائم رہا۔

جب ہم بچے کچھ بڑے ہو گئے تو ان کی سفر سے واپسی پر انہیں لینے اسٹیشن تک جاتے تھے۔ قصبے کے اسٹیشن پر ٹرین کم وقت کے لیے کھڑی ہوتی تھی۔ اس لئے مارہرہ شریف کا اسٹیشن آتے وقت وہ ٹرین کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور ہم لوگ دور سے انہیں دیکھ لیتے تھے۔

انھوں نے تبلیغ دین کے لیے بہت سفر کئے۔ شروع جوانی کے ان اسفار میں برادر طریقت عبدالرزاق برکاتی کانپوری مرحوم و مغفور اور برادر طریقت محمد حسین بھائی برکاتی مرحوم و مغفور اکثر ان کے ساتھ ہوتے۔ کانپور، گولی، کالپی شریف، کدورہ، اورئی، جالون کے سفر زیادہ کئے۔ کانپور اور اس کے اطراف میں تبلیغ دین و سہیت اور اشاعت سلسلہ برکاتیا انہیں اسفار کا نتیجہ ہے۔ ان علاقوں میں ہزار ہا گھر ایسے ہیں جہاں پورا کا پورا خاندان ان کے ہی دست حق پرست پر بیعت ہے۔ ان علاقوں میں سفر کی سہولتیں اچھی نہیں تھیں۔ اس کے باوجود وہ پیدل، بیل گاڑی، ناؤ وغرض یہ کہ کسی بھی طرح ان علاقوں میں پہنچ جاتے جہاں آج بھی پیر حضرات جانے سے کتراتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان علاقوں کے مرید حضور احسن العلماء پر اپنی جان تک چھڑکنے پر راضی رہتے تھے۔ کانپور کے اطراف کا ایک بڑا دلچسپ واقعہ سناتے:

”ایک بار ہم عبدالرزاق بھائی کے ساتھ ایک ایسے گاؤں میں گئے جہاں ہم سے پہلے کوئی تبلیغ کے لیے گیا ہی نہیں تھا۔ گاؤں کی آبادی کو اپنے بارے میں صرف اتنا علم تھا کہ وہ لوگ مسلمان ہیں۔ باقی عمل کے بارے میں یا عقائد کے بارے میں معاملہ بالکل کورا تھا۔ ہم لوگوں نے پہنچ کر کہا کہ ہم لوگ آپ تمام گاؤں والوں سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔ گاؤں والوں کو بڑی حیرت ہوئی۔ بہر حال رات کو ان گاؤں والوں نے ایک بڑا سا الاؤ جلایا اور سارے لوگ اس کے گرد بیٹھ گئے۔ ہم دونوں کو اپنے ساتھ نہیں بٹھایا بلکہ پیچھے ایک بڑا سا مٹکا لٹا کر کے رکھ دیا اور اس پر ایک بورا ڈال کر کہا کہ

مولانا صاحب آپ اس پر بیٹھ کر جو کہنا ہو، کہہ لو۔ اب عجیب صورت حال تھی۔ وہ سب الاؤ کے گرد بیٹھے تھے اور ہم ان کے پیچھے ایک اوندھے مٹکے پر براجمان تھے۔ بہر حال اللہ کا نام لے کر ہم نے سادہ سادہ انداز میں ان سب کو اللہ، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن عظیم، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور اولیائے کرام کے بارے میں بتانا شروع کیا۔ جہاں جہاں ان لوگوں کو کوئی بات پسند آتی، وہ خوش ہو کر زور سے چلا کر کہتے:

”خوب کہا مولوی صاحب۔ پھر کہو۔“

غرض یہ کہ آہستہ آہستہ ان حضرات کو دین و سنیت کی طرف راغب کیا۔ یہ پورا واقعہ سنا کر وہ دیر تک ان یادوں میں کھوئے رہتے اور متبسم رہتے۔

جب تک بدن میں طاقت اور جوانی رہی، وہ سادگی سے سفر کرتے رہے۔ ریل میں تھرڈ کلاس میں سفر کرنے میں انہیں کبھی کوئی عار نہیں تھا۔ البتہ زندگی کے اخیر سالوں میں وہ ریل کے اونچے درجوں میں ہی سفر کرتے اور اس بات کا اہتمام کرتے کہ جوان کارفین سفر ہے وہ بھی ان کے ساتھ اسی درجے میں سفر کرے۔ سفر میں لوگ ان کی صورت دیکھتے ہی رہ جاتے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوا کہ ریل کے ڈرائیور اور گارڈ نے بھی آکر ان سے ملاقات کی اور پیر چھو کر آئیں اور دلایا۔

بھائی صاحب قبلہ اپنے مضمون میں لکھتے ہیں:

”میں نے بہت سے لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ حضرت صاحب کے چہرے پر ایسا نور ہے جسے دیکھ کر خدا یاد آ جاتا ہے۔ جس ریل گاڑی میں سفر کرتے اس کا ڈرائیور اور گارڈ تک چچامیاں سے ملاقات و مصافحہ کر کے جاتا۔“ (اہل سنت کی آواز شمارہ ۲)

آخر دفعہ جب وہ بمبئی سے رخصت ہوئے، اس دن یوم عاشورہ تھا۔ سیکڑوں افراد انہیں رخصت کرنے اگست کرانٹی گاڑی پر بمبئی سنٹرل پہنچے تھے۔ جب گاڑی چل پڑی تو ہمارے کیمین میں ایک نابینا صاحب مع اپنے ساتھیوں کے آئے اور کہا کہ میں نابینا ہوں لیکن لوگوں کی آہٹوں سے لگا جیسے کوئی بڑا سنت میرے برابر والے کیمین میں موجود ہے۔ مجھے اپنے پیر چھو نے دیجئے اور آئیں واد دیجئے۔ پھر وہ صاحب ہمارے کیمین میں بیٹھ گئے اور پاپا کی اجازت سے ایک نعت بہت خوش الحانی سے سنائی اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان اقدس میں سلام پیش کیا اور حضور احسن العلماء کے قدم

چھو کر اپنے کیمین میں چلا گیا۔ جب گاڑی سورت پر کی تو بہت سے لوگ اس شخص کو اسٹیشن پر لینے کے لیے آئے ہوئے تھے۔ معلوم کرنے پر علم ہوا کہ وہ مشہور میوزک ڈائریکٹر و ندرجین تھے۔

تبلیغ دین اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ کے سلسلے میں انھوں نے دور دور کے سفر اختیار کئے۔ گوئڈل، پور بندر، دھوراجی، رتلام، کوٹہ، سورت، بڑودہ، بمبئی، کلکتہ، اڑیسہ، ناگپور، وارسا، بریلی، بدایوں، بیسل پور، ٹپالی، اندور، کانپور، گولی، کاپلی شریف، اناؤ، جالون، مگہر، فیض آباد، بنارس، الہ آباد، کھیم پور، کھیری، حیدر آباد، پورن پور، پبلی بھیت، شیر پور، نیپال کی ترائی کے دیگر مقامات، کراچی، حیدر آباد سندھ اور لاہور، ڈھاکہ اور چٹگام کے علاوہ جانے کتنے کتنے دیہات ایسے تھے جہاں اس مرشد برحق اور عالم نے دین متین اور اشاعت سلسلہ برکاتیہ کے لیے سفر اختیار کئے۔ ان تمام مقامات کے ہزاروں افراد آج بھی نورانی صورت اور عرفانی سیرت کا ذکر کر کے، اپنے مرشد کو یاد کر کے آب دیدہ ہو جاتے ہیں۔

احسن العلماء کے وجود با مسعود کی برکتیں:

یہ میرا ذاتی مشاہدہ تھا کہ جب تک وہ مارہرہ میں قیام کرتے، قصبے میں سکون اور امن رہتا۔ ان کے جانے کے بعد قصبے میں کوئی نہ کوئی ایسی واردات ہو جاتی جو قصبے کے سکون کو درہم برہم کر دیتی یا خاندان میں کوئی سخت بیمار ہو جاتا یا کنبے میں کوئی موت واقع ہو جاتی۔ اسی لیے وہ اکثر مارہرہ میں اپنے قیام کو ترجیح دیتے۔

میں چھوٹا تھا، وہ باہر گئے ہوئے تھے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ ایک عجیب بات روز پیش آتی وہ یہ کہ خانقاہ کے کسی نہ کسی حصے میں سانپ نکل آتا کبھی چھوٹا، کبھی بڑا۔ میرے چچا محترم سید حسین میاں قادری مدظلہ سانپوں سے بالکل نہیں ڈرتے۔ وہ یا تو ان کو نکال کر باہر کر دیتے یا اگر ڈھیٹ سانپ ہوتا تو اسے ختم کر کے باہر پھٹکوا دیتے۔ بہر حال ہم بچے ان سانپوں کی یورش سے بہت پریشان اور ہراساں تھے۔ جس دن پاپا سفر سے واپس آئے اور خیریت معلوم کی تو سب سے پہلے میں نے ان کو بتایا کہ گھر میں روزانہ سانپ نکل رہے ہیں۔ وہ مسکرائے اور فرمایا کہ آج کے بعد اس طرح سانپ نہیں

نکلیں گے۔ خدا گواہ ہے کہ اس دن کے بعد سے سانپوں کا لگا تار برآمد ہونا موقوف ہوا۔ مجھے یاد پڑتا ہے اسی زمانے میں انھوں نے مجھے سانپوں کو باندھ دینے کی خاندانی دعا تعلیم فرمائی جسے پڑھنے کے بعد سانپ ایک خاص دائرے سے باہر نہیں نکل پاتا۔ ایک غیر مرئی دائرے کے اندر ہی اندر چکر لگاتا رہتا ہے۔

مجھے اپنے بچپن کے مقامی میلادوں کی نورانی محفلیں اچھی طرح یاد ہیں۔ یہ محفلیں زیادہ تر ڈاکٹر ایوب حسن صاحب مرحوم و مغفور مرید خاص حضور ابوالقاسم حاجی میاں قدس سرہ، جناب مشرف علی بٹے صاحب مرحوم اور منشی کریم بخش صاحب پیشکار مرحوم کے مکانات پر ہوا کرتی تھیں۔ خانقاہ کے سارے مرد افراد میزبانوں کے جلو میں پایادہ درود شریف پڑھتے ہوئے میلاد شریف کی محفل میں داخل ہوتے۔ خطبے کے بعد حضور والد ماجد نہایت لحن کے ساتھ قرآن عظیم کی تلاوت سے محفل کا آغاز فرماتے اور پھر حمد و نعت و منقبت کی محفل سجائی جاتی۔ بیشتر یہی ہوتا کہ خود والد ماجد علیہ الرحمۃ ہی حمد و نعت و منقبت پڑھتے اور اتنی خوش الحانی سے پڑھتے کہ قصبے کے اندھیرے سنائے میں دور دور تک ان کی آواز روشنی کی لہریں بکھیر دیتی، پھر بلند آواز میں لیکن سمجھا سمجھا کر تقریر کرتے جس کے موضوعات عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اولیائے کرام اور معاملات دنیا میں خدا کے احکامات کی تعمیل اور نماز روزے کی پابندی کے معاملات پر مشتمل ہوتے۔

بعد، صلوٰۃ و سلام پڑھتے ع مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

پھر..... یا نبی سلام علیک..... اس کے بعد پنج آیت شریف پھر شجرہ عالیہ قادر یہ برکاتیہ اور پھر فاتحہ بزرگاں کے بعد دعائیں۔ میلاد کے بعد نیاز تقسیم ہوتی اور صاحب خانہ حسب حیثیت چائے وغیرہ سے تواضع کرتا اور پھر خانوادے کے سارے افراد چھوٹے اور بڑے، حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کی قیادت اور میزبان اور ان کے اہل خاندان کی معیت میں خانقاہ شریف واپس آتے۔ ان کی ڈالی ہوئی روایت پر آج بھی قصبے میں اسی طرح عمل ہوتا ہے۔ اگر اہل خاندان سے کوئی میلاد پڑھنے یا تقریر کرنے جائے تو آخر میں میزبان اس فرد خاندان کو خانقاہ شریف تک چھوڑنے آتے ہیں۔ کیسی نورانی محفلیں تھیں، کیسے لوگ تھے، واپسی کے وقت قصبے کے اندھیرے میں خانقاہ واپس آتے ہوئے نفوس قدسیہ کے پیروں کی چاپ بصارت اور سماعت میں وہ تمام نقشے اپنی مکمل تفصیلات

کے ساتھ آج بھی بفضلہ تعالیٰ محفوظ ہیں۔

اندازِ تربیت:

مجھے بچپن میں میری پھوپھی صاحبہ سیدہ حافظہ عائشہ خاتون مرحومہ اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون مدظلہا کے علاوہ خود میرے والد کریم نے بھی قرآن عظیم پڑھایا۔ پھر والد ماجد نے کلمے اور کچھ مختصر دعائیں یاد کرانے کے بعد درگاہ کے مدرسے یعنی مدرسہ قاسم البرکات میں پڑھنے بٹھا دیا، وہاں مجھے حافظ عبد الرحمن عرف حاجی کلو صاحب مرحوم نے اور منشی نصیر الدین صاحب مرحوم نے علی الترتیب قرآن عظیم اور اردو، حساب کا درس دیا۔ قبلہ والد ماجد علیہ الرحمۃ سال کے سال تمام بچوں کا امتحان لیتے، مجھے اچھی طرح یاد ہے میرے امتحان میں انھوں نے سورہ ناس سنی اور نماز کی امامت ملاحظہ کی، مکتب کے بچوں پر عموماً بہت مہربان رہتے تھے، اسی مدرسہ قاسم البرکات میں والد کریم نے اپنی نوجوانی کے زمانے میں درس بھی دیا تھا۔ ان کے شاگرد قصبے میں موجود ہیں، پڑھاتے وقت وہ باواز بلند پڑھاتے تھے اور مخارج پر بہت زور دیتے، اردو البتہ اردو کی طرح بولتے تھے، اردو میں عربی مخارج کے استعمال کو غیر فصیح سمجھتے تھے۔

مجھے اچھی طرح یاد ہے آج سے ۳۵ برس پہلے مکتب کی تعلیم ختم ہونے کے بعد وہ بہ نفس نفیس خود میرا ہاتھ پکڑ کر قصبے کے پرائمری اسکول (جو اہر لال پرائمری اسکول) لے گئے، ہیڈ ماسٹر پنڈت ستیہ نارائن شرما ہڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

ماسٹر صاحب آداب عرض! اس بچے کو مناسب کلاس میں داخل کر لیجئے۔

”میاں، آداب عرض! آپ جیسا حکم دیں اسی کلاس میں داخل کر لیا جائے۔

نہیں ماسٹر صاحب! تعلیم کی بنیاد کمزور نہیں ہونا چاہئے۔ آپ اس کا امتحان

لے کر اندازہ کر لیجئے کہ یہ کس کلاس کے قابل ہے۔

غرض یہ کہ امتحان ہوا، ماسٹر صاحب نے تیسرا کلاس تجویز کیا اور کہا کہ چوتھے میں بھی ہو سکتا ہے لیکن میرے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے اصرار کیا کہ تیسرے درجے میں ہی مناسب ہے۔ ان ۳۵ برسوں میں درس و تدریس کے معاملات میں کس قدر انقلاب آ گیا کہ آج ماں باپ کی خواہش ہوتی ہے کہ ان کا بچہ جلد اونچے کلاس میں جائے اور حضور احسن العلماء کا یہ عالم تھا کہ ہیڈ ماسٹر کے اصرار کے باوجود میرا دخلہ کم تر درجے میں

کرایا۔ دوران تعلیم پرائمری، کالج اور علی گڑھ یونیورسٹی، ہر زمانے میں یہی نصیحت کی کہ پڑھ لکھ کر دین و دنیا کی خدمت کے قابل بنو، کسی کے محتاج نہ ہو۔ اپنے خدا جل جلالہ پر ایمان کامل رکھو اور اس قابل بن جاؤ کہ اپنے بازوؤں سے کماؤ تاکہ کبھی بھی مریدین و متوسلین کی نذر پر دار و مدار نہ رہے، سبحان اللہ۔ برصغیر کی عظیم الشان خانقاہ کا سجادہ نشین اور لاکھوں مریدوں کا پیر اور پیرزادہ کتنے آسان الفاظ میں اپنے بچوں کو تعلیم محنت اور رزق حلال کا سبق دے رہا ہے۔ اللہ اور اس کے چاہنے سے اس کے رسول کا کرم اور والدین کی دعائیں اور نصیحتیں ہی تو تھیں کہ آج بفضلہ تعالیٰ ہم پانچوں بھائی بہن اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم کے حامل ہیں اور بفضلہ تعالیٰ ہم سبھی بھائی اپنے والد ماجد کی دعاؤں کے طفیل اپنے دست و بازو کی محنت کی کمائی کر رہے ہیں۔ علم اور اہل علم سے ان کو بہت محبت تھی۔

علم و اہل علم کی توقیر تھی شیوا ترا

جانشین میں ہو نمایاں جلوہ زیبا ترا

(علامہ اختر رضا ازہری میاں)

بچپن میں ہی ہم بہن بھائیوں کو بہت شد و مد کے ساتھ استاد کی عزت کرنے کے لیے نصیحتیں کرتے اور اس بات پر نظر بھی رکھتے کہ ہم ایسا کر رہے ہیں کہ نہیں۔

پانچویں کلاس کے نتیجے کے بارے میں میرا شک تھا کہ مجھے کم نمبر دیئے گئے ہیں تاکہ کسی دوسرے کو فرسٹ پوزیشن دے دی جائے۔ میں نتیجہ لے کر روتا ہوا گھر آیا۔ مجھے دلا سہ دیا اور کہا کہ اگر واقعی زیادتی ہوئی ہے تو تدارک ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ تمہاری ہی فرسٹ پوزیشن آئے گی۔ دوسرے دن وہ، قبلہ امین صاحب، مختار عام، رفیع الدین اور میں یہ قافلہ صبح ہی صبح ایٹھ پہنچا اور وہاں ڈپٹی انسپکٹر آف اسکول سے مل کر درخواست کی کہ کاپی کا دوبارہ معاینہ کر لیا جائے، مبادا کوئی نمبر جوڑنے سے رہ گیا ہو۔ معاینہ ہوا اور میرے مرشد اجازت، میرے والد گرامی حضور احسن العلماء کی زبان کرامت بیان کا کہا سچ ثابت ہوا، حساب کی کاپی میں میرے پانچ نمبر ٹوٹل میں نہیں جوڑے گئے تھے۔ میری فرسٹ پوزیشن آ گئی۔ فرماتے تھے محنت سے پڑھو، ناجائز طریقوں سے پڑھائی میں زیادہ نمبر لانے کی کوشش نہ کرو، البتہ اگر کوئی تمہارے ساتھ زیادتی کرتا ہے تو قانونی طریقے سے قواعد کے مطابق اس کا مقابلہ کرو تاکہ ہم چشموں میں آنکھ پیچی نہ آئے۔

ایک عجیب بات تھی کہ وہ اپنے بچوں کی کامیابی پر ہم لوگوں کے سامنے اپنی خوشی کا اظہار کبھی کھل کر نہیں کرتے تھے۔ بس خدا کا شکر بجالاتے اور نظر کی دعا پڑھ کر دم کر دیتے۔ حضرت امین ملت نے ایم۔ اے فرسٹ ڈویژن سکینڈ پوزیشن سے پاس کیا، ڈاکٹریٹ کی ڈگری صرف تین برسوں میں حاصل کر لی، جس کے لئے علی گڑھ میں لوگ پانچ پانچ، چھ چھ سال لگا دیتے ہیں۔ کمترین P.U.C میں فرسٹ ڈویژن پاس ہوا، بی اے آنرز اور ایم۔ اے میں یونیورسٹی بھر میں اوّل آیا اور دو عدد گولڈ میڈلوں کا حقدار بنا، انڈین سول سروس کی ملازمت میں تینوں برس فائنل طور پر کامیاب ہوا۔ برادر خرد سید محمد افضل سلمہ نے ایل۔ ایل۔ ایم پاس کیا اور آئی۔ پی۔ ایس کے امتحان میں کامیاب ہو کر پولیس کے اونچے عہدے پر فائز ہوئے۔ سب سے چھوٹے بیٹے سید نجیب حیدر نوری برکاتی سلمہ نے پوسٹ گریجویشن کیا۔ صاحب زادی نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے گریس کالج سے گریجویشن کیا، لیکن میں نے اپنے ماں باپ کسی کو بھی غرور تو ایک طرف، فخر کے ساتھ بھی ان باتوں کا ذکر کرتے نہیں سنا۔ دینے والے نے انہیں ظرفِ اعلیٰ کا بہت اونچا مقام عطا کیا تھا۔ الحمد للہ۔

ذیل میں مختصراً حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کا شجرہ پدیری و مادری درج کیا جا رہا ہے۔

شجرہ پدیری:

- ۱- حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری علیہ الرحمہ
- ۲- حضرت سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہ
- ۳- حضرت سید شاہ حسین حیدر قدس سرہ
- ۴- حضرت سید شاہ محمد حیدر قدس سرہ
- ۵- حضرت سید دلدار حیدر قدس سرہ
- ۶- حضرت سید منتخب حسین قدس سرہ
- ۷- حضرت سید ناظم علی قدس سرہ
- ۸- حضرت سید حیات النبی تا تو میاں قدس سرہ
- ۹- حضرت سید حسین قدس سرہ

- ۱۰- حضرت سید ابوالقاسم قدس سرہ
- ۱۱- حضرت سید جان محمد قدس سرہ
- ۱۲- حضرت سید حاتم قدس سرہ
- ۱۳- حضرت سید بدرالدین عرف بدے میاں قدس سرہ
- ۱۴- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ
- ۱۵- حضرت سید پیارے میاں قدس سرہ
- ۱۶- حضرت سید حسن قدس سرہ
- ۱۷- حضرت سید محمود عرف بدھن میاں قدس سرہ
- ۱۸- حضرت سید بڈھا میاں قدس سرہ
- ۱۹- حضرت سید جمال الدین قدس سرہ
- ۲۰- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ
- ۲۱- حضرت سید ناصر قدس سرہ
- ۲۲- حضرت سید مسعود قدس سرہ
- ۲۳- حضرت سید سالار قدس سرہ
- ۲۴- حضرت سید صغریٰ قدس سرہ
- ۲۵- حضرت سید علی قدس سرہ
- ۲۶- حضرت سید حسین قدس سرہ
- ۲۷- حضرت سید ابوالفرح ثانی قدس سرہ
- ۲۸- حضرت سید ابوالفراس قدس سرہ
- ۲۹- حضرت سید ابوالفرح واسطی قدس سرہ (سادات زیدیہ بلگرام کے جد امجد)
- ۳۰- حضرت سید داؤد قدس سرہ
- ۳۱- حضرت سید حسین قدس سرہ
- ۳۲- حضرت سید یحییٰ قدس سرہ
- ۳۳- حضرت سید زید سویم قدس سرہ
- ۳۴- حضرت سید عمر قدس سرہ

- ۳۵- حضرت سید زید دویم قدس سرہ
 - ۳۶- حضرت سید علی عراقی قدس سرہ
 - ۳۷- حضرت سید حسین قدس سرہ
 - ۳۸- حضرت سید علی قدس سرہ
 - ۳۹- حضرت سید محمد قدس سرہ
 - ۴۰- حضرت سید عیسیٰ موتم اشبال قدس سرہ
 - ۴۱- حضرت سید زید شہید رضی اللہ عنہ
 - ۴۲- حضرت سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - ۴۳- حضرت سیدنا امام عالی مقام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 - ۴۴- حضرت سید السادات مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم زوج خاتون جنت
 - ۴۵- حضرت بی بی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت
 - ۴۵- حضرت سرور کائنات فخر موجودات محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
- شجرے نمبر ۴۰ پر جو بزرگ ہیں انہیں کی مناسبت سے حضرت احسن العلماء قدس سرہ کے لوح مزار پر خاکسار کی جو منقبت ہے اس کا شعر ہے:
- آبروئے خاندان موتم اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ
- حضرت عیسیٰ قدس سرہ ابن حضرت زید شہید اتنے بہادر اور جری تھے کہ تلوار سے شیر کا مقابلہ کر کے اسے قتل کر دیتے تھے۔ اس لیے ان کے زمانے نے انہیں موتم اشبال کا لقب دیا یعنی شیر کے بچوں کو یتیم کرنے والا۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا شجرہ مادری:

- ۱- حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قادری قدس سرہ
- ۲- حضرت بی بی سیدہ اکرام فاطمہ لخت جگر شہر بانور حمۃ اللہ علیہا بنت
- ۳- حضرت سید ابوالقاسم اسماعیل حسن قدس سرہ
- ۴- حضرت سید میر محمد صادق قدس سرہ

- ۵- حضرت سید شاہ اولاد رسول قدس سرہ
 - ۶- حضرت سید آل برکات ستھرے میاں قدس سرہ
 - ۷- حضرت سید شاہ حمزہ قدس سرہ
 - ۸- حضرت سید آل محمد قدس سرہ
 - ۹- حضرت سید ناشاہ برکت اللہ امام سلسلہ برکات تہ
 - ۱۰- حضرت سید میراویس قدس سرہ
 - ۱۱- حضرت سید میر عبد الجلیل قدس سرہ
 - ۱۲- حضرت سید میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ صاحب سبع سنابل شریف
 - ۱۳- حضرت سید ابراہیم قدس سرہ
 - ۱۴- حضرت سید قطب الدین قدس سرہ
 - ۱۵- حضرت سید ماہ رو قدس سرہ
 - ۱۶- حضرت سید بڈھامیاں قدس سرہ
 - ۱۷- حضرت سید کمال قدس سرہ
 - ۱۸- حضرت سید قاسم قدس سرہ
 - ۱۹- حضرت سید حسن قدس سرہ
 - ۲۰- حضرت سید نصیر قدس سرہ
 - ۲۱- حضرت سید حسین قدس سرہ
 - ۲۲- حضرت سید عمر قدس سرہ
 - ۲۳- حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ والرضوان فاتح بلگرام
- حضرت سید محمد صغریٰ علیہ الرحمۃ سے لے کر سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک شجرہ یکساں ہے۔
- حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو اپنے نانا جان مجدد برکاتیت حضرت قدوة الاولیاء، زبدۃ الکاملین، سید العارفین، حجتہ الخلف، بقیۃ السلف، تاجدار مسند برکات تہ مارہرہ مطہرہ، زینت سجادہ غوثیہ قادریہ مقدسہ، سیدی و سندی، مرشدی و مولائی، مولانا الحاج حافظ قاری سید شاہ ابوالقاسم اسماعیل حسن ملقب بہ شاہ جی میاں قادری برکاتی آل

احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے شرف بیعت، امتیاز خلافت حاصل تھا اور نانا جان قبلہ نے اپنے نواسے حضرت سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں قدس سرہ کو بچپن میں ہی اپنا جانشین مقرر کر دیا تھا جس کا ذکر مع تفصیل و ثبوت پچھلے صفحات میں درج ہو چکا ہے۔ یہ واقعہ ۱۹۲۸ء کا ہے۔ حضور احسن العلماء کو اپنے خال محترم تاج العلماء حضرت سید شاہ اولاد رسول فخر عالم محمد میاں علیہ الرحمۃ والرضوان سجادہ نشین خانقاہ برکات تہ سے بھی شرف خلافت و اجازت حاصل تھا اور حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان نے اپنی حیات مقدسہ میں ہی حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو سجادہ عالیہ قادریہ برکات تہ پر مسند نشین کر دیا تھا، جس کی تفصیلات درج ہو چکی ہیں۔ یہ واقعہ ۱۹۴۴ء کا ہے۔

حضرت احسن العلماء کے پیر و مرشد علیہ الرحمۃ کو بیعت حاصل تھی حضرت امیر عالم غلام محی الدین علیہ الرحمۃ سے اور خلافت و اجازت حاصل تھی اپنے والد ماجد حضرت سید محمد صادق قدس سرہ، حضرت سید شاہ ابوالحسین نوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور حضرت سید شاہ ظہور حسین چھو میاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے۔

حضرت غلام محی الدین علیہ الرحمۃ نے اپنے تایا حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ سے بیعت پائی اور حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ، حضرت سید آل برکات ستھرے میاں علیہ الرحمۃ اور اپنے برادر بزرگ حضرت سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ سے خلافت و اجازت حاصل کی۔ اس کے اوپر کا شجرہ طریقت تو ہر برکاتی رضوی کو زبانی یاد ہے۔ مختصر یہ بتانا مناسب ہوگا کہ حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو اپنے خاندان کو حاصل تمام سلسلوں کی اجازت و خلافت تھی۔ مثلاً سلاسل آبائی قدیم چشتیہ، سہروردیہ و قادریہ کے علاوہ سلاسل عالیہ قادریہ، چشتیہ و نقشبندیہ، ابوالعلائیہ و بدیعہ و غیرہم حاصل تھیں اور خانوادے کے جملہ معمولات، مصافحات ادعیہ اور اوراد و وظائف کی اجازت حاصل تھی۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے زمانہ سجادہ نشینی میں سلسلے کا وہ فروغ ہوا کہ سلسلہ طریقت برصغیر ہندو پاک سے نکل کر عرب امارات، یورپ، امریکہ اور افریقہ تک پہنچ گیا۔

ہندو پاک و یورپ و افریقہ سے نیپال تک
سلسلے نے تیرے دم سے کس قدر پایا فراغ

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے والد محترم سید شاہ آل عبا قادری قدس سرہ کو بیعت و خلافت حضرت سید ابوالحسن احمد نوری میاں رحمۃ اللہ سے حاصل تھی۔ ان کے والد سید شاہ حسین حیدر علیہ الرحمۃ کو بیعت و خلافت حضرت سید شاہ آل رسول علیہ الرحمۃ سے حاصل تھی۔

حضرت احسن العلماء کا رشتہ ازدواج و اولاد امجاد:

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ کا عقد مسنون سیتاپور میں محلہ فتن سرائے کے قدیم خاندان سادات نقویہ کی اولاد یعنی حضرت سید محمد آخلاق صاحب قدس سرہ کی صاحبزادی سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی مدظلہا سے ۲۱ جنوری ۱۹۴۹ء میں ہوا۔ حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ نے اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔ لیکن اختصار کے پیش نظر تبرکاً یہاں وہ تحریر پیش کی جا رہی ہے جس میں حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنے برادر عزیز کی شادی کے واقعات اپنی ڈائری میں درج کیے ہیں۔ یہ تحریر ارقم السطور نے بھائی صاحب حضرت سید آل رسول حسنین میاں مدظلہ سے حاصل کی۔

حضرت سید العلماء کی تحریر من وعن نقل کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ ہم مسلمان اپنے اسلاف کی روش جانیں کہ شادی کے معاملات کتنی سادگی سے ادا کیے جاتے تھے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

۷۸۶/۹۲

۲۰ جنوری ۱۹۴۹ء

۱۰ بجے میں، بانشی ایوب علی، حسن میاں، سرتاج دلہن زاہدہ اور بچے وکیل احمد عبدالحق حجام کیوں سے کاس گنج روانہ ہوئے اور وہاں سے ۳ بجے سیتاپور کو روانگی ہوئی۔ مولیٰ عزوجل بخیر پہنچائے۔ چنانچہ شب میں ۴ بجے سیتاپور پہنچے۔

۲۱ جنوری ۱۹۴۹ء

فجر کے وقت ہم سب جا کر مقیم ہوئے۔ زنانے کے لیے وحدانے والوں کا گھر اور مردانے کے لیے کوٹھی صادق تجویز ہوئی۔ چچا میاں سے ملاقات ہوئی۔ میں نے سید محمد اسحاق صاحب کے یہاں جا کر دوبارہ بارات و چوٹھی سے متعلق گفتگو کی، پھر نماز جمعہ

میں نے مسجد صادق میں پڑھائی اور اس کے بعد شیرینی منگا کر میلاد شریف پڑھ کر فاتحہ بزرگاں کیا۔ قریب عصر ہمارے یہاں سے جوڑا گیا دلہن کے یہاں اور مغرب کے بعد دلہن کے یہاں سے جوڑا آیا اور پھر ہمارے مدعوئین ثار احمد، نیاز احمد چچا میاں کے ساڑھو وغیرہم کے مجمع میں حسن میاں کو دولہا بنایا گیا اور برات چلی۔ ۱۰ بجے شب میں برات سید محمد اسحاق صاحب کے دروازے پر پہنچی اور میں نے بوکالت خود وصال سید محمد اسحاق صاحب و حکیم سید آفاق حسین صاحب محبوبہ فاطمہ بنت سید محمد اسحاق صاحب کا عقد نکاح بعض مبلغ دس ہزار روپیہ مہر مؤخر سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں بن سید آل عبا صاحب کے ساتھ اس طرح پڑھا کہ پہلے ایک مختصر تقریر میں، میں نے اپنے خاندان کا تعارف کرایا اور زوج کا نسب پدری و مادری پڑھ کر سنایا اور پھر خطبہ مسنونہ کے بعد عقد پڑھا۔ بعدہ خرے تقسیم ہوئے پھر کھانا کھلایا گیا۔ ۱۱ بجے ہم عروس اور جہیز لے کر واپس ہوئے۔ عروس کو پہلے پٹا کی کوٹھی میں اتروایا پھر گھر لے گئے۔

۲۲ جنوری

۱۲ بجے کے قریب برادر عروس سید محمد آفاق صاحب مع کچھ اعزہ آئے اور میں نے انھیں ناشتہ کرایا اور وہ لوگ عروس کو لے کر چوتھی میں گئے۔ پھر ہم سب مرد و عورت بھی عروس کے یہاں مہمان ہوئے۔ چچا میاں کی دلہن اور ان کی بچی بھی تھی۔ بعد ظہر ہم سب واپس ہوئے اور بعد مغرب میں اور حسن میاں دلہن کو گھر لائے اور پھر ہم سب شب کی گاڑی سے وطن کو روانہ ہوئے۔

۲۳ جنوری ۱۹۴۹ء

ہم سب ۱۲ بجے دوپہر کے بعد کاس گنج اور قریب دو بجے مارہرہ کے اسٹیشن پہنچے اور پھر بسواری یکہ و بیل گاڑی بفضلہ تعالیٰ گھر آئے اور بیا کی اجازت سے دلہن کو پہلے درگاہ شریف اتارا گیا اور پھر گھر میں لائے۔

۲۷ جنوری ۱۹۴۹ء جمعرات

صبح کو سید سلطان حامد صاحب بریلی سے آ کر بیا کے یہاں مہمان ہوئے۔ آج بتانے حسن سلمہ کا ولیمہ کیا۔ بکثرت مرد و مستورات نے کھانا کھایا۔ دوپہر کی گاڑی سے سید محمد اسحاق صاحب سیتاپور سے آئے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی شادی کے وقت جو سہرے لکھے گئے وہ ”اہلسنت کی آواز“ جلد سوم حصہ اول میں ۱۳۷۰ھ میں شائع ہوئے۔ تبرکاً ان کو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

اللہ غنی کیا خوب ہے یہ پاکیزہ طبیعت سہرے کی
تحمیدِ الہ تجید بنی دیرینہ ہے عادت سہرے کی
کہتی ہے عقیدت سے جھک کر یہ فرق ارادت سہرے کی
اب آپ کے ہاتھوں عزت ہے اے شاہ رسالت سہرے کی
ہیں پھول یہ سارے صفِ چستہ گاتے ہیں جو مدحت سہرے کی
بیجا تو نہ ہوگا کہنا مجھے کچین کو رعیت سہرے کی
یہ زینت وزیب اور یہ تزئین، یہ ناز وادا اور یہ تمکین
برجستہ نکلتی ہے تحسین اللہ رے نزہت سہرے کی
گلزارِ مدینہ ہے مسکن بغداد ہے ان پھولوں کا وطن
پھر فضلِ الہی پر تو گلن ہے اوج یہ قسمت سہرے کی
ابھرا ہے گلستاں کا جو بن پھولا ہے محبت کا گلشن
شرما بھی رہا ہے مشک ختن پھیلی ہے جو نکلت سہرے کی
یہ لطف تبسم غنچوں کا یہ طرزِ تکلم کلیوں کا
یہ غمزہ و عشوہ پھولوں کا ہے ساری کرامت سہرے کی
کس ناز وادا سے اتر کر چمٹا ہے کیجہ سے جا کر
بندھتے ہی جبینِ نوشہ پر کیا کھل گئی قسمت سہرے کی
کچھ بادِ صبا اتراتی ہے اور جھومتی گاتی آتی ہے
فردوسِ بریں یاد آتی ہے دیکھی ہے جو رنگت سہرے کی

یہ بزمِ فلک کے سیارے یہ اختر و انجم مہ پارے
ٹوٹے ہیں عقیدت کے مارے کرنے کو زیارت سہرے کی
یہ ناز و نعم گونا گوں ہو یہ عیش و طرب دونا دوں ہو
اللہ کرے روز افزوں ہو یہ شوکت و رفعت سہرے کی

اے شاہِ مدینہ شاہِ زمن از بہرِ حسین از بہرِ حسن
شاداں رہیں یہ دولہا دلہن دنِ دونی ہو عزت سہرے کی
اے طبعِ خلیلِ فیضِ رقم یہ جوشِ بیاں یہ زورِ قلم
کھائے گی تری شوخی کی قسم تا عمر لطافت سہرے کی
(قطعہ)

چھائیں رحمت کی گھٹائیں میں وہ سہرا کہہ دوں
بدلیاں جھومتی آئیں میں وہ سہرا کہہ دوں
عرش تک نعتِ محمد کے ترانے گونجیں
حوریں فردوس میں گائیں میں وہ سہرا کہہ دوں
عطر میں ڈوبی ہوئی آئے نسیمِ سحری
پھول برسائیں ہوائیں میں وہ سہرا کہہ دوں
عندلیبانِ چمن بھی مترنم ہوں خلیل
قمریاں جھوم کے گائیں میں وہ سہرا کہہ دوں
(مفتی سندھ حضرت علامہ مفتی محمد خلیل خاں صاحب قادری برکاتی قدس سرہ)

قطعہ تاریخ

حسن کی محفلِ شادی سچی اب
رہیں شاداں جو ہیں سب اس میں شامل
دعاۓ کہی ایوب نے تاریخ
”بنے یہ“ جشنِ شادی راحت کامل

۱۳۶۸ھ

(فدائے خاندانِ برکات حضرت محمد ایوب حسن قادری علیہ الرحمۃ)
حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی اہلیہ محترمہ سیدہ محبوبہ فاطمہ نقوی کا شجرہ پداری
و مادری میرے پیر و مرشد سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ حضرت تاج العلماء سید اولادِ رسول محمد
میاں علیہ الرحمۃ نے ”خاندانِ برکات“ نامی کتاب کے حاشیے پر اس طرح درج کیا ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ
الکریم والہ و اصحابہ نسب نامہ سید محمد اسحق صاحب ساکن سیتا پور محلہ فتن سرائے
جن کی لڑکی برخوردار محبوبہ فاطمہ سلمہا سے برخوردار سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سلمہ اللہ
تعالیٰ کا عقد نکاح ہوا ہے۔ (۱) سید محمد اسحق صاحب (۲) ابن سید نور الحسن صاحب
(۳) ابن سید رجب علی صاحب (۴) ابن سید محمد بخش صالح (۵) ابن سید حاجی حیدر شاہ
صاحب (۶) ابن سید عبدالنبی صاحب (۷) ابن سید معروف علی صاحب (۸) ابن سید
داؤد صاحب (۹) ابن سید شاہ محمد صاحب (۱۰) ابن سید شاہ مصطفیٰ صاحب (۱۱) ابن سید
شاہ سلطان جہانگیر صاحب (۱۲) ابن سید شاہ فضل اللہ صاحب آملی (۱۳) ابن سید عبداللہ
عرف سید بڑے صاحب (۱۴) ابن سید ملک صاحب (۱۵) ابن سید مجاہد الدین صاحب
(۱۶) ابن سید کمال الدین صاحب (۱۷) ابن سید علاء الدین صاحب (۱۸) ابن سید
مرتضیٰ صاحب آملی (۱۹) ابن سید محمد صاحب (۲۰) ابن سید شاہ ابوطالب صاحب
(۲۱) ابن سید شاہ علی صاحب (۲۲) ابن سید شاہ حسن صاحب (۲۳) ابن سید حسین
صاحب (۲۴) ابن سید جعفر صاحب (۲۵) ابن حضرت امام علی نقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
(۲۶) ابن حضرت امام محمد تقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۷) ابن حضرت امام موسیٰ الرضا رضی
اللہ تعالیٰ عنہ (۲۸) ابن حضرت امام کاظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۲۹) ابن حضرت امام
جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۰) ابن حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۱) ابن
حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۲) ابن حضرت امام عرش مقام حسین
رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۳۳) ابن حضرت امام امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و
حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا (۳۴) بنت حضور خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وعلی آلہ واصحابہ وبارک وسلم۔

نسب نامہ بی بی زینب بیگم والدہ محبوبہ فاطمہ سلمہا اللہ تعالیٰ:

(۱) بی بی زینب بیگم (۲) بنت میر ناظر حسین صاحب (۳) ابن سید قائم علی
صاحب (۴) ابن میر ہدایت علی صاحب عرف لعل میاں (۵) ابن سید محمد پناہ صاحب (۶)
ابن سید ماہ صاحب (۷) ابن سید محمد کاظم صاحب (۸) ابن سید محمد عارف صاحب
(۹) ابن سید ابوالفتح صاحب عرف شیخ فتن (۱۰) ابن سید حبیب اللہ صاحب (۱۱) ابن سید

معز الدین صاحب عرف سید پھول (۱۲) ابن سید شاہ چاند صاحب (۱۳) ابن سید وجہ
الدین (۱۴) ابن سید مصطفیٰ صاحب (۱۵) ابن سید عیسیٰ صاحب (۱۶) ابن مخدوم سید
شاہ فتح اللہ صاحب عرف شیخ چکنا (۱۷) ابن مخدوم سید عادل الملک صاحب (۱۸) ابن سید
عالم الملک صاحب (۱۹) ابن سید عبدالملک کیرامی (۲۰) ابن سید عبدالملک کیرامی
(۲۰) ابن سید بہاؤ الدین صاحب (۲۱) ابن سید ظہیر الدین صاحب (۲۲) ابن سید ظہیر
الدین صاحب کیرامی مصنف کتاب فتاویٰ ظہیری (۲۳) ابن سید بدیع الدین صاحب
(۲۴) ابن سید شاہ اسماعیل صاحب (۲۵) ابن سید شاہ عثمان صاحب (۲۶) ابن سید بخت
ویہ (۲۷) ابن سید ماہ ویہ صاحب (۲۸) ابن سید عمویہ صاحب (۲۹) ابن سید سیبویہ
صاحب ☆ (۳۰) ابن سید محمد صاحب ملقب بہ سید جوز نیشاپوری (۳۱) ابن سید علی صاحب
ملقب بہ سید فارض (۳۲) ابن سید حسین صاحب ملقب بہ سید اکبر (۳۳) ابن سید محمد
صاحب ملقب بہ سید دیباچ (۳۴) ابن حضرت سید امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تا
آخر شجرہ مذکورہ بالا یعنی شجرہ سید محمد اسحاق صاحب۔

یہ دونوں شجرے کتاب شجرات طیبات مولفہ سید ظہور الحسین صاحب فروغ
سیتا پوری مطبوعہ مطبع امیر المطالع سیتا پور ۱۳۳۶ء سے نقل کیے ہیں۔

☆ سیبویہ: صرف ونحو میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور ”مسئلہ حل“ میں اپنے استاد سے
اختلاف کرتے تھے۔ نحو کی کتابوں میں ان کا تعارف اور ذکر اس حوالے سے بھی ملتا ہے۔

اولاد:

۱۹۵۰ء میں اللہ تعالیٰ نے اولاد زینہ سے سرفراز کیا جن کا نام:

(۱) سید محمد جمیل رکھا گیا۔ ولادت مارہرہ مطہرہ میں ہوئی۔ زیادہ دن نہیں جیے۔
طفل سالی میں انتقال ہوا۔ ان کی قبر درگاہ برکاتیہ میں شمال کی جانب واقع ہے۔

(۲) سید محمد خالد ۱۹۵۱ء میں پیدا ہوئے۔ ولادت نخیال یعنی سیتا پور میں
ہوئی۔ ان کا انتقال بھی طفل سالی میں ہو گیا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ سید محمد خالد اذان کے
وقت کانوں پر ہاتھ رکھ لیتے تھے جیسے مؤذن بوقت اذان رکھتے ہیں۔ ان کے وصال کے
دن حضور احسن العلماء سیتا پور میں تھے۔ راہ میں خیر آباد شریف کے مشہور بزرگ مجذوب
صفت ولی حضرت مقبول میاں قدس سرہ سے ملاقات ہوئی۔ حضور احسن العلماء نے

انہیں مسکرا کر سلام کیا۔ مجذوب صفت ولی نے جواب دیا اور کہا:

”خر بوزہ کلت جائے تو ہنست جائے“

یعنی خر بوزہ کٹ رہا ہے اور تو ہنس رہا ہے۔ حضور احسن العلماء فوراً فتن سرائے اپنی سسرال کی طرف روانہ ہوئے جہاں پہنچ کر علم ہوا کہ ان کے بیٹے سید محمد خالد اللہ کو بیمار ہو چکے ہیں۔ سید محمد خالد کو بیعت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ سے حاصل تھی۔

(۳) امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری، صاحب سجادہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف۔ دو بڑے بھائیوں کے وصال کے بعد امین میاں مدظلہ کی ولادت ۱۶ اگست ۱۹۵۲ء مطابق ذی القعدہ قصبہ کاسخ کے مشہور زمانہ مشن اسپتال میں ہوئی۔ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ امین میاں صاحب کو بہت چاہتے تھے۔ امین میاں رات کو روتے تھے تو تاج العلماء اٹھ کر بے تاب کیساتھ اس وقت تک ٹہلتے رہتے تھے، جب تک کہ امین میاں خاموش ہو کر سونہ جائیں۔

امین میاں قبلہ کو بیعت و خلافت حضرت تاج العلماء سے حاصل ہے اور حضور تاج العلماء نے اپنی حیات مبارکہ میں ہی اپنے جانشین حضرت احسن العلماء کی وفات کی صورت میں حضرت امین میاں قبلہ کو سجادہ نشین اور متولی درگاہ و خانقاہ مقرر کر دیا تھا۔ حضرت امین میاں نے درگاہ معلیٰ کے مدرسہ مدرسہ قاسم البرکات سے تعلیم کی ابتداء کی۔ منشی سعید الدین صاحب نے اردو پڑھائی۔ قرآن عظیم حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ اور حافظ عبدالرحمن عرف حافظ کلّو صاحب قدس سرہ سے پڑھا۔ دس پارے حفظ کیے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فرسٹ ڈویژن میں ایم۔ اے کیا اور وہیں سے میر تقی میر پر ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ اپنا ایم اے کا رزلٹ نکلنے سے پہلے شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بحیثیت لیکچرر تقرر ہوا بعدہ کچھ اساتذہ کی اقربا پروری سے بیزار ہو کر سینٹ جانس کالج آگرہ میں لگ بھگ آٹھ برس درس و تدریس میں گزارے۔ بعدہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں براہ راست ریڈر کے عہدے پر تقرر ہوا۔

حضرت امین میاں قبلہ کو ان کے والد ماجد حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنی سجادہ نشینی کے دن یعنی ۱۹۵۶ء میں سلاسل کی اجازت و خلافت سے سرفراز کیا۔ بعدہ عرس رضوی کے موقع پر حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ نے حضرت امین میاں

صاحب قبلہ کو اپنے دولت کدے پر، ڈیوڑھی میں اور پھر منبر رسول پر ایک ہی دن میں تین بار خلافت عطا فرمائی اور لاکھوں کے مجمع کے سامنے وہ جملہ کہا جو مشہور زمانہ ہو گیا۔

”جو کچھ مجھے سرکار مارہرہ مطہرہ سے ملا، وہی سب کا سب آپ کو پیش کر رہا ہوں۔“ بعدہ حضور مفتی اعظم ہند نے اپنا جبہ، عمامہ اور تحریری مہر شدہ خلافت نامہ عنایت فرمایا۔ اس عرس رضوی میں حاضر ہونے والے حضرات آج بھی اس منظر کو یاد کر کے ایک عجیب روحانی انبساط کی کیفیت میں خود کو گرفتار پاتے ہیں۔

حضور احسن العلماء نے بطور خاص حضرت امین ملت کو تعویذات لکھنے کی تعلیم دی اور مختلف وظائف اور عملیات کے طریقے تعلیم کیے۔ رب تبارک و تعالیٰ نے حضرت امین ملت کے ہاتھ میں روحانی شفا کا خزانہ عطا فرمایا ہے جس سے لاکھوں بندگان کا خدا بفضلہ تعالیٰ بھلا ہوا ہے اور ہو رہا ہے۔ الحمد للہ۔

- ۱- حضرت امین میاں قبلہ صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ چند کتابوں کے نام یہ ہیں:
- ۱- سید شاہ برکت اللہ۔ حیات اور علمی کارنامے
- ۲- چہار انواع مصنف حضرت سید شاہ برکت اللہ (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین)
- ۳- سراج العوارف فی الوصایا والمعارف (ترجمہ ڈاکٹر سید محمد امین) (مصنف حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمۃ)
- ۴- سراج السالکین مصنف حضرت سید آل احمد اچھے میاں علیہ الرحمۃ والرضوان (ترجمہ و پیش لفظ: ڈاکٹر سید محمد امین)
- ۵- میر تقی میر، تحقیقی مقالہ اور ان کے مختلف دواوین کی تدوین
- ۶- ادب، ادیب اور اصناف
- ۷- قائم چاند پوری۔ حالات اور علمی کارنامے
- ۸- شاہ حقانی کا اردو ترجمہ و تفسیر قرآن

(مصنفین: پروفیسر سید محمد امین / ارشاد احمد رضوی ساحل شہسرامی)

حضرت امین ملت کے پیش نظر ابھی کئی علمی کام ہیں جو کتب خانہ برکاتی کی قلمی کتابوں کو منظر عام پر لانے سے متعلق ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کے علم اور قلم سے دین و دنیا کے کام لے۔ آمین بجاہ

الحبيب الامين صلى الله عليه وسلم۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد حضرت امین ملت مسند برکاتی پر جلوہ افروز ہو کر سجادہ نشین ہوئے، اب تک ہزاروں کی تعداد میں ان کے دست حق پرست پر طریقت و شریعت کا ذوق رکھنے والے بیعت ہو چکے ہیں۔

حضرت امین ملت خانقاہ و درگاہ و مسجد برکاتی و دیگر مساجد و روضہ ہائے خاندان کے متولی ہونے کے ساتھ ساتھ قدیم درگاہ کمیٹی کے قانوناً اور عرفاً منظم اعلیٰ ہیں۔ حکومت ہند نے درگاہ شاہ برکت اللہ کی قدیمی نذر بصورت پینشن گورنمنٹ سے وصول کرنے کے اختیار کو بحیثیت سجادہ نشین حضرت امین ملت کو منظوری دے دی ہے۔ حضرت امین ملت اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد خانقاہ و درگاہ اور سلسلے کی ذمہ داریاں بہت ہمت و استقلال کے ساتھ اپنے بزرگوں کی روش پر چلتے ہوئے پوری کر رہے ہیں۔ اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد مختصر سے عرصے میں انھوں نے خانقاہ و درگاہ میں مختلف تعمیراتی کام کرائے جن کا مختصر بیان مندرجہ ذیل ہے:

- ۱- مسجد برکاتی میں وضو خانے کی چھت
- ۲- درگاہ معلیٰ کی پرانی چھتوں کی جگہ آ ر سی سی کی نئی چھتیں
- ۳- عرس قاسمی کے واسطے نیا مہمان خانہ
- ۴- درگاہ بڑے پیر میں دو دکانیں اور پانی کی ٹنکی اور مسجد درگاہ بڑے پیر کے فرش کی درستگی
- ۵- مہمانان عرس کے واسطے ایک مزید وضو خانہ جہاں لگ بھگ ۵۰ افراد ایک ساتھ وضو کر سکتے ہیں
- ۶- مہمانان عرس کے واسطے ۲۴ حمام و بیت الخلاء
- ۷- سیتاپور میں حضرت سید محمد صادق قدس سرہ کے روضے کی تعمیر جس کا ارادہ ان کے پیر و مرشد نے اپنی حیات میں کیا تھا لیکن عمر نے وفا نہیں کی
- ۸- مرکز حفظ و قرأت - دو منزلہ پختہ عمارت نزد جامع مسجد برکاتی
- ۹- دارالمطالعہ نزد جامع مسجد برکاتی
- ۱۰- گلشن برکات
- ۱۱- منبر نور

۱۲- دربار قاسم

۱۳- باب حسن

۱۴- محراب ہائے اسم ہائے بزرگاں

ان تعمیرات کے علاوہ حضرت امین ملت نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے قریب ”البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی“ کے ادارے قائم کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ جہاں دینی تعلیم، ماڈرن تعلیم اور تکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم اس طرح دی جائے گی کہ وہ تعلیم حلال رزق کمانے کے نئے نئے وسیلے بھی آسانی کے ساتھ حاصل کر سکے۔ زمین کے حصول کا کام بفضلہ تعالیٰ ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں انھیں مزید طاقت، صحت، عمر عطا فرمائے اور ان کے ہاتھوں یہ تمام کام بخیر و خوبی اپنے انجام پر پہنچیں اور مفید عام ثابت ہوں۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبيب الامين صلى الله عليه وسلم۔

حضرت امین ملت کا عقد الہ آباد کے مشہور سادات گھرانے میں حضرت سید عابد علی صاحب مرحوم و مغفور کی صاحبزادی سیدہ آمنہ خاتون نقوی سے ہوا جو بفضلہ تعالیٰ زیور تعلیم سے بخوبی آراستہ ہیں۔ حضرت امین ملت کے دو صاحبزادے یعنی سید محمد امان میاں اور سید محمد عثمان میاں ہیں، ایک صاحبزادی سیدہ ایمین ہیں۔ یہ سب زیر تعلیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، صحت اور علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبيب صلى الله عليه وسلم۔

(۴) سید محمد اشرف (راقم السطور):

راقم السطور اپنے ننھیال سیتاپور میں پیدا ہوا۔ وہیں میرے پیر و مرشد نے تشریف لا کر مجھے بیعت سے مشرف کیا۔ میرا نام میرے تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ نے رکھا۔ بسم اللہ خوانی حضور والد ماجد سید احسن العلماء نے کرائی۔ تعلیم مدرسہ قاسم البرکات درگاہ معلیٰ مارہرہ مطہرہ میں شروع ہوئی۔ قرآن عظیم کا درس حضرت والد ماجد، پھوپھی صاحبہ، سیدہ حافظہ عائشہ خاتون اور سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون اور حافظ عبد الرحمن مرحوم و مغفور نے دیا۔ اردو کی تعلیم منشی سعید الدین صاحب مرحوم اور منشی نصیر احمد صاحب مرحوم نے دی۔ قصبے سے ہائی اسکول کر کے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی جہاں گریجویشن اور ایم۔ اے میں بفضلہ تعالیٰ یونیورسٹی میں ٹاپ کیا اور دو گولڈ میڈل تفویض

سب کی نظروں سے بچ کر درگاہ معلیٰ میں جا کر کھیلتی رہتی تھی۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے نبی کے صدقے میں اسے جنت کے پھولوں میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۶) سیدہ ثمینہ خاتون:

کراچی میں پیدا ہوئی۔ قرآن عظیم اپنی پھوپھی صاحبہ اور والد ماجد سے پڑھا۔ قرآن عظیم بہت اچھے انداز میں پڑھتی ہے۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے گرلس کالج سے گریجویشن کیا۔

نانبھیل کے عزیزوں کے نقوی سادات کے خاندان میں سیدہ آفتاب احمد نقوی سے شادی ہوئی۔ ماشاء اللہ تین بچے ہیں۔ سیدہ زینہ، سیدہ شہاب، سیدہ نور الزہرا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ان بچوں کو ایمان، صحت، عمر طویل، علم نافع اور عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور یہ بچے اپنے ماں باپ کے سائے میں پروان چڑھیں۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ ثمینہ خاتون حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔

(۷) سید محمد افضل:

۱۹۶۳ء میں مارہرہ مطہرہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن عظیم گھر کے بزرگوں سے پڑھا۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے L.L.B اور L.L.M کیا اور ۱۹۹۰ء میں I.P.S میں منتخب ہو کر مدھیہ پردیش کیڈر میں ضلع چھتر پور میں آج کل بحیثیت سپرنٹنڈنٹ پولیس تعینات ہیں۔ پولیس جیسے محکمے میں ہونے کے باوجود جہاں جہاں تعینات رہے، وہاں وہاں لیاقت اور شرافت کا عمدہ معیار پیش کیا۔ مدھیہ پردیش کے تمام بڑے پولیس افسران ان کے نام اور عمدہ کاموں سے واقف ہیں۔ آج کل علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں رجسٹرار ہیں۔ (اس وقت گوالیار کے ایس. ایس. پی ہیں)

افضل سلمہ، کو تقریر کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی ہے۔ شعر و سخن اور ادب کی دوسری اصناف کا بہت پاکیزہ ذوق ہے۔ ان کے احباب کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ان کی شادی حضرت امین ملت کی بیگم کی چھوٹی بہن سیدہ راشدہ خاتون سے ہوئی جو بفضلہ تعالیٰ زیور تعلیم سے آراستہ ہیں۔ ماشاء اللہ ایک بیٹا جس کا نام سید برکات ہے جو خردسال ہے اور زیر تعلیم ہے۔ اسے بیعت اپنے دادا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔

ہوئے۔ سول سروس کے امتحان میں تین بار بیٹھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور ماں باپ کی دعاؤں کے طفیل ہر مرتبہ کامیاب کیا۔ اب انڈین ریونیو سروس (I.R.S) میں بحیثیت کمشنر انکم ٹیکس علی گڑھ میں تعینات ہوں۔ لکھنے پڑھنے سے دلچسپی ہے۔ ٹوٹی پھوٹی کہانیاں لکھنے کی کوشش کرتا ہوں۔ کہانیوں کے مجموعے ”ڈار سے بچھڑے“، ”باد صبا کا انتظار“ اور ناول ”نمبر دار کا نیلا“ منظر عام پر آچکا ہے۔ حمد و نعت و منفعت کا ذوق توفیق دیتا ہے تو اس میدان میں بھی خدمت کی سعادت حاصل ہو جاتی ہے۔ کہانیوں کا ایک مجموعہ ”باد صبا کا انتظار“ ۲۰۰۱ء میں شائع ہوا۔

راقم الحروف کی شادی پروفیسر سید علی اشرف صاحب مرحوم و مغفور سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ کی صاحبزادی سیدہ نشاط اشرف سے ہوئی۔ سیدہ نشاط اشرف نے علی گڑھ گرلس کالج سے ایم ایس سی فرسٹ ڈویژن سے کیا ہے۔ حضور احسن العلماء کی علالت کے دوران قیام بمبئی کے زمانے میں اس بہو نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی خوب خدمت کی اور دعائیں لیں۔ بفضلہ تعالیٰ دو بیٹے اور ایک بیٹی اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے ہیں۔ سید نبیل اشرف، سید ناظم اور سیدہ شفا اشرف۔ تینوں بچے ابھی خردسال ہیں اور زیر تعلیم ہیں۔ اللہ انہیں ایمان، عمر طویل، صحت اور عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے نوازے۔ آمین، آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ تینوں بچے اپنے دادا حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے بیعت ہیں۔ ان کی والدہ حضرت امین ملت سے بیعت ہیں۔

راقم الحروف کو خلافت و اجازت جملہ سلاسل قدیمہ و جدیدہ سلسلہ قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ، نقشبندیہ ابوالعلائیہ میں اپنے والد محترم حضرت سید احسن العلماء علیہ الرحمۃ اور اپنے مشفق تایا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہیں، لیکن خود کو ان کا اہل نہیں سمجھتا۔ خدا تعالیٰ عمل صالح کی توفیق عطا فرمائے اور ایمان پر خاتمہ بخیر فرمائے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۵) سیدہ قادریہ:

عین شب خرقہ پوشی میں پیدا ہوئی۔ بڑی ذہین، خوب سیرت اور خوبصورت بچی تھی۔ بعارضہ چچک ساڑھے چار برس کی عمر میں قصبہ کاسلج میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملی۔ اس کی قبر درگاہ برکاتیہ کی شمالی سمت کے بائیں چبوترے پر واقع ہے۔ ٹھیک اسی جگہ وہ ہم

چند ماہ قبل ایک بیٹی پیدا ہوئی ہے جس کا نام سیدہ کائنات ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے حبیب کے صدقے طفیل میں ایمان، عمر طویل اور صحت و علم کی دولت سے نوازے۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم اور وہ اپنے ماں باپ کے سائے میں زندگی کی ساری بہاریں دیکھیں۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ افضل سلمہ کو حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے حضور مفتی اعظم کے دست حق پرست کے سپرد کیا تھا۔ اس کا ذکر آگے مناسب مقام پر آئے گا۔

سید محمد افضل سلمہ کو خلافت و اجازت حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے۔ (۸) سید نجیب حیدر سلمہ (نائب سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ):

۱۹۶۷ء میں خانقاہ برکاتیہ میں پیدا ہوئے۔ قرآن عظیم اپنی پھوپھی سیدہ حافظہ زاہدہ خاتون سے اور کچھ حصہ اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء سے پڑھا۔ اردو کی تعلیم والدہ ماجدہ نے دی۔ گریجویشن کرنے کے بعد سید نجیب حیدر اپنے والد ماجد علیہ الرحمۃ کے ساتھ ہی رہے۔ بڑے بھائی اپنی تعلیم اور ملازمتوں کے سلسلے میں اکثر باہر رہتے تھے لیکن نجیب سلمہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی زندگی کے آخری برسوں میں مستقل ان کے ساتھ رہے۔ حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ان کی تربیت اس انداز سے کی ہے کہ وہ خانقاہ درگاہ، اعراس اور جائداد کے معاملات و انتظامات کی نگرانی میں ماہر ہو گئے۔ سلسلے کے مریدین و متوسلین سے ان کا ربط زیادہ رہا۔ حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے دست حق پرست کے سپرد کر دیا تھا۔ سید نجیب حیدر سلمہ برکاتی اور رضوی حلقے میں بفضلہ تعالیٰ بہت مقبول ہیں۔ نجیب سلمہ کو خلافت و اجازت اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ سے حاصل ہے اور ان کی حیات میں ہی جو یان بیعت سید نجیب حیدر سلمہ کی خداداد صلاحیتوں اور کیفیت جذب کو دیکھ کر ان کے ہاتھ پر بیعت ہونے لگے تھے۔

قصبہ مارہرہ میں سید نجیب حیدر سلمہ بہت مقبول ہیں اور افراد قصبہ ان کو بہت چاہتے ہیں۔ نجیب سلمہ کو خدا تعالیٰ نے دل دردمند کی دولت سے خوب خوب نوازا ہے اور وہ حتی الوسع بندگان خدا کی ہر جائز خدمت کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ مہمان نوازی میں بھی اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔ حضرت امین ملت نے درگاہ،

خانقاہ، مسجد کی خدمت اور سلسلے کے فروغ میں ان کی خدمات کے پیش نظر ان کو اپنا نائب سجادہ نشین اور مختار عام مقرر کیا ہے۔ مسجد برکاتی میں جہاں ان کے والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ۵۴ برس تک خطابت کی خدمت انجام دی۔ اب وہ خدمت سید نجیب حیدر سلمہ کے سپرد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تقریر کا جو ہر عطا کیا ہے۔ ہزاروں لاکھوں کے مجمع میں بے تکان تقریر کرتے ہیں اور جب تقریر کرتے ہیں تو ایک عجیب جذب کی کیفیت طاری رہتی ہے۔ برادر ام الحاج عتیق احمد برکاتی لکھتے ہیں: ”حضرت نجیب میاں کچھ اس والہانہ انداز سے تقریر کرتے ہیں جو اپنے محیط میں سامعین کو بھی سمیٹ لیتی ہے“۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کریم کے صدقے طفیل میں انہیں ایمان کامل، عمر طویل، عمل صالح اور علم نافع کی دولت عطا فرمائے اور بندگان خدا ان سے یوں ہی فیضیاب ہوتے رہیں۔ آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔ علمائے کرام بھی سید نجیب حیدر سلمہ سے بڑی محبت فرماتے ہیں۔

نجیب سلمہ کی شادی اپنی سب سے چھوٹی خالہ کی سب سے چھوٹی بیٹی سے ۱۹۹۴ء میں ہوئی۔ ان کی بیوی زیورہ تعلیم سے آراستہ ہے۔ ماشاء اللہ تین بچے ہیں۔ عارفہ بڑی بیٹی ہے اور بیٹے کا نام دادا حضرت کے نام پر سید حسن حیدر رکھا گیا۔ حال ہی میں ایک صاحبزادے پیدا ہوئے ہیں جس کا نام حضرت امین ملت نے حسان حیدر محمد محسن تجویز کیا ہے۔ خدا تعالیٰ اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے طفیل میں ان بچوں کو ایمان کامل، صحت، عمر طویل، عمل صالح اور علم نافع کی دولت سے خوب خوب نوازے۔ آمین ثم آمین بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

احسن العلماء کی دینی شوکت اور سیاسی بصیرت:

حضرت احسن العلماء علیہ الرحمۃ دنیاوی حکام کا کسی قسم کا رعب قبول نہیں کرتے تھے۔ پارٹی بندی والی سیاست سے انھیں کبھی بھی دلچسپی نہیں رہی۔ وہ اعراس کے پوسٹر تک میں اس بات کا اعلان تحریری شکل میں کر دیتے تھے کہ عرس کی محفلوں میں سیاست پر گفتگو کرنا ممنوع ہے سیاست سے ان کی مراد پارٹی بندی والی سیاست سے تھی۔

مجھے اپنے بچپن کا زمانہ بخوبی یاد ہے کہ مختلف سیاسی جماعتوں کے امیدوار الیکشن

بھی حسب خواہش نہیں کر پاتا، نہ کہ گورنر کی۔ بہتر ہوگا کہ وہ اپنا ارادہ منسوخ کر دیں ورنہ ان کی آمد عرس قاسمی کے روحانی ماحول پر منفی اثر ڈالے گی۔ جناب عثمان عارف صاحب حضور احسن العلماء کے مزاج اور نمود و نمائش سے بیزاری کی کیفیت سے واقف تھے۔ انھوں نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا۔ آج جب یہ باتیں یاد آتی ہیں تو دل بے ساختہ عقیدت سے سرشار ہو جاتا ہے کہ ہمارے اکابر اپنے خاندان کی روایات کے کتنے بڑے پاس دار تھے کہ کبھی دنیاوی حکام کی حیثیت دنیوی کاروبار سے قبول کیا۔

ایک بار میں مارہرہ شریف میں تھا کہ مغرب کے وقت کلکٹر اور ایس پی اپنا معمول کا دورہ کر کے آئے اور خانقاہ میں بیٹھ گئے کہ حضرت صاحب سے مل کر جائیں گے۔ لیکن جلدی میں ہیں حضرت صاحب فوراً مل لیں۔ قبلہ والد علیہ الرحمۃ مسجد برکاتی میں نماز مغرب کے واسطے تشریف لے گئے تھے۔ وہیں سے کہلا دیا کہ خدا کے گھر میں حاضر ہوں اور نماز پڑھے بغیر مسجد سے باہر کسی عذر شرعی کے بغیر نکلنے کی ممانعت ہے۔

آج جب ہم بہت سی خانقاہوں سے وابستہ افراد کو سیاسی قائدین اور سرکاری اہل کاروں کے آگے پیچھے گھومتے دیکھتے ہیں تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جن کا عمل بالکل برعکس ہوتا تھا۔ یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ ان معاملات میں وہ اپنے اخلاق کریمانہ سے کبھی پیچھے نہیں ہٹے۔ کلکٹر اور ایس پی تو بڑے عہدے دار ہوتے ہیں، اگر میونسپلٹی کا کلرک یا پٹواری بھی خانقاہ میں آتا تو خدام سے کہہ کر فوراً موسم کے مطابق اس کی خاطر تواضع کرتے جسے وہ لوگ آج بھی یاد کرتے ہیں۔

انھوں نے ہمیشہ اس بات کی احتیاط کی کہ منبر رسول پر وہ کسی ایسے شخص کے ساتھ ہرگز نہ بیٹھیں جو دینی معیار کے مطابق اس باعزت جگہ پر بیٹھنے کا مستحق نہیں ہے۔ البتہ اگر فرقہ وارانہ کشیدگی کا دور ہوتا اور قصبے میں کسی دور دراز جگہ بھی امن کمیٹی کی محفل میں ان کو بلایا جاتا تو وہ اپنی ناسازی طبع کے باوجود وہاں جاتے اور اس کشیدہ ماحول کو اپنی شخصیت کے جمال اور اپنی تقریر کے جانفزا الفاظ سے خوش گوار کر دیتے۔ بابر مسجد ڈھانے کے بعد قصبے میں ایسی کتنی ہی میٹنگیں ہوئی اور وہ ان میں تشریف لے گئے۔ تمام مسلمان اور ہندو آخر میں انہیں سے دعا کی درخواست کرتے۔ وہ دعا کے ساتھ ساتھ مناسب الفاظ میں امن کی تلقین کرتے اور فرقہ وارانہ ذہن رکھنے والوں کو اشارے

کے زمانے میں گروہ درگروہ ان کے پاس آتے اور ان سے اپنی کامیابی کی دعا کے لیے کہتے۔ وہ ہمیشہ دعا کرتے لیکن ان الفاظ میں کہ ”خدا وہ کرے جو آپ کے اور ہم سب کے حق میں بہتر ہو اور خدا تعالیٰ ہر جگہ امن و امان رکھے۔“

مارہرہ کے میونسپلٹی کے الیکشن میں جو بھی چیئر مین فتح یاب ہوتا، وہ اپنے چاہنے والے افراد کے ساتھ درگاہ و خانقاہ پر حاضر ہوتا اور حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کے گلے میں بار ڈالتا، قبلہ و کعبہ وہ ہار تار کر اسی کے گلے میں پہنا دیتے۔ کسی امیدوار کی کبھی اتنی جرأت نہیں ہوئی کہ ان سے کہے کہ سید صاحب ووٹ ہمیں دیجئے گا۔ حالانکہ امیدوار کا یہ جمہوری حق ہوتا ہے لیکن ان کی غیر جانبداریت اتنی واضح ہوتی تھی کہ کوئی یہ استدعا نہیں کرتا تھا۔ اس ملک میں چند ہی اشخاص ایسے ہوں گے جنھوں نے کبھی ووٹ نہ دیا ہو۔ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ بھی ان چند افراد میں ایک تھے جنھوں نے کبھی بیلٹ بکس کی شکل بھی نہیں دیکھی تھی۔

ایک بار اتر پردیش کے وزیر اعلیٰ رام نریش یادو مارہرہ سے الیکشن لڑے۔ اس وقت وہ غالباً کانگریس پارٹی میں تھے۔ ان کے الیکشن کی مہم میں محسنہ قدوائی صاحبہ آئیں اور خانقاہ میں آکر سر ڈھک کر حضور احسن العلماء کے سامنے بیٹھ گئیں۔ حضور احسن العلماء نے معمول کے مطابق خاطر تواضع کی۔ اسی وقت اتفاقاً جن سنگھ (یابی جے پی) کے امیدوار کی طرف سے اٹل بہاری واجپئی صاحب (موجودہ وزیر اعظم ہند) بھی مع اپنے ورکروں کے آگئے۔ والد صاحب علیہ الرحمۃ نے انہیں بھی وہیں بٹھالیا اور حسب معمول چائے وغیرہ سے ان کی بھی تواضع کی۔ دونوں لیڈران دیر تک بیٹھے رہے لیکن حضور احسن العلماء کی شخصیت کا وہ رعب تھا کہ دونوں میں سے کسی ایک نے بھی اپنے امیدوار کا ساتھ دینے کے واسطے ان سے نہیں کہا۔ بس دعاؤں کی درخواست کی۔ احسن العلماء نے انہیں الفاظ میں دونوں کے واسطے دعا کی جو پیچھے بیان کر آیا ہوں۔

ایک بار اتر پردیش کے گورنر جناب عثمان عارف مرحوم نے عرس قاسمی میں شرکت کا ارادہ کر کے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کو مطلع فرمایا۔ کلکٹر اور سپرنٹنڈنٹ پولیس یہ پیغام لے کر خانقاہ آئے۔ حضور احسن العلماء نے فرمایا کہ گورنر صاحب کو مطلع کر دیجئے کہ میں اپنے اعراس میں اپنے غریب مہمانوں، مریدوں اور متوسلین کی خدمت

کنایوں میں متنبہ بھی کرتے جاتے، حضور احسن العلماء کی ایک ممتاز خصوصیت ان کا فتنوں سے دور دور رہنا تھا۔ وہ اپنے متوسلین کو بھی ہمیشہ یہی تلقین کرتے تھے۔

یہ غالباً ۱۹۷۰ء کے آس پاس کا واقعہ ہے کہ ایک دن قصبے میں بہت گمبھیر واقعہ پیش آ گیا۔ کسی فتنہ پرور نے ایک مسجد میں سور کاٹ کر ڈال دیا۔ اس دن قصبے میں بہت بے چینی اور اضطراب تھا۔ مسلمانوں میں بے حد اشتعال تھا۔ مارہرہ میں پولیس بہت نا کافی تعداد میں ہوتی ہے۔ پولیس کا عملہ بھی بہت پریشان تھا۔ ہندوؤں کو بھی بہت خوف محسوس ہو رہا تھا۔ لگتا تھا بس اب کچھ ہی دیر میں بہت کچھ ہو جائے گا۔ اتنے میں دیکھنے والوں نے دیکھا کہ دنیا بھر کو امن کا سبق پڑھانے والے سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک امتی اور شہزادہ خانقاہ برکاتیہ سے اس شان سے نکلا کہ ان کے ساتھ ان کے برادرِ خرد حضرت سید حسین میاں قادری مدظلہ العالی اور چند خدام تھے۔ پانی کی بالٹیاں ساتھ میں تھیں۔ پاپیادہ اس مسجد تک گئے اور وہاں جا کر سب پہلے مسجد کو بطریق شریعت صاف و پاک کیا اور مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

”اس بات کا کوئی شاہد نہیں ہے کہ یہ حرکت کس کی تھی۔ صرف شک کی بنا پر کوئی انتقام جائز نہیں ہے۔ بدلہ لینے کے مقابلے میں معاف کر دینا افضل ہے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ اللہ کا گھر سب سے پہلے صاف و پاک ہونا چاہیے تاکہ ہم اس میں اگلے وقت کی نماز ادا کر سکیں۔ یہ کام بفضلہ تعالیٰ ہو چکا ہے۔ آپ تمامی حضرات اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیے اور صبر و سکون سے کام لیجیے۔ اگر آج کوئی انتقامی کارروائی ہوگی تو مستقبل میں شورش پسند فتنہ پرور افراد کے ہاتھ میں ایک ہتھیار آ جائے گا اور وہ قصبے کے امن کو کسی بھی وقت خراب کرنے میں چوکیں گے نہیں۔ آج مسجد میں ایسی حرکت ہوئی ہے۔ ہو سکتا ہے کل کوئی فتنہ پرور کسی مندر میں گائے کا سر کاٹ کر ڈال دے تو اس وقت ہمارے پاس یہ مثال ہوگی کہ مسجد میں سور کاٹ کر ڈالنے کے باوجود ہم نے امن و امان کو قائم رکھا تھا۔“

(”الفاظ میرے ہیں لیکن مفہوم تمام تر حضور احسن العلماء کا ہے اس وقت کے الفاظ بھی میرے الفاظ سے بہتر ہی ہوں گے۔“)

اس گفتگو کو سن کر مسلمان، ہندو، پولیس کا عملہ سب کو اچانک ایسا لگا جیسے

اندھیرے میں ایک سورج نکل آیا ہو۔ قصبے کے افراد کو وہ واقعہ ان ننھی ننھی جزئیات کے ساتھ آج تک یاد ہے۔

اسی طرح جب مراد آباد میں فساد ہوا اور اگلی عید آئی تو حضور احسن العلماء نے اعلان فرمایا کہ قصبے میں عید کی نمازوں میں اتنا فرق رکھا جائے گا کہ ایک جگہ کے نمازی اپنی نماز کو ختم کر کے دوسری مسجد یا عید گاہ کے پاس جا کر پہرہ دے سکیں تاکہ کسی میں یہ ہمت نہ ہو کہ وہ کوئی ایسی فتنہ پیدا کرنے والی حرکت کر سکے۔ حضور احسن العلماء نے یہ اعلان مسجد برکاتی میں کئی روز پہلے سے کرنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کسی کے دل میں کوئی خباثت رہی بھی ہو تو اتنے مکمل انتظام کا اعلان سن کر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا ہوگا۔ بفضلہ تعالیٰ عید کی نماز ہر جگہ نہایت سکون سے ہوئی اور کسی طرح کی ابتری نہیں ہوئی۔

بابری مسجد کے سانحے کے فوراً بعد قصبے میں بہت بے چینی پھیلی۔ قصبہ مارہرہ شریف میں مسلمانوں کی آبادی ۵۵ فیصدی ہے لیکن اطراف و جوانب میں تقریباً سارے دیہات اہل ہنود کے ہیں۔ اس وقت مسلمانوں میں زبردست غم و غصہ، احساس ہزیمت، بے بسی اور اہل ہنود کی طرف سے جان و مال کا خوف تھا۔ بیشتر افراد خانقاہ برکاتیہ میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضور احسن العلماء نے اپنے چھوٹے صاحب زادے سید نجیب حیدر سلمہ سے کہہ دیا کہ تمام لوگوں کے قیام اور طعام کا انتظام کرو جب تک یہ حضرات اپنے اپنے گھروں کو مامون سمجھ کر وہاں نہیں چلے جاتے۔ جب تک لوگ خانقاہ میں پناہ گزیں رہے، حضور احسن العلماء ان کی خاطر تواضع اور دل دہی کرتے رہے اور اس درمیان امن کمیٹی کی میٹنگوں میں بھی شرکت کرتے رہے۔

آج کے دور میں جب سیاسی و نام نہاد مذہبی قائدین صرف زبانی جمع خرچ سے کام چلاتے ہیں، احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ وہ امن و آشتی کے لیے دل کھول کر اپنے عمل، قول، مال اور اولاد کے ذریعہ امن عامہ کا کام کرتے تھے اور فتنوں کی سرکوبی فرمادیا کرتے تھے۔ موجودہ دور میں دنیاوی قائدین اس کا انتظار کرتے ہیں کہ فتنے کا شعلہ بھڑکے، آگ پھیلے، لوگ تباہ و برباد ہوں تب وہ حضرات وہاں جا کر زبانی ہمدردیوں کے سمندر بہا دیں۔ حضور احسن العلماء کا طریق کار یہ تھا کہ وہ فتنوں کے

اٹھنے سے پہلے ان کا سد باب بفضلہ تعالیٰ کر دیا کرتے تھے اور ایسے تمام کام بے لوث اور بے غرض طریقے سے کیا کرتے تھے کہ انہیں اس کے صلے میں کسی دنیاوی منصب کی آرزو نہیں تھی۔

وے لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھودئے

پیدا کئے تھے چرخ نے جو خاک چھان کے (میر)

مجھے بچپن میں شکار کا بہت شوق تھا۔ جب بھی میں بندوق لے کر نکلتا تو تنبیہ کرتے کہ خبردار مور پر فائر مت کرنا کہ اس سے قانون وقت کی مخالفت کے علاوہ اہل ہنود کی دل آزاری بھی ہوتی ہے۔

تذکرہ:

وہ دانش کو مومن کا کھویا ہوا مال سمجھتے تھے اور معاملات میں جوش سے زیادہ ہوش اور عجلت سے زیادہ تدبر کے قائل بھی تھے اور عامل بھی۔

حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کا وصال ان کے لیے بہت بڑا حادثہ تھا۔ راتوں کو دیر دیر تک اکیلے بیٹھے رہتے اور آنکھیں بھیکتی رہتیں۔ ان کے وصال کے بعد چہلم شریف کے موقع پر قبلہ بھائی صاحب مدظلہ کو ان کے والد محترم علیہ الرحمۃ کی گدی پر بٹھایا اور حسب وصیت عمامہ شریف باندھا اور ایک پیچ باندھ کر عمامہ حضور مفتی اعظم ہند کے سپرد کر دیا کہ بقیہ حصہ وہ باندھ دیں۔ خاندان کے ایک بزرگ کو اعتراض ہوا کہ یہ کام تو اہل خاندان کا تھا۔ برجستہ فرمایا کہ یہ کام اہل خاندان کا تھا اور انھوں نے ہی کیا۔ حسب وصیت عمامہ میں نے باندھا اور باقی کا کام مفتی اعظم نے کیا کیوں کہ میں مفتی اعظم کو اپنے خاندان برکات کا ہی ایک فرد سمجھتا ہوں۔ سبحان اللہ۔

اس وقت اہل سنت و جماعت کے اکابرین حیات تھے۔ حضور مفتی اعظم، حضرت برہان ملت، حضور مجاہد ملت اور مولانا مشتاق احمد نظامی علیہ الرحمۃ والرضوان نے متفقہ طور پر حضور احسن العلماء سے استدعا کی کہ وہ آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کے صدر الصدور و رکن منصب سنبھال لیں اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کھڑک کی امامت و خطابت بھی قبول فرمائیں۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ یہ استدعا ان اکابرین کرام نے زبانی بھی کی تھی

اور اس سلسلے میں تحریراً بھی التماس کیا تھا۔ حضور احسن العلماء نے ان دونوں معاملات کے سلسلے میں جو جواب دیا، وہ تاریخی حیثیت کا حامل تھا۔ انھوں نے فرمایا کہ میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھے آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کا معمولی ممبر بھی کبھی نہیں بنایا۔ اب میں اس کے صدر الصدور کا منصب کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ البتہ آل انڈیائی جمعیۃ العلماء کی جو خدمت پہلے کرتا آیا تھا، اس سے اب بھی دریغ نہیں کروں گا۔ جہاں تک مسجد کھڑک کی امامت و خطابت کا تعلق ہے تو اپنے بھائی صاحب کی حیات میں بھی جب میں بمبئی میں ہوتا تھا، مصلیٰ میرے ہی سپرد ہو جاتا تھا لیکن ان کے بعد وصال یہ ذمہ داری میں اس لیے قبول نہیں کر سکتا کہ میں اپنی خانقاہ کی مسجد برکاتی کا متولی، امام و خطیب ہوں اور اس کے علاوہ بھی کئی مساجد کا متولی اور خدمت کا ذمہ دار ہوں۔ البتہ مسجد کھڑک سے اپنا تعلق اپنی زندگی کے آخری حصے تک قائم رکھوں گا۔ کیوں کہ اس حجرے میں مجھے اپنے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کی روح کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔ آخری دم تک حجرہ مسجد کھڑک سے ان کا وہی تعلق قائم رہا۔

ان دونوں پیشکشوں پر حضور احسن العلماء کے فیصلے بہت دور اندیشی کے حامل تھے۔ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ خانقاہ سے باہرہ کر دین کی خدمت اور تنظیم کی ضرورت پوری کرتے رہے اور زندگی بھر مطمئن رہے کہ خانقاہ برکاتیہ کا سجادہ نشین اپنے مستقر پر موجود رہ کر خانقاہ، درگاہ و مسجد برکاتی وغیرہ کی خدمت بطریق احسن انجام دے رہا ہے۔ لیکن حضور احسن العلماء نے حضور سید العلماء کے وصال کے بعد ان مناصب کو اس لیے قبول نہیں کیا کہ اگر وہ ان مناصب کو قبول کر لیتے تو خانقاہ برکاتیہ یعنی اہل سنت و جماعت کے روحانی مرکز کی خدمت اس طرح کوئی نہیں کر سکتا تھا جس طرح انھوں نے فرمائی۔

حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد بریلی شریف کی خانقاہ سے متعلق مناصب کا معاملہ جب سامنے آیا تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ اور حضور برہان ملت علیہ الرحمۃ کو ان معاملات کا حکم بنایا گیا۔ ان دونوں اکابرین نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے فرمان اور حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ کی خواہش کے مطابق جو فیصلے فرمائے انہیں فیصلوں پر بفضلہ تعالیٰ بریلی شریف کی خانقاہ کے مناصب کا معاملہ خیر و خوبی کے ساتھ فیصل ہوا۔ حضور احسن العلماء کی حیات مبارکہ میں جب بھی کبھی کسی معاملہ میں کوئی غلط فہمی

پیدا ہوتی، تو بریلی شریف کے صاحبزادگان سیدھے اپنے روحانی مرکز مارہرہ شریف تشریف لے آتے اور حضور احسن العلماء کو اپنا حکم بنا کر فیصلہ کراتے۔ بفضلہ تعالیٰ اہل سنت کے مرکز بریلی شریف کے ارباب ذی وقار اسی روش پر گامزن ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے نبی پاک کے صدقے طفیل میں خانوادہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے صاحبزادگان سے دین متین کی وہ خدمت لے جو ان کے آباؤ اجداد سے لی۔ آمین ثم آمین بجاہ الحیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

سیتا پور میں حضرت سید محمد صادق علیہ الرحمۃ جن کے بارے میں شجرہ برکات تہ میں مندرجہ ذیل شعر ہے۔

قول و فعل و حال سب میں ہم کو تو سچا ہی رکھ

شہ محمد صادق مرد خدا کے واسطے

کی جائیداد کے متولی حضور احسن العلماء تھے۔ مارہرہ شریف کی خانقاہی ذمہ داریوں کی وجہ سے وہ سیتا پور میں اتنا وقت نہیں پاتے تھے، جتنا جائیداد پر قابض رہنے کے لیے ضروری رہتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ کوٹھی کے کرایہ دار پنڈت کنج بہاری لال کے فوت ہونے کے بعد ان کا بیٹا کوٹھی پر قابض ہو گیا۔ احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے پہلے تو زبانی سمجھایا کہ کرایہ دار آپ کے والد تھے، نہ کہ آپ۔ آپ اس قبضے کو چھوڑ دیجئے ورنہ میں مناسب قانونی چارہ جوئی کرنے پر مجبور ہوں گا۔ وہ صاحب نہ مانے، مقدمہ قائم ہوا، ہائی کورٹ تک گیا اور آخر میں بفضلہ تعالیٰ حق کی فتح ہوئی۔ یہ مقدمہ لگ بھگ ۱۲ سال تک چلا اور ہزاروں روپے کا صرفہ ہو گیا۔ مقدمے کے فیصلے کے مطابق فریق مخالف پر ڈگری ہوئی تھی جس کا اجرا کرانے پر ہزاروں روپے ہاتھ آتے۔ ایک دن فریق مخالف کوٹھی کی چابی لے کر حضور والد ماجد علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہوا۔ چابی پیش کی اور درخواست کی کہ ڈگری معاف کر دیجئے۔ ہر جانہ نہ لیجئے تو بہت مہربانی ہوگی۔ اسی وقت معاف کر دیا، ایک لمحے کا توقف نہیں کیا۔

وہ ایک عظیم لمحہ تھا جب بزرگوں نے اس ولی صفت انسان کا نام رکھا تھا سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں۔ یہ نام سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم، مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سید حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ جہ کے ناموں کا ایسا بابرکت امتزاج ہے کہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کی ساری زندگی انہیں پاک ناموں کی خدمات کے سانچے میں ڈھل گئی

اور کیوں نہ ہو، ماں اور باپ دونوں کی طرف سے ایسا سچا نسب پایا کہ ان مقدس ناموں سے نسبت رکھنے والی صفات کے سچے وارث و مصداق بن گئے۔ اگر حضور احسن العلماء کے نام کے حروف پر غور کریں تو ہر حرف میں ایسی ایسی صفات پوشیدہ ہیں جن کا عکس ان کی پوری زندگی میں با آسانی شناخت کیا جاسکتا ہے:

س	سید
ی	یاد الہی
د	دل جوئی، دانش مندی
ش	شیریں بیانی
ا	الفت رسول
ہ	ہمت
م	محبت اولیائے کرام
ص	صدور کشف و کرامات
ط	طریقہ اجداد پر عمل
ف	فضلاء کی عزت و توقیر
ی	یکانگت عامہ
ح	حلم
ی	یقین کی دولت
د	دین کی خدمت
ر	ریا سے نفرت
ح	حکمت کی باتیں کرنے کی عادت
س	سرداری
ن	نعمتوں کی تقسیم
م	مہمان نوازی
ی	یقین کی دولت
ا	انسان نوازی

نمازوں کی کیفیت	ن
قادری سلسلے سے عشق، قرآن فہمی	ق
اعزہ پروری	ا
دریادلی	د
ریا سے نفرت	ر
یقین محکم، عمل پیہم کی تفسیر	ی
مختصر ان صفات کی شناخت ان کی شخصیت میں کی جا رہی ہے۔	

س۔ سیادت:

وہ ماں اور باپ دونوں کی جانب سے نجیب الطرفین زیدی سید تھے۔ شجرہ نسب بیان ہو چکا ہے۔ سیادت کا لفظ شرافت کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ مارہرہ شریف کے درو دیوار گواہ ہیں کہ انھوں نے نہ صرف یہ کہ شرافت کی اعلیٰ اقدار پر زندگی بھر عمل کیا بلکہ شرافت کا ایک ایسا معیار قائم کر دیا جو ان کے بعد آنے والی پڑھیوں کے لیے نصب العین کی حیثیت رکھتا ہے۔ کھانے کے دسترخوان سے لے کر منبر و محراب تک وہ شرافت کی تمام اعلیٰ اقدار کے حامل رہے۔ کبھی بازار میں کھڑے ہو کر کسی سے طویل گفتگو نہیں کی۔ کبھی بازار میں کھڑے ہو کر کوئی چیز نہیں کھائی۔ کبھی انکسار کا دامن نہیں چھوڑا کبھی کسی کے غیاب میں ایسی کوئی بات نہیں کہی جو اس کے منہ پر نہ کہہ سکتے ہوں۔ معاشی طور پر کیسے ہی حالات رہے ہوں لیکن خاندانی وضع داری پر کبھی حرف نہیں آنے دیا۔

ی۔ یاد الہی:

اللہ کی یاد ان کا ہر دم کا وظیفہ تھا۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے اللہ کا نام لیتے۔ اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے۔ فجر سے بہت پہلے بیدار ہو جاتے اور یاد الہی میں مشغول ہو جاتے۔ گھریلو گفتگو تک میں اللہ کی ذات و صفات کا زیادہ سے زیادہ ذکر رہتا۔ زندگی کے آخری لمحوں میں بھی اس سے غافل نہیں رہے۔ آخری روز دن بھر کچھ نہ کچھ پڑھتے رہے اور عشا کے وقت جب جان جان آفریں کے سپرد کی تب بھی ہونٹوں پر

یا اللہ یا رحمن یا رحیم کی تکرار تھی اور دم واپسیں اللہ اللہ کہتے ہوئے اس دار فانی کو الوداع کہا۔ گھر کے بزرگ بتاتے ہیں کہ وہ بچپن ہی سے، جب کہ بالغ بھی نہیں ہوئے تھے، پنج وقتہ نماز کے پابند ہو چکے تھے۔ قرآن عظیم کے حافظ تھے اور اللہ کی اس عظیم کتاب کا ورد ان کا معمول تھا۔

د۔ دل جوئی، دانش مندی:

ان کے سینے میں سب کے لیے شفقت و محبت کے دریا لہریں لیتے تھے۔ اعزہ ہوں کہ احباب، علمائے کرام ہوں کہ مشائخ عظام، خدام ہوں کہ عوام، بزرگ ہوں کہ خرد، ان کی محبت کا فیضان عام تھا۔ کسی کو پریشان دیکھتے تو خود بے چین ہو جاتے اور جب تک اس کی پریشانی رفع نہ ہوتی، اس کی دل جوئی کرتے رہتے۔ خانقاہ کے خدام کو اگر تنبیہ کے طور پر ان کی اصلاح کے پیش نظر کبھی ڈانٹ دیا تو ڈانٹنے کے بعد خود بے چین ہو جاتے اور حتیٰ الوسع اس خادم کی دل جوئی کرتے۔ سید رفیع الدین مرحوم جو گھر کے پرانے خادم اور کارندے تھے، اکثر حضور احسن العلماء کی تنبیہ سے مشرف ہوتے۔ پھر خود ہی تھوڑی دیر بعد ان کی دل جوئی کر دیتے اور اتنے احسن طریقے سے کرتے کہ ڈانٹ کھانے والا انتظار کرتا کہ کاش ہماری بھی ایسی قسمت ہو کہ میاں کبھی ہمیں بھی ڈانٹیں۔

اعزہ سے ان کے منصب اور رشتے کے لحاظ اور تناسب سے احترام کرتے اور اگر کسی سے شاکہ بھی ہوتے تو اس کا اظہار نرم الفاظ اور مدہم لہجے میں کرتے تاکہ ان کے مطمح نظر کی ترسیل بخوبی ہو جائے اور خواہ مخواہ کسی کی دل شکنی نہ ہو۔ اپنے بد قسمت و بدترین دشمن کا ذکر بھی شیریں الفاظ اور متبسم لہجے میں کرتے۔ اگر ان کے کسی دشمن کی بھی غیبت ان کے سامنے ہوتی تو وہ مضطرب سے ہو جاتے اور موضوع بدل دیتے۔

کوئی حد ہے بھلا اس احترام آدمیت کی

بدی کرتا ہے دشمن اور ہم شرمائے جاتے ہیں

اپنے بچوں کو بہت چاہتے تھے اور ان بچوں میں اپنے بھائی اور بہنوں کے بچوں کو بھی شامل سمجھتے تھے۔ ہم میں سے کسی سے ناراض ہوتے تو بلا مبالغہ ہم پر سکتے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی، لیکن یہ ان کی شفقت کو گوارہ نہیں تھا کہ ایسی کیفیت تادیر قائم

سمجھنے والے جانتے ہیں کہ اس جملے میں کیا اسرار ہیں۔ اس صاحب بصیرت کے دل کی آنکھوں نے مستقبل کا نقشہ دیکھا لیا تھا۔ خانقاہوں میں سیاست کے دخول سے خانقاہوں کی عظمت پر جو حرف آتا ہے، اس سے واقف تھے۔ وہ مرض کے اسباب سے بھی واقف تھے اور اس کے علاج آشنا بھی تھے۔ پیرزادے اگر جاہل ہوں تو ان کے چاروں طرف پھیلے ہوئے عقیدت کے جال کا فائدہ سب سے پہلے پارٹی بندی والی سیاست داں ہی اٹھاتے ہیں۔ انھوں نے شروع سے ہی اپنی اولاد کو ابتدائی گھریلو دینی تعلیم اور مدرسے کی پابندی کے بعد اعلیٰ تعلیم کی طرف راغب کیا تھا کہ جہالت کا اثر دہا خانقاہی عظمتوں کو نہ نگل سکے۔ وہ اپنی اولاد میں دین و دنیا دونوں کی تعلیم کا امتزاج دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ ان کی اولاد بفضلہ تعالیٰ اپنے بازو کی کمائی کھائے اور مریدین کی نذر پر نظر نہ رکھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں ان کی دعائیں قبول فرمائیں۔ وہ اکثر نصیحت کرتے کہ بازار میں کبھی وقت نہ گنونا، اس کے بجائے باغ اور جنگل کی سیر و تفریح کا لطف لینا اور اس کے لیے وہ ضروری سامان بھی فراہم کرتے۔ وہ کاموں کو صرف اسی حد تک پھیلاتے جسے آسانی سے سمیٹا بھی جاسکے۔ اعراس ہوں یا شادی بیاہ کی محفلیں۔ وہ اپنی دنیاوی بساط کے اندر ہی سارے کام کرتے۔ کسی سے چندہ مانگنے کی نوبت نہیں آنے دیتے۔

خانقاہ، درگاہ و مساجد میں انھوں نے بہت تجدید کاری کی اور خود نئی عمارات بھی تعمیر کرائیں۔ عمارت تعمیر کرنے سے پہلے معمار کو بلا کر تخمینہ لیتے اور اگر دیکھتے کہ معمار کے تخمینے سے ڈیوڑھا موجود ہے، تب کام شروع کراتے۔ بتاتے تھے کہ بیٹا معمار حضرات شروع میں کم تخمینہ بتاتے ہیں تاکہ کام شروع کر دیا جائے، بعد میں کام کرانے والا کسی نہ کسی طرح قرض ادھار لے کر مکمل کراہی لے گا۔ میرا ذاتی تجربہ ہے کہ ان کا یہ خیال بالکل درست ہوتا تھا۔

اعراس کی تاریخوں کو موسم کے پیش نظر زائرین اور کارکنان کی سہولت کی خاطر تبدیل کر دیتے اور تحریری طور پر اعلان فرما دیتے۔ البتہ اصل تاریخ پر خانقاہ میں مقامی طور پر فاتحہ نیاز ضرور کرا دیتے۔ تاریخ پر اصرار کرنے کے مقابلے میں وہ زائرین عرس اور کارکنان تقریب کی آسانی اور سہولت کو پیش نظر رکھتے۔

رہے۔ تھوڑی دیر بعد کسی بہانے سے بات شروع کر دیتے اور اس انداز سے مخاطب کرتے کہ احساس ہی نہیں ہوتا کہ تھوڑی دیر پہلے اس پیکر جمال پر رنگِ جلال چھایا ہوا تھا۔ اگر کسی کو ملول دیکھتے تو فکر مند ہو جاتے اور اس کے ملال کا سبب جاننے کے بعد تلافی کی کوئی صورت پیدا کر دیتے۔

اپنے برادرِ حقیقی کا خط نہ ملنے پر اپنی بھانجی سیدہ حمیرا خاتون کو ۱۰ فروری ۱۹۷۶ء کے خط میں لکھتے ہیں:

”اس بار نہ جانے کیا بات ہے حسین میاں سلمہ ☆ بالکل خاموش ہیں۔ میں نے بمبئی پہنچنے سے اب تک انہیں ۳ خطوط بھیجے۔ ان کے ہاتھ سے کسی کی رسید تک نہیں ملی، فکر ہے۔ دعاہائے خیر برابر کرتا رہتا ہوں۔ اگر خدا نخواستہ میری طرف سے انہیں کوئی رنج پہنچا ہو تو مجھے بے تکلف مطلع کر دیں، اس کی تلافی بہ احسن وجوہ ہو جائے گی۔ انشاء اللہ۔ باقی سب خیریت ہے۔ اچھا خدا حافظ ماموں جان

ان کی دل جوئی کے واقعات کہاں تک بیان کروں۔ جس شخص کو بھی ان کی قربت کا فیض حاصل ہوا، وہ بذات خود حضور احسن العلماء کی اس ممتاز صفت کا شاہد ہے۔ ان کے کسی ملازم کی طبیعت خراب ہو جاتی تو بہ نفس نفیس اس کے گھر جا کر عیادت کرتے۔ ملازم شرمندہ ہو جاتا تو اس کا اضطراب دور کرنے کے لیے کہتے کہ آپ کی ناسازی طبع کی وجہ سے آپ کو کئی دن سے دیکھا نہیں تو سوچا آج چل کر آپ سے مل لیں۔ ملازم کا چہرہ یہ سن کر بشاش ہو جاتا اور آدمی بیماری ان جملوں سے ہی دور ہو جاتی۔

دانش مندی:

خدا داد صلاحیت اور مرشد مجازی حضرت تاج العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کا فیض تربیت تھا کہ باری تعالیٰ نے ان کے لیے دانش کی دولت ارزان کر دی تھی۔ اپنے بچپن سے لے کر آخری دم تک سینکڑوں مرحلے آئے، لیکن انھوں نے کبھی ہوش کا دامن نہیں چھوڑا۔ وہ جوش کے بھی قائل تھے لیکن جوش میں مبالغے سے بیزاری کا اظہار کرتے تھے۔ وہ اکثر ایک بلیغ جملہ استعمال کرتے:

”اتنا بھاگ کر نہ چلو کہ گر پڑو“

فتنے فساد کی جگہ سے خود بھی دور رہتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ وہ ایسی جگہوں پر جانے سے احتراز کرتے جہاں اس بات کا رتی بھر بھی اندیشہ ہو کہ فتنہ یا فساد ہو سکتا ہے۔ وہ طبعاً امن پسند اور عافیت خواہ تھے۔ گھر میں زمین داری کا بھی سلسلہ تھا۔ مقدمات کا زمین داری سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی تلقین فرماتے کہ جہاں تک ہو سکے آج کے کورٹ کچہری کے ماحول میں مدعی بن کر نہیں جانا چاہیے، وہ اللہ سے دعا کرتے کہ خدا دشمن کو بھی کورٹ کچہری سے دور رکھے۔

وہ جب بھی کسی کام کا ارادہ کرتے تو اس کے منفی پہلو پر پہلے غور کر لیتے۔ اپنے مریدوں اور بچوں کو بھی ان کی یہی نصیحت تھی کہ مثبت پہلو تو بہت چمک دار ہوتے ہیں، سامنے نظر آ جاتے ہیں لیکن منفی پہلو تہ اندر تہ ہوتے ہیں۔ ان کو بھی خوب اچھی طرح جانچ لینا چاہیے، پھر کسی کام کا ارادہ کرنا چاہیے۔

اپنے تبلیغی دوروں میں منتظمین کو خاص طور سے ہدایت کر دیتے کہ جب تک میں قطعی طور سے دن اور تاریخ کے ساتھ حامی نہ بھریں میرا نام اشتہار میں نہ دیجئے گا۔ خدا نخواستہ کسی وجہ سے نہ آئے گا تو آپ کی اور میری، دونوں کی بدنامی ہوگی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا کہ اگر وہ کسی وجہ سے جلسے میں شرکت نہ کر پاتے تو کسی کو بھی منتظمین پر حرف گیری کا موقع نہ ملتا۔ اور اگر شرکت کر لیتے تو سب انہیں دیکھ کر سرشار ہو جاتے اور سامعین بھی منتظمین کا شکریہ ادا کرتے کہ اشتہار میں نام نہ ہونے کے باوجود آپ لوگوں نے حضور احسن العلماء کو جلسے میں بلا لیا۔ اسی لیے وہ کسی جلسے کے لیے پیشگی کرایہ نہیں لیتے۔ کوئی ارسال کر دیتا تو مئی آرڈر واپس کر دیتے۔

بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور قصبہ کے چیئر مین بابو اوم پرکاش کے درمیان ایک کھیت کے سلسلے میں مقدمہ تھا۔ برسوں وہ مقدمہ چلتا رہا۔ نوعیت کچھ ایسی تھی کہ فریقین کے پاس کاغذات کمزور تھے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ مقدمے سے بیزار ہو گئے اور پاپا علیہ الرحمۃ سے فرمایا لا! اب ہم سے یہ مقدمہ نہیں لڑا جاتا۔ پاپا نے فرمایا: ٹھیک ہے، آپ فکر مند نہ ہوں میں مقدمہ لڑوں گا۔ اس کے بعد وہ پہلے سے بھی زیادہ تندہی سے پیروی کرانے لگے، کافی اخراجات بھی ہوئے۔ اس درمیان ۱۹۷۴ء میں بڑے ابا علیہ الرحمۃ نے اس دار فانی کو الوداع کہا۔ بڑے ابا کے جانشین ہمارے بھائی صاحب حضرت

حسین میاں مدظلہ سرکاری ملازمت میں تھے۔ احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے ایک دانش مندانہ فیصلہ کیا اور بابو اوم پرکاش کو گھر پہ بلا کر بھائی صاحب سے ملاقات کرائی اور کہا کہ یہ عمر میں آپ کے بیٹے کے برابر ہیں۔ آپ کو زیب نہیں دے گا کہ آپ ان سے مقدمہ لڑیں، بہتر ہوگا کہ فیصلہ کر لیں۔ اسی دن بابو اوم پرکاش نے نصف نصف پر فیصلہ کر لیا اور وہ قصہ ختم ہوا اور نہ گھر کی زمین، کاغذات کی کمزوری اور فریق مخالف کی دنیاوی طاقت کی وجہ سے یا تو مکمل طور سے ہاتھ سے جاتی رہتی یا پھر گرام سبھا کے ہتھے لگ جاتی۔ بفضلہ تعالیٰ آج وہ زمین بھائی صاحب مدظلہ کے قبضے میں ہے اور سرسبز ہے۔

قصبہ کی ایک مسجد میں خنزیر کاٹ کر ڈالنے کا واقعہ بیان ہو چکا ہے کہ کس طرح حضور احسن العلماء نے ایک بڑے فتنے کی سرکوبی فرمائی تھی۔

مسجد برکاتی میں آثار متبرکہ ہیں جن کی اعراس میں زیارت ہوتی ہے۔ یہ آثار متبرکہ بڑی سرکار کے صاحبزادگان کی ملکیت بدرجہ مساوی ہیں لیکن ان کی حفاظت کا دنیاوی انتظام حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے سپرد تھا جو اب حضرت امین ملت مدظلہ العالی کے سپرد ہے۔ ایک بار خاندان کے کچھ بدمذہبوں کی سازش کے نتیجے میں آثار متبرکہ کی چوری ہو گئی لیکن بفضلہ تعالیٰ فوراً شناخت ہو کر تمام آثار متبرکہ کی ریکوری recovery ہو گئی اور دادا حضرت سید شاہ آل عبا علیہ الرحمۃ خلیفہ حضرت سید ابوالحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ کی سپردگی میں ایک ایک چیز دے دی گئی جو بفضلہ تعالیٰ واپس اپنی اپنی جگہ پر بخیر و خوبی پہنچ گئی۔ اس واقعہ کے پیش نظر حضور احسن العلماء کو یہ کبھی گوارہ نہیں ہوتا کہ کوئی مسافر خانقاہ میں آئے اور مسجد میں قیام کرے۔ وہ مسجد کے آداب اور شریعت کے مسائل بتا کر اس مسافر کو مسجد میں قیام کرنے اور سونے سے منع فرماتے اور خانقاہ کا کوئی کمرہ کھلوادیتے تاکہ وہ مسجد میں قیام کرنے کے بجائے خانقاہ میں قیام کرے۔ کیوں کہ مسافر کے چہرے پر تو لکھا ہوتا نہیں کہ یہ عام زائر ہے یا چور، مسافر بھی خوش رہتا اور آثار متبرکہ کی حفاظت کی ذمہ داری بھی بخیر و خوبی پوری ہو جاتی۔

کبھی بھی کسی خانقاہ یا وہاں کے افراد کی برائی نہیں کرتے۔ ان کا خیال تھا کہ اس طرح خانقاہی نظام کمزور ہو جاتا ہے اور اس کا نقصان آخری طور پر مذہب مہذب اہل سنت کو اٹھانا پڑتا ہے۔ آج کے ماحول کے پس منظر میں ان کے اس خیال کو ذرا اپنے تصور میں

رقصاں کیجئے تو اندازہ ہوگا کہ ان کا ایک ایک لفظ کس کس زاویے سے لشکارے مار رہا ہے۔ ملازمین کا بہت خیال فرماتے تھے۔ وہ اس کی تخصیص نہیں کرتے تھے کہ ملازمین، ان کے ذاتی ملازمین ہیں یا درگاہ و مسجد کے خادم ہیں۔ ان کی خوشی، غمی، بیماری سب میں ان کا خیال رکھتے تھے۔ معینہ تنخواہ کے علاوہ ہر ملازم کو نقد یا جنس کی شکل میں اتنا عطا کر دیتے کہ وہ اصل تنخواہ سے زیادہ ہو جاتا۔ بفضلہ تعالیٰ آج ان کے ہر ملازم کے پاس مارہرہ شریف جیسے چھوٹے سے قصبے میں پختہ اور آرام دہ مکان موجود ہے اور تمام ملازمین کے بچے تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کے پردہ فرمانے کے پانچ سال بعد بھی جب بھی کوئی خادم ان کا ذکر کرتا ہے تو آب دیدہ ہو جاتا ہے۔ حضور احسن العلماء کا خیال تھا کہ گھر کے ملازمین اگر خوشحال رہیں گے تو اللہ تعالیٰ خوش ہوگا اور اس ساتھ ہی ساتھ ملازم بھی وفادار رہے گا اور اپنی آنے والی نسل کو اپنے سے بہتر مقام پر لے جانے کی کوشش کرے گا۔

ش- شیریں بیانی اور جوہر خطابت:

۱۹۴۲ء سے لے کر سفر آخرت سے کچھ پہلے تک مسجد برکاتی میں نماز جمعہ سے پہلے آدھے گھنٹے کا وعظ فرماتے۔ قصبے کے افراد کے علم و ضرورت کے مطابق بہت سمجھا سمجھا کر دین کی باتیں بتاتے، دنیا کی باتیں سمجھاتے۔ لہجہ اتنا نرم ہوتا کہ لوگ کہتے کہ میاں بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ ان بیانات میں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل بھی ہوتے، الفت رسول کا ذکر بھی ہوتا اور دنیا میں جینے کے آداب بھی ہوتے۔ مسجد برکاتی میں ان کے بیان کردہ مواعظ کے سینکڑوں کیسٹ حافظ شریف احمد برکاتی کے پاس ہیں۔ انہیں یکجا کر کے کتابی صورت میں مرتب کر لیا جائے تو علم و معرفت کے صد ہا موتی ایک بڑے سے ہار میں گندھ جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضور احسن العلماء ایک بے مثال مقرر تھے۔ ان کے بیان میں سلاست، تلقین، خطابت اور تفہیم کے پہلو بہت روشن تھے۔ انہوں نے پیہم چوں برس تک خانقاہ برکاتی کی جامع مسجد برکاتی کے منبر سے رہنمائی فرمائی۔ اگر ان کی تقاریر کے موضوعات اور طرزِ خطابت کا تجزیہ کیا جائے تو یہ نکات سامنے آتے ہیں۔

ان کے موضوعات میں توحید، حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم، محبت اولیائے کرام، پابندیِ فرائض کی تلقین، حقوق العباد کی پاسداری، فتنوں سے دور رہنے کی نصیحت، شعائرِ اسلامی پر اصرار، مخلوق خدا سے محبت، شہدائے اسلام اور اولیائے کرام کے واقعات سے اولوالعزمی کے نتائج اخذ کرنا، بری رسومات سے پرہیز، حصولِ علم پر زور وغیرہ شامل تھے۔ اسلامی تاریخ ان کا مستقل موضوع تھا جس پر وہ بے تکان تقریر کرتے تھے۔

مندرجہ بالا موضوعات کی ادائیگی کے لئے ان کی خطابت نے جن اسلحہ جات کا انتخاب کیا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

آیات قرآنی، احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، تاریخ اسلام، صحابہ کے واقعات، سعدی، جامی، رومی کے حسبِ موقع اشعار، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیف 'حدائقِ بخشش' کے برخل اشعار، تسہیل بیان کے لئے مترادفات کا استعمال، چھوٹے چھوٹے جملوں کا عام فہم انداز میں استعمال، عربی گرامر کی نزاکتوں سے سامعین کو بے تکلف کرنا۔

حضرت والا کی خطابت میں بڑی روانی تھی۔ ان کی آواز بلند اور گونج دار تھی۔ مانک کے بغیر ان کی تقریر دور دور تک سنی جاتی تھی۔

ان کی خطابت کا اعلیٰ ترین جوہر یہ تھا کہ وہ آیات قرآنی سے اپنے مدعا کی تائید و تصدیق کرتے چلتے تھے۔ قرآن کریم کے متن اور مفہیم پر ان کا استحضار ضرب المثل کا درجہ رکھتا ہے۔

دوسرا وصف جس کا بیان ضروری ہے کہ ان کی خطابت میں کہانی یا افسانے والی یکسوئی، یک رخا پن اور تسلسل نہیں تھا بلکہ ان کی خطابت میں داستان جیسی علویت، پھیلاؤ اور گہیر تھی۔ لیکن وہ 'بات یہاں سے شروع ہوئی تھی'، فرما کر پھر اپنے موضوع پر لے آتے تھے۔ ان کی خطابت کا سامع ان کا مقتدی نہیں رہتا تھا، ہم سفر بن جاتا تھا اور جب وہ ان کی خطابت کے میدان میں ان کے ساتھ داخل ہوتا تھا تو دیر تک ان کے ساتھ مختلف 'مقامات' کی سیر کرتا تھا۔ کہیں توحید کی وادیوں سے گزر رہا ہے، کہیں حب رسول کے گلستانوں میں سیر کر رہا ہے، کہیں سلوک و معرفت کے مرحلے ہیں کہیں تاریخ و ادب کے دریا بہہ رہے ہیں، کہیں فرائض و واجبات کے نظارے ہیں تو کہیں حقوق العباد کے ماہ پارے ہیں۔ آواز کا زیرو بم، مقامی الفاظ کا بے تکلفانہ استعمال، جذبے کی

مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ کا چہلم تھا اور حضور والد ماجد قدس سرہ نے قل کے وقت بیان شروع کیا۔ جلسے میں حضور مفتی اعظم ہند، حضرت برہان ملت، حضور مجاہد ملت، مولانا مشتاق احمد نظامی جیسے جید علمائے کرام موجود تھے۔ حضور احسن العلماء نے لفظ ”قل“ پر گفتگو فرمائی اور دوران گفتگو مجمع ان کی چہرے کی طرف ساکت و جامد بنا دیکھتا رہا اور وہ قرآنی آیات سے ثابت کرتے رہے کہ ”قل“ میں کیسی کیسی نعمتیں ہیں۔ قل میں محبت ہے ”قل“ میں پناہ ہے اور ”قل“ میں وحدت ہے۔ جس وقت وہ اپنی تحقیق پیش کر کے تصدیق کے طور پر قرآنی آیت پڑھتے تو مجمع سبحان اللہ کے نعروں سے گونج اٹھتا۔ مجھے وہ منظر اچھی طرح یاد ہے جب مندرجہ بالا اکابرین و علمائے کرام حضور احسن العلماء کے وعظ کو سن کر انہیں کیسی محبت اور عقیدت کی نظروں سے دیکھ رہے تھے اور غالباً دل ہی دل میں سوچ رہے تھے کہ حضور سید العلماء جیسے جید واعظ کا وصال ہو گیا لیکن بفضلہ تعالیٰ خانقاہ برکاتیہ ابھی خالی نہیں ہوئی بلکہ خاندان کے بزرگوں کے روحانی فیض میں اب حضور سید العلماء کا فیض روحانی بھی شامل ہو گیا کہ آج نائب شاہ برکت اللہ روحانیت و معرفت کے کیسے بیش قیمت موتی لٹا رہا ہے۔

اپنی آخری علالت کی پہلی رات میں، جو رمضان مبارک کی ۲۷ ویں شب تھی، بھی ایک عجیب و غریب عالم تھا۔ شیریں بیانی، روحانیت اور معرفت کی دو آتشہ کے ساتھ جذب کے پیالے میں تقسیم کی جا رہی تھی اور مسجد کھڑک کے حجرے سے بلند ہونے والے نعرے باہر سڑک پر سنے جا رہے تھے۔

ان کی خطابت کی جلوہ سامانی کا بیان پڑھنا ہو تو آئیے مولانا محمد عبدالمبین نعمانی قادری سے رجوع کریں جو اپنے مضمون ”حضور احسن العلماء والمشاخ، ایک نادر روزگار شخصیت“ میں رقم طراز ہیں:

”۱۰/ محرم الحرام ۱۴۱۰ھ / ۱۳ اگست ۱۹۸۹ء روز یکشنبہ کو میں کبھی نہیں بھول سکتا جب برادر گرامی حضرت مولانا نادر القادری (مبلغ انگلستان) کی ہمراہی میں پہلی بار مارہرہ شریف حاضر ہوا، وہاں پہنچنے کے بعد اپنے احساسات کیا رہے، یہ تو الگ موضوع ہے۔ صبح کے وقت جب ہم لوگ آستانے کی مسجد میں پہنچے تو اچانک اعلان سنا کہ آج دسویں محرم ہے۔ آج بانی سلسلہ برکاتیہ حضرت سید شاہ برکت اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عرس مقدس ہے

شدت اور فکر کی حدت سامع کو ایک عجیب و غریب دنیا میں لے جاتی تھی اور جب وہ اس دنیا سے واپس آتا تو دیکھتا تھا کہ حضور احسن العلماء کا نورانی چہرہ سامنے ہے اور وہ دست دعا بلند کئے ہوئے اپنے رب کے حضور میں اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے، تمام زمانے کے لئے دعا مانگ رہے ہیں۔ سامع کا سفر ختم ہوتا اور وہ دیگر سامعین کی ”آمین“ میں اپنی آواز ملا دیتا تھا۔

اعزہ، احباب، مریدین اور متوسلین کے علاوہ اپنے خدام سے بھی بہت شیریں بیانی سے پیش آتے۔ تعویذ لینے والے افراد ناوقت آتے تو کبھی ماتھے پر شکن تک نہ لاتے۔ البتہ صرف اتنا کہہ دیتے کہ جمعے کے دن مجھے چھٹی دے دیا کرو۔ علم نفسیات کا ایک کلیہ ہے کہ بچوں سے محبت و شفقت کرنے والا شخص دل کا بہت نیک ہوتا ہے۔ ان کو دیکھ کر اور برت کر علم نفسیات کے اس کلیے پر یقین اور زیادہ جم جاتا۔ وہ بہت واضح گفتگو کرتے تھے۔ الفاظ پورے مخارج کے ساتھ ادا کرتے اور گفتگو کے تقاضے کے مطابق لہجے میں اتار چڑھاؤ کا خیال رکھتے۔ کوئی مشکل لفظ منہ سے ادا ہوتا تو فوراً اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے تاکہ سامنے والا بات کو اچھی طرح سمجھ لے۔ گفتگو میں اکثر عربی فارسی، اور اردو کے اشعار بھی پڑھتے۔ عربی میں حضرت حسان بن ثابت، فارسی میں رومی، سعدی اور اردو میں میر اور اعلیٰ حضرت کے اشعار بے تکان پڑھتے۔

سیرت نبوی کے واقعات سناتے، اسلامی تاریخ کی باتیں بتاتے اور خاندانی واقعات پر روشنی ڈالتے۔ احباب کے مجمع میں ہوں تو جس گاؤں کا ہے، اسی کے لحاظ سے اس سے بات کرتے۔ وہ اس بات کی قطعی کوئی شعوری کوشش نہیں کرتے تھے لیکن رب کریم کا ان پر کرم تھا کہ ان سے متعلق ہر شخص سمجھتا تھا کہ میاں ہم کو بہت چاہتے ہیں۔

انہوں نے بڑے بڑے جلسوں میں تقریریں کیں، اور متواتر پانچ چھ گھنٹے تک تقریر کرنے کا ریکارڈ قائم کیا۔ وہ خطبے کے بعد قرآنی آیات کی تلاوت کا شرف حاصل کرتے۔ پھر اس کا مفہوم آسان زبان میں بیان کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت کے کچھ شعر پڑھتے اور پھر خطاب کا وہ جلوہ دیکھنے کو ملتا کہ جس زمین میں بات کرتے، وہ آسمان ہو جاتی۔ ان کی آواز بہت شیریں اور دور تک سنائی دینے والی تھی۔ ان کی تقریب کا ایک ایک لفظ بغیر مائیکروفون کے جمع کے آخری کنارے سے با آسانی سنا جاتا۔

اور حضور احسن العلماء خطاب فرمائیں گے۔ یہ اعلان سنتے ہی دل کی کلیاں کھل اٹھیں، عقیدتوں کا خمار اور بڑھ گیا۔ آستانہ جات کی حاضری کی سعادت کے ساتھ ساتھ حضور احسن العلماء کی زیارت کا جواشتیاق دلوں میں تھا، اس کی تکمیل امید و بیم کے خیزے سے نکل کر یقین کے اجالے میں آچکی تھی اگرچہ اس سے قبل حضرت کی دوبار زیارت کا شرف حاصل ہو چکا تھا لیکن وہ زیارتیں صرف دید کی حد تک محدود تھیں، گفت و شنید کی نوبت و نعمت سے محروم تھے۔ اب آگے اس سفر موجب ظفر کی مختصر روداد مولانا نابد القادری صاحب کے سفر نامے 'جادو و منزل' سے انھیں کے قلم عقیدت رقم سے ملاحظہ کیجئے:

”آج ان شہبازان معرفت کے مقدس آستانے نگاہوں کے سامنے تھے۔ مسرت و شادمانی سے دل بلیوں اچھل رہا تھا۔ جذبات کی عجیب کیفیت تھی۔ خانقاہ شریف کے صدر دروازے سے بہت پہلے رشتہ سے اتر گئے اور پیدل چل کر آستانہ ہوی کرتے ہوئے پہلے مسجد میں داخل ہوئے۔ غسل و لباس میں مصروف تھے کہ خادم نے آ کر خبر دی آج عاشورہ محرم ہے۔ قرآن خوانی شروع ہو چکی ہے، خانقاہ برکاتیہ میں آج سید الشہداء، نوشاہ گلوں قبائید کر بلا رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کے ساتھ امام الاولیا حضرت مولانا سید شاہ برکت اللہ مارہروی علیہ الرحمۃ کا عرس بھی ہے۔ خانقاہ برکاتیہ کے موجودہ سجادہ نشین بقیۃ السلف حضرت علامہ سید شاہ حسن میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم کی ملاقات اور زیارت بھی سفر کا خاص مقصد تھا۔ نعمانی صاحب راستے میں بتا رہے تھے کہ باہر کم ہی نکلتے ہیں۔ چند لمحوں کی زیارت ہو جائے تو بھی غنیمت ہے، ہم عمر با عمر کے پیاسے مگر اس بارگاہ کی چند بوندوں کو بھی دریاؤں پر ترجیح دیتے ہیں۔ خدا نے کرم ایسا کیا کہ عاشورہ کی تاریخ خاص حضرت حسن میاں کے وعظ کی تاریخ نکلی۔ اب ہم لوگ مسجد ہی میں تھے کہ کاس گنج کے مولانا قاری صغیر احمد صاحب برکاتی تشریف لائے۔ تعارف ہوا اور انھیں کے ہمراہ ہم لوگ خانقاہ شریف میں حاضر ہوئے نعت خواں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی نعتیں پڑھ رہے تھے۔ اتنے میں حضرت حسن میاں صاحب قبلہ تشریف لائے۔ ملاقات کی پھر کیا تھا تقریر شروع ہوئی۔ ڈھائی گھنٹے تک تصوف و تاریخ اور معارف و حقائق پر گھن گرج کی بارش ہوتی رہی اور تقریباً پوری تقریر کے مخاطب اول ہم ہی لوگ تھے۔

(جادو و منزل از مولانا نابد القادری شائع کردہ المجمع الاسلامی مبارک پور ص ۴۷۹-۴۸۰)

اس محفل کا اختتام بھی حسب روایت اہل سنت صلوٰۃ و سلام اور دعا پر ہوا پھر شیرینی تقسیم ہوئی اس واقعے کی خاص بات جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں، وہ یہ کہ اس محفل میں دو ڈھائی گھنٹے کی تقریر کے بعد بھی صلوٰۃ و سلام خود احسن العلماء ہی نے پڑھا اور سلام بھی کون وہی امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کا جاں نواز، ایمان افروز عشق آگیاں اور مشہور نام سلام یعنی ”مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھ سلام“ اور آخر میں اضافے کے طور پر جب سرکار احسن العلماء نے یہ شعر پڑھا۔

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ

سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں عقیدت و مسرت کے آنسو اُمڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ ان کے آقا زادوں کی ان سے عقیدت و محبت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھیے تو امام احمد رضا کی ان کی سرکاروں میں یہی مقبولیت ہے جس نے ان کو چار دانگ عالم میں محبوب و مقبول بنا دیا۔

الفِ رسول:

وہ الفِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا چلتا پھرتا نمونہ تھے۔ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے یا اللہ اور یا رسول اللہ منہ سے نکلتا۔ سیرت پاک پر گفتو کرتے تو آنکھیں و نور محبت سے بھیگ جاتیں۔ اپنے وعظ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر فرماتے تو ہم لوگوں کو محسوس ہوتا گویا ہم چشم تصور سے آقائے دو جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر آتا تو ان کا چہرہ کھل جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کا ذکر فرماتے اور فوراً ہی کسی فارسی شاعر یا اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کا کوئی شعر پڑھ دیتے اور وہ شعر اس موضوع سخن کے لحاظ سے اتنا مناسب ہوتا کہ سننے والے کے دل کی کلی کھل اٹھتی۔ جب سلام کا وقت آتا تو بہت جوش و خروش اور بلند آواز سے ترنم کے ساتھ سلام پیش فرماتے۔ حدّات جذبات کا یہ عالم ہوتا کہ پیشانی مبارک پر سخت سردی کے باوجود پسینے کے قطرے بہنے لگتے۔ سنتوں پر عمل کرنے میں بہت راغب تھے۔ میں نے کبھی نہیں دیکھا کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت ان کا بایاں قدم پہلے

اند رگیا ہو یا باہر آتے وقت دایاں قدم پہلے باہر آیا ہو۔

کھانا کھاتے وقت سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا پورا خیال رکھتے۔ حتیٰ کہ نشست تک میں اس بات کی احتیاط رکھتے کہ کھانا کھاتے وقت حضور کے جس طریق نشست کا ذکر احادیث میں آیا ہے، اسی طرح کی نشست ہو۔

کھانے کی پلیٹ میں اپنے سامنے والے حصے سے شروع کرتے جو طریقہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا۔ روٹی کو کبھی دانت سے کاٹ کر نہیں توڑتے تھے۔ ایسا کرتے کسی کو دیکھتے تو فوراً سرزنش کرتے۔ روٹی کا نوالہ روٹی سے کیسے علیحدہ کیا جائے، کر کے سمجھاتے۔

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے الفت کا مطلب ہے ان کی اتباع، ان کی اتباع کا مطلب ہے ان کے عمل اور قول کے مطابق عمل کرنا۔ وقت رحلت بھی وہ اس سے غافل نہیں رہے۔ رحلت سے تھوڑی ہی دیر پہلے انھوں نے ایک پیالے میں پانی منگا کر مجھے حکم دیا کہ ان کے ماتھے اور چہرے پر پانی لگاؤں۔ مدارج النبوة میں تفصیل کے ساتھ درج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے قبل اسی سے ملتا جلتا عمل کیا تھا جس کی شہادت بی بی عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دی ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت پر انھوں نے کسی قسم کا کبر و مانز (سمجھوتہ) نہیں کیا۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ سے حضور احسن العلماء کو جو ایک مخصوص والہانہ محبت تھی، وہ بھی غالباً عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دین تھی۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی اساس الفت رسول اور عظمت نبی پر قائم ہے۔ اسی لیے تو حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے وقت آخر سے دو تین دن پہلے اپنے بچوں کو جو وصیت کی وہ یہ کہ:

”مسلک اعلیٰ حضرت پر مضبوطی سے ڈٹے رہنا۔ میرا جو مرید اس مسلک سے ہٹ جائے، میں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں۔“

(الفاظ میرے ہیں لیکن مفہوم وہی ہے جو حضرت امین ملت مدظلہ العالی نے مجھے بتایا کہ اس وصیت کے وقت میں اسپتال کے اس کمرے میں موجود نہیں تھا۔ رفیق ملت سید نجیب حیدر سلمہ موجود تھے۔)

وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو عشق رسول، عظمت نبی اور اپنے بزرگوں کے اقوال

سے جدا نہیں جانتے تھے۔ خدا گواہ ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت کا نعرہ شیرانہ جس دلیری، استقامت، مداومت اور تسلسل سے خانوادہ برکات کے ان دو بزرگوں یعنی حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ نے لگایا، اس کی سعادت ان کے زمانے میں شاید ہی کسی دوسرے کے حصے میں آئی ہو۔ دراصل مسلک اعلیٰ حضرت کے پردے میں وہ الفت رسول کا نعرہ لگاتے تھے عظمت نبی کا پرچار کرتے تھے۔

ہمت:

ایک بار ہم سب بذریعہ ریل گاڑی سینٹا پور جا رہے تھے۔ پہلی بھیت کے اسٹیشن پر والد محترم کی کلائی پر بندھی گھڑی پر ایک چور نے ہاتھ مارنا چاہا۔ گاڑی روانہ ہو چکی تھی اور رات کا وقت تھا۔ آگے میلانی کا اسٹیشن تھا اور ترائی کا گھنا جنگل۔ جیسے ہی اس نے گھڑی پر ہاتھ مارا، والد محترم نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ چور گھبرا گیا کہ ٹرین چل پڑی تھی۔ اسی حالت میں اسے تنبیہ کی۔ اس نے توبہ کی اور معافی کا خواستگار ہوا۔ والد محترم نے اس کا ہاتھ نہیں چھوڑا ورنہ وہ بری طرح زخمی ہو جاتا۔ ہاتھ کے ذریعے اس کا پورا وزن سنبھالے رہے اور کھڑے ہو کر دوسرے ہاتھ سے زنجیر کھینچ کر ٹرین روکی، تب اس کا ہاتھ چھوڑا۔ یہ واقعہ ۱۹۶۱ء یا ۱۹۶۲ء کا ہے۔

۱۹۸۲ء یا ۱۹۸۳ء کا واقعہ ہے کہ ہم، بیرون خانقاہ کمرہ موسومہ بہ مدرسہ کے سامنے والے حصے میں بیٹھے تھے کہ پیچھے کی گلی میں زکریا دادا مرحوم کے افتادہ گھر سے عجیب طرح کی آوازیں آنے لگیں۔ ہم لوگوں کو کچھ خوف محسوس ہوا۔ فرمایا چل کر دیکھیں کیا بات ہے۔ سب سے آگے وہ خود، پیچھے ہم لوگ اندھیری گلی میں زکریا دادا مرحوم کے گھر تک پہنچے۔ گھر کے بند دروازے کے پیچھے سے برابر آوازیں آ رہی تھیں۔ والد محترم نے خبردار کیا تب بھی وہ آوازیں بند نہیں ہوئیں۔ فرمایا لگتا ہے کوئی کتا پھنس گیا ہے، دیوار سے جھانک کر دیکھو۔ تب میں نے رائفل ہاتھ میں لے کر دیوار سے جھانک کر دیکھا تو واقعی ایک کتا تھا جو راستہ نہ ملنے کی بے چینی میں دروازے پر پھنچے چلا رہا تھا۔ خیر! دروازہ کھلو کر اسے آزاد کیا گیا۔

الحاج عتیق احمد برکاتی بتاتے ہیں: ”میاں میں اتنی ہمت تھی کہ چمن گنج سے جاج منوکت پیدل چلے جاتے تھے۔ وہ بھاگنے کی رفتار سے چلتے تھے اور ہم بچے ان کے

پیچھے بھاگتے ہوئے چلتے تھے۔“

اخیر عمر میں اپنے غریب مریدوں کی دل جمعی کے لیے ان کی دعوت قبول کر لیتے۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ان کو تین تین، چار چار منزل تک چڑھنا ہوگا۔ وہ سانس کے آزار اور دل کی بیماری کے باوجود خداداد ہمت کے بوتے پر اپنے غریب مرید کی دل دہی کی خاطر یہ تکلیف گوارہ فرماتے۔

م- محبت اولیائے کرام:

اولیائے کرام سے انہیں بے حد محبت تھی۔ خصوصاً حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہیں بے پناہ عقیدت تھی۔ حدائق بخشش (علکھضرت رحمۃ اللہ علیہ کا کلام) انہیں زبانی یاد تھا۔ حمد و نعت کے بعد وہ چھانٹ چھانٹ کر غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبتیں بے حد والہانہ انداز میں پڑھتے۔

زندگی کے آخری دن سے تین روز قبل گیارہویں شریف کی محفل اسپتال کے کمرے میں سجائی۔ حضرت امین میاں مدظلہ العالی سے فرمایا کہ بیٹا حضور غوث پاک کی منقبت پڑھو۔ ”واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالاتیرا“ حضرت امین میاں نے منقبت پڑھی۔ اس شعر کو دو بار پڑھوایا۔

سارے اقطاب جہاں کرتے ہیں کعبے کا طواف

کعبہ کرتا ہے طوافِ درِ والا تیرا

پھر فرمایا:

”بیٹا ہم تو ’ان‘ کے موردِ نِی غلام ہیں“۔ لفظ ’ان‘ کے استعمال سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ حضور غوث پاک کی زیارت اپنے ماتھے کی آنکھوں سے فرما رہے تھے۔

جب کسی اجنبی علاقے میں تشریف لے جاتے تو پوچھ پوچھ کر اولیائے کرام کی مزارات پر حاضری دیتے۔ حاضری دیتے وقت وہ اپنے اسلاف کے طریقوں پر ہی عمل کرتے اور کسی ایسی بات کا ارتکاب نہ کرتے جس کو دیکھ کر کوئی بدعت کا الزام لگا سکے۔

اپنے خانوادہ کے بزرگوں میں حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضور شمس العارفین اچھے میاں صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر بہت تواتر کے ساتھ کرتے۔ اکثر ایسا ہوا کہ حضور صاحب البرکات کے فارسی اور ہندی شعر پڑھتے پڑھتے

ان پر حال کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ وہ محل سرائے زنانہ کے صحن میں اپنے پلنگ پر بیٹھے بیٹھے حضور صاحب البرکات کا یہ شعر بہت دیر تک وارفتگی کے ساتھ پڑھتے رہے۔

حالتے رفت کہ پنہاں ہمہ پیدا گشتہ

شورِ منصور ز ہر پردہ ہویدا گشتہ

یہ ایک ان پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ اس دوران انھوں نے کسی ایسی زبان کے کچھ جملے بولے جو ہم نہیں سمجھ پائے۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کیفیت خاص سے واپس آئے۔

ولی کے بارے میں ہم ان سے پوچھتے کہ ولی کی کیا پہچان ہوتی ہے۔ فرماتے کہ جسے دیکھ کر خدا یاد آ جائے وہ ولی ہے۔

ص- صدور کشف و کرامات:

ان کی کرامات کا ذکر کروں تو ایک دفتر ناکافی ہوگا لیکن خانوادہ برکات کے صاحبزادگان اپنے بزرگوں کی کرامات کا بیان عموماً نہیں کرتے۔ ان کے ہزار ہا مریدان کی آنکھوں دیکھی کرامات بتانے کے لیے بفضلہ تعالیٰ زندہ ہیں۔ ان کے ایک چاہنے والے برادرِ محمد الواحد نور محمد قادری برکاتی گوئلوی کا تحریری بیان من و عن نقل کرتا ہوں۔

”میری عمر قریب ۷۱ یا ۸۰ سال رہی ہوگی برابر یاد نہیں، زیادہ سے زیادہ ۹ ہوگی تب گوئل میں، میں اور میرے بڑے بھائی محمد ابراہیم، تاج العلماء محمد میاں صاحب سے بیعت ہوئے۔ آپ کا چہرہ مبارک اتنا نورانی تھا کہ اپنے تو اپنے غیر بھی دیکھتے تو دیکھتے رہ جاتے۔ آپ کا رعب اس قدر تھا کہ بڑے بڑے حضرات باادب ہاتھ باندھے کھڑے رہتے۔ لیکن ہم بچے بلا جھجک آپ کے پاس پہنچ جاتے، دست بوسی کرتے اور باادب بیٹھ جاتے۔ آپ بڑی شفقت سے باتیں کرتے، نماز پڑھنے کی تاکید کرتے، اسکول کی پڑھائی پر توجہ دینے کی تلقین کرتے وغیرہ۔ اس وقت ہم سوچتے آپ تو اتنا پیار سے ہم سے باتیں کرتے ہیں پھر بھی یہ حضرات کیوں اتنا جھجکتے ہیں! اس وقت اپنی کم فہمی کی بنا پر ہم سمجھ نہیں پاتے۔

انہیں کے ساتھ ان کے بھانجے سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب بھی تشریف لاتے۔ گورنورانی چہرہ، داڑھی مبارک کے سیاہ بال، باوقار شخصیت نظر آتے تھے۔

گوئڈل دو، تین سال میں ایک مرتبہ آتے ۸ یا ۱۵ روزہ کر چلے جاتے۔ لیکن جب مارچ ۱۹۶۵ء میں، میں ممبئی میں مستقل رہنے آ گیا۔ تو اکثر دست بوسی کا شرف حاصل ہوتا۔ آپ ممبئی میں اپنے بڑے بھائی حضرت سید العلماء سید آل مصطفیٰ علیہ الرحمہ کے پاس کھڑک کی مسجد میں ٹھہرتے۔

ایک بار ممبئی کے کھجور کے مشہور تاجر حاجی عثمان بھائی معروف بہ حاجی بابو کے یہاں شادی کی تقریب کے سلسلے میں تشریف لائے تھے۔ حضرت کے ٹھہرنے کے لیے ایک بڑا ایرکنڈیشنڈ فلیٹ کا انتظام مع مریدوں اور ملازم کے لیے کیا گیا۔ آپ جب اپنے بڑے بھائی سے ملنے کھڑک کی مسجد میں گئے تو آپ کے بڑے بھائی کو یہ گوارہ نہ ہوا کہ چھوٹا بھائی میرے پاس نہ رہ کر کہیں اور رہے۔ سید میاں نے یہ بات اپنے بھائی سید مصطفیٰ حیدر حسن میاں سے کہی تو آپ بھائی کی محبت میں تمام آسائش چھوڑ کر بھائی کے قریب مسجد کے حجرہ میں آ گئے۔ کتنا پیار تھا ان دونوں بھائیوں میں۔

حضرت مجھے بہت چاہتے تھے حالانکہ میں اس قابل کہاں۔ یہ اللہ کا کرم تھا جس نے آپ کے دل میں مجھ ناچیز کے لیے اتنی محبت پیدا کر دی تھی، اس کے لیے میں اس ذات پاک کا شکر یہ ادا کرتا رہتا ہوں۔

ان کے ساتھ بیٹے دنوں کو یاد کرتا ہوں تو یوں محسوس ہوتا ہے، گویا حضرت میرے قریب ہی ہیں، میں انہیں نہیں دیکھ سکتا پروہ مجھے ضرور دیکھتے ہیں۔

میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا۔ میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور خوش خبری سنائی کہ حضرت میرے یہاں لڑکا پیدا ہوا ہے اور والدہ کی پسند پر اس کا نام محمد یعقوب رکھا ہے، آپ نے دست مبارک اٹھا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، آپ کی خوشی کو دیکھ کر یوں لگا جیسے آپ کے یہاں پوتا پیدا ہوا ہے، مجھے مبارک باد اور بہت ساری دعائیں دیں۔ پوچھا کتنے بیٹے ہوئے، میں نے جواب دیا، حضرت یہ پہلا ہی تو ہے۔ اس پر فرمایا دوسرا بھی بیٹا ہی ہے، آج بھی حضرت کی شہادت کی وہ انگلی جسے اٹھا کر آپ مجھ سے یہ کہہ رہے تھے، نظروں کے سامنے ہے۔ میں نے یہ بات کسی سے نہ کہی، کچھ عرصہ بعد دوسرا لڑکا پیدا ہوا۔ حضرت ممبئی میں ہی تھے، رمضان شریف کا مہینہ تھا، میں نے حضرت سے کہا، میرے یہاں بیٹا پیدا ہوا ہے، آپ بچے کا نام تجویز فرمائیں۔ تو آپ نے اسی طرح

اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، مجھے مبارک باد اور دعائیں دیں، اور پوچھا کہ کتنے لڑکے ہوئے، میں نے جواب میں عرض کیا: حضور یہ دوسرا لڑکا ہے، آپ نے اسی طرح شہادت کی انگلی اٹھائی اور فرمایا تیسرا بھی لڑکا ہے۔ میں ہسپتال اپنی بیوی اور بچے کی خیریت معلوم کرنے گیا تو بیوی سے کہا، حضرت نے یعقوب کے بعد کہا تھا دوسرا بھی لڑکا ہے تو محمد شعیب کی تشریف آوری ہوئی۔ اب حضرت نے تیسرے لڑکے کی خبر دی ہے تو بیوی بولی بس دولڑکے بہت ہیں، میں نے کہا حضرت نے کہا ہے، تو اس میں انشاء اللہ فرق نہ ہوگا، پھر تیسرا بھی لڑکا ہوا۔ اس وقت حضرت ممبئی میں نہ تھے، بیس دن بعد تشریف لائے، میں خدمت میں حاضر ہوا عرض کی میرے یہاں لڑکا ہوا ہے، آپ نے اسی طرح شکر ادا کیا مبارک باد اور دعائیں دیں، اور پوچھا کتنے لڑکے ہوئے میں نے کہا یہ تیسرا لڑکا ہے، آپ نے کہا ہاں بس: اب ایک لڑکی کی ضرورت ہے۔ اور نبی کریم ﷺ کی حدیث سنائی کہ جس نے تین یا دو یا کم سے کم ایک لڑکی کی بھی پرورش کی، اس کو جنت کا مژدہ ہے۔ میں نے کہا دعا فرمائیں، آپ نے فرمایا ابھی نہیں پہلے انہیں بڑا کر لو، اس کے بعد میرے یہاں کوئی بچہ نہیں ہوا۔

دوسرا واقعہ یوں ہے: میں روزانہ بعد نماز عشا حاضر خدمت ہوا کرتا تھا۔ ایک دن معمول کے مطابق گیا، دست بوسی کی اور بیٹھ گیا۔ حضرت نے پوچھا: عبدالواحد کیسے ہو؟ میں نے جواب میں عرض کیا: اللہ کا کرم اور آپ کی دعا ہے، آپ نے دوبارہ پرسش کی، گھر میں سب کیسے ہیں؟ میں نے وہی جواب دیا، یہ پوچھنا ان کا معمول تھا۔ اس دن پھر پوچھا بچے کیسے ہیں، میرا جواب وہی تھا، پھر پوچھا بچے کیسے ہیں، مجھے تعجب ہوا کہ حضرت بار بار کیوں پوچھ رہے ہیں۔ اب جواب دینے میں میری آواز نرم پڑ گئی۔ حضرت نے فرمایا: گھر جاؤ وقت کافی ہو گیا ہے، اور تاکید کی سیدھے گھر جاؤ، میں وہاں سے چل دیا گھر پہنچا تو بیوی چھوٹے بچے محمد عرفان کو گود میں لیے بیٹھی تھی، مجھے دیکھتے ہی کہا: بچے کو دیکھو کتنا بخار ہے؟ بچہ بخار سے تپ رہا ہے، میں نے کہارات کے بارہ بج رہے ہیں، اس وقت کوئی ڈاکٹر بھی نہیں ملے گا۔ صبح ہوتے ہی ڈاکٹر کے پاس لے جائیں گے۔

مجھے ایک بار کچھ سامان خریدنے کا حکم دیا۔ فرمایا: بہت ضروری نہیں ہے جب بھی فرصت ملے لا کر دے جانا، عشا بعد تو آتے ہی ہو، میں نے صبح کو وہ چیزیں لا کر پیش

کردیں، ساتھ ہی بقایا رقم ۳۷ روپے ۲۵ پیسے بھی دینے تھے، پر جیب میں چوٹی نہ تھی، تو میں نے اٹھتی رکھ دی اور حضرت کو حساب پیش کر دیا، آپ نے سرسری طور پر پرچی دیکھی کہ کیا کیا منگوا یا تھا، پھر ٹوٹل پر نظر پڑی تو فرمایا مجھے چونی تمہیں دینی ہے، میں نے کہا حضرت رہنے دیں، چوٹی کی کیا بات ہے، آپ نے فرمایا حساب تو حساب ہے، تمہارا ہے تم لے لو، میرا ہے مجھے دے دو، اب حضرت ریزگاری ڈھونڈنے لگے، مل نہیں رہی تھی، میں نے پھر کہا حضرت رہنے دیں، آپ نے جواب میں فرمایا: بخشش دے رہے ہو یا حساب؟ بہت پریشان ہوئے: ریزگاری کی وہ پوٹلی ملنے کو تیار نہیں یہاں، تک کہ آپ پسینہ پسینہ ہو گئے، اب مجھ سے نہ رہا گیا، میں نے کہا حضرت وہ اٹھتی ہی مجھے دے دیں، اس پر آپ میری طرف پلٹے۔ چہرے پر مسکراہٹ اور لہجے میں ہلکی سی ڈانٹ۔ وہ میری چوٹی، تمہیں کیوں دوں؟ مجھے ہنسی آ گئی۔ نہ تو میری چوٹی خود رکھتے ہیں اور نہ اپنی چوٹی مجھے دیتے ہیں۔ آخر میں وہ پوٹلی ملی اور میری چوٹی مجھے عطا فرمائی۔“

جناب محمد اکبر قادری لکھتے ہیں:

محمد مشتاق برکاتی کھجور والا ممبئی میں رہتے ہیں۔ وہ حضرت والا کی کئی کرامتیں بیان کرتے ہیں۔ بتاتے ہیں کہ وہ ایک موقع کی دوکان لینا چاہتے تھے اور اس کا سودا ہو گیا، بیعانہ وغیرہ دے دیا گیا مگر دوکان مالک لالچ میں آ کر مگر گیا۔ مشتاق بھائی مایوس ہو کر حضرت والا کے پاس آئے، سارا واقعہ بتایا۔ حضرت والا نے فرمایا: مشتاق بھائی! دل چھوٹا مت کیجئے، وہ دکان آپ ہی کو ملے گی۔ ایسا ہی ہوا۔

مشتاق بھائی بتاتے ہیں کہ گونڈل میں ایک صاحب ہیں، ان کا پاسپورٹ نہیں بن رہا تھا۔ کافی تھک ہار کر بیٹھ گئے تھے۔ ایک دن حضرت والا کے پاس حجرہ کھڑک میں آئے اور اپنی پریشانی بیان کی۔ حضرت والا نے ان کے ماتھے پر اپنی انگشت شہادت سے کچھ لکھ دیا اور فرمایا اب جائیے گا، آپ کا کام ہو جائے گا۔ اسی دن ان کا پاسپورٹ بن گیا۔

ط- طریقہ اجداد پر عمل:

وہ طریقہ اجداد کے بہت بڑے عامل تھے۔ روزمرہ کی باتوں میں تو نہیں لیکن معاملات، عبادت و اخلاق میں وہ اپنے اجداد و اسلاف کی سچی تصویر تھے۔ خاندانی روایتوں کے حافظ بھی تھے اور عامل بھی۔ حضور تاج العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انھیں

بہت محبت و عقیدت تھی۔ وہ ممکنہ حد تک حضور تاج العلماء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طریقوں کی پیروی کرتے تھے۔ احتیاط اور میانہ روی کی دولت غالباً انہیں اپنے خالی محترم علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہی ملی۔

ف- فضلا کی عزت و توقیر:

وہ علمائے دین کی بہت عزت کرتے تھے اور اپنے مریدین و متوسلین کو بھی یہی نصیحت کرتے تھے۔ غالباً اسی لیے ان کے وصال کے موقع پر حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں صاحب مدظلہ العالی نے یہ شعر کہا ہے۔

علم و اہل علم کی توقیر تھی شیوا ترا
جانئیں میں ہونمیاں جلوہ زیبا ترا

(علامہ اختر رضا خاں ازہری میاں)

ان کی علانوازی کا ذکر فقیر عصر شارح بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق قادری برکاتی امجدی علیہ الرحمہ سے سنئے:

”حضرت کی سب سے بڑی خصوصیت یہ تھی کہ اس عہد کے پیروں کے برخلاف علما کا ان کے شایان شان پورا پورا احترام فرماتے۔ عرس مبارک میں یہ منظر قابل دیدنی ہوتا کہ عرس مبارک کے اجلاس عام میں حضرت خود اور خاندان کے تمام افراد زمین پر ہوتے اور علمائے کرام تخت پر۔“

(اہل سنت کی آواز ۱۹۹۵ء صفحہ ۴۷)

میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ علمائے کرام انہیں نذر پیش کرتے تو وہ اپنی طرف سے کچھ اور ملا کر انہیں نذر کر دیتے۔ جس وقت وہ علمائے کرام کے ساتھ ہوتے اس وقت عربی ادب اور مسائل فقہ پر خوب خوب گفتگو کرتے۔

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذاتِ بابرکات تھی جس نے خانقاہ برکاتیہ کو بیسویں صدی کے نصف آخر میں دیگر امتیازات کے ساتھ، علمائے کرام کی عزت و توقیر کے امتیاز کو قائم رکھا۔

حضرت علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی، شیخ الجامعۃ، الجامعۃ الاثریہ تحریر فرماتے ہیں:

”..... یہ امتیاز بعد کے مشائخ میں بھی قائم رہا اور حضرت احسن المشائخ نے بھی پورے طور سے اس کو برقرار رکھا۔ دین میں صلابت، عقائد میں اخلاص، الحب للہ و النہض فی اللہ میں صداقت ہی کا یہ اثر تھا کہ اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم قدست اسرارہم کا ذکر بڑی محبت و عقیدت کے ساتھ کرتے، ان کے فائدہ کو حرز جاں بناتے۔ ان کی عظمتوں کا تذکرہ ہوتا تو بس سنتے جائیے۔ کوئی مرید باصفایا محبت بے ریا جو بیان کرتا، اس سے زیادہ اس جانشین پیران بزرگ کی زبان حق ترجمان سے چرچا ہوتا۔ سچی بزرگی کی نشانی یہی ہے.....“ (رسالہ اہلسنت کی آواز جلد دوم صفحہ ۶۱)

حضرت مولانا محمد عبدالمبین قادری یوں رقم طراز ہیں:

”اور آخر میں اضافے کے طور پر جب سرکار احسن العلماء نے یہ شعر پڑھا

ڈال دی قلب میں عظمت مصطفیٰ

سیدی اعلیٰ حضرت پہ لاکھوں سلام

تو میری آنکھوں میں محبت و عقیدت کے آنسو اُمڈ آئے کہ واہ رے امام احمد رضا کی مقبولیت کہ ان کے آقا زادوں کی ان سے محبت و عقیدت جس پر ہزار جان سے قربان ہونے کو جی چاہتا ہے اور سچ پوچھے تو امام احمد رضا کی ان سرکاروں میں یہی مقبولیت ہے جس نے اُن کو چار دانگ عالم میں محبوب و مقبول بنا دیا۔“

(اہل سنت کی آواز جلد دوم صفحہ ۶۷)

ی۔ یگانگت عامہ:

والد گرامی عام لوگوں سے بھی بہت خلوص و محبت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کے بعض اوقات عوام الناس کے لیے وقف کر دیئے تھے۔ وہ ان اوقات کی پابندی فرماتے۔ ان اوقات میں ان کے پاس جو بھی آتا، وہ حسب مراد ان سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے ہی لے جاتا۔

دوران تعلیم جب میں علی گڑھ کے لیے عازم سفر ہوتا تو صدقے کے طور پر کچھ روپے دیتے اور فرماتے جو بھی ضرورت مند نظر آئے دے دینا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا اہل ہند کو بھی فرمایا ہاں اہل ہند میں بھی کوئی ضرورت مند نظر آئے تو دے دینا۔ پھر فرمایا کہ یہ صدقات واجبہ میں نہیں ہے جس کا مصرف صرف مسلمان ہی ہو سکتا ہے۔ یہ

صدقہ نافلہ میں ہے جو کسی بھی غریب ضرورت مند کو دیا جاسکتا ہے۔

ایک بار گھر کی مہترانی کسی تیوہار پر حق مانگنے آئی۔ نہاد ہو کر صاف لباس پہنے ہوئے تھی۔ نجیب میاں سلمہ اس وقت دوڑھائی برس کے ہوں گے۔ مہترانی نے ازراہ شفقت نجیب میاں کو گود میں لے لیا اور بازارتک ہو آئی۔ شام کو پڑوس کی کچھ عورتوں نے اعتراض کیا کہ آج مہترانی نے نجیب میاں کو گود میں اُٹھایا۔ میرے والد کریم نے فرمایا: کسی کو اس میں کیا شکایت؟ مہترانی صاف ستھری تھی، لباس بھی صاف تھا، اس نے جذبہ شفقت میں نجیب حیدر کو گود میں لے لیا۔ اگر کوئی بھی منع کرتا تو اس کی دل شکنی ہوتی۔

اس واقعے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ کس طرح بابر مسجد کی شہادت کے سانچے کے موقع پر حضور احسن العلماء نے سیکڑوں عوام کو کئی دن تک خانقاہ میں رکھ کر حفاظت اور خوردونوش کا انتظام فرمایا تھا۔ مختصر یہ کہ ان کے خلوص و محبت کے بادل سب پر یکساں برستے تھے، وہ عوام و خواص کا امتیاز نہیں کرتے تھے۔ البتہ جہاں عزت و توقیر کا معاملہ ہوتا تو وہ سامنے والے کے شایان شان عزت و توقیر کرتے۔ لیکن جہاں تک جو دو کرم کا معاملہ تھا، وہ عوام کے تئیں، کچھ زیادہ ہی تھا کہ عوام کو اس کی ضرورت بھی زیادہ ہوتی ہے۔

ح۔ حلم و انکسار:

دینے والے نے انھیں حلم و انکسار کی دولت سے خوب خوب نوازا تھا۔ حضرت علامہ مفتی شریف الحق صاحب قدس سرہ کا بیان پہلے گزر چکا کہ وہ کس طرح حلم و تواضع کا سلوک روارکھتے تھے۔ قصبے میں اگر کسی غریب کی لڑکی یا لڑکے کی شادی کی دعوت ہوتی تو رکشے پر بیٹھ کر اس کے گھر جا کر تقریب میں شرکت کرتے۔ صاحب خانہ انہیں دیکھ کر کھل کھل اٹھتا۔

اپنے گھر آئے مہمان کو عزت کے ساتھ بیٹھاتے۔ پہلے پانی پلاتے پھر چائے وغیرہ سے تواضع کراتے۔ اگر آنے والوں کی تعداد میں بھی ہوتی تب بھی ماتھے پر شکن نہیں آتی۔ بس اتنا کہتے کہ چھوٹا قصبہ ہے، اطلاع دے کر آتے تو آپ کو اتنی زحمت نہ ہوتی۔ میں نے اپنی آنکھ سے انہیں گھر سے ناشتے کی ٹرے لے کر ملازمین کو ناشتہ دیتے دیکھا ہے ع

اب انہیں ڈھونڈ چراغِ رخِ زیبا لے کر

ی۔ یقین کی دولت:

اللہ تعالیٰ نے انہیں یقین کی دولت سے مالا مال فرمایا تھا۔ کیسا ہی برا وقت سامنے کیوں نہ آجائے، وہ یقین اور امید کا دامن کبھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے تھے۔ یہی فرماتے کہ اللہ نے چاہا اور اس کے چاہے سے اس کے رسول نے، سب معاملات بہتر ہو جائیں گے۔ ان کے اسی یقین کا کرشمہ ہوتا کہ معاملات کا رُخ اچھائی کی طرف مڑ جاتا۔

وہ دوسروں کو بھی یقین اور امید کی دولت کی اہمیت بتاتے رہتے تھے، فرماتے تھے کہ کسی بھی معاملے میں ناامید ہونا گناہ ہے۔

ایک کم فہم نے ان کی زندگی میں ان پر کئی مقدمات کئے۔ وہ ہر بار یہی کہتے۔

سن لیں اعدا میں بگڑنے کا نہیں

وہ سلامت ہیں بنانے والے

ہر مقدمے پر وہ یہی فرماتے کہ مدعی انشاء اللہ تعالیٰ نامراد ہوگا اور منہ کی کھائے گا۔ بفضلہ تعالیٰ ہر مقدمے کا یہی انجام ہوا۔ سپریم کورٹ کا آخری مقدمہ بھی ان کے وصال کے بعد ان ہی کے حق میں فیصلہ ہوا اور مدعی کا مقدمہ خارج ہوا۔

برسات کے موسم میں اگر بارش رک جاتی تو صدر دالان کے درمیان درمیں کھڑے ہو کر آسمان کی طرف دیکھتے۔ ان کی آنکھوں میں یقین کا نور ہوتا تھا۔ پھر ہاتھ اٹھا کر دعا فرماتے۔ ایک ہی دو دن میں اللہ تعالیٰ جل جلالہ رحمت کا پانی برساتا۔ جل تھل ہو جاتا۔

میں بول سروس کے امتحان میں بیٹھا۔ دعا کے لیے عرض کی۔ دعا فرمائی اور کہا: محنت کرو، اچھی امید رکھو، اللہ تعالیٰ کی رحمت پر یقین کرو۔ انشاء اللہ تعالیٰ امتیاز کے ساتھ کامیاب ہو گے۔ بفضلہ تعالیٰ یہی ہوا۔

مثالیں اور واقعات بیان کرنے پر آؤں تو صفحات کم پڑ جائیں گے۔ مختصر یہ کہ ان کی ایمانی قوت نے ان کے دل میں یقین اور امید کے ایسے چراغ جلا رکھے تھے جن کی لو آخردم تک مدھم نہیں پڑی۔

د۔ دین کی خدمت:

یہ وہ بات ہے جس پر بہت تفصیل سے لکھنے کو دل چاہتا ہے لیکن اختصار کی نیت سے یہ باب شروع کیا ہے۔ ان کی خدمات دین متین کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ خود دین کی خدمت کرنا۔

۲۔ دوسرے خدمت کرنے والوں سے تعاون کرنا۔

۳۔ دین کی خدمت کرنے والوں کی تقریر اور تحریراً حوصلہ افزائی کرنا۔

تبلیغ دین کے سلسلے میں اس مرد باصفائی نے دور دراز کے سفر اختیار کیے۔ شہروں کے نہیں، جہاں پیروں کو سب طرح کا آرام نصیب ہوتا ہے بلکہ چھوٹے چھوٹے قریوں اور دیہات کے متعدد سفر کیے۔ آج بھی جس کے گواہ جناب منشی پھول خان صاحب گلولوی مدظلہ العالی بقید حیات ہیں۔ وہ خدمت دین کے میدان میں تن من دھن تینوں کے ساتھ اترتے تھے۔ وہ صرف زبانی خدمت میں یقین نہیں کرتے تھے۔

دین کی خدمت کرنے والے دوسرے حضرات کے ساتھ بھی پر خلوص تعاون کرتے تھے۔ حضرت مولانا محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی نے تحریر فرمایا ہے کہ جب وہ حضرت سے ملنے حجرہ کھڑک بمبئی میں گئے اور ذکر کیا کہ وہ ایک مفید کتاب طبع کرانے بمبئی آئے ہوئے ہیں تو حضرت نے فوراً اپنے پاس سے ایک ہزار روپیہ عطا کیا۔ مولانا مصباحی مدظلہ نے فرمایا کہ حضرت میں اس لیے آپ کے پاس نہیں آیا تھا اور یہ کہ کتاب کے طبع ہونے کا انتظام ہو چکا ہے۔ حضرت نے فرمایا پھر بھی رکھ لیجئے۔ بہت سے کام ہونے ہیں۔

اسی طرح وہ دین کی خدمت کرنے والوں کی بھرپور حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ کوئی بڑے کام کا بیڑا اٹھا کر ان کے پاس آتا تو اس کے منصوبے کو مکمل طور پر سنتے۔ مشورہ دیتے، اونچ نیچ بتاتے اور دعا فرماتے۔ کبھی کبھی یہ بھی فرماتے کہ مثبت پہلو تو ہمیشہ آپ کے ساتھ ہے، منفی معاملات کی شناخت کر کے ان کا سد باب پہلے کر لیجئے۔ اللہ تعالیٰ یہ کام آپ کے ہاتھ سے ضرور کرائے گا۔ ایسے بے شمار مدارس ہیں، حضرت احسن العلماء جن کے ساتھ حتی الوسع تعاون فرماتے۔

اب حضرت امین ملت مدظلہ اپنے والد گرامی کی اسی روایت پر گامزن ہیں۔ اللہ

کے لیے بھی حضور احسن العلماء قدس سرہ کو حکم بنایا گیا تھا۔
حضرت علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں:

”اس وقت دنیا نے سنیت میں ان کی ذات تمام علمائے اکابر و اصاغر کے لیے مرجع و مقتدا کی حیثیت رکھتی تھی۔ مفتی اعظم قدس سرہ کے زمانے میں جب کوئی سنگین اختلاف رونما ہوتا تو فیصلے کے لیے نگاہیں مفتی اعظم کی طرف اٹھتی۔ ان کے بعد یہ اعزاز صرف حضرت احسن المشائخ کے حصے میں آیا۔“ (”اہل سنت کی آواز“ خصوصی شمارہ ۱۹۹۵ء صفحہ ۶۲)

ن۔ نعمتوں کی تقسیم:

یہ صفت وہ تھی جو انہیں اپنے جد کریم، فخر موجودات، سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں خوب خوب عطا ہوئی تھی۔ وہ نعمتوں کو تقسیم کر کے استعمال کرنے کے موقف والوں میں ایک تھے۔ اس خصوص میں روحانیت، علمیت، خلوص، دنیاوی مال و دولت سب کا ذکر کیا جاسکتا ہے۔ ان کی اس صفت کے اتنے زیادہ گواہ موجود ہیں کہ میں اپنے قلم کو روکتا ہوں۔ صرف ایک بات بتانا چاہوں گا جو مارہرہ سے باہر والوں کے علم میں نہ ہوگی۔

باغوں سے پھل آتے وہ تقسیم ہوتے، کھیتوں سے سبزی آتی تو وہ محلے میں بانٹی جاتی۔ کھیتوں کی زمین ٹیوب ویل کے پانی سے سیراب ہوتی تھی لیکن وہ انانج تقسیم کرتے وقت آسمانی پانی سے سیراب ہونے والی دھرتی کا حساب لگا کر انانج تقسیم فرماتے تھے۔ مرحبا اس احتیاط پر اور مرحبا اس سخاوت پر۔

م۔ مہمان نوازی:

وہ اپنے وقت کے بہت بڑے مہمان نواز تھے۔ جب تک مہمان کو کھانا نہ کھلوا دیتے انہیں اطمینان نہ ہوتا تھا۔ خانقاہ میں اگر بے وقت بھی کوئی مہمان آ جاتا تو چیں بہ جیں نہ ہوتے تھے۔

مہمانوں کی خدمت کے لیے اور ان کے آرام کے خیال سے انہوں نے ایک وسیع و عریض مہمان خانہ، خانقاہ برکاتیہ میں تعمیر کرایا۔ حالانکہ وہ حصہ خانقاہ کا سب سے

تعالے اپنے کرم سے انہیں عمر، صحت اور سکون کی دولتوں سے حصہ فراواں عطا فرمائے۔
آمین بجاہ الحیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

ح۔ حکمت کی باتیں کرنے کی عادت:

میرا بچپن سے یہ مشاہدہ رہا کہ والد گرامی خوش مزاج اور شیریں بیان ہونے کے باوجود کبھی بھی بے معنی باتوں کو منہ نہیں لگاتے تھے۔ ان کے مزاج میں بھی حکمت کے موتی پروئے ہوئے ہوتے تھے۔ وہ موقع محل کے اعتبار سے اور مخاطب کی علمی صلاحیت کے مطابق اس سے گفتگو فرماتے۔ کبھی قرآن کا حوالہ دیتے، کبھی حدیث سے کوئی بات ثابت فرماتے، کبھی اسوۂ صحابہ سے دلیل لیتے اور کبھی اولیائے کرام کی حکایتوں سے مفید مطلب نتائج اخذ کر کے بتاتے۔

وہ جدید علوم کو بھی حکمت کی راہ کا روٹہ نہیں سمجھتے تھے۔ گفتگو میں اکثر جدید علوم کی اصطلاحوں کے حوالے پے در پے دیتے چلے جاتے۔ مسجد برکاتی میں مسلسل چون (۵۴) سال تک نماز جمعہ سے پہلے وعظ کی محفل میں انہوں نے جو حکمت کے موتی لٹائے ہیں، کاش ان کو جمع کر دیا جائے تو ملت کے لیے ایک بیش قیمتی سرمایہ ہاتھ آ جائے۔

وہ علماء سے علمی گفتگو فرماتے، شعرا سے ادبی زبان میں مکالمہ کرتے، عوام سے سہل اور سلیس زبان میں گفتگو کرتے اور بچوں سے بچوں کی محدود الفاظ والی لغت میں بات کرتے۔ رابطے کی زبان کو مخاطب کے علم و تربیت کے مطابق استعمال کرنے کا عجیب و غریب کمال اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا تھا۔

س۔ سرداری:

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے میں انہیں سرداری کی عزت سے سرفراز فرمایا تھا۔ علمائے کرام کی محفل ہو یا مشائخ کی مجلس۔ وہ ان میں سردار محسوس ہوتے تھے۔ بہت سے دینی اور دنیاوی معاملات ایسے ہوتے جن میں ان کو حکم بنایا گیا اور ان کے طے کیے معاملات کو فریقین نے تسلیم کیا۔ حضور مفتی اعظم قدس سرہ کے وصال کے بعد بریلی شریف کے نظم و انتظام کے معاملات کا فیصلہ کرنے

زیادہ آرام دہ حصہ ہے لیکن اس مہمان خانے سے ذاتی طور پر آرام اٹھانے ایک بار بھی اس میں نہیں گئے۔ سید نجیب حیدر سلمہ کی شادی کے موقع پر باہر کے مہمانوں سے ملنے صرف ایک بار کھڑے کھڑے گئے اور مل کر واپس آ گئے، انہیں غالباً اپنے قدیم مکان میں ہی آرام ملتا تھا۔

اپنے وصال سے دو ماہ پہلے انھوں نے خانقاہ میں دوسرا مہمان خانہ تعمیر کرانے کا ارادہ کیا اور اس کی ابتدا بھی کرا دی۔ بعد میں یہ مہمان خانہ حضرت امین ملت مدظلہ نے مکمل کرایا۔

انہیں یہ بات گوارا نہیں تھی کہ کوئی مہمان اگر ناوقت آئے تو انہیں اس کی اطلاع نہ دی جائے۔ جی۔ بی۔ پنت اسپتال میں دورانِ علالت بھی وہ کبھی کبھی مجھے تنبیہ کرتے تھے کہ انہیں دیکھنے اور عیادت کرنے جو لوگ آتے ہیں، انہیں آنے سے روکا نہ جائے۔ کیوں کہ وہ لوگ پیسہ اور وقت خرچ کر کے بہت دور دور سے آتے ہیں۔ یہ وصال سے دو تین روز قبل ہی کی بات ہے۔

۱- انسان نوازی:

انسان نوازی کا سلیقہ کوئی ان سے سیکھتا۔ اپنے ملازمین کی عیادت کرنے بھی بہ نفس نفیس ملازمین کے گھروں پہ جاتے اور دعا پڑھ کر اور کچھ نقد دے کر تشریف لاتے۔ یگانگت عامہ کے ذیل میں کئی باتوں کا ذکر ہو چکا ہے، اس لیے اس بات میں قلم کو یہیں پر روکتا ہوں۔

ن- نمازوں کی کثرت:

بچپن میں جب رات تین ساڑھے تین بجے میری آنکھ کھلتی تو اس کی وجہ وہ آواز گریہ ہوتی جو والدِ کریم کا معمول تھا۔ بزرگ بتاتے ہیں کہ وہ بالغ ہونے سے پہلے باجماعت نماز کے پابند ہو چکے تھے۔ حد تو یہ ہے کہ اسپتال میں اپنے وصال سے دو تین روز قبل تک بیٹھ کر نماز ادا فرمائی اور برادرِ عزیز سنی سے فرمایا کہ بھی گواہ رہنا، ہم نے اس وقت کی نماز پڑھ لی ہے۔ عبادت دریا ضمت میں اپنے اسلاف کا نمونہ تھے۔ اوراد و وظائف میں ان ہی طریقوں کی اتباع کرتے تھے جن کی بزرگوں سے سلسلہ

بلسلسلہ اجازت ملی ہوئی تھی۔ قصبے میں جب بازش کی کمی ہوتی تو نمازیوں کو جنگل لے کر نمازِ استسقا پڑھتے اور دوسرے ہی روز بازش کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔

ق- قادری سلسلے سے عشق:

والدِ کریم سلسلہ قادریہ کے بڑے عاشق تھے۔ اٹھتے بیٹھتے یا غوث کا کلمہ ادا کرتے۔ محفلوں میں حمد و نعت کے بعد سب سے پہلے حضور غوث پاک کی منقبت ہی پڑھتے۔ وصال سے دو تین روز قبل اسپتال کے کمرے میں محفل غوثیہ کا اہتمام کیا جس کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔

ایک بار ان کی نظر سے ایک پوسٹر گزرا جس میں قبلہ بڑے ابا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام کے آگے سرچسپی لکھا تھا، قادری نہیں۔ زمانہ گواہ ہے کہ وہ اپنے بڑے بھائی کو عشق کی حد تک چاہتے تھے۔ لیکن پوسٹر میں ان کے نام کے آگے قادری نسبت نہ دیکھ کر انھیں جو تکلیف ہوئی، اس کا اندازہ اس خط سے ہوتا ہے جو انھوں نے اس سلسلے میں بڑے ابا قبلہ کو لکھا تھا۔ وہ خط آج بھی محفوظ ہے۔ بعد میں بڑے ابا قبلہ نے خط کا کافی وٹائی جواب دیا۔ سلسلہ قادریہ سے محبت کرنے کے باوجود وہ دوسرے سلسلوں کے بارے میں متعصب نہیں تھے۔ بفضلہ تعالیٰ انہیں قادریہ، چشتیہ، نقشبندیہ، سہروردیہ سلسلوں میں قدیم و جدید اجازتیں حاصل تھیں۔ ان کی ذاتِ بابرکات مختلف سلسلوں کا حسین سنگم تھی جس کا ذکر شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب قدس سرہ نے تفصیل کے ساتھ اہل سنت کی آواز جلد دوم میں کیا ہے۔

۱- اعزہ پروری:

حضور احسن العلماء قدس سرہ رشتوں کو نبھانے کے سلسلے میں بہت وضع دار تھے۔ وہ قطع تعلق کو بہت براتصور کرتے تھے۔ ان کا قطع تعلق صرف دین کی بنیاد پر ہوتا تھا، ذاتی انا کی بنا پر کبھی نہیں۔

اپنے دور کے عزیزوں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ عید کے دن نماز سے فارغ ہو کر مارہرہ مطہرہ میں جتنے اعزہ ہیں، ان سے ملنے ان کے گھروں پر تشریف لے جاتے۔ ان کے بچوں کو یہ عادت ان ہی سے وراثتاً ملی ہے۔ اپنے اعزہ کے ساتھ اکثر مالی سلوک بھی کرتے تھے لیکن اتنی رازداری سے کہ ہم اولادوں کو بھی خبر نہ ہو پاتی تھی حتیٰ کہ وہ عزیز

خود ہی نہ بتا دے۔

ایک بار محترمہ بڑی اماں مرحومہ (زوجہ حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان) نے ان سے کہا کہ اپنے کسی ملازم سے کہہ دو کہ مجھے سودا لاکر دے دیا کرے۔ اسی وقت گھر آ کر نجیب حیدر سلمہ جو اس وقت بچے تھے، کا ہاتھ پکڑ کر لے گئے اور کہا کہ دولہن بھابی یہ ملازم آپ کی ہر خدمت کرے گا۔ بفضلہ تعالیٰ سید نجیب حیدر سلمہ نے اپنے والدِ کریم کی اس ہدایت پر بڑی اماں مرحومہ مغفورہ کی زندگی کی آخری سانس تک عمل کیا۔ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

وہ اپنے سسرالی اعزہ سے بھی بہت محبت اور شفقت فرماتے تھے۔ ان کی اہلیہ محترمہ کے ہمیشہ زادے کے معذور بچے کا جب انتقال ہوا تو بہت تفصیلی خط تعزیت کا لکھا۔ یہ خط اہل سنت کی آواز جلد دوم میں شائع ہو چکا ہے۔ وہ کوشش کر کے وقت نکال کر اپنے اعزہ کے دکھ سکھ میں شریک رہتے تھے، چاہے اس میں انہیں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اٹھانا پڑے۔

د- دریا دلی:

طبیعتاً بہت فیاض اور سخی تھے۔ یہ فیاضی صرف اہل خاندان تک محدود نہیں تھی۔

تیری فیاضی کا شہرہ قریہ قریہ، کو بہ کو

دینے والے نے ترے ہاتھ کو بخشا تھا فراغ

ان کا ہاتھ کشادہ اور دسترخوان وسیع تھا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ علمائے کرام ان سے ملنے خانقاہ میں حاضر ہوتے اور وہ رخصت ہوتے وقت علمائے کرم کو خانقاہ کے تبرک کے طور پر کچھ نہ کچھ ضرور پیش فرماتے۔ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے اپنے مضمون میں تفصیل کے ساتھ اس بات کا ذکر کیا ہے۔ (اہلسنت کی آواز خصوصی شمارہ ۱۹۹۵ء)

حضور احسن العلماء قدس سرہ جب باہر سے وطن واپس آتے تو اعزہ، اقارب اور ملازمین کے لیے کچھ نہ کچھ تحفے ضرور لاتے۔ غالباً اسی لیے ہم لوگ بچپن میں ان کی آمد کا بے صبری سے انتظار کرتے تھے۔

مدارس کے تعاون اور کتب کی اشاعت میں حصہ بٹانے کے لیے ہمہ وقت تیار رہتے تھے۔ جب بمبئی میں تشریف فرما ہوتے تو مدارس کے سفیروں کی بھیڑ لگی رہتی تھی۔

مجھے خوب اچھی طرح معلوم ہے کہ انھوں نے اپنے بعض مریدوں کو پیسہ دے کر کاروبار کی ترغیب دی۔ بعد میں کاروبار میں اضافہ ہونے پر مرید کے اصرار کے باوجود دیا ہوا پیسہ واپس نہیں لیا۔ کہا اسے ہماری طرف سے پھر قبول کرلو۔

اکثر ایسا ہوتا کہ کوئی غریب مرید انھیں روپے نذر کرتا۔ وہ قبول کر کے اس سے پوچھتے کہ اب میں ان روپیوں کا مالک ہوں۔ مرید کہتا بے شک۔ وہ فرماتے کہ اب تم ان روپیوں کو میری طرف سے قبول کرلو، راستے میں ناشتہ وغیرہ کرنا۔

سیکڑوں افراد کا مشاہدہ ہے کہ وہ روپیوں کو سینت سینت کر نہیں رکھتے تھے۔

میز پر، تیکے کے نیچے، فرش نشست کے نیچے، گدے کے نیچے، صدری کی جیب میں، طاق میں، کتابوں میں، غرض یہ کہ وہ مال کو بہت سنبھال کر نہیں رکھتے تھے۔ جہاں ہاتھ ڈال دیتے تھے، روپے نکل آتے تھے اور وہ خرچ کر دیتے تھے یا کسی کو عطا کر دیتے تھے۔ وہ حساب کے بہت پابند تھے لیکن کبھی جوڑ نہیں لگاتے تھے۔ حساب کی پابندی بھی غالباً اسی لیے کرتے تھے کہ کسی کو ان کی وجہ سے تکلیف نہ ہو۔

ر- ریا سے نفرت:

حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ ریا کاری سے بہت نفرت کرتے تھے۔ خود بھی اس بلا سے محفوظ تھے اور دوسروں کو بھی اس سے محفوظ رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ وہ دو ٹوک بات کہتے تھے۔ البتہ بات کہنے کا انداز اتنا دل نشین ہوتا تھا کہ سامنے والے کی دل شکنی نہیں ہوتی تھی اور وہ اچھی طرح سے حضرت والا کا مافی الضمیر سمجھ جاتا تھا۔

ایک بار کا ذکر ہے کہ ایک بڑی خانقاہ کے سجادہ نشین کے بارے میں انہیں علم ہو گیا کہ وہ کچھ معاملات میں دوہرا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جب ان سے ملاقات ہوئی تو فرمایا: حضرت!

دورنگی چھوڑ کر یک رنگ ہو جا

سراسر موم ہو یا سنگ ہو جا

پھر فرمایا: ”یک درگیر و محکم گیر“ (ایک کا دامن تھا مواد مضبوطی سے تھا موم) یہ میرا چشم دید واقعہ ہے۔

وہ چاہتے تھے کہ سامنے والا اپنی بات واضح انداز میں کہے، چبا چبا کر نہ کہے۔ اگر کوئی غیر واضح انداز میں کوئی بات کہتا تو حضرت والا اس سے گزارش کرتے کہ بات کو پھر دہرائیے۔ وہ تب تک گزارش کرتے رہتے جب تک بات بالکل واضح انداز میں بیان نہ ہو جاتی۔

حضرت والا دلنشین انداز میں بات کرتے تھے لیکن زندگی میں ایک بار بھی ایسا نہیں ہوا کہ انھوں نے کسی سے خوشامدانہ انداز میں یا چاچا پوسی کے انداز میں بات کی ہو۔ وہ اس فن سے بالکل ناواقف تھے۔

حضرت احسن العلماء کی چند عادات مبارکہ کا ذکر:

- ۱- ہتھیلی رخسار کے نیچے رکھ کر دھنی کروٹ لے کر اس طرح سوتے تھے کہ گھٹنے تھوڑے سے مڑے ہوتے تھے۔
- ۲- گرمی بہت مانتے تھے۔ اپنے ہاتھ سے کنوئیں یا نل سے پانی کھینچ کر بالٹی بھر کر نہاتے اور گیلی تہ بند پہنے پہنے بان کے ننگے پلنگ پر لیٹ جاتے اور اس سے پہلے پلنگ پر بھی پانی کے چھڑکاؤ کا اہتمام کرتے تھے۔
- ۳- ٹرین سے سفر کرنا ہوتا تو وقت سے کافی پہلے اسٹیشن پر پہنچ جاتے۔ کار سے سفر کرنا ہوتا تو صبح صادق کے وقت گھر سے نکل لیتے تھے۔
- ۴- کھانا کھاتے وقت سیدھی ٹانگ کی پنڈلی کو کھڑا رکھتے اور بائیں ٹانگ کی پنڈلی کو موڑ کر فرش یا پلنگ پر رکھتے تھے۔
- ۵- سفر پر جاتے وقت اپنی ہمشیرہ صاحبہ جو گھر میں مستقل رہنے والے افراد میں سب سے بزرگ تھیں، کے پاس آ کر بتاتے کہ میں فلاں جگہ جا رہا ہوں اور انشاء اللہ فلاں تاریخ کو واپسی ہوگی۔
- ۶- سفر پر جانے سے پہلے آیات قرآنی پڑھ کر دستک دیتے اور درگاہ شریف پر فاتحہ پڑھ کر سفر کی ابتدا کرتے۔ واپسی میں بھی درگاہ برکاتیہ پر سواری روک کر اتر کر فاتحہ پڑھ کر گھر میں داخل ہوتے اور اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس جا کر سلام کرتے۔
- ۷- وعظ کی محفل میں خطبہ مسنونہ کے بعد آیات قرآنی پڑھ کر درود شریف پڑھ کر اور پڑھوا کر آیات قرآنی کا ترجمہ کرتے، پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی کسی

- نعت کے چند اشعار پڑھ کر مضمون بیان فرماتے۔ دوران تقریر سامعین سے بھی سوال کرتے جاتے۔
- ۸- اپنے ملازمین پر بہت شفقت فرماتے تھے۔ ملازم عمر میں بڑا ہوتا تو ”آپ“ سے مخاطب فرماتے تھے۔ معینہ تنخواہ کے علاوہ وقتاً فوقتاً ملازمین کو نوازتے تھے۔ عید، بقرعید میں ان کے لباس بھی تیار کراتے تھے۔ ملازمین سے حسب موقع فرحت آمیز گفتگو بھی کرتے جس سے ملازمین کے چہرے فرط خوشی سے کھل جاتے تھے۔
- ۹- صحت نے جب تک ساتھ دیا، باغ کی سیر کو جاتے تھے۔
- ۱۰- کلی کرتے وقت دونوں تھیلیوں کا گھیرا بنا کر منہ کی آڑ اس طرح کر لیتے کہ کلی کا پانی گرتے وقت نظر نہ آئے اور پانی کی چھینٹ بھی ادھر ادھر نہ گرے۔
- ۱۱- ۲۹ تاریخ کو چاند دیکھنے کا اہتمام ضرور کرتے، چاہے مطمح ابراؤد ہی کیوں نہ ہو۔
- ۱۲- عید کا پہلا چاند دیکھ کر اپنے بزرگوں کے پاس جا کر سلام کرتے۔
- ۱۳- اپنی اہلیہ صاحبہ سے ہمیشہ بہت نرم، شیریں اور شگفتہ لہجے میں گفتگو کرتے۔ کسی نے آج تک ان کو اپنی اہلیہ سے تیز لہجے میں بات کرتے نہیں سنا۔
- ۱۴- کھانے میں مونگ کی دال، پرول کی ترکاری اور بکری کا گوشت مرغوب تھا۔ گوشت میں سبزی پسند فرماتے تھے۔ مگّا کے کے موسم میں بھٹوں پر لیموں لگا کر نمک کے ساتھ کھانا بھی ان کی پسندیدہ غذا تھی۔ امرود کا کچا لوبھی پسند تھا۔ بیسن کی روٹی بھی شوق سے کھاتے تھے۔
- ۱۵- مرمت، تعمیر یا قلمی کا کام ہمیشہ مسجد برکاتی سے شروع کراتے۔
- ۱۶- چھوٹے چھوٹے گود کے بچوں کو خوب مسوس مسوس کر پیار کرتے تھے۔
- ۱۷- کبوتروں کو اپنے ہاتھ سے دانہ ڈالتے تھے اور ان کے برتن میں پانی بھرتے تھے۔
- ۱۸- کھیت سے اناج آتے ہی عشر نکال کر مستحقین میں تقسیم کر دیتے تھے۔ شریعت مطہرہ نے جتنا بتایا ہے، اس سے زیادہ اناج صدقہ کرتے تھے۔
- ۱۹- کوئی اُن سے قرض لیتا اور وقت پر ادا نہیں کر پاتا تو اس کو خوب سے خوب مہلت دیتے۔ اگر اس کے حالات خراب ہوتے تو پھر تقاضہ ہی نہیں کرتے

تھے، معاف فرمادیتے تھے۔

- ۲۰- اپنے مریدوں کو کاروبار پر اکساتے اور اس سلسلے میں مالی تعاون بھی کرتے۔
- ۲۱- بجلی کی کڑک اور بادل کی گرج سے وحشت کا اظہار کرتے اور بلند آواز میں قرآنی آیات ورد کرتے۔ طوفان کے موقع پر قبلہ رو کھڑے ہو کر اذان دیتے تھے۔
- ۲۲- عید بقرعید کے موقع پر بچوں اور ملازمین کو عیدی تقسیم کرتے تھے۔ اپنے مریدوں کو بھی عیدی دیتے تھے۔
- ۲۳- نماز اول اوقات میں ادا فرماتے تھے۔ مرض وصال میں اسپتال کے اندر نمازوں کی ادائیگی بفضلہ تعالیٰ جاری رہی۔
- ۲۴- ۱۹۶۸ء تک پان بہت شوق سے کھاتے تھے۔ پان میں اصغر علی لکھنؤ والی عمدہ تمباکو استعمال کرتے تھے۔ اپنے برادر محترم حضور سید العلماء قدس سرہ کے کہنے پر ایک ہی دن میں نہ صرف یہ کہ تمباکو چھوڑ دی بلکہ پان بھی چھوڑ دیا۔ اس طرح کی مستقل مزاجی کی مثالیں شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہیں۔
- ۲۵- دوپہر میں کھانے کے بعد تھوڑی دیر کے لیے قبیلہ پسند فرماتے تھے۔
- ۲۶- بیشتر اوقات ٹوپی اوڑھے رہتے تھے۔ کبھی کبھی تو سوتے وقت بھی ٹوپی سر پر ہی ہوتی تھی۔
- ۲۷- لباس کے معاملے میں جوانی میں بڑے عرض کا پاجامہ اور موسم کے اعتبار سے شیروانی پسند تھی۔ آخر کے ۲۵ برسوں میں شیروانی چھوڑ دی تھی، اس کی جگہ صدری استعمال فرماتے تھے۔ آخر کے پچیس برسوں میں پاجامہ بھی کم استعمال فرماتے، تہ بند ہی زیادہ پسند فرماتے تھے۔
- ۲۸- سیاہ رنگ کا جوتا پسند نہیں کرتے تھے۔ میں نے ان کو کبھی سیاہ جوتا یا چپل پہنے نہیں دیکھا۔
- ۲۹- دو اکھاتے وقت اللہ شافی واللہ کافی کا ورد فرماتے۔
- ۳۰- بزرگوں کا خصوصاً حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کا ذکر کرتے وقت اکثر گلوگیر اور آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ بزرگوں میں سب سے زیادہ حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو ہی چاہتے تھے۔ مرض وصال میں امین ملت نے سوال کیا کہ آپ کو سب

سے زیادہ کون یاد آتا ہے تو جواب دیا کہ بیا (حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ کو افراد خانہ ببا کے نام سے یاد کرتے ہیں)

- ۳۰- باغ کی فصل اٹھنے کے بعد اگر کسی وجہ سے بیوپاری پورا پیسہ ادا نہ کر پاتا اور پیسہ چھوڑنے پر اصرار کرتا تو بے دریغ معاف فرمادیتے تھے۔
- ۳۱- فجر کے وقت سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے بیدار ہو کر عبادت کا اہتمام فرماتے اور ذکر و اذکار میں محنت کرتے اور گریہ کرتے تھے جس کی وجہ سے بچپن میں ہم بچے ڈر جاتے تھے۔
- ۳۲- رمضان شریف میں ہلکا افطار کرتے اور تراویح پڑھانے کے بعد ہی کھانا کھاتے تھے۔
- ۳۳- مسجد برکاتی میں تراویح ختم کرنے کے بعد رمضان شریف کی آخری تاریخوں میں قصبے کی کئی مسجدوں میں پنج سورے کے ساتھ تراویح کی جماعت کی امامت فرماتے۔
- ۳۴- اپنے گھر میں داخل ہوتے وقت بھی کھنکھار کر اطلاع دیتے کہ میں اندر آ رہا ہوں۔
- ۳۵- اپنے سسرالی اعزہ سے بہت شگفتگی کے ساتھ پیش آتے تھے۔ میرے خالہ زاد بھائی پروفیسر اختر ظہیر رضوی (گاما بھائی) کی شوخیوں کو بہت پسند کرتے تھے۔ اپنے برادر نسبتی سید محمد آفاق نقوی مرحوم و مغفور سے بھی بہت شگفتگی و شیفٹگی کے ساتھ گفتگو فرماتے تھے۔ اپنے ساڑھو بھائیوں سے بھی بہت لطف کے ساتھ وقت گزارتے تھے۔ حضور احسن العلماء کے تمام ساڑھو بھائی انہیں شاہ صاحب کے کرمخاطب کرتے تھے۔
- ۳۶- جب تک صحت نے ساتھ دیا پیدل چلنا بہت پسندیدہ فعل رہا۔ الحاج عتیق احمد برکاتی کان پوری بیان کرتے ہیں، ”میاں چمن گنج سے جاتو تک پیدل جاتے اور اس رفتار سے جاتے کہ ہم بچوں کو دوڑ دوڑ کر ساتھ نبھانا پڑتا۔“
- ۳۷- گھر کے دروازوں کو رات کے وقت جب بند کرنا مقصود ہوتا تو فرماتے جاؤ دروازے مامور کر دو۔ جب کھانا کھا چکے تو فرماتے کھانا بڑھالو۔ یہ نہیں فرماتے کھانا اٹھالو، کیوں کہ کھانا اٹھالو کا جملہ رزق اٹھنے کے محاورے کے لحاظ

سے برے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ اسی طرح لالٹین یا چراغ بجھانے کے لیے حکم دیتے تو فرماتے چراغ بڑھا دو۔ یہ وہ معمولات تھے جن میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں دیکھی گئی۔ یہ ان کا وہ حسن ادب تھا جو اپنے بزرگوں کی پاکیزہ صحبت میں میسر آیا تھا۔

۳۸۔ نماز میں گلے تک کرتے کے بٹن بند رکھتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ آستین چڑھا کر نماز پڑھنے کو منع فرماتے تھے۔ اسی طرح پتلون کے پائینچے چڑھا کر نماز پڑھنے کو بھی منع فرماتے تھے۔ عمامہ پہنتے تو سخت اہتمام کرتے کہ ٹوپی نظر نہ آئے۔

۳۹۔ مزدوروں کو دن میں ایک بار سے زیادہ چائے پلاتے۔ اگر گرمی کا موسم ہوتا تو لسی پلاتے۔ یہ وطیرہ ہمیشہ جاری رہا، مرض وصال میں بھی۔

۴۰۔ اکثر اپنے چھوٹوں کی محفل میں بزرگوں کے واقعات بہت دلچسپی کے ساتھ سناتے۔ حکایتوں میں واقعات کی ترتیب ہمیشہ یکساں رہتی۔ یہ واقعات ان کی زبان سے اتنے تواتر کے ساتھ سنے ہیں کہ بہت سی خاندانی روایتیں ان کے بچوں کو ازبر ہو گئی ہیں۔ شاید یہی ان کا بھی مقصد رہا ہو کہ علم سینہ کی روایت خاندان میں ختم نہ ہو۔

۴۱۔ چھپکلی سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔ کوئی نشان دہی کرتا کہ آپ کے پلنگ پر چھپکلی ہے تو اسے بہت آہستگی سے ہٹا دیتے تھے، وحشت کا اظہار نہیں کرتے تھے۔

۴۲۔ شعرا میں حضرت حسان، جامی، سعدی، مولانا روم، خسرو، میر، غالب، داغ اور سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت کے اشعار پڑھتے۔ اشعار پڑھتے وقت ایک عجیب جذبے کی سی کیفیت طاری ہو جاتی۔ یہی حال تب ہوتا جب وہ حضور صاحب البرکات کے اشعار پڑھتے تھے خصوصاً ان کے ترجیع بند کے اشعار۔

۴۳۔ صحابہ کرام میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اولیائے کرام میں حضور غوث پاک، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضور صاحب البرکات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا ذکر سب سے زیادہ فرماتے۔

۴۴۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پیغمبروں میں سب سے زیادہ ذکر

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرماتے۔
۴۵۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے انھیں کبھی مزارات کا بوسہ لیتے دیکھا ہو۔
۴۶۔ خود کو حالاتِ حاضرہ سے باخبر رکھنے کے لیے پابندی سے ریڈیو پر خبریں سنتے تھے۔ شب جمعہ میں پاکستان ریڈیو سے میلاد بھی بہت شوق کے ساتھ سنتے تھے۔
۴۷۔ مہمانوں کی ضیافت بہت شوق سے فرماتے تھے۔ ان کی کوشش ہوتی تھی کہ گھر پر آنے والا کھانا کھا کر جائے یا کم از کم ناشتہ ہی کر لے۔ وہ بھی نہیں تو چائے تو ضرور پی کر جائے۔

۴۸۔ دستاویزات اور خاندانی کتابوں کے نادر نسخوں کے بارے میں اکثر ہم بچوں کو تشریحی وضاحت کے ساتھ بتاتے تھے کہ فلاں چیز فلاں فلاں الماری میں ہے۔ اکثر یہ جملہ بھی کہتے۔ یاد رکھو میرے بعد یہ بات بتانے والا کوئی نہیں ہے۔

۴۹۔ رات کو عشا کے ایک گھنٹے بعد سونے کے لیے لیٹ جاتے تھے کہ فجر سے ڈیڑھ دو گھنٹے پہلے بیدار ہونے کی عادت تھی۔

۵۰۔ کسی بھی امتیاز کے حصول پر دعاؤں کے علاوہ ماڈی انعامات سے ضرور نوازتے تھے۔ عم محترم حضرت حسین میاں صاحب مدظلہ نے جب داڑھی رکھی تو اس خوشی میں پانچ سو روپے کا انعام عطا ہوا۔

۵۱۔ تعویذ دینے اور نمک شکر پانی دم کرنے میں بہت فیاض تھے۔ قرب و جوار، دور و نزدیک کے مرد اور عورتوں کا خانقاہ میں تانتا لگا رہتا۔ اللہ کے کلام کی برکت سے سبھی کی مرادیں بھی خوب پوری ہوتی تھیں۔ کوئی ناسمجھ تعویذ لے کر اگر ان کی طرف رقم بڑھاتا تو ہنس کر اس سے کہتے کہ اس کی مٹھائی لے کر اپنے گھر لے جانا۔

۵۲۔ بزرگوں کے یوم وصال کے روز درگاہ معلیٰ میں جا کر ایصالِ ثواب ضرور کرتے اور اکثر یہ محفل کی شکل میں ہوتا تھا۔

۵۳۔ اپنے مریدوں (جن کو وہ ”احباب“ کے نام سے یاد کرتے تھے) سے ان کے اہل خاندان کی خیریت ضرور دریافت فرماتے تھے اور روزگار، تعلیم اور دیگر معاملات کے سلسلے میں انھیں مفید مشورے بھی دیتے تھے۔

- ۵۴- کار میں ڈرائیور کے برابر والی نشست پر بیٹھتے اور تحدید لگادیتے کہ ۵۵-۶۰ کلومیٹر فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار پر گاڑی نہ چلائی جائے۔
- ۵۵- جہالت سے نفور رہتے تھے اور علم و اہل علم کی بہت توقیر فرماتے تھے۔ علم دینی کے علاوہ علم دنیا کے بھی قدردان تھے۔
- ۵۶- غریبوں سے محبت فرماتے تھے لیکن غربت مرغوب نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مفلسی ہو تو اس زمانے میں انسان عبادت بھی ڈھنگ سے نہیں کر سکتا۔ وہ رہبانیت بھی ناپسند فرماتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ اسلام کا سبق متوازن زندگی گزارتا ہے۔
- ۵۷- ہمیشہ مخاطب کے علم و فہم اور زبان دانی کی صلاحیت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ وعظ میں اگر کوئی مشکل اصطلاح آ جاتی تو اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے۔ مخاطب کا چہرہ دیکھ کر اندازہ کرتے کہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ نہیں۔ جب مطمئن ہو جاتے تب مضمون آگے بڑھاتے۔
- ۵۸- صبر پر حد درجہ عامل تھے۔ ہزاروں افراد اس کے گواہ ہیں کہ انھوں نے صبر کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ اپنی بڑی بیٹی کو شب میں دفن کیا اور صبح بقرعید کی نماز پڑھا کر خطبہ پڑھ کر ایک نظر تازہ قبر پر ڈالی اور تمام افراد کو بقرعید کی مبارک باد پیش کی۔
- ۵۹- از خود اپنی جسمانی تکلیفوں کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ کوئی تیمار داریات کرنے والا یا ڈاکٹر پوچھتا تب البتہ تفصیل سے بتاتے لیکن وہ بھی اس حد تک نہیں کہ پوچھنے والا پچھتاتے لگے۔
- ۶۰- روپے پیسے بہت بے ترتیبی سے رکھتے تھے۔ تکیے کے نیچے، گدے کے نیچے، چادر کے نیچے، ڈائری میں، رومال میں سرہانے، پائنتی غرض ہر جگہ کچھ نہ کچھ نقدی رکھی رہتی تھی۔ سب کو سمیٹ کر یکجا کرنے کی کوشش کرتے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضور احسن العلماء روپے کو اپنے پیروں کے نیچے رکھتے تھے۔ بحر العلوم سچ فرماتے ہیں۔ یہی ہم اولادوں کا بھی مشاہدہ رہا۔
- ۶۱- مسجد کھڑک بمبئی کے حجرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس میں
- میرے بھائی صاحب علیہ الرحمۃ کی روح کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔
- ۶۲- سفر سے واپس ہوتے تو سب کے لیے کوئی نہ کوئی تحفہ ضرور لاتے۔ میرے لیے اکثر بنیائیں اور رومال لے کر آتے تھے۔ ہمشیرہ صاحبہ اور اہلیہ صاحبہ کے لیے کپڑے لے کر آتے تھے۔ ملازمین کو بھی حسب فرمائش چیزیں لا کر دیتے تھے۔ بچپن میں ان سے اگر کوئی فرمائش کی تو فوراً قبول فرمائی۔ بمبئی سے مارہرہ شریف آنے میں دیر تھی۔ بڑے ابا علیہ الرحمۃ پہلے آنے والے تھے۔ انہیں کے ذریعہ بھیج دی تا کہ میرا انتظار لمبا نہ کھینچے۔ یہ فرمائش ابراہیمفل سے متعلق تھی۔
- ۶۳- قفل لگا کر اسے اچھی طرح کھینچ کر دیکھتے تھے کہ صحیح لگ گیا۔
- ۶۴- بازاروں میں گھومنا پسند نہیں تھا۔ بچوں کو نصیحت کرتے کہ بازار میں گھومنے پھر نے سے بہتر ہے کہ فیلڈ میں جا کر کھیلو اور کھیتوں باغوں کی سیر کرو۔
- ۶۵- معذوروں کی مدد کرنے میں بہت حریص تھے۔ کئی معذور افراد ان سے اپنا مقررہ اپنے اپنے معینہ وقت پر وصول کرتے تھے۔
- ۶۶- چبا چبا کر بات کرنے کو بہت ناپسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے جو بھی کہنا ہے، کھل کر کہو، واضح انداز میں کہو۔ وہ خود بھی بہت واضح انداز میں گفتگو فرماتے تھے۔
- ۶۷- روزنامچہ پابندی سے لکھا کرتے تھے۔ جب مصروفیات بہت بڑھ گئیں تو رجسٹروں کے بجائے چھوٹی چھوٹی ڈائریوں پر یادداشت لکھنے کا سلسلہ جاری رکھا۔ اعراس میں علمائے کرام خصوصاً بڑے ابا حضرت سید العلماء علیہ الرحمۃ کے وعظ کے نوٹس ضرور تیار کرتے تھے۔
- ۶۸- عرس قاسمی کی تیاری بہت جوش و خروش کے ساتھ کرتے تھے۔ دراصل ”عرس قاسمی“ کے لیے حضور تاج العلماء کی نصیحت و وصیت بھی یہی تھی کہ اس عرس کو اعلیٰ پیمانے پر منعقد کیا جائے۔ یہ عرس قاسمی جن خاندانی روایات اور شرعی حدود کی پابندیوں کے ساتھ ہوتا ہے، اس کا تقاضہ بھی یہی تھا کہ اس کے بارے میں ایسی ہی وصیت کی جائے اور اسے ایسے ہی اعلیٰ پیمانے پر منعقد کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ جانشین کو توفیق و طاقت، صحت و زندگی عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ الحبیب الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔

- ۵۴- کار میں ڈرائیور کے برابر والی نشست پر بیٹھتے اور تحدید لگادیتے کہ ۵۵-۶۰ کلومیٹر فی گھنٹہ سے زیادہ رفتار پر گاڑی نہ چلائی جائے۔
- ۵۵- جہالت سے نفور رہتے تھے اور علم و اہل علم کی بہت توقیر فرماتے تھے۔ علم دینی کے علاوہ علم دنیا کے بھی قدردان تھے۔
- ۵۶- غریبوں سے محبت فرماتے تھے لیکن غربت مرغوب نہیں تھی۔ فرماتے تھے کہ مفلسی ہو تو اس زمانے میں انسان عبادت بھی ڈھنگ سے نہیں کر سکتا۔ وہ رہبانیت بھی ناپسند فرماتے تھے۔ ارشاد فرماتے تھے کہ اسلام کا سبق متوازن زندگی گزارتا ہے۔
- ۵۷- ہمیشہ مخاطب کے علم و فہم اور زبان دانی کی صلاحیت کے مطابق گفتگو فرماتے۔ وعظ میں اگر کوئی مشکل اصطلاح آ جاتی تو اس کے آسان مترادفات کے ڈھیر لگا دیتے۔ مخاطب کا چہرہ دیکھ کر اندازہ کرتے کہ بات اس کی سمجھ میں آئی کہ نہیں۔ جب مطمئن ہو جاتے تب مضمون آگے بڑھاتے۔
- ۵۸- صبر پر حد درجہ عامل تھے۔ ہزاروں افراد اس کے گواہ ہیں کہ انھوں نے صبر کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔ اپنی بڑی بیٹی کو شب میں دفن کیا اور صبح بقرعید کی نماز پڑھا کر خطبہ پڑھ کر ایک نظر تازہ قبر پر ڈالی اور تمام افراد کو بقرعید کی مبارک باد پیش کی۔
- ۵۹- از خود اپنی جسمانی تکلیفوں کا ذکر نہیں کرتے تھے۔ کوئی تیمار داریات کرنے والا یا ڈاکٹر پوچھتا تب البتہ تفصیل سے بتاتے لیکن وہ بھی اس حد تک نہیں کہ پوچھنے والا پچھتاتے لگے۔
- ۶۰- روپے پیسے بہت بے ترتیبی سے رکھتے تھے۔ تکیے کے نیچے، گدے کے نیچے، چادر کے نیچے، ڈائری میں، رومال میں سرہانے، پائنتی غرض ہر جگہ کچھ نہ کچھ نقدی رکھی رہتی تھی۔ سب کو سمیٹ کر یکجا کرنے کی کوشش کرتے کبھی نہیں دیکھا گیا۔ بحر العلوم مفتی عبدالمنان صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ حضور احسن العلماء روپے کو اپنے پیروں کے نیچے رکھتے تھے۔ بحر العلوم سچ فرماتے ہیں۔ یہی ہم اولادوں کا بھی مشاہدہ رہا۔
- ۶۱- مسجد کھڑک بمبئی کے حجرے کو بہت پسند کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ اس میں

۶۹- عرس قاسمی برکاتی کے ایام میں ہم لوگوں نے انہیں صرف آخری دن زیارت آثار تبرکہ کے بعد کھانا کھاتے دیکھا۔ وہ بھی ایک مٹی کے پیالے میں چند بوٹیاں اور تندور کی دو روٹیاں۔

۷۰- وہ مقدمات کو شخصی تعلقات کے درمیان حائل نہیں ہونے دیتے تھے اور مدعی، مدعا علیہ سے ہمیشہ خندہ پیشانی کے ساتھ ملتے تھے۔

کیفیتِ وصال:

دیکھتے ہی دیکھتے دنیا سے اٹھ جاؤں گا میں
دیکھتی کی دیکھتی رہ جائے گی دنیا مجھے

کچھ شخصیتیں ایسی ہوتیں ہیں جو اپنی زندگی میں ہی افسانوی شہرت و مقبولیت اختیار کر لیتی ہیں۔ اس وقت میں ان کی زندگی کے بارے میں کچھ لکھنا چاہوں بھی تو ممکن نہیں۔ نہ ذہن کو اتنا یار، نہ ہاتھوں میں اتنی طاقت۔ ان کی یادوں کے جگنو ہمہ وقت جگ جگ جگ کر رہے ہیں۔ ایک بات کا دھیان کروں تو دوسری یاد آئے لگتی ہے۔ دوسری یاد کروں تو اگلی۔ ان کے آخری ایام خصوصاً زمانہ قیام دہلی حافظے میں منجمد ہو گیا ہے۔ ایک ایک منظر اپنی تفصیلی جزئیات کے ساتھ ذہن میں محفوظ ہے۔ میں اس وقت جان بوجھ کر صرف ان واقعات کا مختصر ذکر کروں گا جن کا تعلق وصال کے اشاروں سے ہے تاکہ ان کے بے شمار چاہنے والوں کو علم ہو سکے کہ نیک طینت اور پاک باطن انسان اپنے رب سے ملنے کی تیاری کس عزیمت و ہمت کے ساتھ کرتے ہیں۔

اس جہانِ خاک سے رخصت ہوئے ابھی چند ہی لمحے گزرے ہوں گے کہ میں نے ان کے داہنے پہلو کے پاس کھڑے ہو کر اذان پڑھی، پنج آیت شریف تلاوت کی اور شجرہ برکاتیہ پڑھ کر فاتحہ پڑھا۔ ڈاکٹر نے نم آنکھوں سے مجھے دیکھا اور میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لے گیا اور کہا کہ آپ کے والد صاحب آخری سے میں اللہ کے نام کا پاٹھ کر رہے تھے اور اتنے سکون کے ساتھ کر رہے تھے کہ میں سمجھ گیا کہ یہ فیصلہ کر کے جارہے ہیں، اب واپس نہیں ہوں گے۔ ورنہ دل کے مریض کو ہم تھوڑی دیر کے اندر طاقت و راجکشن اور مشینوں کی مدد سے دوبارہ زندہ کر لیتے ہیں مگر جو فیصلہ کر کے جائے اسے واپس لانا ناممکن ہوتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر صاحب فیصلہ تو اللہ

رب العزت ہی کرتا ہے، البتہ اس کے نیک بندوں کو اپنے آخری وقت کا علم ہو جاتا ہے۔ میں واپس اسی کمرے میں آ گیا۔ میرے سامنے وہ ٹکیلی و جمیل باوقار ہستی محو خواب تھی اور ایک پرسکون تبسم ان کے ہونٹوں پر ثبت تھا۔ میں نے سوچا کہ آج جو اتنے سکون و اطمینان کے ساتھ رخصت ہوئے ہیں، انھوں نے اپنے آخری وقت کے بارے میں بارہا بہت بلیغ اشارے کئے تھے مگر ہم کم ہمت لوگ ان اشاروں کا سامنا نہیں کرنا چاہتے تھے، اس لیے نظر انداز کرتے رہے۔

۸ اگست کو وہ علی گڑھ سے دلی امبولنس میں لیٹ کر آئے۔ مشہور ماہر امراض قلب ڈاکٹر غلیل اللہ کے مکان کے سامنے امبولنس سے اتارتے وقت ڈاکٹر نہال (فیملی ڈاکٹر) نے کہا کہ آپ کو سڑک کی خرابی کی وجہ سے سفر میں بہت تکلیف ہوئی ہوگی۔ انھوں نے فرمایا واپسی میں نہیں ہوگی۔

دہلی کے قیام کے دوران ہی اپنے خادم خاص ملاجی رفیق خاں سے کہا کہ اب زندہ رہنے کی کوئی تمنا نہیں ہے۔ بس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پاس بخیر و خوبی بلا لے۔ اسپتال کے کمرے میں رات کی ڈیوٹی برادر محترم سید شاہ محمد امین میاں، افضل سلمہ اور ملاجی اور اکبر کی ہوتی تھی۔ ایک شب امین بھائی کی آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آنکھ کھلی تو دیکھا کہ وہ دوزانو بیٹھے ہیں۔ فرمایا ”امین تم نے سلام نہیں کیا، حضرت صاحب تشریف لائے تھے۔“ (اہل خاندان حضرت صاحب سے مراد خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول رحمۃ اللہ علیہ سے لیتے ہیں)۔ امین بھائی نے کہا میں زیارت نہیں کر سکا ورنہ ضرور سلام عرض کرتا۔

پیر کا دن گزار کر عشاء کے وقت وصال فرمایا۔ اتوار کے دن جب میں ان کے کمرے میں گیا تو آنکھ کے اشارے سے پاس بلایا اور کہا جب تم کمرے میں نہیں ہوتے تو میں آنکھوں ہی آنکھوں میں تمہیں تلاش کرتا رہتا ہوں۔

سنیچر کے دن امین بھائی نے پوچھا: آپ کو عزیزوں میں سب سے زیادہ کون یاد آتا ہے؟ آب دیدہ ہو کر فرمایا ”بہا“۔ اہل خاندان مرشدی حضور تاج العلماء سید محمد میاں صاحب قدس سرہ العزیز کو ”بہا“ کہتے ہیں۔ اسی دن بڑے ابا حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ کو بھی تادیر یاد کیا۔ ایک دن برادر مکرم سید جمال الدین اسلم کی موجودگی میں ہم لوگوں

سے کہا ”بیٹا اب ہم اپنے پیا کے گھر جائیں گے۔“ میں اس جملے سے دہل گیا۔ میں نے اس کا اظہار بھی کیا اور کہا کہ آپ ایسا کیوں کہہ رہے ہیں جب کہ آپ کی طبیعت بھی اب بفضلہ تعالیٰ اچھی ہوتی ہے۔ فرمایا ”بیٹا ہم تو چلے پیا کے گھر۔“ پھر نشانی کے انداز میں بولے ”بیٹا موت تو برحق ہے۔“

غالباً اسی دن اسلم بھائی سے کہا: ”تم سب بھائی اتحاد کے ساتھ رہنا۔ اسی دن مجھ سے فرمایا کہ جب ہمیں پرسوں یہاں سے لے چلنا تو ہمارے مرشد یعنی ہمارے نانا کے گھر صدر دالان میں لے چلنا۔ ان کے انتقال کے بعد میت اسی جگہ لائی گئی اور اسی دن لائی گئی جس کے بارے میں وہ اشارہ کر چکے تھے۔ اتوار کے روز بھاپ کی سنکائی کی۔ میں نے پوچھا کچھ افاقہ ہوا فرمایا۔ دیکھو اور یہ کہہ کہ قرات کے ساتھ سورۃ اخلاص تلاوت فرمائی۔ جب تین مرتبہ پڑھ چکے تو ان کی نکان کے پیش نظر میں نے عرض کیا: آپ فرمایا کرتے تھے کہ تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھنے کا ثواب قرآن عظیم پڑھنے کے برابر ہوتا ہے۔ فرمایا ہاں! اور یہ کہہ کر پھر تین مرتبہ سورہ اخلاص شریف کی۔ تلاوت کی بعد میں سورہ فاتحہ کی تلاوت کی اور پانچ بار آمین کہا پھر سورۃ الم پڑھی اور اس کے بعد اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کا مشہور قصیدہ نور یہ لکھن میں پڑھنا شروع کیا۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹنا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرا نا نور کا
اے رضا یہ احمد نوری کا فیض نور ہے
ہوگئی تیری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اسی وقت ڈاکٹر نے آکر کہا: آج تو آپ بہت خوش مزاج نظر آ رہے ہیں۔ فرمایا ڈاکٹر صاحب ہم بد مزاج کب تھے؟ پھر آپ کو دیکھ کر اور بھی خوش مزاج ہو جاتے ہیں۔ ڈاکٹر ہنسنے لگا۔ اس نے کہا: ہم لوگ چاہتے ہیں کہ آپ جو کچھ بھی پڑھیں، دھیے دھیے پڑھیں کیوں کہ زور سے پڑھنے میں انرجی کا بہت استعمال ہوتا ہے۔ فرمایا: ٹھیک ہے! ہم اب دھیرے دھیرے پڑھا کریں گے۔

اسی دن والدہ محترمہ کو پاس بلا کر فرمایا: تم کچھ مغموم نظر آ رہی ہو۔ ہمارا تمہارا ۴۷ برس کا ساتھ ہے۔ کبھی کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کر دینا۔ والدہ نے فرمایا: ”ہمیں تمہاری اور تمہیں ہماری کوئی بات کبھی بری نہیں لگی ورنہ اتنا لمبا ساتھ کیسے ہو پاتا۔“ یہ سن کر وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرائے۔

اتوار کی شام کو میرے سسر صاحب پروفیسر سید علی اشرف صاحب اور برادر نسبتی ڈاکٹر سید شاہد اشرف عیادت کو آئے۔ ان سے کلمہ طیبہ کی فلسفیانہ ماہیت کے بارے میں دیر تک گفتگو رہی۔ پھر وہ دیر تک ان کی بیٹی یعنی اپنی بہو کی تعریفیں کرتے رہے کہ اس نے بمبئی کے قیام کے دوران بہت پابندی کے ساتھ میرے کھانے، پینے اور آرام کا خیال رکھا۔ جب وہ رخصت ہونے لگے تو مجھ سے فرمایا: بیٹا! تیمم کا ڈھیلہ لاؤ۔ وضو کے لیے اس وقت حکم رخصت پر عمل کرنا ہے، عصر کا وقت آچکا ہے۔ میں نے عرض کیا: اس وقت خود نماز کے واسطے بھی آپ کے لیے حکم رخصت ہے۔ آپ اچھے ہو کر پڑھ لیجئے گا۔

رات ہوئی تو فرمایا کہ مجھے کروٹ سے لٹا دو۔ میں نے کروٹ دلائی تو بہت خوش ہوئے اور مجھ سے فرمایا اب تم اپنی قیام گاہ واپس جاؤ، میں بھی سونا چاہتا ہوں۔ میں نے خدا حافظ کہا۔ فی الفور جواب نہیں ملا۔ جب میں دروازے کے پاس پہنچ گیا تو انھوں نے باواز بلند کہا۔ ”خدا حافظ و ناصر۔“ اس آخری رات وہ بہت اطمینان سے سوئے۔ غالباً ۴ گھنٹے بخواب رہے۔

جب میں ساڑھ نو بجے صبح بروز پیر اسپتال کے کمرے میں آیا تو مجھے محسوس ہوا کہ سانس پر ہلکا سا زور ہے۔ وہ آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے تھے۔ میں نے کان لگا کر سنا تو علم ہوا کہ وہ اپنا روزمرہ کا وظیفہ پڑھ رہے ہیں جو ہمیشہ رات کو ڈھائی تین بجے اٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ کیوں کہ اس دن کے بعد شب میں ان کو دنیا میں قیام نہیں کرنا تھا۔ اس لیے معمول توڑ کر وہ دن میں وظیفہ کی تلاوت کر رہے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ کل تو آپ نے وظیفہ مختصر کر لیا تھا، آج مکمل کیوں پڑھ رہے ہیں؟ طبیعت پر زور پڑے گا۔ میری اس بات کا جواب نہیں دیا بلکہ رفتار کچھ اور تیز کر دی۔ کمرے میں ملا جی رفیق، اکبر قادری اور والدہ محترمہ موجود تھے۔

جب وظیفہ اور تلاوت مکمل کر چکے تو چہرے پر اطمینان کا چاند چمکنے لگا۔ مجھ سے

فرمایا اب تم سناؤ۔ میں نے کہا کیا سناؤں؟ تب بہت فیصلہ کن لہجے میں آواز بلند فرمایا ”قرآن سناؤ۔“ میں نے آیۃ الکرسی سے ابتدا کی۔ سن کر فرمایا ”اور پڑھو“ تب میں نے سورۃ قدر کی تلاوت کی سن کر فرمایا اور پڑھو۔ میں نے ایک اور سورت پڑھی۔ وہ مسلسل فرماتے رہے اور پڑھو۔ یہاں تک کہ میں نے چاروں قل پڑھ لئے۔ پھر فرمایا اور پڑھو۔ ب میں نے ان کی خوشی بڑھانے کے لیے سورۃ فاتحہ قرات کے ساتھ پڑھی۔ ایاک نستعین پر میں نے کچھ وقفہ کیا۔ وہ آنکھیں بند کئے بہت دھیان سے سن رہے تھے، شاید خیال فرمایا کہ میں بھول گیا ہوں فوراً ٹوکا اهدنا الصراط المستقیم۔ جب میں نے سورۃ فاتحہ ختم کی تو آواز بلند ”آمین“ کہا اور فرمایا کہ جو کچھ پڑھا ہے مجھ پر پھونک دو۔ میں نے تعمیل کی اور دیکھا کہ چہرے پرسکون کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔

فوراً ہی بعد مجھ سے کہا۔ چہرے پر ٹھنڈا پانی لگاؤ۔ میں نے پوچھا: کیا پیاس لگ رہی ہے؟ فرمایا نہیں۔ میں نے پوچھا گرمی لگ رہی ہے؟ فرمایا نہیں۔ تب میرا اندر کا قلب دھڑکا۔ معاً ایک لمحے کے دسویں حصے میں یہ خیال بجلی کی طرح کوندا کہ یہ وقت وصال کی سنت ہے۔ مجھ سے چہرے پر ٹھنڈا پانی کئی بار لگوا دیا۔ گردن پر بھی لگوا دیا۔ ملاجی رفیق نے مجھ سے اشارتاً منع بھی کیا مگر میں نہیں مانا۔ کیوں کہ اس عمل سے ان خوشگوار محاسن کا احساس ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد تولیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: اب خشک کر دو۔ میں نے تعمیل کی۔

اب عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا۔ میں نے چند دوائیں پیں کر شہد میں ملا کر دیں۔ دواؤں کے نام سے بیزار تھے مگر شہد کی وجہ سے خوشی خوشی قبول کیں۔

اسی وقت ماہر امراض سینہ ڈاکٹر ہیرا نے آ کر معائنہ کیا اور بتایا کہ پھیپھڑوں میں بذات خود کوئی مرض نہیں ہے، سانس پر جو بار ہے وہ قلب کی وجہ سے ہے۔ اس نے کچھ دوائیں کم کرنے کی ہدایت کی اور اطمینان دلا کر چلا گیا۔

اسی وقت ڈیوٹی ڈاکٹر نے آ کر بتایا کہ خون کے سارے ٹیسٹ ہو گئے ہیں اور تمام رپورٹیں نارمل آئی ہیں۔ ہم لوگوں نے خدا کا شکر ادا کیا۔

انتقال والے روز یعنی اس دوشنبہ کو ایک عجیب بات محسوس کی کہ وہ عموماً کھانے پینے سے پہلے ٹوپی ضرور پہن لیتے تھے لیکن اس دن یہ اہتمام تھا کہ صبح سے لے کر وقت آخر تک ٹوپی نہیں اتاری اور ہر چیز قرآنی آیات پڑھ پڑھ کر دم کر کے استعمال کی،

چاہے وہ دوا ہو یا غذا۔ حتیٰ کہ حلق سینکے کے لیے جو بھاپ استعمال کر رہے تھے، اس پر بھی پڑھ پڑھ کر پھونکتے جا رہے تھے۔ وصال کے دن جو بھی شے ان کے بدن میں گئی، چاہے غذا ہو یا دوا، چاہے ٹھوس ہو یا رقیق حتیٰ کہ بھاپ بھی، سب کی سب اللہ رب العزت کے پاک نام کے ساتھ گئیں۔ پیشاب کی خلت محسوس ہوئی تو میں دو ڈاکٹروں کو لے کر آیا۔ جب فارغ ہوئے تو میں نے کہا آپ کو بول سے فراغت ہو گئی ہے۔ یہ سن کر اکبر قادری کی طرف دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرنے والے انداز میں سر کو جنبش دی۔ میں نے اور ڈاکٹروں نے ایک ساتھ مانیٹر کو دیکھا۔ وہ بلڈ پریشر بہت نیچے بتا رہا تھا۔ ڈاکٹر نے نرس کو آواز دے کر ایک انجکشن منگایا۔ وہ پایا کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ اسے شدید حیرانی تھی کہ بلڈ پریشر کی اتنی شدید گراؤٹ کے باوجود مریض کے چہرے پر اس بات کا کوئی تاثر نہیں ہے۔ انجکشن لگایا گیا، انھوں نے اکبر کی طرف دیکھ کر خدا حافظ کہنے والے انداز میں دونوں ہاتھ ہلائے۔ یا اللہ یا رحمن یا رحیم کا ورد کیا اور تین بار سے زیادہ اللہ اللہ کہتے ہوئے پیچھے جھک کر سر مبارک کو بستر پر رکھ دیا، ٹانگیں بالکل سیدھی کر لیں، اور دونوں ہاتھوں کو نیت کے مقام پر لا کر اللہ کا ورد جاری رکھتے ہوئے سانس کی ڈور دھیمے سے قطع کی اور جان جاں آفریں کے سپرد کردی اور اپنے آخری ایام بالخصوص آخری لمحات کو سورۃ فجر کی ان آیتوں کا مصداق بنا دیا کہ اے اطمینان والی روح! چل اپنے رب کی طرف، اس طرح کہ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔

وقت وصال ہونٹوں پر جو تبسم تھا، وہ ہزاروں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ تدفین کے بعد وہ تبسم اور بڑھ گیا ہوگا جب پیارے محبوب پاک، سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک قبر اطہر میں سامنے لائی گئی ہوگی۔

ان کی اولاد، ان کی زوجہ، ان کے خادم اور مریدین اور ڈاکٹر گواہ ہیں کہ اپنی علالت کے دوران انھوں نے ایک بار بھی نہ کسی درد کی شکایت کی، نہ کسی تکلیف کا ذکر کیا۔ نہ ان کے منہ سے کوئی آہ سنی، نہ کراہ۔ وصال سے دو روز قبل میں نے پوچھا: آپ کو کوئی تکلیف ہو تو بتائیے۔ فرمایا مجھے تو محسوس نہیں ہوتی، تمہیں معلوم ہو تو بتاؤ۔

انتقال سے ایک روز قبل اکبر قادری اور مجھ سے فرمایا: کہ دیکھو یہ حضرات آگئے ہیں۔ ہم دونوں نے کہا: ہمیں تو کوئی نظر نہیں آ رہا تو فرمایا کہ دیکھو! ان میں بچے

بھی ہیں۔ رحمت کے ان فرشتوں کی موجودگی کا احساس وہ اس سے پہلے بھی کئی بار کر چکے تھے اور اس کا اظہار بھی کر چکے تھے۔

انتقال سے ایک روز پہلے ہی ہم سب اولادوں اور مریدوں کے سامنے میر کا مشہور زمانہ شعر پڑھا۔

ناحق ہم مجبوروں پر تہمت ہے مختاری کی

جو چاہیں سو آپ کریں، ہم کو عبث بدنام کیا

یہ اور اس قسم کے متعدد بلیغ اشارے اپنے وصال کے بارے میں صادر کرتے رہے، لیکن ہم کم ہمت لوگ جان بوجھ کر ان اشاروں کو قبول کرنے سے گریز کرتے رہے۔ وہ بھی ہم لوگوں کی کیفیت سے واقف تھے۔ اسی لیے ان کا اگلا اشارہ پچھلے اشارے سے بلیغ تر ہوتا گیا، حتیٰ کہ وہ وقت آ گیا جب انھوں نے پانی سے اپنے چہرے کو نم کرایا، اس کے بعد ان کے چہرے پر بہت ساسکون آ گیا تھا۔ اب میں سوچتا ہوں تو خیال آتا ہے کہ اتنے زبردست سکون و اطمینان کی دو وجہیں رہی ہوں گی۔ اول تو یہ کہ وصال کے قرب کی خوشی سے مسرور ہوں گے۔ دوسری وجہ یہ کہ انھیں یقین ہو گیا ہوگا کہ ان کے متعلقین سنت رسول پر عمل کرتے دیکھ کر جان چکے ہوں گے کہ اب لمحہ وصال بہت دور نہیں۔ سب کے سب اس صدمہ عظیم کو برداشت کرنے کے لیے تیار ہو چکے ہوں گے۔ سوچیں تو معلوم ہوتا ہے کہ رخصت کے وقت بھی انھیں ہم لوگوں کی دل جوئی کا کتنا خیال تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے وصال کا وہ لمحہ منتخب کیا جب ان کی اولادیں خصوصاً امین بھائی اور نجیب حیدر سلمہ ان سے تھوڑے فاصلے پر تھے۔ کیوں کہ اگر یہ دونوں اسی کمرے میں موجود ہوتے تو قیامت کا سماں پیدا ہو جاتا۔ ان کی بخشش و مغفرت کے لیے اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا کرم، سرور کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شفاعت، حضور غوث پاک کی غلامی کا شرف اور ان کے نیک اعمال انشاء اللہ تعالیٰ بہت کافی ہیں اور پھر لمحہ وصال کی پر عظمت تیاری، وقت آخر کی ایمان سے بھرپور طمانیت، اسم اللہ کا ورد، لاکھوں کروڑوں انسانوں کی آنسو بھری دعائیں مستزاد۔

ع آسمان تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

چشم ظاہر کے سامنے اب وہ نورانی پیکر موجود نہیں۔ ان کے چاہنے والوں،

عقیدت مندوں اور مریدوں کے لیے ان کی نشانیوں کے طور پر ہم بھائی موجود ہیں لیکن ہم اہل خاندان کے لیے ان کا بدل کوئی نہیں ہے۔

ع ایسا کہاں سے لاؤں کہ تجھ سا کہیں جسے

تصور کی آنکھ جب ان کا مشاہدہ کرتی ہے تو ان کا مسکراتا ہوا چہرہ سامنے آ جاتا ہے اور کانوں میں ایک آواز سی گونجتی ہے۔

ع ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم

بحیثیت مجموعی وہ برکت کا استعارہ تھے۔ خانقاہ میں قیام ہوتا تو خانقاہ میں برکت رہتی۔ کسی کے گھر قیام ہوتا تو اس کا گھر برکتوں سے بھر جاتا۔ وہ سراپا خیر و برکت تھے۔ آج بھی بفضلہ تعالیٰ ان کی روحانی برکتیں ان کی اولاد، اعزہ اور مریدین و متوسلین کے ساتھ ہیں۔ آج بظاہر وہ ہماری آنکھوں کے سامنے نہیں ہیں۔ اکثر ان کی ضرورت پیش آتی ہے۔ ہم انہیں یاد کر کے محسوس کر لیتے ہیں۔ وہ ہمارے پاس آ جاتے ہیں اور دیر تک رہتے ہیں۔

تمہاری یاد کے جب زخم بھرنے لگتے ہیں

کسی بہانے تمہیں یاد کرنے لگتے ہیں

خلفائے کرام

حضرت علامہ مفتی شریف الحق قادری برکاتی امجدی قدس سرہ نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ والرضوان کے خلفاء کی نشان دہی کی ہے۔

اخلاف:

حضرت کے چار صاحبزادے ہیں حضرت سید شاہ محمد امین میاں صاحب ولی عہد سجادہ، حضرت سید محمد اشرف صاحب، حضرت سید محمد افضل صاحب اور حضرت سید نجیب حیدر صاحب، ایک صاحبزادی ہیں ثمینہ خاتون۔

خلفاء:

مریدین کی تعداد کا علم صحیح کسی کو نہیں اور نہ ہو سکتا ہے۔ پوری دنیا میں لاکھوں لاکھ پھیلے ہوئے ہیں لیکن جتنی مریدین کی تعداد زیادہ ہے، خلفاء کی تعداد بہت ہی کم ہے، اس کا خاص سبب یہ ہے کہ آپ ہر طالب کو خلافت سے نہیں نوازتے تھے بلکہ بہت تحقیق و تفتیش کے بعد خلافت عطا فرماتے۔ خلفاء کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

جناب سید شاہ آل رسول حسنین میاں صاحب، صاحبزادہ اکبر حضرت سید شاہ محمد امین صاحب سجادہ نشین، شہزادہ حضرت سید شاہ محمد اشرف، شہزادہ حضرت سید شاہ محمد افضل میاں صاحب، شہزادہ حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں برکاتی صاحب۔

حضرت علامہ اختر رضا صاحب ازہری جانشین مفتی اعظم ہند، جناب سید شاہ ضیاء الدین صاحب کالپی شریف، حضرت علامہ مفتی عبدالمنان صاحب مبارکپور، حضرت علامہ مفتی جلال الدین صاحب امجدی، فیض الرسول براؤں شریف، حضرت علامہ صوفی نظام الدین صاحب امرڈو بھا، حضرت علامہ سید اصغر امام صاحب انجھڑ شریف ضلع اورنگ آباد، جناب مولانا جمال رضا خاں صاحب نواسہ مفتی اعظم ہند، جناب مولانا ابوجاماد احمد میاں صاحب برکاتی حیدر آباد سندھ پاکستان، جناب حاجی محمد عارف صاحب کراچی پاکستان، جناب منشی عبدالقدیر صاحب عرف پھول خاں صاحب گولی علاقہ کالپی شریف، جناب حاجی عبدالحمید صاحب برکاتی جے پور، جناب قاری امانت رسول صاحب پیلی بھیتی، اور یراقم الحروف بھی۔ (مفتی شریف الحق امجدی)

میری معلومات کے مطابق یہ حضرات حضور احسن العلماء، کے خلفاء کرام ہیں۔

بقیہ خلفا:

مولانا اسماعیل جانی، مولانا سبحان رضا خاں صاحب بریلی شریف، مولانا احسن المظفر صاحب کلکتہ، مولانا غلام ربانی فائق ابن شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی قدس سرہ۔

حضرت امین ملت کی بیاض سے علم ہوا کہ دیگر خلفائے کرام کے نام نامی اس طرح ہیں:

☆ حضرت مفتی محمد خلیل خان صاحب قادری برکاتی مفتی اعظم سندھ

☆ حضرت مفتی جمیش محمد صاحب مفتی نیپال

☆ حاجی عبدالغفار نوری اندور

☆ مولوی سخی اللہ صاحب اندور

☆ مولوی سخاوت علی برکاتی مگر

☆ مفتی محمد لطف اللہ صاحب مفتی مٹھرا

☆ الحاج محمد عمر قاسم صاحب

☆ مفتی سید محمد عارف رضوی نان پارہ

☆ مفتی محمد مظفر احمد قادری داتا گنجوی

☆☆☆ ایک شفیق مربی (قدائے مرشد محمد اکبر قادری برکاتی)

سینچر کے روز حضرت نجیب میاں صاحب سے فرمایا: بیٹا امام احمد رضا کو جانتے ہو؟ نجیب میاں نے جواب دیا: پاپا اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا۔ فرمایا: بس ان کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔ اتوار کو ڈاکٹر کے کہنے کے مطابق ہم لوگوں نے حضرت کو کافی دیر تک دوپہر میں بٹھایا جس وغیرہ پلایا۔ حضرت ذرا خوش نظر آئے اور انھوں نے یہ بتانے کے لیے کہ سینہ اور گلا ٹھیک ہے اور بلغم بالکل نہیں ہے سورہ فاتحہ شریف کی تلاوت بڑی پیاری قراءت کے ساتھ کی۔ اور پانچ بار آمین کہا۔ اس کے بعد سورہ اخلاص شریف کی تلاوت پانچ مرتبہ کی۔ حضرت اشرف میاں صاحب نے کہا: پاپا آپ نے بتایا تھا کہ تین بار سورہ اخلاص پڑھنے سے ایک قرآن عظیم ختم کرنے کا ثواب ملتا ہے تو فرمایا ہاں! اس کے بعد قصیدہ نور کے تین شعر پڑھے۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹھا ہے باڑا نور کا صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

اے رضایہ احمد نوری کا فیض نور ہے ہو گئی میری غزل بڑھ کر قصیدہ نور کا

اور بھی پڑھنا چاہتے تھے مگر ہم لوگوں نے ڈاکٹر کا حوالہ دے کر منع کیا کہ زیادہ بولنے اور زور زور سے پڑھنے سے سانس پر زور پڑتا ہے۔ اسی دن حضرت اسلم میاں صاحب اور افضل میاں صاحب کی موجودگی میں اپنے بزرگوں کے حالات بیان کرتے رہے۔ حضرت ستھرے میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے تینوں صاحبزادوں اور ان کی سجادہ نشینی کے بارے میں بتایا اور آپس میں سب بھائی متحد و متفق رہیں اس کی تلقین کی۔ فرمایا دشمن یہی تو چاہتا ہے کہ ہمارا اتحاد ختم ہو اور وہ ایک ایک کر کے الگ الگ کمزور دے۔

اتوار کے روز حضرت اشرف میاں صاحب کے خسر محترم جناب سید علی اشرف صاحب اور ان کے بڑے صاحب زادہ حضرت صاحب کو دیکھنے کے لیے آئے تو ان

صاحب ہمارا پہرہ دے رہے ہیں۔ حضرت نجیب میاں صاحب قبلہ دام ظلہ نے تو سب سے زیادہ حضرت کی قربت و صحبت پائی۔ یہی وجہ ہے کہ اچھے اخلاق والے اور حسن انتظام میں ماہر ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہر دل عزیز بھی ہیں۔

پیرانی صاحبہ سے بے انتہا محبت فرماتے اور ہر وقت ان کا خیال رکھتے۔ ہسپتال میں جب امی جان حضرت صاحب کو دیکھنے کے لیے آتیں جیسے ہی ان کے روم میں داخل ہوتیں، خود سلام میں پہل کرتے اور بہت خوش ہو جاتے۔ اپنے وصال سے ایک یا دو روز پہلے امی جان آئیں تو فرمانے لگے اچھا یہ بتاؤ کہ تم ہم سے ناراض تو نہیں ہو؟ اگر زندگی میں کوئی تکلیف پہنچی ہو تو معاف کر دینا۔ امی جان نے فرمایا: بوڑھے ہو گئے۔ اگر ناراض ہوتے تو اتنی زندگی کیسے گذرتی۔ فرمایا بس تو ٹھیک ہے۔

اپنے برادر عزیز حضرت سید حسین میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے بہت محبت فرماتے۔ حضرت حسین میاں صاحب نے بعد وصال فرمایا کہ میں نے اپنے والد اور اپنے بڑے بھائی صاحب کے دنیا سے جانے کے بعد ان کو ہی اپنا سب کچھ سمجھ لیا تھا مگر وہ بھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے جن کو ایک نظر دیکھ کر تسلی ہوتی تھی۔ بڑی خلو والدہ سیدہ بشری مدظلہا و حضرت سید اسلم میاں صاحب اور چھوٹی خلو والدہ سیدہ حمیرا مدظلہا کی بہت تعریف کرتے اور فرماتے اب ایسی بہنیں کہاں ہوتی ہیں۔

میرے مرشد مریدین و متوسلین کے تو رب مجازی تھے ہی، اپنے گھر والوں کی بھی آنکھوں کے تارے تھے۔ کسی انسان کے اچھے اخلاق و کردار کے بارے میں گھر والوں خاص طور پر بالکل قریبی لوگوں سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ میرے مرشد انسانیت، اخلاق اور کردار کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز تھے۔ دنیاوی حرص و ہوس سے کوسوں دور تھے۔ اکثر فرماتے: میرے دل میں کوئی خواہش و تمنا باقی نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ اپنے حضور بخیر و خوبی بلا لیں اور ہوا بھی ایسا ہی۔ جس دن ان کا وصال ہوا، وہ قرآن عظیم کی تلاوت فرما رہے تھے۔ ویسے روزانہ ایک منزل تلاوت کرنے کا تو ان کا معمول ہی تھا۔ اپنے وصال سے چند ساعت پہلے تک وہ بالکل ہوش و حواس میں تھے۔ اپنی مبارک زبان سے ”یا اللہ، یا رحمن، یا رحیم“ کا ورد فرما رہے تھے۔ فرما رہے تھے کہ میرے اوپر پانی ڈالو تو حضرت اشرف میاں صاحب نے چہرہ اور

سے بڑے موڈ میں حضرت صاحب نے باتیں کیں۔ دوران گفتگو سید علی اشرف صاحب نے ایک جملہ کہا ”گہری جڑ اور اونچی شاخ“ تو اس پر بہت خوش ہوئے۔ سید علی اشرف صاحب نے پوچھا، خاص خاص چیزیں بتادیں کھانے کے لیے تو فرمایا: عام عام چیزیں نہ بتاؤں؟ حضرت اشرف میاں صاحب کی اہل خانہ سیدہ نشاط بھابی مدظلہا کی بہت تعریف کی۔ فرمایا: اس نے میرا بہت خیال رکھا۔ جب تک بمبئی میں رہا، بہترین کھانا ڈاکٹروں کی ہدایت کے مطابق خود اپنے ہاتھ سے بنا کر کھلاتی اور ہر وقت میرا خیال رکھتی۔ اخلاق کی بہت اچھی ہے، ہر دم ہستی ہی رہتی ہے۔ خوب صورت و خوب سیرت اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود غرور و تمکنت نہیں ہے۔

حضرت صاحب اپنے سبھی بچوں اور بہوؤں سے بہت خوش تھے اور خدا اور رسول کا شکر ادا کرتے تھے۔ حضرت نے اپنے سبھی صاحب زادوں کو اعلیٰ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا۔ دینی تعلیم تو ان کی میراث ہے ہی، دنیاوی تعلیم میں بھی کوئی ان سے آنکھ نہیں ملا سکتا۔ حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ مدظلہ کو ہمیشہ اپنے بیٹے کی طرح چاہتے۔ کہتے تم پانچوں بھائی ماشاء اللہ ذی عقل و پڑھے لکھے ہو۔ مسجد کھڑک میں جب بھی حضرت حسنین میاں صاحب قبلہ حضرت صاحب سے ملاقات کے لیے آتے تو فرماتے: آؤ آؤ لکھا آؤ یہاں بیٹھو ہمارے پاس اور جب تک حضرت بھائی صاحب قبلہ تشریف رکھتے، حضرت انھیں سے مخاطب رہتے اور اپنے خاندان کے بزرگوں کی باتیں کرتے رہتے۔

فطری طور پر بڑے صاحب زادہ، ولی عہد و جانشین ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ کو سب سے زیادہ چاہتے اور فرماتے سب بچوں میں سب سے زیادہ ذی علم و ذی استعداد ہیں۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی کو ان کی سنجیدہ مزاجی، مزاج شناسی اور حلم و بردباری کی وجہ سے بہت چاہتے تھے۔ ایک بار حجرہ کھڑک میں مجھ سے فرمایا کہ میرے سب سے زیادہ کام آنے والا میرا بچہ مجھ سے دور ہو گیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ کا کانپور سے بمبئی تبادلہ ہوا تھا۔ مسلمان افسروں کی نظروں میں بہت کھلتا ہے۔ حضرت افضل میاں صاحب کے بارے میں فرماتے: اللہ اسے اچھا رکھے۔ بہت ہمت والا اور بلند حوصلہ والا ہے۔ ایک رات جی بی پنٹھ ہسپتال میں ذرا ہنستے ہوئے فرمایا: دیکھو ایس پی

ہاتھوں پر پانی کے چھینٹے مارے۔ جب بار بار فرمانے لگے تو میں نے روئی بھگالی اور اس سے روشن و تابناک چہرہ مبارک کو تر کرنے لگا۔

اچانک میری طرف پیاری پیاری محبت و شفقت بھری نظروں سے دیکھا اور سر کا ایک طرف ہلکا سا اشارہ کیا۔ میں یہ سمجھا کہ بتا رہے ہیں کہ بالکل ٹھیک ہوں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں نے بھی ہاتھ کے اشارے سے اور زبان سے کہا ہاں۔ اور بس یہی ساعت تھی کہ وہ دار فانی سے دار بقا کی طرف بہت تیزی سے روانہ ہو گئے۔ انا اللہ و انا الیہ راجعون۔ میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اتنے پرسکون انداز سے طبیعت نہیں بتا رہے ہیں بلکہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم جارہے ہیں۔ خدا حافظ۔

میرے آنسو خشک ہو گئے۔ ڈاکٹر نے حضرت کے دل کی جگہ پر ہاتھ رکھ کر جھٹکے دینا شروع کر دئے۔ میں نے کہا: یہ کیا کر رہے ہیں تو ڈاکٹروں نے مجھ کو اور رفیق بھائی کو کمرہ سے باہر نکال دیا۔ میں درار سے جھانکنے لگا کہ ابھی میرے حضرت کو ہوش آ جائے گا مگر وہ شعر صحیح معلوم ہونے لگا۔

جو گیا ملک عدم پھر نہیں آنے کا وہ

چند روزہ زندگانی پھر نہیں پانے کا وہ

خداوند قدوس کے معصوم و فرماں بردار فرشتے اپنا کام کر چکے تھے اور ایک جہاں کو تڑپنے اور بلکنے کے لیے چھوڑ چکے تھے۔ حضرت اشرف میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی وہیں موجود تھے مگر کچھ اشارہ سمجھ کر حضرت افضل میاں صاحب جو امی جان کو ان کے کمرہ میں پہنچانے گئے تھے، بلانے چلے گئے۔ واپس آئے تو ہم لوگوں کو کمرہ سے باہر دراروں سے جھانکتے ہوئے دیکھ کر سمجھ گئے پھر ان کی جو کیفیت ہوئی، ایک حساس دل ہی جان سکتا ہے۔

ہم موت کے بارے میں سنا کرتے تھے کہ بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ واقعات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے اور دل کا پنے لگتا۔ مگر میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ میرے مرشد کے جو آخری لمحات تھے اس وقت چہرہ پر بڑا سکون اور اطمینان تھا اور زبان پر تو ذکر خدا یا اللہ، یا رحمن یا رحیم تھا ہی۔ میں نے تقریروں میں سنا تھا کہ مرد مومن اور اللہ کے نیک بندے جب دنیا سے کوچ فرماتے ہیں تو انھیں کسی بات کا ملال

نہیں ہوتا ہے بلکہ وہ اپنے خدا و رسول کے دیار کے لیے بے تاب ہوتے ہیں۔ ان کے چہروں پر عجیب و غریب رونق آ جاتی ہے۔ بلا مبالغہ میں نے یہی حال اپنے مرشد کا دیکھا اور اس واقعہ کا میں اکیلا گواہ نہیں، ان کے جنازے میں شریک ہونے والے ہزاروں دیوانے اور سیکڑوں علماء بھی ہیں۔ میں بلا مبالغہ پورے وثوق کے ساتھ اپنے مرشد کو اس زمانہ کا ولی کامل کہہ سکتا ہوں۔

ع ”خدا رحمت کند ایں پاک طینت را“

☆☆☆

سید محمد اکمل اجملی

سجادہ نشین دارہ شاہ اجمل، الہ آباد

کیا خبر تھی آسماں زیر زمین سو جائے گا

کیا پتہ تھا گردشِ دوراں دکھائے گی یہ دن

کیا خبر تھی سر سے اٹھ جائے گا اپنے سائبان

کیا خبر تھی اک قیامت ہے ہماری منتظر

جس کی باعث ٹوٹ جائے گی ہماری ہر امید

جس کی باعث ہر سو چھا جائے گا اک رنجِ عالم

رہنما

وہ ذات جس پر فخر کرتا ہے جہاں

ہم سے رخصت ہو کے

ہم کو دے گا وہ رنج و ملال
کارگاہِ زیست میں جس کی نہیں کوئی مثال
کیا خبر تھی
کس کو یہ معلوم تھا، تم نے سوچا تھا کبھی

کون ہاں یہ جانتا تھا کچھ بتاؤ اجملی
”دیکھتے ہی دیکھتے یہ حادثہ ہو جائے گا
کیا خبر تھی آسمان زیرِ زمیں سو جائے گا“
☆☆☆

مفتی محمد اختر رضا قادری برکاتی ازہری
قائم مقام مفتی اعظم ہند، بریلی شریف

استقامت کا وہ کوہِ محکم و بالا حسن

اے نقیبِ اعلیٰ حضرت مظہرِ حیدر حسن
اے بہارِ باغِ زہرا میرے برکاتی چمن
اے تماشا گاہِ عالم چہرہ تابان تو
تو کجا بہر تماشا می روی قربان تو
استقامت کا وہ کوہِ محکم و بالا حسن
اشرف و افضل، نجیب و عترت زہرا حسن
طور و عرفان و علو و حمد و حسنی و بہا

زندہ باد اے پر تو موسیٰ و عکس مصطفیٰ
عالمِ سوزِ دروں کیسے کہوں، کس سے کہوں
دل شدہ زارِ چنناں و جاں شدہ زیرِ چنوں
تھا جو اپنے درد کی حکمی دوا ملتا نہیں
چارہ سازِ دردِ دل، درد آشنا ملتا نہیں
غبت فی مارہرہ مصباح الدنئی شمس الانام
یا ذکانا مصطفانا بعدک الدنیا ظلام
یا سماء المجد دمتم ما ید انیکم سما
ذل من عز علیکم من لکم ذل السما
جود کم فاق الجواد ی و بکم جادت سما
خیر کم ملأ البواد ی میتکم عم الوری
انما السمیت جھول ذو ہوی لا انتم
قد فنیتم عن ہواکم للخلود نلتم
قبل موت متم و بعد موت دمتم

جسر موت جزتم و بالوصال فزتم
عون دین المصطفیٰ یا محض یا جون الرضا
جد علینا یا سماء الجود یا جود الندی
ایک شمعِ انجمن تھی جو بالآخر بجھ گئی
اب اجالے کو ترستی ہے یہ بزمِ آگہی
سوگواروں کو شکیبائی کا ساماں کم نہیں

جناب سید عالی نشان کا ماتم ہے امیر قافلہ سنیاں کا ماتم ہے
سر مشائخ ہندوستان کا ماتم ہے نہ صرف ہند کہ سارے جہاں کا ماتم ہے
کہ مرگ عالمیاں ان کی مرگ پاک نبی
حضور بہر ملاقات لوگ آئے ہیں دورو یہ سامنے گھر کے پراجمائے ہیں
ادب سے سر ہیں خمیدہ، نظر جھکائے ہیں برائے نذر گہرہائے اشک لائے ہیں

ہے انتظار میں کب سے یہ در، یہ گھر، یہ گلی
جبیں سے پردہ کفن کا اٹھائیے تو حضور تجلی رخ زبیا دکھائیے تو حضور
عمامہ سے سراقدس سجائیے تو حضور عصائے ہوئے محفل میں آئیے تو حضور
کہ اب تو حد سے زیادہ ہے اضطراب دلی
میرے خیال کہاں ڈھونڈنے گیا تھا تو حضور لیٹے ہیں محفل میں کب سے قبلہ رو
شریک بزم مقدس ہو کر کے تو بھی وضو ہے دلفروز غلاف مزار کی خوشبو
اک اور سید جیلاں کی بارگاہ نجی
جوار صاحب برکات در جوار تو باد غبار کوئے مدینہ پہ مرغزار تو باد
ہزار رحمت حق بر سر مزار تو باد نزول رحمت ہزار درکنار تو باد
بفرق پاک تو زیب ہزار تاج شہی
☆☆☆

مفتی مظفر احمد قادری برکاتی داتا گنجوی
خلیفہ حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

تاریخ وصال حضرت احسن العلماء

قال باری ولی عند ربهم جنت النعیم (۱۴۵۱۶)
مضی من کان مشتاق الصوف
مضی من کان موہوب الورود

اب امین قادری بن گیا تیرا امیں
علم و اہل علم کی توقیر تھا شیوہ ترا
جانشین میں ہو نمایاں جلوۂ زیبا ترا
علم کا اس آستانے پر سدا پہرہ رہے
صورت خورشید تاباں میرا مارہرہ رہے

اختر خستہ ہے بلبل گلشن برکات کا
دیر تک مہکے ہر اک گل گلشن برکات کا

☆☆☆

بحر العلوم مفتی عبدالمنان مصباحی
خلیفہ حضور احسن العلماء رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

عروج علم و عمل، امتزاج فقر و شہی

ضیائے ملت بیضا، فروغ دین نبی عروج علم و عمل، امتزاج فقر و شہی
نشان منزل حق، ماہر خفی و جلی شاد و یم وحدت، نگار مطلبی
حضور احسن و اعلم کی ذات پاک ہوئی
ادائے فقر پہ شاہوں کا بانگین قرباں ادائے لطف و مروت کہ رحمت یزداں
نہال گلشن زہرا کا اک گل خنداں ہے جس کی بو سے معطر مشام دیدہ وراں
وہ مصطفیٰ و علی و حسن، وہ ابن علی

(لوہ مزار)

اے کہ تیری فکر سے پُر نور ہیں سب کے دماغ
اے کہ تیری یاد سے روشن ہیں سینوں کے چراغ
حافظ و قاری و عالم، صوفی و واعظ، امام
کیا مہکتے پھول رکھتا تھا تری ہستی کا باغ
تو تھا شانِ قادریت، امتیازِ سُنّت
ساقیِ برکات تو نے بھر کے بانٹے تھے ایام
ہندو پاک و یورپ و افریقہ سے نیپال تک
سلسلے نے تیرے دم سے کس قدر پایا فراغ
لوگ تو باتوں سے دیتے ہیں بزرگوں کی خبر
تیری نظروں سے ملا کرتا تھا اگلوں کا سراغ
آبروئے خاندانِ مَوتِمِ اشبال تھا
تیری صورت دیکھ کر کافور تھے زاغ و کلاغ
تیری فیاضی کا شہرہ قریہ قریہ، کو بہ کو
دینے والے نے ترے ہاتھوں کو بخشا تھا فراغ
مصطفیٰ حیدر حسن جنت میں ہیں، ایمان ہے
نام کے اجزائے پاکی سے یہی پایا سراغ
ماہِ غوثِ پاک کی سب سے منور رات تھی
جب جہانِ خاک کی بندش سے پایا تھا سراغ

سوئے جنت جا چکے ہیں سیدی مغفور آہ (۱۴۱۶ھ)
اشرفِ مغموم نے قرآن سے پایا ہے سراغ

☆☆☆

یاور وارثی، کانپور

لم لاتبکی عین کل یوم
الاتدري مضي نور الوجود
فصبرا یا مظفر ثم صبرا
فنحن نأهبون الی المہود
ونورا کنت فینا قد بخلت
صدیقِ حقّی جنتِ خلود ۱۴۱۶
ونورا کنت فینا قد بخلت
بلطف السميع جنتِ خلود ۱۴۱۶
قال الرحمن سید ادخلوها بسلام آمین
یحییٰ ان المتقین فی جنت و عیون
(ریضاً)

ناگہاں ہو گئے جدا ہم سے
حق تعالیٰ کو تھا یہی منظور
میرے سید حسن میاں بے شک
ہیں ریاضِ جناں میں اب مسرور
کہہ مظفر سن وصال کو تو
چل بسے ! آہ سیدی مغفور ۱۴۱۶ھ
☆☆☆

سید محمد اشرف قادری برکاتی

سیدی مغفور آہ

سائبانِ شفقت

نجشِ قافلہ سیلِ بلا بھول گیا در سرکارِ حسن پر میں دُعا بھول گیا
آپ کے پیکر پر نور پہ ڈالی جو نگاہ موسمِ ابر بہار اپنی ادا بھوگیا
واسطہ چھوڑ کے دشمن پہ ہوا دونا عذاب بھول کر نامِ حسن نامِ خدا بھول گیا
تیج در تیج رہ زیست میں بھٹکا یا گیا وہ گدا جو ترا آئینِ وفا بھول گیا
دیکھ کر لنگرِ درویشِ خدا مست کا رنگ اہل دولت کا ہر اندازِ عطا بھول گیا
سرخِ چہرہ ایمانِ حسن جب دیکھی شوخیاں اپنی سبھی رنگِ حنا بھول گیا
سائبانِ شفقتِ حیدر حسن اس طرح ہوئی سختِ منزلِ ہنگام جزا بھول گیا

جس کو مارہرہ کے پیاروں نے بھلایا یا ور
اُس کو فیضانِ شہرِ کرب و بلا بھول گیا

☆☆☆

یا دروارٹی، کانپور

سائبانِ شفقت

نجشِ قافلہ سیلِ بلا بھول گیا در سرکارِ حسن پر میں دُعا بھول گیا
آپ کے پیکر پر نور پہ ڈالی جو نگاہ موسمِ ابر بہار اپنی ادا بھوگیا
واسطہ چھوڑ کے دشمن پہ ہوا دونا عذاب بھول کر نامِ حسن نامِ خدا بھول گیا
تیج در تیج رہ زیست میں بھٹکا یا گیا وہ گدا جو ترا آئینِ وفا بھول گیا
دیکھ کر لنگرِ درویشِ خدا مست کا رنگ اہل دولت کا ہر اندازِ عطا بھول گیا
سرخِ چہرہ ایمانِ حسن جب دیکھی شوخیاں اپنی سبھی رنگِ حنا بھول گیا
سائبانِ شفقتِ حیدر حسن اس طرح ہوئی سختِ منزلِ ہنگام جزا بھول گیا

جس کو مارہرہ کے پیاروں نے بھلایا یا ور
اُس کو فیضانِ شہرِ کرب و بلا بھول گیا

☆☆☆

محمد قاسم حبیبی برکاتی، جامع مسجد شفیق آباد، کانپور

میرے بے تاب ہونٹوں پہ جاگی صدا میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
تم مری آرزو، تم مرادعا، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
جب بھی تاریکیاں میری جانب بڑھیں، جب بھی محرومیاں منہ چڑھانے لگیں
چکا مہتابِ نقشِ قدم آپ کا، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
اس کا سیلِ تمازت بگاڑے گا کیا اس کو خوفِ ہلاکت ستائے گا کیا

کوئی بھی غم نہیں مجھ کو کسی بھی بے قراری میں
مرے آقا مرے مشکل کشا ہیں مرشد اعظم
سمجھ میں آ نہیں سکتا مقام ان کی ولایت کا
تخیل سے ہمارے ماورا ہیں مرشد اعظم
بھٹکنے کا ضیائی اب کوئی امکان نہیں باقی
بہ فضل رب ہمارے رہنما ہیں مرشد اعظم
☆☆☆

ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

حُسنِ حَسَن

جگمگاہٹ ہے تری فکر کے ایوانوں میں
شمع روشن ہے تری دل کے شبستانوں میں
نوری فطرت ہے تری عشق کا شفاف ورق
نور چھٹتا ہے ترا حسن کے کاشانوں میں
تیری زرتاب جبین، نور کی لہریں لیتی
پھول برساتے دہن دل کے گلستانوں میں
گفتگو حکمت و دانش کا رواں سر چشمہ
کچھ خموشی بھی نہیں کم تھی گراں، معنوں میں
تیرے چہرے کی دمک، بدر کو شرمانی تھی
مسکراہٹ نے اُجالے کیے زندانوں میں
شانہ نور معانی کا سمندر ٹھہرا
قلب ترشا ہوا جوہر تھا ادب خانوں میں

ڈال دیں جس کے سر پر بھی اپنی ردا، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
بام و در کی سبھی زینتیں تم سے ہیں، میرے گھر کی سبھی رونقیں تم سے ہیں
تم پہ قربان ہے بچہ بچہ مرا، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
رشتک کرتا ہے سورج تری ذات پر، چاند تاروں کو حیرت ہے اس بات پر
تاج والے بھی ہیں تیرے در کے گدا، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
ہاتھ اٹھاؤ کہ خالی ہے دامن مرا، ڈال دو گوہر التفات و عطا
بے کسی کا چمکنے لگا دائرہ، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
نقش پا رکھ دے تو روشنی کے لیے، مسکرا دے ذرا زندگی کے لیے
میرے اجرے ہوئے گھر کی قسمت جگا، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن
لوگ کہتے ہیں اب تو نہیں آئے گا پھر بھی قاسم ترا، تیرے در کا گدا
تکتار ہوتا ہے اب بھی ترا راستہ، میرے حضرت حسن میرے حضرت حسن

محمد میکانیل ضیائی،

طلاق محل، کانپور

منقبت

دلوں کی دھڑکنوں سے آشنا ہیں مرشد اعظم
بہ فیض شاہ دیں حاجت روا ہیں مرشد اعظم
اجالے بخش دیتے ہیں فضائے تیرہ بختی کو
چراغِ رہنما و ارتقا ہیں مرشد اعظم
تہی دامن نہیں رہتا گداے بے نوا کوئی
شراب یاب کمالات سخا ہیں مرشد اعظم

آہٹیں اب بھی سماعت کو ترغیم بخشیں
مدھ بھری آنکھ تو جل تھل کرے شریانوں میں
آپ کے دست کرم، جود کی منزل ٹھہرے
کھل کے برسے ہیں ہر اک ظرف کے میدانوں میں
ان کی یادوں کی لطافت، دل آشفته دیکھ
پھول کھل آئے ہیں کتنے ترے ویرانوں میں
تو شریعت کا بھرم اور طریقت کا سنگھار
سکہ چلتا تھا ترا دہر کے دیوانوں میں

تیرے لطفی کا یہ ساحل بھی عجب بے کس ہے
تنہا تنہا سا یہ رہتا ہے بھری جانوں میں

☆☆☆

مشائخ مارہرہ مطہرہ اور امام احمد رضا بریلوی

لیسن اختر مصباحی، دارالقلم، ذاکرنگر، نئی دہلی ۲۵۔

خانقاہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ، متحدہ ہندوستان کی وہ عظیم و قدیم خانقاہ ہے جو صدیوں سے مسلمانان ہند کی دینی و علمی و روحانی قیادت و سرپرستی کا قابل افتخار فریضہ انجام دے رہی ہے۔ مشائخ و مرشدان سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کا امتیاز و اختصاص یہ ہے کہ وہ مسلسل و متواتر طور پر اسی روش و طرز و طریقہ پر قائم اور گامزن ہیں جس کا سررشتہ حجاز مقدس و بغداد معلیٰ سے منسلک و مربوط ہے اور تاحال اس کے اندر کسی طرح کا ضعف و اضمحلال کسی زاویہ سے نظر نہیں آتا۔

نسبت سیادت و نسبت قادریت و نسبت علم و نسبت اخلاق فاضلہ و محاسن کریمہ

نے اکابر و مشائخ مارہرہ مطہرہ کو ہمیشہ سر بلند و سرفراز رکھا جس کے سامنے اعظم رجال اور علمائے فحول نے ہمیشہ اپنا سر تسلیم و رضا خم کیا اور وہ دارین کی نعمتوں اور سعادتوں سے مالا مال ہو کر رضائے آل رسول بن گئے۔

یہی وجہ ہے کہ مدینہ العلماء والا ولیا بدایوں شریف اور شہر عاشقان بریلی شریف نیز ان کے مخلصین و محبین کے دائرہ اثر و نفوذ میں ”پرچم برکاتیت“ آپ کو ہر طرف لہراتا ہوا نظر آئے گا اور چشمہ برکاتیت سے ہر سعادت مند روح سیراب ہوتی ہوئی دیگر تشنگان فیض کو ہر طرف دعوت عام دیتی ہوئی ملے گی۔

مشائخ مارہرہ مطہرہ اور امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی علیہم الرحمة والرضوان کے درمیان دینی و علمی و روحانی رشتہ و تعلق کی ہمہ جہتی کا جائزہ اس مختصر مضمون میں کیوں کر لیا جاسکتا ہے جب کہ اس قادری برکاتی رضوی آفاق کا دائرہ نہایت وسیع ہو کر عالم گیر بن چکا ہے۔

یہاں تعلق خاطر و ارتباط باہمی کے کچھ روشن پہلوئذ ر قارئین کیے جا رہے ہیں جن کی تحقیق و تفصیل پر مشتمل ایک کتاب ”فیضان قادریت و برکاتیت“ کے مطالعہ سے آپ کی آنکھیں جلد ہی روشن ہوں گی اور قلوب فرحت و لذت روحانی سے محفوظ و مسرور ہوں گے۔ ان شاء اللہ۔

سر دست چند حقائق آپ کی خدمت میں پیش کیے جا رہے ہیں۔ جنہیں پڑھ کر عشقی آپ کی زبان پکار اٹھے گی کہ سچ ہی کہا ہے امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ نے کہنے

کیسے آقاؤں کا بندہ ہوں رضا

بول بالے مرے سرکاروں کے

اپنے آقاؤں کی شان میں امام احمد رضا قادری برکاتی بریلوی عرض کرتے ہیں: وحی برجد تولا یا تل اولوا الفضل آمدہ است بندہ بے برگ را فضل وغنا امداد کن اے بدور خود امام اہل ایقان آمدہ جان انس و جان جاں امدہ تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول اے خدا خواہ و جدا از ماعدا امداد کن قامت تو سر و ناز جو بہار معرفت روئے تو خورشید عالم تاب ایماں آمدہ اے عجب غیبے ترا مشہود از غیب شہود دیدہ از خود بستی و دیدی خدا امداد کن موئے زلف عنبرینت قوت روح ہدیٰ رنگ رویت غارہ دین مسلمان آمدہ رنگ از دلہا ز داہد خاک بوسی درت تابناک از جلوہ ات مرآت احساں آمدہ

صد لطائف می کشاید یک نگاہ لطف تو دست فیضان کلید باب عرفاں آمدہ نامت آل احمد و احمد شفیع المذنبین زان دل از دست گنہ پیش تو نالاں آمدہ پُر صدا شد باغ قدس از نغمہائے وصف تو تابہار جنت از گلزار جیلاں آمدہ چوں گل آل محمد رنگ حمزہ بر فروخت بوئے آل احمد اندر باغ عرفاں آمدہ گلبن نورستہ ات راسبزہ چرخ کہن فرش پا انداز بزم رفعت شاں آمدہ تاکشیدم نالہ یا آل احمد الغیث بے سرو سامانیم را طرفہ ساماں آمدہ در پناہ سایہ دامت اے ابر کرم گرمی غم کشتہ باسوز احزاں آمدہ دل فگارے آبلہ پائے بشہر جو دواز بیابان بلا افتان و خیزاں آمدہ تازہ فریادے بر آوردای مسیحا بردرت کہنہ رنجورے کہ از غم بر لبش جاں آمدہ زہر نوش جام غم در حسرت فیہ شفاء زانکین رحمت یک جرعه جویاں آمدہ بہر آں رنگیں او اگل برگ چند آل رسول برکش از دل خار آلامے کہ در جاں آمدہ احمد نوری دریں ظلمات رنج و تشنگی رہنمایم سوئے تو اے آب حیواں آمدہ اے زلال چشمہ کوثر لب سیراب تو بردر پاکت رضا باجان سوزاں آمدہ

☆☆☆

شاہ برکات اے ابو البرکات اے سلطان جو د بـ ا ر ک اللہ اے مبارک بادشاہ امداد کن اے مقتول عشق اے خوں بہایت عین ذات اے زجاں بگذشتہ جاناں واصل امداد کن خود اوبا خدا آل محمد مصطفیٰ سید حق واجدا یا مقتدا امداد کن اے حریم طیبہ توحید را کوہ احد یا جبل یا حمزہ یا شیر خدا امداد کن اے سراپا چشم گشتہ در شہود عین هو زان سبب کرد ند نامت عینیا امداد کن یا ابو الفضل آل احمد حضرت اچھے میاں شاہ شمس الدین ضیاء الأصفیا امداد کن وحی برجد تولا یا تل اولوا الفضل آمدہ است بندہ بے برگ را فضل وغنا امداد کن اے بدور خود امام اہل ایقان آمدہ جان انس و جان جاں امدہ تاجدار حضرت مارہرہ یا آل رسول اے خدا خواہ و جدا از ماعدا امداد کن قامت تو سر و ناز جو بہار معرفت روئے تو خورشید عالم تاب ایماں آمدہ اے عجب غیبے ترا مشہود از غیب شہود دیدہ از خود بستی و دیدی خدا امداد کن

☆☆☆

خوشا دے کہ دہندش ولای آل رسول خوشا سرے کہ کنندش فدائے آل رسول

گناہ بندہ بخش، اے خدائے آل رسول برائے آل رسول از برائے آل رسول ہزار درج سعادت برادر از صد فہ بہائے ہر گہر بے بہائے آل رسول اِذَا رَوَّادُكَرَاللّٰہِ معانہ بینی! من و خدائے من آست ادائے آل رسول خبر دہد ز تگ لا الہ الا اللّٰہ فنائے آل رسول و بقائے آل رسول اگر شب است و خطر سخت و رہ نمی دانی پند چشم و بیا بر قفائے آل رسول ز سر نہند کلاہ غرور، مدعیان بجلوہ مدد اے کفش پائے آل رسول مرو بمیکدہ کاجا سیاہ کارانند بیا بخانقہ نورزائے آل رسول مرو بجلس فسق و فجور شیداں بیابانچن اِتقائے آل رسول مرو بدامگہ ایں دروغ بافاں ہیچ بیا بجلوہ گہ دل کشائے آل رسول ازاں بانچن پاک سبز پوشاں رفت کہ سبز بود دراں بزم جائے آل رسول شہید عشق نمیرد کہ جاں بجاناں داد تو مُردی ایکہ جدائی زپائے آل رسول صبا سلام اسیران بستہ بال رساں بطائران ہوا و فضا ئے آل رسول خطا مکن دِکا؟ پردہ ایست دوری نیست بگوش می خورد اکنوں صدائے آل رسول منم امیر جہانگیر کج کلہ یعنی کمینہ بندہ و مسکین گدائے آل رسول اگر مثال خلافت دہد فقیرے را عجب مدار ز فیض و سخائے آل رسول مگیر خردہ کہ آں کس نہ اہل ایں کاراست کہ داند اہل نمودن عطاء ئے آل رسول ”ہیں تفاوت رہ از کجاست تا کجا“ تبارک اللّٰہ ما وثائے آل رسول مرا ز نسبت ملک است امید آنکہ بہ حشر ندا کنند بیا، اے رضائے آل رسول

☆☆☆

”دبدبہ سکندری مورخہ یکم اپریل ۱۹۱۲ء میں ہے کہ:

رمضان المبارک ۱۲۹۲ھ کا مبارک مہینہ ہے کہ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس گنج مراد آباد شریف لے گئے اور ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہمراہوں کو (حضرت شیخ فضل الرحمن گنج مراد آبادی) علیہ الرحمہ کی خدمت مبارک میں بھیجا اور تاکید فرمادی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے، ملنا چاہتا ہے۔

حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے معاً فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے

بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر بکمال لطف فرمایا: بلائیے تشریف لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے مجلس شریف کی نسبت حضرت شیخ علیہ الرحمہ سے استفسار کیا۔ ارشاد فرمایا: تم عالم ہو، پہلے تم بتاؤ، اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے فرمایا: میں مستحب جانتا ہوں۔

فرمایا: آپ لوگ اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں، اور میں سنت جانتا ہوں۔ صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی نا کہ مکہ میں نبی ﷺ پیدا ہوئے، اللہ تعالیٰ نے ان پر قرآن اتارا، انہوں نے یہ معجزے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے: اور میلاد شریف میں کیا ہوتا ہے؟ یہی بیان ہوتے ہیں جو صحابہ اس مجمع میں کرتے تھے۔ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڑو) بانٹتے ہو، وہ اپنی مجلس میں موڑ (سر) بانٹتے تھے۔

غرض شیخ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کو بکمال اعزاز و اکرام باصرار تین روز ٹھہرایا۔ انتیس ماہ مبارک کو رخصت کیا۔ جب عید سر پر آگئی، اور وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے درخواست کی کہ مجھے کچھ وصیت کیجئے فرمایا: تکلیف میں جلدی نہ کرنا۔ اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے دل میں یہ خیال کیا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو حضور ﷺ کی شان انور میں گستاخی کرتے ہیں۔

یہ خیال لاتے ہی معاً حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہاں، جو ادنیٰ حرف گستاخی کا شان اقدس نبی ﷺ میں بکے ضرور کافر کہنا، بے شک کافر ہے۔

پھر حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے فرمایا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹیپا تمہارے موڑ پر رکھ دیں اور تمہارے موڑ کی اپنے موڑ پر دھریں۔

اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس نے براہِ ادب سر جھکا لیا۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ نے اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کی کلاہ مبارک اپنے سر مقدس پر رکھ لی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت مدظلہم الاقدس کے سر مبارک پر رکھ دی۔ جو آج تک بطور تبرک محفوظ رکھی گئی ہے۔ (ص ۶۷ تا ۷۸)۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت اول، ص ۲۶۲ تا ۲۶۴ حیاتِ اعلیٰ حضرت سوم، رضا کیڈمی بمبئی ۲۰۰۳ء)

اعلیٰ حضرت نے براہِ ادب سر جھکا دیا۔ مولانا نے اعلیٰ حضرت کی کلاہ مبارک اپنے سر پر رکھ لی اور اپنی کلاہ مقدس اعلیٰ حضرت کے سر مبارک پر رکھ دی جو بطور تبرک اب تک محفوظ ہے۔ فقیر قادری عرض کرتا ہے کہ بعینہ یہی واقعہ مولوی حافظ محی الدین صاحب عرف لعل محمد صاحب نے منڈوا ضلع فتح پور سے بھی لکھ کر بھیجا ہے اور مجھے بھی خیال آتا ہے کہ میں نے بھی خود اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی زبان مبارک سے اس واقعہ کو سنا ہے۔ اس لئے اس کی صحت میں شک نہیں۔ (دیکھیے دبدبہ سکندری اور رسوخ حضرت فضل رحمن) (ص ۲۶۲ تا ۲۶۴ حیات اعلیٰ حضرت سوم)

یہ واقعہ بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ طلبِ شیخ و مرشد طریقت میں امام اہل سنت نے کتنی تحقیق اور جستجو فرمائی، چنانچہ آپ خود ارشاد فرماتے ہیں:

”ایک دن میں روتا ہوا دوپہر کو سو گیا۔ دیکھا کہ حضرت جد امجد رضی اللہ عنہ تشریف لائے، اور ایک صندوق عطا فرمائی، اور فرمایا: غنقریب آنے والا ہے وہ شخص جو تمہارے دردِ دل کی دوا کرے گا۔ دوسرے یا تیسرے روز حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بدایوں سے تشریف لائے، اور اپنے ساتھ مارہرہ شریف لے گئے۔ وہاں جا کر شرف بیعت حاصل کیا۔ (ص ۸ و ۹ حیات اعلیٰ حضرت سوم، رضا اکیڈمی بمبئی ۲۰۰۳ء) محب رسول تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی کو خاتم الاکابر حضرت سید شاہ آل رسول احمدی قادری برکاتی مارہروی (وصال ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء) سے بیعت و اجازت و خلافت حاصل تھی۔ اور آپ ہی کی نشان دہی و ہدایت کے مطابق رئیس المتکلمین حضرت مولانا نقی علی بریلوی (متوفی ۱۲۹۷ھ/۱۸۸۰ء) و فقیہ اسلام امام اہل سنت حضرت مولانا احمد رضا بریلوی (۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) آپ کے ہمراہ ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء میں مارہرہ مطہرہ حاضر ہو کر حضرت خاتم الاکابر سے بیعت اور پھر اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ (حیات اعلیٰ حضرت، مؤلفہ مولانا ظفر الدین قادری رضوی، مطبوعہ کراچی ولاہور و بمبئی) حضرت مولانا ظفر الدین قادری رضوی اس واقعہ بیعت و خلافت کے بارے میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت سید شاہ اسمعیل حسن میاں صاحب (مارہروی) کا بیان ہے کہ حضرت تاج الفحول محب الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز نے فقیر سے

مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمن خاں صاحب نے دربار فضائل میں ذکر کیا کہ ۱۲۹۲ھ میں مبارک رمضان شریف میں کہ اعلیٰ حضرت کی عمر شرف اکیس (۲۱) سال کی تھی، حضرت مولانا شاہ فضل الرحمن صاحب سے ملنے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ قیام فرما کر اپنے دو ہم راہیوں کو حضرت کی خدمت میں بھیجا، اور تاکید فرمائی کہ صرف اتنا کہنا: ایک شخص بریلی سے آیا ہے، حضور سے ملنا چاہتا ہے۔ انہوں نے جا کر کہا۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وہ یہاں کیوں آئے ہیں؟ ان کے دادا اتنے بڑے عالم، ان کے والد اتنے بڑے عالم، اور وہ خود عالم، فقیر کے پاس کیا دھرا ہے؟ پھر نرم ہو کر کمال لطف فرمایا: تشریف لائیں۔

بعد ملاقات اعلیٰ حضرت نے مجلس میلاد شریف کے متعلق حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے استفسار کیا۔ فرمایا: تم عالم ہو، پہلے تم بتاؤ۔ اعلیٰ حضرت نے فرمایا: میں مستحب جانتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: اب لوگ اسے بدعتِ حسنہ کہتے ہیں اور میں سنت جانتا ہوں، صحابہ جو جہاد کو جاتے تھے تو کیا کہتے تھے؟ یہی نہ کہ مکہ میں نبی ﷺ پیدا ہوئے ہیں۔ اللہ نے ان پر قرآن اتارا۔ انہوں نے یہ معجزے دکھائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو یہ فضائل دیے۔ اور مجلس میلاد میں کیا ہوتا ہے؟ جو صحابہ اس مجمع میں بیان کرتے تھے؟ فرق اتنا ہے کہ تم اپنی مجلس میں لڑوا (لڈو) بانٹتے ہو اور صحابہ اپنا موڑ (سر) بانٹتے ہیں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے اعلیٰ حضرت کو کمال شفقت و محبت تین دن تک مہمان رکھا۔ ۲۹ ماہ مبارک کو رخصت کیا جب عید سر پر آگئی۔ وقت رخصت فرش مسجد کے کنارے تک تشریف لائے۔ اعلیٰ حضرت مدظلہ نے درخواست کی کہ مجھے کچھ نصیحت فرمائیے فرمایا: تکفیر میں جلدی نہ کرنا۔

اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی نے دل میں خیال کیا کہ میں تو ان کو کافر کہتا ہوں جو حضور اقدس کی شان اقدس میں گستاخی کرتے ہیں۔

یہ خیال آتے ہی معاً مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاں! جو کوئی ادنیٰ حرف گستاخی کا شانِ اقدس میں بکے، ضرور کافر کہنا۔ بے شک کافر ہے۔

اعلیٰ حضرت سے فرمایا: ہمارا جی چاہتا ہے کہ اپنے موڑ کی ٹیپا (سر کی ٹوپی) تمہارے موڑ پر دھریں اور تمہارے موڑ کی ٹیپا اپنے موڑ پر رکھ لیں۔

بیان فرمایا کہ مولانا نقی علی خاں صاحب والد ماجد حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اپنی بیعت کے ارادے کا اظہار فرمایا۔ اس سے پہلے مولانا احمد رضا خاں صاحب بہ خیال بیعت مولانا فضل رحمن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا چکے تھے اور وہاں سے بغیر بیعت واپس آچکے تھے۔ مولانا بدایونی نے مولانا نقی علی خاں صاحب کو یہ جواب دیا کہ: آپ امرِ بیعت میں مجھ پر اعتماد رکھتے ہیں تو جس جگہ مناسب جان کریں آپ کو بیعت کرا دوں وہاں منظور کر لیجیے۔

مولانا (نقی علی) بریلوی کی طرف سے اس پر رضا مند ہونے کے بعد مولانا (عبد القادر) بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب، مولانا احمد رضا صاحب اور مرزا غلام قادر بیگ کو ہمراہ لے کر مارہرہ تشریف لائے۔ چوں کہ مولانا نقی علی خاں صاحب نے فرمایا کہ میں بغیر تجدد غسل کیے ہوئے خانقاہ برکاتیہ میں حاضر نہ ہوں گا لہذا سب حضرات پہلے مارہرہ میں ایک سرائے میں جا کر فروکش ہوئے۔ مگر سرائے کے راستے میں سواری کا یکہ الٹ گیا اور مولانا نقی علی خاں صاحب کو چوٹ لگی۔ پھر اسی حالت میں انھوں نے نہادھو کر کپڑے پہنے اور سب حضرات خانقاہ برکاتیہ تشریف لائے اور فقیر ہی کے مکان موسوم بہ مدرسہ پر جو درگاہ معلیٰ برکاتیہ کے سامنے تھا اور اس وقت ٹوٹا پڑا ہے اس میں فروکش ہوئے۔

فقیر کے والد ماجد حضرت سید شاہ محمد صادق و برادر مکرم حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہما بھی ان دنوں مارہرہ شریف ہی میں تشریف فرما تھے۔ اسی دن ظہر کے وقت مولانا بدایونی، مولانا نقی علی خاں صاحب اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اور مرزا غلام قادر بیگ صاحب کو ہمراہ لے کر حضرت خاتم الاکابر سید شاہ آل رسول صاحب قدس سرہ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ فقیر اور فقیر کے والد ماجد اور (نوری) میاں صاحب بھائی مرحوم بھی ہمراہ ہو گئے۔

حضرت خاتم الاکابر نے پہلے مولانا نقی علی خاں صاحب پھر مولانا احمد رضا خاں صاحب پھر مرزا غلام قادر بیگ صاحب کو داخل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جدیدہ فرمایا۔ (ص: ۵۹۸، ۵۹۹، حیات اعلیٰ حضرت، مکتبہ نبویہ لاہور ۲۰۰۳ء)

شرف ملت حضرت سید محمد اشرف قادری برکاتی مارہروی تحریر فرماتے ہیں:

امام اہل سنت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز کو بیعت و خلافت حضرت خاتم

الاکابر قدس سرہ سے تھی۔ آپ خانوادہ برکاتیہ کے بڑے چہیتے خلفاء میں سے ہیں۔ بیعت و خلافت کے بعد خاتم الاکابر نے آپ کے تعلق سے فرمایا ”کل قیامت کے روز رب تبارک تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو مولوی احمد رضا کو پیش کر دوں گا۔“

حضرت فاضل بریلوی نے اہل سنت و جماعت کے احیاء کے لئے بے مثل و بے نظیر کام کیا۔ ساری زندگی عشق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ترویج و اشاعت میں گذاری۔ ۵۰ سے زائد علوم پر آپ کو دسترس حاصل تھی۔ ۱۰۰۰ ہزار سے زیادہ مختلف علوم و فنون پر کتب و رسائل تصنیف فرمائے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ کے سینہ کو عشق مصطفیٰ ﷺ کے دولت سے مالا مال فرمایا اور اپنے پیر خانہ سے وہ محبت عطا فرمائی کہ جس کی نظیر فی زمانہ مشکل سے ملتی ہے۔ نعت کے میدان میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے بڑوں بڑوں سے اپنے فن کا لوہا منوایا۔ آپ کا دیوان ”حدائق بخشش“ آج بھی عاشقانِ مصطفیٰ ﷺ کے قلب و روح کو منور کر رہا ہے۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو جتنی محبت اپنے پیر و مرشد سے تھی، اتنی ہی عقیدت و محبت اپنے پیر زادہ سرکار نور قدس سرہ سے تھی۔ اعلیٰ حضرت، حضور میاں صاحب قدس سرہ کی تعظیم و عقیدت مثل پیر فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے دو قصیدے حضور میاں صاحب کی شان میں لکھے ہیں۔

سرکار نور بھی اعلیٰ حضرت سے بڑی محبت فرمایا کرتے تھے اور یہ اسی محبت کا حصہ تھا جو حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کو ”چشم و چراغ خاندان برکات“ کا عظیم الشان لقب عطا فرمایا اور اس سلسلہ میں سرکار میاں صاحب نے امام اہل سنت کو کرم نامہ ارسال فرمایا۔ فقیر برکاتی اس کی نقل پیش کرتا ہے:

چشم و چراغ خاندان برکاتیہ مارہرہ، مولانا احمد رضا خاں صاحب دام عمرہم و علمہم۔ از ابوالحسین۔ بعد دعائے فقیر و مقبولیت محررہ القاب سطر بالا۔

واضح ہو کہ یہ خطاب حضرت صاحب رضی اللہ عنہ نے مجھ کو دیا تھا باوجودیکہ میں لائق اس کے نہ تھا، تحریف فرمایا کرتے تھے۔ چوں کہ اب میں بظاہر اسباب، انواع انواع امراض میں ایسا مبتلا ہوں کہ مصداق اس مصرع کا ہو گیا ہوں، رع

اگر ماند شبے ماند شب دیگر نمی ماند

اور مولانا عبد القادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی اٹھ گئے اور جگہ خالی کر گئے تو اب سوائے

آپ کے حامی کار اس خاندان عالیشان کا خلفاء میں کوئی نہ رہا۔ لہذا میں نے یہ خطاب آپ کو بایمانے نبی پہنچا دیا۔ بطور رغبت آپ کو قبول کرنا ہوگا۔ اور میں نے بطیب خاطر بلا جبر و اکراہ بہ رغبت قلب یہ آپ کو ہبہ کیا اور بخش دیا۔ یہی خط اس کی سند میں باضابطہ ہے۔ فقط۔ ابوالحسین۔ از مارہرہ

اس خطاب کے ساتھ ساتھ حضرت میاں صاحب قدس سرہ نے امام اہل سنت کو خلافت و اجازت سے بھی نوازا۔

آپ کو خلافت و اجازت حضور میاں صاحب نے باقاعدہ سلوک کی تکمیل کے بعد عطا فرمائی۔ (ص ۵۸ تا ۶۰۔ داستان نور، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی)

مذکورہ مکتوب نوری، حیات اعلیٰ حضرت مطبوعہ لاہور میں بھی ہے۔ اور اس میں دستخط کے ساتھ تاریخ ۲۲ محرم ۱۳۲۰ھ درج ہے۔ اور مکتوب سے پہلے حضرت مولانا ظفر الدین قادری رضوی لکھتے ہیں:

”حضرت اقدس سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ قدس سرہ کو جو خصوصیت اعلیٰ حضرت قبلہ سے تھی، محتاج بیان نہیں۔ ہمیشہ جملہ مسائل و عقائد میں اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی اور حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب عثمانی بدایونی قدس سرہ العزیز سے مشورہ فرماتے اور جو جو مدائح فرماتے ہر بار یاب محبت پر واضح ہیں۔ ایک صحیفہ شریفہ میں اعلیٰ حضرت مدظلہ العالی کو تحریر فرمایا۔ ”مولوی صاحب! خدا کی قسم میں حضرت شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے بہتر جانتا ہوں“ اکثر دعا فرماتے تھے۔ ”اللہ میری عمر میں سے اعلیٰ حضرت کو عمر عطا فرما“۔

۱۳۲۳ھ میں جب اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرمین طہیین حاضر ہوئے، اکثر دعا فرماتے ”اللہ مجھے موت نہ آئے جب تک مولانا احمد رضا خاں صاحب کو بالخیر واپس آیا نہ دیکھ لوں۔“ (ص ۱۰۶۔ حیات اعلیٰ حضرت مکمل۔ مطبوعہ مکتبہ نبویہ لاہور ۲۰۰۳ء)

”اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز ایک زمانہ تک براہ تواضع و انکساری کسی کو بیعت نہیں کرتے تھے۔ جب حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی بریلی شریف تشریف لاتے، تو سب لوگوں کو انہیں سے بیعت ہونے کی تلقین کرتے۔ اور اس میں فقط اہل شہر یا دوسرے حضرات کی خصوصیت نہ تھی بلکہ اپنے اعزہ و اقارب حتیٰ کہ اپنے

صاحبزادوں کو بھی حضرت میاں صاحب قبلہ سے ہی بیعت کرایا۔ لیکن جب لوگوں کا شوق غالب ہوا، اور بعض حضرات نے اصرار کیا کہ مجھے تو حضور ہی سی اعتقاد ہے، میں تو حضور ہی سے مرید ہوں گا۔ اور حضرت میاں صاحب نے بھی بہت مجبوریوں سے جب حضرت پیر و مرشد نے اجازت و خلافت عطا فرمائی ہے تو اس کا مقصد یہی ہے کہ آپ سلسلہ کو پھیلائیں، اور لوگوں کو سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں منسلک کریں۔

مقربان خاص سے یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ پہلے جو مرید ہونے کے لئے عرض کرتا تھا، تو اسے سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب مارہروی قدس سرہ العزیز و حضرت تاج الفحول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی، رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دیا کرتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد عالم رویا میں اپنے شیخ کامل خاتم الاکابر حضرت سیدنا شاہ آل رسول احمدی قدس سرہ العزیز کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ارشاد فرماتے ہیں:

آپ سلسلہ کا دائرہ کیوں تنگ کرتے ہیں، کیوں نہیں مرید کیا کرتے؟ اس حکم و بشارت کے بعد مجبوراً بیعت لینے شروع فرمائی۔ جن کی قسمت میں قسام ازل نے داخل سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ ہونا تحریر فرمایا تھا، اطراف و اکناف عالم سے آکر داخل سلسلہ عالیہ ہوتے: اور یہ صرف صوبہ ممالک مغربی و شمالی آگرہ و اوادھ، ہی تک نہ محدود رہا، بلکہ ہندوستان کے اکیس صوبوں، اسلامی ریاستوں اور رعایائے راجگان راج پوتانہ وغیرہ سے تجاوز کر کے بیرون ہند، کابل، ایران، ترک سے بھی بڑھ کر عرب، روم، شام، حتیٰ کہ حرمین محترمین تک آپ کے مریدوں کا سلسلہ و حلقہ پہنچا ہوا ہے۔

اعلیٰ حضرت قبلہ کو اپنے پیر و مرشد برحق قدس سرہ سے اجازت و خلافت جملہ طرق کی حاصل تھی، اور سب طریقوں میں بیعت کے مجاز تھے، مگر حضور کو سب سے زیادہ پسندیدہ طریقہ سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ تھا۔ عام طور پر اسی میں بیعت کرتے۔ البتہ اگر کوئی شخص خاص طور پر خصوصیت کے ساتھ کسی خاص طریقہ میں بیعت کی تمنا کرتا، تو اس کو اس طریقہ میں بیعت فرماتے۔ یا بعض موقع پر کسی خاص طریقہ سے ملاحظہ فرماتے، تو اسے اسی طریقہ میں مرید فرماتے۔ ورنہ عام طور پر سلسلہ قادریہ میں سب کو داخل فرماتے۔ (ص ۱۸ و ۱۹، حیات اعلیٰ حضرت سوم، رضا اکیڈمی بمبئی)۔

جس فضل و کمال روحانی و استقامت دینی کی وجہ سے امام اہل سنت امام احمد رضا نے خانقاہ مارہرہ مقدسہ کا انتخاب کیا اس کی ایک جھلک آپ اس خاندانی خلافت نامہ میں ملاحظہ کر سکتے ہیں:

تاج العلماء اولاد رسول سید میاں قادری برکاتی مارہروی نے احسن العلماء سید مصطفیٰ حیدر حسن قادری برکاتی کو خلافت نامہ ۱۳۶۳ھ میں عطا کرتے ہوئے اس کے اندر تاکید و ہدایت فرمائی کہ:

”سنیتِ خالصہ پر استقامت اور دشمنانِ دین و مخالفانِ شرع متین سے حتیٰ الوسع دور اور ان کے مراتب کے موافق ان سے بیزار و نفور رہیں۔ جملہ کفار و مشرکین و مرتدین و مبتدعین بالخصوص و باہیہ ملاعنہ دیوبند و نجدیہ و نیچریہ زنادقہ غرض جملہ فرق باطلہ پر حتیٰ الوسع رد و طرد کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے ظاہر و باطن کو شریعتِ مطہرہ کے مطابق آراستہ اور آدابِ طریقت کے مطابق پیراستہ رکھیں اور عقائد قدیمہ مذہبِ اہل سنت پر جیسا کہ اس خاندانِ عالی کے اکابر کرام قدسست اسرار ہم کی کتب و تحریرات مثل سبع سنابل حضرت اقدس سید جدِ اعلیٰ میر عبد الواحد بلگرامی و بیجہ الاسرار شریف مشتمل بر ارشادات آقائے نعمت غوثِ اعظم سیدی و مولائی عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما و دیگر تصانیف حضراتِ ائمہ دین و مشائخِ معتمدین اہل سنت و تصانیفِ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجددِ دین و ملت حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب و عقائد نامہ منظومہ حضرت ارخِ معظم سید شاہ غلام محی الدین فقیر عام و مفاوضاتِ طیبہ و شوکتِ اسلام وغیرہ تصانیف حضرت مرشد برحق قدوۃ المتصلین سند المتشد دین علی اعداء رب العالمین حضرت الحاج محمد اسماعیل حسن قدس سرہم العزیز و خطبہ صدارت جماعت انصار الاسلام و غلبہ فتنہِ اہلیہ وغیرہ تحریرات فقیر حقیر سے ظاہر و روشن ہیں پوری مضبوطی و یکسوئی سے قائم رہیں اور اسی پر اپنے اتباع و اولاد مسترشدین کو قائم رکھنے میں حتیٰ الوسع سعی رہیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد والہ و اصحابہ اجمعین وعلینا معہم و بہم و لہم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ فقیر اولاد رسول محمد میاں قادری برکاتی ابوالقاسمی غفرلہ۔ بقلمہ (تمت بالخیر)۔

راقمِ سطور کے علم و مطالعہ کی حد تک یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی مسئلہ میں امام احمد رضا

کے رجوع اور اپنے خیال و رائے سے دست بردار ہونے کی صرف ایک مثال تاریخِ رضویات میں ملتی ہے جو اس طرح ہے۔

”حضرت مولانا سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب مارہری قدس سرہ العزیز کا بیان ہے کہ:

ایک بار ان دونوں حضرات (تاج الفحول مولانا عبد القادر بدایونی و امام اہل سنت مولانا احمد رضا بریلوی) میں مسئلہ عینیت و غیریت صفاتِ باری تعالیٰ پر بحث ہوئی۔

مولانا عبد القادر صاحب فرماتے کہ صوفیہ کے صفات کو عین ذات ماننے اور فلاسفہ کے عین ذات ماننے میں فرق ہے اور مولانا احمد رضا خاں صاحب اس فرق کے ماننے میں اپنا تائیدِ ظاہر فرماتے تھے۔

آخر یہ ٹھہری کہ سیتا پور چلیے اور وہاں حضور جد امجد سیدنا شاہ ایچھے میاں صاحب قدس سرہ العزیز کی مؤلفہ کتاب ’آئین احمدی‘ میرے کتب خانہ میں ہے اور دیگر کتبِ صوفیہ بھی موجود ہیں۔ ان میں فرق کو دیکھ لیجئے۔ دونوں حضرات تشریف لائے اور اولاً ’آئین احمدی‘ کی جلد عقائد سے کتاب زبدۃ العقائد مؤلفہ حضرت احمد صاحب کالپوی قدس سرہ جو ہمارے پیران سلسلہ سے ہیں مولانا عبد القادر صاحب نے نکال کر دکھائی۔ اسے دیکھ کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا:

بغیر دلیل تسلیم کئے لیتا ہوں کہ صوفیہ کے قول عینیت اور فلاسفہ کے قول عینیت میں فرق ہے، اس لئے کہ میرے مرشدانِ عظام فرماتے ہیں کہ ہم جو صفات کو عین ذات مانتے ہیں وہ اس طرح نہیں جس طرح فلاسفہ مانتے ہیں۔ اگرچہ دلیل سے یہ فرق میرے ذہن میں اب تک نہیں آیا ہے۔ (۱) لیکن چونکہ میرے مرشدانِ عظام یہ فرماتے ہیں اس لئے اپنے مرشدانِ عظام کے ارشاد پر سر تسلیم خم کیے دیتا ہوں۔

(ص ۱۴۸ و ۱۴۹۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت اول۔ مرتبہ مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی، مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۳ء۔)

(۱) یہ ابتدائی دور کی بات ہے ورنہ بعد میں سمجھ میں آ گیا تھا۔ اس لئے المعتمد المستند میں اس کو مفصل و مدلل بیان فرمایا۔ محمد مطیع الرحمن رضوی

برتر قیاس سے ہے مقامِ ابوالحسین سدرہ سے پوچھو رفعتِ بامِ ابوالحسین

وارستہ پائے بسنے دام ابوالحسن آزاد، نار سے ہے غلام ابوالحسن
خطِ سیہ میں نورِ الہی کی تابشیں کیا صحیح نور بار ہے شام ابوالحسن
ساقی سنا دے شیشہ بغداد کی ٹپک مہکی ہے بوئے گل سے دام ابوالحسن
بوئے کباب سوختہ آتی ہے مے کثو چھلکا شرابِ چشت سے جام ابوالحسن
گلگوں سحر کو ہے سہر سوزِ دل سے آنکھ سلطانِ سہر ورد ہے نام ابوالحسن
کرتی نشیں ہے نقشِ مراد ان کے فیض سے مولائے نقش بند ہے نام ابوالحسن
جس نخلِ پاک میں ہیں چھیالیس ڈالیاں اک شاخ ان میں سے ہے بنام ابوالحسن
مستوں کو اے کریم! بچائے خمار سے تادورِ حشر دورہ جام ابوالحسن
ان کے بھلے سے لاکھوں غریبوں کا ہے بھلا یارب! زمانہ بادِ بکام ابوالحسن
میل لگا ہے شانِ مسیحا کی دید ہے مردے جلا رہا ہے خرام ابوالحسن
سرگشتہ مہرومہ ہیں پر اب تک کھلا نہیں کس چرخ پر ہے ماہ تمام ابوالحسن
اتنا پتہ ملا ہے کہ یہ چرخِ چنبری ہے ہفت پایہ زینہ بام ابوالحسن
ذره کو مہر، قطرہ کو دریا کرے ابھی گر جوشِ زن ہونخش عام ابوالحسن
انعام لیں بہارِ جنات تہنیت لکھیں پھولے پھلے تو نخلِ مرام ابوالحسن
اللہ ہم بھی دیکھ لیں شہزادہ کی بہار سو نگے گل مراد مشام ابو الحسن
آقا سے میرے سترے میاں کا ہوا ہے نام اس اچھے سترے سے رہے نام ابوالحسن
یارب! وہ چاند جو فلکِ عزو جاہ پر ہر سیر میں ہو گام بگام ابوالحسن
آؤ تمہیں ہلالِ سپہر شرف دکھائیں گردن جھکائیں بہر سلام ابو الحسن
قدرت خدا کی ہے کہ طلسم کناں اٹھی بحرِ فنا سے موجِ دوام ابوالحسن
یارب! ہمیں بھی چاشنی اس اپنی یاد کی جس سے ہے شکر یں لب و کام ابوالحسن
ہاں طالعِ رضا تری اللہ رے یاوری اے بندہ جود و کرام ابوالحسن

☆☆☆

تقریظِ جلیل اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ:

سراج العوارف فی الوصایا والمعارف قدوعی من العلوم غرر
الفوائد و اهدی للفہوم در الفرائد کتاب باہر، ام صواب زاہر ام عباب زاہر

، بل سحابِ ماطر، بل فوق ماتکتھنہ الاوہام والخواطر، فقد حل محل البدن
فی ظلم الدیاجر و وقع موقع الفطر فی ظماء الہواجر، و سترئ ذلک ما حکنت
هنالك و لولا ضیق نطاق النطق عما فیہ من محاسن حق و مناقب صدق
لاریناک ماتقر بہ الاعیان و اسمعناک ماتلذ الاعیان۔ و افہمناک ماتستلذ الذہان
ولکن فی طلعة الشمس ما یعینک عن و صف یغنیک۔ فلنقتصر علی نتیجہ
للطبع انشأتھا الآن فی تاریخ الطبع وان کان یکفی ما ہتف ہاتف اذا تانی فقال
یہنی و یلاطف جاء ”سراج العوارف فی الوصایا والمعارف“ ۱۳۱۳ و اعین
بہذا السید الجلیل بامتداد ظلہ الجمیل الظلیل و حامدین للہ علی ما ولی
و المصلین بالسلام علی اکرم مولیٰ والہ و صحبہ الکرام العلی و ہی ہذہ علی
ماتری و الحمد للہ العلی الاعلیٰ۔

ایا سیدی یا ابنِ غر غطارف

و یا احمد النور نور الاعارف

کلامک نور بہاء السلاسل

و شہد مصفی عن الزیغ صارف

و تحقیق ترویج کشف القلوب

دلیل الیقین سراج العوارف

ولا غرو ان جاء منک سراج

فانک نوری نادى المعارف

ارانا سراجک باللیل شمسا

و شمس بلیل عجیب و طارف

هو البدر یهدی و یندی

سراة و لمعاوزر عالمعارف

فہل مثلہ فی تلید و طارف

و این فاین تراہ الطواف

کأن الكتاب فقیہ مفیض

فجر لعارف و بحر لغارف

رجوت رضاك بتاريخ طبعه

فقلت و في الخلد خلد الرفارف

سراج العوارف نورته

فكنت سناء سراج العوارف

(۱۳۱۳ھ)

حمایتِ حق میں صلابت کی مثال اور مشائخ مارہرہ کی حق پسندی کا جیتا جاگتا نمونہ ہر دور میں ملتا رہا ہے۔ اور اسی سلسلے کی دو مثالیں یہاں پیش خدمت ہیں۔

”اب مخالفتِ استادی مولانا محمد عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ربنا دنیوی نہیں رہی اور جب بہ سبب اختلافِ مذہب ہے تو ہم بھی اس جماعت سے جو مولانا رحمۃ اللہ علیہ سے نہ ملے نہ ملیں گے اور جس محفل میں حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نہ جائیں گے ہم بھی شریک نہ ہوں گے۔“ (تذکرہ نوری ص ۱۲۵) (ص ۱۸۳۔ قصیدہ نور کا۔ اہل سنت کی آواز۔ مارہرہ مطہرہ)

”فخرالفاضل، صدرالامثل، افضل العلماء، اجل الفقهاء، دامت افاداتہم علینا، پس از تسلیم مالوف بالوف تعظیم متمس ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ فقیر بخیر ہے اور خیر و عافیت مزاج مبارک کا مستدعی۔

فقیر کو اس حملہ نامرضیہ کا جو بظاہر آپ پر اور اصل میں دین اسلام پر ہے نہایت رنج ہے۔ افسوس صد افسوس کہ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا ہے اور تقریباً ہزاروں آدمی اس وقت موجود ہیں جنہوں نے حضرت استاذی مولانا مولوی عبدالقادر قدس سرہ اور آپ کے مراسم اور محبت کے برتاؤ دیکھے ہیں۔ اب یہ حال ہوا ہے کہ جس سے مسلمان دینداروں کو روجی صدمہ اور بد مذہبوں کو موقعِ ثنات اور خوشی کامل گیا ہے۔ اگرچہ ان شاء اللہ تعالیٰ ہوگا کچھ نہیں مگر معاندین و مخالفین مذہب حق کو چند دنوں یہ خوشی کا موقع مل گیا۔

فقیر اگرچہ آپ کی کسی ظاہری اعانت کے لائق نہیں مگر ہر وقت دل سے دعا کر رہا ہے کہ اس منحصر سے باحسن وجوہ آپ کو طمانیت حاصل ہو، اور آپ کے دستِ قلم سے دین حق کی ہر طرح سے اعانت ہوتی رہے، اور مخالفین دین کو ذلت پہنچتی رہے۔ (مفاوضات طیبہ

ص ۱۴-۱۵) (مکتوب حضرت شاہ جی میاں قادری برکاتی بنام امام احمد رضا۔ قصیدہ نور کا۔ اہل سنت کی آواز۔ مارہرہ مطہرہ)

”حضرت سید شاہ اسماعیل حسن میاں صاحب کا بیان ہے کہ:

حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین نوری مارہروی قدس سرہ العزیز نے مجھ سے فرمایا کہ: اب اس وقت دین داری کی علامت یہ ہے کہ جو شخص مولانا عبدالقادر صاحب بدایونی اور مولانا احمد رضا خان صاحب سے محبت رکھے اسے دین دار جانو اور جو ان دونوں سے بغض و عداوت رکھے اسے سمجھ لو کہ بد مذہب ہے یا کسی بد مذہب کے پھیر میں پھنسا ہوا ہے۔ اور جس مسئلہ پر ان دونوں کا اتفاق ہوا اسے جانو کہ یہ مسئلہ بہت ہی محقق ہے، اور جس مسئلہ سے ان دونوں کو اختلاف ہوا اسے جانو کہ یہ غیر محقق اور غلط ہے۔

اور فرماتے کہ ہمارا تو اب یہی دستور العمل ہے کہ جو مسئلہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے فرمایا اس پر دل فوراً مطمئن ہو گیا اور آپ کی اعلیٰ تحقیق اور غور و تدبر کے کثیر در کثیر مشاہدات و واقعات نے یہ حالت کر دی تھی کہ جو مسئلہ دریافت کرتا اس کی نسبت لکھ دیتا کہ مسئلہ کا حکم لکھ دیجیے دلیل کی ضرورت نہیں۔ اس لئے فقیر کا بھی یہی دستور العمل ہے۔ (ص ۲۶۲۔ حیاتِ اعلیٰ حضرت سوم)

”اعلیٰ حضرت امام اہل سنت کو اپنے مشائخ کرام قدسیت اسرارہم کے ساتھ جو شغف تھا، بیان سے باہر ہے۔ اسی لئے جب ذرا بھی موقع ملتا مشائخ کرام کا تذکرہ فرمادیتے تھے۔ ۱۳۱۵ھ میں اردو میں دو قصیدہ تحریر فرمایا۔ ایک تاج الفحول محبت الرسول حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز کی مدح و صفت میں۔ جس کا نام تاریخی، چراغ انس، (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے

اے امام الہدیٰ محبت رسول

دین کے مقتدی محبت رسول

دوسرا قصیدہ حضرت سیدنا سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قدس سرہ کی مدح و ثنائیں، اس کا تاریخی نام ”مشرقستان قدس“ (۱۳۱۵ھ) رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے

ماہِ سیماء ہے احمد نوری مہر جلوہ ہے احمد نوری

اور مقطع یہ ہے

کیوں رضائم ملول ہوتے ہو ہاں تمہارا ہے احمد نوری
اس قصیدہ کو استماع فرما کر حضرت ممدوح نے اعلیٰ حضرت، قدس سرہ اسرار ہما کو
ایک نہایت ہی نفیس معطر و معنیر عمامہ عطا فرمایا۔ اور اپنے دست اقدس سے اعلیٰ حضرت کے
سر پر باندھا۔ حاضرین جلسہ سے حضرت مولانا عبدالمقتدر مطیع الرسول صاحب قادری برکاتی
عثمانی بدایونی نے فی البدیہہ اس عطیہ بہیہ کی تاریخ، تاج الفخر (۱۳۱۵ھ) نکالی۔ اس قصیدہ
مبارکہ میں بھی نہایت ہی خوبی سے حضرت ممدوح کی تعریف میں پورا شجرہ نظم فرمایا ہے۔

سید الانبیا رسول اللہ تیرا بابا ہے احمد نوری
مرجع اولیا علی ولی تیرا دادا ہے احمد نوری
وہ حسینی رچی ہوئی رنگت گل سے زیبا ہے احمد نوری
زینت زین عابدیں سے ترا حسن نکھرا ہے احمد نوری
عم اعظم ہیں حضرت باقر تو بھتیجا ہے احمد نوری
صادق رض سوز کا پرتو تجھ پہ سچا ہے احمد نوری
شان کاظم دکھا کہ معدن حلم تیرا منشا ہے احمد نوری
اے رضا کے رضی رضی کا رضا تجھ سے جو یا ہے احمد نوری
فضل معروف سے ترا معروف شہر شہرا ہے احمد نوری
سر میں ساری ہے سر پاک سری سر پہ سایہ ہے احمد نوری
سید الطائفہ کا طائف سے ہم کو کعبہ ہے احمد نوری
شبلی شبلی ہے قوم شر پر شیر شرزہ ہے احمد نوری
عبد واحد کے بحر وحدت سے دُر یکتا ہے احمد نوری
بو الفرح کے لئے فرح دیدے غم نے گھیرا ہے احمد نوری
حسن بوالحسن پہ یہ تیرا حسن کیا نرالا ہے احمد نوری
بوسعدی سعید کتنا سعد تیرا تارا ہے احمد نوری
غوث کونین کی غلامی سے جگت آقا ہے احمد نوری
عبد رزاق ہیں وسیلہ رزق تو سہارا ہے احمد نوری
نصر و بو نصر اس کے نصر و نصیر ناصر اپنا ہے احمد نوری

تازی کو نیل علی کی ڈالی میں تیرا بالا ہے احمد نوری
شاہ موسیٰ کے گورے ہاتھوں کا پد بیضا ہے احمد نوری
حسنی احمد حسین و حمید خوش ستودہ ہے احمد نوری
دیکھ لو جلوۂ بہاء الدین آئینہ سا ہے احمد نوری
گل خندان باغ ابراہیم تیرا چہرہ ہے احمد نوری
خود بھکاری کے درکا سائل ہے ہم کو داتا ہے احمد نوری
نور قاضی ضیا کے پرتو سے نور اضوا ہے احمد نوری
اے جمالی جمیل شان جمال تجھ میں جملہ ہے احمد نوری
حمد کے دونوں پاک ناموں کا فیض و لمعہ ہے احمد نوری
شان انوار فضل فضل اللہ تجھ سے پیدا ہے احمد نوری
برکاتی چمن کا بوٹا ہے برکت زا ہے احمد نوری
باغ آل محمدی ہے نہال ستھرا پودا ہے احمد نوری
رہے حمزہ کا میکدہ جس کی مدھ کا ماتا ہے احمد نوری
آل احمد ہیں مصطفیٰ کے چاند ماہ پارہ ہے احمد نوری
خسرو اولیا ہیں آل رسول شاہزادہ ہے احمد نوری

(ص ۵۶ تا ۵۸ حیات اعلیٰ حضرت سوم۔ رضا اکیڈمی بمبئی ۲۰۰۳ء)

اپنے مشائخ کرام کو سلام عقیدت پیش کرتے ہوئے امام احمد رضا بریلوی عرض گزار ہیں۔
شاہ برکات و برکات پیشینیاں نو بہار طریقت پہ لاکھوں سلام
سید آل محمد امام الرشید گلِ روض ریاضت پہ لاکھوں سلام
حضرت حمزہ شیر خدا و رسول زینتِ قادریت پہ لاکھوں سلام
نام و کام و تن و جان و حال و مقال سب میں اچھے کی صورت پہ لاکھوں سلام
نورِ جاں عطرِ مجموعہ آل رسول میرے آقائے نعمت پہ لاکھوں سلام
زیبِ سجادہ سجادِ نوری نہادِ احمد نورِ طینت پہ لاکھوں سلام
اپنے پیرومرشد حضرت خاتم الاکابر کا عرس مقدس امام احمد رضا بڑی پابندی سے کرتے
تھے اور یہ سلسلہ انہوں نے زندگی بھر جاری رکھا۔ چنانچہ ملک العلماء لکھتے ہیں:

”کوہ بھوالی (نینی تال) سے مراجعت ۱۲ محرم الحرام ۱۳۴۰ھ کو ہوتی ہے۔ حضور کے پیر و مرشد اعلیٰ حضرت سیدنا شاہ آل رسول صاحب قادری برکاتی احمدی مارہروی قدس سرہ العزیز کے عرس شریف کا زمانہ منقطع ہو چکا تھا کہ ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ ذی الحجۃ الحرام کو حضور کیا کرتے تھے۔ لہذا واپس آنے پر یہ تقریب منائی گئی۔ اور چوں کہ نقاہت اس درجہ تھی کہ حُدام کرسی پر بٹھا کر پانچوں وقت مسجد میں لے جاتے تھے لہذا اقل شریف کے لئے کاشانہ اقدس کے اندر ہی انتظام ہوا۔ (ص ۲۶۰ حیات اعلیٰ حضرت سوم)

”حضرت پیر و مرشد سیدنا شاہ آل رسول قدس سرہ العزیز کے عرس شریف میں جو سال بسال بتوارخ ۱۷/۱۸/۱۹ ذی الحجۃ الحرام ہوا کرتا تھا مگر اس مرتبہ بوجہ علالت اعلیٰ حضرت قبلہ اوقات مقررہ پر نہ ہوسکا بلکہ بعد واپسی حضور یہ عرس شریف ہوا۔ اس عرس میں کہ اعلیٰ حضرت کی حیات میں آخری عرس تھا، قل کے وقت لوگوں کو مکان میں طلب فرمایا۔ یہ وعظ و نصیحت کی آخری صحبت تھی اور رشد و رشاد کا دور۔ الخ۔ (ص ۲۸۳ حیات اعلیٰ حضرت سوم)۔

اپنے شجرہ دعائیہ میں امام احمد رضا بریلوی عرض کرتے ہیں:

یا الہی! رحم فرما مصطفیٰ کے واسطے یار رسول اللہ کرم کیجیے خدا کے واسطے
مشکلیں حل کر شہرہ مشکل کشا کے واسطے کربلائیں رد شہید کربلا کے واسطے
سید سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے علم حق دے باقر علم ہدی کے واسطے
صدق صلیق کا تصدق صلیق الاسلام کر بے غضب راضی ہو کاظم لہ رضا کے واسطے
بہر معرف وری معرف دے بے خو سہری جند حق میں رگن جند بھصفا کے واسطے
بہر شہلی شیر حق دنیا کے کتوں سے بچا ایک کار رکھ عبد واحد بے ریا کے واسطے
بوالفرح کا صدقہ کر غم کو فرح دے حسن وسعد بواحسن اور بوسعد سعدا کے واسطے
قادری کر قادری رکھ قادیوں میں اٹھا قدر عبد القادر قدرت نما کے واسطے
احسن اللہ لہم رزقا، سے دے رزق حسن بندہ رزاق تنج الاصفیا کے واسطے
نصرائی صالح کا صدقہ صالح و منصور رکھ دے حیات دیں محی جاں فزا کے واسطے
طور عرفان و علو و حمد و حسنی و بہا دے علی موسیٰ حسن احمد بہا کے واسطے
بہر ابراہیم مجھ پر ناغم گلزار کر بھیک دے داتا بھکاری بادشا کے واسطے
خانہ دل کو ضیاء دے روئے ایماں کو جمال شہ ضیا مولیٰ جمال الاولیا کے واسطے

دے محمد کے لئے روزی کراحمد کے لئے خوان فضل اللہ سے حصہ گدا کے واسطے
دین و دنیا کے مجھے برکات دے برکات سے عشق حق دے عشقی عشق انتہا کے واسطے
حب اہل بیت دے آل محمد کے لئے کر شہید عشق حمزہ پیشوا کے واسطے
دل کو اچھا تن کو ستھرا جان کو پر نور کر اچھے پیارے شمس دیں بدر العلی کے واسطے
دو جہاں میں خادم آل رسول اللہ کر حضرت آل رسول مقتدا کے واسطے
صدقہ ان اعیان کا دے چھ عین، عز علم و عمل عفو و عرفاں عافیت احمد رضا کے واسطے



حضرت تاج الفحول محبت الرسول مولانا شاہ عبدالقادر صاحب بدایونی قدس سرہ العزیز بلکہ ان کے والد ماجد حضرت معین الحق مولانا شاہ فضل رسول صاحب قدس سرہ اور ان کے والد ماجد حضرت مولانا عین الحق شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ کو بیعت مارہرہ شریف سے ہے۔ اس لئے مریدان حضرت تاج الفحول کی فرمائش پر اعلیٰ حضرت نے ایک شعر بڑھا دیا جو حضرت اچھے میاں شاہ شمس المملۃ والدین قدس سرہ کے نام نامی کے بعد پڑھا جاتا ہے۔ اس لئے کہ حضرت مولانا شاہ عبدالمجید صاحب قدس سرہ العزیز کو اچھے میاں قدس سرہ العزیز سے بیعت و خلافت حاصل تھی۔ وہ شعر یہ ہے

یا معین یا عین یا عین و معین کے نور عین

عبد قادر میرے مرشد رہنما کے واسطے

ہم لوگ متوسلین بارگاہ رضویہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کی حیات میں تو اسی طرح پڑھا کرتے تھے۔ جیسے اعلیٰ حضرت نے نظم فرمایا۔ اور اس کتاب (حیات اعلیٰ حضرت) میں درج ہے۔ اور مقطع کا یہ مطلب لیتے تھے کہ خداوند ابرکت پیر و مرشد برحق حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب ہم لوگوں کو چھ عین، عز علم و عمل، عفو، عرفاں، عافیت عطا فرمایا۔ جب ۲۵ صفر روز جمعہ مبارکہ ۱۳۴۰ھ میں اعلیٰ حضرت کا وصال ہوا۔ اور حضرت حجت الاسلام مولانا شاہ حامد رضا خاں صاحب خلف اکبر، اعلیٰ حضرت کے جانشین ہوئے۔ تو ایک شعر انہوں نے اعلیٰ حضرت کے نام نامی کا اضافہ فرمایا۔

کر عطا احمد رضا نے احمد مرسل مجھے

میرے مولیٰ حضرت احمد رضا کے واسطے

اور مقطع میں بجائے احمد رضا اس بے نوا بنادیا، اور اس کو اس طرح پڑھنے لگے۔

صدقہ ان اعمیاں کا دے چھ عین، عز علم و عمل

عفو عرفاں عافیت اس بے نوا کے واسطے

(ص ۵۵۵ و ۵۶۰ حیاتِ اعلیٰ حضرت سوم)

مشائخ مارہرہ مطہرہ و امام احمد رضا بریلوی کے درمیان جو اخلاص و داد و اتحاد تھا اور ان نفوسِ قدسیہ نے خدمتِ اسلام و مسلمین کا جو فریضہ انجام دیا ہے اس کے انوار و تجلیات سے آج اہل سنت کا سینہ روشن و منور ہے۔ اور یہ تعلقات و روابطِ قلبی آج بھی علما و مشائخِ اہل سنت کے لئے قابلِ تقلید نمونہ ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقہ و طفیل میں ہم سب کو اپنے اسلاف و اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے اور مذہبِ اہل سنت پر مستقیم رہنے کی سعادت و توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

بھائی کا رنامہ نہ کہیے، ادبی کوشش کہیے۔ تو اس کے بارے میں جناب مالک رام، پروفیسر نذیر احمد اور متعدد اصحاب نے اچھے پُر معلومات مضامین لکھے ہیں۔ آپ سب سے پہلے جناب مالک رام کی نذر مختار دیکھئے۔ پھر ڈاکٹر نذیر احمد صاحب کا مرتب کیا ہوا مجموعہ مضامین ”پروفیسر مختار الدین احمد محقق اور دانشور“ اور اس کے بعد ڈاکٹر عطا خورشید اور مہر الہی صاحبان کی کتاب ”مختار نامہ“ دیکھئے جس میں انہوں نے میری عربی، فارسی، اردو، انگریزی تصانیف اور میرے مضامین کی فہرست شائع کی ہے۔ اگر یہ شائع کئے جائیں تو کوئی دس مجلدات میں آئیں۔ جہاں تک انٹرویو کا سوال ہے تو ۱۹۸۲ء میں جب میں پہلی مرتبہ پاکستان گیا تو ڈاکٹر وحید قریشی، ڈاکٹر سید معین الرحمن، ڈاکٹر تحسین فراقی، عطاء الحق قاسمی نے ”نوائے وقت“ لاہور کے لئے اور انہی حضرات کے ساتھ ڈاکٹر سعادت سعید اور جناب شاہین حیدری صاحب نے ایک دوسری نشست میں اخبار ”جنگ“ (لاہور) کے لئے مفصل انٹرویو لئے تھے، آپ انہیں دیکھئے۔ دو ایک انٹرویو ہندوستان میں بھی چھپے ہیں، پروفیسر ابوالکلام قاسمی نے آل انڈیا ریڈیو کے لئے بھی ایک مفصل انٹرویو مجھ سے لیا تھا جس کے کیسیٹ ڈاکٹر طارق چغتاری صاحب کے پاس شاید اب بھی مل جائیں انہیں سن لیجئے آپ کا مقصد پورا ہو جائے گا۔

فریدی:

آپ کی ابتدائی تعلیمی زندگی کے بارے میں کچھ جاننا چاہتا ہوں، یہ زمانہ آپ کا کہاں گزرا؟ اور کس ماحول میں گزرا؟

پروفیسر مختار الدین احمد:

یہ سوال آپ نے بہت اچھا کیا۔ میری ابتدائی زندگی کوئی سات سال کی عمر تک میری اپنی نانہال ضلع پٹنہ کے موضع استھانواں (نزد دسٹہ، گیلانی) میں گزری۔ قرآن شریف کے ابتدائی پارے اپنی والدہ مرحومہ اور اپنے نانانشی واعظ الحق سے پڑھے، یہ متوسط درجے کے زمیندار اور کاشت کار تھے۔ بڑی کامیاب اور مطمئن زندگی گزاری۔ ڈاکٹر وحید قریشی کی تحریک پر مرحوم پر رسالہ صحیفہ لاہور میں ایک تاثراتی مضمون لکھا، کہیں مل جائے تو دیکھئے

پروفیسر مختار الدین احمد

قمر احمد ٹی فریدی

پروفیسر مختار الدین احمد سے ایک ملاقات

(۲۴ مئی ۲۰۱۰ء)

فریدی:

ڈاکٹر صاحب پچھلے دو ماہ سے آپ علیل رہے اب آپ کا مزاج کیسا ہے؟ آپ کچھ کمزور لگ رہے ہیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

بھائی ڈاکٹر کہتے ہیں کہ مجھ میں پروٹین کی سخت کمی ہوگئی ہے۔ تین دن ہسپتال میں رکھ کر دو پونٹ پروٹین ڈرپ کے ذریعہ جسم میں داخل کیا گیا ہے۔ اب پروٹین بھری غذاؤں سے گھر پر آکر اس کی تلافی کر رہا ہوں اور سانس کی تکلیف تو کچھ رہتی ہی ہے، بہر حال خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ۸۵ سے زائد سال کی عمر میں بھی کتابوں کا مطالعہ جاری ہے، لکھنے میں نقاہت محسوس کرتا ہوں۔ آپ سے ملنے کو دل بھی چاہتا تھا اچھا ہوا آپ آگئے، اب آپ کا پہلا سوال کیا ہے؟

فریدی:

ڈاکٹر صاحب میں آپ کا بہت ممنون ہوں کہ آپ نے مشغولیات اور طبیعت کی ناسازی کے باوجود مجھے وقت دیا کہ میں آپ سے کچھ دیر باتیں کر سکوں اور آپ کی ابتدائی تعلیمی زندگی اور علمی و ادبی کارناموں کے بارے میں کچھ معلومات حاصل کر سکوں اور آپ سے مختصر سا انٹرویو لے سکوں۔

گا۔ وہاں ایک چھوٹی سی تعلیم گاہ مدرسہ محمدیہ بھی آتا جاتا رہا، مولوی سید محمد اس کے نگران تھے، میرے اساتذہ مولوی نعیم الدین (ناموں مولوی صاحب کہلاتے تھے) اور مولوی محمد عمر تھے، سات سال کی عمر میں والد صاحب نے مجھے پٹنہ بلا لیا۔ آپ نے مجھے ابتدائی اور متوسطات تک کے سارے اسباق مدرسہ جانے سے پہلے، بعد عصر اور پھر بعد مغرب خود پڑھائے۔ مدرسہ اکرمانیشن بورڈ کے نو سال کا کورس انہوں نے بہت جلد ختم کر دیا، یہ یاد ہے کہ موطا امام محمد گیارہ سال کی عمر میں پڑھ رہا تھا اور اسے جلد ہی ختم کر لیا تھا۔ پھر میں نے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ کے سینیئر سیکشن کی جماعت مولوی میں داخلہ لے لیا، وہیں سے آٹھ سال میں مولوی، عالم، فاضل اور فاضل حدیث کے امتحانات کا کورس مکمل کیا، اصول حدیث کے پرچے کے امتحان علامہ سید سلیمان ندوی تھے، بہت اچھے مارکس دیئے تھے۔ پورا پرچہ عربی میں لکھا تھا۔ افسوس اب مزاوت نہ رہی۔ آخری دو امتحانوں میں صوبہ بہار اور اڑیسہ کے تمام طلباء میں اوّل آیا اور وزرائے تعلیم سر محمد فخر الدین اور مسٹر سید عبدالعزیز بار ایٹ لاء کے نام کے دو گولڈ میڈل حاصل کئے۔

فریدی:

ڈاکٹر صاحب آپ کا تعلق اردو اور عربی دونوں زبانوں سے ہے۔ اردو میں کربل کتھا کی دریافت کا سہرا آپ کے سر ہے۔ ماہرین غالبیات میں آپ کا شمار ہوتا ہے۔ کئی اہم مخطوطات آپ نے مدون کئے، متعدد گراں قدر تحقیقی مقالے تحریر کئے۔ عربی میں بھی آپ نے بہت سے علمی کام کئے۔ تحقیقی مضامین لکھے، نادر مخطوطات مرتب کئے۔ یکے بعد دیگرے دو علمی مجلے نکالے، مجلہ علوم اسلامیہ اور مجلۃ المسجمع العلمی الہندی جسے عربی دنیا میں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ گویا آپ اردو کے معروف محقق ہونے کے ساتھ ساتھ عربی کے استاد اور معروف اسکالر بھی ہیں، ان دونوں زبانوں سے اپنے رشتے کو آپ کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

پروفیسر مختار الدین احمد:

آپ نے سوال خوب کیا، جہاں تک خاندانی روایات، ماحول اور تعلیمی اسناد کا تعلق ہے میں عربی کا آدمی ہوں، دینی مدارس کی تعلیم کے بعد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے

شعبہ عربی سے میں نے عربی میں ایم۔ اے کیا، پی۔ ایچ۔ ڈی کی اور یہیں شعبہ عربی میں خدمت درس و تدریس پر مامور ہو گیا۔ لکچرر، ریڈر اور پروفیسر ہوا، ایک مدت تک صدر شعبہ رہا۔ ۱۹۸۳ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوا۔ اس وقت کے وائس چانسلر سید ہاشم علی صاحب نے تین سال کی توسیع کر دی، یہ میری ملازمت کی کہانی ہے۔

میرے والد صاحب علیہ الرحمہ ہندوستان کے مشہور علماء میں شمار کئے جاتے ہیں، جلیل القدر مصنف تھے، تعداد تصانیف ڈیڑھ سو سے زائد ہیں، میرے پھوپھا مولوی کبیر احمد صاحب مسلک علیہ حضرت سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی ایک عربی کتاب انہوں نے اپنے خرچ پر شائع کی تھی۔ میرے حقیقی ماموں مولوی رئیس احمد استھانوی مدرسہ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے، وہ مدتوں مدرسہ اسلامیہ اورنگ آباد (ضلع پٹنہ) میں مدتوں حدیث و تفسیر کا درس دیتے رہے ان میں تنگ نظری نہیں تھی، اختلافی مسائل سے دلچسپی نہیں رکھتے تھے۔ میرے برادر نسبتی مولانا ریاض الحق مدرسہ شمس الہدیٰ کے تعلیم یافتہ تھے۔ وہ مدرسہ حنفیہ کٹیہار ضلع پورنیہ میں مدت العمر درس دیتے رہے۔ میرا خاندان جو علی گڑھ میں ہے ان کا حال آپ کو معلوم ہی ہے۔ میرے بڑے بیٹے طارق مختار نے عربی میں ایم۔ اے، ایم۔ فل۔ اور پی۔ ایچ۔ ڈی کیا ہے۔ دوسرے بیٹے اقبال ملک نے اسلامک اسٹڈیز میں ایم۔ اے کیا ہے۔ میری بیٹیاں ہیں یاسمین طارق چھتاری اور فریدہ مختار، دونوں نے عربی میں ایم۔ اے کیا ہے۔ اس طرح آپ کہہ سکتے ہیں کہ عربی زبان سے میرا رشتہ بہت گہرا ہے۔ میری عربی تصانیف و مقالات کا ذکر مختار نامہ میں دیکھئے۔

فریدی:

عربی میں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی تحریک غالباً آپ کو گھر سے ملی ہوگی؟ آپ کے والد محترم ملک العلماء حضرت مولانا ظفر الدین قادری مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ میں پرنسپل تھے۔ ابتدائی تعلیم و تربیت ان ہی کی رہنمائی میں ہوئی ہوگی۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

آپ کا خیال بجا ہے۔ میری ابتدائی تعلیم مدرسہ شمس الہدیٰ میں ہوئی۔ پھر میں ۱۹۴۳ء میں علی گڑھ آ گیا۔ یہاں سے میں نے انٹر میڈیٹ کیا۔ بی۔ اے اور ایم۔ اے کیا۔

علوم اسلامیہ اور عربی کے مشہور اسکالر علامہ عبدالعزیز مبینی کی نگرانی میں حماسۃ البصریۃ پڑا کٹریٹ کی ڈگری حاصل کی اور طالب علمی کے زمانے میں ہی علی گڑھ میگزین کا غالب نمبر نکالا۔ پھر مجھے فورڈ فاؤنڈیشن میں فیلوشپ مل گئی اور میں آکسفورڈ چلا گیا، جہاں میں نے پہلے جدید عربی ادب کا مطالعہ کیا، مڈل ایسٹ کے بہت سے علماء سے استفادہ کیا۔ میں نے واحد عربی مخطوطے جمہورۃ الاسلام پر کام کیا اور ڈی۔فل کی ڈگری حاصل کی۔ اس کے بعد میں علی گڑھ لوٹ آیا۔ یہاں ۱۹۵۸ء میں ادارۃ علوم اسلامیہ کا ڈائریکٹر مقرر ہوا، پھر شعبہ عربی کی صدارت کی ذمہ داری مجھے سونپی گئی۔ آرٹس فیکلٹی کے ڈین کی حیثیت سے بھی میں نے کام کیا۔ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی ایکریڈیٹو کونسل کا ممبر بھی رہا۔ میں نے دس برس تک مجلہ علوم اسلامیہ کی ادارت کی۔ اس رسالے میں عربی، فارسی، ترکی ادب اور اسلامیات سے متعلق مضامین شائع ہوئے تھے۔ اس کے بعد میں نے مجلہ المجمع العلمی الہندی کے نام سے ایک رسالہ جاری کیا کس کی عربی دنیا میں بڑی شہرت ہوئی۔

فریدی: بعض اور باتیں بھی قابل ذکر ہیں مثلاً مصر، شام اور اردن کی کئی ادبی اکیڈمیوں کی رکنیت آپ کو ملی ہوئی ہے۔ ہندوستان میں آپ شاید پہلے اسکالر ہیں جسے ستمبر ۲۰۰۴ء میں حکومت اردن کے آل البیت فاؤنڈیشن برائے فروغ فکر اسلامی کا مقرر رکن منتخب کیا گیا۔ آپ ایک عرصے تک جامعہ اردو علی گڑھ کے نائب شیخ الجامعہ کے اعزازی عہدے پر بھی فائز رہے۔ بہار میں جگن ناتھ مشرانے مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی کا اعلان کیا تھا۔ مدتوں بعد رابڑی حکومت نے اس منصوبے کو عملی جامہ پہنانے کا ارادہ ظاہر کیا تو مجوزہ یونیورسٹی کی وائس چانسلرشپ آپ کو آفر کی گئی۔ آپ نے قبول کی، پڑنے تشریف لے گئے لیکن منصوبہ کاغذی کاروائیوں تک محدود رہا اور آخر کار آپ علی گڑھ لوٹ آئے۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

جی ہاں وہ بھی ایک دلچسپ تجربہ تھا۔

فریدی:

اظہار تحسین کے طور پر جو ایوارڈ آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے ان میں سے کن انعامات کو آپ قابل ذکر سمجھتے ہیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

۱۹۷۹ء میں صدر جمہوریہ نے عربی زبان و ادب کی خدمات پر پریسڈنٹ ایوارڈ سے نوازا۔ ۲۰۰۷ء میں اتر پردیش اردو اکادمی نے مولانا ابوالکلام آزاد انعام کا اعلان کیا اور ۲۰۰۷ء میں علی گڑھ ایلومنائی ایسوسی ایشن نیویارک کی طرف سے لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ عطا کیا گیا۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں علی گڑھ ایلومنائی ایسوسی ایشن انعام یافتگان کے اعزاز میں نیویارک (امریکہ) میں تقریب کا انعقاد کرتی ہے لیکن اس عمر میں میرے لئے اتنا طویل سفر کرنا ممکن نہ تھا۔ ایک زمانہ تھا کہ یورپ، مڈل ایسٹ، مصر، شام، اردون، سعودی عرب وغیرہ کا سفر میرے لئے کوئی مسئلہ نہیں تھا، میں نے متعدد غیر ملکی دورے کئے لیکن اب سفر دشوار ہے۔ اچھا ہوا کہ ان لوگوں نے میری خاطر خود زحمت کی اور علی گڑھ میں تقریب منعقد کی۔ آپ تو تھے اس تقریب میں؟

فریدی:

جی ہاں، نہایت پروقار تقریب تھی۔ بات یہ ہے کہ ایمان داری سے کام کرنے والوں کی پذیرائی ہوتی ہے تو ہر ایک کو خوشی ہوتی ہے۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

اصل چیز ہے دل کا اطمینان۔ جو کچھ مجھ سے ہوسکا میں نے کیا۔ میرا کام کیسا ہے اس کا فیصلہ مجھے نہیں کرنا ہے۔ میں کام کرنے میں یقین رکھتا ہوں۔ دور طالب علمی سے اب تک میں مسلسل کام کرتا رہا ہوں۔

فریدی:

دوران طالب علمی آپ نے علی گڑھ میگزین کی ادارت کی تھی۔ اس میگزین کے نگراں اور شعبہ اردو کے سربراہ پروفیسر رشید احمد صدیقی تھے۔ ان کی نگرانی میں رسالہ ترتیب دینے کا تجربہ کیسا رہا؟

پروفیسر مختار الدین احمد:

وہ تخلیقی مزاج کے آدمی تھے۔ لیکن تحقیقی امور میں رکاوٹ نہیں ڈالتے تھے۔ آزادی سے کام کرنے کا انہوں نے موقع دیا۔ میرے کام میں انہوں نے کبھی مداخلت نہیں

کی البتہ مشورے ضرور دیئے۔

فریدی:

علی گڑھ میگزین کا غالب نمبر علمی حلقوں میں بیحد مشہور ہوا۔ بعد میں اس کام کو آپ نے مزید آگے بڑھایا جہاں تک مجھے یاد ہے اس سلسلے کی ایک کتاب ”احوال غالب“ کے نام سے ۱۹۵۳ء میں شائع ہوئی۔ پھر ”نقد غالب“ کے نام سے ۱۹۵۶ء میں ایک اور تالیف منظر عام پر آئی۔ آپ نے گنجینہ معانی کے نام سے بھی ایک مجموعہ مرتب کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا لیکن یہ منصوبہ پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکا۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

میں نے قاضی عبدالودود کے کہنے پر اس کام کو کیا تھا۔ گنجینہ معانی کو مکمل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

فریدی:

اچھا ہوا قاضی صاحب کا ذکر نکل آیا۔ میں ان سے آپ کے روابط کے بارے میں دریافت کرنے ہی والا تھا۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

میرا ان سے بہت گہرا تعلق رہا ہے۔ ان سے میرے تعلقات ۱۹۳۶ء کے آس پاس قائم ہوئے اور تا زندگی قائم رہے۔ مجھے ان کی تحریروں اور ان کی صحبتوں سے کس قدر فائدہ ہوا کیا بتاؤں۔ یہ بہت تفصیل چاہتا ہے۔ ہاں میں نے تحقیق میں ان کی پیروی کی کوشش کی لیکن ان کے انداز تحریر سے کسی قدر دور رہا۔ بہت دن ہوئے نقوش میں کسی نقاد نے لکھا تھا کہ میری تحریروں پر مولوی عبدالحق کا زیادہ اثر ہے۔

فریدی:

جب آپ آکسفورڈ جا رہے تھے تو قاضی صاحب ہی نے آپ کو یورپ کے کتب خانوں میں کربل کتھا کی تلاش کا مشورہ دیا تھا۔

پروفیسر مختار الدین احمد:

آپ کی اطلاع صحیح ہے۔ ساری تفصیل آپ نے کربل کتھا کے مقدمے میں پڑھی ہوگی۔ جب یورپ کے کتب خانوں میں اس کی تلاش میں سرگرداں تھا تو ایک بار ان سے پوچھا، اگر میں نے کربل کتھا تلاش کر لی تو آپ مجھے کیا انعام دیں گے؟ فرمایا میں آپ کو اردو کے محسنوں میں شمار کروں گا اور اس سے بڑا کوئی انعام میرے ذہن میں نہیں ہے۔

فریدی: جی ہاں۔ شمالی ہند کی اردو نثر کی قدیم ترین کتاب دریافت کر کے آپ نے اردو ادب کی ایک اہم خدمت انجام دی ہے۔ اس کتاب کی تدوین میں آپ نے محنت شاقہ سے کام لیا ہے۔ آپ نے اور بھی بہت سے کام کئے ہیں جن کی وسعت اور اہمیت کا اندازہ مالک رام صاحب کی مرتب کردہ تہنیتی کتاب ”نذر مختار“ سے لگایا جاسکتا ہے۔ ڈاکٹر عطا خورشید اور مہر الہی ندیم صاحبان کی ترتیب دی ہوئی کتاب مختار نامہ سے بھی رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے لیکن مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے دریافت کروں، خود آپ کی نظر میں آپ کے اہم ترین کام کون کون سے ہیں؟

پروفیسر مختار الدین احمد:

یہ بات تو مجھے آپ سے پوچھنی ہے، میں تو صرف یہ کہوں گا کہ کربل کتھا، تذکرہ آزرده، تذکرہ گلشن ہند، دیوان حضور پر میں نے بہت محنت کی ہے، ایک تو یہی کتاب ہے فضل کی کربل کتھا جس کا آپ نے ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ صدر الدین آزرده کا تذکرہ شعراء جس کا نسخہ کنگز کالج کیمبرج میں مجھے ملا تھا۔ دوسرا حیدر بخش حیدری کا تذکرہ گلشن ہند جس کا نسخہ بوڈلین لائبریری آکسفورڈ اور برٹش میوزیم لندن سے دستیاب ہوا تھا۔ ان کے علاوہ تذکرہ شعراء فرخ آباد (نسخہ علی گڑھ اور رامپور)، دیوان حضور عظیم آبادی (نسخہ خانقاہ عمادہ، پٹنہ)، قدیم شاعر دیوان اکبر دہلوی (نسخہ لالہ سری رام، بنارس) اشعار سلیمان شکوہ (پنجاب یونیورسٹی، مجموعہ شیرانی) وغیرہ کو میں نے نہایت توجہ سے مدون کیا ہے۔ لیکن یہ اور چند کتابیں ابھی شائع نہیں ہوئی ہیں، ہاں دیوان نعیم دہلوی (نسخہ کیمبرج) کو بھی میں اپنے اچھے کاموں میں شمار کرتا ہوں۔

فریدی:

آپ نے اکبر الہ آبادی کے خطوط بھی مرتب کئے اور ریاض الدین امجد کے سفر نامہ ”سیر دہلی“ کو بھی مدون کیا ہے۔

پروفیسر مختار الدین احمد: کلیات مکتوبات اکبر الہ آبادی آج کل زیر طبع ہے۔ ”سیر دہلی“ ایک دلچسپ سفر نامہ ہے۔ اس کے مصنف ریاض الدین امجد اگرہ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے اپنے دہلی کے سفر کے دلچسپ حالات بیان کئے ہیں، اور اس عہد کی دلی کے کلچر کو اچھے انداز میں پیش کیا ہے۔ غالب کا اور صفیر بلگرامی اور دوسرے شعراء سے اپنی ملاقاتوں کا ذکر کیا ہے۔ میں نے سوچا اس تاریخی دستاویز کو لوگوں تک پہنچانا چاہیے، اس لئے میں نے اسے مرتب کر کے دہلی سے شائع کر دیا۔

فریدی: اب تک کی گفتگو سے یہ نتیجہ نکالنا بے جا نہ ہوگا کہ آپ کو شروع سے تصنیف و تالیف کا شوق تھا۔ اس شوق کو ہمیز کرنے میں کن لوگوں نے حصہ لیا؟

پروفیسر مختار الدین احمد: میرے والد مولانا ظفر الدین قادری کی عملی اور مذہبی خدمات سے آپ واقف ہیں۔ میں نے جب ہوش سنبھالا تو انہیں لکھتے پڑھتے ہوئے پایا، پہلی سطح پر تصنیف کا ذوق ان ہی سے حاصل ہوا۔ اور الاستاذ عبدالعزیز مینوی، پھر قاضی عبدالودود صاحب کی صحبتوں نے مجھے تحقیق کے رموز سے آشنا کیا۔ آکسفورڈ میں پروفیسر سر ہملٹن گب سے بہت مستفید ہوا۔

فریدی: کلیم الدین احمد سے بھی آپ کے مراسم رہے ہوں گے۔ معاصر کی حیثیت سے بھی اور ہم وطن ہونے کے ناطے بھی۔

پروفیسر مختار الدین احمد: جی ہاں وہ بزرگ معاصرین میں تھے۔ ان سے علمی فیوض حاصل کرتا رہا۔ وہ اصرار کرتے تھے کہ بہار کے شعراء پر کام کرتا رہوں۔ چنانچہ میں نے دیوان حضور عظیم آبادی کا انتساب پروفیسر کلیم الدین ہی کے نام کیا ہے۔

فریدی: آرزو صاحب! معاف فرمائیں، میں نے بے خیالی میں آپ کے تخلص کے ذریعہ آپ کو مخاطب کر لیا۔ حالانکہ آپ اپنے نام کے ساتھ اس لاحقہ کا استعمال کچھ پسند نہیں کرتے۔ مگر زبان پر یہ لفظ کچھ ایسا جاری ہوا کہ ہٹانے سے نہیں ہٹتا۔ آپ کی غیر موجودگی میں ہمارے دوست طارق چھتاری بھی اسی لاحقے سے آپ کو یاد کرتے ہیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد: (مسکراتے ہوئے) ذکر صاحب، رشید صاحب، سرور

صاحب وغیرہ بھی ہمیشہ مجھے آرزو صاحب ہی کہہ کر خطاب کرتے رہے، رہا ترک تخلص کا معاملہ تو بھائی میں ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۲ء تک اردو شعر کہتا رہا، مشاعروں میں شریک ہوتا رہا لیکن جب شاعری ترک کر دی تو پھر اپنے نام کے ساتھ آرزو لکھتے رہنے کا کوئی جواز نہیں۔

فریدی: ڈاکٹر صاحب! آپ نے شاعری کیوں ترک کر دی؟

پروفیسر مختار الدین احمد: پہلی غزل جو میں نے لکھی تھی وہ امرتسر کے ایک ہفتہ وار اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ گھر پر یہ اخبار آتا تھا، اس کے بعد دوسرے اخباروں میں میری غزلیں شائع ہوتی رہیں، کچھ دنوں بعد مجھے احساس ہوا کہ ہر آدمی ہر کام کے لئے موزوں نہیں، ویسے بھی میں برابر کہتا رہا ہوں کہ آدمی اگر فراق اور فیض جیسے شعر بھی نہ کہہ سکے تو شاعری کا کیا فائدہ؟ چنانچہ میں نے یکسوئی سے نثر کی طرف توجہ رکھی۔ میرا پہلا مضمون ڈاکٹر مختار احمد انصاری پر ہے۔ رسالہ انصاری (دہلی) میں ۱۹۳۹ء میں چھپا۔ دوسری بات یہ کہ جوں جوں میرا تنقیدی شعور بڑھتا گیا میری اپنی شاعری مجھے روایتی اور بے جان نظر آنے لگی۔ میں نے سوچا اگر آدمی فراق یا فیض جیسے اشعار بھی نہ کہہ پائے تو پھر شعر گفتن چہ ضرور! ایک عربی مفکر کا قول ہے کہ جیسے شعر میں کہنا چاہتا ہوں کہہ نہیں سکتا، اور جیسے اشعار میں کہتا ہوں وہ مجھے پسند نہیں۔ اس لئے فریدی صاحب میں نے شاعری کا کوچہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا۔

فریدی: آپ کے متعدد شعر جو مالک رام صاحب نے اپنے مشہور مضمون میں پیش کئے ہیں مجھے اور میرے احباب کو تو بہت پسند ہیں۔ چند شعر جو مجھے یاد ہیں میں سناتا ہوں:

جب کیا باز نظر چشم تماشائی نے
وسعتیں اپنی بڑھادیں تری رعنائی

نے

بربط ناز کے ہر تار سے پیدا ہے لہر
راگ چھیڑا ہے نرالا ترے سودائی

نے

تاب نظارہ کی کرتے ہیں طلب کیوں جلوے
ساری پونجی ہی لٹادی ہے

تماشائی نے

اتنی بے گانہ منش کب تھی تجلی تیری
مجھ کو دھوکا دیا خود میری ہی مینائی

نے

فریدی: آپ نے یادداشتیں، سفرنامے اور روزنامے بھی تحریر کئے۔ اس نوع کی بعض نگارشات میری نظر سے گزری ہیں۔ زبان شگفتہ، انداز بیان دلکش اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کے دور طالب علمی کا علی گڑھ اپنے تمام تر حسن کے ساتھ ان روزناموں میں موجود ہے۔ آپ نے کچھ کہانیاں بھی لکھی تھیں وہ میری نظر سے نہیں گزریں۔

پروفیسر مختار الدین احمد: میں نے ابتدا میں کہانیاں بھی لکھیں۔ میں نے ایک ڈراما بھی لکھا تھا لیکن یہ سب محض مشقیں تھیں۔ بمبئی (ممبئی) سے منٹو ایک رسالہ ”مصور“ اور پٹنہ سے مولانا عبدالباقی خاں جامعی اور بعد کو سہیل عظیم آبادی ”ہندوستانی“ نکالتے تھے۔ کچھ تحریریں ان رسالوں میں فلموں پر تبصرے اور عام دلچسپی کی میری متعدد تحریریں ان میں چھپی ہیں۔ مجھے خطوط نویسی سے بھی دلچسپی رہی ہے۔ گیارہ سال کی عمر سے خط لکھنے شروع کئے، اردو، فارسی، عربی، انگریزی کے پچاس سال کی عمر تک کوئی پچاسی ہزار خط ضرور لکھے ہوں گے۔ مجھے ڈائری لکھنے کا شوق ۱۹۴۲ء میں ہوا، اب بھی یہ سلسلہ جاری ہے لیکن اب مختصر لکھنے لگا ہوں اپنی یادداشت کے لئے اور اب لکھنے کی پابندی قائم نہ رہ سکی۔ لیکن تحقیق میری شناخت ہے، یہ بڑا صبر آزما کام ہے۔ لیکن ایک مرتبہ اس کا چمکا پڑ جائے تو پھر کسی اور کام میں دل نہیں لگتا۔ میں نے تحقیقی مضامین ۱۹۴۰ء سے لکھنے شروع کئے، یہ نگار، ادبی دنیا، ہمایوں میں شائع ہوتے رہے۔ ایک تحقیقی مضمون مولوی عبدالحق مرحوم نے رسالہ اردو میں ۱۹۴۳ء میں شائع کیا۔

فریدی: ڈاکٹر صاحب آپ کی تازہ تصنیف؟

پروفیسر مختار الدین احمد: ان دو چار مہیوں میں دیوان (فارسی) حاتم دہلوی، رضالا بھیرری رامپور سے اور کتبوبات مشفق خواجہ لاہور سے شائع ہوئی ہیں۔ مکتوبات ڈاکٹر نذیر احمد پریس میں ہے۔ خطوط کا ایک مجموعہ لاہور سے شائع ہونے والا ہے۔

فریدی: ڈاکٹر صاحب آپ کا بے حد شکریہ۔ آپ نے علالت کی حالت میں اتنی طویل گفتگو فرمائی۔ خدا کرے آپ جلد صحت یاب ہو جائیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد: شکریہ۔ آپ سے باتیں کر کے دل خوش ہوا۔

قمر الہدیٰ فریدی

آپ کی پہلی غزل کے دو شعر:

سکوں کے نام سے گھبراہٹیں عمر رواں میری

قیامت تک نہ کم ہوں اے خدا! بتائیاں میری

لب ساحل ہے خود غرضوں کا میلہ میں نہ جاؤں گا

تباہی چاہتی ہے کشتی عمر رواں میری

چند اشعار اور یاد آگئے:

پھول توڑے ہیں باغ سے گلچیں نے مگر

فصل گل وسعت دامن کی دعا دیتی ہے

میری نگاہ کو بے امتیاز رہنے دے

حقیقتوں ہی میں پنہاں مزاج رہنے دے

نہ مرنے کے وسیلے ہیں نہ جینے کے سہارے ہیں

بڑی مشکل سے یہ دو چار دن ہم نے گزارے ہیں

عجب انداز سے اس شوخ نے کیسو سنوارے ہیں

فلک پر صورت آئینہ حیراں یہ سب ستارے ہیں

ورق بکھرے ہیں شاید مصحف ہستی لبیک کے

وگرنہ ہاتھ میں قاتل کے کیوں قرآں کے پارے ہیں

میرے گلستان آرزو میں تھی رات شادابی تصور

ادھر ذرا میری آنکھ چھپکی، بہار ادھر ہو گئی روانہ

عمل کے دو چار پھینک پانے، ہو ختم بازی تو راستہ لے

کہاں ٹھہرنا، قیام کیسا، ہے سارا عالم قمار خانہ

چمن میں تھیں ڈالیاں ہزاروں، مگر مقدر کا کھیل دیکھو

گری اسی شاخ پر ہے بجلی، بنایا جس پر تھا آشیانہ

پروفیسر مختار الدین احمد: شکریہ! یہ سب ۱۹۴۰ء کے پہلے کے شعر ہیں، برے

نہیں۔

شعبہ اردو، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

اک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

ڈاکٹر ساحل شہسرامی [علیگ]

صاحبزادہ ملک العلماء پروفیسر مختار الدین احمد نے بھی اس جہان فانی کو الوداع کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف عرصے سے علیل چل رہے تھے۔ انتقال سے دو تین ہفتہ پہلے دہلی کے مشہور ہاسپٹل ہولی فیمیلی میں علاج کے لئے لے جایا گیا، جہاں وہ ایک ہفتہ ایڈمٹ رہے۔ ضعیف العمری کے سبب پروٹینس میں کافی کمی آگئی تھی اور پھیپھڑے [lungs] بھی متاثر ہو گئے تھے۔ اس دوران صحت بہت گر گئی تھی، لیکن وہاں کے علاج سے طبیعت سنبھل گئی۔ ایک ہفتہ بعد علی گڑھ آ گئے لیکن اب الوداعی سفر کی آہٹ انہیں محسوس ہو چکی تھی اور دنیا سے جی اٹھ چکا تھا۔ ان کی صاحبزادیاں کہتیں کہ ابا! آپ کی طبیعت تو بہتر ہو رہی تو فرمایا: کب تک جیوں گا، بہت دن جی لیا۔ اخیر اوقات میں کبھی کبھی محویت کا عالم طاری ہو جاتا۔ بڑے صاحبزادے ڈاکٹر طارق مختار صاحب کا بیان ہے کہ انتقال سے تین دن پہلے صبح میں فرمایا: یہاں پانی بہت گر رہا ہے۔ بھئی! پانی بند کر دو۔ افراد خانہ سب جگہ دیکھ آئے لیکن کہیں پانی نہیں بہہ رہا تھا۔ افراد خانہ کہنے لگے: پاپا! پانی تو کہیں نہیں بہہ رہا ہے۔ فرمانے لگے: پانی کے بہت تیز بہنے کی آواز آرہی ہے۔ پتہ نہیں تمہیں کیسے نہیں سنائی دے رہا ہے۔ افراد خانہ پھر گئے لیکن پانی کی ایک بوند بھی بہتی ہوئی نہ دکھائی دی۔ پھر آ کے معذرت کی تو پروفیسر صاحب خاموش ہو گئے۔ انتقال سے دو دن سے پہلے اچانک بچوں سے فرمانے لگے: یہ تمہاری امی کو کیا ہو گیا ہے؟ میرے سب کپڑے پالی تھین میں بھر بھر کر دوسروں کو دیتی جا رہی ہیں۔ بچوں نے عرض کی: امی تو آپ کے پاس بیٹھی ہیں۔ پیروں میں فریکچر ہے وہ تو کہیں آ جاسکتی نہیں۔ پھر وہ آپ کے کپڑے کیوں تقسیم کرنے لگیں۔ پروفیسر صاحب پھر خاموش ہو گئے۔ انتقال سے ایک دن پہلے کہنے لگے: مجھے ڈرائنگ روم میں لے چلو۔ وہاں جلسہ ہو رہا ہے۔ لوگ مجھ پر تقریر کر رہے ہیں۔ مجھے صدارت کرنی ہے۔ افراد خانہ کہنے لگے: پاپا ڈرائنگ روم میں کوئی نہیں ہے۔ پروفیسر صاحب پھر خاموش ہو گئے۔ آپ کے صاحبزادے ڈاکٹر طارق مختار صاحب کہتے ہیں کہ ہم

لوگ ان کے واضح اشاروں کو بروقت سمجھ نہیں سکے، لیکن اب سمجھ میں آتا ہے۔ پانی کا بہنا، غسل جنازہ کی سمت اشارہ تھا، کپڑوں کی تقسیم ان کے انتقال کے بعد ویسے ہی ہوئی اور محفل سوم چہلم میں ڈرائنگ روم میں مجلسیں بھی ہوئیں۔

۲۹ جون کی شام کو آپ کی طبیعت زیادہ بگڑ گئی۔ مغرب کے بعد میڈیکل کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے ICU میں ایڈمٹ ہوئے اور ۳۰ جون ۲۰۱۰ء بروز بدھ پونے نو بجے صبح میں آپ کا طائر روح جسد خاکی سے پرواز کر گیا انا للہ وانا الیہ راجعون للہ ماعطی و ما اخذ و عندہ کل شئی باجل مسمیٰ۔ ہم سب اللہ کے ہیں اور ہمیں اسی کی بارگاہ قدس میں لوٹ کر جانا ہے۔ باقی رہے نام اللہ کا۔

سوانح بچے مولانا سید جمال احمد صاحب مہتمم فیضانِ مصطفیٰ علی گڑھ کا میرے پاس اطلاعی فون آیا اور پھر ہم دونوں ناظمہ منزل کی جانب چل پڑے۔ پہنچے تو درود پوار سے حسرت برس رہی تھی۔ ہم دونوں گھر کے اندرونی حصے میں پہنچے جہاں جسد خاکی رکھا ہوا تھا۔ چھوٹے صاحبزادے نے رخ سے چادر ہٹا کر زیارت کرانی۔ جسم ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا لیکن چہرہ ماشاء اللہ روشن تھا۔ آبدیدہ ہو کر واپس ہوئے اور ڈرائنگ روم میں قرآن خوانی کر کے فوراً ایصالِ ثواب کیا۔ نماز جنازہ بعد نماز عصر تھی، اس لئے متعلقین کو پرسہ دے کر واپس ہوا۔ عصر کی نماز کے فوراً بعد جنازہ باہر لایا گیا اور سوگوار احباب و متعلقین کے کاندھوں پر ہوتا ہوا یونیورسٹی قبرستان پہنچا۔ میں بھی جنازے کے ساتھ ساتھ رہا۔ راستے بھر ذکر الہی کے ساتھ ساتھ گزرے ہوئے لمحات یادوں کے پردے پر آتے اور جاتے رہے۔ پروفیسر صاحب کبھی ”مولوی مختار الدین احمد قادری رضوی“، مقیم پٹنہ کی صورت میں نظر آئے۔ کبھی علی گڑھ کی شام مصر سے سے لطف اندوز ہوتے دیکھے گئے۔ کبھی لٹن لائبریری کے مخطوطات کی نوک پلک درست کرتا ایک دراز قد، گہری آنکھوں والا دانش مند نظر آیا۔ کبھی برلن، آکسفورڈ کے کتب خانوں سے علمی موتیاں چنتے ہوئے ایک جوہری سے ملاقات ہوئی۔ کبھی شعبہ عربی کی کرسی صدارت پر جلوہ گر، کبھی ڈین فیکلٹی آف آرٹس کے منصب پر فائز، کبھی لندن کے دریائے ٹیمس کی لہروں سے لطف اندوز ہوتا ہوا ایک خوش ذوق، کبھی شب کے پرسکون سناٹوں کو اپنے مطالعے کی روشنی دیتا ہوا علمی عاشق، کبھی احباب کی محفل میں ظریف اور متین مجلس نشین، کبھی اصغر کو اپنی علمی راہنمائیوں سے شاد کام کرتا ہوا

ایک متبسم علم دوست۔ غرض جلوہ صد ہزار رنگ کے ساتھ جب اس دانشور کی مشابعت کرتا ہوا میں تصورات کی دنیا سے باہر آیا تو جنازہ یونیورسٹی قبرستان کے احاطے میں داخل ہو رہا تھا۔ حسب وصیت حضرت امین ملت پروفیسر سید محمد امین قادری برکاتی دام ظلہ موجود تھے۔ جنازے کا جم غفیر منفرہ نوعیت کا تھا جو پروفیسر صاحب مرحوم سے لوگوں کی انسیت کا غماز تھا۔ تقریباً ۸ بجے شام کو حضرت امین ملت کی اقتدا میں نماز جنازہ ادا کی گئی اور اس پیکر علم و دانش کو سپرد خاک کیا گیا۔ رحمہ اللہ رحمة واسعة وغفرلہ سائر ذنوبہ وافرغ علیہ شایب رحمتہ وغفرانہ۔

پروفیسر مختار الدین صاحب دور حاضر میں علم و فن کا اعتبار تھے۔ ۱۳۳۶ھ میں آپ کی ولادت شہرام میں ہوئی، جب ملک العلماء خانقاہ کبیرہ شہرام میں صدر مدرس تھے۔ وہاں سے پٹنہ پھر علی گڑھ یہ علم و فن کا شیدائی امتیازی شان سے علم و فن کی عظمتیں سمیٹتا رہا۔ مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ سے فاضل دینیات اور فاضل حدیث کا کورس امتیازی پوزیشن سے پاس کیا، جس کے نتیجے میں دو گولڈ میڈل حاصل ہوئے۔ ۱۹۴۱ء میں مسلم ہائی اسکول پٹنہ سے میٹرکولیشن پاس کیا۔ ۱۹۴۳ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی آگئے جہاں سے ۱۹۴۵ء میں انٹر، ۱۹۴۷ء میں بی۔ اے، ۱۹۴۹ء میں ایم۔ اے اور ۱۹۵۲ء میں پی ایچ ڈی عربی زبان میں مکمل کی۔ ۱۹۵۳ء میں شعبہ عربی کے لکچرار کی حیثیت سے تقرری عمل میں آئی۔ اسی سال جرمنی سے انہیں روکیفلر فاؤنڈیشن سے فیلوشپ کی پیش کش ہوئی اور آپ نے جرمنی میں تین سال رہ کر اپنے تحقیقی پروجیکٹ کی تکمیل کی۔ اس دوران جرمنی کے علاوہ فرانس، انگلینڈ، اسکاٹ لینڈ، ہالینڈ، مصر، ترکی، لبنان، عراق، جیسے یورپی اور مشرق وسطیٰ کے ممالک کا سفر کیا۔ بالآخر آکسفورڈ یونیورسٹی لندن سے پروفیسر ہملٹن گب کی نگرانی میں اپنا تحقیقی پروجیکٹ مکمل کیا اور ڈی فل کی ڈگری حاصل کی۔ ۱۹۵۶ء میں ہندوستان واپسی ہوئی پھر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں مختلف مناصب پر فائز رہے جس کی اجمالی روداد یہ ہے:

☆ ۱۴ جنوری ۱۹۵۳ء لکچرر شعبہ عربی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

☆ ۲۷ نومبر ۱۹۴۹ء میں آپ لٹن لائبریری (موجودہ مولانا آزاد لائبریری) کے شعبہ مخطوطات کے نگراں مقرر ہوئے۔

☆ یکم اپریل ۱۹۵۸ء: ریڈر ادارہ اسلامیہ پھر اس شعبے کی ڈریکٹر شپ تفویض

ہوئی۔

☆ ۱۱ مئی ۱۹۶۸ء: پروفیسر صدر شعبہ عربی

۷ ۱۹۷۵ء: ڈین فیکلٹی آف آرٹس

☆ ۱۲ نومبر ۱۹۸۴ء: ملازمت کی مدت کا اختتام لیکن اعلیٰ علمی خدمات کی بنیاد پر چار سال کی خصوصی توسیع ہوئی۔

☆ ۱۹۸۸ء: ملازمت سے سبکدوشی

☆ ۱۹۹۸ء: میں مولانا مظہر الحق عربی فارسی یونیورسٹی پٹنہ کے پہلے وائس چانسلر ان کے علاوہ آپ کی انتظامی صلاحیتوں کے پیش نظر آپ کو ایکریڈیٹڈ کونسل اور مسلم یونیورسٹی کورٹ کی ممبر شپ بھی عطا ہوئی۔

اس طور سے دیکھا جائے تو زندگی کی پیش رفت کے ساتھ ساتھ آپ کے ارتقائی قدم بھی اٹھتے رہے۔

پروفیسر مختار الدین احمد صاحب حرکت و عمل پر یقین رکھتے تھے اور اسی پر عامل تھے۔ زندگی انضباط اور شائستگی سے عبارت تھی۔ اتنا منضبط شائستہ نرم لہجہ و لہجہ کا محقق میں نے نہیں دیکھا۔ ہر کام کے لئے اوقات تقسیم تھے۔

علم و تحقیق، احباب، اہل خانہ، مذہبی معاملات کو مناسب وقت دیتے تھے۔ ذخائر علمیہ بہت سلیقے اور ترتیب کے ساتھ موجود تھیں، جن سے استفادہ خود ان کے لئے بھی آسان تھا اور دوسروں کے لئے بھی۔ ۲۰۰۱ء میں جب میں علی گڑھ حاضر ہوا تو باضابطہ رابطے کی صورت نکلی۔ پروفیسر صاحب استفادے اور افادے کا مزاج رکھنے والے علمی بزرگ تھے۔ میں نے ان کے پاس موجود ملک العلماء کے ذخائر علمیہ سے استفادے کی درخواست کی جو بسر و چشم قبول ہوئی۔ اسی دوران فرمایا: حضرت ملک العلماء کے نام آئے ہوئے اکابر اہل سنت کے ڈھیر سارے خطوط ہیں، آپ انہیں الف بائی انداز میں ترتیب دیدیں۔ میری تودلی مراد برآئی۔ میں مغرب بعد سے سحر کے وقت تک مصروف رہا اور سارے خطوط اکابر الگ الگ لفافوں میں الف بائی Alphabetically انداز میں ترتیب دے ڈالے۔ مجھے حیرت اس وقت ہوئی کہ پروفیسر آرزو صاحب اس کبر سنی کے باوجود قریب ۳ بجے شب تشریف لائے اور میری حوصلہ افزائی فرمائی۔ میں آپ کے اس علم

دوست جذبے سے بہت متاثر ہوا۔

اس کے بعد میری خواہش تھی کہ حضرت ملک العلماء کے فتاویٰ مرتب ہو جاتے۔ اس جذبے کو بھی آرزو صاحب نے سراہا اور اس پروجیکٹ کی تکمیل میں پورا تعاون فرمایا۔ بعض شریکین اور حاسدانہ جذبے رکھنے والے بیرونی افراد کی وجہ سے گواس معاملے میں تلخ تجربات کا سامنا رہا، لیکن پروفیسر صاحب میری اس خدمت کے اخیر وقت تک قدرداں رہے۔ حضرت ملک العلماء پر اپنے متعدد مقالات کو جب میں نے کتابی صورت میں شائع کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو خوش ہوئے اور پورے مجموعے پر نگاہ اصلاح ڈالی، مفید مشورے دیئے اور تقریظ بھی لکھ کر عنایت کی۔ ایک مضمون ”ملک العلماء۔ ایک جامع کمالات شخصیت“ کے بارے میں فرمایا: آپ نے یہ مضمون بہت اچھا لکھا جو اپنے تمام گوشوں کو حاوی ہے۔

ان چند سالہ روابط کے دوران میں نے پروفیسر مختار الدین احمد صاحب کو ایک شفیق، ملنسار، علم دوست، نرم گفتگو کرنے والا، منضبط شائستہ اور متین علمی بزرگ پایا۔ انسان کامل تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے یا وہ جسے کامل بنادیں۔ لیکن محاسن و کمالات کا گوشہ آپ کی شخصیت میں حاوی تھا۔

آپ کی علمی خدمات متنوع ہیں۔ تدریس، تحقیق، تالیف، تصنیف، ادارت، مقالہ نگاری، خطوط نگاری آپ کے خاص علمی گوشے ہیں۔ عربی اردو انگریزی تینوں زبانوں میں آپ کی نگارشات ملتی ہیں۔ لیکن اردو زبان ہی آپ کا زیادہ وسیلہ اظہار رہی۔ صرف آپ کے مکاتیب کی تعداد پچاس ہزار سے زائد ہے۔ آپ کا ایک خاص مشغلہ روزنامہ (ڈائری) لکھنا بھی تھا جو اپنے اندر پچاس سال سے زائد کی تاریخی معلومات سمیٹے ہوئے ہے۔ اس کی ترتیب و اشاعت کا سلسلہ آپ کی زندگی میں ہی ہو چکا تھا، پتہ نہیں ابھی کس مرحلے میں ہے۔

آپ کی عربی تالیفات میں: ۱- دیوان شعر الامیرا سامة بن منقذا لکنانی ۲- فضائل من اسمہ احمد او محمد لابن بکیر البغدادی ۳- المختار من شعر ابن الدمینة ۴- الحماسة البصرية لصدرالدین علی بن ابی الفرج البصری، ۵- رسالة المبرد النحوی ۶- القصيدة الدالية اللأعشی الكبير مع شرح الشیزری ۷- مجالس المیمنی۔

۵- مولانا ابوالکلام آزاد ایوارڈ، اتر پردیش، اکیڈمی، لکھنؤ، ۲۰۰۷ء

جس میں ایک لاکھ گیارہ ہزار روپے اور تصنیف سند پیش کی گئی

۶- لائف ایچومنٹ ایوارڈ، علی گڑھ ایلو منائی ایسوسی ایشن نیویارک امریکہ ۲۰۰۷ء

آپ کی حیات میں ہی شمیلہ ستار نے گورنمنٹ کالج لاہور سے آپ پر ڈاکٹریٹ مکمل کی موضوع تحقیق تھا: ڈاکٹر مختار الدین احمد آرزو بطور غالب شناس۔

پروفیسر مختار الدین احمد جہاں ایک محقق ادیب اور غالب شناس تھے، وہیں ان کے اسلامی پہلو کا اختصاص یہ تھا کہ ایک عظیم القدر عالم دین کے صاحبزادے تھے جنہیں اسلامی دنیا ”ملک العلماء شاہ محمد ظفر الدین قادری رضوی قدس سرہ“ کے نام سے جانتی ہے۔ پروفیسر صاحب خود بھی عالم دین تھے۔ فاضل حدیث اور فاضل دینیات کی ممتاز سندیں رکھتے تھے۔ میں نے جامع الرضوی معروف بہ صحیح البہاری کے اولین ایڈیشن میں آپ کا نام ”مولوی مختار الدین قادری رضوی“ لکھا دیکھا ہے۔ آپ کے والد ماجد ملک العلماء شاہ ظفر الدین قادری رضوی علیہ الرحمہ، امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری قدس سرہ کے تلمیذ، مرید اور خلیفہ تھے۔

پروفیسر صاحب کو بھی اعلیٰ حضرت سے کئی خاص نسبتیں حاصل تھیں۔ آپ کا اسم گرامی اعلیٰ حضرت نے تجویز فرمایا۔ صغریٰ میں ہی اعلیٰ حضرت سے بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ زندگی بھر کثیر وظائف رضویہ کے عامل رہے۔ البتہ عام طور پر زندگی پروفیسرانہ گذری۔ ادبی مصروفیات نے آپ کی زندگی کا احاطہ کئے رکھا۔ اس میں گرد و پیش کے تقاضے بھی تھے، منصبی ذمہ داری بھی اور ماحول کی کشش بھی۔ لیکن عمر کی نصف سے زائد منزلیں طے کرنے کے بعد اسلامیات اور رضویات کی جانب بھی متوجہ ہوئے۔ ماہنامہ المیزان ممبئی نے ۱۹۷۶ء میں جب امام احمد رضا نمبر نکالنا چاہا تو ملک العلماء کے صاحبزادے کو بھی دعوت تحریر دی، تب پروفیسر صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر ایک گرانقدر مضمون سپرد قلم کیا۔ رضویات پر یہ آپ کی پہلی تحریر تھی۔ اس کے بعد گاہے بگاہے رضویات اور مشائخ اہل سنت پر خامہ فرسائی کرتے رہے جس کا اجمالی خاکہ حسب ذیل ہے:

۱- اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اور ان کے ملفوظات

۲- امام احمد رضا کا شخصی جائزہ

اردو تالیفات میں: ۱- خطوط اکبر ۲- فہرست نمائش گاہ مخطوطات و نوادر کتب خانہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، ۳- احوال غالب ۴- نقد غالب ۵- تذکرہ شعرائے فرخ آبادی، از مفتی سید محمد ولی اللہ فرخ آبادی ۶ سیر دہلی از ریاض الدین امجد، ۷- کربل کتھا ۸- گلشن ہند (شعرائے اردو) از حیدر بخش حیدری ۹- تذکرہ آزرہ۔ از مفتی صد الدین آزرہ ۱۰- دیوان حضور عظیم آبادی ۱۱- عبدالحق ۱۲- حیات ملک العلماء ۱۳- ذاکر صاحب کے خطوط (تیسری اور چوتھی جلد)

اور انگریزی میں تین کتابوں کے نام ملتے ہیں۔ عربی اور اردو مقالات کی تعداد دو سو سے متجاوز ہے تفصیل کے لئے دیکھئے: مختار نامہ

مجلۃ الجمع العلمی الہندی (عربی) اور مجلہ علوم اسلامیہ (اردو) کے آپ ایڈیٹر ان چیف رہے۔ ان کے علاوہ متعدد رسائل و جرائد کی مجلس ادارت کے باوقار رکن رہے۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد بھی سیکڑوں ہے جو آج اہم علمی مناصب پر فائز ہیں۔

پروفیسر مختار الدین احمد کی خوش نصیبی یہ ہے کہ وسط عمر سے ہی ان کی علمی خدمات کا اعتراف کیا جانے لگا اور درجنوں مقالات آپ کی علمی اور فنی خدمات کے تعارف میں سپرد قلم ہوئے۔ کئی رسالوں نے خصوصی گوشے ترتیب دیئے۔ ان کے علمی دوست مالک رام نے باضابطہ ایک کتاب نذر مختار کے نام سے ترتیب دیدی۔ ملک اور بیرون ملک متعدد علمی اکیڈمیوں کی باوقار کنیت بھی آپ کے علمی قد کا اعتراف تھی۔ مشرق وسطیٰ کی مجمع اللغة العربیہ دمشق، مجمع اللغة العربیہ الاردنیہ عمان، الجمعۃ العالمیہ للاحیاء التراث العربیہ قاہرہ مصر، الجمع المملکی لجوٹ الحصارۃ الاسلامیہ اردن، موسسۃ آل البیت للفکر الاسلامی عمان، الجمع العلمی دمشق، جامعہ آل البیت، اردن کی باوقار کنیت آپ کو عطا کی گئی۔ رسمی اعزازات حسب ذیل ہیں:

۱- میر ایوارڈ، میر اکیڈمی لکھنؤ، ۱۹۶۵ء

۲- سرٹیفکٹ آف آنر منجانب صدر مملکت ہند گیانی ذیل سنگھ ۱۹۷۹ء

۳- غالب ایوارڈ، غالب اکیڈمی دہلی، ۱۹۸۳ء

۴- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ایوارڈ بموقعہ جشن صد سالہ دارالعلوم منظر اسلام،

بریلی شریف ۲۰۰۳ء

۳- نوادر رضا

۴- ہندوستان کا ایک بے حد ممتاز مصنف، شیخ احمد رضا خاں بریلوی

۵- حیات ملک العلماء

۶- مکاتیب مفتی اعظم۔ وغیرہ

اعلیٰ حضرت سے شرف بیعت حاصل تھا، اس کا اعتراف انہوں نے مجھ سے خود فرمایا۔ ملک العلماء کے نام آئے ہوئے مشاہیر اہل سنت کے خطوط مرتب فرما رہے تھے لیکن زندگی نے وفانہ کی۔ انتقال سے دو ہفتہ پہلے انہوں نے حضرت امین ملت کے نام نماز جنازہ کی وصیت تحریر کی۔ ☆☆☆ یہاں پراسٹین شدہ کاپی شامل کرنی ہے

☆☆☆

Scan

باسمہ

۱۲/جون

پیرزادہ امین میاں مارہروی صاحب قبلہ صاحب۔ السلام علیکم
عمر کسی دن کسی آن..... کو پہنچ جانے والی میری ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ
میری نماز آپ اپنے بزرگوں کے عقیدے کے متعلق آپ پڑھائیں اور اس دن یہاں
موجود رہنے کی کوشش ضرور ضرور کریں۔

آپ اپنے مسلک و طریقت کے مطابق تمام امور انجام دے کر ممنون کریں
والسلام۔ آپ اس میں ضرور شریک ہوں

مختار الدین احمد

یہ تحریر ذرا کم نمایاں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت تک آپ کے ہاتھوں
میں رعشہ آچکا ہے تھا لیکن یادداشت الحمد للہ سلامت تھی۔ اس کا ثبوت ۲۴ مئی ۲۰۱۰ء کو لیا
گیا وہ انٹرویو ہے جسے ڈاکٹر قمر الہدی ریڈر شعبہ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی نے آپ سے
لیا۔ اتنی کثیر جزئیات کا عمر کی نویں دہائی میں محفوظ رہنا محض فضل الہی ہے۔

انما الاعمال بالخوائیم۔ اس تحریر نے ان کی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا سے

وابستگی پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔ جب پہلی بار میں نے یہ تحریر پڑھی تو ایک مرد مومن کا جملہ
میرے کانوں میں گونج اٹھا:

”کوئی شخص جب کسی شیخ کامل سے وابستہ ہو جاتا ہے، تو زندگی چاہے جیسی
گذرے، خاتمہ بالآخر نصیب ہوتا ہے۔“

وہ مرد مومن ہیں: اسیر مفتی اعظم مولانا جمیل احمد نوری صاحب مدظلہ استاذ سٹی ہائی
اسکول علی گڑھ۔

☆☆☆

روداد عرس قاسمی برکاتی ۲۰۰۹ء

محمد اکبر قادری برکاتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم

اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) کے فضل و کرم سے حسب
معمول قدیم سرزمین جنت نشاں مارہرہ مطہرہ کے مقدس آستانہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ
اور درگاہ معلیٰ میں ۶/۷/۸ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ، ہفتہ اور اتوار عرس قاسمی برکاتی کی
تقریبات تزک احتشام اور شان و شوکت اور اپنی قدیم دینی اور شرعی روایات کے ساتھ
انعقاد پذیر ہوئیں جس کی حتی الوسع تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔

روزِ پنج شنبہ (جمعرات) کا درگاہوں سے ایک خاص ربط ہے۔ اکثر و بیشتر
حضرات اسی دن فاتحہ خوانی کے لئے مزارات مقدسہ پر حاضر ہوتے ہیں۔ چونکہ عرس قاسمی
جمعہ مبارکہ سے شروع ہوتا ہے اس لئے دور دراز کے لوگ اس دن کی برکتیں حاصل کرنے

قاسمی برکاتی میں آئے ہوئے زائرین کا خیر مقدم کیا اور اپنے قیمتی ارشادات عالیہ سے نوازا۔ اعلان کیا کہ کل صبح سے ان شاء اللہ تعالیٰ عرس کی تقریبات کا آغاز ہو جائے گا آپ سب اس میں بھرپور حصہ لیں اور فیضاب ہوں۔ صلوٰۃ وسلام کے بعد دعا فرمائی اور اسی کے ساتھ یہ محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

۶ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعہ مبارکہ بعد نماز فجر حلقہ ذکر قادر یہ درگاہ برکاتیہ میں ہوا جس کی قیادت مولانا مولوی عبدالقدیر خاں قادری برکاتی مدظلہ العالی عرف منشی پھول خان صاحب نے فرمائی۔ حلقہ ذکر قادر یہ کے بعد قرآن خوانی ہوئی۔ قریب نو بجے عرس قاسمی برکاتی کی پہلی محفل کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے سید محمد نفیس الحسن قادری برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ شریف نے کیا۔ حافظ محمد پرویز برکاتی، مارہرہ مطہرہ، محمد معین الدین رضوی، نایگاؤں مہاراسٹر، محمد آفاق خاں برکاتی، متعلم مدرسہ احسن البرکات اکبری، خدا گنج، محمد کوثر خاں برکاتی متعلم مدرسہ احسن البرکات اکبری، خدا گنج شاہجہاں پور، محمد نفیس الحسن برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ مطہرہ، محمد شوکت رضوی برکاتی، رضا کیڈمی نایگاؤں مہاراسٹر، محمد موسیٰ برکاتی پور بندر، گجرات، محمد شیراگلن برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ، الحاج محمد اسحق قادری برکاتی خلیفہ حضرت امین ملت مدظلہ، مولانا محمد تنزیل الرحمن برکاتی، آئندہ، گجرات، شاعر اسلام محمد مخدوم ارشد جیبی کلکتہ اور مولانا صغیر اختر مصباحی رضوی برکاتی بریلوی نے اپنے اپنے مخصوص انداز سے نعت ہائے مبارکہ اور منقبت کے نذرانے پیش کئے اور بیانات کئے۔

قریب بارہ بجے حضرت امین ملت مدظلہ نے دعا فرمائی اور صلوٰۃ سلام کے بعد محفل برخاست ہوئی چونکہ روز جمعہ ہے اس لئے تمام مساجد میں وقفے وقفے سے نماز جمعہ ادا کی گئی۔ زائرین نے نماز جمعہ کے بعد درگاہ معلیٰ میں فاتحہ خوانی کی اور کھانا کھا کر آرام کیا۔ صاحب سجادہ نے کثیر مجمع کے پیش نظر یہ ارادہ ظاہر فرمایا کہ خدا نے چاہا تو آئندہ سال سے نماز جمعہ گلشن برکات میں بھی ادا کی جائے گی۔

بعد نماز عصر گلشن برکات میں تربیتی پروگرام منعقد ہوا جس میں مولانا محمد نعمان خاں ازہری نے نہایت آسان زبان میں نماز اور روزہ اور طہارت کے ضروری مسائل بیان کئے۔ نماز مغرب اور نماز عشاء تمام مساجد میں زائرین نے ادا کی اور باقی حضرات کو جہاں جگہ ملی

اور پہلے سے درگاہ و آستانہ کے قریب قیام گاہ حاصل کرنے کے مقصد سے ایک دوروز پہلے سے ہی حاضر ہونا شروع کر دیتے ہیں جب کہ اعلان بھی کیا جاتا ہے اور عرس قاسمی برکاتی کے پوسٹروں میں بھی واضح الفاظ میں چھاپا جاتا ہے کہ عرس شریف کی تقریبات صرف معینہ دنوں ہی میں ہوں گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی اعلان کیا جاتا ہے اور چھاپا جاتا ہے کہ عورتیں اور بچے ہرگز آنے کا قصد نہ کریں، مگر ہمارے بھولے بھالے زائرین اس اعلان پر بالکل توجہ نہیں فرماتے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے بھائیوں کو عقل سلیم عطا کرے آمین اور ہر کام اصول و ضوابط کے تحت وقت کی قدر کرتے ہوئے صحیح طریقہ سے خوش اسلوبی کے ساتھ کرنے کی توفیق رفیق عطا کرے، جو کہ خانقاہوں کی تربیت کا ایک حصہ ہے آمین۔

جبکہ عرس شریف سے ایک دن پہلے سیکڑوں لوگ آہی جاتے ہیں تو خانقاہ عالیہ قادر یہ برکاتیہ کے سجادہ نشین و متولی درگاہ برکاتیہ و منبر منظم انتظامیہ کمیٹی درگاہ شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ کے حکم سے بروز جمعرات بعد نماز عشاء درگاہ برکاتیہ میں مولود شریف کی محفل منعقد کی جاتی ہے۔ اس سال بھی ۵ نومبر ۲۰۰۹ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء محفل کا آغاز مولانا حافظ قاری محمد بن الدین قادری برکاتی نے کیا۔ مولوی شبیر علی برکاتی، قاری رحمت اللہ نوری، سید محمد نفیس الحسن برکاتی، سمیع الدین برکاتی، حافظ بلال برکاتی، محمد اسحاق صاحب (جو دھپور) حافظ محمد پرویز برکاتی، محمد موسیٰ برکاتی (پور بندر) جناب نسیم فرخ آبادی، مولانا محمد تنزیل الرحمن برکاتی اور مولانا حافظ قاری محمد بن الدین قادری برکاتی نے نعت و مناقب پڑھیں۔

ناظم اجلاس حافظ قاری محمد عرفان برکاتی نے نہایت ادب و احترام کے ساتھ شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی سے عرض کیا کہ منبر پر تشریف لا کر اپنے کلمات بیانات سے سامعین و زائرین کو نوازیں۔ حضرت شرف ملت نے اپنا کلام فیض ترجمان پیش کرنے کے بعد عرس قاسمی برکاتی میں ہونے والی ساری تقریبات کی تفصیلات کا اعلان کیا اور جوق در جوق اس میں شریک ہونے اور نظم و ضبط قائم رکھنے کی تاکید فرمائی۔

حضرت شرف ملت مدظلہ کے بعد حضرت امین ملت دامت برکاتہم العالیہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور انہوں نے مصطفیٰ جان رحمت کی اس مولود شریف کی محفل میں عرس

وہیں نماز پڑھی۔ نماز عشاء کے بعد گلشن برکات میں باضابطہ دوسری محفل کا آغاز جناب قاری محمد کوثر علی برکاتی مدرس مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ مطہرہ نے کیا۔ نصیر پور غوثو سے تشریف لائے نعت خواں حضرات نے نل کر نعت مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم پڑھی۔ جناب نسیم فرخ آبادی و جناب حافظ محمد بلال مارہروی نے نعت پاک پڑھیں۔ چونکہ آج کی رات مقابلہ قرأت و نعت کے لئے مختص ہے اس لئے وقت کی پابندی کے ساتھ مقابلہ قرأت کے لئے تشریف لائے قرأت حضرات کو آواز دی گئی کہ وہ منبر نور پر حاضر رہیں۔ جن قرأت نے شرکت فرمائی ان کے اسمائے گرامی مع مدرسہ و مقام مندرجہ ذیل ہیں۔

- ۱- مختار اشرف مدرسہ عالیہ قادریہ، بدایوں شریف
- ۲- اشتیاق احمد مدرسہ فیضان مصطفیٰ، علی گڑھ
- ۳- محمد علی دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف
- ۴- محمد اظہار شاد جامعہ حضرت نظام الدین، دہلی
- ۵- محمد نفیس الحسن مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ
- ۶- محمد عابد جامعہ اشرفیہ، مبارک پور
- ۷- محمد فیضان علی برکاتی مدرسہ سیدالعلوم، کاسنگ
- ۸- محمد سلمان دارالعلوم علمیہ، جہد اشاہی، بستی
- ۹- فضل ربی دارالعلوم وارثیہ، لکھنؤ

پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب صاحب سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ کی موجودگی اور سرپرستی میں نظامت کے فرائض مولانا قاری محمد قاسم حبیبی صاحب نے انجام دئے۔ قاری عتیق الرحمن صاحب علی گڑھ اور قاری شاہ روم احمد صدیقی، غازی پوری مقیم حال دارالعلوم فیضان مصطفیٰ، علی گڑھ حج مقرر ہوئے۔ تمام شرکاء نے نہایت عمدہ طریقہ سے اپنے فن کا مظاہرہ کیا مگر مقابلہ میں ججوں کے فیصلہ کے مطابق درجات حاصل کئے گئے قرأت کے نام درج ذیل ہیں۔

درجہ	نام	مدرسہ و مقام
اول	قاری محمد علی	دارالعلوم فیض الرسول، براؤں شریف
دوم	قاری محمد عابد برکاتی	جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

سوم قاری محمد فیضان مدرسہ سیدالعلوم، کاسنگ
چہارم قاری فضل ربی دارالعلوم وارثیہ، لکھنؤ
مقابلہ قرأت کے فوراً بعد نعت و مناقب کا دور شروع ہوا۔ اور بالترتیب شعرا نے کلام پیش کیا اور داد و تحسین حاصل کی۔ شہزادہ حضرت امین ملت ولی عہد صاحبزادہ سید شاہ محمد امان میاں قادری برکاتی نے تقریر فرمائی اور ان کے لئے منبر نور پر پوڈیم کا انتظام کیا گیا۔ صاحب زادہ سید محمد امان میاں صاحب کے بیان کے بعد مولانا مختار احمد صاحب بیہڑوی نے تقریر فرمائی۔ مختصر وقت میں نہایت جامع اور مدلل بیان کیا۔

آخر میں حضور صاحب سجادہ حضرت امین ملت مدظلہ العالی منبر پر تشریف لائے اور انہوں نے حج صاحبان کے فیصلوں کے مطابق انعامات و نقد اور پوشاک عطا کیں۔ خانقاہ برکاتیہ کا علمی ترجمان سالانہ مجلہ اہلسنت کی آواز کا خصوصی شمارہ اکابر مارہرہ، جلد (۱۶) کا اجرا فرمایا۔ صلاۃ و سلام و دعا کے بعد محفل برخواست ہوئی۔

۷ نومبر بروز ہفتہ حسب معمول بعد نماز فجر درگاہ برکاتیہ میں حلقہ ذکر قادریہ اور قرآن خوانی، فاتحہ اور ایصال ثواب کیا گیا۔ قریب ساڑھے آٹھ بجے گلشن برکات میں تیسری محفل کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے جناب سید محمد نفیس الحسن قادری برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات نے کیا۔ رحمت علی خاں برکاتی ان کے برادران اور صاحب زادگان جو کہ نصیر پور غوثو سے آتے ہیں مل کر نعت و منقبت پڑھیں۔ محمد محمود برکاتی، ممبئی، اکرم رضا، شریف رضا، حافظ محمد شمس الحق، حاجی جان محمد، قاری محمود عالم برکاتی، روشن نگر کانپور، محمد عرفان مدرسہ فیضان مصطفیٰ، علی گڑھ، محمد شبیر علی برکاتی، سید نفیس الحسن برکاتی، محمد شاداب، باندہ، سید نیاز احمد، لکھنؤ، وحید الحسن برکاتی، بسواں سینا پور، شان محمد، حافظ شیر افگن برکاتی، مارہرہ مطہرہ، مولانا حافظ قاری محمد نفیس برکاتی، گرسہائے گنج، جناب اسرار احمد مضطر بدایوں، جناب فاروق احمد رضوی، بریلی، جناب ملا کرامت سلطان پوری، حافظ قاری محمد علی برکاتی، وغیرہم نے نعت و مناقب پیش کیں۔ مولانا زین العابدین خاں برکاتی گنج ڈنڈواڑہ، مولانا عبدالرحمن برکاتی، جامعہ حنفیہ غوثیہ، مولانا تنزیل الرحمن برکاتی، آئند گجرات، مفتی محمد حبیب یار خاں صاحب اندور، مولانا فخر الدین صاحب ناگپور نے تقاریر فرمائیں۔

حضور صاحب سجادہ امین ملت نے آخر میں دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے اور صلوٰۃ

مولانا اسید الحق قادری صاحب نے کہا کہ مستقبل کو روشن کرنے کے لئے مسلمانوں کے پاس تعلیم ہی واحد تھیار ہے۔

اس موقع پر متفقہ طور پر یہ طے کیا گیا کہ مدرسہ بورڈ سے متعلق مسودے کا بغور مطالعہ کیا جائے اور اس کے لئے علماء و مشائخ کی ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، جس کی صدارت مفتی محمد احمد مصباحی کوسو نی گئی۔ یہ طے کیا گیا کہ نیشنل نالج کمیشن کی سفارشات کے نفاذ کے لئے بھی اہلسنت و الجماعت کی طرف سے ایک بورڈ کی تشکیل کی جائے گی۔ ساتھ ہی یہ بھی طے کیا گیا کہ علی گڑھ میں البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی تعلیم پر قومی سمینار منعقد کرے گی۔ کانفرنس کی نظامت کے فرائض انجام دیتے ہوئے البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے جوائنٹ سکریٹری جناب احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی نے البرکات کی سالانہ سرگرمیوں کا ایک جائزہ پیش کیا۔

آخر میں نائب سجادہ نشین رفیق ملت حضرت مولانا سید نجیب حیدر میاں صاحب نے اظہار تشکر پیش کیا۔ اس موقع پر مولانا خوشتر نورانی مولانا حسین اختر مصباحی، پروفیسر مسعود علوی، مفتی سید محمد شاہد علی، رامپور، سید گلزار میاں واسطی سجادہ نشین خانقاہ موسوی، علامہ محمد احمد مصباحی، مفتی آل مصطفیٰ، مولانا فروغ احمد اعظمی، محمد حنیف بریلوی، پروفیسر فاروق احمد صدیقی مظفر پور بہار، ڈاکٹر افضال خاں برکاتی، اثاودہ وغیرہ نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ آخر میں صاحب سجادہ نے ملک و قوم کی فلاح و بہبودی کے لئے دعا کی۔ نماز عصر سے پہلے ناشتہ اور چائے پیش کیا گیا اور عصر کی نماز تمام شرکائے کانفرنس نے کاشانہ برکات پر ہی باجماعت ادا کی۔ نماز مغرب سے چند منٹ پہلے فکر و تدبیر کانفرنس ختم ہوئی۔

نماز مغرب کے فوراً بعد گارو چادر شریف کے جلوس کیلئے زائرین درگاہ بڑے پیر صاحب یعنی آستانہ سیدنا میر عبدالجلیل قدس سرہ کے لئے روانہ ہونے لگے۔ حضرت رفیق ملت کی قیادت اور شہزادگان کی معیت میں درگاہ بڑے پیر صاحب سے جلوس قصبہ میں گشت کے لئے روانہ ہوا۔ جلوس اپنے مخصوص راستے سے مخصوص مقامات پر رکتا ہوا قریب ۹ بجے درگاہ برکات تہ واپس ہوا اور چادریں مزارات پر پیش کردی گئیں اور مختصر فاتحہ خوانی کی گئی۔ نماز عشاء ادا کی گئی۔

ٹھیک ساڑھے ۹ بجے صاحب سجادہ حضرت امین ملت مدظلہ العالی ملبوسات بزرگان زیب تن فرما کر حویلی شریف سے باہر تشریف لائے۔ اسم ذات باری تعالیٰ ”اللہ“

وسلام کے بعد محفل برخاست ہوئی بعد نماز ظہر مہمان خانہ برکاتی (کاشانہ برکات) میں دوسری کل ہند ”فکرو تدبیر کانفرنس“ کا انعقاد صاحب سجادہ پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قادری برکاتی کی صدارت و سرپرستی میں کیا گیا مسلم معاشرے میں تعلیم کے مسائل اور امکانات کے موضوع پر اس ایک روزہ کانفرنس میں ملک کے جید علماء اور مختلف خانقاہوں کے مشائخ کے علاوہ کئی یونیورسٹیوں کے پروفیسر اور دانشوروں نے شرکت کی۔ خطبہ استقبالیہ کے دوران صاحب سجادہ امین ملت پروفیسر سید محمد امین میاں صاحب نے کہا کہ علی گڑھ تحریک کے بعد ضرورت اس بات کی ہے کہ اس تحریک کی توسیع کی جائے تاکہ مسلمانوں کی تعلیمی پسماندگی دور ہو سکے۔ انہوں نے اعلان کیا کہ آئندہ برس سے البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کے زیر نگرانی غریب و نادار طلبہ کے لئے عمدہ تعلیمی سہولتوں کے ساتھ ایک اسکول کھولا جائے گا۔

ڈاکٹر سید محبت الحق نے کہا کہ ہمیں طلبہ کے ذہنوں کی مثبت تشکیل کرنی ہوگی تاکہ وہ بین الاقوامی سطح پر اپنی قوم کو سرخ رو کر سکیں۔ پروفیسر غلام یحییٰ انجم نے کہا کہ دینی و دنیاوی دونوں تعلیمات کے مابین توازن پیدا کر کے دونوں کے درمیان ربط قائم کیا جائے۔ پروفیسر سید علیم اشرف جانی نے کہا کہ تعلیم کے ساتھ طلبہ کی ایسی تربیت کی جائے تاکہ وہ تمام عصری تقاضوں سے واقفیت بھی رکھیں اور ان پر عمل پیرا بھی ہوں۔

مفتی محمد نظام الدین صاحب نے کہا کہ مدارس اسلامیہ کی تعلیم میں خاطر خواہ بہتری لانے کے لئے علماء و دانشوران کو ایک ساتھ بیٹھ کر منصوبے مرتب کرنے ہوں گے۔

صاحب سجادہ کے برادر عزیز شرف ملت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب قادری برکاتی (کمشنر انکم ٹیکس، دہلی) نے ایک تجویز پیش کرتے ہوئے کہا کہ ہر سال اسکول کے طلبہ کو ہر شہر میں گرمیوں کی چھٹیوں کے دوران ایک مہینہ کا ایک ایسا کورس کرایا جائے، جس میں ضرورت زندگی کے لئے تمام دینی مسائل کا احاطہ ہو۔

پروفیسر پرویز طالب نے کہا کہ مسلم تنظیموں اور اداروں کو سچر کمیٹی کی رپورٹ کا مطالعہ کر کے اس کے نفاذ کے لئے کوشش کرنا چاہئے۔ ڈاکٹر نعیم عثمان صدیقی (کوآرڈینیٹر البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی علی گڑھ) نے کہا کہ مسلم اداروں اور مدارس کے ذمہ داران کو چاہئے کہ حکومت کی جانب سے اقلیتوں کو دی جانے والی مراعات کے بارے میں خاطر خواہ جانکاری رکھیں۔

کی گونج کے ساتھ دور ویا مضبوط حصار میں صاحبِ سجادہ درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ تشریف لائے۔ اپنے پیرومرشد حضور تاج العلماء علیہ الرحمۃ اور صاحب عرس حضور قاسم البرکات حضرت سید شاہ اسماعیل حسن معروف بہ قاسم میاں علیہ الرحمۃ کے حجروں میں داخل ہو کر یکے بعد دیگر مراقب ہوئے اور تمام زائرین اور عالم اسلام کیلئے دعائیں کرنے کے بعد اپنے تایا حضور سید العلماء علیہ الرحمۃ اور اپنے والد ماجد حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ کے مزارات پر سلام پیش کرتے ہوئے گلشن برکات میں منبر نور پر تشریف لائے اور اپنی نشست خاص پر جلوہ افروز ہو گئے۔ یہ خادم راقم الحروف حضرت کے قریب خدمت اقدس میں حاضر رہا اس کے بعد مریدین و متولین نے قطار میں لگ کر دست بستہ نذر پیش کیں اور دست بوسی کی۔

ناظم اجلاس قاری محمد عرفان برکاتی نے جلسہ کی کاروائی شروع کی اور قاری محمد حامد میاں برکاتی، کاسخ اور قاری محمد علی برکاتی براؤں شریف نے اللہ کے مقدس کلام کی تلاوت یکے بعد دیگرے کی۔ محمد فیضان برکاتی، بھینڈی مہاراسٹر اور محمد انور برکاتی بھینڈی مہاراسٹر نے نہایت خوش الحانی کے ساتھ نعت پاک پڑھی، جناب ملا کرامت علی سلطانپوری، محفوظ حسن برکاتی، سنبھل، محمد احسن علی، جناب ہدایت گونڈوی، مولانا قاری امانت رسول، پبلی بھیت، قاری کلیم نوری، مولانا قاری میکائیل ضیائی، کانپور، مولانا قاری قاسم جیبی، کانپور، مولانا علی احمد سیوانی، محمد سبطین قادری، بدایوں شریف نے نعت و مناقب کے نذرانے پیش کئے۔ مولانا صغیر اختر مصباحی نے منظوم سپاسنامہ پڑھا۔ مولانا خواجہ نورانی نے نثری سپاسنامہ پڑھا اور اس کے بعد مولانا محمد عطیف قادری، بدایوں شریف اور پروفیسر مولانا سید علیم اشرف جاسسی صاحب نے خطاب نایاب سے سامعین کے قلوب کو منور بخشی کیا۔ عجیب نورانی منظر تھا منبر نور پر برکاتی دولہا، لباس بزرگانِ زیب تن کئے ہوئے اور علماء و مشائخ کے نورانی چہرے اور گلشن برکات میں تاحد نگاہ زائرین و سامعین نظر آرہے تھے۔ صلوٰۃ سلام اور صاحب سجادہ کی دعا پر یہ مبارک محفل برخاست ہوئی۔

۸ نومبر ۲۰۰۹ء بروز اتوار بعد نماز فجر درگاہ برکاتیہ میں حلقہ ذکر قادریہ اور اس کے بعد قرآن خوانی ہوئی۔ اس سال سے ایک اور عرس کی تقریبات میں خوش گوار اضافہ کیا گیا وہ یہ کہ ذاکرین کی ایک جماعت عرس کے دنوں میں درگاہ برکاتیہ میں موجود رہی اور وہ کلمہ طیبہ کا ورد، درود شریف، ذکر خفی و جلی، نفی و اسبات کرتی رہی جس میں حفاظ اور علماء اور

طلبہ بھی شامل تھے دفتر استقبالیہ سے متصل ڈاکٹر کے لئے کیمپ لگایا گیا تھا تاکہ زائرین کو دوا اور علاج کے لئے پریشان نہ ہونا پڑے عرس کے پہلے روز سے ہی بعد نماز جمعہ ڈاکٹر صاحب نے مریضوں کو دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ گلشن برکات کے سامنے مختلف کتابوں کے اسٹال لگے تھے اور وہاں بہترین دینی، علمی اور معلوماتی کتب مہیا تھیں رضا اکیڈمی ممبئی کی جانب سے بہت ساری کتابوں کے سیٹ بہت مناسب قیمتوں میں دئے جا رہے تھے تاکہ مطالعہ سے شغف رکھنے والے حضرات قیمتوں کی وجہ سے مایوس نہ ہوں اور بہ آسانی کتابیں خرید کر اپنی معلومات میں اضافہ کریں چونکہ آج قل کی محفل ہے اور عرس قاسمی برکاتی کا آخری اجلاس ہے اس لئے ناظم اجلاس حافظ وقاری محمد عرفان برکاتی صدر مدرس مدرسہ قاسم البرکات مارہرہ مطہرہ نے ساڑھے آٹھ بجے صبح تلاوت کلام ربانی سے محفل کا آغاز کیا۔ گلشن برکات زائرین سے کچھ کچھ بھرا ہوا ہے بلکہ بستی پیر زادگان جس طرف دیکھو سر ہی سر نظر آرہے ہیں۔ تلاوت قرآن عظیم کے بعد مولانا شرافت حسینی، پورنپور، سید کیفی علی، محمد مستقیم، غلام معین الدین پورنپور محمود برکاتی، ممبئی، محفوظ حسن برکاتی، سرانے ترین سنبھل، مراد آباد، محمد سلیم رضا برکاتی، پبلی بھیت، مولانا محمد شمس الدین رضوی، بریلی، قاری محمد اسرائیل، الجامعۃ القادریہ، رچھا، بریلی، سید محمد فرقان علی قادری، علی گڑھ، محمد عمران، مدرسہ فیضان مصطفیٰ، علی گڑھ، غلام اچھے میاں برکاتی، ایٹھ، محمد عبدالقادر، دارالعلوم حنفیہ غوثیہ، لکھنؤ، حافظ قاری امین حسن، ڈاکٹر محرم علی، محمد قاسم، نصیر پور، حافظ وارث حسین، قاری آزاد رضا آگرہ، شان عالم، بہرائچ وغیرہم نے ترنم کے ساتھ بہت ہی پیاری پیاری نعتیں اور مقبتیں سنائیں۔ نعت و مناقب کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا اور بالترتیب مولانا ارشد الرحمن برکاتی نوری، ناظم اعلیٰ دارالعلوم غوثیہ آگرہ، مشتاق احمد نقشبندی، ادارہ تحقیقات، کشمیر، مولانا سید عبدالرحمن برکاتی، نیپال، مولانا مبارک حسین مصباحی، مبارک پور، ایڈیٹر ماہ نامہ اشرفیہ، مولانا محمد وقار عزیز، بھینڈی، مفتی محمد حنیف برکاتی، کانپور، مناظر اہلسنت مولانا صغیر احمد برکاتی نوری، جوگن پور، مولانا عبید الرحمن پرنسپل شمس العلوم، سنگاؤں فتح پور، مولانا ہارون رشید، شمس العلوم سنگاؤں، فتح پور، مفتی شمس الدین برکاتی نوری، مسعود العلوم، چھوٹی تکیہ، بہرائچ، مولانا محمد عرفان نوری، گھاٹم پور، مولانا حسان رضا خاں نوری، بریلی شریف، نبیرہ مفتی اعظم ہند مولانا جمال رضا خاں نوری، بریلی شریف، مفتی محمد حنیف

خاں نوری، دارالعلوم نوریہ، بریلی شریف، مولانا محمد ہاشم اشرفی، کانپور، مولانا سید محمد اشرف اشرفی، کچھوچھ شریف وغیرہم نے مختلف موضوعات پر عمدہ پیرائے میں شریعت و طریقت کے مسائل بیان کئے اور مرشدان مارہرہ مطہرہ کی بارگاہ میں محبت و عقیدت کے پھول پیش کئے۔

باہر سے تشریف لائے ہوئے علماء و مشائخ کے بعد گھر والوں کی زبان سے سننے کے لئے مجمع بے چین تھا اس لئے بلاتا خیر رفیق ملت حضرت مولانا سید نجیب حیدر قادری برکاتی نوری مدظلہ العالی نے اپنے چاہنے والوں کو پیاری پیاری نصیحتیں کیں۔ ان کے بعد شرف ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں قادری برکاتی مدظلہ العالی کرسی خطابت پر رونق افروز ہوئے اور انہوں نے اپنے بیٹھے بیٹھے اور پیارے پیارے اندازِ تکلم سے سامعین کے دلوں کو روشن کیا۔

قل شریف کا وقت قریب ہے، مساجد و درگاہ برکاتیہ منبر نور و گلشن برکات، ماہرہ مطہرہ کی گلیاں اور سڑکیں سنی پروانوں اور برکاتی دیوانوں سے پر ہیں۔ ہر شخص قل شریف کی فاتحہ کے لئے تہک (شیرینی) ہاتھ میں لئے محو انتظار رہے۔ آخر وہ گھڑی آہی گئی۔ گل گلزار قادریت و برکاتیت زینت خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ آبروئے اہلسنت حضرت امین ملت حضور صاحب سجادہ پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ مسند خطابت پر جلوہ افروز ہوئے اور انہوں نے اپنے خاص اندازِ والہانہ سے پیاسے پروانوں کو مئے عشق و محبت پلائی اور خلوص و الفت کے جام پلائے۔ اللہ و رسول (جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) سے سچی پکی محبت کرنے اور سنتوں پر عمل پیرا ہونے، نماز کی پابندی کے ساتھ اپنے اخلاق بہتر بنانے کی تاکید فرمائی۔ بلا تفریق سلاسل سنی سب ایک ہو کر رہیں اور آپس میں اخوت و محبت کا مظاہرہ کریں۔ اسی کے ساتھ اپنے تمام باہر سے آئے ہوئے تمام علماء و مشائخ اور زائرین و متوسلین و مریدین کا، مقامی حضرات کا، قصبہ والوں کا، سرکاری انتظامیہ، پولیس اور صفائی والوں کا تنظیمیں عرس اور اپنے تمام احباب کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا، فاتحہ قل، شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پڑھنے کے بعد تمام زائرین و مریدین و متوسلین اور جو کسی وجہ سے حاضر نہیں ہو سکے ان سب کے لئے اور اپنے ملک اور عالم اسلام کے واسطے خوب خوب دعائیں کیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ

وسلم کے صدقہ و طفیل شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین۔ اب عرس قاسمی برکاتی کی آخری تقریب ہونا باقی ہے اور وہ ہے زیارت آثار متبرکہ۔ لہذا اعلان کیا گیا کہ جامع مسجد برکاتی سے درگاہ برکاتیہ اور وہاں سے گلشن برکات اور منبر نور تک صف بندی کر لیں تاکہ بہ آسانی تبرکات کی زیارت کرائی جاسکے۔ صلوٰۃ و سلام مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام کے پیارے پیارے مصرعے کانوں میں رس گھول رہے تھے ایک نورانی سماں تھا ایسے میں شہزادگانِ خاندان برکات اپنے مبارک ہاتھوں میں مقدس و بابرکت تبرکات لئے ہوئے اپنے زائرین کو زیارت کر رہے تھے۔

باہر مرد حضرات کو زیارت کرانے کے بعد خواتین کی زیارت کے لئے تبرکات محل سرائے زنانہ میں لے جائے گئے اور وہاں خواتین کو زیارت کرانے کے بعد آثار متبرکہ جامع مسجد برکاتی میں اپنی مخصوص الماری میں مقفل کر دئے گئے۔

تمام زائرین نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں پیش کیں نماز ظہر ادا کی، کھانا تناول کیا اور جوئے حضرات آئے تھے وہ حضور صاحب سجادہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے اور شجرہ طیبہ عالیہ قادریہ برکاتیہ حاصل کیا۔ ڈھیر ساری برکات و حسنات کے حامل ہو کر زائرین اپنے مقامات کو واپس روانہ ہونے لگے۔ یہ ہے عرس قاسمی برکاتی جو ایک بار یہاں آتا ہے۔ اسے پورے سال عرس شریف کا انتظار رہتا ہے۔

اللہ جل مجدہ کی شان کریمی رحیمی میں بطیفیل نبی اکرم رحمت عالم نور مجسم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم دعا ہے کہ عرس قاسمی برکاتی اسی طرح جاری ساری رہے اور تاقیامت یہ رشد و ہدایت کا سلسلہ اسی طرح قائم و دائم رہے۔ مرشدِ برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کے تمام شہزادوں اور جانشین قاسم برکات حضور صاحب سجادہ حضرت امین ملت مدظلہ العالی کی عمر میں بہ صحت و سلامتی خوب برکت ہو اور ان کا سایہ ہمارے سروں پہ قائم و دائم رہے آمین بجاہ الحبيب الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم۔

سایہ رہے سروں پر قاسم کے جانشین کا

کھلتے رہیں دلوں پہ انوار شاہ قاسم

(حضور سید العلماء مارہروی)

عالی مرتبت کی معیت میں روانہ ہو کر درود و سلام پڑھتا ہوا۔ تکبیر و رسالت کے نعرے لگاتا ہوا بڑی درگاہ شریف یعنی حضرت سیدنا میر عبد الجلیل قدس سرہ کے آستانہ عالیہ پر پہنچا۔

مزار شریف کے ارد گرد جمع ہو کر نعت و مناقب پڑھی گئیں۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد رفیق ملت مدظلہ نے شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پڑھ کر دعائیں کیں۔

حافظ شہاب الدین صاحب نے رفیق ملت کے حکم سے حضرت دولہا میاں صاحب کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھا۔ بڑی درگاہ سے جلوس واپس خانقاہ شریفہ حاضر ہوا اور جانشین مرشد اعظم ہند حضرت امین ملت مدظلہ کو سلامی دینے کے بعد درگاہ برکاتیہ میں چادر یں پیش کر دی گئیں اور فاتحہ پڑھا گیا۔

نماز مغرب جامع مسجد برکاتی میں تمام زائرین نے ادا کی اور نماز مغرب کے فوراً بعد درگاہ معلیٰ میں محفل منعقد ہوئی۔ مقامی و بیرونی نعت خواں اور شعراء نے نعت و مناقب پڑھیں۔ تلاوت قرآن عظیم سے آغاز ہوا۔ تلاوت قرآن عظیم کا شرف حاصل کیا جناب حافظ قاری مبین الدین قادری برکاتی نے جو کہ امام تراویح ہیں جامع مسجد برکاتی مارہرہ مطہرہ کے۔ حافظ محمد سرور، حافظ نفیس الحسن برکاتی، محمد عمران برکاتی جناب کلیم دانش، جناب یاور وارثی، مولانا محمد قاسم جیبی برکاتی نے نعت و مناقب پیش کیں۔ مولانا وقار عزیز (ممبئی) نے تقریر کی، رفیق ملت نے اصلاحی پیغامات دئے اور ان کے بعد جانشین مرشد اعظم ہند امین ملت حضرت پروفیسر محمد امین میاں صاحب نے اپنے قیمتی ارشادات عالیہ سے نوازا۔ ٹھیک آٹھ بج کر پچاس منٹ پر فاتحہ قل ہوا اور صاحب سجادہ حضرت امین ملت نے شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پڑھ کر تمام حاضرین و مریدین و متوسلین اور تمام مومنین و مومنات کے لئے دعائیں کیں۔ مختصر صلوٰۃ و سلام کے بعد اعلان کیا گیا کہ تمام زائرین نماز عشاء ادا کریں۔ نماز عشاء ادا کرنے کے بعد دوبارہ جلسہ گاہ درگاہ برکاتیہ حاضر ہوں تاکہ دوسری محفل کا وقت پر آغاز ہو جائے۔ نماز عشاء ادا کرنے کے لئے آدھے گھنٹے کے وقفہ کا اعلان کیا گیا۔

قریب دس بجے درگاہ برکاتیہ میں دوسری محفل کا آغاز تلاوت کلام ربانی سے حافظ قاری محمد کوثر علی برکاتی نے کیا جو کہ مدرس ہیں مدرسہ قاسم البرکات، مارہرہ مطہرہ کے۔ حافظ وقاری انصار القادری، حافظ محمد بشیر اور جناب محشر بریلوی نے نعت ہائے مبارکہ پیش کیں۔ مولانا افضال برکاتی نے تقریر فرمائی۔ رفیق ملت حضرت مولانا سید شاہ نجیب حیدر

پندرہواں سالانہ فاتحہ حضور احسن العلماء علیہ الرحمۃ

محمد اکبر قادری برکاتی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم، علیٰ رسولہ الکریم

روش روش چمن چمن مرے حسن میاں کے نام

ہر اک متاع انجمن مرے حسن میاں کے نام

(محمد قاسم جیبی برکاتی)

مرشد اعظم ہند حضور احسن العلماء حضرت علامہ حافظ قاری سید شاہ مصطفیٰ حیدر

حسن میاں قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پندرہواں سالانہ فاتحہ ۱۴/۱۵ ربیع الآخر ۱۴۳۱ھ

مطابق ۳۱ مارچ اور اکیمل اپریل ۲۰۱۰ء بروز بدھ، جمعرات خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ

مطہرہ میں اپنی روایات قدیمہ کے مطابق انعقاد پذیر ہوا جس کی روداد مندرج ذیل ہے۔

بروز بدھ بعد نماز عصر خانقاہ شریفہ سے چادر شریف کا جلوس رفیق ملت حضرت

مولانا سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب قادری برکاتی نوری مدظلہ العالی کی قیادت اور شہزادگان

میاں صاحب نے اپنے زائرین و مریدین کو مفید اور کارآمد باتیں نہایت سادہ زبان میں سمجھائیں۔ جناب میکائیل ضیائی صاحب نے منقبت درشان مرشد اعظم ہند پڑھی ان کے بعد جناب محمد فاروق مدناپوری نے اپنے مخصوص انداز میں کلام سنایا۔ جناب کلیم دانش نے بہترین نعت پڑھی، قاری امانت رسول صاحب نے اعلیٰ حضرت کا کلام بے مثال ”لم یات نظیر“ پڑھا اور ان کے بعد شیر اہلسنت مولانا محمد مختار بیہڑوی نے خطاب فرمایا اور اچھی مثالوں سے بے پردگی اور بیہودگی سے بچنے اور قرآن و سنت پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔

شرفِ ملت حضرت سید شاہ محمد اشرف میاں صاحب مدظلہ العالی نے نعت پاک اور اپنے والد ماجد حضور احسن العماء کی شان اقدس میں منقبت پیش کی۔ آخر میں صاحب سجادہ حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ نے ارشادات عالیہ سے سامعین کے قلوب کو منور و مجلیٰ کیا۔ حق و صداقت پر استقامت اور قرآن و سنت پر عمل پیرا ہونے کی تاکید فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ زائرین کے کھانے میں زیادہ تاخیر نہ ہو اس لئے باقی گفتگو دوسرے روز صبح کی محفل میں کی جائے گی۔ صلوٰۃ و سلام کے بعد دعا فرمائی اور اسی کے ساتھ یہ رات کی محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔ زائرین نے کھانا تناول کیا اور اپنی اپنی قیام گاہ پر آرام کیا۔

دوسرے دن بروز جمعرات نماز فجر جامع مسجد برکاتی میں باجماعت ادا کی گئی۔ تمام زائرین نماز فجر کے بعد درگاہ برکاتیہ حاضر ہوئے۔ روضہ حضور صاحب البرکات کے ارد گرد دو زانو ہو کر ادب سے بیٹھ گئے اور مولانا مولوی عبدالقدیر خاں صاحب عرف منشی پھول خاں صاحب کی رہبری میں حلقہ ذکر قادریہ ہوا جس میں یہ خادم راقم الحروف، حافظ شہاب الدین برکاتی مدرس مدرسہ قاسم البرکات، قاری رحمت اللہ نوری، مدرس مدرسہ قاسم البرکات منشی جی کے قریب موجود تھے ذکر کی محفل کے بعد صلوٰۃ و سلام ہوا اور اس کے بعد منشی جی نے شجرہ عالیہ قادریہ برکاتیہ پڑھ کر دعا کی اور ایصالِ ثواب کیا۔ ایصالِ ثواب اور دعا کا منشی جی کا اپنا ایک طریقہ ہے جو مخصوص ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے آمین۔ اس خاص خانقاہ ہی تقریب کے بعد مرشد اعظم ہند حضور احسن العماء علیہ الرحمۃ کے مزار شریف کے سامنے قرآن خوانی ہوئی۔ ایصالِ ثواب اور دعا کے بعد نیاز (شیرینی) تقسیم کی گئی۔

شدید گرمی اور دھوپ کے پیش نظر آج دن کی تقریب مہمان خانہ کا شانہ برکات

کے پہلے منزلے پر ٹھیک نو بجے حافظ وقاری محمد عرفان قادری برکاتی کی نظامت میں محفل منعقد ہوئی جو کہ امام جامع مسجد برکاتی اور مدرس مدرسہ قاسم البرکات کے ہیں۔ قاری محمد کوثر علی برکاتی نے اللہ تعالیٰ کے مقدس کلام سے محفل کا آغاز فرمایا۔ حافظ محمد بلال برکاتی متعلم مدرسہ قاسم البرکات نے نعت پاک پڑھی، شان محمد برکاتی ابن غلام محمد برکاتی نے تقریر کی، محمد عمران برکاتی، جے پور مولانا علی احمد سیوانی نے نعت و منقبت پڑھی۔ مولانا شہاب الدین قادری برکاتی نے تقریر فرمائی۔ جناب کلیم دانش نے منقبت پڑھی اور ان کے بعد مولانا مفتی محمد انوار احمد صاحب نے تقریر فرمائی۔ حافظ وقاری محمد عرفان صاحب نے نعت اور جناب محمد فاروق صاحب مدناپوری نے بھی نعت پڑھی۔ مولانا محمد عرفان گھاٹم پوری نے تقریر کی۔ محشر بریلوی نے نعت پاک پڑھی اور ان کے بعد مولانا مفتی محمد حنیف قادری برکاتی کانپوری نے نہایت مدلل اور کارآمد خطاب فرمایا مولانا محمد قاسم حبیبی صاحب نے نعت پاک پیش کی ان کے بعد مناظرہ اہلسنت مولانا عبدالستار ہمدانی صاحب نے تقریر کی مناظرہ اہلسنت مولانا صغیر احمد صاحب جو کھن پوری نے خطاب نایاب فرمایا۔

آخر میں سجادہ نشین آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ جانشین، حضور احسن العماء حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین قادری برکاتی دامت برکاتہم القدسیہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور انہوں نے خطبہ مسنونہ کے بعد چند اہم و ضروری ارشادات و اعلانات فرمائے۔ ۲۰۱۰ء میں منعقد ہونے والے عرس قاسمی برکاتی کی تاریخوں کا اعلان کیا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ ۲۹/۳۰/۳۱ اکتوبر بروز جمعہ ہفتہ اور اتوار درگاہ برکاتیہ میں منعقد ہوگا جس میں شرکت کی دعوت عام ہے تمام زائرین اپنے احباب کے ساتھ شرکت فرمائیں اور برکاتی انعامات و فیضان سے مالا مال ہوں۔ صلوٰۃ و سلام بارگاہ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں پیش کرنے کے بعد دعا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ حق کہنے، حق سننے اور حق پر مضبوطی سے ڈٹے رہنے کی ہمت و قوت عطا کرے اور اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب و محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیاری پیاری سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے آمین

ناظم اجلاس حافظ وقاری محمد عرفان قادری برکاتی نے اعلان کیا کہ نماز ظہر کا وقت ہو چکا ہے زائرین نماز ادا کریں اور اس کے بعد کھانا تناول فرمائیں۔ زائرین و مریدین نے نماز ظہر ادا کی اور نان گرم لحم نرم کے ساتھ توشہ غوثیہ اور اوپر سے شربت روح افزا کے شیریں

جام سے شکم و روح کو سیر کیا۔

سیکڑوں نئے نئے ہوئے حضرات و خواتین صاحب سجادہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے۔ تمام زائرین دعائیں لیتے ہوئے اور مزید دعاؤں کی التجائیں کرتے ہوئے اپنے مقامات کو واپس روانہ ہوئے۔

اللہ پاک کی بارگاہ میں پیارے نبی پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلہ سے دعا ہے کہ اسی طرح یہ سلسلہ جاری و ساری رہے اور اللہ تعالیٰ جانشین حضور احسن العلماء کو ہمت و قوت عطا کرے اور ان کا سایہ صحت و سلامتی کے ساتھ دراز سے دراز تر فرمائے آمین بجاہ الحبیب الکریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم و اصحابہ اجمعین۔

ممبئی میں عرس احسن العلماء

مفتی محمد اشرف رضا صدیقی قادری، قاضی شریعت ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی ۸

9324315915-9870896492

حسب سابق ۲۲ جمادی الاخریٰ ۱۴۳۱ھ / ۵ جون ۲۰۱۰ء شب یک شنبہ بمقام منارہ مسجد ممبئی ۳، زیر اہتمام بزم قاسمی برکاتی ممبئی۔ زیر صدارت گل گلزار برکاتیت، شمع شبستان نوری، امین البرکات، حضرت الحاج السید الشاہ ڈاکٹر پروفیسر مولانا محمد امین میاں دامت برکاتہم القدسیہ زینت سجادہ خانقاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ مارہرہ شریف، حضور فیض گنجور، احسن العلماء، تاج العرفان شرمسک اعلیٰ حضرت الحافظ القاری السید الشاہ حضرت علامہ و مولانا مصطفیٰ حیدر حسن میاں المعروف بہ حسن میاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا کا پندرہواں سالانہ عرس سراپا قدس نہایت تزک و احتشام سے منایا گیا۔ عروس البلاد ممبئی عظمیٰ اور قرب و جوار کے ہزاروں عقیدت مند شریک ہوئے۔ علمائے ائمہ اور مدارس دینیہ کے طلبہ کی کثرت تھی۔ مجمع سراپا مودب تھا۔ صاحب عرس کے فیوض و برکات اور علما مشائخ کے مواعظ و ہدایات سے فیض یاب ہو رہے تھے۔ بعد نماز عشا فوراً قرآن خوانی ہوئی۔ بعدہ جلسہ کا آغاز حضرت مولانا الحاج غلام حسین شافعی برکاتی نوری مصباحی کی تلاوت قرآن حکیم سے ہوا۔ انہوں نے حمد باری تعالیٰ پڑھی۔ پھر جناب قاری عبدالحفیظ صاحب مؤذن منارہ

مسجد، الحاج قاری محمد مشتاق تنیغی خطیب بلال مسجد، حافظ وقاری گل زار احمد نوری استاذ دارالعلوم حنفیہ رضویہ قلابہ، مولانا قاری ضیا نور برکاتی، جناب تبسم عزیزی، محمود برکاتی، محمد احمد برکاتی نے نعت و منقبت کے نذرانہ پیش کئے۔ حضرت مولانا الحاج السید عبد الجلیل صاحب رضوی خطیب و امام عبد السلام مسجد ممبئی ۳ و جناب مولانا الحاج محمد مقصود علی خان نوری سنی جمعیت العلماء ممبئی، حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب برکاتی کانپوری کے خطابات ہوئے۔ پھر جانشین حضور احسن العلماء حضرت بابرکت حضور محمد امین میاں صاحب نے عظمت و کمال حضور سیدنا و مولانا ابوبکر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاه عنا پر دل پذیر بیان فرمایا۔ حسن اتفاق یہ شب وصال صدیق اکبر بھی تھی۔ ہر طرح کے علوم و فنون حاصل اس کا کرنے کی ترغیب فرمائی۔ صاحب عرس کو امام اہل سنت، مجدد اعظم دین و ملت سیدنا مولانا امام احمد رضا قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علوم و فنون سے جو کمال شغف حاصل تھا سیر حاصل بیان فرمایا۔ خطیب اہل سنت جانشین محبوب ملت حضرت علامہ مولانا محمد منصور علی خاں قادری نے جلسہ کی نظامت فرمائی اور مندرجہ ذیل علما و مشائخ اور ائمہ کرام تشریف فرما تھے۔ حضرت علامہ مفتی محمد بلال نوری پورنوی شیخ الحدیث جامعہ قادریہ اشرفیہ ممبئی، نبیرہ صدر الشریعہ علامہ مفتی محمود اختر صاحب قادری، حضرت علامہ مفتی محمد اشرف رضا قادری قاضی شریعت ادارہ شرعیہ مہاراشٹر ممبئی حضرت مولانا الحاج حکیم محمد عبدالرشید صاحب رحمانی خطیب و امام منارہ مسجد، حضرت مولانا مفتی سید شاہ حسین سیفی مصباحی، ڈاکٹر مولانا غلام مصطفیٰ انجم القادری، مولانا مفتی محمد یحییٰ رضا ضیائی مصباحی، مولانا مقصود بستیوی، مولانا محمد منظور مصباحی، مولانا محمد نعیم مصباحی کٹوری، مولانا نور محمد صاحب نوری کیلے والے ممبئی وغیرہ ہم، پھر صلاۃ و سلام اور قل شریف، شجرہ خوانی و حضور امین ملت کی مبارک و مسعود دعاؤں پر تقریباً دو بجے جلسہ ختم ہوا۔ بہت سے افراد داخل سلسلہ ہوئے۔ حضور امین ملت نے سارے مجمع کو مصافحہ و دست بوسی کا موقع مرحمت فرمایا۔ علما و مشائخ کی خدمت میں نذر کئے گئے۔ توشہ و نیاز تقسیم ہوئی۔ سبھوں نے ایک دوسرے کو مبارک بادیاں پیش کیں۔

موجودہ صاحب سجادہ و ممبر منتظم و صدر انتظامیہ کمیٹی درگاہ حضرت سید شاہ برکت اللہ صاحب قدس سرہ حضرت امین ملت پروفیسر سید شاہ محمد امین میاں صاحب قادری برکاتی دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے اکابر اور اسلاف کے مشن اور خانوادہ برکات کی عظیم روایات کو نہ صرف زندہ رکھا بلکہ اس میں چارچاند لگائے، حضرت والا باوجود اپنی طبیعت کی ناسازی مذہب و مسلک کی تبلیغ اور تعلیم کو عام کرنے کا پیغام لے کر ملکی و غیر ملکی تبلیغی اسفار فرما رہے ہیں اور الحمد للہ حضرت والا کی کاوشیں رنگ لارہی ہیں۔ ان کے مریدین و متوسلین اور چاہنے والے ان کی دعوت اور ان کے پیغام پر لبیک کہہ رہے ہیں اور اپنے اپنے طریقے سے مصروف عمل ہیں اور خدمات انجام دے رہے ہیں۔ حضرت والا نے پچھلے تقریباً ایک سال میں دور دراز کے علاقوں میں کافی دورے کئے۔ دین اسلام اور مسلک کے پیغام کو عام کیا۔ انہیں اسفار کی روداد قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

۳ جنوری ۲۰۱۰ء کو دہلی سے صبح احمد آباد کے لئے روانگی ہوئی احمد آباد ایئر پورٹ پر علامہ عبدالستار ہمدانی موجود تھے سید جہانگیر صاحب کے گھر قیام کیا۔ بشار الخیرات کی رسم اجراء ہوئی، سہ پہر کو بھاؤ نگر کے لئے روانگی ہوئی برادر طریقت صادق برکاتی کے گھر قیام ہوا، رات کو شہید اعظم کانفرنس منعقد ہوئی جس میں مولانا مجیب اشرف صاحب اور علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب کی تقاریر ہوئیں گوئڈل اور پور بندر وغیرہ سے کثیر احباب آئے۔ ۴ جنوری ۲۰۱۰ء کو بھاؤ نگر اپولو ہوٹل میں علمائے کرام کی میٹنگ ہوئی جس کی صدارت حضرت امین ملت نے کی۔ اہل سنت والجماعت کو درپیش مسائل کے بارے میں غور و خوض ہوا بھاؤ نگر میں لاتعداد خواتین و حضرات داخل سلسلہ ہوئے۔

شام کو احمد آباد واپسی پر سید جہانگیر صاحب کے گھر بہت سے احباب ملاقات کے لئے آئے رات کو حضرت صاحب دہلی آگئے اور حسنین برکاتی کے گھر قیام کیا۔ ۹ جنوری ۲۰۱۰ء کی صبح دہلی سے بذریعہ طیارہ بنگلور روانگی ہوئی صبح کو بنگلور ہوائی اڈے پر پرانے علیگ محمد علی فاروقی صاحب تشریف لائے اور ان کے دولت کدے پر ظہرانہ ہوا سہ پہر چار بجے داؤن گیرے روانگی ہوئی رات کو داؤن گیرے چھوٹے پر ہزاروں افراد نے جو شام ہی سے مسجد اور سڑکوں پر جمع تھے، حضور امین ملت کا استقبال کیا اور رات شہدائے کربلا کانفرنس میں حضرت والا کا تفصیلی خطاب ہوا، ممبئی سے مولانا سید عبدالجلیل

حضرت امین ملت مدظلہ کے علمی، دینی اور تبلیغی اسفار

محمد اکبر قادری برکاتی

قادری مسجد، کبیر کالونی، علی گڑھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی ونسلم، علیٰ رسولہ الکریم

خانوادہ برکات کی یہ امتیازی شان رہی ہے کہ یہاں سے ہمیشہ علم اور اہل علم کی خدمات انجام دی جاتی رہی ہیں۔ رشد و ہدایت، دعوت و تبلیغ اس خانقاہ کا نسب العین ہے۔ بزرگان مارہرہ نے اپنے کردار و اطوار اور طریقہ تبلیغ سے نہ صرف ماضی میں زمانے کو متاثر کیا بلکہ دور حاضر میں اراکین خانوادہ اپنی تمام روایات کے ساتھ اسلام اور سنت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ملت کے مسائل کے حل اور علم کی ترویج و اشاعت کے لیے اپنی گراں قدر صلاحیتوں اور کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے خدمات انجام دے رہے ہیں۔

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء ۷۵۷ خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

صاحب بھی تشریف لائے۔ ملنگ برکاتی اور احباب کمیٹی شہدائے کربلا کانفرنس داؤن گیرے، بنگلور نے حضرت امین ملت مدظلہ العالی کو عکس گنبد سرکارِ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ خالص چاندی میں ڈھلا ہوا نہایت خوبصورت اور دیدہ زیب جس کی ظاہری قیمت ہزاروں روپے کی مالیت ہے، نذر کیا، جس کو حضرت امین ملت نے مجھے راقم الحروف محمد اکبر قادری اور ڈاکٹر نعیم عثمان صدیقی صاحب کو گواہ بنا کر البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی کو تحفہ پیش کر دیا۔

۱۰ جنوری ۲۰۱۰ء کو داؤن گیرے سے بنگلور کے لئے روانگی ہوئی ہزار ہا افراد داخل سلسلہ ہوئے رات کو ۸ بجے بذریعہ طیارہ دہلی پہنچ کر حسنین برکاتی کے گھر قیام ہوا۔

۲۱ جنوری ۲۰۱۰ء کو دہلی سے بذریعہ ٹیکسی شرف ملت سید محمد اشرف میاں مدظلہ العالی اور حسنین برکاتی کے ساتھ جے پور کے لئے روانگی ہوئی جے پور میں سید محمد افضل میاں برکاتی موجود تھے رات کو برادر طریقت حاجی عبدالحمید کاغذی برکاتی کا فاتحہ چہلم ہوا جس میں قرب وجوار کے علمائے کرام کے علاوہ بیرونی علماء بھی تشریف فرما تھے حضرت والا نے مرحوم حاجی عبدالحمید صاحب کے ان کے پیر خانے اور مرشد برحق حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ سے تعلقات پر تفصیلی تقریر فرمائی اور سیکڑوں احباب داخل سلسلہ ہوئے۔

۲۲ جنوری ۲۰۱۰ء کو جے پور میں برادر طریقت عبدالعزیز سنی بھی ممبئی سے آکر ملے۔ دوپہر اجیمیر مقدس حاضری ہوئی اور وکیل مارہرہ سید مغیث میاں قادری چشتی کے دولت کدہ عظیم منزل میں قیام ہوا دہلی سے حضور رفیق ملت اور برادر طریقت آصف شیخا بھی آگئے شام کو حضرت والا مع سہ برادران مزار مقدس پر حاضر ہوئے رات اجیمیر شریف میں حاضری رہی۔

۲۳ جنوری ۲۰۱۰ء کو اجیمیر مقدس سے برادر طریقت عبدالعزیز سنی کے ساتھ کوٹا کے لئے روانگی ہوئی سلوا شریف کی حاضری ہوئی، بوندی میں متعدد احباب سے ملاقات ہوئی رات کو کوٹا پہنچے۔

۲۴ جنوری ۲۰۱۰ء کوٹا میں صبح کو مدرسہ تنظیم اہل سنت کا سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس کی نفاذت برادر طریقت محمد جمیل مغل برکاتی نے کی۔ رات کو کوٹا شہر میں شہید اعظم کانفرنس کا عظیم الشان اجلاس ہوا، اندور سے مولانا انوار احمد برکاتی تشریف لائے۔ حضرت

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء ۷۵۸ خصوصی شمارہ: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

والا نے فلسفہ شہادت اور امام اعلیٰ مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اہل بیت کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر تفصیلی خطاب فرمایا سیکڑوں افراد داخل سلسلہ بھی ہوئے۔ ۳۱ جنوری ۲۰۱۰ء کو علی گڑھ کی مشہور زرعی اور صنعتی نمائش میں ضلع ادیوگ منڈل نے حضرت والا کو نشان امتیاز دیا۔

۵ فروری ۲۰۱۰ء کو علی گڑھ سے دہلی ہوتے ہوئے حضرت والا مع شرف ملت ممبئی کے لئے روانہ ہو گئے۔

۷ فروری ۲۰۱۰ء ممبئی کے نواحی علاقے میراروڈ میں امام احمد رضا کانفرنس کا انعقاد ہوا جس میں سرکار امین ملت نے مسلک اعلیٰ حضرت پر سیر حاصل خطاب فرمایا اور وہیں ایک غیر مسلم دائرہ اسلام میں داخل ہوا اور حضرت امین ملت کے ہاتھوں پر سلسلہ قادریہ سے وابستہ ہوا۔

۱۱ فروری ۲۰۱۰ء کو حضور والا صاحبزادگان گرامی قدر سید محمد امان اور سید محمد عثمان کے ساتھ بریلی شریف کے لئے روانہ ہوئے۔ بدایوں شریف میں حضور رفیق ملت، قاری محمد عرفان، قاری محمد کوثر بھی مل گئے۔ اسلامی کالج کے وسیع و عریض میدان میں مجدد اعظم امام احمد رضا برکاتی علیہ الرحمہ کے قل شریف کی محفل ہوئی لاکھوں کے مجمع کے درمیان اور سیکڑوں علمائے کرام کی موجودگی میں حضور والا نے فاضل بریلوی کی علمی اور ادبی خدمات پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

۱۳ فروری ۲۰۱۰ء کو حضرت والا مع سید محمد امان میاں ولی عہد سجادہ آستانہ عالیہ قادریہ کے ساتھ کانپور روانہ ہوئے۔ رات کو حلیم کالج میں ”یوم مرشد اعظم“ کا انعقاد ہوا جس میں حضور والا نے حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ اور برکاتیت کے موضوع پر طویل خطاب فرمایا جلسہ کے بعد سیکڑوں افراد داخل سلسلہ ہوئے۔

۱۴ فروری ۲۰۱۰ء کو برادران طریقت لیتق برکاتی، عنایت برکاتی، ماسٹر شاہد برکاتی کے ساتھ لکھنؤ کے لئے روانہ ہو گئے۔ سہ کارتا بھون میں آل انڈیا مسلم کنونشن کا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں مولانا دلیر بستی صاحب، حضرت مولانا غلام عبدالقادر یار علوی سجادہ نشین براؤں شریف، مفتی عبدالحمید فرنگی محلی اور بہت سے علماء موجود تھے۔ مسلمانوں کے عصری مسائل پر حضور امین ملت نے تفصیلی گفتگو کی۔ ظہرانے کے لئے حضرت صاحب برادر

طریقت مسرور فاروقی صاحب کے دولت کدے پر تشریف لے گئے۔

۲۰ فروری ۲۰۱۰ء کو حضرت والا سنبھل کے لئے روانہ ہوئے۔ مفتی اعظم راجستھان مفتی محمد اشفاق حسین صاحب کی پوتی بنت مولانا معین الدین کا نکاح حضرت صاحب نے پڑھایا۔ رات کو سرائے ترین میں برادر طریقت نجم الحسن برکاتی کے گھر قیام رہا۔ متعدد افراد داخل سلسلہ ہوئے۔

۱۱ مارچ ۲۰۱۰ء کو علی گڑھ کے آفتاب ہال میں منعقد جلسہ عید میلاد النبی ﷺ میں حضور امین ملت اور مولانا نعمان ازہری نے خطاب فرمایا۔

۱۵ مارچ ۲۰۱۰ء کو علی گڑھ کے کنیڈی ہال میں M.S.O کا سالانہ جلسہ رحمت عالم کانفرنس منعقد ہوا جس میں پروفیسر شمیم معجمی سجادہ نشین میتن گھاٹ پٹنہ اور حضرت والا نے سیرت طیبہ ﷺ کے مختلف زاویوں پر روشنی ڈالی۔

۱۹ مارچ ۲۰۱۰ء کی رات حضرت والا ممبئی پہونچے 20.3.10 کو برادر طریقت عنایت اللہ برکاتی کے صاحبزادے کرامت اللہ برکاتی کا نکاح محبوب سبحانی مسجد کرلا میں پڑھایا۔

۲۱ مارچ ۲۰۱۰ء کو حضرت والا کرامت اللہ برکاتی کے ولیمہ میں شرکت فرما کے رات میں دہلی آگئے اور حسین برکاتی کے گھر مقیم ہوئے۔

۲۲ مارچ ۲۰۱۰ء کو دہلی کی غالب اکاڈمی میں حضرت سیدنا ابراہیم ایرجی قدس سرہ کا عرس منعقد ہوا۔ ڈاکٹر عبدالحفیظ کاردار کے زیر سرپرستی منعقد عرس میں حضور امین ملت نے صاحب عرس کے سلسلے میں طویل خطاب فرمایا۔

۳۱ مارچ ۲۰۱۰ء کو حضرت والا مارہرہ مطہرہ حاضر ہوئے بعد نماز عشاء حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا فاتحہ قل منعقد ہوا۔ ملک کے کونے کونے سے ہزاروں احباب حاضر تھے حضور والا نے اپنے والد ماجد حضرت سید شاہ مصطفیٰ حیدر حسن میاں صاحب قادری برکاتی علیہ الرحمہ کی سیرت پر سیر حاصل گفتگو فرمائی۔

۱۷ اپریل ۲۰۱۰ء کو مولانا سبحان رضا خاں سبحانی میاں زیب سجادہ آستانہ عالیہ رضویہ تشریف لائے۔ علامہ عبدالستار ہمدانی، مولانا انوار احمد اندوری کی تقاریر کے بعد حضور صاحب سجادہ حضرت امین ملت نے تفصیلی خطاب فرمایا۔

۳۱ اپریل ۲۰۱۰ء کی دوپہر حضرت والا بہار کے شہر چچہرہ پہنچے رات کو قصبہ نگرہ میں کنز الایمان کانفرنس منعقد ہوئی۔ دارالعلوم رحمانیہ تیغیہ کے وسیع وعریض میدان میں ہزاروں کا مجمع تھا خواجہ علم وفن حضرت خواجہ مظفر حسین صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔

۲۴ اپریل ۲۰۱۰ء کو حضرت والا قریبی قصبہ کوپا گئے وہاں مدرسہ اور مسجد کا افتتاح کیا۔ رات کو کنز الایمان کانفرنس کا آخری اجلاس ہوا جس میں مولانا ابوالحسن حقانی صاحب اور حضرت والا نے مسلک اعلیٰ حضرت پر سیر حاصل گفتگو کی۔ حضور امین ملت نے دارالعلوم رحمانیہ تیغیہ کے مہتمم مفتی عبدالحلیم صاحب کو سلسلہ عالیہ قادریہ کی خلافت و اجازت سے نوازا سیکڑوں افراد داخل سلسلہ ہوئے۔

۸ اپریل ۲۰۱۰ء کی شب میں نگہ پٹواری علی گڑھ میں عید میلاد النبی ﷺ کا اجلاس ہوا جس میں علامہ صغیر احمد جوکھپوری اور حضرت والا نے خطاب فرمایا۔

۱۷ اپریل ۲۰۱۰ء کو البرکات میں مجوزہ اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نصاب کے سلسلے میں میٹنگ منعقد ہوئی جس میں حضرت مولانا محمد احمد مصباحی پرنسپل جامعہ اشرفیہ، مفتی نظام الدین صاحب شیخ الافاء، پروفیسر غلام یحییٰ انجم، ڈاکٹر سید علیم اشرف جاسی، مولانا اسید الحق ولی عہد آستانہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف، مولانا ضیاء الرحمن علیمی، مولانا نعمان ازہری، حضور شرف ملت ڈاکٹر فہیم صدیقی، احمد مجتبیٰ صاحب وغیرہ نے شرکت کی۔ حضور امین ملت کی زیر صدارت اس میٹنگ میں بہت اہم فیصلے ہوئے اور نصاب کی تیاری شروع کر دی گئی۔

۱۸ اپریل ۲۰۱۰ء کو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے سلسلے میں دوسری اہم میٹنگ حضور امین ملت کی زیر صدارت منعقد ہوئی، جس میں رفیق ملت حضرت سید شاہ نجیب حیدر میاں صاحب نائب سجادہ نشین درگاہ عالیہ قادریہ برکاتیہ بھی تشریف لائے۔

۲۹ اپریل ۲۰۱۰ء کو جو اہل نہرو میڈیکل کالج کی ڈرگ سوسائٹی نے حضور امین ملت کو مہمان خصوصی کے طور پر مدعو کیا حضرت والا نے خدمت خلق کی اہمیت اور افادیت پر مفصل گفتگو کی۔

۳ مئی ۲۰۱۰ء کو حضرت امین ملت دامت برکاتہم عرس حامدی میں شرکت فرمانے کے لیے مع صاحبزادہ سید محمد عثمان میاں بریلی شریف تشریف لے گئے۔ حضرت سبحانی میاں

صاحب و اُن کے احباب نے حضرت والا کا خیر مقدم کیا اور ان کی شرکت پر بے حد خوشی کا اظہار کیا۔ ساڑھے دس بجے قل شریف کی محفل میں شرکت کی اور قدر آرام کرنے کے بعد حضرت والا نے محفل دستار بندی میں شرکت فرمائی اور حاضرین کو اپنے خطاب نایاب سے نوازا۔

۱۵ مئی کو حضرت صاحب اگست کرائی سے مقرر اسے ممبئی کے لئے روانہ ہوئے۔
۱۶ مئی کو صبح ممبئی آ گئے۔ شام کو بعد نماز عصر محبوب کھجور والا کے لڑکے اور لڑکی کا نکاح منارہ مسجد میں پڑھایا۔ رات کو عشاءِ یہ میں شرکت کی۔ ۱۷ مئی کو حضرت صاحب برادر طریقت حنیف بٹائے والے کے صاحبزادے کے ولیمے میں حج ہاؤس گئے، وہاں بہت سے علماء سے ملاقات ہوئی۔ ۱۹ مئی کو ممبئی سے بذریعہ طیارہ دہلی روانگی ہوئی، شام کو دہلی آ گئے۔ ۲۳ مئی کو حضرت صاحب ڈاکٹر علیم الدین برکاتی کی صاحبزادی کے نکاح میں کا سنج گئے۔ ۲۴ مئی کو ماسٹر سعید الدین خاں کے لڑکے کی شادی میں مرگاواں تشریف لے گئے۔ ۲۸ مئی کو مقرر اسے سورت روانگی ہوئی۔ کوٹہ جنکشن پر برادر محمد جمیل مغل سے ملاقات ہوئی۔ ۲۹ مئی کی صبح سورت آ گئے۔ برادر طریقت مولانا غلام مصطفیٰ قادری کے گھر مقیم ہوئے، وہاں مفتی محمد مجیب اشرف صاحب سے ملاقات ہوئی۔ دوپہر کا کھانا احمد رضا برکاتی کے گھر ہوا۔ شام کو محمد سرفراز برکاتی کا نکاح پڑھایا۔ رات کو نو ساری میں دارالعلوم کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ ۳۰ مئی کو حضرت صاحب سلواسا تشریف لے گئے اور امین بھائی برکاتی کے گھر مقیم ہوئے۔ سہ پہر کو سلواسا کی جامع مسجد میں جلسہ ہوا۔ شام کو واپی گئے۔ جہاں عبدالعزیز سنی، امتیاز برکاتی، فاروق برکاتی، مشتاق سورتی وغیرہ سے ملاقات ہوئی اور وہاں سے بذریعہ کار ممبئی کیلئے راواگی ہوئی۔ یکم جون کی دوپہر حاجی آدم کے گھر تشریف لے گئے سہ پہر کو مشتاق سوریہ کے گھر گئے، رات کو برادر طریقت شہزاد برکاتی کے گھر عشاءِ یہ میں گئے۔ ۳ جون کو برادر عبد الغنی پٹیل کے گھر دعوت ہوئی۔ ۴ جون کو حضرت عنایت علی شاہ قادری علیہ الرحمہ کے عرس میں شرکت فرمائی۔ ۵ جون بعد نماز عشاء منارہ مسجد میں عرس احسن العلماء علیہ الرحمۃ منعقد ہوا، جس میں کثیر علمائے کرام تشریف لائے جلسے کی تفصیلی روداد مفتی اشرف رضا قادری نے مرتب کی ہے جو اس شمارے میں شامل کی گئی ہے۔ ۶ جون کو برادر طریقت حاجی ہارون کھجور والا کی تدفین میں شرکت کی۔ رات کو کلیان کے جلسہ عام میں شرکت فرمائی۔ ۷ جون کو برادر طریقت منیر احمد برکاتی

کے گھر عشاءِ یہ میں شرکت کی۔ ۸ جون کو احباب طریقت کے ساتھ مخدوم ماہم کے دربار میں حاضری دی وہاں سے ایرپورٹ آ کر پور بندر کی فلائٹ پکڑی، سہ پہر 3.30 بجے پور بندر آمد ہوئی ہوئی، اڈے پر کثیر احباب نے استقبال کیا۔ عبد الغنی برکاتی کا پڑیا کے گھر قیام کیا رات کو حضور تاج العلماء علیہ الرحمہ کے عرس پاک میں شرکت کی حضرت سلیم بابو اور حافظ اشرف صاحب نے بھی خطاب فرمایا۔ ۱۲ جون کو حضرت صاحب ویراؤل گئے اور سید علی عراقی علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر حاضری دی برادر طریقت محمد صدیق کا نکاح رحمانی مسجد میں پڑھایا۔ ۱۳ جون کو پور بندر میں میڈیکل کمپ منعقد ہوا جس میں سیکڑوں مریض آئے۔ دوپہر کو راجکوٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ حضرت محمد ابراہیم ترکی بابو علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضری ہوئی۔ اسی رات ممبئی اور وہاں سے دہلی آ گئے اور حسنین برکاتی کے گھر مقیم ہوئے۔ ۱۶ جون کو دہلی کے لئے بذریعہ کار روانہ ہوئے رات کو دہلی میں قیام کیا۔ ۱۷ جون کو بذریعہ طیارہ ممبئی آئے وہاں سے راجکوٹ ہوتے ہوئے رات کو گوئڈل آئے اور یونس طاہر محمد برکاتی کے گھر مقیم ہوئے۔ ۱۸ جون کو جمعہ کی نماز مدینہ مسجد میں پڑھائی۔ ۱۹ جون کو خواجہ خواجگان سیدنا معین الدین چشتی اجمیری کی چھٹی شریف کا جلوس اٹھا اور سارے شہر کا گشت کرتا ہوا مکہ مسجد پر ختم ہوا جہاں حضرت والا نے خطاب فرمایا۔ ۲۰ جون کو گوئڈل کے جماعت خانے میں جلسہ ہوا۔ ۲۱ جون کو یونس برکاتی کی صاحبزادی کا نکاح جو ناگڑھ کے محبوب صاحب کے ساتھ منعقد ہوا۔ ۲۲ جون کو گوئڈل سے راجکوٹ، راجکوٹ سے ممبئی اور ممبئی سے دہلی تشریف لے آئے۔ ۲۳-۲۴-۲۵ جون کو عرس نوری میں حضرت صاحب کی حاضری ہوئی۔ ۳۰ جون کو ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری علیہ الرحمہ کے صاحبزادے پروفیسر مختار الدین آرزو مرحوم کی نماز جنازہ پڑھائی اور تدفین میں مرحوم کے حسب وصیت شرکت کی۔ ۲ جولائی کو حضرت صاحب گوالیار کے لئے روانہ ہو گئے۔ ۱۵ جولائی کو ننگہ پٹواری، علی گڑھ میں حضرت صاحب کے ذریعے دارالعلوم کا سنگ بنیاد رکھا گیا۔ ۱۶ جولائی کو حضرت صاحب کانپور پہنچے اور رات کو سابق قاضی شہر قاری عبد السبع صاحب علیہ الرحمہ کے سالانہ فاتحے میں شرکت کی۔ مولانا مختار احمد بیہڑوی کی تقریر ہوئی۔ ۱۷ جولائی کو دارالعلوم فیضانِ مصطفیٰ، زہرہ باغ، علی گڑھ کے سالانہ جلسہ دستار بندی میں شرکت فرمائی۔ ۳۰ جولائی کو حضرت صاحب بھرگین تشریف لے گئے۔

جمعہ کی نماز برکاتی مسجد میں پڑھائی۔ رات کو اعلیٰ حضرت کانفرنس میں شرکت کی اور خطاب فرمایا۔ ۳۱ جولائی کی رات کو دارالعلوم بھرگین کا جلسہ دستار بندی ہوا۔

۸ اگست کو رات کالپی شریف حاضر ہوئے اور ۹ اگست کو مخدومان کالپی کے قل شریف میں شرکت کی۔

اللہ رب العزت کی بارگاہ قدس میں بطفیل نبی کریم ﷺ رؤف رحیم ﷺ دعا ہے کہ حضرت صاحب کے یہ دینی و تبلیغی اسفار اسی طرح جاری ہیں اور امت مسلمہ فیض یاب ہوتی رہے اور حضرت والا کا سایہ ہمایونی دراز سے دراز تر ہو آمین یا رب العالمین بجاہ نبی الکریم علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

حضرت امین ملت کے تہنیتی اجلاس

جارج ٹاؤن یونیورسٹی کے سروے کے حوالے سے

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی

جوائنٹ سکریٹری: البرکات ایجوکیشنل سوسائٹی، علی گڑھ (یوپی)

ہماری جماعت کے لیے جارج ٹاؤن یونیورسٹی کا یہ سروے اور اس میں حضرت امین ملت کے نام نامی کی شمولیت اس لیے بھی باعث مسرت اور قابل فخر ہے کہ پہلی بار قومی یا

بین الاقوامی سطح پر ہمارے مسلک اور اس کی فکر کو موثر جانتے ہوئے اس فکر کو فروغ دینے والے کو با اثر اور بارسوخ تسلیم کیا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ المیہ رہا ہے کہ جب حکومتی سطح پر یا باہری دنیا میں مسلمانوں کے مسائل پر کوئی کوشش کی جاتی ہے یا کسی داخلی یا خارجی معاملات میں شمار یا شمولیت کی بات ہو تو ایسا تعصب کا چشمہ لگایا جاتا ہے جس سے ہماری پوری جماعت اور اس کے فعال رکن نظر ہی نہیں آتے، لیکن کتاب کو پڑھنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ سروے بہت منظم طریقے سے تحقیق کے تمام اصول و ضوابط کو دھیان میں رکھتے ہوئے کیا گیا ہے۔ اس سروے کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس کی تمام کارروائیوں اور سروے کی ذمہ دار تنظیم کا نام صیغہ راز میں رکھا گیا اور نہ ہی کوئی اعلان اور اطلاع اس حوالے سے شائع کی گئی، ورنہ یہ سروے کسی نہ کسی سطح پر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔

اس کتاب کے آخر میں اس بات کا انکشاف بھی کیا گیا ہے کہ یہ فہرست مکمل نہیں ہے تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ یہ ناقص سروے ہے، بلکہ ہر اعلیٰ درجے کی تحقیق کا Conclusion

ایسے ہی مناسب طریقہ سے ہوتا ہے کیونکہ ایک Multiple Process Research ہے جس میں مزید تحقیق کی گنجائش رہتی ہے۔ اس عمل کو وہی لوگ بخوبی جانتے ہیں جو اس مرحلے سے گزرتے ہیں۔ چوں کہ اب اس Georgetown University U.S.A. اور اس سے ملحق اداروں کے نام اور ان کے اگلے منصوبے سے بھی لوگوں کو آگہی ہو چکی ہے، لہذا اب ان تنظیموں کو متاثر کرنے کی سعی بھی خواہش مند حضرات کر سکتے ہیں جو ایک فطری عمل ہے اور یقیناً کہیں نہ کہیں آگے آنے والا Volume متاثر ہوئے بغیر نہیں رہے گا، ایسا میرا خیال ہے۔ بہر حال حضرت امین ملت کا نام اس میں شامل ہوا، ہمیں اس سے سروکار ہے۔

سروے میں حضرت امین ملت کی شمولیت کی اطلاع مجھے برادر شاہنواز وارثی کے ذریعے معلوم ہوئی کہ Internet پر یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ میں نے حضرت امین ملت سے فوری رابطہ کیا، وہ شعبہ اردو میں تشریف رکھتے تھے۔ خبر کو سن کر فرمایا ”بھئی ایسا ہے تو ہوگا، مجھے اس کی خبر نہیں ہے، بہر حال اللہ کا شکر ہے اور یہ سب ماں کی دعا کا نتیجہ ہے۔“ مجھے ان کے اس لہجے سے بھی قطعی حیرانی نہیں ہوئی، کیونکہ پچھلے ۱۸ سال سے میں ان کے اس مزاج سے واقف ہوں۔ وہ کبھی بھی Achievement پر یا کسی Contribution پر بڑے

توازن سے اظہار خیال کرتے ہیں۔ خوشی میں Over enthusiastic نہیں ہوتے، پریشانی میں Over react نہیں کرتے ہیں، لیکن یہ ایسی خبر نہیں تھی کہ پوشیدہ رہتی۔ مجھے ایک شعر یاد آ گیا۔

تیری بستی کا ہر ایک موسم سہانہ کر دیا

ہم نے خوشبو کو تیری جانب روانہ کر دیا

امین ملت کے چاہنے والوں اور ان کی چھوٹی سے چھوٹی خوشی اپنی بڑی خوشی سمجھنے والوں کی کمی نہیں ہے۔ بفضلہ تعالیٰ شہر علی گڑھ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں البرکات کے بانی اور شعبہ ارود کے پرفیسر کا جو مقام ہے اس کا اندازہ تو یہاں آکر ہی لگ سکتا ہے، بہر حال علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جانب سے سرکاری Press Release کے ذریعہ یہ خبر مقامی اور عوامی اخبار و رسائل اور علی گڑھ یز کی Network پر دوسرے دن شائع ہوئی۔ مبارکبادیوں کی بارشیں ہونے لگیں اور ہر مبارک باد پر حضرت کا وہی سیدھا سادہ جواب ہوتا، جس کا ذکر برادر محترم ڈاکٹر افضال برکاتی صاحب نے ماہنامہ کنز الایمان میں اپنے ایک وقیع مضمون میں کیا تھا، جب ڈاکٹر صاحب نے حضرت کو مبارک باد دی تو انھوں نے فرمایا ”ڈاکٹر صاحب! میں ان تمام شہرتوں سے بہت گھبراتا ہوں۔“ یہ جواب اعلیٰ ظرفی کے ایک بحرِ ذخار سے ہی متوقع ہے، کیونکہ وہ تو ان کی اولاد ہیں جن کی ڈیوڑھی پر محمد شاہ سے لے کر اورنگ زیب عالمگیر تک نیاز حاصل کرنے کی عرضی لگاتے اور باریابی حاصل نہ ہوتی، لیکن دیوانوں کا کیا علاج۔ چل پڑا دور تہنیتی جلسوں کا اور سبقت حاصل کی رضا اکیڈمی اور بزم قاسمی ممبئی کے فعال اراکین نے۔ حضرت کے اعزاز میں ساہو صدیق کالج ممبئی کے وسیع ہال میں اعزازی جلسہ منعقد کیا گیا جس میں کثیر تعداد میں علماء، مشائخ، دانشوران اور اساتذہ نے شرکت کی۔ بالخصوص حضرت تاج الشریعہ کے متوسلین نے ان کی جانب سے حضرت کی گل پوشی کی۔ گجرات اور داؤن گیری کے عقیدت کیشوں نے اپنے مرکزِ محبت کا دل کی گہرائیوں سے استقبال کیا اور اعزاز پیش کیا۔ انہوں نے حضرت والا کو سرکارِ غوث اعظم کے روضہ مبارک کا ایک یادگاری نشان پیش کیا جن کے میخانے کے جام انہیں ان کے مرشد کے ہاتھوں پلائے جاتے ہیں۔ حضرت کی علی گڑھ آمد پر علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے شیخ الجامعہ

پروفیسر پی۔ کے۔ عبدالعزیز نے اپنے V.C. Lodge میں ہمارے حضرت کے اعزاز میں ایک عشائیہ منعقد کیا، جس میں انتظامیہ کے اہل کار اور یونیورسٹی کے سینئر اساتذہ شریک ہوئے۔ اس موقع پر شیخ الجامعہ نے تقریباً ۱۵۱ منٹ پروفیسر سید محمد امین میاں کے سلسلے میں گفتگو فرماتے ہوئے کہا کہ ”امین صاحب ہماری یونیورسٹی کے اساتذہ کا فخر ہیں۔ انہوں نے نہ صرف خود یہ امتیازی مقام حاصل کیا ہے بلکہ اپنی مادر علمی کے نام کو بین الاقوامی سطح پر متعارف کروایا ہے۔“ اس موقع پر یونیورسٹی کے ایک سینئر استاد نے حضرت کو یہ شعر بھی نذر کیا:

ر کے تو چاند چلے تو ہواؤں جیسا ہے

اسے جو دھوپ میں دیکھوں تو چھاؤں جیسا ہے

مزید یہ کہ یومِ جمہوریہ کے موقع پر شیخ الجامعہ نے یونیورسٹی کے تاریخی کینڈی ہال میں حضرت کو کثیر جمع میں اعزاز پیش کیا۔ علی گڑھ کے مقامی باشندوں کی جانب سے ڈاکٹر ایم۔ آئی۔ خان صاحب کے کمپاؤنڈ یعنی نور منزل میں ایک اعزازی اجلاس منعقد کیا گیا، جس میں حضرت اشرف میاں صاحب اور حضرت افضل میاں صاحب بھی بحیثیت مہمان مدعو تھے۔ ایم۔ آئی۔ خاں صاحب نور منزل کی مسجد کے متولی ہیں جو اہل سنت و جماعت کی قدیم مسجد ہے، جہاں سے سنیت کے کام کا آغاز علی گڑھ میں کیا گیا تھا۔ اس جلسے میں بڑی تعداد میں ضلع انتظامیہ کے حکام اور شہر کے معزز افراد نے شرکت فرمائی۔ مسلم یونیورسٹی کے Boys Polytechnic کے ہال میں ڈاکٹر ذاکر حسین فاؤنڈیشن کے زیر اہتمام منعقد ایک کانفرنس میں حضرت امین ملت مدظلہ کو اعزازی نشان اور سپاس نامہ پیش کیا گیا۔ یہ تنظیم صابری سلسلے کی خانقاہ کی سرپرستی میں غریب طبقہ اور ناداروں کی صحت اور تعلیم کے سلسلے میں سرگرم خدمات پیش کر رہی ہے۔

خانقاہ عالیہ قادریہ بدایوں شریف کے زیر سرپرستی چلنے والے ادارے الازہر انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اسٹڈیز میں حضرت والا کی غیر موجودگی میں ایک تہنیتی پروگرام منعقد کیا گیا۔ صاحبزادہ گرامی اسید الحق محمد عاصم قادری نے جلسے کی صدارت کرتے ہوئے حضرت امین ملت کی تمام کاوشوں کے لیے ان کو خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ ”حضرت کے

اس اعزاز کو ہم سب وابستگان اپنا فخر تصور کرتے ہیں۔“ اراکین ادارہ نے پریس ریلیز کے تراشے کے ذریعہ اس جلسے کی اطلاع راقم کو فراہم کرائیں۔ مسلم یونیورسٹی کے سنی طلبہ کی تنظیم ایم ایس او آف انڈیا کے طلبہ نے بھی سلیمان ہال میں ایک میٹنگ کر کے حضرت کو پریس ریلیز کے ذریعہ مبارک باد پیش کی۔

تہنیت کی اس سلسلے کی اگلی کڑی دیارادب علی گڑھ کا اجلاس تھا جو علی گڑھ شہر میں منعقد کیا گیا جس میں حضرت کے سلسلے میں شہر کے تمام ادیب و دانشور موجود تھے۔ غرض کہ جس نے جہاں سنا وہ وہیں عرفان صدیقی کا یہ شعر پڑھتے ہوئے اس خوشی میں شامل ہو گیا۔

گر گئی قیمت شمشاد قدر داں آنکھوں سے

شہر کو مصر کا بازار کیا ہے اس نے

یہ تو باہر والوں کی باتیں تھیں، گھر والے پیچھے کیوں رہتے۔ تو اب باری اس کنبے کی تھی جس چن زار کو حضرت نے اپنے خون پسینے سے سینچا ہے۔ میری مراد ”البرکات“ کے کنبے سے ہے۔ البرکات کے تمام اساتذہ و غیر تدریسی عملے نے ذاتی طور پر ایک محفل کا انعقاد کیا جس میں البرکات سے وابستہ سبھی ملازمین نے اپنے مشفق صدر کی خدمت میں گلہائے عقیدت پیش کیے۔ ہر ادارے کے سربراہ نے صدر محترم کی محبتوں کا اعتراف کرتے ہوئے اپنے خیالات کا اظہار فرمایا اور ان کو البرکات کے تمام ملازمین کی طرف سے قرآن پاک کی آیات کا ایک بڑا خوبصورت طغریٰ نذر کیا۔ اس موقع پر ادارے کے کوآرڈینیٹر ڈاکٹر فہیم عثمان صدیقی نے نہایت ہی تجزیاتی اور معلوماتی تقریر اس سروے کے حوالے سے فرمائی۔ ایسا لگتا تھا کہ انہوں نے اس سروے پر تحقیق کی ہو۔ راقم الحروف نے اس موقع پر اپنے مشفق خال محترم اور مرشد گرامی کی بارگاہ میں ایک تہنیتی نظم پیش کی جو اس تحریر کا مقطع ہے۔

میں آخر میں اپنے مخدوم کی خدمت میں ایک بار پھر مبارک باد پیش کرتا ہوں اور تمام سنیوں کی طرف سے بارگاہ رب العزت میں فخر خاندان برکات، تاج دار مسند آل احمدی، وارث دودمان احمد نوری حضور امین ملت دامت برکاتہم کے لیے صحت و سلامتی اور جمال و کمال میں برکتوں کے لیے دامن پھیلاتا ہوں کہ رب العزت ہمارے شیخ کا سایہ تادیہ ہم پر قائم رکھے اور دین اسلام اور مذہب اہل سنت کی خدمات ایسے ہی ان کے دم قدم سے جاری

وساری رہیں۔

تہنیتی نظم

وہ نام جس کو میں وسعت کا استعارہ کہوں
کہ اس وجود کو ساحل کہوں کنارہ کہوں
وہ خاندان نبوت کا ایک فرد جلیل
علی کے گھر کا سپاہی ہے علم و فن کا خلیل
فراخ ہاتھوں کو اس کے خدا نے بخشا ہے
ہر ایک شخص کی خاطر وہ دل کشادہ ہے
وہ اپنی فکر میں اشرف ہے لطف میں کیتا
نجیب و افضل و اکمل یہ ذات ہے تہا

حسن کے حُسن کا عکس جمیل ہے چہرا
بڑا فہیم و مدبر ہے راہبر میرا
امان پاتے ہیں دامن میں خاص و عام اس کے
ہیں اس ادارے کی ساری بہاریں نام اس کے
ہے اُس کی ذات میں پنہاں یہ برکتوں کا ہجوم
ہمارا صدر جسے کہتا ہے جہاں مخدوم
ہم اس کو ملوں و غم خوار و غم گسار کہیں
ہم اس کو مسند برکت کا تاجدار کہیں
تری زبان پہ احمد یہ کس کی مدحت ہے
وہ کوئی اور نہیں وہ امین ملت ہے

مکمل ہوئی اور درس و تدریس کا انتظام وہاں منتقل ہو گیا۔ جہاں پہلے مینجمنٹ کی کلاسیں ہوا کرتی تھیں وہ وسیع حصہ البرکات اسکول کو دے دیا گیا۔ جہاں اب پانچویں کلاس تک کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

جناب صدر محترم کی ایک دیرینہ خواہش تھی کہ لڑکیوں کے لئے الگ تعلیم کا انتظام ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اس خواب کو بھی شرمندہ تعبیر کیا۔ لڑکیوں کا اسکول تعمیری مراحل سے گزر کر پائے تکمیل کو پہنچا۔ ان شاء اللہ پہلی نومبر سے ہمارے اسکول کی طالبات اپنے الگ ماحول میں زیور تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوں گی۔ اس اسکول کا نام ”البرکات قادریہ گرلز سیکشن“ ہے۔ یہ سیکشن ”البرکات محبوب گرلز ہاسٹل“ کے کیمپس میں واقع ہے۔ ہماری بچیوں کے لیے الحمد للہ البرکات گرلز ہاسٹل میں رہائش کا انتظام تو بہت پہلے سے جاری ہے۔ اب بچیوں کو پہلے کے مقابلہ میں کافی سہولت ہو جائے گی۔

آپ سب کو یہ معلوم ہو کر بے حد مسرت ہوگی کہ اراکین البرکات نے علوم اسلامی کے ادارے کے قیام کے سلسلے میں اپریل کے ماہ میں ایک مشاورتی میٹنگ کی۔ جس میں ہماری جماعت کے جید علمائے کرام، دانشوران ملت اور فاضل اساتذہ نے شرکت فرمائی۔ متفقہ طور پر یہ طے کیا گیا کہ اس ادارے میں فارغ التحصیل علماء کو تربیتی کورس کرائے جائیں گے۔ ان علمائے کرام کے قیام و طعام کا بندوبست ادارے کی طرف سے ہوگا۔ حضرت امین ملت و حضرت شرف ملت کے ایما پر ادارے کا نام ”البرکات اسلامک ریسرچ اینڈ ٹریننگ سینٹر“ تجویز ہوا ہے۔ نصاب تقریباً تیار ہو چکا ہے۔ ان شاء اللہ العزیز بہت جلد ہم اس میں داخلے کی کارروائی کا آغاز کر سکیں گے۔

البرکات پبلک اسکول اور البرکات ہاسٹل اپنے معیاری نظام تعلیم و تربیت کے پیش نظر علی گڑھ اور بیرون علی گڑھ اپنی انفرادی شناخت قائم کرنے کی راہ پر گامزن ہیں۔ فی الحال ہمارے یہاں ۲۳۰۰ طلبہ و طالبات زیر تعلیم ہیں۔ جن میں ۴۵۰ طلبہ و طالبات دونوں ہاسٹل میں الگ الگ رہتے ہیں۔

الحمد للہ ہمارے اسکول کے بارہویں اور دسویں کلاسوں کا رزلٹ بھی ہماری امیدوں سے کہیں زیادہ اطمینان بخش اور امتیازی آیا۔ ہاسٹل میں رہنے والے سبھی طلبہ فرسٹ ڈویژن پاس ہوئے۔ قابل مبارک یاد ہیں ہمارے ہاسٹل کے ذمہ دار جودن و رات

کوائف جامعہ البرکات

ڈاکٹر احمد مجتبیٰ صدیقی برکاتی، جوائنٹ سکریٹری

اہل سنت کی آواز کے دوسرے شمارے کے ذریعہ کے ایک بار پھر البرکات کے حوالے سے مخاطب بڑھارہا ہوں۔ رب العزت کا بڑا فضل ہے البرکات یہ کہ ہر سال آپ کی خدمت میں کچھ تازہ خوش خبریاں پیش کی جاتی ہیں۔ سب سے پہلے تعمیرات کے سلسلے میں یہ اطلاع دیتے ہوئے مسرت ہو رہی ہے کہ البرکات مینجمنٹ ادارے کی تعمیر اس سال

محنت کر کے بچوں کو نہ صرف ہاسٹل کے معمولات سے آگاہ کراتے ہیں بلکہ بچوں کو تعلیم کی طرف پوری رغبت دلاتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ طلبہ کی کردار سازی کے لئے بھی اساتذہ ان کی کلب کی مدد سے سعی کرتے ہیں۔

البرکات انتظامیہ نے اپنے پرنسپل کو مینجمنٹ کے قومی سطح کے ادارے IIM Lucknow میں منعقد ورکشاپ میں شرکت کرنے اور اسکولوں میں پرنسپل کا کردار کیا ہو۔ اس موضوع پر باقاعدہ تحقیق کے لئے لکھنؤ بھیجا اور وہ بہت کامیابی کے ساتھ یہ کورس کر کے اسکول میں ان تجربات کی روشنی میں نفع بخش کام انجام دے رہی ہیں۔

ہمارے انتظامیہ نے اس سال ایک مرتبہ پھر اپنی پرنسپل اور گرلز اسکول کی سربراہ کو IIT Delhi میں ایک کورس کرنے کے لئے بھیجا جس کا عنوان ”اسکولوں کا انتظام“ تھا۔ ہمارے ریاضی Math کے دو اساتذہ ”ریاضی کی تعلیم“ کے موضوع پر منعقد ورکشاپ میں حصہ لینے حیدر آباد تشریف لے گئے۔ طلبہ کو انگریزی بولنے اور لکھنے میں مہارت پیدا کرنے کے واسطے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کی جانب سے انگریزی کے اساتذہ نے Diagnostic Test کیا۔

ہماری قائم مقام پرنسپل محترمہ صبیحہ خاں کوسی۔ بی۔ ایس۔ سی بورڈ علی گڑھ کے دیگر اسکولوں میں درس و تدریس کو بہتر بنانے اور امتحانات کو عین بورڈ کے مطابق کرانے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

البرکات پبلک اسکول کے طلبہ کھیل کے میدان میں ہمیشہ سے امتیازی رہے ہیں۔ اور اس امتیاز میں روز افزوں ترقی ہو رہی ہے۔ اس سال ہمارے طلبہ نے الہ آباد میں منعقد صوبائی ٹائی کاٹڈ مقابلہ میں اول مقام حاصل کیا۔

طلباء البرکات نے ضلع کے سطح پر منعقد ہوئے ایٹھلیٹ مقابلہ میں ۲۳ میڈل جیتے۔ یونیورسٹی سیرت کمیٹی میں منعقد سیرت مقابلوں میں البرکات کے طلبہ شریک ہوئے اور متعدد انعامات سے سرفراز ہوئے۔

سی۔ بی۔ ایس۔ ای بورڈ کی کلسٹرمیٹ ایک بہت بڑا مقابلہ ہوتا ہے۔ جس میں ہندوستان کے کونے کونے سے سی۔ بی۔ ایس۔ ای اسکولوں کے طلبہ شریک مقابلہ ہوتے ہیں۔ اس سال طلبائے البرکات کو سونے، چاندی، اور تانبے کے طمغے حاصل ہوئے۔

☆ ہمارے اسکول کے دو طلبہ نے صوبائی فٹ بال مقابلہ میں حصہ لیا اس کے ساتھ ساتھ National Olympiad میں متعدد انعامات حاصل کیے۔

☆ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں منعقد علی گڑھ کے سبھی اسکولوں کے فٹ بال مقابلہ میں انٹرنانی حاصل ہوئی۔

☆ اس سال سے اسکول انتظامیہ نے اسکول میں ادبی ثقافتی سرگرمیوں کو فروغ دینے کے لئے پورے اسکول کو آٹھ کلب تشکیل کئے ہیں۔ ان کلب کے طلبہ کے درمیان مختلف مقابلہ منعقد کئے جاتے ہیں۔

البرکات پبلک اسکول اور ہاسٹل میں دینیات اور اسلامی تربیت کی کلاسیز بدستور جاری ہیں۔ ان شاء اللہ آنے والے سال میں ہم اپنے ادارے سے مرتب شدہ نصاب کے ذریعہ تعلیم دے سکیں گے۔ ہمارے اسکول کی سیرت کمیٹی الحمد للہ بہت سرگرمی سے پورے سال سیرت پاک سے متعلق پروگرام کا انعقاد کرتی رہتی ہے۔ گزشتہ سال ربیع الاول شریف میں سیرت ہفتہ منایا گیا۔ جس میں علی گڑھ کے تمام اسکولوں کے طلبہ نے حصہ لیا۔ آخری دن جلسہ سیرت النبی بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد کیا گیا۔ حضرات امین ملت، ڈاکٹر عاصم رضوی، جناب خلیل احمد (اے۔ ڈی۔ جے علی گڑھ) نے شرکاء مقابلہ کو انعامات تقسیم کئے۔ البرکات سیرت کمیٹی کے پروگرام علی گڑھ کے اسکولی طلبہ کے درمیان بے حد مقبول ہیں۔ اور بچے الحمد للہ سال بھر منتظر رہتے ہیں۔ ہاسٹل میں نمازوں کی ادائیگی، پابندی اوقات کے ساتھ ہاسٹل کے معمولات پر ہاسٹل انتظامیہ سب سے زیادہ دھیان مرکوز کرتی ہے۔ ساتھ ہی مولانا نعمان احمد ازہری صاحب تربیت کلاسوں کے ذریعہ ہاسٹل کے بچوں کو تمام دینی و فقہی معاملات سے آگاہی کراتے رہتے ہیں۔

البرکات انسٹی ٹیوٹ آف مینجمنٹ اسٹڈیز:

بڑی مسرت کے ساتھ لکھ رہا ہوں کہ اس سال ہمارے مینجمنٹ کے ادارے جس میں M.B.A. کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس کی کارکردگی اور وسائل کی فراہمی کے سبب حکومت نے ہماری M.B.A. کی سیٹوں کو ساٹھ سے بڑھا کر ایک سو بیس کر دیا ہے۔ ساتھ ہی ادارہ اب اپنی نئی عمارت میں منتقل کر دیا گیا ہے۔ M.B.A. کا ادارہ اپنی پڑھائی کے

معیار، طلبہ کے نظم و ضبط، اساتذہ کی تقرری کے معیار، کورس کے بعد بہترین نوکری جیسے معاملات کے حوالے بے حد تسلی بخش انداز سے چل رہا ہے۔

☆ مینجمنٹ انسٹی ٹیوٹ اپنا جنرل بھی تواتر کے ساتھ شائع کرتا ہے۔ جس کا نام ”البرکات فائیننس اینڈ مینجمنٹ“ ہے۔

☆ بڑی خوشی کی بات ہے کہ اس سال سے ادارے کی انتظامیہ نے ”البرکات ٹائمز“ کے نام سے سہ ماہی اخبار کی بھی اشاعت شروع کی ہے۔

اس سال ہمارے مینجمنٹ کے ادارے میں چوتھی قومی کانفرنس ”مندی کے بعد ہندوستان میں بزنس اسکولوں کا کردار“ کے عنوان کے تحت منعقد کی گئی جس میں جناب فرقان احمد صاحب شیخ الجامعہ ہانچل یونیورسٹی نے خصوصی شرکت کی۔ اختتامی جلسے کو صوبائی وزیر توانائی نے خطاب کیا۔

ہمارے لئے بڑے فخر کی بات ہے کہ ہمارے ایک طالب علم مینک متل نے پورے ضلع علی گڑھ میں امتیازی نمبر لا کر ٹاپ کیا۔ ہمارے مینجمنٹ کے طلبہ و اساتذہ نے کثیر تعداد میں علمی مقالے ہندوستان کے مایہ ناز اداروں میں منعقد کانفرنسوں اور سیمیناروں میں پیش کیا اور اپنے ادارے کو ہندوستان سے باہر متعارف کرایا۔ الحمد للہ رب العالمین۔

البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن:

ہمارا بی ایڈ کورس کا ادارہ جو ”البرکات انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن“ کے نام سے موسوم ہے۔ الحمد للہ اپنے تمام معیاری تعلیمی ضوابط کے ساتھ چل رہا ہے۔ میں یہ خوشخبری آپ سب کی نذر کر رہا ہوں کہ ہمارے اس ادارے کو بفضلہ تعالیٰ اس سال صوبائی حکومت کی طرف سے مستقل الحاق کی منظوری حاصل ہوئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ صرف ایک سال میں ہمارے اس ادارے نے اپنی معیاری تعلیم اور نظم و نسق کی وجہ سے علی گڑھ کے باہر اپنی پہچان قائم کی ہے۔ اور شاید یہی وجہ ہے کہ اس سال ہمارے ادارے کو یو پی کے تقریباً سبھی علاقوں کے طلبہ نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے منتخب کیا۔

البرکات جامعہ ہمدرد سینٹر بھی پوری مستعدی سے کام کر رہا ہے۔ اس ادارے

سے بھی B.B.A اور B.C.A کورس کرائے جاتے ہیں۔ ویسے تو یہ کورس جامعہ ہمدرد یونیورسٹی دہلی سے الحاق شدہ ہے لیکن ہماری کوشش رہی ہے کہ اچھے اساتذہ کے ذریعہ اور بہترین نظم و نسق کے ساتھ تعلیم فراہم کرائی جائے۔ الحمد للہ ہمارے یہاں طلبہ کی تعداد ان اداروں سے زیادہ سے جہاں یہ کورس مستقل طور پر کرائے جاتے ہیں۔

البرکات ہاسٹل اطمینان بخش طریقے سے اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ البرکات پیمنٹ پرکاش ہاسٹل اور گاما بھائی ہاسٹل کے طلبہ کھیل کود، ادبی و ثقافتی سرگرمیوں، نماز اور اسلامی تربیت کے ساتھ ساتھ اپنی پڑھائی پر بھی پورا دھیان دیتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ ہر سال الحمد للہ رب العالمین ہمارے تمام رزلٹ سونی صدر رہے ہیں۔ وہ بھی سارے اول مقام کے ساتھ زیادہ تر دسویں اور بارہویں جماعت کے Toppers ہاسٹل کے ہی طلبہ رہتے ہیں۔

قرآن پاک کی تعلیم لڑکیوں اور لڑکوں کے لئے بدستور جاری ہے۔ مولانا نعمان احمد ازہری اور حافظ وقاری عامر خاں صاحبان طلبہ کی تربیت کا اہتمام کرتے ہیں اور معلمہ لڑکیوں کو دینی مسائل کا درس روز عصر کے وقت تربیت کلاس میں دیتی ہیں۔

لڑکیوں کے اسکول کی تعمیر کے بعد ان شاء اللہ ارادہ ہے کہ بی۔بی۔اے۔ اور بی۔سی۔اے۔ کے کورس اپنے ادارے میں شروع کر دیں، جس کے لئے انشاء اللہ نئی عمارت کی تعمیر کا آغاز جلد ہوگا۔ اس کورس کا الحاق آگرہ یونیورسٹی سے ہوگا۔

البرکات ہم سنیوں کا شمالی ہندوستان میں واحد ایسا ادارہ ہے جو عصری تعلیم کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب و مسلک کی بھی پاسداری کرتا ہے۔ ہم ہر سال کوائف البرکات اس لئے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تاکہ وابستگان سلسلہ ادارے کی ترقی سے فرحت محسوس کریں۔ اور ذمہ داران ادارہ کے لئے دعا کریں۔

اللہ رب العزت کے حضور دعا ہے کہ ہمارا یہ گلشن برکات یوں ہی مہکتا رہے اور ملت کو ایک باوقار مقام پر لا کر کھڑا کرنے میں معاون ثابت ہو۔ اس ادارے کے بانیان کو اللہ اچھی صحت کے ساتھ عمر طویل عطا فرمائے۔ آمین، بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دعا کا طالب

احمد مجتبیٰ صدیقی

ترسیل کا پتہ

Al-Barkaat Educational Society

Anoopshahr Road, Aligarh

0571-329987-941248803, 9359149873

www.Al-Barkaat.com.E-mail amujtabas@yahoo.com

۷۷۸ خصوصی شماره: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء

۷۷۷ خصوصی شماره: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء

۷۸۰ خصوصی شماره: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)
اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء

۷۷۹ خصوصی شماره: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)
اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء

خصوصی شماره: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء

خصوصی شماره: اکابر مارہرہ مطہرہ (حصہ دوم)

اہل سنت کی آواز ۲۰۱۰ء

